

# لائفہ سب ط

بقلم: نور راجپوت



NA  
MAIN ART

نویں دنیا  
Novels Ki Duniya

## "انتساب"

"ہر اس شخص کے نام جس کے اندر ایک سلفائر چھپا بیٹھا ہے جو اُسے بے چین کیے رکھتا ہے،  
جو اُسے سوچ کے جنگلوں بیابانوں میں بھٹکائے رکھتا ہے۔ جسے دنیا سمجھ نہیں پاتی اور پھر وہ اپنی ایک  
الگ دنیا بسایتا ہے۔"

## ”پیش لفظ“

تم اپنے کس درد کی بات کرتے ہو رو حان جبیل؟

میں نے اُم حانم کو کوتاریک راتوں میں سستے دیکھا ہے۔۔۔

”سلفات“ وہ ناول ہے جسے میں ابھی لکھنا نہیں چاہتی تھی۔

مجھے لگتا تھا لفظ ”سلفات“ اپنے اندر اتنے معنی لیے ہمہ تن گوش ہے کہ اسے بیان کرنے کیلئے مجھے صدیاں درکار ہوں گی۔ لیکن قدرت کا قانون ہے ہر چیز اپنے وقت پر تخلیق پاتی ہے، پر حادثہ اپنے وقت پر ہی رونما ہوتا ہے۔ کچھ اسی طرح کب؟ کیسے؟ اور کیوں لیکن سلفات چھ مہینوں کی ان تھک محنت کے بعد تخلیق پا گیا۔ اسے کیوں لکھا گیا؟ اس سوال کا جواب ناول میں ہی موجود ہے ہاں

البتہ

لکھنے کی وجہ اس کائنات کی دو معزز ہستیاں ہیں ایک (محترم استاد ڈاکٹر ذاکر نائک) جنہیں اللہ نے بے پناہ علم سے نوازہ ہے تو دوسرے (جنید جمشید) جنہوں نے ہدایت کا راستہ چنان۔

اسی طرح ناول کے دو مرکزی کرداروں نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔ ایک جس نے جنت روڈ پر دوسرے کو جہنم جیسی گھری کھائی دھکلیل دیا تھا۔ چونکہ یہ سو شل میڈیا پر لکھا گیا ناول ہے تو اسکی پوسٹنگ کے دوران مجھے تنقید کا سامنا کرنا پڑا کبھی کبھی سوچتی تھی اسے لکھنا چھوڑ دوں۔ شاید سلفات میرے بس کی بات نہیں۔ لیکن سچ تو یہ کہ سلفات لکھنے وقت ہی میں نے لکھنا سیکھا ہے۔ اللہ کی رضا تھی اور یہ تخلیق پا گیا اور اُسی ذات کا میں بے پناہ شکر ادا کرتی ہوں جس نے سلفات کو اتنی پذیرائی دی اور وہ نہ چاہتا تو کچھ ممکن نہیں تھا۔

آج میں ایک ”سلفات“ کے طور پر جانی جاتی ہوں اور یہ اُن قارئین کا کمال ہے جنہوں نے ناول پڑھا اور اسے سمجھنے کی کوشش کی۔ ناول میں جو بیان کیا گیا ہے اُس سے بہت سے لوگ پہلے سے واقف ہوں گے لیکن بہت سے میرے جیسے ہیں جو وقت وقت کے ساتھ ساتھ سیکھتے ہیں اور ایسے پڑھنے والوں کیلئے سلفات کسی مجزے سے کم نہیں۔

آپ سب کی رائٹر ”نور راجپوت“

دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔۔۔

# سلفاتِ ط

(زندگی کے سات پھروں کی کہانی)

از فلم / نور راجپوت

مکمل ناول:

بوندوں نے گر کے غضب سا ہے ڈالا  
موسم میں موسم عجب سا ہے ڈالا  
یہ بارش کا بادل بھی مجھ سا ہے رنج  
جو چھلکا ذرا، سب بدلتا ہے ڈالا

ہلکی پھلکی بوندا باندی نے جب موسلا دھار بارش کا روپ دھارا تو ایلانے چونک کر اس پاگل لڑکی کی طرف دیکھا جو آنکھیں موندے دونوں بازو پھیلائے محبوتوں کے شہر  
امیں طسم خیر جگہ پر بے فکر گھوم رہی تھی ہواؤں کے سنگ جھوم رہی تھی  
ماہی" ایلانے جوشان و شوکت اور پر اسرار انداز میں کھڑے ایفل ٹاور، جسے دنیا کو خوبصورت ترین ٹاور ہونے کا اعزاز حاصل ہے، اس کی خوبصورتی کو کیمرے کی  
آنکھ میں قید کرنے میں محو تھی، آخری سی کوشش کرتے ہوئے اسے پکارا،  
ماہی بس کر جاؤ اب اور کتنا انتظار کرو گی؟

دیکھو بارش اب تیز ہو رہی ہے ہمیں چنانچا ہیے۔۔"

کسی بھی خطرے کے پیش نظر وہ پہلے سے اُسے وارن کر رہی تھی۔ مگر وہ سب چیزوں سے بیگانہ اپنی دھن میں سرد ہنستی بارش سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

ایلانے قریب جا کر چھاتہ اس کے اوپر کیا جولا پرواٹ سے بھیگ رہی تھی۔ کچھ لمحات یوں ہی گزر گئے بارش کی بوندیں چہرے پر نہ پا کر ماہی نے آنکھیں کھولیں، اوپر کی جانب سر کو جنتش دی اور چھاتے کو دیکھ کر بر اسمانہ بنایا۔

"بس کر جاؤ ماہی پا گل پن کی بھی کوئی حد ہوتی ہے" ایلانے ڈپٹا۔

"تمہیں پتا ہے ایلا آج 2 نومبر ہے، یہ دن میرے لیے بہت خاص دن ہے، یہی وہ دن ہے جب مجھے وہ شخص پہلی بار یہاں اسی جگہ ملا تھا۔" ماہی نے اک جذب سے کہا۔ "اور تم پچھلے تین سالوں سے لگاتار یہاں تشریف لارہی ہو، وہ دوبارہ ملائیا؟؟" ایلانے ماہی کا ہاتھ پکڑ کر اب باقاعدہ چلنایا تھا جبکہ ساتھ ساتھ وہ اپنی ناراضی اور غصے کا انہمار کر رہی تھی۔

"رکوا ایلا، ابھی صرف شام کے چار ہی توبجے ہیں، میں مزید اس دشمن جاں کا انتظار کرنا چاہتی ہوں، کچھ لمحات اس کی یاد کے نام کرنا چاہتی ہوں، اس نے کہا تھا میں اسی جگہ ملوں گا دوبارہ۔"

"پا گل مت بنو ماہی، اب میں مزید تمہاری بکواس برداشت نہیں کر سکتی" ایلانے غصیلے لبھے میں ڈپٹا۔ سر دی کی بارش میں بھیگنے کی وجہ سے ماہی کے خوبصورت گلابی لب اب نیلے پڑنے لگے تھے۔ ایلا اس کی کپکاہٹ واضح طور پر محسوس کر چکی تھی جو ٹھنڈ کے باعث کپکاہٹ ہے تھے۔

"لیکن۔۔"

"ایک دم چپ تمہاری آواز نہ آئے۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ایلا اسے سختی سے خاموش رہنے کا عنديہ دے کر اس کا ہاتھ تھامے تیزی سے گاڑی کی جانب روایا تھی۔ ماہی نے ایک الوداعی پر شکوہ نظر ٹاور پر ڈائی اسکی آنکھوں میں شکوہ ابھرا۔

"آج پھر وہ نہیں آیا۔۔" جیسے جیسے وہ اس جگہ سے دور جا رہی تھی اسے محسوس ہو رہا تھا وہ بہت کچھ پیچھے چھوڑ رہی ہو، اک شدت سے وہ گزری منزل کی جانب نظریں واہ کئے ہوئے تھی شاید وہ کہیں سے ایک بار اسے نظر آجائے پر اس کی خواہش کی تکمیل نہ ہوئی۔ اس کا دل ہمیشہ کی طرف افسرد تھا اور ڈوب رہا تھا، وہ لمبے کڑے انتظار کے بعد بھی نظر نہ آسکا تھا۔

گاڑی کے پاس پہنچتے ہی ایلانے اس کی طرف کا دروازہ کھولا اور اندر بٹھایا۔

"تو یہ طے ہے مجھے اسکا ایک لمبا انتظار کرنا ہے" آنکھیں چھلنے کو تیار تھیں۔

"اب وہ دیدار میسر ہے نہ فُربت نہ سخن

اک جدائی ہے جو تقدیر ہوئی جاتی ہے"

ماہی نے اک بار پھر سے آب و تاب سے بارش میں نہاتے ٹاور کو دیکھتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے سوچا، اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتی ایلازن سے گاڑی آگے کی جانب بڑھا چکی تھی۔

رات کا ناجانے کو نسا پھر تھا۔ ہوا میں خنکی بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔ آرام دہ بستر پر پر سکون نیند کے زیر اثر نظر آنے والا وہ شخص ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔ کچھ ایسے حادثے بھی زندگی میں ہوتے ہیں کہ انسان نیچ تو جاتا ہے مگر زندہ نہیں رہتا

لیمپ کی مدھم روشنی میں چہرے پر سینے کی ننھی ننھی بوندیں واضح تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اذیت کی ایک لہر اس شخص کے چہرے پر پھیل گئی۔ حواس بحال ہونے پر اس نے غصے سے سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ ہاتھ بڑھا کر نیچے گرا دیا۔ سکیوں کی آواز واضح سنائی دے رہی تھی اور یہ آواز اسکی روح کو کسی تلوار کی طرح زخمی کر رہی تھی۔ بالآخر اسکی برداشت جواب دے گئی۔

"Shut up.. just shut up"

وہ نہ بسی سے چلا یا۔ وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر اس آواز سے بچنا جا رہا تھا۔ لیکن شاید کسی نے رونے کی قسم کھار کھی تھی۔ ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا، پچھلے تین سالوں میں ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب اس آواز نے اُسکا پیچھا نہ کیا ہو۔ ایک بھی رات وہ سکون سے نہیں سوپایا تھا۔ اور پھر ایک جھنکے سے وہ اٹھا۔ اب اسکا رخ اس شفیق ہستی کے کمرے کی جانب تھا جسکی آغوش اسے سکون پہنچاتی تھی۔ اپنے مطلوبہ کمرے کے باہر پہنچنے کے بعد اس نے دروازے پر دستک دی۔ وہ جانتا تھا اندر وہ شفیق ہستی جاگ رہی ہو گئی۔

"آجاؤ" دستک پر اندر سے آواز ابھری تھی۔ وہ جھنکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ سامنے وہ ہستی اپنے بستر پر بیٹھیں سورہ یسین کی تلاوت کر رہی تھیں۔

"لبی جان" وہ تڑپ کر انکی طرف بڑھا۔ بی جان نے سورہ یسین کو عقیدت سے چوم کر سائید ٹیبل پر رکھے اونچے طاق پر رکھا۔  
"شاہ بیٹا تم۔ سب خیریت تو ہے نا۔؟" بی جان کے چہرے پر پریشانی ابھری۔

"وہ بی جان۔ وہ میں۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آنسوؤں کا ایک گولا سا اسکے گلے میں اٹک گیا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر بی جان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا تھا۔

"آج پھر کوئی برا خواب دیکھا کیا۔؟" بی جان پیار بھرے لبھے میں پوچھ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ اسکے بالوں میں انگلیاں بھی پھیر رہی تھیں۔ جانے دو آنسو کیسے اسکی آنکھوں سے پھسل کر بی جان کی گود میں جذب ہو گئے تھے۔

"کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے بی جان۔ کیسے۔؟" وہ اذیت سے دوچار لبھے میں پوچھ رہا تھا۔ بی جان نے اسکی بات پر ایک گہرہ سانس لیا۔  
"کوئی تین سالوں سے لگاتار رو رہا ہے بی جان، ایک بھی رات وہ چپ نہیں ہوا، کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے۔؟" بی جان کا کلیجہ جیسے اپنے بیٹھے کی بات پر چھلنی سا ہو گیا تھا۔

"کیا وہ شخص تھلتا نہیں بی جان؟ کہاں سے آتے ہیں اسکے پاس اتنے آنسو؟ وہ چپ کیوں نہیں ہوتا بی جان؟ کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے،۔۔۔"  
وہ بار بار ایک ہی سوال دھرا رہا تھا۔

"زخم گھر ادیا ہے تم نے بیٹھا۔ اتنا گھر ازخم کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے" بی جان نے کہنے کے بعد اسکے سر پر بھونک ماری جیسے ساری بلاں میں ٹالنا چاہتی ہوں۔  
"اے کہہ دیں کہ وہ چپ کر جائے بی بی جان، چپ کر جائے خدا کا واسطہ ہے۔" وہ کہہ رہا تھا، اور بی جان نم آنکھیں لئے سن رہی تھیں۔

کتنی ہی دیر وہ یہی الفاظ دھرا اور پھر تھک ہار کر یاشید اس سکون کے باعث جو اسے بی جان کی گود میں ملا تھا وہ ایک بار پھر نیند کی آغوش میں جا چکا تھا۔

اگلیٹ برگس

(Gelett Burgess)

نے دنیا کے انسانوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ ایک برومائلز

(Bromide)

اور دوسرے سلفائٹس

(Sulphites)

برومائلز عام لوگ ہوتے ہیں جنکی سوچ ایک سی ہوتی ہے جبکہ سلفائٹس خاص لوگ ہوتے ہیں جو کہ نایاب ہوتے ہیں۔ جو عام لوگوں سے ہٹ کر سوچتے ہیں جو اپنی سوچ اور اپنے عمل دونوں سے لوگوں کو چونکا دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جو غیر معمولی کام کو معمولی طریقے سے جبکہ معمولی کام کو غیر معمولی طریقے سے سرانجام دیتے ہیں۔ ”کلاس روم میں ٹیچر کی آواز گونج رہی تھی۔ یہ بی ایس سی کی کلاس تھی اور اس وقت انکا لگش کا یکچھ تھا۔ وہ دونوں دوسری قطار میں بیٹھی تھیں۔ ایک طرف لڑکوں کی قطار تھی تو دوسری جانب لڑکیوں کی۔“

اوہ ہوای نے کل کھا تھا کہ چھت پر سینٹ لگا دنیا میں پھر بھول گئی۔ ”آسمان پر چھائے گھرے بادلوں کو دیکھ کر اس نے سوچا۔ پچھلے کچھ دونوں سے ہوتی لگاتار بارش نے انکے ایک کمرے کی چھت کو ٹکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

کاش میں سینٹ لگاہی دیتی، اب امی کو محنت کرنی پڑے گی اور اگر انہیں بھی یاد نہ رہا تو آج رات پھر۔۔۔“

”مس اُم حanim“ وہ مزید سوچ نہیں پائی تھی کہ کلاس ٹیچر کی سخت سی آواز اسے خیالوں کی دنیا سے نکال کر حقیقت میں لے آئی تھی۔ ”یہ۔۔۔ لیں۔۔۔ میم۔۔۔“ وہ ہٹ بڑا کر کھڑی ہو گئی۔

دھیان کدھر ہے آپکا؟“ میم نے غصے سے پوچھا۔

”نج۔۔۔ جی۔۔۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن الفاظ دم توڑ گئے۔“

”اگر آپ جیسے سٹوڈنٹ کلاس میں ایسا رویہ اپنائیں گے تو باقیوں کا کیا ہو گا؟“ غالباً میم کافی غصے میں تھیں۔ لڑکوں کی دبی سی ہنسی کی آواز وہ صاف سن سکتی تھی۔ وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ واقعی اسکا دھیان کلاس میں نہیں تھا۔

”بیٹھ جائیں اور آئندہ ایسی حرکت مت سمجھنے گا“ میم کو شاید اس پر رحم آگیا تھا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اس نے سنا ہی نہیں تھا کہ سلفائٹس کیا ہوتے ہیں؟ اسکا ذہن تو بس چھت سے ٹکنے پانی میں الجھا تھا جو برلن میں گرتا اور ایک عجیب سی آواز پیدا کرتا تھا اور آواز اسے انتہائی برقی لگتی تھی۔

میز پر رکھا ہوا کافی کا کپ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ اسکی نظریں گلاس ڈور سے باہر تیزی سے گزرتی گاڑیوں پر جمی تھیں۔ جانے کس احساس کے تحت وہ چونکی اور نگاہیں اپنے کپ کی جانب مرکوز کیں۔ کپ اٹھایا تو کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ ایک گھرہ سانس لینے کے بعد اس نے وہ کڑو اور ٹھنڈا مشروپ اپنے اندر انڈیلا۔ میز پر رکھے موبائل کو اٹھا کر اسکی چمکتی سکریں پر ابھرنے والی گھڑی سے وقت دیکھا۔

"اوہ صرف دس منٹ رہ گئے ہیں" وہ بڑھاتے ہوئے کھڑی ہوئی، کافی کے پیسے اس نے میز پر رکھے اور دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ یہ اسکی تقریباً روزانہ کی روٹین تھی۔

"گھری پہنے کے باوجود موبائل پر وقت دیکھنے کی عادت آج بھی نہیں بدلتی تمہاری۔" "اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے شخص کی نظریں دروازے سے باہر نکلی لڑکی پر جمی تھیں۔ وہ ہلاکا سما مسکرا یا تھا۔ اس شخص کا آدھا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور اسکے پیچھے چلانا شروع کر دیا۔ ان دونوں کے جانے کے بعد ایک لڑکا تیزی سے ریسٹورینٹ کے اندر داخل ہوا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔

"ہے البرڈ بخجل آئی تھی کیا؟" میڈی نے کاؤنٹر پر کھڑے لڑکے پوچھا۔

"ہاں ہمیشہ کی طرح۔" البرڈ نے کافی کپ میں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"اور موں۔؟"

"ہاں وہ بھی آیا تھا اور اسکے پیچھے چلا گیا ہمیشہ کی طرح۔"

"یہ موں مر جائے گا میرے ہاتھوں۔" میڈی کو ناجانے کس بات کا غصہ آیا تھا۔

"ریلیکس میڈی وہ اسے نقصان نہیں پہنچانے والا۔" البرڈ نے اٹھا کر ایک میز کی جانب بڑھ گیا۔

"لیکن مجھے اس پر بالکل بھی بھروسہ نہیں ہے" میڈی اسکے پیچھے لپکا۔

"اگر بھروسہ نہیں ہے تو جاؤ نا ان دونوں کے پیچھے، ویسے بھی تمہاری ان فضول باتوں میں ٹرین گزر چکی ہو گی۔"

"اووو شٹ" البرڈ کی بات سن کر میڈی چلا یا اور باہر کی طرف بھاگا لیکن قسمت نے اسکا ساتھ نہیں دیا تھا۔ ٹرین گزر چکی تھی اب اسے دس سے پندرہ منٹ انتظار کرنا تھا جب تک دوسری ٹرین نہیں آ جاتی۔ میڈی کا مودُ بری طرح خراب ہو چک تھا۔

جب وہ گھر پہنچ تو تقریباً پوری بھیگ چکی تھی، اکیڈمی اسے رکھنے پر آنا جانا پڑتا تھا، رکشہ والا اسے میں روڈ پر اتار دیتا تھا، میں روڈ سے گھرتک کا سفر پانچ منٹ کا تھا۔ اور ان پانچ منٹوں میں بارش تیز ہونے کی وجہ سے وہ بھیگ چلی تھی۔

"لکنی بار کہا ہے کہ رکھنے والے سے کہہ کر گھرتک رکشہ لے آیا کرو، اپنے گھر کے سامنے اتر اکرو" آسیہ بیگم نے اپنی بیٹی سے کہا جو ہمیشہ انکی بات ایک کان سے سن کر دوسرا سے نکال دیتی تھی۔

"اماں رکھنے والا پیسے زیادہ مانگتا ہے، پانچ منٹ کے سفر کیلئے میں اسے زیادہ پیسے ہرگز نہیں دے سکتی۔" وہ تو لیے سے بال صاف کرتے ہوئے بڑھائی۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن کبھی کبھی حالات کو بھی دیکھ لینا چاہیے نا آج موسم خراب تھا اور اتنی تیز بارش تھی آج تو رکھنے پر ہی دروازے تک آ جاتی نا۔"

"کیا مجھے کھانا ملے گا" وہ اپنی ماں کی بات مکمل نظر انداز کر گئی تھی۔ آسیہ بیگم سے اسکی بات سن کر سر جھٹکا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ انکی بیٹی ہمیشہ اپنی من مانی کرتی تھی۔

"کپڑے بدل لو میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔" آسیہ بیگم برآمدے سے ماحقہ چھوٹے سے کچن میں چلی گئی تھیں جبکہ وہ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"ماہم اور جواد کہاں ہیں؟ نظر نہیں آرہے؟"

گھر میں چھائی خاموشی کو محسوس کر کے اسے اپنے دونوں چھوٹے بہن بھائی یاد آگئے تھے۔

"چھت پر ہیں، کچن کی چھت ٹپک رہی تھی تو سینٹ لگا رہے ہیں دونوں، بھائی صاحب پیسے دے دیتے تو مرمت ہی کروالیتی مکانوں کی لیکن جوال اللہ کو منظور۔" آسیہ بیگم نے ایک گھری سانس لیتے ہوئے جواب دیا، اور کھانا برآمدے میں بچھی چارپائی پر رکھ دیا۔

"مجھے نہیں لگتا امی کہ وہ ہمیں پسیے دیں گے لوگ تیموں اور غریبوں کا حق بہت آسانی اور بناخوف کے مار لیتے ہیں" وہ پیسوں کے ذکر پر سخت بد مزہ ہوئی تھی۔ "اچھا تم کھانا کھالو میں ذرا ان دونوں کو دیکھ لوں بھیگ رہے ہو نگے اوپر"

"آپ رہنے دیں امی میں دیکھ لوں گی کھانے کے بعد، آپ بس آواز دے کر دونوں کو نیچے بلا لیں" وہ کہہ کر کھانے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ البتہ ذہن بری طرح انتشار کا شکار تھا۔

شور کی آواز پر وہ چونکی جو گھرے خیالوں میں کھوئی تھی۔ اسکے بالکل سامنے بیٹھے لڑکے کا بیگ نیچے گر گیا تھا۔ ٹرین کی رفتار آہستہ ہوئی۔

### Marne la Vallee station

وہ ایک دم سیدھی ہوئی۔ اسکا اسٹیشن آگیا تھا اگر وہ ایسے ہی خیالوں میں کھوئی رہتی تو شاید اشیش گزر جاتا۔ اس نے مسکرا کر اپنے سامنے بیٹھے کم عمر لڑکے کو دیکھا اور آنکھوں سے ہی شکر یہ ادا کیا اور پھر ٹرین رکنے پر وہ نکل گئی۔

اسکے بالکل سامنے وہ گاؤں تھا۔۔۔ ہاں

### (Disney village)

جس سے ایک منٹ کے فاصلے پر

### Disney land

تھا۔۔۔ شہزادیوں اور پریوں کا دلیں۔۔۔ اسکے لئے آج بھی ویسا ہی تھا۔۔۔ بہت سے لوگ ٹرین سے اترے تھے اور اب انکار خڑکی لینڈ کی طرف تھا۔۔۔ تھیں کس بڑی۔۔۔ "ٹرین سے باہر نکلتے ہوئے اس آدھے چھپے چہرے والے شخص نے سیٹ پر بیٹھے اس لڑکے سے کہا جس نے جان بوجھ کر اسکے اشارے پر اپنایگ نیچے" گرایا تھا۔ اب اسکی نگاہیں بیخل کوڈھونڈ رہی تھیں، جو لوگوں کے ہجوم میں کہیں کھوئی گئی تھی وہ تھوڑا سا بے چین ہوا۔ پھر اسے ایک طرف وہ نظر آگئی تھی، ہاں وہی، بیخل۔۔۔ "بیخل کو دیکھتے ہی اسکے چہرے پر سکون پھیل گیا تھا اور اب تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر وہ اسکے پیچے پیچے چل پڑا تھا۔۔۔

"س رہا ہے نا تو"

رو رہا ہوں میں۔۔۔

س رہا ہے نا تو۔۔۔"

"ماہم ٹوکری کی آواز کم کرلو، کب سے کہہ رہی ہوں۔۔۔" وہ اپنی کتاب میں پھیلائے بیٹھی تھی۔ مسلسل آنے والی گانے کی آواز اسکی توجہ اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔

"ارے ہانی ذرا آکر دیکھو آج

RJ

کا شو ہے۔۔ قسم سے کمال لگ رہا ہے۔۔" ماہم نے آواز کیا کم کرنی تھی بلکہ باقاعدہ چلا کر کہا۔  
"ہاں ہانی آپ۔۔ بہت اچھا لگتا ہے مجھے بھی

RJ

جواد نے بھی ماہم کی پیروی کی۔"  
"عاشقی ٹو والا آر جے۔۔؟ افف تو بہ ذرا نہیں پسند مجھے نہ یہ فلم، نہ اسکے گانے اور نہ ہیر و، اور اگر اب تم لوگوں نے آواز کم نہ کی تو میں امی سے کہہ دوں گی۔۔" وہ  
جانے کیوں غصے کرنے لگی تھی۔۔ شاید حالات نے اسے چڑچڑا بنا دیا تھا۔  
"نہیں یہ وہ آر جے نہیں ہے یہ تو پاکستان کا مشہور۔۔"  
"بلاؤں امی کو۔۔؟" ہانی نے ماہم کی بات کاٹ کر دھمکی دی تو وہ منہ بنا کر آواز کم کرنے لگ گئی۔  
"ہائے کتنا اچھا گاتا ہے نایا۔۔ کاش میں بڑا ہو کر ایسا بن جاؤ۔۔" جواد کے لمحے میں حسرت تھی۔۔ وہ چھوٹا سا بچہ جانے کب سکرین پر گٹار پکڑے  
گاتے ہوئے لڑ کے کافین بن چکا تھا اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔

"کل رات مولانا صاحب کی روح پر واز کر گئی"

ہانی کی نظر سامنے رکھے اخبار پر پڑی تھی۔

اسکے دماغ نے لفظ روح کو بہت بڑی طرح سے کیپچر

(Capture)

کیا تھا۔

"روح۔۔ روح۔۔" وہ ہولے سے بڑا کریں۔ "روح کیا ہے۔۔؟" ایک سادہ سے سوال نے اسکے دماغ میں جنم لیا۔ اسکا ذہن اڑکا وہ سوچتی رہی لیکن کوئی سرانہ پکڑ پائی۔ تحکم ہار کر اس نے کتابیں اٹھا کر ایک طرف رکھیں اور لیٹ گئی، اسکا ذہن آج کل پڑھائی میں نہیں لگ رہا تھا۔ عجیب و غریب سوچوں نے اسکے دماغ کو گھیرا ہوا تھا۔

"کبھی تم لوگ پڑھ بھی لیا کرو، ہر وقت ٹوی میں گھسے رہتے ہو۔۔" ہانی نے اپنے دونوں بہن بھائیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو اس سے کچھ فاصلے پر نظریں ٹوی میں جمائے بیٹھے تھے۔

"ہمیں کتابی کیڑا نہیں بننا کیوں جواد۔۔؟" ماہم نے جواد کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ بھی مسکرا دیا تھا جبکہ ہانی نے افسوس سے سر ہلا کیا۔  
یہ تھی ام خانم عرف ہانی۔۔ جو بی ایس سی سال دو مم کی طالبہ تھی جسکی کل کائنات اسکی ماں اور دو بہن بھائی تھے۔ ماہم، ہانی سے دو سال چھوٹی تھی جو سینئڈ ایئر میں تھی اور جواد ماہم سے چار سال چھوٹا تھا۔ البصار صاحب جو کہ ہانی کے والد سات سال پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ وقت اور حالات نے اسے عمر سے بڑا بنا دیا تھا۔ البتہ ماہم میں ابھی بچپنا تھا۔

"روح کیا ہے؟" ایک بار پھر اسکا ذہن الجھا۔۔ بالآخر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"تیرے سنگ گزر جائے یہ عمر جو باقی ہے۔۔۔  
ہنس دوناڑا کھل کر کا ہے کی اداسی ہے۔۔۔"

دروازے سے باہر نکلتے وقت اسکی سماعت سے گانے کی آواز ملکر آئی۔ آواز اچھی تھی لیکن چاہنے کے باوجود وہ واپس پلٹ کر ٹوی پر نظر آتے اس آر جے کو نہیں دیکھ پائی تھی۔ خاموشی سے وہ صحن کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں ٹھنڈی ہوانے اسکا استقبال کیا تھا۔ اسے روزانہ رات کو صحن میں ٹھلنے کی عادت تھی۔ اور آج تو پھر ٹھنڈی ہوائیں اسے سکون بخش رہی تھیں۔

آنکھ میں آنسو نہیں پر رلاتا ہے بہت

وہ سمبر، ہرد سمبر، یاد آتا ہے بہت

ساتھ میرے بھیگتا ہے بارشوں میں بیٹھ کر

یاد کے سارے در تپے کھول جاتا ہے بہت

روندتا ہے یہ جہاں کی ساری دیوالیں کھڑی

دو قدم پر لا کر اسکو آزماتا ہے بہت

مسکراہٹ، گنگناہٹ، قہقہے، باتیں تیری

خواب بن کرات بھر مجھ کو جگاتا ہے بہت۔۔۔

!! مجھ کو دے جاتا ہے چھپ کر اسکی خوبصورتی ایک دیوانے کو یہ پاگل بناتا ہے بہت۔۔۔

پچھلے ایک گھنٹے سے وہ سو شل میڈیا پر مختلف اکاؤنٹس کو چیک کر رہی تھی لیکن وہ شخص اسے کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا۔ بیٹھے بیٹھے اسکی نازک کمر اکٹھ گئی تھی مگر اسکے تجسس میں ذرا برابر بھی کمی نہیں آئی تھی۔

"بس کرو ماہی اور کتنا ڈھونڈو گی اسے۔۔۔؟" ایلانے اکتا کر ماہی سے پوچھا جسکے خوبصورت چہرے پر عجیب سی چمک تھی۔

"جب وہ مل نہیں جاتا ماہی اسے ڈھونڈتی رہے گی۔"

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ پانچ منٹ کی ملاقات میں وہ شخص تم پر کیا جادو کر گیا ہے کہ جو تم یوں خوار ہو رہی ہو۔۔۔؟؟"

"یہی بات تو میں جانتا چاہتی ہوں، اس سے مل کر پوچھنا چاہتی ہوں کہ ماہی پر کیسا جادو کیا ہے اس نے۔۔۔؟؟" ماہی پر شوق نگاہوں سے مسکرائی تھی۔

"وہ تمہیں نہ ہی ملے تو بہتر ہے جب بنا ملے یہ حال ہے تو جانے مل کر کیا ہو گا۔۔۔؟؟" ایلانے لیپ ٹاپ اسکے سامنے سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے منہ میں خاک۔۔۔ میرالیپ ٹاپ واپس کرو۔۔۔!!" ماہی سخت بد مرد ہوئی۔

"پہلے ڈنر۔۔۔ تمہیں یاد ہے ناہم نے پلان کیا تھا آج ڈنر باہر کریں گے، مجھے بھوک لگی ہے جلدی اٹھو، بعد میں ڈھونڈتی رہنا اپنے عشق گمشدہ کو۔۔۔" ایلانے اسے ہاتھ سے کپڑ کر کھڑا کیا۔

"ڈھونڈنے دونا ایلا۔۔۔ شاید مل ہی جائی۔۔۔" ماہی کے لبھے میں حسرت تھی۔

"ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے ماہی اور وہ چیز اپنے وقت پر ملتی ہے اگر اسے ملنا ہوا تو خود ہی مل جائے گا"

"ارے واہ ایلا۔۔۔ بڑی سمجھدار ہو گئی ہو۔۔۔" ماہی نے ایلا کا گال کھینچا۔

"تعریف بعد میں کرنا جاؤ تیار ہو جاؤ میں دعا کرو گی وہ شخص ایک بار تمہیں ضرور ملے" آمین۔۔۔ آمین۔۔۔ آمین۔۔۔" ماہی کی خوشی دیکھنے لاکن تھی۔

"میں بس ابھی آئی تیار ہو کر۔۔۔ بس پانچ منٹ میری پیاری دوست۔۔۔" ماہی اسکے گال کو پیار سے تھپٹھپاتی کمرے کی سمت بھاگی تھی جبکہ ایلا اسکے پا گل پن پر دھیرے سے مسکرا دی تھی۔

"حشام" وہ بہت محیت سے کتاب پڑھنے میں مشغول تھا جب آواز پر چونکا۔

"جی چھوٹے بابا سائیں۔۔۔" وہ ایک دم پلٹا۔

"ارے آپ یہاں؟ مجھے بلا لیا ہوتا میں آ جاتا۔۔۔" حشام نے سید جبیل کو استدی روم کے دروازے میں کھڑا دیکھا تو کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ یہ بتاؤ تمہارا لاڈلا آرہا ہے یا نہیں۔۔۔؟"

"بابا سائیں آپ اندر تو آئیں۔۔۔ پھر بتاتا ہوں" حشام نے کتاب (خانہ بدوش) کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"نہیں بیٹا مجھے ذرا ضروری کام ہے یہ بتاؤ وہ آرہا ہے یا نہیں۔۔۔؟"

"جی بابا سائیں، میری بات ہوئی تھی اس سے وہ آرہا ہے۔۔۔" حشام نے مسکرا کر جواب دیا۔ ایک شفیق سی مسکراہٹ جو اسکی شخصیت کا حصہ تھی۔

"چلو شکر ہے، اس پر بھی کچھ پڑھ کر پھونک دو جس سے وہ سدھ رجائے ناک میں دم کر دیا ہے اس لڑکے نے۔۔۔" سید جبیل شاید بہت ہی تنگ تھے اس انسان سے جس کا وہ ذکر کر رہے تھے۔

"آپ فکر نہ کریں بابا سائیں میں اسے سمجھاؤں گا اب وہ کچھ الٹا سیدھا نہیں کرے گا" حشام نے اعتماد سے کہا تھا لیکن یہ بات وہ بھی اچھے طریقے سے جانتا تھا کہ ساری دنیا بدل سکتی تھی۔۔۔ قیامت آ سکتی تھی لیکن "وہ" کبھی سدھر نہیں سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔" سید جبیل کہتے چلے گئے، جبکہ ہشام صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔ اور موبائل اٹھا کر اس کا نمبر ملانا شروع کیا جسکی ابھی تعریف ہوئی تھی۔

Cause I wanna touch you, baby

And I wanna feel you, too

I wanna see the sunrise and your sins

Just me and you

Light it up, on the run

Let's make love, tonight  
Make it up, fall in love

گاڑی میں میوزک کی آواز کانوں کے پر دے پھاڑ دینے کے برابر تھی لیکن وہ آرام سے ڈرائیونگ کرنے کے ساتھ ساتھ گلگنا بھی رہا تھا۔  
”ہے مکی۔۔“ اس نے آواز کم کرتے ہوئے پچھلی سیٹ پر دراز کی کوپکارہ۔  
”یس۔۔ بدی۔۔“ مکی نے جواب دیا۔

”گھر جا رہا ہوں میں کل تم نے جانا ہے؟“ دبلا پلا سا وہ لڑکا اپنے دوست سے پوچھ رہا تھا۔  
”میرا گھر جا کر بور ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے سنو تم بھی جلدی آ جانا۔۔“ مکی جواب دے کر دوبارہ موبائل کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ جبکہ میوزک کی آواز ایک بار پھر دماغ میں چینے لگی تھی۔

But you'll never be alone  
I'll be with you from dusk till dawn  
I'll be with you from dusk till dawn  
Baby, I'm right here  
I'll hold you when things go wrong  
I'll be with you from dusk till dawn  
I'll be with you from dusk till dawn  
Baby, I'm right here  
I'll be with you from dusk till dawn  
Baby, I'm right here

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کی اور سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی۔ دو گھنٹے کی پرفار منس کے بعد وہ تھوڑا ساتھک گیا تھا۔  
جانے اسکا دماغ کہاں پہنچا ہوا تھا جب اچانک گاڑی کے شیشے پر کسی نے دستک دی۔ اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ اسکی سماعت دوسروں کی نسبت کافی تیز تھی۔ اس نے آتا کر گاڑی کا شیشہ نیچے کیا تو سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر جہاں اسکی آنکھوں کی چک بڑی اسی پل چہرے پر ناگواری ابھری۔ سامنے ایک بھی سنوری لڑکی کھڑی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس علاقے میں اس وقت کوئی عورت مل سکتی تھی۔  
”کیا میں اندر بیٹھ سکتی ہوں۔۔“ لڑکی نے ایک ادا سے پوچھا۔

”جی جی بالکل۔۔ آئیے۔۔“ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا مکی اس لڑکی کی دعوت قبول کر چکا تھا اور وہ لڑکی بھی گاڑی کی پچھلی سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔  
”یار گاڑی چلاؤ۔۔“ مکی نے لڑکی کو اندر بٹھانے کے بعد خبات سے مسکرا کر کہا۔ وہ بنا کچھ کہے گاڑی آگے بڑھا چکا تھا۔ اس نے ایک بار بھی پیچھے نہیں دیکھا تھا اور وہ جانتا تھا بھی تھا مکی کیا کر رہا ہو گا۔

”کب سے کر رہی ہوں یہ کام۔۔؟؟“ جانے کیوں اس نے پہلی بار کسی سے سوال کیا تھا۔  
”پچھلے پانچ سال سے“ لڑکی نے سنبھل کر جواب دیا۔  
”وچہ۔۔؟؟“

"شوہر نے طلاق دے دی تھی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان پڑھ ہوں کوئی کام ملا نہیں۔ خاندان میں دوبارہ کسی نے شادی نہیں کی مجھ سے۔ آخر مجھے اس طرف آنا پڑا۔" لڑکی جیران تھی کہ کوئی پہلی بار اس سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

"کیا یار۔۔۔ ایسے سوال کر کے کیوں دل خراب کر رہے ہو۔۔۔؟" کمی کو اسکی مداخلت پسند نہیں آئی تھی۔ اس نے ساتھ والی سیٹ پر رکھے ہیگ سے ہاتھ بڑھا کر پسے نکالے اور پیچھے لڑکی کی طرف پھینکے۔

"جاو اب یہاں سے۔۔۔" ایک جھٹکے سے گاڑی روکنے کے بعد حکم دیا گیا۔ وہ لڑکی اور کمی دونوں جیران تھے۔  
"کیا سچ میں صاحب۔۔۔؟" لڑکی کو یقین ناہوا۔

"دفع ہو جاو اب۔۔۔" وہ دھاڑا تھا۔ اور لڑکی ایک پل بھی ضائع کئے بنا گاڑی سے باہر نکل گئی تھی۔  
اور اس نے دوبارہ گاڑی جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔

پیچھے بیٹھے کمی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ تو اپنے حساب برابر کھنے والا شخص تھا پھر آج کیسے۔۔۔؟ کمی سوچ رہا تھا لیکن کچھ پوچھا نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ آگے بیٹھے شخص کا دماغ کسی بھی وقت الٹ سکتا تھا۔ البتہ اسکا موڈ بری طرح خراب ہو گیا تھا۔

"ہمارے ہندو دھرم میں طلاق نہیں ہے۔ تم مسلم لوگ طلاق کیوں دیتے ہو۔۔۔؟ اگر طلاق کے بعد اس عورت سے کوئی شادی نہ کرے اور مجبوراً وہ جسم فروشی پر آجائے تو اسکا ذمہ دار کون ہوتا ہے۔۔۔؟" تم لوگوں سے اچھا تو ہمارا دھرم ہے جس میں طلاق ہے ہی نہیں اور عورت ہمیشہ اپنے پتی کے ساتھ رہتی ہے۔"

اسکے ذہن میں آج صبح اسکی پوسٹ پر ایک انڈین لڑکی نے جو کمینٹ کیا تھا وہ گونج گیا تھا۔ وہ لڑکی و قاتا فوتا اس سے عجیب و غریب سوال پوچھتی رہتی تھی۔ خود کو وہ اسکی مذاہ بتاتی تھی۔ لیکن اسکے سوال ہمیشہ اچھے ہوتے تھے۔ لیکن آج شانی نے جو سوال کیا تھا اس سے اسکا دماغ بری طرح گھوم گیا تھا۔

"I am not a Muslim"

اس نے بس یہ جواب دیا تھا۔

"؟--O Really"

شانی کو زبردست جھٹکا لگا تھا۔ اسکے بعد وہ ہزار کمینٹ کر چکی تھی۔ میسح کر چکی تھی لیکن اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اور اب اس وقت اس لڑکی کو دیکھ کر اسے وہ سوال یاد آگیا تھا۔ اس لیے اسکا دماغ بری طرح سے گھوم گیا تھا۔ میوزک کی آواز وہ اور زیادہ بلند کر چکا تھا۔ جبکہ کمی نے چپ رہنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

-----  
"کیا ہوا ہے ہانی آج کل تمہارا دھیان پڑھائی میں بالکل بھی نہیں ہے۔ کوئی پریشانی ہے کیا؟" وہ دونوں کلاس لے کر باہر نکلی تھیں جب مہرو نے اپنی بہترین دوست ہانی سے پوچھا وہ واقعی کافی دنوں سے الجھی الجھی نظر آتی تھی۔  
"نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔!" حانم نے ٹالنا چاہا۔

"مس ام حانم۔۔۔ عرف ہانی۔۔۔ تم نے مجھے اتنا بے وقوف سمجھا ہے کیا جو میں تمہاری خاموشی محسوس نہیں کر پاؤ گی؟"  
"میں سوچ رہی ہوں کہ کوئی ی جا ب کرلوں۔۔۔ لیکن سمجھ نہیں آتا کہ جا ب دے گا کون مجھے۔۔۔؟" حانم پریشان تھی۔  
"اووہ۔۔۔ پیسوں کا مسئلہ ہے؟" مہرو نے اکیڈمی کے اس چھوٹے سے لائن میں بیٹھتے ہوئے پوچھا جہاں شام کی مدھم مدھم دھوپ چمک رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔ مسئلے ہی مسئلے ہیں۔۔۔ داخلہ فیس جمع کرانی ہے۔ دکانوں سے جو پیسے آتے ہیں وہ میری، ماہم اور جواد کی فیس میں چلے جاتے ہیں جبکہ باقی گھر کے خرچے میں۔۔۔ اب داغلہ فیس کہاں سے لاوں۔۔۔ اماں سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔۔۔ وہ پریشان ہو جائے گی" دھوپ نے اسکے معصوم چہرے کی چمک کو مزید بڑھا دیا البتہ آنکھیں ادا س تھیں۔

"بس اتنی سی بات۔۔۔ بتاؤ مجھے کتنے پیسے چاہیے میں لادوں گی صبح۔۔۔" مہرو نے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں مہرو۔۔۔ میں خود کچھ کرنا چاہتی ہوں۔۔۔"

"اچھا چلو تم پریشان مت ہو اللہ بہتر کرے گا۔۔۔" مہرو نے اسکا ہاتھ ہلکہ سادا بایا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی حامل کے بیگ سے وابریشن کی آواز ابھری۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل بیگ سے نکالا۔ یہ ایک چھوٹا کیپیڈ موبائل تھا۔ شاید کسی کا میج آیا تھا۔

"تم سے بہت کچھ کہنا ہے مگر کبھی تم نہیں ملتے، کبھی الفاظ نہیں ملتے۔۔۔"

نمبر دیکھ کر اسکے رگ و جاں میں ایک زہر سے پھیل گیا تھا۔ اس نے میج فوراً ڈیلیٹ کیا اور موبائل غصے سے بیگ میں چلا۔

"آرام سے ہانی کیا ہوا۔ کس کا میج تھا؟" مہرو نے پوچھا وہ اسکی یہ حرکت دیکھ چکی تھی۔

"پتا نہیں کوئی روگ نمبر تھا اور فکر مت کرو یہ کوئی سمارٹ فون نہیں ہے جو ٹوٹے گا یا خراب ہو گا، پچھلے ایک سال سے استعمال کر رہی ہوں ابھی تک کچھ نہیں بگڑا اسکا۔" جانے وہ کیوں اتنی تلنگ ہو گئی تھی۔ یا پھر حالات نے اسے ایسا بنا دیا تھا۔

"اچھا یہ سب چھوڑو۔۔۔ بتاؤ چائے پیو گی؟" مہرو نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ بات کا رخ بدلا چاہتی تھی۔

"جی۔۔۔" حامل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اچھا تم بیٹھو میں لے کر آتی ہوں۔" مہرو یہ کہہ کر کینٹین کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ اس نے ایک گھری سانس لی تھی۔ جانے تقدیر اسکے ساتھ کیا کرنا چاہتی تھی

"ان کی آمد سے ملتا ہے بہاروں کا پتا  
وہ تو موسم کو بد لئے کاہنر رکھتے ہیں"

وہ آج شام ہی ملتان پہنچا تھا۔ سیدوں کی حولی میں جیسے خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ البتہ حولی کے سارے ملازمین دعائیں مانگ رہے تھے کہ انکا سامنا سید حولی کے عجیب و غریب سپوت سے نہ ہو۔ بی جان نے آتے ہی اسکا صدقہ دیا تھا۔ اور وہ بے زار سا سب برداشت کر رہا تھا۔ اسے سید حولی میں بس ایک ہی شخص تھوڑا پسند تھا اور وہ تھا حشام بن جبیل۔۔۔ جسکی محبت اس بے زار شخص کیلئے ہمیشہ سے خالص تھی۔

اس وقت بھی وہ حشام کے سامنے بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔

"تم نے سموکنگ کب شروع کی۔۔؟" حشام نے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
"پانچ سال پہلے ہی کر دی تھی۔۔" نپے تلے انداز میں جواب دیا گیا۔

"تم جانتے ہو نابی جان کو پتا چلا تو وہ ناراض ہوں گی۔۔"

"ہمیشہ ہی ناراض ہوتی ہیں وہ لیکن تمہیں پتا ہے شامو کا کام جسے فرق نہیں پڑتا۔۔"

حشام کا نام بگاڑ کر وہ ڈھٹائی سے ہنسا تھا۔

"خوڑی سی تو شرم کرو تم سے چھ سال بڑا ہوں۔۔" حشام کی بات پر اسکا حچکت پھاڑ قہقہہ گونجا تھا۔

"سن کر اچھا لگا شامو کا کا۔۔" وہ بلا کاڑھیٹ تھا۔

"واپس کب جانا ہے۔۔؟؟" حشام نے دوبارہ پوچھا۔

"ایک دو دن میں چلا جاؤں گا ویسے بھی جب سے آیا ہوں بور ہی ہو رہا ہوں، اور تمہیں پتا ہے آج ایک عورت آئی ساتھ میں ایک ماہ بچہ لائی تھی اپنا، بی جان کو کہتی اسے پیار دیں سیدانی جی یہ بڑا ہو کر آپکے بیٹوں جیسا بنے۔۔"

طنزیہ لمحے کے ساتھ بات کے آخر پر وہ خود ہی ہنسا تھا۔

"تم خود بتاؤ اگر وہ میرے جیسا بن گیا تو۔۔؟؟" اسکے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ "میں نے فوراً کہا تھا کہ لا نیں میں پیار دیتا ہوں لیکن بی جان نے مجھے منع کر دیا ورنہ۔۔"

"کیونکہ وہ تمہارے کرتوت اچھے سے جانتی ہیں مسٹر آر جے۔۔ اسی لئے منع کیا" حشام نے اسکی بات کاٹی۔ اسکی بات پر آر جے نے ایک اور قہقہہ لگایا تھا۔ عجیب بات تھی وہ تب ہی ہنستا تھا جب حشام کے ساتھ ہوتا تھا۔

"اچھا تم بتاؤ تمہاری پی ایچ ڈی کہاں تک پہنچی شامو کا کا۔۔؟"

ابھی تو ایک سال ہی ہوا ہے۔۔" حشام نے جواب دیا۔"

"کب جا رہے ہو واپس۔۔؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"اگلے ہفتے تک۔۔" جواب دینے کے بعد حشام اٹھا۔ پورا کمرہ سگریٹ کے دھوئیں سے بھر گیا تھا اور اسکے لئے وہاں مزید بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا۔  
"کہاں جا رہے ہو۔۔؟؟" اس نے حشام کو اٹھتے دیکھا تو پوچھا۔

"عشاء کی نماز ادا کرنے۔۔"

"کیوں؟ نماز مجھ سے زیادہ ضروری ہے کیا۔۔؟؟" وہ بے چین ہوا تھا۔

"ہاں۔۔" حشام نے ایک لفظی جواب دیا۔

"لیکن کیوں۔۔؟ اگر نہیں پڑھو گے تو کیا ہو گا۔۔؟؟"

"گناہ ملے گا۔۔ حساب دینا پڑے گا۔۔" حشام نے تخلی سے کہا۔

"اچھا تو تم اس لئے پڑھتے ہو کہ حساب دینا پڑے گا۔۔؟؟" وہ بھنوں سکیڑے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں اللہ بھی ناراض ہو گا نا اس لئے۔" اور پھر حشام کے جواب پر اسکا ایک اور قہقہہ ابھر اتھا۔

"کتنا جر ہے ناتمہارے دین میں۔۔۔ ایسا بھی ہوتا ہے کیا۔۔۔؟"

"دین میں جبر نہیں یہ جبر تو ان کو نظر آتا ہے جن کی آنکھوں پر رب کریم و عظیم نے پردے ڈال رکھے ہیں اور دیکھو مجھے تم سے بحث نہیں کرنی میں جارہا ہوں۔۔۔" حشام نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا سنو حشام بن جیل۔۔۔ بس ایک سوال کا جواب دے جاؤ۔۔۔" اس نے حشام کو پکارہ۔ حشام پلٹا، اس نے دیکھا تھا کہ آر جے کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک تھی۔ حشام اچھی طرح جانتا تھا کہ اسکے سوالوں کے جواب دینا اسکے بس میں نہیں تھا لیکن وہ سننا چاہتا تھا کہ اس وقت آر جے کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

"تم کہتے ہو کہ اللہ بہت بڑا ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ اسے کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا۔ اسکے پاس انسانوں جیسے جذبات اور احساسات نہیں، پھر تمہارے نمازوں پڑھنے پر وہ غصہ کیوں ہو گا۔۔۔؟؟ سزا کیوں دے گا۔۔۔؟؟ اسکی بات نہ ماننے پر وہ انسانوں کی طرح ری ایکٹ کیوں کرتا ہے۔۔۔؟؟ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ وہ

Creator

ہے، بہت بڑا ہے۔، اسے تو انسانوں کی خوشی میں خوش ہونا چاہیے نا، پھر اگر تم نمازوں پڑھ کر خوش ہو تو اسے غصہ کیوں آتا ہے؟ وہ تو بے نیاز ہے نا، پھر بات نہ ماننے پر ماں باپ کی طرح کیوں غصہ کرتا ہے؟؟ انسانوں جیسے جذبات کیوں؟؟ وہ بولا تو بولتا ہی چلا گیا۔ اسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی البتہ آنکھوں کی چمک برقرار تھی۔ ایک ایسی چمک جو دیکھنے والے کو فنا کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ حشام لا جواب ہو چکا تھا۔ کیا کہتا وہ؟ اس کا سوال ہی ایسا تھا۔ وہ عالم نہیں تھا۔

"تمہاری فضول باتوں کیلئے میرے پاس وقت نہیں، نماز سے دیر ہو رہی ہے ورنہ اچھے سے بتاتا تمہیں۔۔۔" حشام کہہ کر رکا نہیں تھا وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ پیچھے وہ پاگلوں کی طرح ہنس رہا تھا۔

"بلدی مسلمز۔۔۔"

(bloody Muslims)

طزیہ نہیں۔۔۔ وہ پاگل تھا۔ کیا وہ سچ میں پاگل تھا؟ کیا ایسے سوالات کرنے والا شخص پاگل ہوتا ہے؟؟ نہیں ہرگز نہیں ایسے لوگ قابلِ رحم ہوتے ہیں ہم ایسے لوگوں کو خود اسلام سے دور کر دیتے ہیں اسلام میں سوال جواب کرنا گناہ نہیں جب کہ ہم کسی بھی ایسے سوال کو بنانے بناسوچے منطقی عالم و مفتی بن کر کسی کو بھی دائرہ اسلام سے نکال دینے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں جو کہ آر جے جیسے بھٹکے ہوئے شخص کو راہ راست پر لانے کے بجائے مزید باغی بنادیتا ہے انہیں اسلام سے دلی بغض ہو جاتا ہے اور وہ عجیب و غریب کیفیت کا شکار ہو جاتے ہیں جو کہ ہمارا ذاتی قصور ہوتا ہے۔

وہ ڈزنی لینڈ عمارت کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ تقریباً ہر ہفتے یہاں آتی تھی لیکن اندر جو سلیپنگ بیوٹی

( sleeping beauty)

شہزادی تھی اسے دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔ عمارت کے باہر بیٹھی رہتی اور پھر واپس پلٹ

جانی تھی۔ سینکڑوں لوگوں کے بجوم میں وہ گم ہو جانا چاہتی تھی لیکن ہوتی نہیں تھی۔ کچھ یادیں تھیں کچھ باتیں تھیں جو اسکا پچھا نہیں چھوڑتی تھیں۔ سردی کی شدت نے جیسے اس پر اثر کرنا چھوڑ دیا تھا۔

ٹھنڈی ہوئیں ہڈیوں میں چب رہیں تھیں۔ لیکن وہ ساکن بیٹھی تھی۔ کندھوں پر بکھرے بال ہوا چلنے کے باعث چہرے کو چھورہتے تھے۔ سر پر اوڑھا سکارف بھی اڑنے لگتا تھا۔ لیکن شاید اسے کچھ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا۔

"ہیلو بخجل۔۔" اچانک اسے عقب سے آواز سنائی دی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا تو میڈی اپنی پوری بتیسی نکالے اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"میڈی تم یہاں۔۔؟؟" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں۔۔وہ۔۔ میں ادھر سے گزر رہا تھا تو سوچا تم سے مل لوں۔۔" وہ گمراہت میں الٹا ہی بول گیا تھا۔

"کیا واقعی۔۔؟؟ لیکن تم یہاں سے گزر کر کہاں جا رہے تھے؟ اور کیا میراگھر یہاں پر ہے جو تم ملنے آئے ہو۔۔؟؟"

"نہیں۔۔وہ۔۔ میں۔۔" میڈی براپھنسا تھا۔

"بولواب۔۔؟؟" بخجل نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

میڈی اسکا کلاس فیلو تھا۔ لیکن تھوڑا پاگل تھا اکثر اس بخجل کے چہرے پر مسکراہٹ کا باعث بنتا تھا۔

"اچھا۔۔ سنو۔۔ یہ سب چھوڑو بتاؤ چائے پیو گی؟"

میڈی نے بات بدی۔

"پی چکی ہوں۔۔"

"اچھا چلو میں آئس کریم لے کر آتا ہوں یہاں سے ہنا ملت۔۔" میڈی نے اسے ہدایت کی اور خود آئس کریم بار کی طرف بڑھ گیا تھا۔

جبکہ بخجل ایک گھری سانس لے کر رہ گئی تھی۔ اس نے رخ پلٹا تو ڈوبتے سورج کی کرنیں اسکے چہرے پر پڑیں۔ چہرے کے خاص حصے پر کوئی چیز چکی تھی۔ جیسے کوئی موتنی۔۔

لیکن اسے احساس نہیں تھا کہ کسی شخص کی نگاہیں اس پر جبی تھیں۔۔ جو اس روشنی کو دیکھ کر جم سا گیا تھا۔ کیا اس نے اپنی چین (ٹھوڑی) پر کوئی موتنی لگا رکھا تھا۔۔؟؟

اچانک عجیب سی بے چینی اس کے اندر پھیل گئی تھی۔ نظر وہ کی تپش اسے محسوس ہونے لگی تھی۔

تب اسکی نظر میڈی کے پاس کھڑے اس شخص پر پڑی تھی جسکا آدھا چہرہ چھپا ہی رہتا تھا۔ اور وہ بول بھی نہیں سکتا تھا۔

"یہ یہاں بھی۔۔؟؟" وہ کوفت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ وہ جہاں بھی جاتی تھی وہ شخص اس سے پہلے وہاں موجود ہوتا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ایک عجب سا تاثر ہوتا تھا جو اسے اندر تک چینجھوڑ دیتا تھا۔ وہ تو کبھی کبھی میڈی کی حرکتوں سے اکتا جاتی تھی اور اوپر سے یہ شخص۔۔

اس کا مودا ایک دم خراب ہوا۔ وہ اٹھی اور قدم اسٹیشن کی طرف بڑھا دیئے۔ میڈی کی نظر ابھی اس پر نہیں پڑی تھی لیکن وہ شخص اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

آئس کریم لینے کے بعد جب میڈی پلٹا اور بخجل کو وہاں سے غائب پایا تو وہ اسٹیشن کی طرف بھاگا۔ جبکہ پیچھے اس شخص کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ اسے میڈی کے ساتھ آئس کریم ہرگز نہیں کھانے دے سکتا تھا۔ جیتنا اسکی فطرت تھا وہ ہمیشہ سے جیتنا آیا تھا۔ بنا کچھ کہے، بنا کچھ کرے۔۔

رکشے والے نے اسے گلی کے سامنے اتارا تھا۔ وہ کرایادینے کے بعد چادر سے خود کو اچھی طرح ڈھانپتی گلی میں داخل ہوئی۔ یہ ایک تنگ سی گلی تھی جو آگے جا کر ایک چورا ہے میں بدل جاتی تھی۔ یہاں چاروں طرف گھر تھے۔ ایک مسجد تھی۔

بچے گلیوں میں کھیل رہے تھے۔ اسکا رخ اپنے گھر کی طرف تھا۔ سبزی کی دکان پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ گلی کے دونوں اطراف اونچے اونچے گھر تھے۔ البتہ گلیاں کم تھیں۔ وہ گھر سے ابھی کچھ فاصلے پر تھی جب اسکی نظر سامنے سے آتے فقیر پڑی۔ وہ ہر جمعرات کو انکے محلے میں مانگنے آتا تھا۔ پھٹے پرانے سے کپڑے پہنے۔ منکوں سے لداوہ شخص بہت ہی عجیب لگتا تھا۔

"اللہ سے عشق نہیں کر سکتا تو۔ ہرگز نہیں کر سکتا۔ بس اسے عاشق بنالے۔ ہاں اللہ کو عاشق بنالے۔" وہ اونچی آواز میں ہمیشہ یہی بڑا بڑا تھا۔ سبزی کی دکان پر کھڑے لوگوں نے اسکی بات سنی تھی۔ اور پھر سبزی والے نے آلوکی تھیلی سے ایک آلو نکال کر اس فقیر کو دے مارا تھا۔

"بکواس کرتا ہے پاگل جاہل۔ اللہ کو عاشق بناتا ہے نکل یہاں سے۔"

یہ تو اک عام شخص نے اسے دھتکا رکھا اگر ہم منصور حلاج کا واقع دھراں اس وقت کے سوئے ہوئے علماء نے اسے گمراہ ہونے فتوے صادر کر دیے تھے۔

حسین بن منصور حلاج نے اپنی ذات کی اور اللہ کے عشق میں معرفت کے بلند ترین مقام پر پہنچ کر "انا الحق" کا نعرہ لگا کر خودی کے راز کو فاش کر دیا۔ علماء ظاہر کا دل بیدار نہ تھا اس لیے وہ علم و عرفان کے فرق کو پر کھنے سے معدور رہے اور حلاج کو گمراہ کہہ کر سولی پر لٹکا دیا۔

حلاج نے سولی قبول کر لی کیونکہ وہ خدا سے ملاقات کا ذریعہ تھی... ڈاکٹر نکس لکھتے ہیں کہ جب منصور کو پھانسی دینے کے لیے لا یا گیا تو وہ تختہ دار کو دیکھ کر اس زور سے ہنسا کہ آنکھوں سے پانی بہنے لگا اس کے بعد لوگوں کی طرف دیکھ کر اپنے دوست ابو بکر شبلی کو کہا آپ کے پاس مصلی ہے انہوں نے کہاں پھر منصور نے مصلی بچا کر دو رکعت نماز ادا کی پھر اسے مصلوب کر دیا گیا

... "عشق حاظر ہے سولی پر لٹک جانے کو

موت سے بڑھ کر کیا سزا دو گے دیوانے کو"

بقول علامہ اقبال،

منصور کو ہوالب گویا پیام موت۔

اب کیا کسی کے عشق کا دعوه کرے کوئی"

حسین بن منصور حلاج قید و بند میں تھے تو ابن عطاء آئے اور کہا کہ "آپ نے جو کچھ کہا ہے اس سے معذرت کر لیں۔" حسین بن منصور حلاج نے کہا کہ "جس نے یہ بات (انا الحق) کہی ہو اس سے کہو کہ معذرت کر لے۔ اس پر ابن عطاء رونے لگے۔

مولانا رونی "مثنوی معنوی" میں لکھتے ہیں کہ

جس طرح حضور اقدس ﷺ کا مشت خاک پھینکنا جنگ بدر میں خدا تعالیٰ کا پھینکنا تھا، اسی طرح منصور حلاج کا انا الحق کہنا دراصل منصور کی آواز نہ تھی بلکہ وہ خدا نے حقیقی کی ذات کی آواز تھی، جس میں منصور فنا ہو چکے تھے۔

صوفیاء کا بیان ہے کہ حضرت حلاج کو اس لئے شہید نہیں کیا گیا تھا کہ وہ حلوی تھے بلکہ اس لئے کہ انہوں نے حق تعالیٰ کا راز فاش کر دیا۔"

حالم کی آنکھوں میں یہ پڑھا ہوا واقع ایک فلم کی مانند چلنے لگا سب اسے پھر سے ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ حالم نے اپنی چیزوں کیلئے منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔ اسے برا لگا تھا کہ ایک سبزی فروش نے فقیر کومار۔ فقیر نے ایک نظر رک کر اسے دیکھا تھا۔

"گھورتا کیا ہے نکل یہاں سے اور دوبارہ یہاں مت آنا۔" دکان پر کھڑے لڑکے نے کہا۔ فقیر پھر رکا نہیں۔

"اللہ کو عاشق بنالو" کی صد الگاتا وہ آگے بڑھنے لگا تھا۔ جب اسکی نظر گلی میں کھڑی حالم پر پڑی۔ فقیر نے غور سے اسے دیکھا تھا۔ اسکے چہرے پر چمکتی خاص چیز فقیر کو گھٹھکا گئی تھی۔

"اس چمک کو چھپا لے۔" یہ بہت سوں کو بر باد کرے گی اور بہت سوں کو آباد۔" وہ اسکے سامنے کھڑا ہوتا چلا یا تھا۔ حالم ڈر کر پیچھے ہوئی۔ اور پھر وہ فقیر آگے بڑھ گیا۔ جبکہ وہ ڈھڑکتے دل کے ساتھ کچھ بھی سمجھے بنا گھر کی طرف بھاگی تھی۔

میوزک کی بے ہنگم آواز نے بی جان کو کوفت میں مبتلا کیا تھا۔ تحکم ہار کر انہوں نے آر جھے کے کمرے کا رخ کیا۔ دروازے پر بار بار دستک دینے پر بھی جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ اندر داخل ہوئیں۔ بے اختیار ہی انہوں نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے۔ اوپنچی آواز میں میوزک لگائے سامنے لگی سکرین پر کوئی مسوی دیکھنے میں مگن تھا۔ بی جان کو حیرت ہوئی کہ اسے میوزک کی کان چھاڑ دینے والی آواز میں مسوی کی کیا سمجھ آہی تھی؟ "ارے بی جان آپ۔۔۔؟" اچانک اس نے ریبوٹ اٹھا کر میوزک بند کیا نظریں ابھی بھی سکرین پر جمی تھیں۔ بی جان کو حیرت ہوئی تھی کہ اسے کیسے آنے کی خبر ہوئی۔ وہ ہمیشہ ہی ایسے حیران کرتا تھا۔

"یہ کیا تماشہ لگایا ہوا ہے تم نے۔۔۔؟ سیدوں کے گھر میں اتنی بے حیائی۔۔۔ شرم نہیں آتی تمہیں۔۔۔"؟؟" بی جان نے اسے ڈانٹا۔

"اوہ۔۔۔ بی جان کو نسی بے حیائی۔۔۔؟؟" وہ پر سکون سا پوچھ رہا تھا۔ جبکہ بی جان کی نظر بے ساختہ ہی اسکے کمرے کی دیواروں کی طرف اٹھی۔ جن پر لگی قابل اعتراض تصاویر بے حیائی کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔۔۔" بی جان بڑے بڑے، ایک دو بار بی جان نے اسکے جانے کے بعد یہ تصویریں ہٹانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر ملازموں کی ایسی شامت آئی کہ اب سب اسکے کمرے کے آس پاس بھی نہیں پھلتے تھے۔

"ملازم کیا سوچیں گے کہ جس خاندان کے افراد نے کبھی ٹوی تک نہیں دیکھا اس خاندان کا وارث ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟؟" بی جان کو اس پر افسوس ہوتا ہے۔ "میں تو ایسا ہی ہوں بی جان۔۔۔ اور مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔۔۔" اس نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا تھا اور نابی جان کو بیٹھنے کا کہا تھا۔

"اللہ تمہیں ہدایت دے۔۔۔ آمین" بی جان کی بات پر اس نے چھت پھاڑ قہقہے گونجا تھا۔ جبکہ بی جان اپنا خون جلاتی واپس چلی گئیں تھیں اور پورا کمرہ ایک بار پھر میوزک سے گونج اٹھا تھا۔

صحیح کے تین نگر ہے تھے اور اتنی ٹھنڈیں وہ سوئی منگ کر رہا تھا۔ حشام نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے دیکھا تھا اور پھر سر جھٹک کر کھڑکی بند کر دی تھی۔ وہ ایسا ہی تھا۔ اسے ساری رات نیند نہیں آتی تھی۔ البتہ جہاں ہی صحیح کے پانچ بجتے تھے اسکی آنکھیں بند ہو نا شروع ہو جاتیں تھیں۔ وہ چوبیس گھنٹوں میں سے

صرف تین گھنٹے سوتا تھا۔ وہ مجھلی کی طرح ٹھنڈے پانی میں تیر رہا تھا۔ اس عام انسانوں کی نسبت ٹھنڈ کم لگتی تھی۔ چار بجے وہ اپنے کمرے میں لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھا تھا۔ شالنی کے بہت سے یہ مجاز آئے ہوئے تھے۔ اور وہ کونسا لڑکیوں سے دور بھاگتا تھا۔ فوراً اسے جواب دیا تھا۔ "تمہاری آواز اتنی اچھی ہے تم پروفیشنل سنگر کیوں نہیں بن جاتے۔۔۔؟" شالنی نے پوچھا تھا۔

"Call me Aap"

اسکے تم کہنے پر آر جے نے ایک طرح حکم دیا تھا کہ مجھے آپ بلاؤ۔ شالنی کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔ اوکے۔۔۔ اوکے مسٹر آر جے۔۔۔ "وہ زبردستی مسکرائی۔"

پھر وہ کافی دیر تک اس سے مختلف سوال و جواب کرتی رہی تھی۔ اور وہ ہر بار پہلے سے زیادہ اسے الجھاد دیا تھا۔

"ویسا اچھا ہوا آپ مسلم نہیں ہیں، مجھے مسلمان نہیں پسند، لیکن آپ ہر طرح سے پسند ہیں اب۔۔۔" شالنی نے خوبصورت سی مسکراہٹ اچھائی تھی۔ "لیکن مجھے تم ذرا نہیں پسند۔۔۔" وہ صاف گوئی سے جواب دے چکا تھا۔ "کیوں۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی۔

"تمہارے چہرے پر معصومیت نہیں ہے، تمہارے ہونٹ پر کشش نہیں ہیں، ناک تھوڑی پھیلی ہوئی ہے، آنکھوں کو تم نے لائز لگا کر بڑا کیا ہوا ہے، اور رنگ کو فلٹر سے گورا کیا ہے، تمہارے جسم میں فلنس نہیں ہے۔۔۔" وہ کمال مہارت سے جواب دے کر اسے سر سے پاؤں تک آگ لگا چکا تھا۔ کتنی ہی دیر شالنی کو یقین نہیں آیا کہ کسی لڑکے نے اسکے متعلق ایسی بات کی تھی وہ جو اپنی خوبصورتی اور ذہانت دونوں میں مشہور تھی۔ اب گنگ بیٹھی تھی۔

"How dare you...?"

ہوش میں آنے کے بعد وہ چلائی تھی۔ جبکہ آر جے نیند کی وادی میں اتر چکا تھا۔ کیونکہ گھٹری نے پانچ کا گھنٹا بجا دیا تھا۔

یہ رحمن پروڈکشن کا اسٹوڈیو یو تھا۔ شاندار کپیبن کے اندر مسٹر رحمن اپنی کرسی پر براجمان تھا۔ سامنے ٹو ڈی پر کسی گلوکار کی پرفارمنس دیکھ رہا تھا۔ "سر آر جے نوجوانوں میں بہت مشہور ہو چکا ہے، اسکی فین فالوئنگ لاکھوں میں پہنچ چکی ہے۔" سیکرٹری نے اپنے سامنے بیٹھے مسٹر رحمن سے کہا جو بہت غور سے گانا گاتے لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔ "جانتا ہوں۔۔۔" مسٹر رحمن نے دلفٹی جواب دیا۔

"پھر کیا سوچ رہے ہیں آپ سر۔۔۔؟ ہم اپنی نئی الیم مرجان کیلئے اسے کاست کر سکتے ہیں۔۔۔"

"آواز اچھی ہے، دم بھی ہے، لیکن لڑکے کے پاس جذبات نہیں ہیں اور تم جانتے ہو مجھے ایسے گلوکار پسند ہیں جنکی آواز دل سے نکلتی ہو۔" "جی سر۔۔۔ پھر اب۔۔۔؟" سیکرٹری نے پہلو بدلا۔

"پھر یہ کہ میں ابھی اسے نہیں کاست کر سکتا، میں انتظار کروں گا تک کا جب تک اسکے اندر جذبات نہ جاگ جائیں، اسکے دل سے نکلی آواز جب میرے دل پر لگے گی میں خود جاؤں گا اسکے پاس، اور تب تک مجھے انتظار کرنا ہو گا،" مسٹر رحمن نے غور سے آر جے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تو طے ہے جب تک ہماری آواز دل سے نا نکلے تاثیر نہیں رکھتی جذبات کی آواز میں ایک الگ جادو ہوتا ہے"

مسٹر حمن نے اپنا فیصلہ سنایا تو سیکرٹری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسے آر جے بہت پسند تھا وہ چاہتا تھا انکی اگلی الیم میں وہ کام کرے۔ لیکن شاید وہ دونوں یہ نہیں جانتے تھے کہ آر جے کے پاس جذبات نام کی چیز نہیں تھی۔ اگر تھی بھی تو وہ اسے کنٹرول کرنا اچھے سے جانتا تھا۔ اچھے رہتے ہیں وہ لوگ جو اپنے جذبات کو کسی کے سامنے عیاں نہیں ہونے دیتے ورنہ یہ دنیا والے جیسے نہیں دیتے۔

"اپنے لاڈلے کو اچھے سے سمجھا دیں بی جان کہ جب تک وہ ملتان میں ہے کوئی ڈرامہ نہ کرے ایکشن کے دن سر پر ہیں، اور مجھے اس پر بالکل بھی بھروسہ نہیں ہے۔" سید جمیل نے اپنے سامنے بیٹھی بی جان سے کہا۔

"نہیں کرے گا اب وہ ایسا کچھ۔۔۔ بچہ نہیں رہا بڑا ہو چکا ہے۔" بی جان نے تسلی دی۔

"جتنا وہ بڑا ہوا جا رہا ہے اسکے کارنامے اس سے بھی بڑھ رہے ہیں اللہ جانے یہ لڑکا سید خاندان کے ساتھ کیا کرے گا۔۔۔؟؟" سید جمیل غالباً اپنے بیٹے سے بہت تنگ تھے۔

"میں حشام سے کرتی ہوں بات۔۔۔ ویسے بھی کل وہ واپس چلا جائے گا پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔۔۔"

"کیا پتا وہ جاتے جاتے کچھ کر جائے پھر؟ کوئی اسکی پیشین گوئی بھی تو نہیں کر سکتا۔۔۔" سید جمیل نے اٹھتے ہوئے اپنی چادر درست کی اور کہتے ہوئے باہر کی طرف چلے گئے۔

سیڑھیوں پر کھڑے آر جے نے اپنے باپ کی آواز صاف سنی تھی اور پھر اسکے چہرے پر پراسراری مسکراہٹ پھیل گئی، یعنی پکا وہ کچھ کرنے والا تھا۔

"میرے بس میں ہو تو کبھی کہیں

کوئی شہر ایسا بساوں میں

جهال برف برف محبتوں پر

غم جہاں کا اثر نہ ہو

راہ ور سرم دنیا کی بند شیں،

غم ذات کے سمجھی ذات کے

سم کائنات کی تنجیاں،

کسی آنکھ کو بھی نہ چھو سکیں۔۔۔!!!"

وہ ایک خوبصورت دنیا تھی جہاں تک نظر جاتی تھی سفید برف نے ہر چیز کو سفید بنادیا تھا۔ اور اس سفید برف کی چادر کے درمیان کھڑی وہ عمارت۔۔۔ ہاں وہ شہزادیوں کے دیس میں آگئی تھی۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ واقعی وہاں موجود تھی۔ آس پاس سے گزرتے لوگ جو اپنے سے زیادہ وزن کے اونی کوٹ میں ملبوس اسے عجیب سی تمائنت بخش رہے تھے۔ اس نے قدم بڑھائے اور عمارت کی طرف چنان شروع کیا ابھی وہ کچھ فاصلے پر تھی کہ، ہانی۔۔۔ ہانی آپی۔۔۔ اٹھ جاؤ جلدی۔۔۔" اسکے نام کی پکار کانوں سے ٹکرائی۔ کوئی اسے بلا رہا تھا۔

"ہانو آپی۔۔۔" جواد اسکا نام بگاڑنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا تھا۔  
کیا ہے۔۔۔؟؟ وہ سخت بد مزہ ہوئی۔

"اٹھ جاؤ مہرو آپی کی کال آئی ہے بلا رہی ہے آپکو۔۔۔" وہ اسکی رضائی کھینچتے ہوئے بتا رہا تھا۔  
آرہی ہوں جاؤ تم۔۔۔"

"بس تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا یہ لوگ کبھی مجھے میرے خوابوں میں بھی سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔" وہ بڑبڑا رہی تھی۔ اسے خواب ٹوٹ جانے کا دکھ ہوا تھا۔ ایسا تو ہمیشہ ہوتا آیا تھا۔ لیکن جانے کیوں پریوں کے دلیں جانے کے خواب اسکا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ وہ لاکھ سمجھدار سہی لاکھ بڑی سہی جو وہ بن گئی تھی۔۔۔ اسکا اندر اب بھی ویسا ہی تھا۔ معصوم پریوں کے خواب دیکھنے والا۔۔۔"

"آرہے آپکا آئی کیوں لیوں کتنا ہے؟ آپ کو سب کچھ یاد رہتا ہے کیا آپ بتائیں گے پلیز اپنا آئی کیوں لیوں۔؟؟" اسکی نئی نئی پرفارمنس ویڈیو کے نیچے کسی نے کمنٹ کیا تھا۔ یہ سچ تھا اسے بچپن سے لے کر آج تک کا ہر واقعہ یاد تھا۔ اسے ہر شخص یاد رہتا تھا جس کا اس سے سامنا ہوتا تھا۔ اسے کچھ نہیں بھوتا تھا۔ لڑکے کی بات سن کر اسکے چہرے پر پراسراری مسکراہٹ پھیلی۔۔۔ اور زندگی کے کچھ اور اسکے دماغ نے پیچھے کی جانب پڑئے، اسکے سامنے کھلے لیپ ٹاپ پر ایک نئی فلم چلنے لگی تھی۔

"مسٹر جبیل آپ نے تو کہا تھا کہ آپکاچہ ایک غیر معمولی بچہ ہے۔ جو عام انسانوں سے بہت مختلف ہے۔ جس کا دماغ بہت تیزی سے کام کرتا ہے۔۔۔"  
جی جی بالکل۔۔۔!! سید جبیل نے اپنے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی اپنی بیوی کو ایک نظر دیکھ کر سامنے بیٹھے شخص کو جواب دیا۔

"غلط۔۔۔ بالکل غلط آپکا بیٹا باقی بچوں کی نسبت بہت ہی نالائق ہے اس نے آئی کیوں لیوں کا جو ٹیسٹ دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکا آئی کیوں لیوں زیرو ہے۔ اگر یقین نہیں آتا تو پیپر دیکھ لیں۔۔۔" اس شخص کی بات سن کر وہ دونوں حیران رہ گئے تھے۔ سکول کے پرنسپل نے انہیں مجبور کیا تھا کہ وہ آرہے کا آئی کیوں لیوں ٹیسٹ کروائیں اور اسکے بعد اگر چاہیں تو اسے کسی اور سکول میں منتقل کرواسکتے ہیں۔ لیکن یہاں تو الٹ ہی ہو گیا تھا۔ ٹیسٹ دیکھنے کے بعد سید جبیل کو یقین نہیں آرہا تھا۔ جبکہ آرہے پر سکون سا بیٹھا تھا۔ جانے اسکے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

درالص سکول کا پرنسپل اور ہر ٹپچر جو آرہے کی کلاس میں آتا تھا وہ اس سے تنگ تھا۔ بلاشبہ وہ غیر معمولی بچہ تھا لیکن اسکے سوالوں نے ٹپچر ز کا دماغ ہلا دیا تھا۔ پرنسپل اس بچہ کو سکول سے تو نہیں نکال سکتا تھا اس لیے اس نے آرہے کے والدین کو نیما مشورہ دیا تھا۔ جو بری طرح ناکام رہا تھا۔

"میں آرہا ہوں پرنسپل سر۔۔۔ آرہے آرہا ہے۔۔۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑا یا تھا۔

"چلیں بیٹا۔۔۔؟" مسٹر جبیل نے اٹھتے اپنے بیٹے سے کہا۔

"لیں مام۔۔۔!! وہ چھلانگ لگا کر کرسی سے اتر اتھا۔

وہ لوگ آفس سے باہر نکل آئے تھے جب وہ ایک جھٹکے سے رکا۔

"مام شاموں کافون تو اندر ہی رہ گیا، میں ابھی لے کر آتا ہوں۔۔۔" کس کمال مہارت سے وہ بنا بتائے حشام کافون اٹھا لایا تھا۔ اس سے پہلے کہ مسٹر جبیل اسکو کچھ کہتیں وہ اپنا نخا سا ہاتھ تھپڑا کر آفس کی طرف بجا گا۔

"انکا بیٹا اور کوئی چیز بھول جائے؟ کمال ہے" وہ حیران ہو گئیں۔  
"ہیلو انکل۔۔۔" وہ اس شخص کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"آپ نے ابھی جواندر مس سے باتیں کی نا وہ سب اس میں ریکارڈ ہو چکی ہیں۔ اگر آپ نے دوبارہ سید جبیل سے کہانا کہ میں نالائق ہوں تو میں یہ سب کو سناؤں گا۔۔۔" بچے نے اپنی جیکٹ سے فون نکلتے ہوئے کہا جو اس نے مشکل سے چھپایا تھا۔ جبکہ سامنے بیٹھے شخص کو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

"میں نے کہنا مس جیا پیسے آپکے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جائیں گے، میری والف کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔۔۔!!" اس نے بُن دبا کر ریکارڈنگ آن کی جسے سن کر اس شخص کے لپسے چھوٹ گئے تھے۔

"بیسٹ آف لک انکل۔۔۔" وہ مسکراتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا وہ اتنی آسانی سے کسی کو خود کو جاننے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔  
اس کا دماغ کمپیوٹر کی سی رفتار سے کام کرتا تھا۔

وہ ہو ٹوٹ کے ہلنے سے جان لیتا تھا کہ دور کھڑا انسان کیا بات کر رہا ہے؟

"بنائیں نا آر جے آپکا آئی کیو لیوں کتنا ہے؟ میں آپکا انٹرویو اپنے میگزین میں پبلش چاہتا ہوں۔"

"زیرو۔۔۔" ایک لفظی جواب دے کر وہ لیپ ٹاپ بند کر چکا تھا۔ اسے فکر نہیں تھی سامنے والے بندے کو در طہ حیرت میں ڈال چکا تھا۔ بس وہ ایسا تھا۔ بچپن کے واقعے نے اسکے ہو ٹوٹ پر مسکراہٹ پھیلا دی تھی۔

"تم سوچ نہیں سکتی ایلا آج میں بہت خوش ہوں۔۔۔" ماہی کے ہاتھ شدت جذبات سے کانپ رہے تھے۔ "بتؤ میں اب کیا کروں؟ کیسے اس شخص سے بات کروں۔۔۔؟؟" ماہی کی آواز بھرا گئی تھی۔

سامنے لیپ ٹاپ پر اس شخص کی تصویر چمک رہی تھی۔ کتنی مشکلوں سے ڈھونڈا تھا اسے ماہی نے۔

"کرنا کیا گل۔۔۔ سب سے پہلے ایڈ کرو انہیں پھر بات کر لینا۔۔۔" ایلانے مشورہ دیا۔

"وہ مجھ سے بات تو کر یگے نا؟؟؟" ماہی کو یقین نہیں آ رہا تھا وہ اسی شخص کا اکاؤنٹ تھا۔

"سید حشام بن جبیل۔۔۔" ہاں یہی نام تھا اس شخص کا جو سفید کلف لگے کپڑے پہنے، بھورے رنگ کی چادر کو کندھوں پر پھیلائے اپنی تمام ترو جاہت کے ساتھ بیٹھا تھا۔

وہ بنائیں جھپکائے اسکی پروفائل پکھر کو دیکھ رہی تھی۔

"ہوش میں آگو ماہی۔۔۔ اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے بات کرلو۔۔۔" ایلا کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ ماہی کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اسکی آنکھوں میں نبی چمکی تھی۔ وہ شخص کس حد تک اسے عزیز ہو چکا تھا وہ خود نہیں جانتی تھی۔

"ہانی تمہیں وہ اسما رہ آپی یاد ہے جو سکول میں ہماری سینئر تھی۔؟" مہرو نے سامنے بیٹھی حانم سے پوچھا جو تیزی سے رجسٹر پر قلم چلا رہی تھی۔  
"نہیں کچھ خاص نہیں۔۔۔" حانم نے جواب دیا۔

"وہی جس سے میری اچھی خاصی دوستی تھی جس نے ٹاپ بھی کیا تھا۔۔۔" مہرو نے یاد کرو ناچاہا۔

"کیا ہوا سے۔۔۔؟؟" اب کی بار حنم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اسکی ممکا پر ایسویٹ کا لجھے اچھا خاصا ہے۔ انہیں دو ماہ کیلئے ایک ٹپچر کی ضرورت ہے کل اسما رہ آپی کی کال آئی ہوئی تھی وہ پوچھ رہی تھی کہ اگر کوئی ٹپچر ہو تو۔۔۔ الیف ایسی سی کے سٹوڈنٹس کو پڑھانا بس دو ماہ۔۔۔"

حنم نے اب کی بار سراٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا وہ مجھے رکھ لیں گے۔۔۔؟؟" اسکا ذہن مہرو کی بات کو سمجھ گیا تھا۔

"ہاں میں نے بات کی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے اگر ڈیو اچھا دیا تو۔۔۔"

"میں کوشش کروں گی۔۔۔ دو ماہ ہی کافی ہیں میرے لئے۔۔۔" اب حنم کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"ویسے وہاں سارے ٹپچر زیادت ہائی کو الیفا ہیں ہیں لیکن اب انکی بھی مجبوری ہے اور اسما رہ آپی میری بات بھی مان لیتی ہے وہ اپنی ماکو منا لے گی لیکن تم سوچ سمجھ لو دو کام ایک ساتھ کر لو گی؟؟؟" مہرو تھوڑا پریشان ہوئی۔

"ٹائمینگ کیا ہے کا لج کی؟؟؟" حنم نے پوچھا۔

"صحح آٹھ سے ایک بجے تک۔۔۔" مہرو نے بتایا۔

"بس ٹھیک اکیڈمی کا ٹائم دو بجے سے شروع ہوتا ہے اور پھر دو ماہ کی توبات ہے میں کرلوں گی کچھ ناکچھ۔۔۔" حنم کے دماغ سے جیسے بہت سا بوجھ ازگیا تھا البتہ اب اسے ایک نئی فکر تھی پتا نہیں اسے یہ جاب ملتی بھی یا نہیں۔۔۔؟؟؟

حشام آر جے کو بلانے اسکے کمرے میں آیا تھا لیکن وہ اسے وہاں نظر نہیں آیا۔ واشر و م کا دروازہ بند تھا اور شاور کی آواز سے اس نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ اندر تھا۔ اب بھی وہ کچھ کہنے والے تھا جب اسکی نظر آر جے کے موبائل پر پڑی جو بلنک کر رہا تھا۔ وہ واحد شخص تھا جو اسکے فون کو ہاتھ لگا سکتا تھا۔

حشام نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا اور دوسرے ہی پل اسے جھٹکا لگا تھا جیسے کرنٹ۔۔۔ ہاں موبائل فون سے،

"Don't Touch My phone You Bromides"

موبائل کی سکرین سے آواز ابھری تھی اور اس پر یہی جملہ لکھا بھی چمک رہا تھا۔ ایک بڑا سماٹا نیگر منہ کھولے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہا تھا جسکے منہ میں یہ الفاظ چمک رہے تھے۔

"کیا ہوا شامو کا کاڈر گئے۔۔۔؟" اندر سے اسکی آواز ابھری تھی۔ جانے اسے کیسے پتا چل جاتا تھا۔

"ڈوب کے مر جاؤ تم۔۔۔ انتہائی کوئی ذلیل انسان ہو ویسے۔۔۔!! حشام کو غصہ آگیا تھا۔ جبکہ آر جے کا قیقہہ ابھر اتھا۔

"برومائٹ صاحب کیا لینے آئے ہو میرے کمرے۔۔۔؟؟؟" اسکے برومائٹ کہنے پر حشام مزید تپا۔

"تمہیں پتا بھی ہے برومائٹ کا مطلب کیا ہے؟؟؟"

"یہ تو تمہیں پتا ہو گا شامو کا انگلش لٹریچر تو تم پڑھ رہے ہو۔۔۔"

"برومائی ڈز کا مطلب پرانے خیالات۔۔۔ کیا تمہیں میں پرانے خیالات کا لگتا ہوں۔۔۔؟؟؟ حشام کو اسکا برومائٹ کہنا برا لگا تھا۔"

"جی بالکل۔۔ شاموکا کا آپ

## Old Fashioned

انسان ہیں اس بات کا اندازہ آپ اپنے کپڑوں سے لگالیں۔۔" وہ ترکی بہ ترکی جواب دے چکا تھا۔  
جبکہ حشام دانت بھینچ کر رہ گیا تھا۔

"نہا کر جلدی نیچے مرو۔۔ مدیحہ آئی ہے تمہیں بارہی ہے۔۔"

(مدیحہ حشام کی چھوٹی بہن تھی جو ڈاکٹر بن رہی تھی) وہ کہہ کر رکا نہیں تھا بلکہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ کیونکہ آر جے سے بحث کرنا فضول تھا۔

.....

"رنہے دوہانی ایک وقت میں تم سے دو کام نہیں ہونگے پھر تم کہو گی کہ پڑھائی پر دھیان نہیں دے پار ہی۔۔" آسیہ بیگم نے اپنی بیٹی کو سمجھانا چاہا تھا۔  
وہ تو ویسے بھی نہیں دے پار ہی اماں البتہ اس کام سے فائدہ ہی ہو گا ناجھے، بس دو مہینے کی تو بات ہے۔" حانم نے کہا جبکہ آسیہ بیگم خاموش رہیں۔

"اچھا ہے جانے دیں امی، گھر میں رہ کر بھی تو اس نے کتابیں چائی ہیں باہر نکلے گی باہر کی دنیا سے ملے گی اسکا غصہ بھی کم ہو گا۔۔" ماہم نے ٹانگ اٹکائی۔ حانم نے اسے کھاجانے والی نظروں سے گھورا۔

"اسے چھوڑو تم کھانا کھاؤ۔۔ اسکی تو عادت ہے بولنے کی۔۔" آسیہ بیگم نے اپنی حانم سے کہا جسے بہت جلدی غصہ آتا تھا۔ البتہ وہ غصہ دوسروں پر کم اترتا تھا۔ اندر ہی اندر پینے کی وجہ سے وہ بہت تنفس ہو گئی تھی۔

"بس اماں دو ماہ۔۔ دس ہزار دینے گے وہ لوگ ایک بار داخلہ چلا جائے گا اور دوسری دفعہ کی تباہ میں کوئی موبائل لوں گی اثر نیٹ کی بہت ضرورت پڑتی ہے مجھے۔۔" آج وہ پوری محنت کر کے گئی تھی کلاس اور پرنسپل کو اسکا ڈیبو پسند آگیا تھا۔ کل سے وہ باقاعدہ اپنی ٹیچنگ کا آغاز کرنے والی تھی۔  
یہ بھی شکر ہے کہ انہوں نے مجھے رکھ لیا اگر انکار کر دیتے تو کیا ہوتا۔۔؟؟" حانم مزید نہ کہہ پائی۔

رکھتے کیوں نہیں بھئی؟ تیس ہزار جس ٹیچر کو دینے تھے انہیں اب اسکے بدے انہیں دس ہزار میں ٹیچر مل گئی ہے کیسے نہ رکھتے۔۔؟؟" ماہم باز نہیں آتی تھی۔

"تم چپ کر کے بستر لگا دو مجھے نیند آئی ہے بہت۔۔"

"وہی کر رہی ہوں دیکھ تو لو پہلے۔۔" حانم کی بات پر بستر لگاتی ماہم نے خفگی سے جواب دیا تھا۔ جبکہ حانم کا دماغ ٹیچنگ میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اسے ٹیچنگ کرنا نہیں پسند تھا۔  
لیکن وقت انسان سے کیا کچھ کرواتا ہے یہ اسے اب اندازہ ہو رہا تھا وہ بس گھری سانس لے کر رہ گئی تھی۔

وہ فٹبال لے کر سید حویلی سے باہر نکل آیا تھا۔ اب اسکا رخ گراونڈ کی طرف تھا جہاں علاقے کے لڑکے فٹبال کھیلتے تھے۔

"اڑے آر جے آو آو۔۔" لڑکوں نے اسے دیکھ کر آواز دی اور وہ مسکراتا انکی طرف بڑھ گیا تھا۔ اسکی نظریں ایک انسان کو تلاش کر رہی تھیں۔  
جس کا کل مدیحہ نے اسے بتایا تھا کہ جب وہ گھر آرہی تھی ڈرائیور کے ساتھ تو ایک لڑکے نے بائیک پر انکا پیچھا کیا تھا اور کچھ نازیبا کلمات بھی اچھائے تھے یہ جاننے کے باوجود کہ وہ سید خاندان کی لڑکی تھی۔ جلد ہی اسکے کمپیوٹر سے تیز چلتے دماغ نے اس لڑکے کو سکین کیا اور پھر وہ فٹبال کے ساتھ

میدان کوڈ پڑا۔ کچھ دیر نارمل کھینے کے بعد اس نے لڑکے کا نشانہ رکھ کر فٹبال کو کلگائی اور منہ پر دے مارا تھا۔ لڑکا لڑکھڑا کر نیچے گرا۔ اس سے پہلے وہ اٹھتا آر جے اسکے سر پر پہنچ گیا تھا۔ سارے لڑکے اسکے پاگل پن کو دیکھ کر بھاگ گئے تھے جبکہ وہ بری طرح اب اس لڑکے کو ہاتھوں اور لالتوں سے پیٹ رہا تھا۔ اسکے اختیار میں ہوتا تو وہ اس لڑکے کو جان سے مار دیتا۔ دیکھنے میں وہ دبلا پلا ساتھا بھی لیکن اپنی جسامت کے لحاظ سے وہ کافی طاقتور تھا۔

بڑے سائیں جلدی چلیں وہ باہر میدان میں چھوٹے سائیں۔ "حوالی کا ملازم بھاگا بھاگا حشام کے پاس آیا تھا۔" کیا ہوا آر جے کو۔؟ "چھوٹے سائیں کے نام پر حشام کے کان کھڑے ہوئے وہ ایک جھکٹے سے اٹھا۔" وہ جی باہر سائیں ایک لڑکے کو مار رہے ہیں۔"

ملازم چھوٹی سانسوں ساتھ مشکل سے بولا تھا۔

اور حشام اسکی بات پوری ہونے سے پہلے باہر کی جانب بھاگا تھا۔ کچھ ہی پل میں وہ میدان میں پہنچ گیا تھا۔ وہ لڑکا نیچ پڑا تھا جبکہ آر جے اسکے منہ پر گھونسے مار رہا تھا۔ آر جے پاگل ہو گئے ہو۔ چھوڑو اسے۔" حشام نے اسے کھینچ کر لڑکے سے دور کیا جسکے منہ سے اب خون نکل رہا تھا۔ آر جے کی گرفت سے نکلے کے بعد لڑکا درد سے کراہ رہا تھا ملازم اسے اٹھانے کے بعد وہاں سے بھاگ گیا تھا۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے تم پاگل ہو گئے ہو جاہل انسان۔" لڑکے کی حالت دیکھ کر حشام کا دماغ گھوما اور اس نے آر جے کو زور سے دھکا دیا تھا۔ جو خونخوار نظروں سے اس طرف دیکھ رہا تھا جہاں ملازم اس لڑکے کو لے کر گیا تھا۔

کیوں مارا اسے۔؟؟" حشام نے سوال کیا۔ جبکہ آر جے نے اب حوالی کا رخ کر لیا تھا۔

"تم سے پوچھ رہا ہوں جواب دو۔" اسکے جواب نہ دینے پر حشام چلایا۔

"ریلیکس شامو کا بلا وجہ کیوں چھر رہے ہو۔؟؟"

وہ اتنے پر سکون انداز میں بولا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ جبکہ حشام دنگ رہ گیا تھا۔

"مجھے واپس جانا ہے۔ دیر ہو رہی ہے پینگ بھی کرنی ہے آجائو چائے پیتے ہیں پھر میں چلا جاؤں گا اور تمہیں موقع نہیں ملے گا" اسکا اپنا ہاتھ بھی زخمی ہوا تھا۔ وہ حشام کو سلاکتا آگے بڑھ گیا تھا جبکہ حشام سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

حاجم صبح کالج کے ٹیکسٹ فریم میں بیٹھی تھی۔ آج اسکا پہلا دن تھا۔ وہ بری طرح سے گھبر ار رہی تھی۔ دل ہی دل میں دعائیں کر رہی تھی کہ اسکا پہلا تجربہ کامیاب رہے۔

"مسح غامم آجائیں آپکو آپکی کلاس دکھاؤ۔"

کالج کی کو آرڈینیٹر نے اسے پکارا وہ سن بھلتی اسکے پیچھے لپکی۔

"یہ ایف ایس سی پارٹ ٹوکی کلاس ہے آج سے آپ انہیں کمیسرٹری پڑھائیں یہ گی۔"

وہ دونوں کلاس میں داخل ہوئیں۔ کلاس میں ایک طرف لڑکیاں جبکہ دوسری جانب لڑکے بیٹھے تھے۔

وہ خود ابھی چھوٹی تھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ لڑکوں کو کیسے کنٹرول کرے گی۔

"سٹوڈنٹس یہ آپ کی کمیسری کی نئی میم ہیں اچھے سے ویکم کرو انہیں" کو آرڈینیٹر سمعیہ نے اس کا کلاس سے تعارف کروایا۔ انہوں نے کمیسری میں ماسٹر کیا ہوا ہے" کو آرڈینیٹر کی اس بات پر وہ بڑی طرح چوکی۔ اس نے جھوٹ بولا تھا وہ خود ابھی طالب علم تھی۔ وہ پوچھنا چاہتی کہ اس کا غلط تعارف کیوں کروایا گیا لیکن اسے موقع ہی نہیں ملا اس سے پہلے وہ پوچھتی سمعیہ کلاس سے جاچکی تھی۔ کلاس میں موجود طلبہ و طالبات اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ وہ اتنی خود اعتماد نہیں تھی۔ اور پھر یہ موقع بھی پہلا تھا۔ وہ کافی گھبرا رہی تھی۔

"میم آپ کا نام کیا ہے؟؟" ایک لڑکی نے پوچھا تھا۔

"ام حامم۔!!" وہ اپنے آپ کو پر اعتماد بناتے ہوئے بولی تھی۔

"ناکس نیم میم۔" لڑکوں کی طرف سے پہلا کمینٹ آیا تھا۔ اللہ کا نام لے کر اب اس نے کلاس کا تعارف لینا شروع کر دیا تھا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ لڑکا کوئی ناکوئی گل کھلانے گا یہ اس لاکن نہیں ہے کہ اسے یہاں بلایا جائے۔" سید جیل کافی حصے میں تھے وہ بے چینی سے ڈرائیکٹ روم میں ٹھہر رہے تھے سامنے بی جان لکڑی کی بڑی سے کرسی پر براجمان تھیں۔

"اگر وہ لڑکا مر جاتا تو۔؟ کیا جواب دیتا میں گاؤں والوں کو؟؟ یہ سب آپ لوگوں کے لاد پیار کا نتیجہ ہے۔" بی جان خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھیں۔

"کوئی تو وجہ ہو گی ناجو اس نے ایسا کیا۔" بالآخر بی جان نے پہلی بار کچھ کہا۔

"وجہ جو بھی اسے کس نے یہ حق دیا کہ وہ لوگوں کے سر پھاڑتا پھرے اب کیا جواب دوں میں اسکے ماں باپ کو جو پنچانت بلانے کا کہہ رہے ہیں۔"

"بابا سائیں آپ پریشان نا ہوں میں کرتا ہوں بات ویسے بھی اس لڑکے نے پہلے غلط حرکت کی تھی۔" حشام نے آگے بڑھ کر انہیں حوصلہ دیا۔ بیشک اسکی حرکت غلط تھی میں خود نیٹ لیتا یہ کون ہوتا ہے مارنے والا۔؟؟ اس سارے واقعے میں مدیحہ خاموش بیٹھی تھی۔

"جاو اسے بلاؤ معافی مانگے گا وہ اس لڑکے کے ماں باپ سے۔" بی جان نے مدیحہ سے آربے کو بلانے کا کہا۔

"لیکن بی جان وہ تو چلا گیا۔" مدیحہ نے پر سکون لجھے میں جواب دیا۔

"دیکھ لیا آپ نے ہمیں لوگوں کے سامنے شرمندہ کر کے خود بھاگ گیا" سید جیل بھڑکے۔

"اچھا ہو ابا سائیں چلا گیا یہاں رہتا تو پھر کچھ غلط کرتا آپ آرام کریں میں کرتا ہوں بات ان لوگوں سے اگر وہ پنچانت کا کہتے ہیں تو پھر بڑیک ہے سیدوں کی لڑکی پر جملے کنسنے کی پاداش میں انکے خاندان کو بھی سزا ملے گی۔"

وہ سرد سے لجھے میں کہتا ہوئی سے نکل کر درباری حصے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ قاضی بھی میں ہی ہوں اگر آپکے لاد لے کو معافی مانگنی پڑ گئی نا تو کبھی بھی نہیں مانگے گا اور الٹا مجھے ہی شرمندہ کروائے گا۔" سید جیل بی جان سے کہہ رہے تھے اور بی جان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ آربے کو کس طرح سدھاریں۔

وہ خوشی خوشی کلاس سے باہر نکلی تھی۔ کلاس کے طالب علم اچھے تھے۔ کچھ ہی دیر میں اسکا اعتماد بحال ہوا تھا اور اب وہ شکر رہی تھی کہ اسکا پہلا دن اچھا گزر گیا تھا۔ کانج سے سیدھا وہ اپنی اکیڈمی آئیں تھی جہاں وہ اب مہرو کے ساتھ کیٹھین پر بیٹھی سمو سے کھارہی تھی۔

"کیسا گزر اپہلا دن؟؟" مہرو نے وہ پوچھا۔

"اچھا تھا۔"

کسی نے تنگ تو نہیں کیا؟؟ مہرو نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں ابھی تک تو نہیں لیکن میں خود تھک گئی ہوں اور اب نیند آ رہی ہے۔" "حامن کی بات سن کر مہرو کو اس پر ترس آیا تھا۔ کہا تو تھا سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔" مہرو کو دکھ ہوا وہ واقعی تھکی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا مہرو بس دو مہینوں کی بات ہے تم دعا کرو کہ اللہ پاک مجھے بہت دے کر رکھے جانے وہ لوگ کیسے ہوتے ہیں جو دن رات کام بھی کرتے ہیں اور پڑھائیں میں ٹاپ بھی کر جاتے ہیں۔" حامن کو احساس ہوا تھا کہ دو کام ایک ساتھ کرنا بہت مشکل تھا۔

"تمہارے جیسے ہوتے ہیں ہانی، اور تم دیکھنا ایک دن اللہ پاک تمہیں بہت ساری کامیابیوں سے نوازے گا۔"

آئین نہ آئین "حامن اسکی بات پر مسکرائی۔"

"اچھا جلدی کرو اب کلاس شروع ہونے والی ہے ہماری۔"

"بس یہ چائے پی لوں پھر چلتے ہیں کلاس میں۔" حامن نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

جبکہ مہرو اسے دیکھ رہی تھی۔

مہرو والنسا کیلئے ام حامن بہت اہم تھی۔ وہ بچپن سے اسکی دوست تھی۔ مہرو کا تعلق اچھے خاندان سے تھا۔ پیسے کی بھی کمی نہیں تھی۔ وہ چاہتی تو کسی اچھے کانج یا یونیورسٹی میں داخلہ لے سکتی تھیں ایف ایس سی کے بعد لیکن اس نے حامن کے ساتھ ایک اکیڈمی میں پڑھنا پسند کیا تھا۔ وہ اسکی سچی اور مغلص دوست تھی۔

یہ شخص میرے میسح زکار جواب کیوں نہیں دے رہا؟؟" ماہی لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھی تھی۔ اس نے تین دن پہلے حشام کو میسح کیا تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اسکی سانسیں اب اتنے لگی تھیں۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ماہین حمدان کسی کو میسح کرے وہ شخص انگور کر دے جواب نادے؟؟" اسکو دکھ ہو رہا تھا۔ باہر گرتی برف اسے مزید ادا س کر رہی تھی۔

"ماہی تم پر بیشان مت ہو شاید اس نے تمہارا میسح نہ دیکھا ہو شاید وہ مصروف ہو۔"

ایلانے اسے دوپھر میں حوصلہ بھی دیا تھا لیکن اسکا دل ڈوب رہا تھا۔

ابھی تک فرینڈر یکویسٹ بھی ایکسیپٹ

نہیں کی۔" وہ مایوس ہونے لگی تھی۔

"ہو سکتا ہے انہوں نے دیکھانا ہو۔" وہ خود کو تسلی دے رہی تھی۔

(Accept)

"مسٹر حشام جبیل بس ایک بار بات کر لیں" ایک اور متوجہ کرنے کے بعد وہ لیپ ٹاپ بند کر چکی تھی۔ ان دیکھی سی ادا سی نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

آج اس کا کانج میں تیسرا دون تھا جب اسے کلاس میں دونئے بچے نظر آئے تھے۔ ایک لڑکی اور ایک لڑکا۔ لڑکے کو بچہ تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ آخری بیچ پر بیٹھا تھا۔ حاصل کو وہ تھوڑا عجیب لگا تھا۔ گھرے گھنے بال جنہیں جیل لگا کر پیچھے کی طرف چکایا گیا تھا جو گردن کو چھوڑ رہے تھے۔ اس نے باقی سٹوڈنٹس کی طرح یونیفارم بھی نہیں پہنا تھا۔ لڑکیاں بار بار پیچھے مڑ کر اسے دیکھ رہی تھیں۔ جبکہ اسکی نظر کھڑکی سے باہر کھلے آسان پر بھی تھی۔ حاصل کے کلاس میں داخل ہونے پر سب نے سلام کیا تھا۔ جبکہ اس نے ایک نظر حاصل کو دیکھنے کے بعد جس میں تھوڑی حیرانی تھی۔ چہرہ دوبارہ کھڑکی کی طرف موڑ لیا تھا۔

"یہ نئی میم کب آئی ہیں؟" لڑکیوں کی جانب والی قطار میں سب سے آخر میں بیٹھی لڑکی نے اپنے ساتھ والی لڑکی سے پوچھا۔ "ہاں دونوں پہلے جب تم اور تمہارا دوست دونوں غیر حاضر تھے۔" ویسے تمہاری ماں تو پرنسپل ہیں کیا نہیں نے ذکر نہیں کیا؟؟" نہیں مجھے تو کسی نے نہیں بتایا ویسے بھی مجھے ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، ہم یہاں کچھ ماہ کیلئے آئے ہیں ان باتوں سے ہمیں کیا لینا دینا۔؟" رشا نے ایک ادا سے بالوں کو پیچھے کی جانب جھکا دیتے ہوئے کہا۔

"آج کلاس میں دونئے چہرے نظر آ رہے ہیں کیا آپ لوگ اپنا تعارف کروائیں گے؟؟" حاصل نے کلاس میں موجود ان دو سٹوڈنٹس سے کہا۔ "میں رشا ہوں۔۔۔ اس کا کانج کی اوڑز (مالک) کی بیٹی۔۔۔ وہ بس اتنا ہی بولی تھی اور پھر چہرہ لڑکے کے طرف کیا۔

"اور آپ؟؟۔۔۔" حاصل نے لڑکے سے پوچھا۔ جو جانے باہر آسان میں کیا ڈھونڈ رہا تھا۔ "آپ سے بات کر رہی ہوں۔۔۔ کیا آپ کو سنائی نہیں دیا۔۔۔؟" اس نے مصنوعی غصے سے کہا۔

لڑکے نے اسکے لمحے میں پیچھے غصے کو محسوس کرتے ہوئے اسکی جانب دیکھا۔ مہرون نکھلوں سے ذرا اوپر تک آتی فراک پہنے جس پر سیاہ رنگ کا سویٹر پہن رکھا تھا۔ مہرون ڈپٹھ لئے وہ لڑکی اسے کہیں سے بھی ٹیچر نہیں لگتی تھی۔ اسکی آنکھوں نے ایک سینکڑ میں حاصل کو سکین کر لیا تھا۔ جبکہ حاصل اسکے اس طرح دیکھنے پر گڑبرڑا گئی تھی۔ وہ جانے کیوں ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا پوری کلاس میں سرگوشیاں پھیل گئی تھیں۔ حاصل نے محسوس کیا تھا کہ وہ کلاس میں سب سے لمبا تھا۔ سردی میں ٹی شرٹ پہنے وہ خاصا پر سکون سالاگ رہا تھا۔

"کیا اسے سردی نہیں لگتی؟؟ حاصل نے دل میں سوچا۔ "نام کیا ہے آپکا؟؟ وہ پوچھ رہی تھی۔

جبکہ لڑکا گھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"روحان جبیل۔۔۔ سید روحان جبیل" وہ حاصل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا اسکی آواز کافی رعب دار تھی۔

"میم یہ آرج۔۔۔" کلاس میں ایک لڑکی نے کچھ کہنا چاہا تھا جب روحان نے گھور کر اسے دیکھا اسکی زبان کو وہیں بریک لگی تھی۔ "ٹھیک ہے آپ بیٹھ جائیں آج کا لیکچر شروع کرتے ہیں۔۔۔" حاصل نے سرسری سے انداز میں کہنے بے بعد کتاب اٹھائی۔ جبکہ روحان کی سر دنگا ہیں اب بھی اسی پر جمی تھیں۔ یہ پہلی دفعہ ہوا تھا کہ اسے کسی نے کھڑے ہونے اور بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔

وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ جب حانم نے اسے ایسے ہی کھڑے دیکھا تو اسکے چہرے پر الجھن ابھری۔  
”اور آپ کا تعارف مس۔۔۔؟؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”اُم حانم نام ہے میرا۔۔۔ اور میر اتعارف اتنا اہم نہیں ہے آپ بیٹھ جائیں۔۔۔“ وہ مسکرائی تھی۔  
روحان کو تھوڑا سا تعجب ہوا تھا یا وہ اسے واقعی ہی نہیں جانتی تھی یا پھر جان بوجھ کر انجان بن رہی تھی۔

”پتا ہے مہرو آج کلاس میں ایک نیا لڑکا آیا ہے مطلب ہے تو پرانا ہی لیکن پچھلے دنوں وہ غیر حاضر رہا تھا اس لیے آج ہی ملا۔۔۔“  
پھر۔۔۔؟ مہرو نے سوالیہ نظر دیں سے اسے دیکھا۔

”عجیب انسان ہے ایک تو اتنابراؤ کر کا ایف ایس سی میں ہی ہے ابھی اور اوپر سے پورے لیکھروہ باہر دیکھتا رہا۔“  
لڑکے جلدی بڑے ہو جاتے ہیں ہانی۔۔۔ اور شاید اسکے ساتھ کوئی مسئلہ ہو۔۔۔ ”مہرو کی بات پر حانم نے اثبات میں سر ہلا�ا تھا۔

انسانی جسم کو پکھلا دینے والی گرمی پڑ رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے آگ بر سر رہی ہو۔۔۔ پیاس سے اسکا گلا خشک ہو چکا تھا۔ دوراً سے ایک دریا نظر آیا تھا وہ جلتی تھی  
زمین پر نگہ پاؤں چلتی اس دریا کی طرف بڑھ رہی تھی۔

پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے لیکن پیاس کی شدت اسے آگے بڑھنے پر مجبور کر رہی تھی۔ جیسے ہی وہ دریا کے پاس پہنچی۔ ہوا میں گرمی کی شدت مزید بڑھ گئی تھی۔ دریا پر نظر پڑتے ہی اسکی آنکھیں پچھلی کی پچھلی رہ گئیں تھیں۔ دریا میں پانی کی جگہ لا وہ بہہ رہا تھا۔ وہ ڈر کر ایک قدم پیچھے ہوئی جب کسی نے اسے پیچھے سے دھکا دیا تھا اور وہ آگ ابلتے دریا میں جا گری۔ آگ نے جسم کو جلا یا تو وہ چینتے اٹھ بیٹھی تھی۔  
چہرہ پسینے سے تر تھا۔ موئی رضائی میں اسکا دم جیسے گھٹ کر رہ گیا تھا۔

”کیا ہوا ہانی تم ٹھیک ہو۔۔۔؟؟؟“ چنج کی آواز سن کر آسیہ بیگم اٹھ گئی تھی۔  
”اماں وو۔۔۔ وہ۔۔۔“ الفاظ اسکے گلے میں دم توڑ گئے تھے۔

کمرے میں پھیلی زیر و بلب کی روشنی میں اسکے چہرے پر پھیلا خوف اسکی ماں آسانی سے دیکھ سکتی تھی۔  
”کیا ہوا کوئی برا خواب دیکھا کیا؟؟ آسیہ بیگم نے پوچھا۔

”پپ۔۔۔ پانی۔۔۔“ خشک ہوتے حلقت کے ساتھ وہ مشکل بول پائی تھی۔ کچھ سینڈز بعد ہی پانی کا گلاس آسیہ بیگم نے اسے پکڑا یا تھا جو وہ ایک ہی سانس میں پی گئی تھی۔

”لکن بار کہا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سویا کرو۔ کام اور مصروفیت اپنی جگہ لیکن نماز چھوڑنا کہاں کی داشتماندی ہے؟؟؟“ آسیہ بیگم نے آیت الکریم پڑھ کر اس پر پھونکنے کے بعد کہا۔

وہ آج کافی تھک گئی تھی۔ کانچ اکیدی می اور پھر اپنی اسائمنٹ بنانے کے بعد اس میں ہمت نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر عشاء کی نماز پڑھے۔ شیطان نے غلبہ پایا تو وہ بنا نماز پڑھے ہی سوگئی تھی۔ اب اور اب ڈر کر اٹھی تھی۔ کچھ لمحے لگے تھے اسکی تیز چلتی دھڑکن کو نارمل ہونے میں۔ "اللہ مجھے معاف کر دیں آئندہ نہیں چھوڑوں گی نماز۔!!" اسکی آنکھ سے آنسو نکل آیا تھا۔ خواب نے بری طرح اسے ڈرایا تھا۔ "شیطان نے بہکا دیا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ سوچو مت اور سو جاؤ۔" اماں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ جاتی رہی تھی۔ سر دیوں کی راتیں ویسے بھی لمبی ہوتی ہیں پورے ایک گھنٹے بعد اسکی آنکھ گلی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس خواب کا اسکی زندگی پر کیا اثر پڑنے والا تھا۔

چھپلے کئی دنوں سے وہ لڑکی اسے لگارتا میسح کر رہی تھی۔ حشام اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسکی منیں کرنے کی وجہ سے آج وہ اسے جواب دے رہا تھا۔

"جی بولیں۔ میں آپکی کیا مدد کر سکتا ہوں؟؟" ٹھہرے ہوئے لبجھ میں پوچھا گیا تھا۔ جبکہ ماہی تو خوشی کے مارے بے ہوش ہونے والی ہو گئی تھی۔ کتنی ہی دیر وہ سکرین پر اسکے بھیجے گئے پیغام کو بے یقین سے دیکھتی رہی تھی۔ جبکہ دوسرا جانب وہ بے زار سے جواب ساجواب کا منتظر تھا کیونکہ ماہین ہمدان مسیح سین کرنے کے بعد گنگ بیٹھی تھی۔

"میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔" کتنی ہی دیر بعد کانپتی انگلیوں سے اس نے ٹاپ کیا تھا۔

"معذرت مختصر میں عورتوں سے دوستی نہیں کرتا۔" ماہی کے چہرے کارنگ اڑا تھا۔

"لیکن کیوں؟؟" وہ حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ مجھے یہ زیب نہیں دیتا۔"

ماہی نے دیکھا تھا اسکی فریڈ لسٹ میں کوئی لڑکی بھی ایڈ نہیں تھی۔

لیکن میں آپکو جانتی ہوں آپکو یاد ہو گا ہم ملے تھے پیرس میں ایفل ٹاور کے پاس۔" وہ اسے کچھ یاد دلانا چاہتی تھی۔

"نہیں مجھے کچھ یاد نہیں اور اب آپ مجھے ڈسٹرబ مت کیجیے گا۔ خدا حافظ۔!!" وہ اپنی بات کر کے اسکی سنے بنا آف لائن جا چکا تھا۔

جبکہ ماہی ایک گھر انسان لے کر رہا چکی تھی۔

وہ بات بھی سننا گوارہ نہیں کر رہا تھا جسکے لیے وہ ماری ماری پھر رہی تھی۔

اس دن روحان کلاس میں دیر سے آیا تھا۔ سیاہ رنگ کا اپر پہنے جسکے ہڈنے اسکا آدھا چہرہ چھپا دیا تھا وہ بنا اجازت لیے اندر آیا اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔ بیٹھتے ہی اس نے چہرے کھڑکی کی طرف موڑ لیا تھا روزانہ کی طرح۔ وہ لیچکر پر دھیان بالکل بھی نہیں دیتا تھا۔ حanim کو وہ پہلے دن سے ہی کسی امیر باپ کا بگڑا ہوا الڈلہ لگا تھا۔ "آپ لیچکر پر توجہ کیوں نہیں دیتے روحان۔؟؟" تنگ آ کر وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ روحان نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔ اسکی نظروں میں ہمیشہ کی طرح سرد مہری تھی۔

"کیونکہ آپ نے فارمولاغلٹ لکھا ہے مس۔" وہ طنزیہ مسکراہٹ اسکی طرف اچھاں کر بولا تھا۔ حامن نے گر بڑا کر بورڈ کو دیکھا تھا اور اسکا فارمولاغلٹ تھا۔ پوری کلاس اسے توجہ سے سن رہی تھی لیکن کسی کو پتا نہیں چلا اور وہ جس نے ایک نظر بھی نہیں دیکھا تھا وہ کیسے جان گیا تھا؟؟

"مذدرت۔۔" حامن نے فارمولادوبارہ لکھا تھا۔ ویسے مس آپکی عمر کیا ہے؟ روحان کی طرف سے پہلا سوال آیا تھا۔ "انیس سال اور کچھ ماہ۔" وہ سچ بول گئی تھی۔

"میٹر ک کب کیا تھا آپ نے؟؟ دوسرا سوال حاضر تھا۔" تقریباً چار سال پہلے۔ "وہ نا سمجھی سے جواب دے رہی تھی۔ حامن نے محسوس کیا اسکی آنکھوں میں مقناطیسی کشش تھی جو اسے جواب دینے پر مجبور کر رہی تھی۔ تو پھر آپ نے ماسٹر کیسے کر لیا مس۔" اسکے سوال پر حامن گڑ بڑا گئی تھی۔ میم سمیعیہ کا بولا گیا جھوٹ اسے بری طرح پھنسا گیا تھا۔ پوری کلاس میں سرگوشیاں شروع ہو گئی تھیں۔

"اب وہ لوگ جنہیں خود کچھ نہیں آتا وہ ہمیں پڑھائیں گے۔۔؟؟" ہٹک آمیز لہجہ تھا۔ حامن کے چہرے کارنگ اڑا تھا۔ اسے اس وقت بہت برا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن الزام اس پر آیا تھا۔ وہ پوری محنت سے لیکھر تیار کر کے آتی تھی۔ آج جانے کیسے فارمولاغلٹ ہو گیا تھا۔ اور آج ہی روحان جبیل عرف آر جے اسے پکڑ چکا تھا۔

"یہاں سے کل شروع کریں گے۔" وہ بیگ اٹھا کر کلاس سے باہر نکل آئی تھی۔ کلاس کا وقت ویسے بھی ختم ہو چکا تھا ایک دو منٹ باقی تھے۔ اسے محسوس نہیں ہوا تھا کہ اسکی آنکھیں نہ ہوتی تھیں۔ وقت نے اسے بہت حساس بنا دیا تھا اور آر جے کی بات اسکے دل پر لگی تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھانی گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔

ایک آنسو اسکی آنکھ سے گال پر پھسلا تھا جسے اس نے ہتھیلی سے رگڑ کر جلدی سے صاف کیا تھا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ یہ روحان جبیل کی وجہ سے ام حامن کی آنکھ میں پہلا آنسو آیا تھا۔ جانے قدرت نے آگے کیا لکھا تھا۔۔۔!!!

وہ اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہا تھا جب دروازے پر دستک ہوتی۔ ارے بی جان آپ اندر آئیں وہاں کیوں کھڑی ہیں۔" حشام نے بی جان کو دروازے میں کھڑا دیکھا تو وہ احترام کے باعث انکی طرف بڑھا۔ ہاتھ پکڑ بیٹد پر لا کر بٹھایا۔

"ہو گئی تیاری؟؟" بی جان نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "بھی بی جان۔۔ بس مکمل ہو گئی ہے۔" وہ مسکرا یا تھا۔ "تم بھی چلے جاؤ گے گھر ایک بار پھر خالی ہو جائے گا۔ مدیحہ بھی دو تین ماہ بعد چکر لگاتی ہے اور روحان تو آتا ہی اپنی مرضی سے ہے۔۔ میں ترس جاتی ہوں تم لوگوں کا چہرہ دیکھنے کیلئے۔۔"

بی جان افسر دہ تھیں۔

"اڑے آپ اداس نہ ہوں میری پیاری ماں جان، میں روزانہ آپ کو فون کیا کروں گا اور آر جے سے بھی کہوں گا کہ جلدی جلدی چکر لگایا کرے۔" وہ محبت سے بی جان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ جب اسے زیارہ پیار آتا تھا وہ انہیں ماں جان کہتا تھا۔

"مجھے سب سے زیادہ روحان کی فکر کھاتی ہے میرے بچے۔" تم تو بہت سمجھدار ہو لیکن اسکے ساتھ جانے کیا مسئلہ ہے۔؟"

"آپ پریشان نہ ہوں وہ ابھی بچہ ہے بیس سال زیادہ عمر نہیں ہوتی اور آپ جانتی بھی ہیں کہ وہ سب جیسا نہیں ہے، اسے وقت لگے گا ہر چیز کو سمجھنے کیلئے۔" حشام نے تسلی دی۔

"تم تو ایسے نہیں تھے حشام۔" جب تم بیس سال کے تھے تب بھی بہت سمجھدار تھے۔"

"وہ اس لئے کہ میں آپ کا بیٹا ہوں۔" وہ ہولے سے مسکرا یا۔

"روحان مجھے تم سے زیارہ پیارا ہے حشام، میں نے ماں سے زیادہ پیار دیا ہے اسے، میں نہیں جانتی کل کو میری تربیت پر انگلی اٹھے۔" بی جان پریشان تھیں۔

اچھا ب آپ پریشان مت ہوں، جلدی سے کھانا لگوادیں مجھے بھوک لگی ہے۔ یہاں سے لاہور جاؤں گا۔ آپکے لاڈلے سے ملنے کے بعد ہی پیرس کی فلاٹ لوں گا" وہ ہشاش بشاش سا کہہ رہا تھا۔

"ابھی لگواتی ہوں تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ بھوک لگی ہے۔" بی جان اسے گھورتی ہوئی اٹھیں تو وہ مسکرا دیا۔

حائم اسکے رویے سے تنگ آگئی تھی۔ وہ ایک دن کلاس میں ہوتا تو دودن غائب رہتا تھا۔ دھیان کھڑکی سے باہر ہوتا تھا۔ حائم جتنا مرضی اچھا پڑھا لے وہ کوئی ناکوئی غلطی نکالتا تھا اور ایسے سوال پوچھتا تھا کہ وہ چاہ کر بھی جواب نہیں دے پاتی تھی۔ آج بھی وہ کلاس میں دیر سے آیا تھا اور پھر موبائل پر بھتی بیل کو دیکھنے کے بعد اب وہ فون سن رہا تھا۔ حائم کو اس وقت اس پر انتہائی غصہ آیا۔ ایک تو وہ لیٹ آیا تھا۔ اوپر سے کلاس میں فون استعمال کر رہا تھا جسکی اجازت نہیں تھی۔

"اوکے میں آرہا ہوں شاموکا کا۔" وہ فون بند کرتے ہوئے اٹھا اور بننا پوچھے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

"کہاں جا رہے ہیں آپ؟؟" حائم نے غصے سے پوچھا۔

"اووووشٹ اپ۔" تم کون ہوتی ہو رونکے والی۔؟؟"

وہ بنا اسکی طرف دیکھے آگ لگانے والے انداز میں پوچھا رہا تھا۔

اور حائم کی برداشت ختم ہوئی۔ پوری کلاس کے سامنے وہ اسکی بے عزتی کر رہا تھا۔ جبکہ پوری کلاس گنگ بیٹھی تھی۔

"اپنے والد صاحب کا نمبر تو دیں ذرا۔" وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا بول رہی تھی۔

"O really???"

وہ حیرانی سے مڑا۔

"جی آپکے کارنامے انہیں بتانے ہیں۔" وہ اسے گھورتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"لکھ لو۔" وہ اسے نمبر لکھواتا کلاس سے باہر نکل گیا تھا۔ کلاس ختم ہونے کے بعد حامن نے سب سے پہلے رجسٹر میں اسکاریکارڈ چیک کیا تھا جس میں وہی نمبر لکھا تھا۔ اس نے خود کے غصے پر قابو پاتے وہ نمبر ملایا تھا۔

حشام، آربے کے ساتھ بیٹھا تھا جب اسکے موبائل پر انجانے نمبر سے فون آیا تھا۔ اس نے کال پک کرنے کے بعد فون کان سے لگایا۔ "آپ روحان جسیل کے گھر سے بات کر رہے ہیں۔۔۔؟" "کوئی لڑکی بول رہی تھی جسکا لہجہ سخت تھا۔

"جی۔۔۔ لیکن آپ۔۔۔؟" وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا۔

"میں اسکے کالج سے مس ام حامن بات کر رہی ہوں مجھے آپکے بیٹے کے متعلق ضروری بات کرنی ہے آپ سے آپ برائے مہربانی کل کالج تشریف لے آئیں۔" ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتی وہ حشام جسیل کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلا گئی تھی۔ "اچھا آپ۔۔۔"

"ٹوں۔۔۔ٹوں۔۔۔" اس سے پہلے وہ کچھ جواب دیتا فون ڈسکنیکٹ ہو چکا تھا۔ حشام نے سرد نظروں سے روحان کی طرف دیکھا۔

"کیا ہے؟؟" خود کی طرف گھورتا پا کر روحان نے پوچھا۔

"کیا کیا ہے تم نے کالج میں مسٹر آربے؟؟" حشام نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ "کیا؟؟" وہ مخصوص بننا۔

حشام حیران ہوا تھا۔ کافی عرصے بعد اسکے کسی تعلیمی ادارے کی طرف سے اسکی شکایت آئی تھی۔ شروع شروع میں سکول کی طرف سے ٹیچر زکے فون آتے تھے۔ پھر جیسے ہی سب کو پتا چلا دوبارہ کسی نے فون نہیں کیا تھا۔ اب یہ کافی سالوں بعد ایسا ہوا تھا۔

"تمہاری کسی ٹیچر کی کال تھی کہہ رہی تھی آپکے بیٹے کے متعلق ضروری بات کرنی ہے۔" ناچاہتے ہوئے مسکراہٹ اسکے لبوں کو چھو گئی تھی۔ "اوہ یقین نہیں ہوتا وہ اتنی بے وقوف ہے۔" روحان نے افسوس سے سر ہلایا۔

"بتاؤ تم نے کیا گل کھایا ہے؟؟؟"

"یہ تم اس سے جا کر پوچھونا جس نے فون کیا ہے۔ میں تو اسے دیکھ رہی لوں گا۔" آخری جملہ اس نے آہستہ آواز سے کہا تھا۔ "چلو ٹھیک ہے پھر کل بات ہو گی اس موضوع پر۔۔۔ پیرس جانے سے پہلے میں تمہاری اس ٹیچر سے ملنا پسند کروں گا جس نے آربے کی شکایت لگانے کی ہمت کی ہے۔۔۔" جبکہ اسکی بات پر روحان کے چہرے کے تاثرات تن سے گئے تھے۔ "میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا مس ام حامن۔۔۔" وہ تصور میں اس سے مخاطب تھا جبکہ حشام کی گہری نظریں یہ جاننے والے قاصر تھیں کہ اسکے دماغ میں اس وقت کیا چل رہا تھا۔

"اس نے بات کرنے سے انکار کر دیا ایلا۔۔ وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔۔" ماہی کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ کچن میں کام کرتی ایلا نے پلٹ کر اسے دیکھا۔  
"کس کی بات کر رہی ہو ماہی؟ کس نے انکار کیا ہے؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"شام نے۔۔" ماہی کے لب پھر پھرائے۔  
"اوووہ۔۔ تو اس میں رو نے والی کیا بات ہے پاگل۔۔؟؟" ایلانے اسکی نم آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
"جس شخص کیلئے میں اتنا خوار ہوئی وہ میری بات سننے تک کیلئے تیار نہیں ہے۔۔ میں اسے اپنی بد نصیبی سمجھوں۔۔"  
"یہ اسکی بد نصیبی ہے ماہی جو اس نے تمہیں نہیں سمجھا۔۔" ایلانے اسکی بات کاٹی۔  
"چلو میرے ساتھ اور ریلیکس ہو جاؤ۔۔" ایلا اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے ڈرائیور میں لاتی اور اسے صوفے پر بٹھایا تھا۔ ماہی نے آنکھوں میں آئی  
نمی کو زبردستی مسکراتے ہوئے صاف کیا تھا۔

"تم تو کہتی ہو نا کہ وہ سید خاندان سے ہے ایک اعلیٰ خاندان سے۔۔ جس کا وقار بہت زیادہ ہے۔۔ تو سوچو اگر وہ فوراً ہی تمہاری بات مان لیتا اور تم سے فرط شروع  
کر دیتا تو تمہیں کیسا لگتا تھا۔۔" وہ ماہی کے گھٹنوں کے پاس بیٹھی پوچھ رہی تھی۔ ماہی نے چونک کر اسے دیکھا۔  
"بولو۔۔ کیا اچھا لگتا تھا۔۔؟؟" ایلانے دوبارہ پوچھا۔  
"نہیں۔۔" ماہی نے لنگی میں سر ہلایا۔  
"تو مس ماہی خوش ہو جائیں آپ کہ آپکا دل کسی سطحی مرد پر نہیں آیا جو عورت دیکھ کر ہی مر جاتا ہے۔۔ بلکہ شکر کرو کہ تمہاری پسند عام نہیں  
ہے۔۔" ایلانے اسکا گال تھپٹھپاتے ہوئے کہا تو ماہی ایک دم مسکرا دی۔ ایلا کی باتوں نے اسے پھر سے زندہ دل کر دیا تھا۔ ایک نئی امید کی سحر اسکے اندر جاگ گئی  
تھی۔ واقعی اس نے اس پہلو پر نہیں سوچا تھا۔  
"اب میں کافی بنالوں؟؟" ایلانے سوال کیا۔  
"میرے لیے بھی۔۔" ماہی مسکرا دی۔  
اور ایلانے دیکھا تھا اسکے مسکرانے پر جیسے سارے رنگ فضائیں بھکر گئے تھے۔ ایک ثابت امید انسان کو ایسے ہی تازہ دم کر دیتی ہے۔

وہ سٹاف روم میں بیٹھی ٹیسٹ چیک کر رہی تھی۔ جب اسکے موبائل پر بیل ہوئی تھی۔ حامن نے مصروف سے انداز میں کال پک تھی۔  
"ہیلو۔۔؟؟" اسکے ہیلو کے جواب میں پوچھا گیا تھا۔

"مس ام حامن۔۔؟؟" اسکے ہیلو کے جواب میں پوچھا گیا تھا۔  
"جی بول رہی ہوں آپ کون؟؟"

"میں حشام جبیل بات کر رہا ہوں کل آپ نے روحان جبیل کے سلسلے میں کال کی تھی اور ملنے کا کہا تھا۔ میں اس وقت کانچ کے باہر کھڑا ہوں کیا آپ اس وقت مل سکتی ہیں؟؟؟۔"

بھاری مردانہ آواز میں پوچھا گیا تھا البتہ لہجہ میں شائستگی تھی۔

"جی۔ جی۔ آپ اندر آجائیں

PTM

روم میں، میں آپکو مل لوں گی۔" وہ ٹیسٹ اٹھاتے ہوئے پیٹی ایم روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جبکہ دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"لیں۔۔۔" وہ بنادر وازے کی طرف دیکھے بولی تھی۔

وہ آج ہی سارے ٹیسٹ چیک کرنا چاہتی تھی۔

"Excuse me.."

مردانہ آواز پر حانم نے سراٹھا کر دیکھا تھا۔

"السلام علیکم۔۔! میں یہاں مس ام حانم سے ملنے آیا ہوں کیا آپ انہیں بلا سکتی ہیں؟؟؟" وہ سوالیہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ سامنے بیٹھی لڑکی اسے کوئی سٹوڈنٹ ہی لگتی تھی۔

"جی میں ہی ہوں ام حانم۔۔ آپ بیٹھ جائیں پلیز۔" حانم نے اسے میز کی دوسری جانب رکھی کرسی کی طرح اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اتنی چھوٹی سی ٹپچر۔۔ وہ حیران ہوا۔

"کیا واقتی آپ یہاں ٹپچر ہیں؟؟؟" وہ ناچاہتے ہوئے بھی پوچھ چکا تھا۔

"جی" وہ ہلاکا سا مسکراتی تو حشام اپنی حیرانی پر قابو پاتے ہوئے سامنے رکھی کرسی پر براجمان ہو چکا تھا۔

"آپ روحان جبیل کے کیا لگتے ہیں؟؟؟" حانم نے ٹیسٹ ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ سامنے بیٹھا انسان باپ تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا۔ "میں حشام بن جبیل ہوں روحان کا بڑا بھائی۔۔" اس نے کزن کہنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

"اب آپ بتائیں کس سلسلے میں مجھے یہاں بلا یا گیا ہے؟؟ اور کیا کیا ہے روحان نے؟؟" دیوار میں بنی گلاس وندو سے دھوپ کی شعائیں چھن کر اندر آرہی تھیں اور ان دونوں کے درمیان رکھے میز پر چمک رہی تھیں۔

"درactual مجھے آپ سے یہ کہنا تھا کہ روحان جبیل تھوڑا عجیب ہے۔ کیا اسکے ساتھ کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے؟ میرا مطلب۔۔"

"ہاں وہ تھوڑا نہیں بہت عجیب ہے۔۔" حشام نے اسکی بات کی تصدیق کی۔

"ہے نا؟ مجھے پہلے دن ہی شنک ہو گیا تھا۔ وہ کلاس میں دیر سے آتا ہے۔۔ زیادہ غیر حاضر رہتا ہے۔۔ اور بہت ہی زیادہ۔۔"

"بد تمیزی کرتا ہے۔۔" حشام نے اسکی بات کاٹی۔

"جی بالکل۔۔" حانم کے منہ کے زاویہ بگڑا۔

"ایک بھی ٹیسٹ نہیں دیتا وہ۔۔ اور۔۔"

"اور الٹے سیدھے سوال کرتا ہے۔۔۔ ہے نا؟؟ "وہ ایک بار اسکی بات پوری کر چکا تھا۔  
حانم کی آنکھوں میں حیرانی ابھری۔  
"آپکو توبہ پتا ہے۔۔۔"

"ظاہر سی بات ہے مس ام حانم وہ میرا بھائی ہے بیس سال ساتھ رہا ہے کیا مجھے نہیں پتا ہو گا۔۔۔ ؟؟ "وہ ناجانے کیوں اتنا بول رہا تھا۔  
بیس سال۔ آج کل بچے سترہ سال کی عمر میں انشکر رہے ہیں اور وہ بیس سال کا ہو کر بھی انشکر میں ہی گھوم رہا تھا۔ "حانم نے اپنی طرف سے بڑی بات کی تھی۔ اور  
حشام جبیل نے مشکل سے اپنا قہقہہ ضبط کیا تھا۔

"لگتا ہے آپکو کسی نے بھی کچھ نہیں بتایا اور آپ روحان جبیل کے بارے میں کچھ نہیں جانتی؟؟"  
"جی۔۔۔ میں سمجھی نہیں "حانم کو واقعی کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔  
"وہ انشکر کا سٹوڈنٹ نہیں ہے بلکہ بی بی اے

(BBA)

کر رہا ہے۔ آخری سمسیٹر فریز کر کے وہ دماغ کے الٹ جانے پر ایف ایس سی کرنے آیا ہے۔۔۔"  
"کیا۔۔۔ ؟ "حیرت سے اسکی آنکھیں پھیلیں۔ حشام کو ان بڑی بڑی گرے رنگ کی آنکھوں میں پھیلی حیرانی اچھی لگی تھی۔  
"جی۔۔۔ پہلے اس نے کمیسٹری نہیں پڑھی تھی ویسے تو اسے ضرورت نہیں ہے وہ خود بھی کتاب پڑھتا تو سمجھ جاتا۔ لیکن ناجانے کیوں وہ یہاں آگیا۔ وہ جو کرتا ہے  
ہمیں اسکی سمجھ نہیں آتی۔۔۔"

"لیکن وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟؟ "وہ پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ وہ ایک سلفائز ہے۔۔۔! کیا آپ جانتی ہیں کہ سلفائز کسے کہتے ہیں؟؟ " وہ میز پر تھوڑا جھک کر رازداناہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

شاہ جبیل خاندان پچھلے کئی سالوں سے ملتان میں آباد تھا۔ سید خاندان ہونے کے ناطے پورے علاقے میں انہیں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ جبیل  
خاندان کے اباً اجداد نے لوگوں کے مسائل کو روحانی طریقے سے سلبھایا تھا۔ دور دور سے لوگ دعاوں کیلے وہاں تشریف لاتے تھے۔ اور اسی طرح  
اٹکا سیاست میں بھی بڑا نام تھا۔ لوگ ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ سید جبیل کے دو بیٹے تھے۔ بڑا بیاء جبیل اور اس سے چھوٹا حیدر جبیل۔ دونوں بھائیوں  
کی شادی کم عمری میں ہی ایک ساتھ کر دی گئی تھی۔

ضیای جبیل کے دو بچے تھے ایک بیٹا حشام بن جبیل جبکہ بیٹی مدیہ جبیل تھی۔ اور اسکی بیوی خدیجہ جبیل نہایت شریف اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ جواب بی جان  
کے رتبے پر فائز تھیں۔ جبکہ حیدر جبیل کے گھر شادی کے آٹھ سال بعد بڑی منتوں، مرادوں، وظیفوں اور دعاوں کی قبولیت کے بعد وہ پیدا ہوا  
تھا۔۔۔ جسکا نام عائشہ جبیل، حیدر جبیل کی بیوی، نے روحان جبیل رکھا تھا۔  
عائشہ جبیل کو اپنے بیٹی سے بہت محبت تھی۔ صرف اسے ہی نہیں بلکہ پوری سیدھوی میں موجود لوگوں کو جن میں ملازم میں بھی شامل تھے روحان جبیل بہت  
عزیز تھا۔

لیکن جب وہ پیدا ہوا تو رویا نہیں تھا۔ چار سال تک وہ بول نہیں پایا تھا۔ جبیل خاندان نے بہت علاج کروایا تھا اسکا۔ لیکن ڈاکٹروں نے کہا تھا وہ پیدائشی نقص لے کر کبھی بول نہیں پائے گا۔ وہ ہر چیز کا بہت گہری نظر ووں سے مشاہدہ کرتا تھا۔ اسے غصہ بہت آتا تھا شدت جذبات سے اسکی آنکھیں سرخ انگارہ ہو جاتی تھیں۔

صرف ایک شخص جو اسے سب سے عزیز تھا وہ تھا حشام بن جبیل۔ پورے چار سال بعد مجذہ ہوا تھا۔ وہ پہلی بار کچھ بولا تھا۔ پہلی بار اس نے کسی کو پکارہ تھا۔ نہ اس نے ماں کہا تھا اور نہ باپ۔ اس نے پہلا لفظ جو اپنی زبان سے ادا کیا تھا وہ ”حشام“ وہ بہت صاف بول رہا تھا کوئی ہکاہٹ نہیں تھی اسکی زبان میں۔ سید حویلی میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ صدقے کے بکرے اسکے سر پر سے وارے گئے تھے۔ بس یہ اسکی آخری خوشی تھی جو سید حویلی میں منائی گئی تھی۔ اسکے بعد روحان کی حرکتوں نے سب کو مصیبت میں ڈال دیا تھا۔

”سلفات۔۔۔“ وہ زیر لب بڑھائی تھی۔

”جی سلفائیٹ۔۔۔ پڑھا ہو گا آپ نے ؟؟ حشام نے پوچھا۔

”نج۔۔۔ جی۔۔۔“ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بولے۔

”جی تو بس اب آپکو اچھے طریقے سے سمجھ جانا چاہیے اور اسکے رویے کی وجہ سے میں آپ سے معدرت کرتا ہوں۔۔۔“ ناجانے کیوں حشام کو ایک اپنا نیت کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے بہت شاشستہ انداز میں اس سے بات کر رہا تھا۔ جیسا روحان نے کہا تھا کہ وہ بہت نک چڑی، مغرور اور بے قوف لڑکی ہے حشام کو وہ ولی نہیں لگی تھی بلکہ وہ اسے بہت سمجھدار اور معصوم لگ رہی تھی۔

دھوپ کی شعاؤں کا رخ میز سے ام حانم کی طرف پلاتا تھا۔

وہ کچھ کہنے لگا تھا جب ایک دم خاموش ہو گیا تھا۔ حانم نے کچھ دیکھنے کیلئے چہرے کا رخ کھڑکی کی طرف کیا تھا اور شعاؤں نے اسکے چہرے کو چھووا تھا۔ اسکی تھوڑی سے عجیب سی روشنی پھوٹی تھی۔ جیسے کوئی ہیرا چمکتا ہو۔ حشام کی آنکھیں ایک دم چندھیسا سی گئی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ یہ کیا تھا۔ وہ روشنی کھاں سے آئی تھی۔

”آپکو معدرت کرنے کی ضرورت نہیں مسٹر جبیل۔۔۔ میں کو شش کروں گی کہ آج کے بعد اسے نظر انداز کر سکوں“

وہ پیشہ ورانہ انداز میں مسکراتی تھی۔ جبکہ حشام بن جبیل تو جیسے گنگ ہو گیا تھا۔

”ٹھیک ہے اب میری کلاس کا وقت ہے بہت بہت شکریہ آپ میرے بلانے پر آئے اور میرے نکتہ نظر کو سمجھا۔۔۔“ وہ جیسے ہوش میں آیا تھا۔

”جی۔۔۔ ٹھیک ہے آئندہ کوئی مسئلہ ہو تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔۔۔ میری بھی فلاٹ ہے رات کو مجھے بھی جلدی جانا ہے۔۔۔“ وہ ایک جھنٹلے سے کھڑا ہوا جبکہ حانم نے صرف سر ہلایا تھا۔

”خداحافظ۔۔۔!!“ وہ زبردستی مسکرا یا تھا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ رکا تھا۔ جانے کیوں پلٹ کر اسے دیکھا تھا جو سفید ڈوپٹہ لیے روشنی

میں بیٹھی اسے جیران کر رہی تھی۔ کوئی چیز پھر چمکی تھی اسکے چہرے پر۔۔۔ وہ عجب کشکش کا شکار ہوا تھا۔

حانم نے جیسے ہی اسکی طرف دیکھا تھا وہ فوراً اپٹ گیا تھا۔

"یہ چک بہت سوں کو آباد کرے گی اور بہت سوں کو برباد---!!" دور کہیں فقیر کے کہے گئے الفاظ گونجے تھے۔

ماہی روزانہ اسکی پروفائل چیک کرتی تھی۔

"Hasham Jabail travelling from Pakistan to Paris"

وہ اسکا سٹیشن دیکھ کر اپنی چینہیں روک پائی تھی۔

"کیا ہوا، ہی تم ٹھیک ہو؟؟" ایلا کی پریشان سی آواز ابھری تھی۔

ہاں--- میں ٹھیک ہوں---" اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ پیرس آ رہا تھا۔ ماہی کا دل کر رہا تھا کہ وہ خوشی سے ڈالس کرے۔

وہ آ رہا تھا۔ فاصلہ کم ہو رہا تھا اور اسکے دل کی دھڑکن بڑھ رہی تھی۔

"ایلا۔۔۔ ایلا۔۔۔ وہ آ رہا ہے۔۔۔ وہ واپس آ رہا ہے۔۔۔" وہ چلاتی ہوئی کمرے سے باہر بھاگی تھی۔ لیکن پتا نہیں تقدیر نے ملن لکھا تھا بھی یا نہیں۔

سنوفِ قصہ بتاتا ہوں

ٹھیمہ میں اک سچ بتاتا ہوں

محبت کب ہوئی مجھ کو

ٹھیمہ میں، آغازِ چاہت میں

میری غلطی بتاتا ہوں

میں ٹوٹا دل لیے اک دن

حدیں سب بھول کے اک دن

اچانک اک اجنہی چہرہ

نظر کے سامنے گُزر را

میری آنکھوں کے رستے وہ

میرے اندر کہیں اُترا

میں کیسے جان لیتا کہ

وہ میری جان لے لے گا

مجھے اس راہ پر چلنے پہ

پھر مجبور کر دے گا

وہ رستہ میرے وجود کو غموں سے

مالا مال کر دے گا

میں اس میں گم ہو کر پھر

سبھی کو بھول بیٹھا تھا

سے گے سب اپنے رشتؤں کو

میں بیکار سمجھتا تھا

کہیں پر چھوڑ آیا تھا

میں اپنا آپ سمجھی اپنے

پھر کچھ اس طرح پلٹا وہ

مجھے وہ پل نہ بھولے گا

جهاں پر جان لگی تھی

مُجہت ٹوٹ کے بکھری تھی

وہ رستے کھو گئے جیسے

دن خوشیوں کے سارے

سبھی سب سو گئے جیسے

بتلا یا زندگی کیا ہے

میری تکمیل کی اس نے

مُجہت سکھا کے وہ

سمجھانے لگی مجھ کو

یہ غلطی مت کبھی کرنا

مُجہت درد ہے دل کا

...ثوپکے تم نہیں کرنا

کاش اس کو بتلا آئے کوئی

مُجہت کے سبھی چہرے

خوشی کے غم کے سب لمحے

اسی کے نام پر کر کے

یہ غلطی کر چکا ہوں میں

نکانا ب نھیں ممکن

مجبت کر چکا ہوں میں  
کب کام چکا ہوں میں

وہ کلاس لینے کے بعد گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی آج اسکا اکیڈمی میں ٹیکسٹ تھا۔ وہ جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہتی تھی جب اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی۔  
"مس ام حانم۔۔" وہ رکی تھی۔

"جی۔۔" وہ پلٹی۔ سامنے پر نسل کے آفس کے باہر بیٹھنے والا چیڑا سی تھا۔  
آپ کومیڈم نے اپنے آفس میں بلا یا ہے۔ "وہ اسے پیغام دے کر جا چکا تھا۔ جبکہ حانم کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔  
ان بیس دنوں میں یہ پہلا موقع تھا جب اسے آفس میں بلوایا گیا تھا۔  
اللہ خیر کرے۔" وہ مرے قدموں سے آفس کی طرف بڑھی تھی۔

آپ نے کس سے پوچھ کر مسٹر جبیل کو بیہاں بلا یا تھا وہ بھی کمپلین کرنے کیلئے "پر نسل صاحبہ کے لمحے میں سخت تھی۔ وہ تو دھک سے رہ گئی تھی۔  
"نج۔۔ جی وہ کلاس میں مسٹر روحان۔۔"

"تو آپ مجھے بتاتیں مس ام حانم۔۔ کیا آپ کو اتنا نہیں پتا کہ گھر کا ل کرنے سے پہلے مسئلے کو ادارے کے سربراہ سے ڈسکس کیا جاتا ہے۔۔" میدم نے اسکی بات کاٹی۔

"شاید آپ جانتی نہیں ہیں کہ آپ نے سید جبیل کو بیہاں بلوایا تھا۔ آپ کو انکے خاندان کا اندازہ نہیں ہے۔۔"  
وہ بے بسی سے انگلیاں مروڑ رہی تھی۔ حلق میں جیسے آنسوؤں کا گولا اٹک گیا تھا۔

اسے واقعی آر جے کے بارے میں کچھ پتا نہیں تھا۔ کالج میں میل سٹاف ہونے کی وجہ سے وہ اپنا فارغ وقت لیڈیز روم میں گزارتی تھی۔ اسکی کسی ٹیچر کے ساتھ بھی اتنی دوستی نہیں تھی کہ وہ اپنے مسئلے کو کسی سے ڈسکس کرتی۔ وہ سٹاف روم میں کم جاتی تھی۔ اگر وہ جاتی تو شاید اسے آر جے کا بھی پتا ہوتا۔

آئندہ یہ غلطی نہ ہو مس ام حانم۔۔ مسٹر جبیل کے کہنے پر میں آپ کو معاف کر رہی ہوں۔۔ اب جائیں اور اپنا کام بہتر بنائیں۔۔" وہ خاموشی سے اٹھ آئی تھی۔ اسے اب سمجھ آرہا تھا کہ اسے پہلے میدم سے بات کرنی چاہیے تھی۔ لیکن ایک عورت اپنی عزت نفس پر سمجھوتا نہیں کرتی۔  
روحان نے پوری کلاس کے سامنے دوبار اسے بے عزت کیا تھا۔ جب اسے کچھ سمجھنے آیا تو اس نے اسکے گھر فون کر دیا تھا۔ وہ شخص اسکے آنسوؤں کا سبب بنتا جا رہا تھا۔ وہ مرے مرے قدموں سے گیٹ سے باہر نکل آئی تھی۔ اسے اب اندازہ ہو رہا تھا کہ پرائیویٹ اداروں میں ملازمت کرنا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔ وہاں جانے سے پہلے انسان کو اپنی عزت نفس خود ختم کر دینی چاہیے۔ آر جے آج پھر نہیں آیا تھا اور اسے یقین تھا اتنی آسانی سے وہ اسے معاف نہیں کرنے والا تھا۔

جانے کیوں اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔ یہ م Laz میں کر کے یا پھر روحان جبیل کے سلسلے میں حشام جبیل سے مل کر جو پرنسپل نے اس سے کہا وہ غلط نہیں تھا وہ واقعی اسکی غلطی تھی۔ لیکن وہ کیا کرتی۔ وہ روحان جبیل اسکے گلے کی ہڈی بن گیا تھا۔ کلاس میں نہیں آتا تو سکون ہوتا تھا۔ اور جب آجاتا تھا تو دماغ خراب کر دیتا تھا۔

اس نے ہاتھ کے اشارے سے رکشہ روکا اور پھر چادر کو اچھے طریقے سے پیٹھے ہوئے وہ اندر بیٹھ گئی تھی۔ اسے مضبوط بننا تھا۔ لیکن کیا سچ میں روحان جبیل کے ہوتے ہوئے وہ وہاں رہ سکتی تھی؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

"دیکھو تم آج کے بعد مس ام حنم کو نگ نہیں کرو گے۔" ایر پورٹ کے باہر کھڑے حشام نے روحان سے کہا۔  
"اگر کیا تو۔۔۔؟" وہ گاڑی کی چابی کو انگلی پر گھماتے ہوئے بولا تھا۔ چیونگم چباتے وہ ہمیشہ کی طرح بے نیاز نظر آرہا تھا۔  
"دیکھو آر جے یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

"دیکھو شامو کا کام جاتے وقت اپنا موڑ خراب مت کرو۔ یہ میری زندگی ہے اور اس حنم کو میں خود دیکھ لوں گا۔" وہ حشام کی بات کاٹ چکا تھا۔ چہرے پر بیزاری سی پھیلی تھی۔

"شرم کرو یار وہ ٹیچپر ہے تمہاری۔" اور حشام کی بات پر اسکا قہقہہ بلند ہوا تھا۔  
ویسے نابراد لچپ معاہدہ ہے، ایک تو وہ ہے مجھ سے چھوٹی۔ اور اوپر سے اسے آتا کچھ نہیں اسے ذلیل کرنے کا مزہ الگ ہے۔ "وہ اپنی تمام تر خباثت کے ساتھ ایک آنکھ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ایر پورٹ پے لوگوں کا ہجوم تھا۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ حشام کا جانے کو دل نہیں کر رہا تھا اس بار، جانے کیا چیز اسے روک رہی تھی۔ وہ کچھ بھی کر لیتا مگر آر جے کو کبھی نہیں سمجھا سکتا تھا۔

"کیا تم ہمیشہ ایسے ہی رہو گے؟" عجیب سے لمحے میں سوال کیا گیا تھا۔  
"کیسا شامو کا کا۔۔۔؟" روحان ہنسا۔

"اتنے بیزار۔۔۔ اتنے گمراہ۔۔۔ اتنے۔۔۔"

"آر جے کبھی نہیں بدلنے والا، مجھے برومائڈز بن کر جینے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ دنیا ختم بھی ہو جائے نا آر جے کو تم ایسا ہی پاؤ گے۔۔۔" وہ پر اعتماد لمحے میں کہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

"اوکے اپنا خیال رکھنا۔۔۔!!" حشام نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔  
"اوکے شامو کا کام اتنے جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ مجھے سب پتا ہے وہاں جا کر تمہیں کچھ یاد نہیں رہتا۔۔۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"بکواس بند کرو۔۔۔" حشام نے اسے ڈپٹا۔ اور پھر وہ ہزاروں دعائیں آر جے کے نام کر کے جا چکا تھا۔

وہ جانتا تھا آر جے کبھی محسوس نہیں ہونے دے گا کہ وہ بھی اسے یاد کرتا ہے اس لیے اس نے پوچھنا کہنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

نیندہ آنے کی وجہ سے وہ بیزار سا انٹرنیٹ پر ٹائم گزارنے کی کوشش کر رہا تھا جب اچانک وہ چونکا۔ اسکی شخصیت سے متعلق خصوصیات۔۔۔ اسکی پسند کی چیزیں اسکے سامنے آ رہی تھیں۔ حالانکہ اس نے ایک بار بھی اپنی شخصیت سے متعلق کوئی چیز سرچ نہیں کی تھی۔ لیپ ٹاپ پر حرکت کرتی انگلیاں رکی تھیں۔ پل کے ہزاروں یہ چیزوں کو سکین کرنے والی آنکھوں کی پتیاں سکڑیں۔ ہونٹوں کو بھینچ کر اس نے ایک بار پھر اپنے سامنے سکرین کو اوپر نیچے کیا۔ اسکی پسند کی ہر چیز اسکے سامنے کی۔

"ڈیم اٹ۔۔۔" اس نے لیپ ٹاپ کو پٹختے والے انداز میں بند کیا تھا۔ اس پر نظر رکھی جا رہی تھی۔ لیکن ایسا کون کر سکتا تھا۔؟؟

آج پھر وہ اس لاوس بہتے دریا کے کنارے کھڑی تھی۔ پیاس سے اسکا براحال تھا۔ اسکا پور پور جیسے جل رہا تھا۔ اور پھر کسی نے اسے دھکا دیا تھا۔ لیکن آگ سے جلتے دریا میں گرنے سے پہلے اسے دھکا دینے والا شخص نظر آیا تھا۔ سیاہ رنگ کی ہڈی میں اسکا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ اسکی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی رہ گئی تھیں۔ اس سے پہلے وہ آگ کا دریا اسے نگلتا اسکی آنکھ کھل گئی تھی۔ جانے کتنی مشکل سے اس نے اپنی چیخ روکی تھی۔ ڈر اور خوف کی وجہ سے اسکی دھڑکن بہت تیز چل رہی تھی۔ سردی میں بھی پسینہ اسکے چہرے پر چمک رہا تھا۔ آج تو وہ نماز پڑھ کر بھی سوتی تھی۔ ناجانے کیوں پھر وہ آگ اسے جلا رہی تھی۔ اور وہ کون تھا جو اسے دھکے دیتا ہے۔۔۔ وہ بستر سے نیچے اترنے کے بعد دروازے کی طرف بڑھی۔

"ہانی۔۔۔" دروازے کھلنے کی آواز سے اماں کی آنکھ کھل گئی تھی۔

"جی امی۔۔۔" وہ خود پر تابوپاتے ہوئے بولی تھی۔

"سوئی نہیں تم ابھی تک؟؟"

"سو گئی تھی اماں بس ابھی اٹھی ہوں پانی پینے کیلئے۔۔۔ گلہ خشک ہو رہا تھا۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔" وہ پھر سے کروٹ بدال کر لیٹ گئی تھیں جبکہ حanim باہر نکل آئی تھی۔ ساتھ والے کمرے میں ماہم اور جواد سوئے ہوئے تھے۔ آدمی رات تک ٹی وی دیکھنے کے بعد وہ اپنی مرضی سے سوتے تھے۔ صحن میں بلا کی دھنڈ اور ٹھنڈ میں بھی اسے اپنا جسم سلگتا محسوس ہو رہا تھا۔ کتنی مشکل سے اس نے پہلا خواب ذہن سے نکالا تھا اور آج پھر وہی۔۔۔ وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"اللہ پاک خیر کریں۔" وہ دعا مانگنے کے بعد برآمدے ماحقہ کچن میں چلی گئی تھی پیاس کی وجہ سے اسکا گلہ خشک ہوا پڑا تھا۔ دعا مانگنے کا حق ہر انسان کے پاس ہے لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے"

کہ وہ اڑکا کام کرے گا۔۔۔؟؟" کمرے میں اندھیرہ پھیلا تھا۔ دیوار پر سیاہ رنگ کے پینٹ نے کمرے کو ایک پر اسرار ماحول کا حصہ بنادیا تھا۔ کمرے کے چاروں کونوں میں عجیب طرز کے کمپیوٹر سسٹم رکھے نظر آرہے تھے۔

تمکو نی میز کے گرد رکھی تین کر سیوں پر تین لوگ بیٹھے تھے۔

"سو فیصد کام کرے گا بس۔۔" ایک نسوانی آواز ابھری۔ اسکے چہرے پر بھی ما سک تھا۔ اور سیاہ رنگ کے یونیفارم میں اسکا سارا جسم چھپا ہوا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ لوگ ایک دوسرے سے ہی اپنا چہرہ چھپا رہے ہوں۔

"مجھے نہیں لگتا بس کہ وہ لڑکا ہمارے لیے بہتر ثابت ہو گا۔ کیونکہ کسی بھی مسلمان پر بھروسہ کرنا ہمارے لیے ہی مشکل کا باعث ہو گا۔۔" دوسرے لڑکے نے اپنا نکتہ نظر بیان کیا۔

"میں نے اسکے متعلق ساری معلومات حاصل کر لی ہے بس۔۔ ہم اسے ایک اچھے ہتھیار کے طور پر بہتر طریقے سے استعمال کر سکتے ہیں۔۔" لڑکی اپنی بات پر قائم تھی۔

"کچھ دن اور مشاہدہ کرو۔۔ جیسے ہی یقین ہو کہ وہ ایک اچھا ہتھیار بن سکتا ہے پھر بتانا۔۔" وہ آدمی شاید انکا بس تھا۔ جو اپنی بات مکمل ہونے کے بعد اٹھا اور ایک دیوار کی طرف بڑھ گیا۔

دیوار کے سامنے پہنچنے پر ایک دروازہ کھلا اور وہ کہیں اندر غائب ہو گیا تھا۔

آج وہ پکارا دہ کر کے آئی تھی کہ کچھ بھی ہو اس نے روحان جیبل کو مکمل نظر انداز کرنا ہے اور جتنا ہو سکے اس سے احتیاط کرنی ہے۔ نوبجے وہ کالج پہنچ جاتی تھی۔ اسے صرف دیکھ لینے ہوتے تھے دونوں ایک ہی کلاس کے ایک کمیسٹری تھیوری کا اور ایک پریکٹکل کا باقی وقت اسے بیٹھ بیٹھ کر گزارنا پڑتا تھا۔ وہ دیر سے آسکتی تھی اور نہ پہلے جاسکتی تھی۔ یہ کالج کے قوانین کے خلاف تھا۔

پہلا لیکچر دس بجے شروع ہوتا تھا اور دوسرا ساڑھے بارہ بجے۔ لیکچر اچھی طرح تیار کرنے پر وہ کلاس میں داخل ہوئی تھی۔ رشنا، پرنسپل کی بیٹی اور آر جے کی فرینڈ، ایک دن آنے کے بعد دوبارہ نظر نہیں آئی تھی البتہ روحان جیبل و قاتا فوتا اپنی شکل دکھاتا رہتا تھا۔ وہ کلاس میں نہیں تھا۔ حامن نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ اس نے پر اعتماد طریقے سے لیکچر دیا تھا اور سٹوڈنٹس کے سوالات کے جواب بھی دے چکی تھی۔

"میم کیا ہم دوسرے لیکچر میں پڑھائی کے علاوہ کسی موضوع پر بات کر سکتے ہیں؟؟" یہ حصہ تھی جو بہت ہی اچھی اور با ادب بچی تھی۔

"جی کیوں نہیں۔۔ مجھے اچھا لگتا ہے ہر طرح کے موضوع پر بات کرنا۔۔" حامن خوش دلی سے مسکرائی تھی۔ لیکن اسے یہ نہیں پتا تھا کہ وہ طوفان دوسرے لیکچر میں موجود ہو گا۔

"کیسے ہو حشام بیٹا خیریت سے پہنچ گئے تھے نا تم؟؟" بی جان نے اسے فون کیا تھا۔

"جی بی جان۔۔ اللہ کا شکر خیریت سے پہنچ گیا تھا۔ آپ سنائیں کیسی ہیں اور ہو یلی میں سب خیریت ہے نا؟؟"

"سب خیریت سے ہے۔۔ روحان کیسا تھا؟؟" بی جان کو اسکی فکر زیادہ تھی۔ وہ پیرس فون کر کے حشام یہ پوچھ رہیں تھیں وہ کیسا ہے؟ کیونکہ اسکا زیادہ علم حشام کو ہوتا تھا۔

"جی بی جان وہ ٹھیک ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا ہونا چاہیے۔۔!!" حشام نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

”کیا کر رہے ہو تم؟ کھانا کھا لیا تم نے؟؟؟“

”جی بی جان کچھ دیر پہلے یونیورسٹی سے آیا تھا پھر کھانا کھایا گھر میں ہی عصر کی نماز پڑھی ہے ابھی۔ آپ کو فون کرنے والا تھا لیکن پہلے آپ کا آگئیا۔“

”ماشاء اللہ میر ابچہ اللہ تمہیں سلامت رکھے اور سیدوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین۔“ بی جان نے بیٹھے بیٹھے اسے ڈھیروں دعائیں دے ڈالی تھیں۔ کچھ دیر مزید بات کرنے کے بعد بی جان نے فون بند کیا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا بستر پر لیٹا تھا۔ باہر طرف باری نے پورے پیرس کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کی تھیں جب اسکے کانوں سے آواز ٹکرائی۔

”وہ لیکھر پر بالکل نہیں دھیان دیتا۔“

ایک تیز روشنی کی چمک اسکی ٹھوڑی سے ابھری اور پل میں مدھم ہو گئی تھی۔ حشام نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ ام حنم کا چہرہ اسکی نگاہوں میں گھوم گیا تھا۔ وہ الجھا ہوا تھا۔ شاید اسے پوچھنا چاہیے تھا کہ اسکی چین پر وہ موتو جیسا کیا ہے جو ایک چمکتا ہے اور پھر مدھم ہو جاتا ہے۔

”اف حشام بن جبیل کس بات کو لے کر سوچ میں پڑ گئے ہو تم۔ سو جاؤ سکون سے۔“ اس نے خود کو ڈپٹا تھا اور پھر آنکھیں موند لی تھیں۔

لیکھر لینے کے بعد وہ کمپیوٹر لیب میں آگئی تھی۔ اسے کچھ سوال پر بیان کر رہے تھے۔ خاص طور پر اپنے خواب۔ وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتی تھی کہ اسے خواب میں آگ جلا دیتی تھی، کوئی اسے آگ میں پھینک دیتا تھا، لیکن وہ یہ جانتا چاہتی تھی کہ خواب کیوں آتے ہیں۔؟؟ اسکے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہیں تھی۔ لحاظہ کا لمحہ کی یہ لیب اسکے لیے فائدہ مند ثابت ہو رہی تھی۔ کمپیوٹر لیب میں کلاس ہو رہی تھی۔

”گلڈمارنگ میم“ ایک سٹوڈنٹ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اتنے دنوں میں کافی سٹوڈنٹس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ وہاں لیکھر ہے لحاظہ اب وہ اسے سلام کر دیتے تھے۔ ”سر آپ کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گا اگر میں کمپیوٹر استعمال کر لوں۔؟؟“ حنم نے کلاس لیتے سر سے پوچھا تھا۔

”نہیں کوئی مسئلہ نہیں آپ کام کر سکتی ہیں۔“

”شکریہ۔“ وہ مسکرا کر کہتے ہوئے ایک کونے میں بیٹھ گئی تھی۔

”اہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟؟“ کمپیوٹر آن کرنے کے بعد اس نے گوگل پر سرچ کیا تھا۔ نیچے بہت سے آرٹیکل تحریریں اور کوٹیشنز نکل آئی تھیں۔

وہ اپنی متعلقہ تحریر ڈھونڈ رہی تھی۔ اور پھر اسکی نظر ایک آرٹیکل پر پڑی تھی اور پھر اس پر کلک کرنے کے بعد اس نے پڑھنا شروع کیا تھا۔

”روز کا پاگل پن۔“

کل میں جس کیفیت کا شکار ہو گیا تھا اس کو صریح پاگل پن ہی کہا جا سکتا ہے۔ اگر آپ اس پر شک کا اظہار کریں تو میں اس کی پانچ وجہات پیش کروں گا۔ مجھے وہ چیزیں نظر آ رہی تھیں جو موجود ہی نہیں تھیں، وہ سنائی دے رہا تھا، جو کوئی کہہ ہی نہیں رہا تھا۔ میں ان چیزوں کو سچ سمجھ رہا تھا جن کا ہونا ممکن ہی نہیں۔ مجھے وقت، جگہ اور اشخاص کے بارے میں کنفیوژن تھی۔

میری جذباتی کیفیت میں تیزی سے تبدیلیاں آ رہی تھیں۔ مجھے پربیتے تجربات میری یادداشت سے محو ہو گئے ہیں۔ (اور شکر ہے کہ ایسا ہوا)۔

Hallucination, Delusion, Disorientation, Affectively Labile, Amnesia

یہ پانچوں کیفیات مجھ پر طاری تھیں۔ اور آج یہ پھر میرے ساتھ ہو گا اور آپکے ساتھ بھی۔ میں خواب دیکھ رہا تھا۔

اس بارے میں ہمیں اب ہی کچھ معلوم ہونا شروع ہوا ہے لیکن دماغ کی یہ حالت جو ریم نیند کھلاتی ہے اور اس کے ساتھ ہونے والے یہ ذہنی تجربات جس کو خواب کہا جاتا ہے، نہ صرف نارمل بائیولو جیکل اور نفسیاتی حالتیں ہیں بلکہ انتہائی ضروری بھی۔

پچاس اور ساٹھ کی دہائی میں کھوپڑی پر الیکٹر ڈر کھ کر کی جانے والی ریکارڈنگ سے سائند انوں کو پہلی بار دماغ میں حالتِ خواب جاری ایکٹیوئی کا اندازہ ہونا شروع ہوا۔ لیکن اس دورانِ دماغ کی تحری کی ڈائمنشنسل تصویر بنانے کیلئے ہمیں اکیسویں صدی میں دماغ کے امتحانی مشینوں کا انتظار کرن پڑا۔ اور یہ شاندار مناظر اس قابل تھے کہ ان کے لئے اتنا طویل انتظار کیا جائے۔

اس سے ہونے والے بریک تھروز سے سگمنڈ فرائیڈ کے خیالات غلط ثابت ہو گئے جن کا تعلق نامکمل خواہشات سے تھا۔ ایک صدی تک یہ سائکلوجی اور سائیکلٹری پر چھائے رہے تھے۔ فرائیڈ کی تھیوری میں کچھ اچھی باتیں تھیں، لیکن ان میں گہری کمزوریاں تھیں۔ ریم نیند کی نیورو سائنسی نگاہ سے ہم سائنسی لحاظ سے ٹیکٹ اپل تھیوریز دینے کے قابل ہو گئے ہیں کہ ہم خواب کیسے دیکھتے ہیں۔ کس چیز کے بارے میں دیکھتے ہیں اور سب سے اہم یہ کہ کیوں دیکھتے ہیں۔

جب ہم الیکٹر ڈر کے ذریعے دماغ کی ایکٹیوئی کو دیکھتے ہیں تو یہ ایک شور سنائی دیتا ہے، جیسا کہ کسی سٹیڈیم میں تماشاٹی اپنی بولیاں بول رہے ہوں اور یہ نہیں پتا لگتا کہ کوئی آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ کوئی احساسِ خاموش ہے اور کس سٹینڈ سے اونچے نعرے لگ رہے ہیں۔ لیکن ایم آر آئی سکینز اس سٹیڈیم کو ہزاروں حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے جن میں ایکٹیوئی کی پیمائش الگ الگ کی جاسکتی ہے اور اس سب ایکٹیوئی کی تحری کی تصویر بن سکتی ہے یعنی دماغ کے درمیان میں کیا ہو رہا ہے۔ اوپر، نیچے کیا چلا رہا ہے۔ پہلی بار ان گہرے سڑک پھر ز تک پہنچنا ممکن ہوا جو پہلے چھپے ہوئے تھے۔

جب خواب شروع ہوتا ہے تو ایم آر آئی سکین دکھاتا ہے کہ کئی جگہ روشنیاں جل اٹھیں۔ چار ایسے حصے ہیں جہاں پر زیادہ ایکٹیوئی ہے۔ دماغ کے پیچھے بصری حصوں میں، جن سے ہم دیکھ سکتے ہیں۔ موڑ کو ریکس میں، جو حرکات کرنے والا حصہ ہے۔ پوکیپس اور آس پاس کے علاقے میں جو شخصی یادداشت سے متعلق ہے۔ اور دماغ کے گہرے جذباتی مرکز اگلہ الا اور سنگولیٹ کو ریکس، جو جذبات کو پیدا اور پراسس کرتے ہیں۔ خواب کی حالت میں جذباتی حصوں میں ہونے والی ایکٹیوئی جاگنے والی حالت کے مقابلے میں تمیں فیصلہ زیادہ ہوتی ہے!

ایک اور جی ان کن چیز یہ تھی کہ دماغ کے کچھ حصے تو جیسے بند پڑے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر دائیں اور بائیں اطراف کے پری فر نٹنل کار ریکس۔ یہ وہ حصہ ہے جو دماغ کے چیف ایگزیکٹو کا کام کرتا ہے۔ سوچ کو ترتیب دیتا ہے اور منطقی رکھتا ہے۔

خواب کو ہم ایسی حالت کہہ سکتے ہیں جہاں حرکت، جذبات، بصارت اور یادداشت تو پکش میں ہیں لیکن منطق کا خاص دخل نہیں۔ اب ہم خواب کی دنیا کو قریب سے جانچنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ ہم یہ بتاسکتے ہیں کہ خواب میں جذبات کی شدت ہے یا دوڑ بھاگ زیادہ ہے۔ لیکن کیا ہم خواب کی نیچر سے بڑھ کر یہ بتاسکتے ہیں کہ خواب کس بارے میں ہے؟ (کوئی خاتون ہیں یا گاڑی ہے یا پھر کھانے کی چیزیں نظر آ رہی ہیں)۔

(جوں جوں وہ تحریر پڑھ رہی تھی اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اسکے ارد گرد کیا ہو رہا تھا وہ سب بھول گئی تھی۔)

جاپان میں 2013 میں ڈاکٹر یوکی یاسوکامی ٹانی کی تحقیقاتی ٹیم نے اس کوڈ کو پہلی بار کھولا اور ہمیں ایک مشکل ایتھیکل مقام پر لے گئے ہیں۔ یہ صرف تین افراد پر کیا گیا اور نتائج ابتدائی شکل میں ہیں۔ اس میں ان افراد کے کئی روز تک ایم آر آئی سکین کئے گئے۔ جب یہ سو جاتے تھے تو خواب کے بعد ان کو جگا کر پوچھا جاتا تھا کہ انہوں نے کیا دیکھا۔ خواب کی یہ رپورٹ لی جاتی تھی۔ ”میں نے ایک بڑا کانسی کا مجسمہ دیکھا، میں ایک چھوٹی پہاڑی پر تھا اور نیچے گھر، سڑکیں اور درخت تھے۔

اس طرح کی روپرٹس اکٹھی کر کے اس کی بیس کیٹا گریاں بنائی گئیں جس کے خواب عام طور پر آتے تھے۔ گاڑیاں، کتابیں، فرنچیز، کمپیوٹر، مرد، خواتین، کھانا۔ ان روپرٹس سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ ایک شخص کی ان موضوعات پر برین ایکٹیویٹی کیسی رہتی ہے۔ اس کو ٹیکسٹ کرنے کیلئے جاگتی حالت میں ایسی تصاویر دکھائی گئیں اور پھر یہ ایکٹیویٹی دیکھی گئی کہ کیا یہ ویسے ہی ہے۔ یہ کام کسی جرم والے منظر میں ڈی این اے کی ٹیسٹنگ جیسا تھا۔

اس سب کو دیکھ کر سائنسدان اس قابل ہو گئے کہ ایم آر آئی کی تصویر دیکھ کر یہ بتادیتے تھے کہ سونے والا خواب میں کسی مرد، کسی خاتون، کتے، بستر، پھول یا چاقو کے بارے میں دیکھ رہا ہے۔ وہ اس شخص کا ذہن پڑھ رہے تھے۔

یہ پرفیکٹ تو نہیں لیکن کامیابی کا تناسب اچھا رہا۔ اور اس سے یہ نہیں پتا لگ سکتا تھا کہ کوئی والی خاتون خواب میں ہیں۔ لیکن یہ پتا لگ سکتا تھا کہ خواب میں کمپیوٹر گیم نہیں کھیل جا رہی۔ اسے خواب ڈی کوڈ کرنے کا پہلا قدم کہا جا سکتا ہے۔ اس نالج سے کئی دماغی امراض میں مدد مل سکتی ہے۔ خاص طور پر ٹرامکی صورت میں آنے والے ڈراؤنے خوابوں میں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک ننگ کرنے والا علاقہ ہے۔ اپنے خواب ایک بڑی ہی پرائیویٹ چیز رہی ہے۔ ہمارا اپنا انتخاب رہا ہے کہ ہم کس خواب کو شنیر کریں اور کس کو نہیں۔ اس تجربے میں لوگوں نے اپنی رضامندی دی تھی۔ لیکن کیا یہ کبھی سائنس سے بڑھ کر فاسنے اور اس تھکس کے علاقے میں پہنچ جائے گا؟ کیا ہم مستقبل قریب میں خواب کو اچھی طرح ڈی کوڈ کر سکیں گے؟ ایسے عمل کو جس پر، مساواۓ ایک بہت چھوٹی اقلیت کے، ہمیں خود کوئی اختیار نہیں؟ اور جب یہ ہو جائے گا تو کیا خواب دیکھنے والے کو اس کے خواب کا ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ کیا اس طریقے سے اس کی شخصیت کے بارے میں قیاس آرائی کرنا لگاٹھیک ہو گا؟ کیونکہ یہ تو ایک ایسا عمل ہے جس کا شعوری طور پر آرکیٹ وہ خود نہیں؟ اور اگر وہ نہیں، تو پھر کون؟ یہ کچھ مشکل سوالات ہیں جن کا سامنا ہمیں کرنا پڑے سکتا ہے۔

پندرہ منٹ بعد وہارا امباکر کے آرٹیکل کا ہر لفظ سمجھ کر پڑھنے پر اسے کچھ کلئی رہا تھا لیکن بہت سے سوالات ابھی بھی ذہن میں گردش کر رہے تھے۔

آج وہ کلاس میں موجود تھا۔ حanim اسے دیکھ کر ایک پل کیلئے ڈرگئی تھی۔ وہ سیاہ رنگ کی ہڈی پہنے ہوا تھا جو اسکے آدھے چہرے کو چھپا کر رکھتی تھی۔ جس شخص نے خواب میں اسے دھکا دیا تھا وہ بھی ایسے ہی ڈریس میں ملبوس تھا۔

حanim نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے خود کو نارمل کیا۔ اور اسے حیرت ہو رہی تھی کہ مقررہ وقت پر وہ کیسے آگیا؟ لیکن اسکی نظریں ابھی بھی کھڑکی سے باہر تھیں۔ حanim نے شکر ادا کیا تھا۔ وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رہی تھی۔

"میم کیا میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟؟" ایک سٹوڈنٹ نے سوال کیا تھا۔

"جبی بالکل۔" وہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی کچھ دلچسپ موضوعات پر ان سے بات کر لیتی تھی۔

"میم مجھے خواب کیوں آتے ہیں؟؟" اسکے سوال پر حanim چوکی تھی۔ وہ خود بھی اسی سوال کا جواب ڈھونڈ رہی تھی۔

"کیونکہ ہم سوتے ہیں بدھو۔" کسی نے اسکا مذاق اڑایا تھا اور پوری کلاس میں دبی دبی سی ہنسی گونج گئی تھی۔

"بہت اچھا سوال ہے آپکا۔ خوابوں کا ذکر اسلام میں بھی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ،

"ہمیں اپنے خوابوں پر دھیان دینا چاہیے وہ اللہ کی طرف سے ہمارے لئے پیغام ہوتے ہیں" لیکن کبھی کبھی شیطان ہمیں بہکادیتا ہے۔ ہر خواب اللہ کی طرف نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ ایسے خواب جن کا ہماری زندگی سے گہرا تعلق ہوتا ہے وہی سچ ہوتے ہیں۔

بعض اوقات ہمیں خبر دار کر دیا جاتا ہے آنے والے خطرات سے، بعض اوقات ہم سارا دن جو سوچتے ہیں جو چیز ہمیں پریشان کرتی وہ اکثر خواب کا روپ دھار لیتی ہے۔"

"میم کیا ہر انسان کا خواب سچا ہوتا ہے؟؟" ایک اور سوال آیا تھا۔

"نہیں، ضروری نہیں، اصحاب کشف لوگ نیک ہوتے ہیں۔۔ اور۔۔"

"میرے بارے میں کیا خیال ہے مس۔۔؟ میں اپنے خوابوں کو کنٹرول کر سکتا ہوں، میں ایک

Lucid dreamer

ہوں، اور میرا ہر خواب سچا ہوتا ہے جبکہ میں کسی بنانے والے کو نہیں مانتا۔۔؟؟"

سب سے پچھے بیٹھے آر جے کی آواز کلاس روم میں گونجی تھی۔ حامم تو اسکی بات سن کر دنگ رہ گئی تھی۔

اسکی آنکھیں ہڈی میں چھپی ہوئی تھیں جبکہ صرف ہونٹ نظر آرہے تھے۔ البتہ اسکا چہرہ حامم کی طرف تھا۔ اس وقت حامم کو اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔ عجیب مخلوق تھا وہ۔۔ پر اسرار۔۔ خطرناک اور پتا نہیں کیا کیا۔۔ آج اسے دیکھ کر بار بار حامم کو اپنا خواب یاد آ رہا تھا۔

"کیا وہ روحان جسیل ہی تھا جس نے مجھے دھکا دیا تھا؟؟" حامم نے ایک بار سوچا اور پھر جھر جھری لے کر رہ گئی تھی۔

"بولیے ناٹھیر جی، کیا خیال ہے آپکا میرے بارے میں۔۔!!" وہ طنز کر رہا تھا۔

"آپکے ماننے یا ناماننے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی مسٹر روحان جسیل۔۔ اگر آپ کسی بنانے یا پیدا کرنے والے کو نہیں مانتے تو اسکی بنائی کوئی چیز بدل کر دکھا دیں، کیا آپ کر سکیں گے؟؟" حامم کا لہجہ بھی تلخی لیے ہوا تھا۔ اسکی بات سن کر وہ ہنسا تھا اور پھر ہنسنا شروع چلا گیا۔

حامم کو اس پر کسی پاگل کا گمان ہوا تھا۔

اس سے پہلے کوئی کچھ کہتا وہ اٹھا اور کلاس سے باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ حامم ایک گہرہ سانس لے کر رہ گئی تھی۔

"میم کیا جانور بھی خواب دیکھتے ہیں۔۔؟؟" کلاس کے ماحول کو بہتر بنانے کیلئے ایک سٹوڈنٹ نے سوال کیا تھا۔

"جی میں زیارہ نہیں جانتی لیکن سامنے کچھ کہتی ہے اسکے متعلق۔۔ وہ میں آپ لوگوں کو بتا دیتی ہوں۔۔" کچھ پلٹھرنے کے بعد وہ بولنا شروع ہوئی تھی۔

"خواب۔۔ جانوروں کے، انسانوں کے"

ایک روز میں ہمارا دماغ تین بہت مختلف شعوری حالتوں میں سے گزرتا ہے۔ ایک وہ والی جس میں آپ اس وقت ہیں۔۔ اگر آپ کے سر پر الیکٹرود ڈگ کر برین ویوڈ یکھی جائیں تو ہر سینٹ میں تیس سے چالیس بار اوپر اور نیچے ہو رہی ہوں گی جیسے تیز ڈھول نج رہا ہو۔ اس کو فاست فریکو نسی برین ایکٹیوٹی کہا جاتا ہے۔۔ یہ پیٹرین بے ہنگم ہو گا۔ یعنی اگر اس کو آواز میں تبدیل کیا جائے (جو کیا جا سکتا ہے) تو اس پر رقص نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی رد ہم نہیں ہے۔ جب بسٹر پر کروٹیں بدلتے آپ نیند میں چلے گئے تو یہ شعوری حالت میں ہونے والی ایک تبدیلی ہے، اس وقت برین ویوڈ ایک بڑے ترتیب والے لیکن سست پیٹرین میں چلی جائیں گی۔۔ یہ نان ریم (NREM)

نیند ہے۔ اس میں آپ کا شعور آف ہو گیا۔ تیسری حالت وہ ہے جب آپ خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت آنکھ تیزی سے بلتی رہتی ہے۔ اس کو بیپڈ آئی مود منٹ یاریم

(REM)

جاتا ہے۔ اس میں دماغ کی ایکٹیویٹی جا گئے والی حالت کے قریب قریب ہوتی ہے۔ نیند پر ریسرچ کرنے والے بہت ہی آسانی سے بتاسکتے ہیں کہ کب خواب نیند کہا شروع ہوا اور کب ختم۔ ایک رات میں سوتے وقت نوے منٹ کے سائیکل میں ریم اور نان ریم سلیپ کا سائیکل چلتا ہے۔

دوسرے جانداروں میں بھی ایسا ہی ہے؟ جتنے بھی جانداروں میں ہم پیاکش کر سکتے ہیں، ان میں سے تمام نان ریم کی نیند کی حالت کا تجربہ کرتے ہیں۔ البتہ کیڑے، جل تھلیے، مچھلیاں اور اکثر رینکنے والے جانور ریم کی واضح حالت میں داخل نہیں ہوتے۔ پرندے اور ممالیہ مکمل طور پر ریم کی حالت میں داخل ہوتے ہیں۔ یعنی یہ خواب دیکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ارتقائی تاریخ میں خواب کی انٹری کچھ دیر سے ہوئی۔

”میم جو جانور سمندر میں رہتے ہیں اور تیرتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں؟ کیا وہ مکمل نیند میں داخل ہوتے ہیں؟“

”نہیں۔“ حامن نے پھر سے بولنا شروع کیا۔

اس میں استثنائی جانوروں ہیل اور ڈولفن ہیں۔ اس کی ایک اچھی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ ریم نیند کے دوران ہمارا جسم مکمل طور پر مفلونج ہو جاتا ہے۔ ایسا ہونا اس لئے ضروری ہے تاکہ ہم خواب میں مناظر پر ایکشن اپنے بازو اور ٹانگوں سے نہ لیں۔ پانی کے جانوروں کے لئے تیرنا ضروری ہے۔ انہیں سطح پر آکر سانس بھی لینا پڑتا ہے۔ اگر یہ مکمل طور پر مفلونج ہو جائیں تو ڈوب جائیں گے۔

جب ہم ایک اور طرح کا گروپ دیکھتے ہیں جن میں فریل جیسے ممالیہ جانور ہیں جو کچھ وقت سمندر میں ہوتے ہیں اور کچھ وقت پانی میں۔ جب یہ زمین پر ہوتے ہیں تو ان کی نیند میں ریم اور نان ریم دونوں ہوتے ہیں، جب یہ سمندر میں سوتے ہیں تو نان ریم یا بالکل ختم ہو جاتی ہے یا پہلے سے دسویں حصے سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ جب خشکی پر آتے ہیں تو پھر ریم نیند شروع۔ ایک وقت میں خیال تھا کہ انٹے دینے والے ممالیہ جیسا کہ پلاٹیس ریم نیند نہیں رکھتے۔ لیکن پھر پتہ لگا کہ یہ بھی رکھتے ہیں، البتہ اس کا ایک مختلف ورثن ہے۔ ان کا کورٹیکس (دماغ کا یہ دونی سطح والا حصہ) اس نیند کی لہریں نہیں رکھتا لیکن جب اس کو گہرا کر کے دیکھا گیا تو دماغ کی بیس پر خواب چھپکی میں نظر والی اس نیند کی خوبصورت بر قی ایکٹیویٹی نظر آئی اور یہ کسی بھی دوسرے ممالیہ سے زیادہ تھی۔ خواب والی نیند کی یہ ایک شکل حال میں ایک آسٹر میلن آئی ہے۔

”نان ریم نیند کی ارتقائی تاریخ زیادہ پرانی ہے لیکن کیا یہ والی نیند خواب والی نیند سے زیادہ اہم ہے؟“ ایک اور سوال ابھر اتھا۔

”نہیں۔“ اس کا جواب نفی میں ہے۔ ہم تیزی سے دریافت کر رہے ہیں کہ اس کی اہمیت گرم خون والے جانوروں کے جسم کے بہت سے فناشنز میں ہے۔ جذبات کی ریگولیشن، یادداشت کی ایسوسی ایشن، تخلیقی صلاحیت، جسم کے درجہ حرارت کی ریگولیشن اور دل کی صحت کا اس پر اثر ہوتا ہے۔ نیند ایک ایسی چیز ہے جس میں انسان تمام اپس سے بہت مختلف ہے۔ نیورولڈ اور اولڈورلڈ منکی میں تمام کی نیند دس سے پندرہ گھنٹے کے درمیان ہے اور تمام پر انھیں میں خواب والی نیند کا دورانیہ نو فیصد ہے۔ انسان کی نیند آٹھ گھنٹے ہے اور خواب والی نیند کا دورانیہ بیس سے پچھیں فیصد ہے۔ تقریباً تمام پر انھیں درختوں کی شاخوں پر یا گھو نسلابنا کر سوتے ہیں۔ گریٹ ایپ اپنا گھو نسلابنا ہر روز بناتے ہیں۔ جبکہ انسان زمین پر سوتے ہیں (یا اس سے تھوڑا سا اوپر بستر پر)۔

زمیں پر سونے کا مطلب یہ تھا کہ خطرہ زیادہ ہونے کی وجہ سے نیند کا دورانیہ کم ہو گیا۔ فطرت کا خوبصورت حل نیند کا زیادہ گہر اہونا تھا۔ اس کیلئے خواب والا حصہ بڑھ سکتا تھا۔ گرنے کا خطرہ نہ ہونے کی وجہ سے خواب والے حصے کی نیند کا دورانیہ زیادہ ہو سکتا تھا۔ خواب والا حصہ بڑھنے کا ثابت تعلق تخلیقی صلاحیت اور جذبات سے ہے۔ انسان کی ایک بڑی خاصیت اس کا سو شل ہونا ہے۔ خواب والی نیند جذبات اور چہروں کو پہچان کے لئے ضروری ہے۔ یہ اس خواب والے حصے کی نیند کی وجہ سے ممکن ہوا۔ کم مگر گہری نیند سے ضرورت پوری کرنے کا مطلب یہ رہا کہ جانے کے دورانے میں اضافے سے جانے والی شعوری حالت کے لئے اضافی وقت مل گیا۔ تخلیقی صلاحیت میں بہتری، بہتر معاشرتی تعلقات اور دستیاب ہونے والا اضافی وقت۔۔۔۔۔

خواب تو بہت سے جانور دیکھتے ہیں لیکن انسان جیسے نہیں۔ تو اگر چمپیزنسی یا گریٹ ایپ یا کوئی بھی دوسری نوع چاند پر نہیں پہنچ سکی، کمپیوٹر نہیں بناسکی، ویکسین ایجاد نہیں کر سکی تو اس میں ایک وجہ ہمارے خواب ہیں۔ اور یہ محاورے والے نہیں، سوتے میں دیکھے جانے والے خواب ہیں۔ اسے وہارا امباکر کے آرٹیکلز بہت پسند تھے جو اسکی الجھنوں کو سمجھانے میں مدد کرتے تھے۔

حالم خاموش ہوئی تو پوری کلاس میں گہری خاموش چھائی تھی اور پھر کلاس تالیوں سے گونج اٹھی تھی۔

"میم آپکو یہ سب کیسے پتا ہے؟؟" حفصہ نے سوال کیا تھا۔

"آپ جس چیز میں دلچسپی لیں گے اسی کے متعلق جانیں گے۔ اور میر انہیاں ہے کہ آپکی پسند کی چیزیں جنہیں جاننے کا تجسس آپکے اندر ہو، وہ خود بخود آپ تک پہنچا دی جاتی ہیں۔۔۔!!" کلاس کو اسکی بات سمجھ آئی تھی یا نہیں لیکن وہ اندر وہی طور پر سکون تھی۔

سفید روئی کے گالوں جیسی بrstی برف میں وہ ایفل ٹاور کے پاس بیٹھی تھی۔ سر سے پاؤں تک اوپنی کوٹ میں چپھی ہوئی تھی۔ سفید برف جو مسلسل اس پر پڑ رہی تھی اس میں چپھی وہ برف کی شہزادی لگ رہی تھی۔ نظریں بار بار چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ شاید آج پھر اسے کسی کا انتظار تھا۔ اس نے سر اٹھا کر شان و شوکت سے کھڑے ٹاور کو دیکھا جس کا آخری سراتیز پڑتی برف میں چھپ سا گیا تھا۔ لوگ اس موسم کا بھر پور فائدہ اٹھا رہے تھے۔ کیمرے کی آنکھوں میں وقت کو قید کیا جا رہا تھا۔ جبکہ وہ انتظار کی سولی پر لٹک رہی تھی۔

"تمہیں پورا یقین ہے کہ وہ آئے گا ہی؟؟" ایلانے اسکے قریب آتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ خود بھی اوپنی کوٹ میں چپھی ایک بھالو لگ رہی تھی۔

"میر ادل کہہ رہا ہے وہ ضرور آئے گا ایلا۔۔۔!!" ماہی نے نیلے پڑتے ہونٹوں سے مسکرا کر کہا تھا۔ انتظار میں بھی ایک عجیب سالطف تھا۔

"ٹھیک ہے ہم کچھ دیر اور انتظار کر لیتے ہیں۔۔۔"

ایلانہ کہہ پائی تھی۔

دیدار یا رہنمی ہوتا تو یہ لب بھی نہیں مسکراتے"

"آبھی جاو کہ مسکراہٹ تیرے انتظار میں ہے

جب سے وہ پیرس آیا تھا اسکے ساتھ عجیب سامعاملہ ہو رہا تھا۔ جہاں بھی اسے روشنی نظر آتی ناجانے کہاں سے ام حنم کا چہرہ اسے یاد آ جاتا تھا۔ اس نے گاڑی اپنی مطلوبہ جگہ پر روکی تھی۔ اور پھر گلے میں پڑے مفلر کو ٹھیک کرتے وہ گاڑی سے باہر نکل آیا تھا۔ تیز برف باری نے ٹرینک کو مشکل بنادیا تھا۔ جانے وہ کتنی مشکل سے یہاں پہنچا تھا۔

پارکنگ ایریا سے ٹاور تک پہنچنے میں برف کے گالوں نے اسکے بھورے بالوں کو سفید کر دیا تھا۔

گھنٹوں تک آتا کوٹ پہنچنے والی میں موجود حشام سے بالکل مختلف لگ رہا تھا۔ ٹاور کے پاس پہنچ کر وہ رک گیا تھا۔

"میں اب تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں حشام بیٹا۔!!" بی جان کے الفاظ اسکے کانوں سے ٹکرائے تھے۔

"بھائی کیلئے کوئی بہت پروقار لڑکی ہونی چاہیے جو انکی مضبوط شخصیت کا مقابلہ کر سکے۔" دور کہیں مدیحہ کے لفظوں نے اپنا آپ منوایا تھا۔

"بتائیں نا بھائی آپکو کیسی لڑکی چاہیے۔؟؟"

"بی جان مجھے ابھی شادی نہیں کرنی، ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔" اسکے کیلئے بہت مشکل تھا ان دونوں خواتین کو سمجھانا۔

"مگنی تو کی جاسکتی ہے نا۔" "مدیحہ بند تھی۔

"بتادیں بھائی آپکو کیسی لڑکی پسند ہے؟ کوئی پسند کی ہوئی ہے تو وہ بھی بتادیں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے مدیحہ۔" "وہ اکتا گیا تھا با تین سن سن کر۔

"پھر بھی، کوئی تو خاص بات بتائیں تاکہ لڑکی ڈھونڈنے میں ہمیں آسانی ہو۔؟؟" مدیحہ امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بی جان جیسی شخصیت ہوا سکی، بار عرب، باو قار، جو اس عالیشان حوالی میں آئے تو اس حوالی کا وقار کہیں دبتابھوس ہو۔" وہ اپنی پسند بتا چکا تھا۔

"اس کا مطلب آپ ساری عمر کنوارے رہنا چاہتے ہیں۔؟؟" مدیحہ نے اسکی پسند کا سن کر بر اسامنہ بنایا تھا۔

"میں اس حوالی کیلئے ایسی ہی دلہن لاوں گی۔"

بی جان مسکرا دیں تھیں۔

"کوئی پسند ہے تو بتا دو۔" اسکے جانے کے بعد بی جان نے پوچھا تھا۔

"بی جان ایسا کچھ نہیں ہے، میں بتا چکا ہوں مجھے ابھی شادی نہیں کرنی اور جہاں آپکی مرضی ہو گی میں وہیں کرلوں گا لیکن کروں گا اپنے وقت پر، آپ بیٹک لڑکی ڈھونڈ لیں مگر جب تک میں ناکہوں شادی نہیں ہو گی۔!!" وہ اپنا حتمی فیصلہ سنا چکا تھا۔

اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تھی۔ سارا آسمان جیسے سفید ہو گیا تھا۔ اچانک اسکے تصور پر سفید ڈوپٹہ اوڑھے روشنی میں بیٹی ام حنم کا چہرہ ابھر اتھا۔ وہ ایک دم چونکا تھا۔

اپنے جیون ساتھی کے بارے میں اسکی بڑی بڑی ڈیمانڈ نہیں تھیں۔ اسے باو قار لڑکیاں اچھی لگتی تھیں۔ وہ بی جان کو کہہ آیا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے ڈھونڈ لیں، لیکن ناجانے کیوں بار بار وہ لڑکی اسکے تصور میں ابھرتی تھی۔

"یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔۔۔؟" اس نے اپنا سر جھکا تھا جیسے اس طرح کرنے سے وہ دوبارہ اسکے ذہن میں نہیں آئے گی۔  
ایکسکیو زمی۔۔۔" آواز پر وہ پلٹا تھا۔

اسکے سامنے ایک لڑکی کھڑی تھی۔ اوپنی کوٹ پہنے برف نے اسے سفید بنادیا تھا۔ چہرے کے اطراف میں بکھرے بالوں پر سفید برف اسے دلکش بنارہی تھی۔  
"جی۔۔۔" وہ الجھا تھا۔

"آپ حشام بن جبیل ہیں نا؟؟" وہ کتنی چاہت سے پوچھ رہی تھی جیسے یقین ناہو سامنے کھڑا حشام جبیل ہی تھا۔  
"جی۔۔۔" وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا۔

"میں ماہین حمدان۔۔۔ میں نے آپکو متوج بھی کیا تھا۔۔۔" ماہین نے ایک بار بھی پلکیں نہیں جھپکیں تھی۔ اسے لگ رہا تھا اگر ایسا ہو تو سامنے کھڑا شخص پھر غائب ہو جائے گا۔ ماہی کو لگ رہا تھا جیسے سب کچھ تھم گیا ہو۔ لوگوں کے چلانے کا شور۔۔۔ سب کچھ جیسے پیچھے چلا گیا تھا۔  
اسے یاد تھا تو بس اتنا کہ اس شخص کو اس نے بہت چاہا ہے۔ ایک بار دیکھنے کی بہت سی دعائیں مانگی ہیں۔

"متوج۔۔۔" حشام بڑا بڑا اور پھر کچھ یاد آنے پر وہ چونکا تھا۔  
اور میں نے آپکو جواب دے دیا تھا مس ماہین حمدان کہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔" اسکا لمحہ سخت ہوا تھا۔ اس نے گاڑی کی طرف قدم بڑھائے تھے۔ ماہین کا دل ڈوب کر ابھر اتھا۔

اگر وہ اسکی آنکھوں میں جلتے چراغ جو ایک دم بجھ سے گئیے تھے دیکھ لیتا تو شاید لمحہ سخت نا کرتا۔  
لیکن آپ میری بات تو سنیں۔۔۔ آپکو یاد ہے ہم یہاں ملے تھے۔ اسی جگہ پر۔۔۔ شاید آپ بھول رہے ہیں" وہ اسکے پیچھے لکھی تھی۔

"رنگ اُترے لال گلابی سا  
کوئی کرتا ہے تیری بات پیا  
مجھے نیند کی نہ اب چاہ رہی  
میں یاد کروں تجھے ساری رات پیا  
تو چاند ہے میرے آنکن کا  
تیری چمک سے اجلانگھر بار پیا  
تیرے پیار کی دھنک مجھ پہ یوں چڑھی  
مجھے آئے نہ کوئی رنگ راس پیا  
تیرے ساتھ رہوں کھلیں پھول سبھی  
تیرے بعد نہ رہے میری راکھ پیا  
میں دھول بھی نہیں تیری نگری کی

تو ہے میرے سر کا تاج پیا  
میری منت ہے توجواز لوں سے  
میں مانگوں تجھے ہر بار پیا  
ہے چاہ میری جب مر نے لگوں  
تیرے ہاتھ میں ہو میرا ہاتھ پیا"

دیکھیں مس مجھے بہت بر الگ رہا ہے کہ میں آپکو بار بار انکار کروں۔ آپ خود سمجھ جائیں تو بہتر ہے مجھے نہیں کرنی دوستی۔" وہ رکا اب کی بار اسکا لجھہ پہلے سے بھی سخت تھا۔ جبکہ ماہی کچھ بول نہیں پائی تھی۔ مرد کی فطرت ہے جو عورت خود اسکے پاس چل کر آئے وہ اسے کبھی پسند نہیں آتی۔ ماہی شاید یہ نہیں جانتی تھی۔ وہ چلا گیا تھا۔ جبکہ برف کی شہزادی برف پر کھڑی رہ گئی تھی۔ اسکی آنکھوں میں آئی نبی نے ہر چیز کو دھندا کر دیا تھا۔

حاجم پر نسل کے آفس میں موجود تھی۔ آج پھر اسکا بلا وہ آیا تھا۔ اسکا نخا سادل پھر کانپ رہا تھا۔ اس نے پریشان نظروں سے اپنے سامنے بر اجمان پر نسل کو دیکھا جنکے ہاتھوں میں کچھ ٹیسٹ تھے۔ جبکہ دوسرا ڈیوار کے ساتھ رکھے صوفے پر اس نے رو حان جیبل کو دیکھا تھا جو ٹانگ پر ٹانگ جمائے بل چبانے میں مصروف تھا۔ اسکی چہرے پر سنجیدگی جبکہ آنکھوں میں گہری شرارت تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ آج پھر کچھ غلط ہونے والا تھا اسکے ساتھ، کیونکہ جہاں آر جے ہو وہاں کبھی کچھ ٹھیک نہیں ہو سکتا تھا۔

"مس ام حاجم۔" پر نسل نے موٹے شیشوں والی عینک کے پیچھے سے جھانکتے ہوئے کہا تھا۔  
"لیں میم۔" حاجم نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا تھا۔

"میں نے سنا ہے کہ آپ پوری توجہ سے نہ تو پیکھر لیتی ہیں بلکہ ٹیسٹ بھی دھیان سے چیک نہیں کرتیں۔"  
"بھی۔۔۔؟" اس الزام پر وہ بو کھلائی تھی۔

"بھی۔۔۔ مجھے آپکی کلاس کے کچھ سٹوڈنٹس نے بتایا ہے۔" پر نسل کی بات پر اس نے چونک کر آر جے کی طرف دیکھا تھا جسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔  
یہ دیکھیں مس ام حاجم، یہ چیک کیے ہوئے ٹیسٹ آپکی لاپرواہی ثابت کر رہے ہیں" پر نسل نے کہتے ہوئے ٹیسٹ کا بندل اسکی طرف پھینکا۔  
حاجم نے کاپتے ہاتھوں سے ٹیسٹ اٹھا کر دیکھنے شروع کیے ری چینگ کی گئی تھی۔ اس دن دوسرا بار خواب دیکھنے کے بعد اسے نیند نہیں آرہی تھی تو اس نے غائب دماغی سے ٹیسٹ چیک کرنا شروع کر دیے تھے۔ صرف ایک ٹیسٹ ایسا تھا جس پر وہ ٹھیک سے توجہ نہیں دے پائی تھی۔  
"سوری میم دراصل ابھی میں نے ری چینگ نہیں کی تھی۔ تو۔۔۔"

"تو۔۔۔ کیا اگر آپ نے ری چینگ کرنی تھی تو پھر بنا ری چینگ کے مجھے کیوں بھجوائے گئے یہ ٹیسٹ؟؟" پر نسل سختی سے پوچھ رہی تھیں۔  
"میم۔۔۔ یہ ٹیسٹ مجھے سطاف روم کے باہر نیچے پڑے ہوئے ملے تھے۔ چیک کیے ہوئے تھے مجھے لگا میم حاجم نے آپکو ہی دینے ہونگے اس لیے میں خود دینے آگلی۔۔۔" رو حان جیبل معصومیت سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میم حاجم نے ابھی ری چیک نہیں کئے۔" اور حاجم کا دل کر رہا تھا کہ کوئی چیز اٹھا کر وہ آر جے کے سر میں دے مارے۔

آئندہ خیال رکھیے گامس حامم۔ اب آپ جا سکتی ہیں ”پرنسل کے حکم پر وہ خاموشی سے باہر نکل آئی تھی۔ دل تو بہت تھا کہ اپنی صفائی میں کچھ لیکن کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اندر وہ طوفان موجود تھا۔

”ہانی۔“ وہ کلاس کی طرف بڑھ رہی تھی جب اسے آواز سنائی دی کسی نے اسے پکارہ تھا۔

اس نے دھنڈلاتی آنکھوں کو صاف کیا اور پیچھے مرکر دیکھا۔ سامنے پرنسل کی بڑی بیٹی اور انگلی سینیئر اسمارہ کھڑی تھی۔

”کیسی ہو؟؟“ وہ پوچھ رہی تھی۔

”جی میں ٹھیک ہوں“ وہ زبردستی مسکرائی۔

”سیلری مل گئی تھی آپکو؟؟“ اسمارہ نے پوچھا۔ اسی کی وجہ سے وہ یہاں تھی۔

”جی دو دن پہلے مل گئی تھی۔“ وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

”گلڈ۔ اور کوئی پر ابلم۔“؟؟“ حامم کا دل کیا کہ وہ کہہ دے سب سے بڑا مسئلہ تو وہ روحان جیل ہے لیکن وہ کہہ ناپائی اور واپس کلاس میں آگئی تھی۔

شام کے وقت کالج کی کینٹین سٹوڈنٹس سے بھری پڑی تھی۔ وجہ سٹوڈنٹس کے ہجوم میں بیٹھا آرہے تھا جو پہلی بار کالج میں سنگنگ کر رہا تھا۔ وجہ بھی خاص تھی۔ حامم سے جو ٹیسٹ گرے تھے وہ اسے نہیں کسی اور لڑکے کو ملے تھے۔ لڑکے نے اس شرط پر ٹیسٹ اسے دیے تھے کہ وہ سنگنگ کرے گا۔ پورے کالج کو پتا چل گیا تھا کہ وہ آر جے ہے جن کو پہلے نہیں پتا تھا۔

لیکن اگر نہ معلوم ہو سکا تو بس ام حامم کو جو کب کی جا چکی تھی۔ اس کا مقصد حامم کو شرمندہ کرنا تھا کہ اس سے ٹیسٹ بھی نہیں سنبھالے جاتے۔ لیکن پھر پرنسل نے اسے بلا لیا اور وہ چلا گیا جہاں انہوں نے ٹیسٹ دیکھ لیے یوں بننا کچھ کرے بھی وہ بہت کچھ کر گیا تھا۔

Been sitting eyes wide open behind these four walls, hoping you'd call  
It's just a cruel existence like there's no point hoping at all  
Baby, baby, I feel crazy, up all night, all night and every day  
Give me something, oh, but you say nothing  
What is happening to me?

I don't wanna live forever, 'cause I know I'll be living in vain  
And I don't wanna fit wherever

I just wanna keep calling your name until you come back home  
I just wanna keep calling your name until you come back home  
I just wanna keep calling your name until you come back home

اسکی دلکش آواز نے پورے کالج پر سحر طاری کر دیا تھا۔ گلدار بجاتے ہوں سے لفظوں کو آزاد کرتے وہ وہاں موجود لڑکیوں کی دھڑکنوں کو تیز کر گیا تھا۔۔۔ اس نے آنکھ اٹھا کر کسی کو نہیں دیکھا تھا البتہ سب کی نظریں اس پر جمی تھیں۔

دس منٹ بعد وہ کرسی سے اٹھا تھا۔ گلدار کو کندھے پر لٹکانے کے بعد اس نے اپر کے نہ کوس پر گرایا تھا جس سے اسکا پورا چہرہ چھپ گیا تھا۔ اسکے اٹھنے پر وہاں موجود ہر ایک شخص نے تالیاں بجائی تھیں۔ آر جے نے قدم کینٹین سے باہر کی طرف بڑھائے۔ اسکے چاروں طرف لڑکوں اور لڑکیوں کا ہجوم تھا۔ اسے آتا دیکھ

کہ سب نے اسے راستہ دیا اور وہ آپ کی جیبوں میں ہاتھوں کو ٹھونسے، چہرہ جھکائے، سیٹی پر دھن گنگنا تاوہاں موجود لوگوں کے ہجوم سے نکلتا چلا گیا تھا۔۔ بنانے کے لوگ کتنی حرمت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

اتوار کا دن تھا۔ ماہم، حانم اور جواد تینوں بہن بھائی گھر میں ہی موجود تھے۔ باہر چلتی ٹھنڈی ہواں نے دھند کو چھٹنے پر مجبور کیا تھا لیکن ہوا کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں میں دبکے پڑے تھے۔ وہ پکن میں کھڑی ناشتہ بنارہی تھی۔ کل ہونے والے واقعے نے اسے روحان جیل سے مزید دور کر دیا تھا۔

جب پرنسپل اسے ڈانٹ رہی تھی اس وقت جس طرح سے وہ محفوظ ہو رہا تھا حانم کو یاد تھا۔ وہ چیز اسے اندر سے جلا رہی تھی۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"کیا ہو گیا ہانی سارا آملیٹ جل گیا، دھیان کہاں ہے تمہارا۔۔ ؟؟" اسے یوں گم سم کھڑے دیکھ کر آسیہ بیگم نے چوہا بند کیا۔ وہ چونک کر خیالوں سے باہر آئی تھی۔

"اس لئے کہتی ہوں یہ اوٹ پٹانگ کتابیں کم پڑھا کرو انسان پاکل ہو جاتا ہے۔" اماں کی بات سن کر اسے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"آپ گھوم پھر میری کتابوں پر آ جاتی ہیں اماں۔" وہ ناراض ہوئی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں، وہ حمدان بھی اتنی کتابیں پڑھتا تھا اور پھر یوں گم سم کھڑا رہتا تھا۔" حمدان کے نام پر حانم نے چونک انہیں دیکھا۔ وہ کبھی کبھی حمدان کا ذکر کرتی تھیں جو ان کا کزن تھا۔ لیکن کبھی نہ وہ ان سے ملنے گئی نہ اور حانم نے حمدان انکل کو دیکھا تھا۔

"ہمارے خاندان کا سب سے زیادہ پڑھا لکھا لڑکا تھا وہ باہر سے پڑھ کر آیا تھا، جب میری شادی ہوئی تب وہ پڑھائی کامل کر کے لوٹا تھا، بالکل ہی بدل گیا تھا۔ خاموش خاموش سارہنے لگا تھا۔

زیادہ بات چیت بھی نہیں کرتا تھا ناجانے کیا سوچتا رہتا تھا۔ تمہاری نافی اماں کہتی تھیں کہ بچے کو سایہ ہو گیا ہے۔ "آسیہ بیگم کو بائیس سال پرانی باتیں خوب یاد تھیں۔" وہ کبھی ملنے نہیں آئے آپ سے اماں؟؟" حانم نے پوچھا تھا۔

"جس دن میری شادی ہوئی تھی اس سے اگلے دن وہ واپس چلا گیا تھا پھر پتا نہیں واپس نہیں آیا۔" آسیہ بیگم نے گھری سانس لی تھی۔ حانم نے کچھ کہے بنا ناشتے کی پلیٹ اٹھا کر کمرے کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ کمرے میں میوزک کی بے ہنگم آواز گونج رہی تھی۔ ماہم اور جواد دونوں اپنی سریلی آواز میں سنگر کے ساتھ ہی گارہے تھے۔

"پاکل ہو گئے ہو تم دونوں۔" حانم نے کانوں پر ہاتھ رکھنے کے بعد چلا کر کہا تھا۔

"ہانو آپی آر جے کا شولگا ہوا ہے مزہ آرہا بہت۔" جواد کافی پر جوش تھا۔

"آواز کم کرو۔" حانم کو سخت غصہ آیا تھا۔

"تم سڑیل اس کمرے میں نہ آیا کرو۔" ماہم نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کہا تھا۔ حانم بنا کچھ کہے پلیٹ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"اس کا کچھ نہیں بن سکتا۔ سڑیل۔" اسکے جانے کے بعد ماہم بڑھ رہا تھا۔ ٹی وی کی آواز پھر سے پورے کمرے میں گونج گئی تھی۔ کچھ یاد آنے پر حانم واپس اسی کمرے میں آئی تھی۔

"میرا میگزین لائے ہو؟؟" اس نے تقریباً چھینے والے انداز میں جواد سے پوچھا تھا کیونکہ جتنی گانے کی آواز تھی نارمل آواز سے تو انہیں سنائی نہ دیتا۔

"آہستہ چیخو ہانو گلا خراب ہو جائے گا" ماہم نے شرات سے کہا تھا۔

"امی کے پاس ہے میں لے آیا تھا۔۔!!" جواد نے والیوم کو میوت کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ جب بھی آر جے کا شوگلٹا تھا وہ ریموٹ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ "کالج میں وہ روحان جبیل نہیں جینے دیتا اور گھر میں یہ دلوگ۔۔" وہ بڑی اڑھی تھی اور اس تھا اپنا مطلوبہ میگزین تلاش کر رہی تھی۔ کافی دن پہلے اس نے میگزین کے ادارے کو سوال بھیجا تھا۔ وہی دیکھنا چاہ رہی تھی کہ جواب ملا ہے یا نہیں۔

"شکر ہے مل گیا۔۔" کتابوں کے اوپر پڑے میگزین کو دیکھ کر اس نے شکر کیا تھا اور "جبتو" کا صفحہ کھولنے پر اسکی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔ "شعور کیا ہے اور لا شعور کے کہتے ہیں۔۔؟؟" اسکا سوال جواب سمیت موجود تھا۔ اس نے میگزین ایک طرف رکھا اور فٹافٹ ناشستہ کرنے لگی۔ وہ مکمل طور پر سکون ہونے کے بعد جواب پڑھنے والی تھی۔

بجانپ اڑاتے کافی کے کپ کو اس نے اٹھا کر جیسے ہی بلوں سے لگایا اسکی نظر ایک کونے میں بیٹھے شخص پر پڑی تھی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا انظریں ملنے پر وہ گڑ بڑا کر چہرے کارخ موڑ گیا تھا۔ بخجل کی تیوری چڑی تھی۔ اس نے کپ کو میز پر پٹخا اور اپنی جگہ سے اٹھنے کے بعد قدم اس شخص کی طرف بڑھادیے تھے جسکا آدھا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ یہ شخص ناجانے کیوں اسکا پچھا کرتا تھا۔ بخجل کو اس سے حد درجے کی کوفت ہوتی تھی۔ آج تو اس نے صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ بخجل کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ سنبھل کر بیٹھا تھا اور اس طرح ظاہر کرنے لگا جیسے وہ اسے جانتا ہی نا ہو۔

"ایکسیوزمی۔۔" پاس جانے پر بخجل نے سخت سے لبجے میں اسے پکارہ۔ وہ چائے پینے میں ایسے مگن تھا جیسے سنا ہی نا ہو۔ "مسٹر مون آپ گونگے ہونے کے ساتھ ساتھ بہرے بھی ہیں کیا؟؟؟" اسکی اس بات پر مون نے چونک کر اپنے سامنے کھڑی بخجل کو دیکھا تھا جو اس وقت بخجل کم اور ڈائن زیادہ لگ رہی تھی۔

مون نے اسکے بہرہ کہنے پر برا سامنہ بنایا تھا۔

"یہ۔۔" آنکھوں سے اشارہ کیا گیا تھا کہ بولیے۔

"آپ میرا پچھا کیوں کرتے ہیں۔۔؟؟؟ میں جہاں جاؤں آپ وہاں کیوں موجود ہوتے ہیں؟؟؟ وہ غصے سے پوچھ رہی تھی۔" "نو۔۔" مون نے نفی میں سر ہلا کیا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

"اوہ تو آپ جھوٹ بھی بولتے ہیں۔۔؟؟" بخجل نے دونوں ہاتھوں کو ذرا سا اوپر اٹھا کر خالص برٹش لبجے میں کہا تھا۔ "نو۔۔" مون نے پھر سر نفی میں ہلا کیا اور ہونٹوں پر آئی مسکراہٹ کو مشکل سے ضبط کیا تھا۔

"لسن مسٹر مون۔۔ اگر آپ آئندہ مجھے اپنے آس پاس نظر آئے نا تو یہ گرم گرم چائے کا کپ منہ پر گرا کر جو آدھا چہرہ بچا ہوا ہے نا وہ بھی جلا دو گنگی یا پھر وہ جو سامنے گلدان نظر آرہا نا وہ اٹھا کر سر میں مارو گنگی سمجھ آئی۔۔"

اسکی دھمکی سن کر مون کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

یہی اصل حقیقت ہے

کہ میری بے رخی چاہت

ہوئی مثل قفس مجھ کو

"مجھے تم سے محبت ہے  
بس اتنی بات کہنے میں  
لگے کئی برس مجھ کو

وہ اتنی خطرناک کب سے ہو گئی تھی؟ موں کو حیرت ہوئی۔

"سمجھ آگئی نا۔؟؟" اس کے خاموش رہنے پر اینجل نے دوبارہ پوچھا۔

"نو۔۔۔" وہ ایک بار پھر سر نفی میں ہلاچکا تھا جبکہ اینجل غصے سے مٹھیاں بھینچتی وہاں سے چلی گئی تھی۔ اسکے لبے اور کوت کے پیچھے انگلش میں بروکن اینجل لکھا تھا۔

I am so lonely broken angel..  
One and only broken angel..

جیتنی کے ساتھ گائے گئے گانے کے الفاظ اسکے ذہن میں گونج گئے تھے۔ اور پھر اسکی دھمکی کو یاد کر کے وہ کھل کر مسکرا دیا تھا۔  
تیری داستان بے وفائی  
میرے چہرے پر رقم ہے  
زندگی میں صرف سوزش غم ہے  
تیری بے وفائی کا غم،  
تیری بے اعتنائی کا غم،  
تیرے مغرور لبجے میں  
چھلکتی ہٹک کا غم،  
دل بے تاب کی نار سائی کا غم،  
پاکیزہ جذبات کی رسوانی کا غم،  
غم ہے مجھے تیری بے رخی کا،  
تیرے اندازو اطوار کی بے زاری کا،  
غم ہے مجھے دھڑکن تھم جانے کا،  
سانس رک جانے کا، خون جنم جانے کا،  
اور غم ہے مجھے یوں جیتے جی اپنے مر جانے کا۔

وہ بارہ سال کا جب پہلی بار پولیس نے اسے گرفتار کیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ قبرستان میں موجود تھا اور مر حومہ سیدہ عائشہ جبیل کی قبر کو کھو دتے ہوئے کپڑا گیا تھا۔  
بہت بار پوچھنے پر بھی اس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔

"سرچہ ہے وہ قبر اسکی ماں کی ہے شاید ماں کی محبت میں اسے دیکھنے کیلئے اس نے ایسا کیا ہو۔" ایک سپاہی کے کہنے پر پولیس انسپکٹر نے اثبات میں سر ہلا یا تھا اور پھر اپنی گاڑی میں بٹھا کر وہ اسے سید حولی چھوڑنے کرنے تھے۔

اور آج پھر وہ اسی پولیس اسٹیشن میں موجود تھا پورے دو سال بعد۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ رات کے اس پھر تم قبرستان میں کیا کر رہے تھے؟" پولیس انسپکٹر نے اپنے سامنے بیٹھے چودہ سالاڑ کے سے پوچھا۔ جو سرجھ کائے بیٹھا تھا۔ "جواب دو" اسکے کچھ نہ بولنے پر انسپکٹر نے دوبارہ پوچھا۔ اس نے سراٹھا کر ایک نظر انسپکٹر کو دیکھا اور پھر کچھ گنگنا نشر و ع کر دیا تھا۔ انسپکٹر کو اڑ کے پر بے تحاشہ غصہ آیا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں جواب دو نہیں تو"

"کیا نہیں تو۔؟؟" لڑکے کے چہرے پر ایک دم ناگواری ابھری۔

"جو پوچھا ہے اسکا جواب دو، کیوں کیا تم نے ایسا۔؟ کیا ہے ایسا اس قبرستان میں جو روز تم وہاں جاتے ہو۔؟"

"کیا مجھے قبرستان جانے کا حق نہیں ہے کیا؟"

الٹا سوال آیا۔

"لیکن قبر کھونے کا حق کس نے دیا تھیں۔؟؟"

انسپکٹر نے دانت بھینختے ہوئے پوچھا۔

"میں بس ایک تجربہ کرنا چاہتا تھا۔" لڑکا اب پر سکون ہو چکا تھا۔

"کیسا تجربہ۔؟؟" انسپکٹر جیران ہوا۔

"یہی کہ مرنے کے بعد قبر میں انسانی جسم کے ساتھ کیا کیا ہوتا ہے۔ کون کون سے کیڑے جسم۔"

"کیا بکواس ہے یہ۔؟؟" انسپکٹر نے لڑکے کی بات کاٹی اسکی باتیں وہاں موجود سمجھی لوگوں کے رو نگھٹے کھڑے کر رہی تھیں۔ جبکہ وہ پر سکون بیٹھا تھا ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز میں سکڑے ہوئے تھے۔

انسپکٹر کو اس پر کسی پاگل کا گمان ہوا تھا۔ کیا وہ واقعی پاگل تھا۔ کیا اسکے ساتھ کوئی نفسیاتی مسئلہ تھا۔ انسپکٹر سمجھنے سے قاصر تھا۔

مرٹر جیبل کو فون کیا جائے آج انہیں میں بتاؤں گا کہ انکا بیٹا کیا کر رہا ہے۔ انسپکٹر نے اپنے دائیں طرف کھڑے ایک سپاہی سے کہا تھا جو بے یقینی سے انسپکٹر کو دیکھ رہا تھا۔

"سنا نہیں تم نے فون ملا۔" انسپکٹر نے غصے سے حکم دیا۔

"لیکن سروہ علاقے کی معزز شخصیت ہیں انہیں یہاں بلانا۔" انسپکٹر کے گھورنے پر باقی الفاظ اسکے منہ میں ہی دم توڑ گئے تھے اور وہ فوراً فون کی طرف لپکا۔ جبکہ لڑکا پر سکون انداز میں بیٹھا کچھ گنگنا رہا تھا۔

-----  
"شúور کیا ہے؟" سوال کے پہلے حصے کا جواب اس نے پڑھنا شروع کیا تھا۔

کچھ سوال سوچ لیتے ہیں۔ کیا خود کار رو بٹ جو اپناراستہ خود تلاش کر سکتا ہو، باشعور ہے؟ کیا پالتو کتاب جو جذبات کا اظہار کر سکتا ہے اور خود سے فصلے بھی لے سکتا ہے، کیا شعور رکھتا ہے؟ ایک نوزائیدہ بچہ جو دودھ پی کر اڑھ کر سو گیا ہے، اسے باشعور کہیں گے؟ یا ایک سوتے ہوئے شخص کا شعور جاگتے شخص سے فرق ہے؟ اس بارے میں سچ یہ ہے کہ ہمیں ابھی ہمارے پاس شعور کی معروضی تعریف یا اس کی پیمائش کا طریقہ یا فریم ورک نہیں۔ مادے یا تو انائی کے بارے میں تفصیلی اور کامیاب فریم ورک موجود ہیں مگر ذہن کے بارے میں ان کا متوازی نہیں۔ مگر یہ صور تحال اب بدل رہی ہے۔

اس دور کی مشترکہ زبان معلومات ہے۔ کتابیں، تصاویر اور فلمیں ہوں یا ہماری جینیاتی سٹرپچر، ان سب کو معلومات کے سڑک پر میں ڈھالا جاسکتا ہے جسے صفر اور ایک کی صورت میں بھی ڈھالا جاسکتا ہے۔ یہ معلومات خود کسی میڈیم کی محتاج نہیں۔ چاہے یہ کمپیوٹر کی یادداشت میں بر قی چارج کے طور پر ہے یا کسی صفحہ پر لکھی گئی لکیریوں میں۔ ویسے ہی معلومات اعصابی خلیوں کے جوڑوں میں بھی حالت کے طور پر رہ سکتی ہے۔

کمپیوٹر کے ابتدائی دنوں سے ایک بحث رہی کہ ذہن کو معلومات کی حالتوں سے سمجھا جاسکتا ہے مگر اس خیال کو کسی بھی نظریے میں بدلتے کے ذرائع کی کی رہی۔ پہلی بار گیلویو ٹونی نے ایک مربوط نظریہ پیش کیا جس کو انٹیگریٹڈ انفورمیشن ٹھیوری (مربوط معلومات کا نظریہ) کہا جاتا ہے۔

یہ نظریہ دونیادوں پر کھڑا ہے۔ ایک یہ کہ شعور کی حالتیں ممتاز ہیں اور معلومات سے بھر پور ہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ معلومات مربوط ہے۔ کوشش بھی کی جائے تو ایک حالت کے تکڑے نہیں کئے جاسکتے۔ یعنی اگر آپ اپنے دوست کو روتے دیکھیں تو یہ نہیں کر سکتے کہ چہرہ دیکھ لیں اور رونے کو نوٹس نہ کریں، یا کسی منظر کا ایک حصہ دیکھ کر یاد رکھ لیں اور دوسرا چھوڑ جائیں، تو جو بھی معلومات ہے وہ مکمل اور ناقابل تقسیم ہے۔

جیسے جیسے وہ پڑھ رہی تھی سوچ کی لکیریں اسکے چہرے پر واضح ہو رہی تھیں۔ اتنا پڑھنے کے بعد اس نے صفحہ پلٹا تھا۔

اس مربوط معلومات اور شعور کی اکائی کے پیچھے اعصابی نظام کے بہت سے حصے مل کر کام کرتے ہیں۔ جب یہ تعلق منقطع ہونا شروع ہو جائے، جیسا کہ نیندیا بے ہوشی کی حالت میں ہوتا ہے، تو شعور مد ہم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

اگر منقسم دماغ والے مریضوں کو دیکھیں جن کے دماغ کے دھنوس کارابٹھ مرگی کے دوروں کے علاج کے لئے منقطع کیا جاتا ہے تو یہ نظر آ جاتا ہے کہ ایسا کرنے سے شعور بھی دھنوس میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ شعور کے لئے اکائی کی صورت میں ممتاز حالتوں کا رابطہ درکار ہے۔ ایک کمپیوٹر ہارڈ ڈسک میں کمپیسیٹی ذہن سے زیادہ ہو گی مگر یہ اکائی کی صورت میں جڑی نہیں۔ اس ہارڈ ڈسک میں معلومات صفر اور ایک کی صورت میں ہے اور اس میں محفوظ تصاویر سے کمپیوٹر یہ اندازہ آسانی سے نہیں کر سکتا کہ اس میں محفوظ تصاویر ایک لڑکی کی ہیں جو بچپن سے بڑی ہوئی اب ٹین اب چکلی ہے۔ بائیولوجیکل ذہن کم انفار میشن رکھنے کے باوجود ان کو بہت آسانی سے یکجا کر سکتا ہے۔ ایسا نیورونز کے کراس انک ہونے کی وجہ سے ہے، جتنے لنکس بڑھتے جاتے ہیں، وہی معلومات اتنی معنی خیز ہوتی جاتی ہے۔

ن سے ٹونی یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ انٹیگریٹڈ انفار میشن کی پیمائش ہی شعور کی پیمائش ہے۔

ان خیالات کو ریاضی کی زبان میں انفار میشن ٹھیوری کے تصورات کے طور پر بتایا جاسکتا ہے اور اصولی طور پر ان کی پیمائش کسی بھی چیز کے لئے کی جاسکتی ہے۔ بائیولوجی میں کسی ایک دماغ کے نیوروں، ایکزوں، ڈسٹرائٹ اور سانٹیپسٹر کو دیکھتے ہوئے اس انٹیگریشن کی پیمائش کرنا ممکن ہو سکے گا۔ اس سے جو نمبر نکلے گا جو اس نیٹ ورک کی حالت کی پیمائش کر دے گا۔ اسے یوں کہہ لیں کہ ان کے اتحاد کا نمبر ہو گا، اتنا یہ اتحاد زیادہ ہو گا اور اتنا یہ نمبر۔ اور یہ نمبر شعور کی حالت بتائے گا۔

اس نظریے سے ہمیں کئی مشکل سوالوں کے جواب مل جاتے ہیں۔ سیریبلم، جو کہ دماغ کے پچھلے حصے میں ہے، اس میں نیورونز کی تعداد سیریبل کورٹکس سے زیادہ ہے۔ اگر سیریبلم کام کرنا چھوڑ دے تو کئی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں مگر مجموعی طور پر شعور پر اثر نہیں پڑتا جب کہ کورٹکس یا تھیلیمیں شعور کے لئے بہت ضروری ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ مربوط معلومات کا نظریہ اس کا جواب اس حصے کی سرکٹ کی پیچیدگی کے فرق سے دیتا ہے۔

اسی طرح گھری نیند میں اور جاتی حالت میں انفرادی خلیے کی ایکٹیویٹی میں فرق نہیں آتا مگر ان حالتوں میں شعوری کیفیت کے فرق کا جواب اس نظریے سے مل جاتا ہے۔

اس نظریے سے یہ بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ شعور کے لیے نہ کوئی حس چاہیے اور نہ ہی کوئی آٹ پٹ۔ یہ خود اپنے اندر ایک ڈائناک انسٹیٹی ہے اور اسی میں کینسر کے مریض کی تکلیف، بچپن کی یادیں اور مراقبہ کرتے شخص کا سکون پایا جاتا ہے۔ آسکروائلڈ کی تشریح کی جائے تو گلب کی مہک، سیب کی سرخی اور کوئل کی آواز نہیں اسابی تعاملات میں ہی موجود ہیں۔

ڈس کلیمر: آئی آئی ٹی ابھی شعور کی مکمل وضاحت نہیں کرتا لیکن اس بارے میں اب تک کی بہترین سائنسی تھیوری انسٹیگریڈ انفار میشن تھیوری ہے۔ یہ 2004 میں پہلی بار پیش کیا گیا اور اسے بہتر کرنے پر کام ہو رہا ہے۔ اس کی تیسرا ریویشن 2014 کی ہے۔ شعور کے بارے میں ہونے والا بہتر کام ابھی تک یہی ہے۔ اسے سمجھ کر آپ اس موضوع پر ہونے والے کام اور سمت سے متعارف ہو سکتے ہیں۔

انسانی دماغ میں 100 ارب کے قریب نیورونز ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر نیورونز دماغ کے ان حصوں میں ہیں جن کا شعور کی پر اسینگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر انسان کے دماغ میں سب سے زیادہ نیورونز

میں ہیں جو ہماری حرکات کی

Cerebellum

Coordination

کا کام کرتا ہے۔ لیکن اس حصے کا شعور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم بہت سی ایسی حرکات کرتے ہیں جن کے بارے میں نہ تو ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ یہ حرکات کیسے طے پار ہی ہیں اور اکثر صورتوں میں ہمیں یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ کوئی بھی حرکت ہو رہی ہے۔ نیوروسائنس کی ایجاد سے پہلے ان حصوں میں ہونے والی پر اسینگ کو لا شعور کا نام دیا جاتا تھا۔

وہار امباکر کی ایک نئی تحریر پڑھنے کے بعد حامنے ایک گھرہ سانس لیا تھا۔ جتنا وہ چیزوں کو جانا چاہ رہی تھی وہ اتنی ہی پیچیدہ ہوتی جا رہی تھیں۔

”سلام سید صاحب“ وہ گیٹ سے اندر داخل ہوا تھا جب گارڈ نے اسے دیکھ کر سلام کیا تھا۔ گارڈ سیدوں کا بہت احترام کرتا تھا جبکہ وہ بد قسمتی سے سید خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ بنائچھ جواب دیئے آگے بڑھ گیا تھا۔ کلاس کی طرف جاتے ہوئے اسکی نظر لان میں ٹھہری حامن پر پڑی تھی۔

وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ آرجے کی نظر فون پر بات کرتی حامن پر جبی تھی۔ وہ اسکے ہونٹوں کی حرکت کو دیکھنے کے بعد اچھے طریقے سے سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا بات کر رہی تھی۔ اچانک اسکے چہرے پر ناگواری ابھری تھی۔ وہ اپنے غصے کو ضبط کرتا آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ حامن نے فون پر کیا کہا تھا۔ ”کون روحان جسیل۔۔۔؟ دنیا کی بد قسمت ترین لڑکی ہو گی وہ جسکی زندگی میں روحان جسیل داخل ہو گا۔۔۔“ فون پر حامن نے مہرو سے کہا تھا۔

آر جے کی آنکھیں غصے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔ کاریڈور میں داخل ہونے پر اس نے پلر کوزور دار ٹھوکر ماری تھی۔ شاید حامم جانتی نہیں تھی کہ وہ انجانے میں جو کہہ گئی تھی اسکے بدلتے میں آر جے اسے کبھی معاف نہیں کرنے والا تھا۔

ایک پل لگا تھا اسے خود کو نارمل کرنے میں اور پھر وہ گھری سانس لیتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

پانچ منٹ بعد وہ پر سکون سا کلاس میں بیٹھا مس ام حامم کا انتظار کر رہا تھا۔

"کیا پتا ہانی وہ دنیا کی سب سے خوش قسمت ترین لڑکی ہو جو روحان جبیل کی زندگی میں داخل ہو۔"

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ ایک

## Rationalist

"اگر خدا کو نہ مان کر اپنے آپ کو عظیم سمجھے تو وہ بے قوف ہوانا۔۔۔ اسکے پاس عقل ہوتی تو وہ خدا کی نشانیوں کو پیچاں لیتا نا۔۔۔"

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو تم آج جلدی اکلیدی آجانا کچھ کام ہے۔۔۔ اور کوئی انسان یہ نہیں جانتا کہ دوسرا انسان اللہ پاک سے کتنا قریب تر ہے۔۔۔"

"کیسا کام؟؟؟" حامم نے پوچھا۔ وہ اسکی دوسری بات کو نظر انداز کر گئی تھی۔

"تم آؤ تو سہی پھر بتائی ہوں۔۔۔"

"اوکے کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے وہ لے لوں پھر آتی ہوں" حامم نے پر سکون سے انداز میں کہتے ہوئے فون بند کیا تھا۔

جیسے ہی وہ کلاس میں داخل ہوئی آر جے کو کلاس میں دیکھ کر وہ تھوڑا جیران ہوئی تھی۔ وہ آج وقت سے پہلے موجود تھا۔ اور کمال یہ کہ وہ کھڑکی سے باہر آسمان کو نہیں تک رہا تھا۔

"کیسی ہیں آپ مس ام حامم؟؟؟" وہ تمیز سے پوچھ رہا تھا۔ حامم کو توجیہ سے منہ کھل گیا تھا۔

"کیا ہو مس حامم۔۔۔ آپ ٹھیک ہیں؟؟؟" وہ ہونک بنی اسے دیکھ رہی تھی جب آر جے نے دوبارہ پوچھا۔ وہ سنجدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"اللہ تو بہ کتنے روپ ہیں اس شخص کے۔۔۔ اللہ اس بلا سے بچانا مجھے" حامم نے دل ہی دل میں دعا کی تھی۔

"جی میں ٹھیک ہوں اللہ کا شکر ہے۔" وہ سنبھل کر بولی تھی البتہ آر جے کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی وہ جیسے اسکی سوچ پڑھ گیا تھا۔

کچھ دن رہ گئے تھے حامم کے اس کالج میں۔ دو مہینے پورے ہونے والے تھے وہ یہ کچھ دن بنائیں ہنگامے کے گزارنا چاہتی تھی لیکن آر جے ایسا ہونے نہیں دینے والا تھا۔

آسیہ بیگم ماہم کے ساتھ بازار آئی تھیں گھر کا کچھ سامان لینے کی غرض سے۔ شام ہو گئی تھی انہیں وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔ سردیوں کے موسم میں شامیں ویسے بھی جلدی دن کو ختم کر دیتی ہیں۔

"جلدی چلو ماہم ہانی بس آنے والی ہو گی اور کھانا بھی بنانا ہے۔۔۔" آسیہ بیگم نے بے دھیانی میں سڑک پار کرتے ہوئے کہا تھا جب سامنے سے آتی گاڑی ان سے ٹکرائی تھی۔

"امی۔۔" ماہم جو تھوڑا پچھے تھی اسکی خوفناک آواز گونج کر رہ گئی تھی۔

وہ گیٹ سے باہر نکلی تھی بے دھیانی میں راستے میں پڑے ہوئے پتھر سے اسکا پاؤں ٹکرایا تھا۔  
جبی اللہ۔۔ "حامن بڑبڑائی تھی۔ جانے کیوں اسکا دل گھبرا گیا ایک دم۔ اسے سخت غصہ آیا ہوا تھا۔ مہرو نے اسے جلدی آنے کا کہا تھا اور وہ خود وہ آئی بھی نہیں تھی۔ اندھیرا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ٹھنڈ کی شدت میں بھی اضافہ ہوا تھا وہ جلد از جلد اب گھر پہنچنا چاہتی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں لیٹا تھا۔ باہر سے اسے شور کی آوازیں آرہی تھی۔ مکی کھانا بنا رہا تھا اور آربے اچھا سے جانتا تھا کہ آج کچن کی خیر نہیں تھی۔ وہ ابھی بیٹھ سے نیچے اتر ای تھا جب چنگھاڑتے موبائل نے اسکی توجہ اپنی جانب مبڑول کروائی۔ موبائل کی سکرین پر نمبر دیکھ کر اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔  
"کیسے ہوشامو کا کا۔۔ ؟؟" فون کو کان سے لگاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"سلام کرتے ہیں پہلے آربے۔۔" حشام نے جواب دیا۔

"افف پھر سے یلکھر۔۔ مولوی صاحب آپ مجھے اس لئے فون کرتے ہیں کہ اخلاقیات کی باتیں بنائیں۔۔ ؟؟" آربے نے مصنوعی خنگی سے کہا۔  
"نہیں۔۔ تم خود ہی سیکھ جاؤ گے۔۔" حشام کو یقین تھا۔ اور اسکی بات پر آربے کا فلک شگاف قہقهہ ابھرا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکلا تھا اب اس کارخانے کی طرف تھا۔

جہاں مکی نے ہر چیز کو تھس نہیں کیا ہوا۔ پورے کچن میں اس نے سبزیوں کو پھیلایا ہوا تھا۔ آربے کے کچن کو دیکھ کر ہوش اڑ گئے تھے۔ وہ کافی صفائی پسند تھا اور یہ شاید اس میں واحد ایک اچھی عادت تھی۔

"مکی، یہ کیا کیا تم نے ؟؟" وہ تقریباً چلا یا تھا۔

"فرائیڈ رائس بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔"

اپرن پہنے مکی نے پلٹ کر کھانا جسکی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔

"لیکن تم روکیوں رہے ہو ؟؟" آربے حیران ہوا۔

"رو نہیں رہا یا پیاز کاٹ رہا ہو۔۔" مکی نے سوں سوں کرتے ہوئے جواب دیا تھا جس پر ایک بار پھر آربے کا قہقهہ ابھرا تھا۔

"ہنسومت آربے تمہیں اسکی ہیلپ کرنی چاہیے۔"

خشام جوانگی باتیں سن رہا تھا اسکے ہٹنے پر کھانا تھا۔

"اس نے ملازم کو چھٹی دی تھی، اب بھگتے۔۔" وہ بے رحم ہوا۔

"نہیں حشام بھائی۔۔ ملازم کی واکف کی طبیعت خراب تھی وہ چھٹی مانگ رہا تھا میں نے دے دی۔۔ اب یہ کہہ رہا کہ کھانا تم بناؤ۔۔" مکی نے روتے ہوئے اسکی شکایت لگائی تھی۔

"یار تم لوگ آرڈر کر لو، کیوں اپنے آپ کو عذاب میں ڈال رہے ہو۔۔"

"نہیں کھانا تو یہی بنائے گا۔۔۔" اس نے حشام کی بات کاٹی۔

"لگے رہو منابھائی۔۔۔" وہ ایک آنکھ دباتا شرارت سے کہتا پکن سے باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ کمی نے موبائل میں ریسپی پر نظر دوڑائی اور پھر جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگ گیا۔

"سنوبی جان چاہتی ہیں کہ میں شادی کرلوں۔۔۔"

حشام اسے اب اپنی مشکل بتانے والا تھا۔

"یعنی کہ خود کشی کرلو۔۔۔" آر جے نے مذاق اڑایا۔

"شادی خود کشی نہیں ہوتی آر جے۔۔۔" حشام کو اسکی بات بری لگی تھی۔

"اچھا۔۔۔ تو کر لونا پھر۔۔۔"

"مجھے ابھی بہت کچھ کرنا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم شادی کر کے بی جان کی یہ خواہش پوری کر دو۔۔۔" حشام نے صاف بات کی۔  
"وات؟؟" آر جے کو جھٹکا لگا۔۔۔ وہ حشام کی بات پر ہنسا اور پھر ہستا ہی چلا گیا تھا۔

"!!" تمہیں لگتا ہے کہ شاموں کا میں اتنا بے وقوف ہوں جو دوسروں کی خواہشات پوری کرنے کیلئے شادی کرلوں گا۔۔۔؟؟ ویری انٹر سٹمگ "تم تو کچھ بھی کر سکتے ہو نا۔۔۔؟؟" حشام نے اسے اسکی بات یاد دلائی۔

"لیکن وہ کام جو میں کرنا چاہوں۔۔۔ اور ویسے بھی آج کل کے دور میں شادی کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ تین چار نام کی بیویاں تو میں ویسے بھی ایک وقت میں رکھ سکتا ہوں۔۔۔" وہ محفوظ ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"اب تم شادی کا بھی مذاق اڑاؤ گے؟؟؟" حشام ناراض ہوا۔

"لیکن کوئی شادی کے لا اُن ہو تبا، اور ایک ہی عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کا سوچنے سے ہی میرا دم گھٹتا ہے، شادی میں ضرور کروں گا، اپنی پسند سے اور تین چار لڑکیوں سے کروں گا نا۔۔۔"

وہ اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کر رہا تھا۔

"ویسے آر جے تم ناکوئی بہت ہی۔۔۔"

"گھٹیا اور ذلیل انسان ہوں۔۔۔!!" آر جے نے اسکی بات اچکی تھی اور پھر خود ہی اپنی بات پر قہقهہ لگایا تھا۔  
"تم سے بات کرنا فضول ہے۔۔۔" حشام کو افسوس ہوا تھا۔

"یعنی تم تین چار لڑکیوں کی زندگی برباد کرو گے" حشام نے سوال کیا۔

"کون روحان جبیل۔۔۔؟ دنیا کی بد قسمت ترین لڑکی ہو گی وہ جسکی زندگی میں روحان جبیل داخل ہو گا۔۔۔ ام حننم کے الفاظ اسکی سماعت میں گونج گئے تھے۔ اسکے ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ ایک دم سمٹی تھی۔

"لیکن تم سے بات کر کے میں اچھا خاص فریش ہو جاتا ہوں کیونکہ تم باتیں ہی ایسی کرتے ہو۔۔۔"

روحان جبیل واقعی حشام جبیل کی باتوں پر سب سے زیادہ ہستا تھا۔

"اور جہاں تک بات ہے لڑکیوں کی زندگی خراب کرنے کی لڑکیاں تو اب بھی خود میرے پاس برباد ہونے آتی ہیں البتہ شادی کا بھی میں نے سوچا نہیں۔۔۔" وہ اچانک سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"اور سناؤ حولی کب جارہے ہو؟ بنی جان یاد کر رہی تھیں تمہیں۔۔۔" جبکہ حشام نے بات پلٹ دی تھی۔

---

گاڑی چلاتے ہوئے اسکے موبائل پر رنگ ہوئی تھی جس سے اسکا دھیان بھٹکا اور گاڑی سامنے سڑک پار کرتے ہوئے کسی سے ٹکرائی۔ آپ ٹھیک ہیں۔۔۔" وہ گھبر اکر گاڑی سے باہر نکلا تھا۔ اور پھر سامنے موجود شخصیت کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔ آسی۔۔۔" وہ بڑا بڑا یا تھا۔

ماہم ہاتھ میں پکڑے شاپر ایک طرف رکھتے ہوئے آسیہ بیگم کی طرف بڑھی تھی۔ گاڑی نے بس ہلکا سا چھووا تھا۔ سیٹھ حمدان نے بروقت بریک لگای تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں امی۔۔۔" ماہم ایک دم ڈرگئی تھی۔ لوگوں کا ہجوم انکے ارد گرد جمع ہو گیا تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔۔" آسیہ بیگم نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن ٹانگ میں ایک ٹھیس سی اٹھی تھی۔

"آپ کو نظر نہیں آتا؟ جب ڈرائیور نہیں آتی تو روڈ پر کیوں نکلتے ہیں آپ لوگ؟؟؟" ماہم اس شخص کو دیکھتے ہوئے چیخنی۔

"آسی تم ٹھیک ہو۔۔۔؟؟؟" سیٹھ حمدان جیسے ٹرانس سے باہر آیا اور آسیہ بیگم کی طرف بڑھا تھا۔

وہ اسے پہچان گیا تھا۔ اتنے سالوں بعد بھی وہ اسے ایک پل میں پہچان گیا تھا۔ اور یہی حال آسیہ بیگم کا ہوا تھا جب انہوں نے اپنے سب سے اچھے کزن کو اتنے سالوں بعد دیکھا تھا۔

"زیادہ لگی تو نہیں۔۔۔!!" وہ پاس بیٹھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ جبکہ ماہم ہونک بنی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔۔" آسیہ بیگم نے ماہم کا سہارا لے کر اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

سیٹھ حمدان نے آسیہ بیگم کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ لیے تھے۔ آسیہ بیگم کو سلامت دیکھ کر لوگوں کو ہجوم چھپت گیا تھا۔

"آجاؤ ہا سپٹل چلتے ہیں شاید تمہیں زیادہ لگی ہے"

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔۔"

"میں نے کہانا چلو۔۔۔" حمدان صاحب نے غصے سے انگی بات کائی تھی۔ اور آسیہ بیگم کو لگا تھا وقت کہیں نہیں گیا۔ اسکے سامنے کھڑا ہوا شخص آج بھی ویسے کاویسا تھا۔ جیسے کہیں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

---

جیسے ہی وہ لگی میں داخل ہوئی تھی ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی گاڑی لگی سے میں روڈ پر داخل ہوئی۔ حامم چونکی تھی۔ انکے محلے میں اس طرح کی گاڑی کسی کی نہیں تھی۔ وہ آس پاس کے گھروں کو جانتی تھی۔

"شاید کسی نے نئی لی ہو۔" وہ بڑا تی ہوئی گھر کی جانب بڑھی۔ خلاف معمول پہلی دستک پر ہی دروازہ کھل گیا تھا جو ماہم نے کھولا تھا۔  
اماں کدھر ہیں۔۔۔؟" حامم کو حیرت ہوئی۔

"اندر ہیں۔۔۔" ماہم تھوڑی سمجھیدہ تھی۔ حامم نے قدم تیزی سے کمرے کی طرف بڑھائے۔

"اماں کیا ہوا آپکو؟ طبیعت ٹھیک ہے نا؟؟؟" آسیہ بیگم کو بستر میں لیٹئے دیکھ کر حامم پریشان ہو گئی تھی۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔۔!!" آسیہ بیگم نے مسکرا کر جواب دیا۔

"بازار سے واپسی پر چھوٹا سا ایک سیڈینٹ ہو گیا تھا امی کا۔" ماہم نے جیسے دھماکہ کیا تھا۔ حامم تو جیسے سن ہو گئی تھی۔

"اڑے نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کچھ نہیں ہوا مجھے، تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔" آسیہ بیگم نے حامم کے پیلے پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور کمال یہ کہ وہ گاڑی والے اُنی کے کرن نکلے، جو ابھی ابھی گئے ہیں۔" ماہم کی بات پر حامم کو وہ گاڑی یاد آگئی۔

"انہیں نظر نہیں آیا کیا، ایسے کیسے انہوں نے؟"

حامم کے آنسو جیسے گلے میں اٹک گئے تھے۔

"غلطی اسکی کی نہیں ہے میرا ہی دھیان نہیں تھا۔ اور خوشی ہے مجھے اس بات کی اگر میں اسکی گاڑی سے نہ ٹکراتی تو ہم دوبارہ کبھی نا ملتے، چلو اس بہانے ملے تو

سہی۔" آسیہ بیگم کے لبھ میں واقعی خوشی تھی۔ جبکہ حامم پریشان ہو گئی تھی۔

"اگر امی کو کچھ ہو جاتا۔" وہ اس خیال سے ہی گھبرائی تھی۔ انکا واحد سہارا اس دنیا میں انکی ماں ہی تھی۔ وہ شکر ادا کر رہی تھی اللہ کا جس نے ان پر اپنا رحم کر دیا تھا۔

"آسی نے اتنے سال بیوگی اور غربت میں اس چھوٹے سے گھر میں گزار دیے۔۔۔ میں کیسا انسان ہوں کبھی پلٹ کر خبر نکلنہ لی۔۔۔!!" سیدھ حمدان گاڑی ڈرائیور کرتے ہوئے سوچ رہے تھے۔

"اتنے پیارے بچے ہیں اگر آج میری وجہ سے آسی کو کچھ ہو جاتا تو میں کبھی خود کو معاف نہیں کر پاتا۔" آسیہ بیگم کی اجڑی حالت دیکھ کر کہیں دور بہت پرانے سوئے جذبات ایک دم جاگے تھے۔

وہ جتنی اہم اسکے لیے کل تھی آج بھی اتنی ہی تھی۔ وہ کبھی اسے نہیں بھولا تھا۔ آج بھی نہیں۔

حامم کا آج کا لج میں آخری دن تھا۔ اسکے دو ماہ پورے ہو گئے تھے۔ کالج کا مستقل ٹپچر واپس آگیا تھا۔ ویسے بھی اسکے اپنے پیپر ہونے والے تھے وہ مزید جاب نہیں کر سکتی تھی۔ پہلے لیکچر میں آر جے نہیں تھا حامم نے شکر ادا کیا تھا۔ بچوں نے آج کچھ بھی نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ حامم نے ان سے اپنی کچھ باتیں شیرسر کی تھیں اور انہیں بہت سی اچھی باتیں بتائی تھیں۔ اس وقت وہ سٹاف روم میں اکیلی بیٹھی تھی جب سٹوڈنٹس کا گروپ اسکے پاس آیا تھا۔ یہ وہ بچے تھے جنہیں وہ بہت پسند آئی تھیں۔

"میم ہمیں آپکا آٹو گراف چاہیے۔" حامم حیران ہوئی، اس نے کبھی اپنی سٹوڈنٹ لاکف میں یہ کام نہیں کیا تھا۔

"لیکن کیوں۔۔۔؟ اس نے پوچھا۔

"ہمیں یاد رہے گا کہ مس ام حنم نے ہمیں پڑھایا تھا کبھی۔۔۔" انکی عجیب و غریب خواہش پر حنم نے انکی ڈائری پر کچھ اقوال لکھ کر اپنا نام لکھ دیا تھا۔ سب چلے گئے تھے حصہ رہ گئی تھی۔

"آپ کو کیا چاہیے۔۔۔؟" حنم نے سوالیہ نظر وہ سے پوچھا۔

"آنکھیں کھول کر تو سمجھی لکھ لیتے ہیں سمجھی سائنس کر لیتے ہیں میں چاہتی ہوں کہ آپ آنکھیں بند کر کے میری ڈائری پر سائنس کریں،" یہ کیا بات ہوئی۔۔۔؟ مجھے نہیں آتے سائنس کرنے آنکھیں بند کر کے۔۔۔" حنم نے جواب دیا۔

"پلیز میم، پلیز۔۔۔ آپ میرے لئے اتنا نہیں کر سکتیں اتنی سی گزارش قبول کر لیں۔" حصہ نے منت کی۔

"ٹھیک ہے، مجھے قبول ہے لاو کدھر کرنے ہیں سائنس۔۔۔؟" حنم نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے زبردستی مسکراہٹ چہرے پر لا کر ہانی بھری تھی۔ جتنے صفات پر میں کہوں گی آپ نے اتنی بار سائنس کرنا ہے۔۔۔" حصہ نے کہتے ہوئے اپنی ڈائری آگے بڑھائی۔ حنم نے آنکھیں بند کر کے پہلے صفحہ پر سائنس کیا۔

"بس۔۔۔؟"

"نہیں میم۔۔۔ اور بھی کرنے ہیں۔۔۔" وہ ناجانے کتنی جگہ پر اس سے سائنس لے چکی تھی۔

"اب کھلوں آنکھیں۔۔۔؟" جانے کیوں حنم کو عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ اسکی چھٹی حس نے کوئی الارم بجا�ا تھا۔ حصہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ "کھول لیں آنکھیں مس ام حنم۔" وہ آواز اسے کرنٹ کی طرح لگی تھی۔ حنم نے جھٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔ سامنے رو حان جیل کھڑا تھا۔ زہریلی مسکراہٹ لئے۔۔۔ حنم کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔ اسکے ہاتھ میں کچھ کاغذ تھے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟" وہ دبی دبی آواز میں چلائی۔

ریلیکس ٹیچر جی یہ دیکھیں بقول آپ کے میں نے آپکو دنیا کی بد قسمت ترین لڑکی بنادیا ہے۔۔۔" آر جے نے وہ کاغذ اسکی جانب بڑھائے۔ کیا ہے یہ؟؟" ناگواری سے پوچھا گیا۔

"خود دیکھ لو۔۔۔" وہ گھری نظر وہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کاغذ پر نظر پڑھتے ہی حنم کا دماغ المٹھا تھا۔ وہ نکاح نامہ تھا۔ جس پر اسکے سائنس موجود تھے۔ حصہ اسے دھوکہ دے گئی تھی۔ حنم کو اپنا سر چکراتا محسوس ہوا تھا۔

"کیا بکواس ہے یہ؟؟" مشکل سے ہمت جمع کر کے حنم نے وہ کاغذ اسکے منہ کی طرف اچھا لاتھا بلکہ منہ پر مارا تھا۔

"افف آہستہ بولو۔۔۔ مسز۔۔۔ تم نے ہی کہا تھا نادنیا کی بد قسمت ترین لڑکی ہو گی جسکی قسمت میں رو حان جیل داخل ہو گا۔۔۔ لو اب میں نے تمہیں ہی بد قسمت بنا دیا۔۔۔" وہ آنکھ دباتے ہوئے بولا تھا اور پھر ٹانگ پر ٹانگ جما کر آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ حنم کو تو اسکی بات سن کر ٹھنڈے پسینے آگئے تھے۔ اس نے چاروں طرف دیکھا تھا اور شکر کیا تھا کہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

"اپنی بکواس بند کرو۔۔۔ میں ابھی پر نسل کو بتاتی ہوں تم نے انتہائی شرمناک حرکت کی ہے۔۔۔"

حنم کا دل کر رہا تھا کہ وہ اسے مار ڈالے۔۔۔ اسکا دل ڈوب رہا تھا۔

اور تمہیں کیا لگتا ہے وہ تمہارا یقین کروں گی؟؟؟" "وہ نہ ساختا۔ جبکہ حامم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

"تمہاری اس بکواس سے مجھے کوئی لینا دینا نہیں۔" "حامم نے قدم باہر کی جانب پڑھا۔" "نکاح ہو گیا ہے ہمارا۔ مس ام حامم۔" وہ سکون سے کہتا سے آگ لگا گیا تھا۔

"نکاح کوئی پچوں کا کھیل ہے جو سائنس کرنے سے ہو جائے گا۔" وہ مذاق اڑانے والے لبھ میں بولی تھی۔ "لڑکی کی رضا مندی چاہیے ہوتی ہے نا۔ وہ مجھے مل گئی۔" آرجے نے نکاح نامے کی طرف اشارہ جسے وہ نیچے سے اٹھا چکا تھا۔ "اور تم نے بھی قبول کر لیا ہے۔" "باقی کی کاروائی اب دیکھ لو۔" اس نے موبائل پر کسی کا نمبر ملا یا تھا۔

"ہاں کمی۔" لڑکی نے سائنس کر دیئے ہیں مولوی کو کہو کہ نکاح پڑھا۔ "اسکے الفاظ نے حامم کے پیروں نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔ دوسری طرف سے مولوی کی آواز ابھری تھی۔" وہ نکاح پڑھا رہا تھا۔

"کیا آپکو قبول ہے؟؟" ام حامم نے باقاعدہ اپنا اور روحان جسیل کا نام سناتھا۔ اور روحان نے کس قدر چالا کی سے مولوی کے پوچھنے پر حامم کی ریکارڈ کی گئی آواز سے صرف قبول ہے کو مولوی تک پہنچایا۔

اسکے اس طرح کرنے پر حامم پچھلی پچھلی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ تین بار مولوی نے پوچھا تھا اور تین بار قبول ہے وہ سن چکے تھے۔ "بھی سائنس کر دیئے ہیں حامم نے اب میری باری۔"

وہ پر سکون سا کہہ رہا تھا۔ سائنس وہ پہلے کر چکی تھی۔ اس سے پہلے مولوی مزید کچھ بولتا۔ حامم کو جیسے ایک جھٹکا لگا تھا۔ وہ بنا کچھ بولے سٹاف روم سے باہر کی جانب بھاگی تھی اور پھر وہ بھاگتی چلی تھی۔ اور پیچھے آر جے اب قبول ہے بول رہا تھا۔ نکاح نامے پر سائنس کرنے کے بعد اس نے موبائل پر چلتی ریکارڈنگ جس سے مولوی کی آواز ابھر رہی تھی اسکو بند کیا۔

"سٹوپ۔ بھاگ گئی ڈر کر۔" منتیں بھی نہیں کی میری کہ یہ سب نا کرو۔" اپنی ہی بات پر اس نے تھوہہ لگایا۔ حامم کے جانے کے بعد وہ ایک جھٹکے سے صوفے سے اٹھا، نکاح نامے کو پھاڑنا چاہا پھر اچانک کچھ سوچ کر رک گیا۔

"کیا پتا کبھی زندگی میں اسکی ضرورت پڑ جائے۔" اس نے خود سے کہا تھا۔ اسے اس وقت نہ تو اس نکاح میں کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی ام حامم میں۔ اس کیلئے یہ ایک ایڈو نیچر جیسا تھا۔ حامم کی حالت نے اسے کافی لطف دیا تھا۔

"لیکن حیرت ہے اس گھمنڈی لڑکی نے معافی مانگی اور نہ منتیں کی میری۔" وہ بھنوں سکیڑتے ہوئے بڑھایا تھا۔ اور پھر اس کاغذ کے ٹکرے کو جیب میں رکھنے کے بعد وہ سیٹی بجاتا سٹاف روم سے باہر نکل گیا۔

وہ جیت گیا تھا۔۔۔ وہ فتح کا بادشاہ تھا۔ وہ وقت اور قسمت دونوں پر حکومت کرتا تھا۔ وہ جیسا چاہتا تھا ویسا ہو جاتا تھا۔ اس کا لج میں اب اسکی دلچسپی کے لائق کئی چیز نہیں بھی تھی۔ وہ سیٹی پر دھن بجا تا کانج سے باہر نکل گیا تھا۔

حاجم کو اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے روحان جبیل سے اس درجہ پاگل پن کی امید نہیں تھی۔ اگر اسے پتا ہوتا کہ وہ ایسا کرے گا تو وہ اسکی لاکف پارٹر کے بارے میں کبھی ایسی بات نہیں کرتی۔

"لیکن اب کیا ہو گا؟؟؟" اسکا دل بری طرح سے ڈر رہا تھا۔

"اللہ اب کیا ہو گا؟؟؟" وہ بہت پریشان تھی۔ دل بیٹھا جا رہا تھا۔

اگر اس نے پرنسپل کو بتا دیا اور کوئی اور کہانی سنائی تو۔۔۔؟ سب مجھے برا سمجھیں گے۔۔۔ وسو سے اسے کھائے جا رہے تھے۔

اس نے پڑھا تھا کہ سلفائز اپنے عمل اور اپنے رد عمل دونوں سے لوگوں کو چونکا دیتے ہیں لیکن اس آر جے نے تو اسکا دماغ ہی گھما دیا تھا۔

اس نے طے کر لیا تھا کہ اب وہ اس کا لج میں کبھی نہیں جائے گی۔ اپنی اپنی طرف سے وہ دونوں اس کا لج کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ گئے تھے۔

چھپے جس پر بڑا سا

"آر جے سنادو کچھ۔۔۔" محسن نے اسکی منت کی تھی۔ کلب کے تیز میوزک اور قهر تھراتے جسموں کی بھیڑ میں وہ لوگ پر سکون سے بیٹھے تھے۔ سیاہ رنگ کی جیکٹ کے

RJ

لکھا تھا اور گلے میں چین پہنے جس پر آر جے لکھا ہوا لٹک رہا تھا، وہ اس کلب کی شان لگ رہا تھا۔

اس نے مکی کو لڑکیوں کی جھرمٹ میں گھر ادیکھا تھا، اسکے دیکھنے پر مکی نے ایک آنکھ دبا کر اسے آنے کا اشارہ کیا تھا۔ لیکن جانے کیوں آج نہ تو اسے نشہ چڑھ رہا تھا اور نہ ہی یہاں کوئی لڑکی اسے متاثر کر رہی تھی۔ وہ پہلے بھی ایسا ہی تھا اسے کچھ متاثر نہیں کر پاتا تھا لیکن آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔

"یار میر اموڈ نہیں ہے۔۔۔!!" گلاس کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے آر جے نے محسن کو انکار کیا تھا۔ اسے اتنا سنجیدہ دیکھ کر مکی اسکی طرف آیا تھا۔

کیسار ہا تمہارا نکاح۔۔۔ وہ خباثت سے دانت نکالے پوچھ رہا تھا۔

"نکاح۔۔۔ واط ربیش! کون سا نکاح؟؟ وہ جست پر انک تھا اس ام حاجم کو ڈرانے کیلئے۔"

"اور وہ نکاح نامہ۔۔۔؟؟؟" مکی نے دوبارہ پوچھا۔

اسکی بات پر آر جے چونکا ہی نہیں تھا۔ وہ تو اس نے پہنچنے کی جیب سے وہ کاغذ نکالا تھا جس پر ان دونوں کے سائز تھے۔

یہ رہا۔۔۔ مکی نے اسکے ہاتھ سے وہ کاغذ جھٹا تھا۔

"دلهاد لہن دونوں کے سائز ہیں بس گواہوں کے خانے خالی ہیں۔۔۔ ادھر لاؤ سائز کرتا ہوں۔۔۔"

مذاق سمجھتے ہوئے مکی نے اپنے سائز کر دیے تھے۔ اور پھر کاغذ کو محسن کی طرف بڑھایا۔

محسن نے بھی ہنتے ہوئے سائنس کیے تھے۔ اسکے بعد وہ اس کاغذ کے ٹکڑے کو لے کر گروپ کے دوسروں لڑکوں کی طرف بڑھا تھا۔ پانچ منٹ وہ نکاح نامے کو لہراتا واپس آیا تھا۔

"یہ لو آر جے کام مکمل ہو گیا ہے۔" شیطانی مسکراہٹ لئے وہ آر جے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"انٹرستنگ۔" آر جے کیلئے یہ سب ایک نیا کھیل تھا اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے پھر وہ کاغذ کا ٹکڑا جسکی اسکے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی بنا سوچے سمجھ جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کاغذ کا ٹکڑا اب قانونی اور شرعی طور پر ایک مکمل نکاح نامے کی خیت اختیار کر گیا تھا۔ "پلیز یار کچھ سنادو۔!!" اس بار ملکی نے گٹھار سے تھماتے ہوئے کہا تھا اور کچھ سوچ کر آر جے نے اسے پکڑ لیا تھا۔

حامن کا لج سے سیدھا گھر آگئی تھی وہ اپنی اکیڈمی نہیں گئی تھی۔ اسکا سر درد سے پھٹ جا رہا تھا۔

"کیا ہوا ہانی تم ٹھیک ہو؟؟؟" آسیے بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔

"جی اماں میں ٹھیک ہوں۔!!" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔ اسکے بعد وہ بستر میں گھس گئی تھی۔

"اگر مہرو کو پتا چل گیا، اور اسمارہ آپی، وہ سب لوگ کیا سوچیں گے میں بارے میں؟ نہیں ایسے نکاح تو نہیں ہوتا۔" اب وہ خود کو تسلیاں دے رہی تھی۔ "لیکن اس نکاح نامے پر سائنس تو میرے ہی ہیں۔" اسکا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

اسی ڈر اور خوف میں اسے رات تک بخار ہو گیا تھا۔ وہ کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

"یا اللہ مجھ پر رحم کر" اسے اپنے پچھلے سارے گناہ یاد آرہے تھے اور نم آنکھوں سے وہ صدق دل سے دعائیں مانگ رہی تھی کہ وہ روحان جبیل اس بات کا ذکر کسی سے ناکرے۔

اور حضہ۔ اسے تو میں نے بہت اچھا سمجھا تھا اس نے دھو کہ کیا میرے ساتھ۔ "حامن کو سخت افسوس ہو رہا تھا۔ اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔"

"تمہیں پتا ہے ماہی بیٹا آج میں کس سے ملا۔؟؟؟" سیٹھ حمدان بہت ہی پر جوش سے اپنی بیٹی کو بتا رہے تھے۔

"کس سے بابا۔؟؟؟" فون کی دوسری جانب سے آواز ابھری تھی۔

"آسی سے۔!!" سیٹھ حمدان کے لب کا نپے تھے۔

"کیا سچ میں بابا۔؟؟؟ وہ جیران ہوئی تھی۔"

"ہا۔ اور اسکی حالات دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا خود پر۔۔۔ میں بہت شرمندہ ہوں ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے میں نے کبھی جا کر اسکی خبر نہیں لی۔" سیٹھ حمدان سچ میں بہت افسردہ تھے۔

"کیسی ہیں بابا وہ۔؟؟؟ ماہی نے پوچھا تھا۔"

"میرے لیے تو آج بھی ویسی ہی ہے۔ باہمیں سال پہلے والی آسی، مجھ سے فرماشیں کر کر کے چیزیں منگوانے والی، لیکن وقت اور حالات نے اسے کافی بدل دیا ہے، اب کچھ نہیں مانگتی وہ۔"

"تو بابا آپ اب انکی مدد کریں نا۔ قسمت نے آپ کو دوسرا موقع دیا ہے اسے مت گنوائیں۔۔۔"

ماہی کی بات نے سیٹھ حمدان کو چونکا دیا تھا۔

جبکہ ماہی جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی۔ اسکے بابا نے کتنے سال اکیلے گزار دیے تھے صرف ماہی کی وجہ سے۔۔۔ وہ پہلی محبت کو آج بھی اپنے دل میں بسائے بیٹھے تھے۔ یہ قدرتی امر ہے انسان اپنی پہلی محبت کو چاہ کر بھی بھول نہیں سکتا وہ گلے کا طاق بن کر ہمیشہ ساتھ رہتی ہے۔ ہر ہر لمحے اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے یہ اک خالص جذبہ ہے۔ جسے چاہ کے کر بھی ہم بھلانہیں سکتے۔ پہلی محبت پرانے مقدمے کی طرح ہوتی ہے، نہ ختم ہوتی ہے نہ انسان باعزت بری ہوتا ہے

!!! اور محبت نہ ملنے کا دکھ ماہی سے بہتر کون جانتا تھا۔

محبت جن سے ہوتی ہے

اُنہیں کھونے کا ڈر ہر وقت

دامن گیر رہتا ہے

لیقین کی آخری منزل پر آکر بھی

کوئی جذبہ کوئی شک

کوئی اندیشہ

بہت بے چین رہتا ہے

محبت جن سے ہوتی ہے

اُنہیں کھونے کا ڈر ہر وقت

دامن گیر رہتا ہے

کہیں یہ وصل کے لمحے

بدل جائیں نہ فرقہ میں

کہیں یہ قرب کی گھڑیاں

جدائی میں نہ ڈھل جائیں

کہیں ایسا نہ کہ کوئی اُسکو

بد گماں کر دے

کہیں ایسا نہ ہو وہ مہرباں

آنکھیں بدل جائے

کہیں ایسا نہ ہو یہ گرم جوشی

سر دپڑ جائے

تپاکِ جاں سے ملنے کی روشن

تختستہ ہو جائے

ادائے دلبرانہ بے رخی کاروپ دھارے

اور دل کا درد بن جائے

محبت جن سے ہوتی ہے

انہیں کھونے کا ڈر ہر وقت

دامن گیر رہتا ہے

کبھی محفل میں سب کے سامنے

وہ احتیاطاً بھی

نظریں چڑا جائے

تو دل پر چوٹ لگتی ہے

آنسوؤں کا مئے برستا ہے

کبھی مصروفیت میں فون کی گھنٹی کا

وہ نوٹس نہ لے

اور

رابطے کا سلسلہ موقوف ہو جائے

دھڑک اٹھتا ہے دل

کیا جانئے کیا ہو گیا اُس کو

توجہ میں کمی کیوں آگئی

کیوں اُس کی جانب

ایک سناٹا سا چھایا ہے

جو اپنا اس قدر اپنا تھا

آخر کیوں پر ایا ہے

محبت جن سے ہوتی ہے

انہیں کھونے کا ڈر ہر وقت

دامن گیر رہتا ہے

مجبت جن سے ہوتی ہے .....!!!!!!

"سنوا آر جے تم نے دوبارہ مس ام حامم کو تنگ تو نہیں کیا؟؟؟" حشام لیپ ٹاپ کی سکرین پر نظر آنے والے آر جے سے پوچھ رہا تھا۔ حشام کی بات سن کرو چونکا تھا۔  
"کیا بات ہے شامو کا کا۔ ویسے تو تمہیں لڑکیوں کے نام یاد نہیں رہتے اور مس ام حامم تمہارے بڑی یاد ہے۔" آر جے شرارت سے کہہ رہا تھا۔  
"کیونکہ میں تمہیں اچھے سے جانتا ہوں بتاؤ تنگ تو نہیں کیا نا؟؟؟" حشام کو ناجانے کیوں فکر کیوں رہی تھی۔ وہ اتنے دنوں سے پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن  
ہمت نہیں ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ آر جے کتنا چالاک ہے۔  
"نہیں تنگ نہیں کیا بس بھگا دیا ایک چھوٹا سا ڈرامہ کر کے ۔۔۔"  
"کیسا ڈرامہ ۔۔۔؟؟؟" حشام چونکا۔

"پھر کبھی بتاؤں گا شامو کا کام مجھے ابھی کچھ کام ہے۔۔۔" اس سے پہلے حشام کچھ کہتا۔ وہ آف لائیں جا چکا تھا۔  
پتا نہیں اب اس نے کیا کیا ہو گا اس مخصوص کے ساتھ۔ حشام کو فکر ہو رہی تھی۔ لیکن وہ کچھ کرنہیں سکتا تھا۔

آر جے اپنی نئی ویڈیو ز جو اس نے اپلوڈ کی تھیں انہیں چیک کر رہا تھا۔  
پچھلے ایک ہفتے سے ایک نئی

Follower

اسکی ویڈیو ز پر ری ایکٹ کر رہی تھی۔ اور تعریف الگ،  
وہ کبھی کسی کے کمینٹس نہیں پڑھتا تھا البتہ کبھی کبھی کچھ چیزیں اسے مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھیں۔

"Can we be friends???"

اس نئی لڑکی رحمہ کی طرف سے میسج آیا تھا۔  
آر جے نے اسکے ٹائپ کیے گئے میسج کو سکین کیا تھا۔ اور پھر بلا اختیار ہی وہ ہنس دیا تھا۔

"Don't Try To Make Me fool Miss Shalni"

وہ ایک سینکڑ کے اندر اسے حقیقت سے روشناس کرا گیا تھا۔  
"اسٹوپڈ۔۔۔ وہ بڑھ رہا تھا۔

جبکہ دوسری جانب شالنی اسکا میسج پڑھ کر حیران و پریشان رہ گئی تھی۔ وہ انسان تھا یا کوئی جادوگر۔۔۔؟؟ اسے بے قوف بنانا واقعی ناممکن تھا۔ وہ کچھ دیر شاکڈھ رہی تھی اور پھر زیر لب مسکرا دی تھی۔ اسکا انتخاب سو فیصد درست تھا۔

اس سے پہلے کہ یہ آنسو کہیں ہجرت کر لیں

آسکی روزترے غم کی ضیافت کر لیں

اس نے جاتے ہوئے پر سے میں بھی بولا تھا  
اب یہ بہتر ہے کہ یادوں پر قناعت کر لیں

گاؤں سب ہار کے ہم جو کبھی واپس لوٹیں  
کیا ہی اچھا ہوا اگر تیری زیارت کر لیں

تو کہیں ہم کو ملے تو لپٹ کر تجھ سے  
اتنا پھر روئیں کہ ضائع یہ بصارت کر لیں،

کانپ اٹھتا ہوں میں اب دیکھ کے ہنستے چہرے  
لوگ یہ بھی نہ محبت کی حماقت کر لیں

اس محبت پر بھی تم نے جو ستم ڈھائے ہیں  
عین ممکن ہے کہ ہم تم سے عداوت کر لیں

حالم پچھلے دو دنوں سے اکیڈمی نہیں گئی تھی۔ بخار اسکی جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر وہ اکیڈمی جائے گی تو مہرو اسے سوال کرے گی۔  
موباکل پر آنے والی ہر کال پر وہ ڈر جاتی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ ابھی پرنسپل کافون آئے گا اور پھر اسکی انسٹ ہوگی۔

ابھی بھی موبائل پر ہونے والی بپ پر وہ گھبرائی تھی۔ لیکن پھر نمبر اور میسج دیکھ کر وہ چونکی تھی۔ ایک ناگواری اسکے چہرے پر پھیل گئی تھی۔  
”یہ شخص میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔۔۔؟“

وہ روہانی ہوئی تھی۔ بہت کچھ تھا جو وہ کہنا چاہتی تھی۔۔۔ بہت کچھ تھا جو وہ بتانا چاہتی تھی لیکن اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ اپنے احساسات کو کس سے شیئر کرے؟ مہرو سے اسکی بہت اچھی دوستی تھی اسکے بر عکس وہ اس سے اپنے دل کی بات نہیں کہہ پاتی تھی۔  
تحک ہار کر اس نے میسج ڈیلیٹ کیا تھا۔

”محضے نمبر تبدیل کر لینا چاہیے۔۔۔!!“ آخر وہ اس آخری نتیجے پر پہنچی تھی۔

اسکی نمازیں لمبی ہوتی جا رہی تھیں۔۔۔ گڑ گڑا کروہ ناجانے کیا مانگتی تھی۔ ایک ڈرنے اسکے دل میں ڈیر اڈال لیا تھا۔ اس نے دوبارہ اکیدمی جانا شروع کر دیا تھا۔ نامہ رو نے کوئی بات کی تھی۔ ناپرنسپل کا فون آیا تھا اور نا آرجے نے کوئی پیش رفت کی تھی۔ دھیرے دھیرے وہ بھی اسے مذاق سمجھ کر بھولنے لگی تھی۔

” یہ تمہاری سیلری ہے ہانی۔۔۔ اسما رہ آپی نے پھیجی ہے۔۔۔ تم بنا پرنسپل سے ملے واپس آگئی تھی۔۔۔ ”

مہرو نے ہانی کی امانت اسے دی تھی۔ جس پر ہانی نے شکر ادا کیا تھا کہ سب نارمل تھاٹھیک تھا۔ پچھلے کچھ دنوں سے اسے انجانے نمبر کا ل آ رہی تھی جسے وہ جان بوجھ کر نہیں پک کر رہی تھی۔

” میم میری بات سنیں۔۔۔ میں حفصہ ہوں پلیز میم۔۔۔ ” اسکا تیج پڑھنے کے بعد تو حامم کا دماغ گھوما تھا۔ اس نے موبائل ہی بند کر دیا تھا۔ اور اب پھر کسی اور نمبر سے فون آرہا تھا۔

” اٹھا لو ہانی کس کا فون ہے؟؟؟ ” مہرو کی بات پر وہ چوکی تھی۔  
” پتا نہیں۔۔۔ ! ” حامم کا موڑ خراب ہوا تھا۔

” یار پوچھ تو لو ایک بار۔۔۔ ” مہرو کے اصرار کرنے پر حامم نے کال رسیو کی تھی۔

” میم پلیز میری بات سن لیں۔۔۔ پلیز فون بند مت کیجئے گا پلیز میم۔۔۔ ” حفصہ متیں کر رہی تھی۔  
” حفصہ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ ” حامم نے دو ٹوک جواب دیا تھا۔

” نہ کریں بات لیکن میری سن لیں پلیز۔۔۔ وہ رو حان نے مذاق کیا تھا میم۔۔۔ پرانک۔۔۔ اس نے مجھے اموشنلی بلیک میل کیا تھا کہ اگر میں نے اسکی بات نہیں مانی تو وہ کسی سے بھی یہ کام کروا لے گا۔ اور پھر شاید سب کو یہ بات پتا چل جائے۔۔۔ اس نے مجھے اس لیے کہا کہ میں کسی کو نہیں بتاؤں گی کیونکہ آپ مجھے عزیز ہیں۔۔۔ ” وہ آخری بات کہتے پر رودی تھی۔

” اٹس او کے حفصہ۔۔۔ کوئی بات نہیں۔ آپ بھی بھول جاؤ اس بات کو۔ ” حامم نے گھرا سانس لیا تھا۔  
” پکا آپ ناراض تو نہیں ہیں نااب؟؟؟ ”

” نہیں میں ناراض نہیں ہوں۔۔۔ پھر بات ہو گی۔ ”  
وہ اسکا جواب سنے بنافون بند کر چکی تھی۔

” دل سے ایک بوجھ سا اتر گیا تھا۔ ایک ڈر جو تھا وہ ختم ہو گیا تھا اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ سب ڈرامہ تھا۔  
” کیا ہوا ہانی؟؟ ” مہرو نے جو اسے غور سے دیکھ رہی تھی اسکے فون بند کرنے پر پوچھا تھا۔

” پچھ نہیں بس کا لج کا ایک مسئلہ تھا۔۔۔ ” وہ خوش دلی سے مسکرا دی۔ واقعی حفصہ نے اسے بہت بڑے صدمے سے باہر نکال لیا تھا۔ حامم اب اپنے آپ کو بہت ہلکا سامحسوس کر رہی تھی۔

-----  
اسٹیڈیم لوگوں کے ہجوم سے بھرا پڑا تھا۔ ہر طرف نوجوان لڑکے لڑکیاں اسکے انتظار میں تھے۔

ہر ایک کی زبان پر بس آر جے تھا۔ رات کے اندر ہرے میں بھی رنگ برلنگی روشنیوں نے اسٹچ کو منور کیا ہوا تھا۔ وہ پروفشنل سنگر نہیں تھا۔ اور نہ کسی کیلئے گاتا تھا۔ البتہ اسکے فین ڈیمانڈ کرتے تھے اس سے سنتے کی۔ اور وہ ایک دن فائل کر دیتا تھا۔ اسی دن دیکھنے اور سنتے والوں کا ہجوم جمع ہو جاتا تھا۔ جیتنی مارٹن سے اسکی دوستی سو شل میڈیا پر ہوئی تھی۔ وہ برطانیہ سے تعلق رکھتی تھی۔

تمیں سالا جینی کہیں سے بھی تیس سال کی نہیں لگتی تھی۔ وہ ایک پروفشنل سنگر تھی جبکی آواز نہایت دلکش تھی۔ البتہ جب سے اس نے آر جے کی آواز سنی تھی وہ حیران رہ گئی تھی۔ اور اسکی شدید خواہش تھی کہ وہ آر جے کے ساتھ سنگر کرے۔ اور آج وہ آرہی تھی۔ آر جے کے ساتھ۔۔۔ وہ دونوں ایک ساتھ دھا کر کرنے والے تھے۔ انتہائی سخت سیکیورٹی کے اندر انکی گاڑیاں آگے پیچھے اسٹیڈیم میں داخل ہوئیں تھیں۔ اور کچھ دیر بعد میڈیا، کمیروں کی چمک اور لوگوں کی زبردست ہونگ میں وہ اسٹچ کی طرف بڑھے تھے۔

”رات تقریباً دو بجے شو ختم ہو گا۔۔۔ اور اسکے بعد جینی کی خواہش پر وہ دونوں واپس ہو ٹل جائیں گے۔ جینی کی یہ خواہش آر جے لازمی پوری کرے گا۔۔۔ ایک بار وہ دونوں ہو ٹل پہنچ جائیں۔۔۔ پھر ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔۔۔“ وہ پرو جیکٹ کے سامنے کھڑی بتا رہی تھی۔ سکرین پر اسٹیڈیم کے اندر باہر۔۔۔ اسٹیڈیم سے ہو ٹل تک اور ہو ٹل کے اندر تک ہر چیز کا نقشہ تھا اور دوسری سکرین پر اسٹیڈیم کی ویڈیو نظر آرہی تھی۔

”دھیان رہے اس بار پلان فیل نہیں ہونا چاہیے۔۔۔“

باس نے سخت تنبیہ کی تھی۔ لڑکی نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

جینی اور آر جے دونوں سیاہ رنگ کے کپڑوں میں تھے۔ جینی نے گھٹنوں تک آتے شارٹ کپڑے پہن رکھے تھے۔ جبکہ آر جے گھٹنوں سے پھٹی جیز پہنے جسکی بلیک جیکٹ بھی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی، ربر بینڈ سے بالوں کو پیچھے کی جانب کیے گئے اور بازوں میں لکھتے بینڈز جن پر آر جے واضح لکھا چمک رہا تھا، وہ دونوں عوام کی توجہ کا مرکز بنے تھے۔ گٹار ہاتھ میں کپڑے وہ اسٹچ پر جھوول رہا تھا۔ جینی اس سے دس سال بڑی تھی اور تھی بھی برطانیہ سے لیکن آر جے کہیں سے بھی نہ اس سے متاثر نظر آ رہا تھا اور نہ ہی وہ خوف کا شکار تھا۔ اسکا اعتماد دیکھنے لائق تھا۔

I'm so lonely broken angel  
I'm so lonely listen to my heart

جینی نے گانٹشروع کیا تھا۔

من دوست دارم

بہ چشم من گریہ ندہ

نہ، نبی تو نم

بدون تو حالم بدہ

آر جے اپنی طسماتی آواز سے ایک بار پھر سحر پھونک رہا تھا۔ لوگ دیوانوں کی طرح انہیں سن رہے تھے۔

حشام جس فلیٹ میں رہتا تھا اس عمارت میں زیادہ آبادی مسلمانوں کی تھی جو برسوں سے وہاں رہ رہے تھے۔ اس عمارت (بلڈنگ) کے سب سے اوپری فلیٹ کو وہاں موجود لوگوں نے مسجد کا نام دیا ہوا تھا جہاں وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔  
آربے نے حشام کو بتایا تھا کہ آج اسکا شو تھا۔

وہ دیکھنا چاہتا تھا تبھی اسے چھوٹے بابا سائیں (حیدر جیل) کا فون آیا تھا۔

"دیکھ رہے ہو تم اپنے لاڈلے کے کام؟ ایک سید گھرانے سے ہو کروہ انگریزوں کے ساتھ مل کر کیسے کام کر رہا ہے؟ کیا منہ دکھاؤں گا میں کل کو اگر آقا حضرت ﷺ نے اسکے متعلق سوال پوچھ لیا۔۔۔؟ کیا منہ دکھاؤں گا اگر اس ذات نے جس پر میری جان قربان۔۔۔ اگر اس نے پوچھ لیا کہ میں نے اپنے بیٹے کی تربیت کیسے کی تھی؟؟ بتاؤ کیا جواب دوں گا میں۔۔۔؟؟؟"

وہ حشام سے پوچھ رہے تھے جبکہ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اگر اس سے پوچھ لیا گیا تو وہ کیا جواب دے گا؟؟ چھوٹے سائیں اپنا غصہ نکال کر فون بند کر چکے تھے۔ حشام نے ٹوپی وی لگایا تھا۔ اسے اچھی طرح پتا تھا کہ آربے کا شوکس چینل پر برہا راست دکھایا جانا تھا۔

جیسے ہی حشام کی نظر سکریں پر پڑی تھی اسکے چہرے پ واضح ناگواری پھیل گئی تھی۔

جیسی آربے کے گلے میں باہیں ڈالے کھڑی تھی۔ جبکہ عوام ہونگ کر کر کے پاگل ہو چکی تھی۔

خشام نے فوراً غصے سے ٹوپی وی بند کیا تھا۔ اسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ آربے کا کیا کرے۔

"مجھے یہ چڑیل آربے کا ساتھ ذرا چھپی نہیں لگ رہی۔۔۔" جواد نے منه بنا کر پاس بیٹھی ماہم سے کہا تھا۔

"تم اسے مت دیکھو بس آربے کو دیکھو نا۔۔۔" ماہم نے مسئلے کا حل پیش کیا تھا۔ اچانک حامم کمرے میں داخل ہوئی تھی رات کے دس نج رہے تھے اور وہ دونوں ٹوپی وی پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔

"یہ کیا دیکھ رہے ہو تم لوگ؟؟" حامم کی نظر اچانک سکریں پر پڑی تھی اور وہ دنگ رہ گئی تھی۔ اس نے آربے کو نہیں پہچانا تھا کیونکہ اسکا چہرہ کیسرے کے بالکل سامنے نہیں تھا۔

بند کرو یہ بے ہودہ چیزیں دیکھنا۔۔۔ وہ تقریباً چیخی تھی۔

"بس آپی تھوڑا سا۔۔۔ تھوڑا سارہ گیا ہے پھر خود ہی بند کر دیں گے۔۔۔" جواد نے ٹانگ اٹکائی تھی۔

"میں امی کو بلا قی ہوں وہ خود آکر دیکھ لیں گی کہ تم لوگ کیا گھٹیا چیزیں دیکھتے ہو۔۔۔"

وہ بڑھاتی باہر نکل گئی تھی۔ جبکہ ماہم اوع جواد دونوں نے شکر ادا کیا تھا۔

I'm so lonely broken angel  
I'm so lonely listen to my heart  
One n' only, broken angel  
Come n' save me before I fall apart

تاجر جاہ باشی، کنار تم  
تا آخر شش، دیونہ تم (اوہ)  
تو، تو نمیدونی کہ جو نمی  
بر گرد پیشم

La la Leyli, la la Leyli, la la la la la  
La la Leyli, la la Leyli, la la la la la

دنیا و افیا سے بیگانہ وہ دونوں اپنی اپنی دھن میں گائے جا رہے تھے۔

"اللہ اکبر اللہ اکبر"

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے،

وضو کیے گئے چہرے پر ابھی بھی پانی کی کچھ بوندیں چمک رہی تھیں۔ پیرس میں عشاء کا وقت تھا۔ حشام نماز پڑھنے آیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے وہ اذان دیتا تھا خود ہی۔ جب بھی اسے وقت ملتا تھا۔ وہ لازمی یہ کام خود کرتا تھا۔

مسجد میں اسپیکر نہیں لگا ہوا تھا۔ البتہ جتنے بھی مسلمان خاندان وہاں رہتے تھے انکے فلیٹ میں آٹو میک ساؤنڈ سسٹم کے ذریعے ازان کی آواز گونج جاتی تھی۔  
"حی الغلاح، حی الغلاح"

آؤ وہ کامیابی کی طرف بلارہا تھا۔ ہے کوئی جو اس رب کے بلاوے پر لبیک کہہ جو بادشاہ ہے شاہوں کا سربراہ ہے پہاڑوں سے بلند دریاؤں کے پانی سے تیز ہوا اور روشنی جس کے قبضے میں ہے لیکن اس رب کریم کی عاجزی تو دیکھو وہ دن میں پانچ وقت اپنے پاس بلا تا ہے اور ہماری اوقات کیا ہے فقط ایک گندے پانی کے چند قطرے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں کہ (سورہ المؤمن)

وہی تو ہے جس نے تم کو (پہلے) مٹی سے پیدا کیا۔ ہھر نطفہ بنائے پھر لو تھڑا بنا کر پھر تم کو نکالتا ہے (کہ تم) بچے (ہوتے ہو) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو۔ پھر بوڑھے (67) ہو جاتے ہو۔ اور کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تم (موت کے) وقت مقرر تک پہنچ جاتے ہو اور تا کہ تم سمجھو لیکن وہ اتنا مہربان رحیم و کریم ہے جس کی اجازت کے بنا ایک چڑیا پر نہیں ہلا سکتی ایک درخت پتا نہیں ہلا سکتا مگر اپنے بندوں کے بار بارنا آنے پر اپنا بلا و اتر ک نہیں کرتا ہم پر رزق بند نہیں کرتا پھر سے پکارتا ہے "حی الغلاح" ہے کوئی جو آئے ہے کوئی جو مانگے ہے کوئی گدا جو آواز لگائے ہے کوئی مفلس جو مفسسی میں مجھے سجدہ کرے کوئی نیند ترک کر کہ سجدہ ریز ہو ہے کوئی بخشش مانگنے والا ہے کوئی توبہ کرنے والا آواز تمہارا رب تمہیں خود پکار رہا ہے ہاں وہی رب جس کے قبضے میں تمہاری جان وہی تم ناچار لوگوں کو تمہیں تمہاری ہی کامیابی کے لیے پکار رہا ہے

کون جانتا تھا پیرس میں رہنے والا، انگلش میں پی ایچ ڈی کرنے والا شخص ایسا تھا۔ چھوٹی سی مسجد میں سادے سے کپڑے پہنے، لوگوں کو کامیابی کی طرف بلا تا وہ شخص ہزاروں کے مجھ میں داد و صول کرتے آر جے سے کہیں بہتر لگ رہا تھا۔

نماز پڑھنے کے بعد اس نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تھے۔

"یا اللہ روحان جبیل کو ہدایت دے۔ یا اللہ پاک اسکی حفاظت فرم۔" اور آج بھی سب سے پہلے اس نے آر جے کیلئے ہی سب کچھ مانگا تھا۔

"آج میں اینجل سے اپنے دل کی بات کہہ کر ہی دم لوں گا۔" میڈی نے فرضی کالر جھاڑتے ہوئے کہا تھا۔

"تم سے نہیں ہو گا میڈی۔" البرڈ صاف گو تھا۔

"تم جلتے ہی رہنا۔" دیکھنا آج میں یہ کام ضرور پورا کروں گا۔" میڈی کافی پر جوش تھا۔

ریسٹورینٹ میں اسکی ڈیوٹی چار بجے شروع ہوتی تھی۔ وہ تین بجے وہاں موجود تھا۔ میڈی اس ریسٹورینٹ میں پارٹ ٹائم ویٹر کا کام کرتا تھا۔

"وہ آگئی ہے میڈی۔" جاؤ۔ اور فتح کرلو۔" البرڈ نے میڈی کو آکسایا تھا۔ اینجل اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھی تھی۔

"جاؤ اب۔" البرڈ نے کشمکش کا شکار کھڑے میڈی سے کہا تھا۔

"اچھا اچھا جارہا ہوں۔" میڈی نے خود کو تسلی دی تھی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اینجل کی طرف بڑھا تھا۔

"کیسی ہو اینجل۔؟" وہ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اینجل نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔

"کچھ بات کرنی تھی۔" میڈی نے اسکے گھورنے پر سنبھل کر کہا تھا۔

"بولو۔" سرد سال ہجہ تھا۔

"وہ۔ میں۔" میڈی کا گلہ خشک ہو گیا تھا۔ اس نے میز پر رکھا پانی کا گلاس اٹھا کر پیا تھا۔

اینجل اسے گھری نظر وں سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا میں۔؟ بولو اب۔"

"will you marry me???"

میڈی نے آنکھیں بند کر کے کہا تھا۔ اس کا سانس اٹکا ہوا تھا۔ اینجل اسے جیرانی سے دیکھ رہی تھی اور پھر میڈی کی حالت دیکھ کر بہت کوشش کرنے کے باوجود بھی وہ اپنی ہنسی ضبط نہیں کر پائی تھی۔ وہ ہنسی تھی اور ہنسنی چلی گئی تھی۔

"اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے اینجل۔؟" میڈی کو برا محسوس ہو رہا تھا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو میڈی۔" اب میرے پیچھے مت آنا۔ اینجل نے ہنسنے ہوئے کہا تھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گئی تھی۔

"جواب نہیں دیا۔" میڈی کا منہ بن گیا تھا۔ وہ بیچارہ اداں ہو گیا تھا۔

رات گیارہ بجے کا ٹائم تھا۔ میڈی ریسٹورینٹ سے فارغ ہو کر اب گھر کی طرف جارہا تھا۔

اچانک اسے محسوس ہوا تھا کہ اسکے پیچھے کوئی ہے۔ وہ ایک نازک دل کا لڑکا تھا۔ وہ ایک دم گھبرا گیا تھا۔ ایک دوبار پیچھے ٹڑ کر دیکھنے کے بعد اب اس نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ جب اچانک کوئی آندھی طوفان کی طرح آیا تھا۔

اسکے سر اور چہرے کو جیکٹ سے ڈھانپنے کے بعد مکے اور گھونسوں کی خوب بارش کی گئی تھی اس پر۔  
”کون ہو تم چھوڑ دو مجھے۔ کیوں مار رہے ہو۔؟“  
”بچاؤ مجھے۔“ وہ چنج رہا تھا۔

”میری اینجل کو پر پوز کرتے ہو۔۔۔ خبردار جو آئندہ اسکے آس پاس بھی نظر آئے تو۔۔۔“ مارنے والے نے اردو زبان میں کہا تھا۔ میڈی کو صرف لفظ ”انجل“ سمجھ آیا تھا اور کچھ بھی نہیں۔

دو چار گھونسے اسکے پیٹ میں مارنے اور اپنی بھڑاس نکالنے کے بعد اب وہ رات کے اندر ہیرے میں رفوچکر ہو گیا تھا۔ جبکہ میڈی نے، جسکی حالت بری ہو گئی تھی۔ مشکل سے اپنے چہرے سے جیکٹ اتاری تھی اور پھر بنا آگے پیچھے دیکھے گھر کی طرف دوڑ لگادی تھی۔

شوخت ہو چکا تھا ب وہ لوگ واپس جا رہے تھے۔ آربے جینی کو چھوڑنے ہو ٹل جا رہا تھا۔  
انکی گاڑی کے آگے اور پیچھے بھی گاڑیاں گامز من تھیں جن میں جینی کی پوری ٹیم تھی۔

آج کے شوکے بعد آربے کی فین فالوگ دو گنی بڑھی تھی۔ وہ دونوں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ جینی کافی تھکی نظر آرہی البتہ نیند آربے کے آس پاس بھی نہیں پھٹکی تھی۔ اسے اس وقت نیند آتی ہی نہیں تھی۔ جینی آربے سے چپکی بیٹھی تھی۔ اسے کوفت ہو رہی تھی۔

اچانک آربے کی نظر سامنے لگے مر سے جھانکتے ڈرائیور پر پڑی تھی۔ وہ ایک دم چونکا تھا۔ جو ڈرائیور انہیں لے کر آیا تھا وہ کوئی اور تھا۔ وہ آنکھوں سے پہچان گیا کہ ڈرائیور بدلتا چکا ہے۔  
آربے کو کسی گڑ بڑ کا احساس ہوا تھا۔

”کیا ہوا بے بی۔۔۔؟“ جینی نے اسکے چہرے کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔ آربے کی نظر اسکے گلے میں لٹکنے ڈائیٹ کے نیکس پر پڑی تھی۔  
اسکی آنکھیں سکڑی تھیں۔۔۔ اور پھر وہ شاکر دہ گیا تھا۔ اسے لاکٹ کے اندر مائکرو کیم نظر آگیا تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا اسکے موبائل نے چنگھاڑنا شروع کیا تھا۔  
مکی کی کال تھی۔

”ہیلو آربے کہاں ہو تم میرا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے۔۔۔“ مکی کی گھٹی گھٹی سی آواز ابھری تھی۔  
”گاڑی روکو۔۔۔“ آربے نے کہا تھا۔

”کیا ہوا صاحب۔۔۔؟“ آگے بیٹھے ڈرائیور نے پوچھا تھا۔۔۔  
”میں نے کہا گاڑی روکو۔۔۔“ وہ چلا یا تھا۔ جینی ڈر کراس سے الگ ہوئی تھی۔

ڈرائیور نے گاڑی ایک جھٹکے سے روکی تھی۔  
آربے بناؤ کچھ کہے گاڑی سے باہر نکل گیا تھا۔

آربے کی گاڑی کے پیچھے جو گاڑیاں تھیں وہ بھی ایک جھٹکے سے رکی تھیں۔ جینی اور ڈرائیور دونوں منہ کھولے جیرت سے دوجاتے آربے کو دیکھ رہے تھے۔  
وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے اور نہ اب روک سکتے تھے۔ وہ اپنی مرضی سے انکے ساتھ جاتا تو الگ بات تھی۔ ڈرائیور نے گھور کر جینی کو دیکھا تھا۔

"میرا کوئی قصور نہیں میں نے کچھ نہیں کیا، اسے کوئی شک نہیں ہونے دیا۔" جیسی اسکے گھورنے پر مننائی تھی۔ جبکہ ڈرائیور نے غصے سے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ ہم اپنی منزل کے اتنا قریب آ کر یوں خالی ہاتھ نہیں رہ سکتے۔۔۔"

وہ جو کوئی بھی تھا شدید غصے سے چلا رہا تھا۔

کمرے میں پڑے کپیوٹر سسٹم اور کیمروں کو اس نے اٹھا اٹھا کر نیچے پٹھ دیا تھا۔

"باس۔۔۔ جیسی نے پوری کوشش کی تھی۔ وہ اسکے ساتھ ہو ٹل پہنچنے ہی والا تھا۔۔۔ پھر اچانک۔۔۔"

"کیا اچانک۔؟؟ باس نے اس لڑکی کو منہ سے دبو چا تھا۔

"مجھے وہ لڑکا ہر حال میں چاہیے۔۔۔ عین موقع پر اسے کیا معلوم ہوا تھا۔۔۔ اسے کس کی کال آئی تھی جو وہ گاڑی سے اتر گیا۔۔۔؟؟ بتاؤ مجھے۔۔۔ کون ہے غدار۔۔۔؟؟" باس کا غصے اور صدمے سے برا حال ہوا پڑا تھا۔

"دفعہ ہو جاؤ میری نظرؤں کے سامنے سے۔۔۔ جاؤ۔۔۔" باس کے چینخ پر لڑکی گھبرا کر کمرے سے باہر بھاگی تھی۔

"آر جے۔۔۔" وہ ایک بار پھر پوری طاقت سے چلایا تھا۔

"ہیلو آر جے تم کہاں ہو؟ ابھی تک ہا سپیٹل نہیں پہنچ، میرا اتنا برا ایکسٹرینٹ ہوا ہے، گاڑی الٹ گئی تھی۔۔۔ اور میں۔"

جیسے ہی آر جے نے دوبارہ فون اٹھایا تھا کی ایک بار پھر سے شروع ہو گیا تھا۔

"بکواس بند کرو مکی۔۔۔ اور یہ ڈرامہ کیوں کر رہے ہو تم۔۔۔؟؟" اسکا دماغ پہلے ہی گھوما ہوا تھا اور اوپر سے کمی کا ڈرامہ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

"اک۔۔۔ کونسا ڈرامہ؟؟؟" مکی سن بھل کر بولا۔

"تمہارا ایکسٹرینٹ ہوا ہے۔۔۔ ہے نا؟؟"

"ہاں ہوا تو ہے۔۔۔ ہائے میری ثانگ۔۔۔ بہت درد ہو رہا۔۔۔" مکی کراہ رہا تھا۔

"اچھا۔۔۔" آر جے نے اچھا پر زور دیا۔

"گاڑی الٹ گئی۔۔۔ اور تم الٹی گاڑی میں الٹے لٹکے مجھے فون پر آرام سے بتا رہے ہو کہ میرا ایکسٹرینٹ ہو گیا ہے۔۔۔ واہ۔۔۔ آر جے کو اتنا اسٹوپڈ سمجھا ہے۔۔۔؟؟" اس نے طنزیہ کہا۔

"نن۔۔۔ نہیں وہ۔۔۔ وہ میں تو۔۔۔" مکی سپٹا گیا تھا اس سے کوئی بہانہ نہیں بن رہا تھا۔

"جلدی مر و گھر۔۔۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔۔۔" آر جے نے کہتے ہوئے فون بند کیا تھا۔ پانچ منٹ بعد مکی اوپر سے نیچے آیا تھا۔ آر جے نے اسے گھوری سے نوازاتھ۔ وہ گھر میں بیٹھا ایکسٹرینٹ کا ناٹک کر رہا تھا۔

"چھوڑ آئے جیسی کو۔۔۔؟" مکی نے اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے خبات سے ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔

"منہ بندر کھو اپنا۔۔۔" آر جے نے صوفے سے کشن اٹھا کر مکی کے منہ پر مارا تھا۔ نشانہ پا تھا کشن سیدھا اسکے منہ پر لگا تھا۔ یار میری کوئی غلطی نہیں ہے۔ مجھے حشام بھائی نے کہا تھا کہ ایک سیڈینٹ کا نالٹ کرو۔۔۔ تاکہ تم واپس آجائو۔۔۔ لیکن مجھے جیرت ہو رہی ہے تم سچ میں کیسے آگئے۔۔۔؟" مکی کو واقعی جیرت ہو رہی تھی۔ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ آر جے کا دماغ کتنا تیز چلتا ہے وہ ایک سیکنڈ سے پہلے اسکا ڈرامہ کپڑ لے گا۔ لیکن پھر بھی اس نے کوشش کی تھی۔

"بس میری مرضی۔۔۔" آر جے نے بیزاری سے کہا تھا۔

"وہ حشام بھائی چاہتا تھا کہ تم جیسی کے ساتھ رات نہ گزارو۔۔۔!!" مکی نے ڈرتے ڈرتے بتایا تھا۔  
"اس شاموں کی تو۔۔۔ اور تم میرے دوست ہو یا اسکے۔۔۔؟" آر جے نے دوسرا کشن اٹھا کر مارا تھا۔۔۔  
"یار مار کیوں رہے ہو۔۔۔ میں نے بس حشام بھائی کی بات مانی ہے پہلی دفعہ۔۔۔" مکی اچھلا تھا۔

جبکہ آر جے نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ اب دو انگلیوں اور ایک انگوٹھے کی مدد سے اپنی کنپیوں کو مسل رہا تھا۔  
اسے پچھلے کچھ دنوں میں بارہا محسوس ہوا تھا کہ کوئی اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اسکی چھٹی حس نے اسے کئی بار چوکنا کیا تھا۔  
لیکن آج تو حد ہی ہو گئی۔۔۔

"آخر جیسی کس کے کہنے پر پاکستان مجھ سے ملنے آئی تھی؟؟" وہ سوچ رہا تھا۔

"لیکن میں واپس کیوں آگیا؟ میں وہاں جا کر بھی تو پتا لگا سکتا تھا۔۔۔؟" لیکن شاید وہ نہیں جانتا کہ حشام جبیل کی دعا اسے کتنے بڑے نقصان سے واپس بچا کر لائی تھی۔۔۔  
"۔۔۔ ناصرف نقصان بلکہ گناہ سے بھی۔۔۔"

"توبہ تو بہ کیسا زمانہ آگیا ہے آج کل تو بیٹیوں پر ذرا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔۔۔" زبیدہ آپانے منہ چڑا کر پاس بیٹھی آسیہ بیگم سے کہا تھا۔  
"کیا ہوا زبیدہ آیا خیر تو ہے؟؟" آسیہ بیگم نے پوچھا۔

"اڑے وہ گلی کے کونے پر جو حاجی صاحب ہیں نا انکی بیٹی کی شادی تھی کل۔ عین بارات والے دن لڑکے کو پتا چل گیا کہ لڑکی کا پہلے کہیں اور چکر تھا۔ حاجی صاحب انتظار کرتے رہ گئے بارات ہی نہیں آئی۔۔۔ ویسے تو حاجی بنے پھرتے ہیں اور اولاد کو لگام نہیں ڈالی۔۔۔ پورے محلے میں بدنام ہو گئے۔۔۔!!" زبیدہ آپانے حقارت سے کہا تھا۔

واشنگ مشین سے کپڑے نکالتی حاصل کے ہاتھ کا پنپے تھے۔ اس کا نا زک سادل ڈوب کر ابھر اتھا۔ اسے کچھ یاد آگیا تھا جس نے اسے ڈرا کر کھدیا تھا۔  
"بس آپ اللہ سب کی بیٹیوں کی حفاظت کرے آمین۔۔۔!!" آسیہ بیگم نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

"میں کہتی ہوں کہ خیر سے اپنی بچیاں بھی شادی کے لا اُق ہو گئی ہیں کوئی دیکھ کر انکا بھی کردو۔۔۔ اس سے پہلے کہ کچھ غلط ہو۔۔۔" زبیدہ آپانے رازداری سے کہا تھا۔

ماہم نے کان جو اسی طرف لگے ہوئے یہ بات سن کر اسے سخت غصہ آیا تھا۔  
"ویسے زبیدہ آپ آپکی اپنی بیٹیوں کی عمر کیا ہے؟؟" ماہم نے اچانک باہر آ کر پوچھا تھا۔

حالم نے اسکا ارادہ سمجھتے ہوئے ماہم کو گھوری سے نوازا تھا۔ لیکن وہ ماہم ہی کیا جو باز آجائے۔

"ارے میری بیٹیاں تو ابھی بچیاں ہیں۔۔۔ معموص اور نیک شریف۔۔۔ پورے محلے میں ڈھونڈنے سے بھی ایسی لڑکیاں نہیں ملیں گی۔۔۔" زبیدہ آپا نے اپنی بیٹیوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلبے ملا دیے تھے۔

"جی جی بالکل۔۔۔ ایک اٹھائیس سال کی اور دوسرا تیس سال کی۔۔۔ ابھی تو دودھ بیتی ہیں وہ۔۔۔ اور نیک شریف اتنی کہہ وقت دوسرے لوگوں کے گھروں میں موجود ہتی ہیں اور لڑکوں کی ایک لمبی لائن آپکے گھر کے باہر لگی ہوتی ہے۔۔۔"

ماہم نے زبیدہ آپا کے انداز میں ہاتھ ہلا کر کہا تھا۔ زبیدہ آپا کی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"تو بہ تو بہ کتنی زبان چلتی ہے اس لڑکی کی دیکھ لینا آسیہ یہ تمہاری ناک کٹوائے گی۔۔۔" زبیدہ آپا نے چائے کا کپ غصے سے چھوٹی سی میز پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں ہاں جائیے جائیے میں بد زبان ہی ٹھیک ہوں۔۔۔" ماہم دو چار اور سناتی اندر جا چکی تھی۔

"بس اب نہیں آتی میں تمہارے گھر۔۔۔" زبیدہ آپا ناراض ہو گئی تھیں۔

"ارے آپا۔۔۔ یہ نادان ہے اسکو میں پوچھتی ہوں آپ بیٹھ جائیں ناراض نہ ہوں۔۔۔" آسیہ بیگم نے بوکھلا کر کہا تھا۔ جبکہ حالم نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کیا تھا۔

"نہ بس۔۔۔ اللہ معاف کرے تمہاری بیٹیوں کو تو میں نے اچھا سمجھا تھا۔۔۔ دیکھا کیسے زبان چلا کر گئی ہے یہ ماہم میرے سامنے۔۔۔" زبیدہ آپا کو یقین نہیں آرہا تھا کہ ماہم یوں انکی بیٹیوں کے بارے میں منہ پر بات دے مارے گی۔

"بیٹھ جائیں آپا۔۔۔ شادیاں بھی ہو جائیں گی ہماری لیکن اپنے وقت پر۔۔۔"

حالم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ دو مہینے گزر گئے تھے روحان جیبل نام کا بھوت اسکے دماغ سے ہمیشہ کیلیے مت شکا تھا۔ مارچ کے آخری دن تھے۔

سردی کی شدت میں کافی حد تک کمی آگئی تھی۔

اسکے اور ماہم کے فائل پیپر ہونے والے تھے۔

حالم نے اب اکیڈمی جانا بھی بند کر دیا تھا۔ وہ گھر میں ہی تیاری کر رہی تھی۔ وہ اپنا نمبر بھی بند کر چکی تھی۔ جس سے حصہ اور اس انسان کی اسکی جان چھوٹ گئی تھی جو اسے میچ کرتا تھا۔

"ایک بات پوچھوں آسیہ اگر تم برا نہ مانو تو۔۔۔؟؟" زبیدہ آپا بنا جانے کیا جاننا چاہتی تھیں۔

"جی جی آپا پوچھیں۔۔۔"

"پورے محلے میں باتیں ہو رہی ہیں کہ ہر ہفتے ایک لمبی سی گاڑی تمہارے دروازے پر آکر رکتی ہے۔۔۔ خیر سے کون ہے وہ۔۔۔ کس کی گاڑی ہے؟؟؟" زبیدہ آپا کے سوال پر حالم کارنگ پھیکا پڑا تھا۔

"ارے آپا وہ گاڑی میرے تایزاد بھائی کی ہے۔۔۔ بہت بڑا آدمی ہے۔۔۔ پہلے باہر رہتا تھا اب پاکستان شفت ہو گیا ہے۔۔۔ کبھی کبھی خیریت دریافت کرنا آ جاتا ہے۔۔۔" آسیہ بیگم نے سنبھل کر جواب دیا تھا۔

اچھا اچھا۔ لیکن پھر بھی لوگ توباتیں بناتے ہیں ناکہ لمبی گاڑی میں جانے کوں آتا ہے انکے گھر۔! بھئی شریفوں کا محلہ ہے ایسی ویسی بات بنتے دیر نہیں لگتی۔"زبیدہ آپا جو کہنا چاہ رہی تھیں آسیہ بیگم اور حامم اچھے سے سمجھ گئیں تھیں۔ زبیدہ آپا تو خطرے کی گھنٹی بجا کر جا چکی تھیں جبکہ پیچھے وہ دونوں خاموش ہو گئیں تھیں۔ حامم کو خود یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ حمدان انکل ان پر اتنے احسانات کیوں کر رہے تھے۔ بلکہ تو انہیں خیال نہیں آیا تھا اب اچانک۔

سیٹھ حمدان اس گھر میں ہمیشہ حامم کی غیر موجودگی میں آئے تھے۔ وہ اکثر کالج اور اکیڈمی ہوتی تھی جب وہ آتے تھے۔ اور اب جب سے وہ گھر میں تھی صرف انکا ڈرائیور آتا تھا سامان لے کر۔ حامم کو انہیں دیکھنے کا تجسس تھا لیکن وہ ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔ شام کو پھر حمدان کا ڈرائیور آیا تھا۔ گاڑی سامان سے بھری ہوئی تھی۔ کھانے پینے کا سامان، سودا سلف، پھل، کپڑے ڈھیروں سامان تھا۔ ڈرائیور کو دیکھ کر حامم کا موڑ بگڑا تھا۔

"ای یہ حمدان انکل ہم پر اتنے احسانات کیوں کر رہے ہیں۔ پہلے تو انہیں کبھی ہمارا خیال نہیں آیا۔" "یہ تو میں خود پوچھنا چاہتی ہوں ان سے۔ لیکن وہ آئیں تب نا۔" آسیہ بیگم بھی بوکھلا سی گئی تھیں۔ انہیں محلے والوں کی باتوں سے ڈر لگتا تھا۔ "منوجھائی صاحب۔!! آسیہ بیگم نے حمدان کے ڈرائیور کو مناطب کیا تھا جو گاڑی سے سامان نکال کر گھر میں لا کر رکھ رہا تھا۔" "جی بی بی جی۔؟" ڈرائیور نے ادب سے جواب دیا تھا۔

"حمدان سے کہنا ان سب کی ضرورت نہیں ہے ہم اپنے گھر میں بہت خوش ہیں اور آئندہ ان سب تکلفات کی زحمت نہ کرے۔" "ٹھیک ہے بی بی جی آپکا پیغام صاحب تک پہنچا دو گاہیں۔ وہ پچھلے ایک مہینے سے پیرس گئے ہیں کی اپنی بیٹی سے ملنے۔ لیکن مجھے فون پر تلقین کرتے ہیں نا میں یہ سب آپکے گھر وقت پر پہنچاتا رہوں۔" ڈرائیور اپنی ڈیوٹی پوری کر رہا تھا۔

ٹھیک ہے لیکن اس بار فون آئے تو اسے کہنا کہ جب واپس آئے تو مجھ سے ملے۔" آسیہ بیگم نے الجھے ہوئے لبھے میں کہا تھا۔ ڈرائیور سر جھا کر واپس چلا گیا تھا۔ زبیدہ آپا کی باتوں نے آسیہ بیگم کو پریشانی میں ڈال دیا تھا۔

---

آر جے نے کچھ دنوں کیلیے اپنے سو شل میڈیا پر جتنے بھی اکاؤنٹس تھے بند کر دیے تھے۔ وہ کچھ دن اس دنیا سے الگ رہنا چاہتا تھا جہاں لوگ اسے جاننے لگتے۔ اور جاننے کے ساتھ ساتھ اس پر نظر بھی رکھی جا رہی تھی۔ یونیورسٹی سے فارغ ہونے پر وہ حشام کے پاس چلا گیا تھا۔ مکی اسکے ساتھ تھا۔ وہ دنیا گھومنا چاہتے تھے۔

آر جے نے مکی کو سختی سے منع کیا تھا کہ وہ سو شل میڈیا پر اسکی تصاویر کو شیر نہ کرے۔ لوگ جیرا ن تھے کہ آر جے کہاں چلا گیا تھا۔

البتہ اکاؤنٹس بند کرنے سے پہلے اس نے اپنے شاکنین کیلیے پیغام چھوڑا تھا کہ وہ جلد واپس آئے گا۔ اور واقعی جلد ہی واپس آنے والا تھا۔

---

مکی، آر جے اور حشام تینوں پیرس کے مشہور ریسٹورینٹ میں بیٹھے تھے۔ وہ وہاں ڈنر کرنے کی غرض سے آئے تھے۔

"بہت بھوک لگی ہے حشام بھائی۔" ملی نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔  
آڈر کر تو دیا ہے پانچ منٹ انتظار کر لو بھوکے انسان۔ "جواب آربے کی طرف سے آیا تھا۔  
میں ایک منٹ میں آیا۔" حشام نے موبائل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ کوئی اہم کال تھی۔  
یہ حشام کے ساتھ لڑکے کوں ہیں؟؟" ماہی نے پاس بیٹھی ایلاسے پوچھا تھا۔

"دوسٹ ہو گے اور کون ہو سکتے ہیں۔" ایلانے کھانا کھاتے ہوئے جواب دیا۔ ماہی کب سے اپنے سامنے بیٹھے حشام کو دیکھ رہی تھی۔ آربے کی اسکی طرف پشت تھی وہ اسے نہیں دیکھ پائی تھی۔ البتہ ملی اور حشام اسے نظر آرہے تھے۔

یہ اتفاق یا اسکی خوش نصیبی۔ کہ حشام اسے آج نظر آگیا تھا۔ ماہی نے اسے تنگ کرنا تو چھوڑ دیا تھا لیکن چاہنا اور دیکھنا نہیں چھوڑا تھا۔

میرے بمسفر تیری بے رُخی دلِ مُبتلاء کی شکست ہے،  
اسے کس طرح میں کہوں فتح یہ میری انااء کی شکست ہے،  
تو چلا گیا مجھے چھوڑ کر میں نے پھر بھی تھکو صدائیں دیں

میرے بمسفر تو رُکانہیں یہ میری صدائی کی شکست ہے،  
تجھے لا کے دل میں بیٹھا دیا مجھے راز ہر اک بتا دیا،  
تونے پھر بھی کوئی وفانہ کی یہ میری وفا کی شکست ہے،  
میں چراغ کونہ مزاج تھا مجھے بجلیوں کی طلب رہی،

مجھے آندھیوں نے بُجھا دیا یہ میری ضباء کی شکست ہے،  
مجھے کوئی تجھ سے گلانہیں تو ملاتا کب کا بچھڑ گیا،  
میرے جرم کی بے یہی سزا یہ میری سزا کی شکست ہے،  
میری خاموشی کے بیان کو تو سمجھ کر بھی نہ سمجھ سکا،  
میرے آنسوؤں کا پیام بی دل بے نواء کی شکست ہے،

غم داستانِ حیات کے سبھی تذکرے ہوئے رائیگاں،  
میرے چارہ گر تیرا یہ ہنر میری ہر دعا کی شکست ہے،  
مجھے خاموشیِ حیات میں یوں کبھی نہ کوئی گرا سکا،  
تیری خاموشی کی پُکار ہی میری ابتداء کی شکست ہے

"دوسٹ...؟؟ حشام کو دیکھ کر لگتا تو نہیں کہ اسکے دوست ایسے ہو نگے یہ تو شکل سے ہی لو فرگ رہا ہے۔" ماہی نے قہقهہ لگاتے ملی کو دیکھ کر کہا تھا۔  
یار چھوڑونا تمہیں کیا پر ابم ہے۔ جو بھی ہوں۔" ایلانے انکی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جب اسے اچھو لگا۔ کھانے اسکے لگے میں اٹک گیا تھا۔

"کیا ہوا ایلا۔۔۔ پانی بیو۔۔۔" ماہی نے اسے پانی کا گلاس تھما�ا تھا۔

"اوامے گاؤ۔۔۔!!" ایلا کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ اسکی نظریں کمی اور آرجے پر جمی تھیں۔ آرجے نے جیکٹ کی بازوؤں کو فولڈ کیا ہوا تھا اور نظر آتی بازو پر عجیب سا میٹھا بنا تھا جس میں آرجے لکھا نظر آرہا تھا۔

"کیا وہ انسان واقعی آرجے ہے ہے۔۔۔؟؟" ایلا ایک دم اچھلی تھی۔

"کیا ہوا ایلا کہاں جا رہی ہوتی؟؟" ماہی نے اسے اٹھتے دیکھ کر پوچھا تھا۔ جبکہ ایلا بنا جواب دیے آرجے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ "ایکسیوزمی" آرجے کے پاس جا کر اس نے اسے مخاطب کیا تھا۔ آواز پر آرجے نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ اور ایلا نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کرو کا تھا۔ وہ واقعی آرجے تھا۔

"کیا میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں؟؟" وہ حیران سی دیکھ رہی تھی۔ جبکہ آرجے کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔ "کیا آپ سچ میں میرے سامنے ہیں؟؟" ایلا آرجے کی بہت بڑی مداح تھی۔

"کیا آپ آرجے ہیں؟؟" وہ پر جوش سی پوچھ رہی تھی۔

"نہیں تو۔۔۔" آرجے کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔

"آپ آرجے ہی ہیں یہ آپکا ٹیٹھ۔۔۔ یہ میں نے دیکھا ہے آپکی پکھر زمیں۔۔۔ گٹار کے ساتھ۔۔۔ آپ نے اکثر اس ہاتھ میں پکڑا ہوتا ہے۔۔۔" ایلا نے شاید اسے کچھ زیادہ ہی فرصت سے دیکھا ہوا تھا۔

وہ مسکرا دیا تھا۔

"آٹو گراف پلیز۔۔۔" ایلا نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

میں آٹو گراف نہیں دیتا۔۔۔" آرجے نے انکار کیا تھا۔

"اوہ سیریلی۔۔۔؟؟" ایلا کو حیرانی ہوئی۔ لوگ تو اپنے مذاہوں کو دیکھ کر شونے ہو جاتے ہیں ایک وہ تھاجے فرق تک نہیں پڑتا تھا۔ پر سکون سا بیٹھا تھا۔ شاید اسے یہ چیزیں متاثر نہیں کرتی تھیں۔ یا شاید وہ اپنی اہمیت کو اچھے سے جانتا تھا۔

"سیلفی تو لے سکتی ہوں نا ایک۔۔۔؟؟" ایلا نے امید سے پوچھا تھا۔ اور آرجے نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ آرجے کے ساتھ پکھر بنانے اور پکھ باتیں کرنے کے بعد وہ ماہی کے پاس واپس آئی تھی جو اسے کھا جانے والی نظر وہ سے گھور رہی تھی۔

"واپس آنے کا دل تو نہیں کر رہا تھا، مجھے یقین نہیں آرہا میں آرجے سے ملی ہوں۔۔۔" ایلا کی خوشی دیکھنے لائق تھی۔

"تمہارے ہوتے ہوئے کوئی ہمیں دیکھتا بھی نہیں۔۔۔" ایلا کے جانے کے بعد کمی نے منہ بنایا تھا۔

ویژہ انگلی میز پر کھانا لگا رہا تھا۔

"یہ حشام کہاں رہ گیا؟؟" آرجے بڑھا یا تھا۔ جبکہ کمی اب موبائل پر کسی کا نمبر ملایا تھا جو بند جا رہا تھا۔

"افسوں رہے گا ساری عمر، زندگی میں صرف ایک ایسی لڑکی آئی ہے جسے کمی حاصل نہیں کر سکا۔۔۔ جو کمی سے بچ کر نکل گئی۔۔۔" کمی نے حرست سے موبائل کی سکرین چمکتے نمبر کو تکتے ہوئے کہا تھا۔

تم کی تھے ناس لیے آر جے ہوتا وجانے نہ دیتا، بلکہ وہ خود نہیں جاتی۔!“ وہ دونوں خباثت کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے قہقهہ لگا کر ہنسے تھے۔ دور بیٹھی ایلا ستائش سے اس ہینڈ سم سے لڑکے کو دیکھ رہی تھی جس پر اسے حال ہی میں کرش ہوا تھا۔ لیکن شاید وہ نہیں جانتی تھی کہ جو انسان باہر سے خوبصورت نظر آتا ہو۔ ضروری نہیں اسکا اندر بھی اتنا ہی خوبصورت ہو۔

آر جے کی نظر حشام پر پڑی تھی جوانی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کرو وہ دونوں سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ حشام کو ایسی باتیں نہیں پسند تھیں اس لیے خاص طور پر کمی تو ڈرتا تھا اس سے۔ اور اسکے سامنے اس طرح کی باتیں کرنے سے گریز کرتا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ لوگ اس ریسٹورینٹ سے باہر نکلے تھے۔ ماہی نے ایک بھی پل ایسا نہیں تھا جب اس نے اپنی نظروں کو حشام کے چہرے سے ہٹایا ہوا۔ اسے جی بھر کر دیکھنے کا موقع ملا تھا اور اس نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا تھا۔

”وہ لوگ جا پکے ہیں ماہی اب ہمیں بھی چنانچاہیے۔“ انکے جانے کے بعد ایلانے ماہی کو جھنجھوڑا تھا۔ ”ہاں۔۔۔ ٹھیک ہے۔ چلو۔“ ماہی کسی ٹرانس کے زیر اثر تھی۔ وہ دونوں بھی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ ایلا آگے چل رہی تھی جبکہ ماہی اسکے پیچے تھی۔ ایلا دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ جیسے ہی ماہی نے دروازے سے باہر قدم بڑھائے ایک زور دار وزنی چیز اسکے سر سے ٹکرائی تھی۔ ماہی کو اپنادماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ درد کی شدت نے اسے کراہنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

آنکھوں کے آگے اندر ہیرا چھا گیا تھا۔ نیچے گرنے سے پہلے اس نے تھوڑی سی آنکھیں کھولی تھیں اور اپنے سامنے ایک اوپنچے لمبے لڑکے کو کھڑا پایا تھا۔ جو حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

!! اسکے بعد ماہی کا ذہن تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا۔

حاجم آج صحیح سے ہی دعائیں مانگ رہی تھی۔ اسکا بی ایس سی کارز لٹ آنے والا تھا۔

”آج توہاںو آپی کا اعمال نامہ کھلنے والا ہے۔ اللہ خیر کرے۔“ جواد اسے پریشان دیکھ کر مزید پریشان کر رہا تھا۔

”دعاؤ کرو میرے لئے۔!!“ حاجم کا دل دھک کر رہا تھا۔

”نہیں کرو نگا۔ آپ کو نسبا مجھے آر جے کا شود کیخنے دیتی ہیں۔۔۔؟؟؟“ جواد نے منہ بنایا۔

”اچھا دعا کرونا۔ اگر میرے مارکس اپنے آئے تو ضرور دیکھنے دوں گی۔“ حاجم نے جیسے منت کی۔

”لپکا پر امس۔“ وہ ٹلنے والا نہیں تھا۔

”پر امس نہیں کرتے جواد۔“

”ٹھیک ہے پھر۔ ایک دو کتابوں میں ہاںو آپی پکا اڑے گی۔“ وہ ایک دم ہی نجومی بن گیا تھا۔

”منہ بند کرو اپنا۔“ حاجم کو غصہ آیا۔

"تو پھر وعدہ کریں کہ آر جے کا شو ہمارے ساتھ دیکھا کرینگی آپ۔۔ اور اگر نہیں دیکھنا تو ہمیں دیکھنے دینگی۔۔!!" جواد نے ایک ہاتھ میں ریموت کپڑا تھا جبکہ دوسرا ہاتھ اسکے سامنے پھیلایا۔

"آر جے گیا بھائیں میں۔۔ تم نے مجھے بد دعا دی۔ ایک تھرڈ کلاس سنگر کیلئے مجھے بد دعا دی۔۔!! حامم کا صدمے سے براحال تھا۔  
"تھرڈ کلاس نہیں ہے وہ۔۔ آر جے ایک بر انڈہ ہے۔۔"

حامم نے حیرت سے اپنے سامنے کھڑے تیرہ چودہ سالا جواد کو دیکھا تھا سے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ آر جے کو اتنا پسند کرتا تھا۔  
"اب اس گھر میں یا تو آر جے رہے گا یا ہانی۔۔"

حامم اپنا غصہ ضبط کرتی کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"اوو وہ ہاں آپ آپ کتنی بے وقوف ہیں۔۔ آر جے کو کوئی نہیں نکال سکتا۔۔ آپ اس موسم میں کہاں جائیں گی۔۔" جواد حامم کی بے وقوفی پر سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

ماہی کی جب آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ہاسپٹل کے بیڈ پر پایا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی لیکن سر پر لگنے والی چوت کی وجہ سے اچانک چکر سا آگیا تھا۔  
"لیٹھ رہو ماہی۔۔ تم ٹھیک ہو۔۔؟؟" ایلا جو پاس ہی بیٹھی نیوز پیپر پڑھ رہی تھی ماہی کو اٹھتا دیکھ کر اسکی طرف لپکی۔

"یہ مجھے کیا ہوا ہے؟؟" ماہی نے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں تمہارے سر پر چوٹ لگ گئی تھی لیکن اب تم ٹھیک ہو۔۔"

"چوٹ کیسے؟؟ ہم تو ریஸٹورینٹ سے باہر نکل رہے تھے نا۔۔ وہاں"

"اتنمات سوچو ماہی۔۔ سب ٹھیک ہے۔ میں ڈاکٹر سے بات کر کے آتی ہوں انہوں نے کہا تھا کہ ہوش میں آتے ہی تمہیں ڈسچارج کر دیا جائے گا۔۔"  
ایلا اسکا ہاتھ تھیپتھیاتے باہر نکل گئی تھی۔ جبکہ ماہی ناسمجھی سے اسے باہر جاتا دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو مسٹر جورڈن۔۔!!" ایلانے ہاسپٹل کی راہداری میں رکھی کر سی پر بیٹھے جورڈن کو پکارا۔

جو رڈن ہی وہ شخص تھا جسکی وجہ سے ماہی کو چوٹ آئی تھی۔ ناجانے اس نے اپنے بیگ ایسا کیا ڈال رکھا جسکے لگنے کی وجہ سے ماہی کا سر پھٹ گیا تھا۔ وہ اپنی ہی دھن میں بیگ کو گھماتے ہوئے ریஸٹورینٹ کے اندر داخل ہو رہا تھا جب باہر نکلتی ماہی کے سر سے وہ بھاری وزنی بیگ ٹکر گیا تھا۔

"کیا انہیں ہوش آگیا ہے؟؟" ایلا کے بلاں پر وہ اسکی طرف لپکا۔

"ہاں ماہی کو ہوش آگیا ہے۔۔ لیکن اگر اسے کچھ ہو جاتا تو میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑتی۔۔"

ایلانے خونخوار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"تو اب میں جا سکتا ہوں؟؟" جورڈن نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"جب تک وہ ڈسچارج نہیں ہو جاتی تم کہیں نہیں جا سکتے اور ابھی تمہیں ماہی سے معذرت کرنی چاہیے۔۔"

"واٹ---؟؟" وہ حیران ہوا۔

"جی بالکل۔۔ یا میں پولیس کو کال کروں؟؟" ایلا اس وقت کافی سنجیدہ تھی۔ "وہ اس حالت میں تمہاری وجہ سے ہے ناجانے تم نے اس منحوس بیگ میں کیا ڈالا ہوا ہے۔" ایلا نے اسکے بیگ کو اشارہ کوئتے ہوئے کہا جو جور ڈن نے کندھے پر ڈال رکھا تھا۔

جور ڈن بر اپنساتھا وہ پولیس سے نہیں ڈرتا تھا لیکن ریسٹورینٹ کے باہر بے ہوش ہوتی ماہی اور اسکے سر سے نکلتے خون کو دیکھ کر وہ ایک دم گھبر آ گیا تھا۔ "ٹھیک ہے میں اس سے بات کر لیتا ہوں بل میں نے ادا کر دیا ہے۔" وہ ایلا سے کہتا کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

حامن بہت خوش تھی اسکے ساتھ ساتھ وہ بہت اداس بھی تھی۔ خوش اس لیے تھی کہ وہ بہت اچھے گریڈز کے ساتھ پاس ہوئی تھی۔ البتہ اداس ہونے کی وجہ کافی سنجیدہ تھی۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ آگے کیا کرے گی؟؟

کیا ہو گیا ہے ہانی اب کیوں پریشان ہو؟؟ ماہم نے اسے گم سم دیکھا تو پوچھا۔

پریشان نہیں ہوں سوچ رہی ہوں کہ اب کیا کروں گی؟؟ ماہم اسٹر ز کرنا چاہتی ہوں لیکن یونیورسٹی کی فیس کہاں سے لاٹوں گی۔۔؟" حامن نے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔

"فکر نہ کرو کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا ویسے بھی تمہارے اتنے اچھے مارکس ہیں سکالر شپ مل جائے گا۔" ماہم نے امید دلائی تھی۔ "ماہم مرغی بات سن۔۔ حمدان انکل آئے ہیں باہر۔"

جواد کمرے میں جھانکتا اور ماہم کو ناپسندیدہ ترین نام سے نوازتا غائب ہو چکا تھا۔

"یہ مجھ سے مار کھائے گا۔" ماہم کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ جبکہ حامن کو جواد کی بات پر ہنسی آگئی تھی البتہ وہ حیران تھی کہ حمدان انکل۔ وہ اسکی موجودگی میں پہلی دفعہ گھر آئے تھے۔

وہ دونوں ڈوپٹے اچھے سے سر پر لیتی باہر نکلیں تھیں۔

جور ڈن بڑھاتا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اسے انتہا کا غصہ آیا ہوا تھا حالانکہ غلطی بھی اسی کی تھی۔ جیسے ہی اسکی نظر سامنے بیٹ پر موجود ماہی پر پڑی تھی وہ ٹھیک سا گیا تھا۔ وہ لڑکی معصوم بھی تھی اور پیاری بھی۔

"جب کسی مہ جبیں سے بات ہوئی

موسم گل کی پہلی رات ہوئی

کون کرتا ہے عشق دانستہ

اتفاقاً یہ واردات ہوئی

قول دیں اور اُسے وفا نہ کریں

جانِ من یہ بھی کوئی بات ہوئی

اُف، وہ سادہ سی بے زبان نظر  
جو میری قیمتِ حیات ہوئی  
دل سے خوشبو تو آرہی ہے عدم  
کیا خبر کس مگر میں رات ہوئی۔۔۔"

آنکھیں بند کئے بیڈ سے ٹیک لگائے وہ مسکرا رہی تھی۔ اسکے سر پر پٹی بندھی تھی۔ جورڈن کو اچھی طرح یاد تھا اسکا کافی زیادہ خون بہہ گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بات کرے۔۔۔؟ جورڈن نے ایک دفعہ تو سوچا تھا کہ وہ واپس چلا جائے۔۔۔ ناجانے کیوں پھر اسکے دل نے خواہش کی تھی کہ بیڈ پر لیٹا وہ وجود ایک بار آنکھیں کھول کر اسے دیکھے۔ وہ خاصاً بد ذوق قسم کا انسان تھا۔۔۔ اسے خوبصورتی اور معصومیت کا نہیں پتا تھا۔۔۔ لیکن اس وقت وہ رکا ہوا تھا۔۔۔ ناجانے کیوں۔۔۔ ماہی نے کمرے میں کسی کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے آنکھیں کھولی تھیں اور پھر سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اسکے چہرے پر واضح الجھن ابھری تھی۔۔۔  
"ہیلو۔۔۔ میں جورڈن ہوں۔۔۔" جورڈن نے اسکے آنکھیں کھولنے پر ٹپٹا کر کہا تھا۔ تھوڑا غور کرنے پر ماہی کو یاد آگیا تھا کہ جب وہ بے ہوش ہوئی تھی اس نے اسی شخص کو دیکھا تھا۔

"سوری میری وجہ سے آپکو سر پر۔۔۔" جورڈن کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے معافی مانے گے۔  
"جی۔۔۔ انہیں جناب کی بدولت تم اس وقت یہاں موجود ہو۔۔۔" ایلانے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تھا۔  
"اس نے اپنا بھاری وزنی بیگ تمہارے سر پر مارا تھا۔۔۔"  
ایلانے کی بات پر ماہی نے جیراگی سے جورڈن کے کندھے پر لٹکے بیگ کو دیکھا تھا۔ جبکہ جورڈن کا دل کر رہا تھا کہ اب وہ اسی بیگ سے ایلا کا سر پھاڑ دے۔ لیکن اسے دیر ہو رہی تھی اسے جلد اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچنا تھا۔  
"اُس اکے مسٹر جورڈن۔۔۔ ہو جاتا ہے۔۔۔" ماہی نے نرمی سے کہا جبکہ وہ دونوں جیراں ہوئے تھے۔  
جورڈن کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ اسے معاف کر دے گی۔۔۔ اگر نہ بھی کرتی تو وہ اسکا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھی۔۔۔ لیکن وہ تجھ میں جیراں ہوا تھا۔ ماہی کے چہرے پر شفیق سی مسکرا ہٹ تھی۔

کمرے میں ڈاکٹر داخل ہوا تھا۔ وہ اب ماہی کا چیک اپ کر رہا تھا۔ ایلانے سے بڑھا رہی تھی۔ جورڈن کو جب اپنا آپ وہاں اضافی لگاتو وہ خاموشی سے وہاں سے نکل آیا تھا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔  
اسے اپنے سے یاد تھا کہ اس وقت اپنی تھنھی اسکا انتظار کر رہا ہو گا۔

"ماشاء اللہ تمہاری بیٹیاں بہت پیاری ہیں آسی۔۔۔"

حمدان نے اپنے سامنے میز پر چائے رکھتی حنم کو دیکھ کر کہا تھا۔

”اتنی زبردست کامیابی پر بہت بہت مبارک ہو بیٹا“ انہوں نے حنم کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ حنم کا ایک دم شفقت کا احساس ہوا تھا۔

”میں بھی ماہین سے مل کر آیا ہوں ابھی کچھ دن پہلے۔۔۔ بزنس ٹور تھا۔۔۔ معدرت کرتا ہوں اتنے دنوں سے خیریت پوچھنے نہیں آیا۔۔۔“

وہ چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ حنم کو حیرت ہوئی تھی کہ اتنا بڑا آدمی کیسے عام لوگوں کی طرح انکے گھر میں موجود تھا اور تو اور اوپر سے معدرت کر رہا تھا۔ گرے رنگ کی پینٹ پر سفید شرٹ اور گرے ہی کوٹ پہننے والے شخص انہا کی شاندار شخصیت کا مالک تھا۔

عمر پچاس کے قریب تھی لیکن وہ چالیس پینتالیس سے زیادہ کا نہیں لگتا تھا۔

”کیسی ہے آپکی بیٹی۔ چھوٹی ہو گی نہ وہ تو۔۔۔؟ کیونکہ میری شادی کے بعد ہی آپکی شادی ہوئی تھی نا۔۔۔“ آسیہ بیگم اب بیس بائیس پہلے کی طرح اسے تم نہیں

بلما پارہی تھی۔ وہ اب کافی رعب دار شخصیت کا مالک بن گیا تھا۔ انکی بات سن کر ایک پل کیلئے سیٹھ حمدان کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

”ہاں وہ ٹھیک ہے۔۔۔ وہ ہنس دیے تھے۔۔۔ ٹوٹی پھوٹی سی نہیں۔۔۔ وہ ناکرده جرم کی سزا آج تک بھگت رہے تھے۔۔۔“

”انکل آپکی بیٹی پرس میں پڑھتی ہے۔۔۔“ ماہم نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

”جی۔۔۔“ حمدان صاحب نے جواب دیا تھا۔

”پھر تو بہت پیاری ہو گی۔۔۔“ ماہم بڑبڑائی تھی۔ اسے ماہین حمدان کو دیکھنے کا تجویز ہو رہا تھا۔

”وہ تو ابھی بہت چھوٹی ہو گی نا۔۔۔ آپ نے اکیلے اتنی دور بیچج دیا؟؟“ بالآخر آسیہ بیگم نے وہ سوال پوچھ ہی لیا تھا جس سے حمدان صاحب بچنا چاہ رہے تھے۔

”جی نہیں۔۔۔ ماشاء اللہ تینس سال کی ہونے والی ہے میری بیٹی۔۔۔“ حمدان صاحب نے مری سی آواز میں جواب دیا تھا جسے سن کر آسیہ بیگم کا

منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

ٹاگیگر باکسنگ کلب تماش بنوں سے بھرا پڑا تھا۔

”جورڈن۔۔۔ جورڈن۔۔۔“ ہر طرف سے جورڈن کے نعرے لگ رہے تھے۔

”سنوجورڈن۔۔۔ تم نے ہارنا ہے اس بار۔۔۔ اگر تم جو نی سے ہار گئے تو ہم بہت سا پیسہ کما سکتے ہیں۔۔۔!“ ینتھنی اسکے پاس کھڑا اسکے کانوں میں جیسے منتر پھونک رہا تھا۔

”سن رہے ہونا تم۔۔۔؟؟“ ینتھنی نے اسے متوجہ نہ پا کر دوبارہ کہا۔

”سن رہا ہوں۔۔۔“ جورڈن کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

”ریلیکس رہو۔۔۔ بس تم نے ہارنا ہے۔۔۔“ وہ اسے حکم دیتا ایک سائیڈ پر چلا گیا تھا۔ اور اب جورڈن ہے کٹے جو نی کے سامنے کھڑا تھا۔

جیسے ہی سیٹھ کی آواز گونجی جو نی اسکی طرف لپکا تھا۔ وہ اب بری طرح ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے۔ جورڈن سرخ جبکہ جو نی پیلے رنگ کی وردی میں ملبوس تھا۔

جورڈن نے ایک زور دار گھونسا جو نی کے منہ پر پڑا تھا۔ جو نی پیچھے کی جانب لڑکھڑا ایا۔

ہر طرف سے جور ڈن کی صدائیں گونج اٹھی تھیں۔ وہاں اسکے چاہئے شاکین کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ اپنکی نے جور ڈن کو اشارہ کیا تھا۔ اور جور ڈن نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔

اب جوئی اسے بری طرح پیٹ رہا تھا جبکہ جور ڈن صرف مارنے کا تکلف کر رہا تھا۔ جور ڈن پر پیسہ لگانے والے لوگ ایک دم بجھ سے گئے تھے۔

جوئی نے ایک زوردار مکا جور ڈن کے منہ پر مارا تھا۔ جور ڈن کے منہ سے خون نکل آیا تھا۔ جیسے ہی جور ڈن کی نظر اپنے خون پر پڑی اسکی آنکھوں میں ریسٹورینٹ کے باہر نیچے گرتی ماہی کا سر اپا گھوم گیا جسکے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ جور ڈن کا دماغ ایک دم گھوما تھا۔ وہ کسی خونخوار جانور کی طرح جوئی کی طرف بڑھا تھا۔

"جور ڈن نو۔ نوجور ڈن۔" اپنکی نے جور ڈن کے بد لے ہوئے تیور دیکھ کر آہستہ سے بڑھا یا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اب جوئی کی خیر نہیں تھی۔

وہ ہارنے کے ساتھ ساتھ اپنی ہڈیاں بھی تڑوانے والے تھے۔ اپنکی سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

"یہ موبائل کس کیلئے ہے۔۔۔؟؟" حامی بالکل نیا اور مہنگے والا سمارٹ فون دیکھ کر حیران رہ گئی تھی جو پیک تھا اور حمدان کا ڈرائیور بہت سا سامان دے کر گیا تھا۔ جس میں وہ موبائل بھی تھا۔

"یہ تمہارا گفت ہے تمہارے اچھے گریڈز کا، ماہم نے بتایا تھا" جبکہ حامی تو حیرت زدہ سی اس پیک موبائل کو دیکھ رہی تھی جسکی اسے بہت ضرورت تھی۔ لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے رکھنا چاہیے تھا یا نہیں۔۔۔؟؟؟"

"آسی نے مجھے اپنے گھر آنے سے منع کر دیا ہے ماہی بیٹا۔ اس نے کہا ہے کہ غریب لوگوں کے پاس عزت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ اور میرے انکے گھر آنا جانا اسکے محلے والوں کو نہیں پسند۔" وہ دلبرداشتہ سے کہہ رہے تھے۔

"وہ کون ہوتے ہیں ناپسند کرنے والے۔۔۔ وہ آپکی کزن کا گھر ہے جب چاہیں جا سکتے ہیں۔۔۔"

ماہی کو حقیقتاً غصہ آیا تھا۔ وہ اپنے باپ کے حالات و واقعات سے اچھے سے واقف تھی۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ ایک بیوہ جسکی دو جوان بیٹیاں ہوں اسکے گھر میرے یوں آنے جانے سے اسکی مشکلات میں مزید اضافہ ہو گا۔۔۔"

"تو بابا آپ انہیں اپنے گھر لے ائیں۔۔۔"

"وہ نہیں آئے گی۔۔۔ کیسے لے کر آؤں؟؟" وہ شکستہ دل کے ساتھ پوچھ رہے تھے۔

"بابا آپ ان سے ایسا رشتہ بنائیں جس سے دنیا کا منہ بند ہو جائے اور لوگ آپکے اور انکے خلاف کوئی بات نا کر سکیں۔۔۔" ماہی کی بات پر سیٹھ حمدان بری طرح چونکے تھے

"اوکے بابا مجھے کام ہے، میں کچھ دیر بعد کال کرتی ہوں آپکو۔" ماہی فون بند کر چکی تھی مگر وہ سیٹھ حمدان صاحب کو گھری سوچ میں ڈال گئی تھی۔

"ماں یہ مہنگا موبائل ہے میں کیسے رکھ سکتی ہوں۔۔۔!! وہ آسیہ بیگم کے پاس کھڑی تھی۔

"خود ہی تو کہہ رہی تھی کہ تمہیں بہت ضرورت پڑتی ہے۔۔۔"

"ہاں ضرورت ہے لیکن انہیں کس نے بتایا۔۔۔؟؟"

حاجم کو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔۔ وہ ایک خود دار لڑکی تھی۔۔۔ پہلے ہی حمدان صاحب انکے لئے بہت کچھ کر رہے تھے اور اب اوپر سے۔۔۔ وہ الجھ کر رہ گئی تھی۔

"میں نے تو نہیں بتایا۔۔۔ انہوں نے اپنی مرضی سے بھیجا ہے۔۔۔ نہیں رکھنا تو ٹھیک ہے واپس کر دیں گے۔۔۔ آسیہ بیگم نے صاف بات کی۔

"ایم انکل کو برالگے گا۔۔۔ انہوں نے اتنے پیار سے تختہ دیا ہے۔۔۔ اور ہانی تھیں اچھی طرح سے پتا ہے کہ تھائف واپس کرنا اچھی بات نہیں ہے۔۔۔" ماہم نے سمجھداری کی بات کی تھی۔

"ویسے اگر تم نے نہیں رکھنا تو مجھے دے دو۔۔۔"

ماہم نے شرارت سے کہا تھا جبکہ حاجم اسے گھورتی اندر چلی گئی تھی۔

"انکل اتنا مہنگا گفت دینے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔؟؟" وہ حمدان صاحب کا نمبر ملائے اب ان سے بات کر رہی تھی۔

"کیوں بیٹا پسند نہیں آیا آپکو؟؟" انہوں نے پریشانی سے پوچھا۔

نہیں انکل۔۔۔ ایسی بات نہیں ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا بیٹا۔۔۔ کل کو آپ یونیورسٹی جائیں گی آپکو بہت ضرورت پڑنے والی ہے۔۔۔" یونیورسٹی کا نام سن کر حاجم کے دل میں حسرت ابھری تھی۔۔۔ اب وہ کیا کہتی کہ وہ لوگ اتنا کچھ افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔

"انکل۔۔۔ پتا نہیں یونیورسٹی جانا بھی ہے یا نہیں اور اگر قسمت لے کر گئی تب لے لیتی نا۔۔۔"

"کیوں۔۔۔ قسمت کی بات کیوں۔۔۔ کیا آپ مزید تعلیم جاری نہیں رکھنا چاہتی؟؟؟" وہ بہت شاستری سے پوچھ رہے تھے۔

"ایسی بات نہیں ہے انکل۔۔۔" حاجم سے کوئی جواب نہیں بن رہا تھا۔ اسے شرمندگی سی محسوس ہو رہی تھی۔

"اچھا آپ ایسا کریں کہ جس یونیورسٹی میں دل چاہے اپلائے کر دیں باقی میں خود دیکھ لوں گا۔۔۔"

حمدان صاحب کی بات نے اسے سن کر دیا تھا۔

"لیکن انکل۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی

"جانتا ہوں کہ آپ بہت خود دار بچی ہیں میں کوئی احسان نہیں کر رہا۔۔۔ یہ ایک قرض ہو گا جب آپ اس قابل ہو جائیں اتار دینا۔۔۔"

حاجم کی آنکھوں میں نمی سی پھیلی۔۔۔ شاید اسکی دعائیں سن لی گئی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے۔۔۔ اچانک ہی جیسے بہت مضبوط سہارا اللہ نے انکے لیے بنا دیا تھا۔

وہ مزید کچھ باتیں کرنے کے بعد فون بند کر چکی تھی۔۔۔ اسکی خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی۔۔۔ حاجم کو لگ رہا تھا جیسے اسکے خواب اسکے خواب اسکے بہت قریب ہیں۔۔۔ وہ رہا تھا بڑھائے گی

اور انکی تعبیر پالے گی۔۔۔ لیکن شاید وہ یہ بھول گئی تھی کہ خوابوں کی تعبیر کبھی کبھی الٹی بھی نکل آتی ہے۔۔۔ یہ خواب انسان کو کامیابی کی بلندیوں پر لے جانے کی بجائے ایسے اندر ہیروں میں پھیلک دیتے ہیں جہاں انسان ساری عمر ترتپا اور سکتنا رہتا ہے لیکن ان اندر ہیروں سے نہیں نکل سکتا۔۔۔

!! اور تاریخ گواہ ہے عورت کو خواب دیکھنے کی ہر زمانے میں ایک بہت بھاری قیمت چکانی پڑی ہے۔۔۔

"میں دعا کر رہی ہوں مہرو کہ میرا پنجاب یونیورسٹی

(University of Punjab,Lahore)

میں داخلہ ہو جائے تاکہ میں انکل پر زیادہ بوجھ نا بنو۔۔" مہرو اس سے ملنے گھر آئی تھی دونوں نے ایک ساتھ ایم ایس سی کیلئے تین چار یونیورسٹیوں میں اپلاعے کیا تھا۔

"تم جہاں ایڈمیشن لوگی میں تمہارے ساتھ رہوں گی ہانی۔۔ فکرنا کرو۔۔" مہرو نے اسے دلاسہ دیا تھا۔

"وہ تو میں جانتی ہوں لیکن

PU

مجھے اچھی لگتی ہے بس دعا کرو میں وہاں چلی جاؤں بہت بڑی ہے میں نے سرچ کیا تھا نیٹ پر۔۔ اتنی بڑی ہے کہ انسان وہاں جا کر گم ہو جائے۔۔" وہ ناجانے کس احساس کے تحت کھوئے کھوئے سے لبھجے میں کہہ رہی ہے۔

"کیا اول فول بول رہی ہوں ہانی۔۔ ہزار دفعہ کہا ہے کہ ایسی باتیں ناکیا کرو۔۔" آسیہ بیگم نے سخت سے لبھجے میں ڈالنا۔

"بس آنٹی یہ ایسے ہی کرتی ہے۔۔ میرا حوصلہ ہے جو میں اسے جھیلتی ہوں۔۔" مہرو نے شرات سے مسکرائی۔

"بس بس۔۔ اب مل جاؤ دونوں۔۔ ساری غلطی میری ہی ہے۔۔" وہ ناراض ہو گئی تھی۔ جبکہ مہرو اسکے منہ بنانے پر ہنس دی تھی۔

وہ پلے گراؤنڈ باسکٹ بال کی پر کیٹس کر رہا تھا جب موبائل پر آنے والی کال نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"کون ہے یہ ریش تنگ کیے جا رہا ہے۔۔"

آر جے نے بڑھاتے ہوئے غصے سے موبائل جیب سے نکالا اور سکرین پر ابھرنے والا نام دیکھ کر زبان دانتوں تلے دبای۔

"ہائے بڑے ڈیڈ کیسے ہیں آپ ؟؟" وہ ضیاء جیل کو بڑے ڈیڈ کہہ کر پکارتا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسے ہو ؟؟"

"میں ایک دم فٹ ہوں۔۔ کیسے یاد کیا آپ نے ؟؟"

آر جے حیران تھا۔

"تمہارا بی اے مکمل ہو گیا ہے نا۔۔ ؟؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی۔۔ ہو گیا مکمل۔۔"

"تو میں لندن چلے جاؤ۔۔ یا پھر امریکہ۔۔ یا ہشام کے پاس۔۔ میں چاہتا ہوں تم ایم بی اے کرو اور پر بنس میں میرا ساتھ دو۔۔ تم ہشام کو تو اچھے سے جانتے ہو اسے بنس میں دلچسپی نہیں۔۔ وہ تمہارے بابا کی طرح گدی پر بیٹھے گا سیاست کرے گا اور لوگوں کی خدمت کرے گا۔۔"

انہوں نے صاف صاف اپنی بات مکمل کی تھی۔

آر جے کے چہرے پر واضح ناگواری پھیلی تھی۔

"بڑے ڈیڈ آپ مجھے اچھے سے جانتے ہیں میں وہی کام کرتا ہوں جو میرا دل چاہے اور میں اپنی یونیورسٹی کو چھوڑ کر ابھی تو نہیں جانے والا البتہ اگر کچھ ماہ میں میرا موڑ بدلتا تو آپکو بتا دوں گا۔"

"لیکن تمہیں اب۔۔۔ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے۔۔۔

"ڈیڈ میرا بیچ ہے میں بعد میں بات کرتا ہوں۔۔۔" وہ انکی بات سنے بنافون بند کر چکا تھا۔

"کیا مصیبت ہے یار کیوں پیچھے پڑ گئے ہیں میرے۔۔۔ جینے کیوں نہیں دیتے؟" آر جے نے بڑھاتے ہوئے موبائل آف کیا تھا۔

"دیکھو آسیہ میں تم سے بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں میری بات کو دھیان سے سننا۔"

زبیدہ آپا آج پھر انکے گھر حاضر تھیں۔ حامم کو کچھ غیر معمولی سامحسوس ہو رہا تھا۔

"یہ پھر آگئی لوگوں کی برا بیاں کرنے۔۔۔" ماہم نے ناگواری سے کہا تھا۔

"مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔" حامم کا دل ناجانے کیوں ڈر رہا تھا۔

"جی جی۔۔۔ آپا بولیں۔۔۔" آسیہ بیگم نے متوجہ ہوئے ہوئے کہا تھا۔

"ارے شکر ادا کرو آسیہ میں تمہاری بیٹی یعنی اپنی ہانی کیلیے رشتہ لائی ہوں"

حامم تو انکی بات سن کر دھک سے رہ گئی تھی۔

"رشتہ۔۔۔ لیکن میں نے تو آپ سے نہیں کہا تھا۔۔۔"

آسیہ بیگم حیران تھیں۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ شکر ادا کرو۔۔۔ گھر بیٹھے ہی اللہ نے تمہاری سن لی۔۔۔ شاید اللہ کو یتیم بچی پر ترس آگیا۔۔۔ اس لیے خود ہی رستہ آسان کر دیا۔۔۔" زبیدہ آپا کی بات سن کر حامم کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔ یتیمی اور غربت انکے لیے گالی بن کر رہ گئی تھی۔

"لگتا ہے یہ اس دن والی عزت بھول گئی ہیں آج دوبارہ کرنی پڑے گی۔۔۔" ماہم نے رسالہ ایک طرف رکھا اور بیڈ سے نیچے اتر جوتے پہننے ہوئے کہا تھا۔ میں کچھ سمجھی نہیں آپا کس کا رشتہ ؟؟؟"

"طارق کو جانتی ہونا۔۔۔ یہ جو دور سری گلی میں رہتا۔۔۔ اس کا رشتہ لائی ہوں۔۔۔ اسکے گھر والے دلوں جان سے قبول کرنے کو تیار ہیں اپنی بچی کو۔۔۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپا آپ۔۔۔؟ وہ طارق محلے کا سب سے بدنام لڑکا ہے آپ اسکے لیے میری ہانی کا رشتہ۔۔۔؟؟ آسیہ بیگم تو صدمے سے دنگ رہ گئی تھیں۔

جبکہ طارق کا نام سن کر حامم کا دماغ گھوما تھا۔ وہ ایک انتہائی گھٹیا قسم کا لڑکا تھا۔ وہ جب بھی کالج اور اکیڈمی جاتی تھی اکثر چوک پر کھڑا ملتا تھا۔

پان چباتا، گندے دانت، حامم کو اسے دیکھ کر گھن آتی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر منہ چھپا لیتی تھی۔

"ارے کیا ہو گیا۔۔۔ دیکھا جالا لڑکا ہے۔۔۔ اور ویسے بھی کون لیتا ہے آج کل غریب اور یتیم کی بیٹی کا رشتہ۔۔۔ وہ تو بھلا ہواں طارق کا جو اس نے خود رشتے کی بات کی ہے۔۔۔"

"کتنے پیسے دیے ہیں اس لفگے نے آپکو۔۔ جو آپ یہاں اسکار شتہ لینے آگئی۔۔ شکل دیکھی ہے اس نے اپنی۔۔ میرا بس چلے نا جوتی ماروں اسکے منہ پر۔۔" ماہم زبیدہ آپا کے سامنے آ کر ایک دم پھٹ پڑی تھی۔

"زبان سنبحال کربات کرو لڑکی اپنی اوقات دیکھی ہے تم لوگوں نے گھر آئی رحمت کو ٹھکرا رہے ہو۔۔" زبیدہ آپا تو بھڑک اٹھی تھیں۔

"ہم لوگ اپنی اوقات اچھے سے جانتے ہیں، اوقات تو آپ دکھانے آئی ہیں اپنی چار پیسے لے کر دین ایمان پیچ کر ایک گھٹیا لڑکے کو نیک اور شریف بنارہی ہیں۔۔" ماہم کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔ ایسا ہی کچھ حال حامم کا بھی لیکن وہ شاکڈ تھی۔

"ماہم تم چپ کر اور اندر جاؤ۔۔ دیکھیں زبیدہ آپا مجھے ابھی شادی نہیں کرنی اپنی بیٹیوں کی۔۔ اور نہ ہی مجھے یہ رشتہ قبول ہے جب کرنا ہو گا میں آپکو بتا دوں گی۔۔" آسیہ بیگم کی بات سن کر حامم کی روح تک سکون اتر گیا تھا۔

"اڑے شادی نہ سہی منگنی تو کرو۔۔ سہارا ہو گا ایک ویسے بھی اکیلی لڑکیوں کا یوں باہر آنا جانا اچھا نہیں ہوتا۔۔ انہوں نے حامم کے کامیاب اور شام کو اکیڈمی جانے پر طعنہ مارا تھا۔

"آپ اٹھیں اور نکلیں ابھی ہمارے گھر سے ہمیں کوئی منگنی شنگنی نہیں کرنی۔۔" ماہم نے آگے بڑھ کر باہر کا دروازہ کھولا تھا۔ زبیدہ آپا کا منہ اس عزت افرادی پر غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"اچھا نہیں کیا تم نے آسیہ۔۔ بہت بر اکیا۔۔" وہ آسیہ بیگم سے کہہ رہی تھیں۔

"اپنے گھر جا کر سوچیے گا اچھا کیا یا برا۔۔ بس ہمارے گھر سے جائیں۔۔" ماہم کے کہنے پر وہ ان سب کو اور خاص طور پر حامم کو، جو ابھی کمرے سے باہر نکلی تھی، گھورتی جا چکی تھیں۔

"پتا نہیں کیسے کیسے لوگ ہیں منہ اٹھا کر آ جاتے ہیں۔۔" دروازہ بند کر کے ماہم بڑھاتی واپس کمرے میں چلی گئی تھی۔ جبکہ حامم نے آسیہ بیگم کو گھری سوچ میں ڈوبادیکھ کر ایک ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"یا اللہ پاک رحم کر ہم پر اپنا۔۔" وہ نم آنکھوں سے دعا کر رہی تھی۔

"یار آر جے آج کل مجھے عجیب سی بے چینی ہو رہی ہے۔۔" مکی آر جے کے پاس بیٹھا کہہ رہا تھا۔

کسی نئی لڑکی پر دل آگیا ہے کیا؟؟" آر جے نے سکریٹ سلاگاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ ایک پرانی ہے بس دل کرتا ہے وہ مل جائے کہیں سے اسے حاصل کرنے کی طلب بڑھ سی گئی ہے۔۔" اور آر جے نے کمی کی بات پر قہقہہ لگایا تھا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو مکی، ایک ڈل کلاس لڑکی جو بقول تمہارے جاہل سی ہے اسکے لیے مر رہے ہو۔۔"

آر جے نے اسکا مذاق اڑایا۔

"یار جاہل تو واقعی ہے اس لئے تو کبھی ملنے نہیں آئی مجھ سے اور عرصہ ہو گیا کبھی بات نہیں کی۔۔ لیکن پھر بھی دلکش بہت ہے۔۔" مکی نے اسکی تصویر کو ذہن میں لاتے ہوئے کہا جو اس نے اپنی کزن کے موبائل میں دیکھی تھی۔

"اگر اتنی دلکش ہے تو جاؤ نا۔۔ گھر کا پتہ ڈھونڈو اور اٹھا کر لے آؤ اسے۔۔" آر جے نے پھر قہقہہ لگایا تھا۔

"کچھ ایسا ہی کرنا پڑے گا۔" کمی خباثت سے ہنسا تھا۔

"یارویسے میرا تو اس لڑکی سے کوئی رشتہ نہیں تم تو بڑے دل والے ہو، بھا بھی کو چھوڑ دیا نکاح کر کے۔" کمی نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا۔ "ویسے ماننا پڑے گا یار۔" موبائل تو اسکے پاس بٹنوں والا تھا اور غرور توبہ توبہ۔ "آر جے خالص جاہلانہ قسم کے انداز میں بولا تھا۔ بالکل کمی والا انداز۔ آر جے کو اچھے سے یاد تھا کہ حامم کے پاس اسماڑ فون نہیں تھا۔ اسکی بات سن کر کمی کا چھپت پھلاڑ قہقہہ گونجا تھا۔

"!! اوکے یار ٹاپک چینچ کرو دماغ نہ خراب کرو۔"

"یہ کس کی جستجو رکھتی ہے الجھنوں میں مجھے"

"وہ کون ہے؟ جو مجھے مل نہیں رہا مجھ میں"

ایک پل کے اندر وہ واپس آر جے بن گیا تھا۔ جسے کسی چیز سے نہ فرق پڑتا تھا اور نہ کسی چیز میں دلچسپی تھی۔ لیکن ناجانے کیوں حامم کے ذکر پر اسے عجیب سی بے چینی ہوئی تھی۔ اور کمی کو کبھی کبھی حیرت ہوتی تھی کہ آر جے ام حامم کا مذاق کیسے اڑا لیتا تھا اسکے ساتھ مل کر۔ حالانکہ اس نے کبھی کسی لڑکی کو موضوع گفتگو نہیں بنایا تھا۔ آر جے نے سکریٹ کا ایک گہرہ کش لے کر دھواں فضائیں اچھا لاتا۔ جبکہ کمی نے موبائل نکال کر دوبارہ سے وہ نمبر ملایا تھا جو اس نے کچھ عرصہ پہلے پیرس کے ریسٹورینٹ میں ملایا تھا جو بند جا رہا تھا۔ لیکن خلاف معمول اس وقت اس نمبر پر بیل جا رہی تھی۔

زبیدہ آپاکی باتوں نے حامم کو پریشانی میں ڈال دیا تھا۔ ناجانے کیوں اس کا دل ڈر رہا تھا۔ ابھی بھی وہ نماز پڑھ کر دعا مانگ کر اٹھی تھی جبکہ موبائل پر ہونے والی بپ نے اسے متوجہ کیا تھا۔

جب وہ نماز پڑھ رہی تھی تب فون بھی آیا تھا لیکن اس نے غور نہیں کیا۔

"ابھی تک ناراض ہو جان۔۔؟؟" نمبر اور میسج دیکھ کر حامم کو چھرہ سرخ ہوا تھا۔ ابھی کل ہی اس نے اس موبائل میں اپنی پرانی سُم ڈالی تھی۔ اسے کچھ نمبروں کی ضرورت تھی جو اس نے نئی سُم میں کاپی کئے تھے۔ اور آج اسے پھر میسج آگیا تھا۔ حامم کا دل مزید برا ہوا تھا۔ اس سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ایسا کیا کرے جس سے وہ شخص اسکی جان چھوڑ دے۔

"خد اسے ڈرائے ابن آدم۔۔ خدا سے ڈر اکا نپتے ہاتھوں اور نم آنکھوں سے حامم نے میسج ٹائپ کر کے سینڈ کر دیا تھا اور پھر موبائل بند کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر سے رو دی تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اسکے یہ الفاظ دوسرا جانب موجود شخص کو اندر تک جھنجھوڑ گئے تھے۔

حمدان صاحب کا فون آیا تھا۔ ناجانے اس بار آسیہ بیگم خود پر ضبط نہیں رکھا پائی تھیں اور انہوں نے روتے ہوئے طارق کے متعلق سب کچھ حمدان کو بتا دیا تھا۔ وہ اکیلی عورت تھک گئی تھی حالات کا مقابلہ کرتے کرتے۔ طارق نے دھمکی دی تھی کہ شادی تو وہ حامم سے ہی کرے گا۔۔ ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔ آسیہ بیگم کو رو تاد یکھ کر سیٹھ حمدان کا پارہ ہائی ہوا تھا۔ انکا دل کر رہا تھا کہ وہ ابھی اس لڑکے کو شوٹ کر دیں۔

"آسیہ رو نہیں اور میری بات غور سے سنیں جب تک میں ہوں ناکوئی تم لوگوں کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"آپ کب تک ساتھ دیں گے ہمارا۔؟ اس بات کا بھی لوگ غلط مطلب نکال رہے ہیں۔" آسیہ بیگم نے دکھی لجھ میں بتایا۔ میں ہمیشہ ساتھ دوں گا۔ بس تم ایسا کرو کہ مجھے ساتھ دینے کا حق دے دو۔ مجھ سے نکاح کرلو آسی۔ نکاح کرلو۔" جس بات کو کرنے کیلئے وہ اتنے دنوں سے الفاظ ڈھونڈ رہے تھے۔ اور بات کرنے کی بہت نہیں تھی۔ وہ آج ایک ہی پل میں کہہ گئے تھے۔ آسیہ بیگم کو لگا تھا کہ انہوں نے کچھ غلط سنا ہو۔ وہ جیرت سے منہ کھولے موبائل کو دیکھ رہی تھیں جس سے حمدان کی آواز ابھر رہی تھی۔

"آپ کاماغ خراب ہو گیا ہے حمدان شرم نہیں آتی ایسی بات کرتے ہوئے۔؟؟" آسیہ بیگم بھڑک اٹھی تھیں۔ انکا کا بھڑکنا بھی بجا تھا پنے آفس میں بیٹھے حمدان نے پریشانی سے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"میری بات سنو آسیہ۔ یہ وقت بحث کرنے کا نہیں ہے۔" حمدان نے اسے سمجھانا چاہا۔

"مجھے آپکی کوئی بات نہیں سننی۔ آپ نے یہ سوچا بھی کیسے؟؟" آسیہ بیگم روہانی ہو گئی تھیں۔ وہ جانتی تھی ہمارا معاشرہ کس قدر منافق ہے۔ "غزوہ موت سے واپسی کا منظر ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیں رضی اللہ عنہا مجاہدین کی واپسی کی خبریں سن رہی ہیں۔ اپنے پیارے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی راہ میں آنکھیں بچھائے بیٹھی ہیں، اپنے بچوں کو بھی تیار کر لیا ہے، دور سے آہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے لیکن جب یہ دیکھتی ہیں کہ یہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں بلکہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہے، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اندازے ہی سے سمجھ جاتی ہیں کہ ان کی زندگی کے ہم سفر، جمرت کے ساتھی اور پیارے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بچھڑکے ہیں۔۔۔

یہی معتمدہ ہمارے معاشرے میں ہوتا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پوری زندگی بچوں کے تہا حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔۔۔ لیکن وہ بنی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کا وسیع القلبی والا دور تھا۔ ایک مسلمان بیوہ کو کیسے ان حالات و جذبات کے دھکے کھانے کے لیے اکیلا چھوڑ دیا جاتا؟ یا رغار، غیر انبیاء میں سب سے زیادہ افضل شخص یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا اور بچوں کو باپ جیسی گھنی شفقت اور محبت میسر آگئی، اللہ نے انہیں ایک بیٹا بھی عطا فرمادیا۔۔۔

پھر کچھ عرصہ بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا، حضرت اسماء بنت عمیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل دلوایا۔۔۔

دو دفعہ بیوہ ہونا ہمارے تنگ نظر معاشرے کے لیے تو انہوں نی بات ہے کہ وہ غریت مندر جلان ان باتوں سے ناواقف تھے، مسلمان عورت کو فوراً معاشرتی دھارے کی زندگی میں ہم آہنگی کر لیا جاتا تھا تاکہ اسے تن تہا نفیتی اور جذباتی جنگ نہ لڑنی پڑ جائے۔۔۔

اس دفعہ آگے بڑھنے والے غیرت کے پیکر کوئی اور نہیں، بلکہ شیر خدا، ابو تراب، فاتح خیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی بھی تھے لیکن آپ نے صرف بھتیجوں کی کفالت ہی نہیں بلکہ فرزند ابو بکر کو بھی اسی محبت سے پالا جیسے اپنے بھتیجوں کو پالا۔۔۔

یہ کیسا معاشرہ تھا جو ایسی عورت کے حقوق کا بھی محافظ تھا یہ سن کے رشک آتا ہے۔۔۔ ہم صحابہ کرام کے دور میں پیدا ہونے کی خواہش بھی کرتے ہیں، ان جیسا بنا بھی چاہتے ہیں، لیکن جب نفس پر زد آئے تو خاموشی کی چادر اوڑھ لیتے ہیں۔۔۔

بیوہ اور اسکے بچوں کو تحافظ دینا ایسا معاشرے میں رچا بسا کام تھا کہ اس کے لیے کوئی تقریر کرنے، کوئی مہم چلانے، کوئی حکمتِ عملی بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔ اور ہمارا معاشرہ اور ہمارے رویے۔۔۔؟؟؟

ایک اور پاکیزہ صحابیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثال سامنے ہے۔۔۔

پہلا نکاح حضرت عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت خوبصورت تھیں اور اس جوڑے کی محبت عرب میں ایک مثال بن گئی تھی

حضرت عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن محبت میں آپ کی زندگی میں وفات پا گیا تو آپ دوسرا نکاح نہیں کریں گی

پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عرصہ بعد شہید ہو گئے لیکن اس معاشرے میں بیوہ خاتون کو تہاچوڑنے کی مثال محیر العقل تھی، اس لیے بڑوں کے سمجھانے پر آپ نکاح ثانی کے لیے راضی ہو گئیں۔۔۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے چچازاد بھائی بھی تھے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لیا۔۔۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو گئے۔۔۔

عدت پوری ہونے کے بعد عشرہ مبشرہ صحابی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا اور اب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے نکاح میں آگئیں۔۔۔

کچھ عرصہ بعد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جام شہادت نوش کیا۔۔۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں مشہور ہو گیا تھا کہ جسے شہادت کی تمنا ہو وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لے۔۔۔ اسی مناسبت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہداء کی زوجہ کہا جاتا تھا۔۔۔

اس عظیم مثال کا معاشرے سے مقابلہ کریں۔۔۔

اللہ اللہ کیسا کھلے دل والا معاشرہ تھا اور ہمارا معاصرہ کیسا تنگ نظر اور گھنٹن کا شکار معاشرہ ہے، ایسا معاشرہ جہاں بیوہ کو تن تہا حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔۔۔ جن مشکلات و مصائب کے پہاڑ، مردوں کی نظروں اور دوسری عورتوں کے ساتھ یہ خواتین زندگی گزارتی ہیں معاشرہ ان سے جینے کا حق سلب کر لیتا ہے۔۔۔ وہ یہ تمام وقعتاں سوچ کر افسرده سی خاموشی اختیار کر گئی تھیں۔

جسے حمدان نے اچھی طرح بھانپ کر بات بدلتی اور مخاطب ہوئے، ”اچھا یہ سب چھوڑو میری ہانی بیٹی سے بات کرواؤ مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔۔“ حمدان نے بات بدلتے ہوئے کہا وہ چاہتے تھے کہ آسیہ اس بات کا فیصلہ سوچ سمجھ کر کرے کس کے دباؤ میں آکر نہیں۔۔۔

”جی انکل۔۔۔ السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟؟“ آسیہ بیگم نے فون حامم کو پکڑا دیا تھا۔

”علیکم السلام۔۔۔ بیٹا آپ نے لست چیک کی؟؟“

فرست لست میں آپ کا نام آپکا ہے۔۔۔ اب یہ بتائیں کہ واقعی آپ پنجاب یونیورسٹی میں ایڈیشن لینا چاہتی ہیں؟؟“ وہ سخیدہ سے پوچھ رہے تھے۔ جبکہ حامم تو دنگ رہ گئی تھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ واقعی میرٹ پر پورا اتری ہے۔ کتنے ہی پل وہ خوشی سے کچھ بول نہیں پائی تھی۔

”بولیں ہانی بیٹا۔۔۔؟؟“ وہ پوچھ رہے تھے۔

”جی جی۔۔۔ انکل۔۔۔ مجھے اسی یونیورسٹی میں پڑھنا ہے اب مجھے کیا کرنا ہو گا؟؟؟“ وہ خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات سے پوچھ رہی تھی۔

”کچھ نہیں بس آپ نے کل تیار رہنا ہے بارہ بجے کے قریب میں لینے آؤں گا پھر آپ کے ایڈیشن کیلئے چلیں گے۔۔۔“

وہ اپنی بات مکمل کر کے فون بند کر چکے تھے۔

جبکہ حامم کا دل خوشی سے اڑ رہا تھا۔ وہ ایک پل میں جیسے سارے دکھ بھول گئی تھی۔

"تم سے میں نے کتنی بار کہا تھا کہ ہارنا ہے جو رُون۔ تمہیں بات سمجھ کیوں نہیں آتی ہے۔۔۔؟" پنٹھنی سر پر ہاتھ رکھے افسوس سے سامنے بیٹھے جو رُون سے کہہ رہا تھا۔

"ہر وقت سر پر خون کیوں سوار رہتا ہے تمہارے۔۔۔؟ اچھے بھلے ٹھیک جا رہے تھے اچانک تمہیں ہوا کیا تھا؟؟"

"مجھے نہیں پتا۔۔۔پنٹھنی۔۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ مجھے ہوا کیا تھا۔۔۔ اچانک وہ سپٹل والی لڑکی۔۔۔" وہ کہتا کہتا اچانک چپ ہو گیا تھا۔

"لڑکی۔۔۔ کونی لڑکی۔۔۔؟ دیکھو جو رُون اگر کسی لڑکی کا چکر ہے تو ابھی ختم کر دو۔۔۔ یہ لڑکیاں مردوں کو کمزور بنادیتی ہیں۔۔۔" پنٹھنی نے اسے سمجھایا۔  
کوئی چکر نہیں ہے۔۔۔ مجھے خود سمجھ نہیں آرہا کچھ۔۔۔" وہ چینا تھا۔

اس سے پہلے پنٹھنی کچھ کہتا جو رُون کے موبائل پر آنے والی کال نے اسے متوجہ کیا تھا۔

"ہیلو مسٹر جو رُون۔۔۔ کہاں ہیں آپ؟؟ آپ کی مدد کی حالت بہت نازک ہے۔۔۔ انکا آپریشن کرنے پڑا گا اگر آپ کچھ دیر تک پیسے لے کر ناپہنچے تو ہم آپریشن نہیں کریں گے۔۔۔ اور انکا بچنا مشکل ہو جائے گا۔۔۔" ڈاکٹر کی بات سن کر جو رُون کے چہرے کی ہوا یاں اڑ گئی تھی۔

"آپ آپریشن کی تیاری کریں ڈاکٹر میں بس پہنچ رہا ہوں۔۔۔"

وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔ "مجھے پیسے چاہیے۔۔۔ پنٹھنی، مام کا آپریشن ہے اور لازمی ہے۔۔۔"  
پیسوں کا ذکر سن کر پنٹھنی نے منہ بنایا تھا۔

"جو کام تم نے کیا ہے نا اسکے بعد ایک پیسے نہیں بتتا تمہارا۔۔۔"

"مجھے پیسے چاہیے۔۔۔ پنٹھنی کہانا دو بارہ ایسا نہیں ہو گا، تم جیسے کہو گے میں ویسے ہی کروں گا۔۔۔" وہ اتنی زور سے چلا یا تھا کہ پنٹھنی ڈر کر پیچھے ہوا تھا۔ وہ جو رُون کے غصے سے اچھے سے واقف تھا۔

"اگ۔۔۔ کتنے پیسے۔۔۔؟" پنٹھنی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"جتنے بھی ہیں سب دے دو۔" وہ پریشان سا کہہ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد پنٹھنی نے پیسوں کا بیگ اسکے سامنے رکھا تھا۔

"شام کو فائز ہے جو تمہیں ہر حال میں جیتنی ہے۔۔۔ سمجھ گئے نا تم۔۔۔؟؟" پنٹھنی نے کہا تھا۔

"ہاں سمجھ گیا۔" جو رُون اثبات میں سر ہلاتا پیسے لے کر باہر نکل گیا تھا۔

آسیہ بیگم کو اس رات نیند نہیں آئی تھی۔ حمدان اور طارق کی باتوں نے اسکا سکون ختم کر دیا تھا۔

وہ ساری رات جاگتی رہی تھی۔ کبھی حامم کو چہرہ دیکھتی تو کبھی طارق کا خیال اسے جھنجھوڑ دیتا۔

میری ہانی اس طارق کیلئے نہیں بنی۔۔۔" وہ خود سے کہہ رہی تھیں۔

"اور حمدان اس نے ایسا سوچا بھی کیسے، وہ شادی شدہ ہے، ایک بیٹی کا باپ ہے، پھر اسکے ذہن میں یہ خیال کیسے آیا؟؟" حمدان کی باتیں انہیں سلگنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ ساری رات سوچتے سوچتے گزر گئی لیکن وہ کسی تباہ پر نہیں پہنچ پائی تھیں۔

"ہمیں یہ محلہ چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔۔۔ لیکن جائیں کہاں؟؟" سوال اسے الجھا رہے تھے۔ جب وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ پائی تو خدا کے حضور کھڑی ہو گئی۔

"!! یا اللہ ہماری مدد فرماء۔۔۔ ہمارا اس دنیا میں تیرے سوا کوئی بھی نہیں۔۔۔ ہم پر رحم کر مالک۔۔۔" وہ ناجانے کتنی دیر دعا مانگتی رہی تھیں۔

!!! اللہ کے حضور رونے اور گڑ گڑانے سے اسکا دل ہلاکا ہو گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اللہ انکی مدد ضرور کرے گا۔ بیشک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

"!! جور ڈن بیٹا تم آگئے۔۔۔ آگئے میرے بچے۔۔۔"

مار تھا نے تھوڑی سی آنکھیں کھول کر جور ڈن کو دیکھا تھا جو اسکا ہاتھ تھا میں پاس بیٹھا تھا۔

"مام آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔ میں پیسے لے آیا ہوں۔۔۔ آپکا آپریشن ہو گا اور پھر آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔" جور ڈن نے نم آنکھیں سے کہا تھا اور اپنی ماں ہاتھ ہونٹوں سے لگایا تھا۔

"نہیں۔۔۔ میں اب اور نہیں جی سکتی۔۔۔"

"مام ایسی باتیں مت کریں۔۔۔ آپکو جینا ہے۔۔۔ ہمارے لیے۔۔۔ میرے لیے۔۔۔ اپنے جور ڈن کیلئے"

وہ رو دیا تھا۔

"میری بات دھیان سے سنو۔۔۔" مار تھا نے اپنی ٹوٹی سانسوں کے ساتھ کہا تھا۔

"تمہارا ڈیڈ۔۔۔"

"مت نام لیں اس شخص کا مام۔۔۔ مجھے نفرت ہے ان سے۔۔۔" جور ڈن نے انکی بات کاٹی تھی۔ اسکے اندر اپنے باپ کے ذکر پر اذیت سی پھیل گئی تھی۔ نہیں بیٹا۔۔۔ وہ تم سے بہت پیار کرتا تھا۔۔۔ اور مجھ سے بھی۔۔۔"

"اگر وہ پیار کرتے وہ چھوڑنا جاتے مام۔۔۔" جور ڈن کی آنکھوں سے ایک آنسو پھسل کر مار تھا کے ہاتھ پر گرا تھا جسے اس نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ وہ مجبور تھا میرے بچے۔۔۔ مجبور تھا۔۔۔ تم میرے بعد اسکے پاس چلے جانا۔۔۔ دیکھنا وہ تمہیں اپنالے گا۔۔۔"

"نہیں میں نہیں جاؤں گا۔۔۔ مام آپکو میرے لئے جینا ہے۔۔۔ اگر آپکو کچھ ہوانا تو میں اس شخص کو نہیں چھوڑوں گا۔۔۔"

جور ڈن کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے جو رُدن تم خوش رہو گے۔۔۔" مار تھا نے اسے نصیحت کی تھی۔

"آپریشن کا نام کاٹا ہے مسٹر جور ڈن۔۔۔ ہمیں انہیں لے جانا ہو گا۔۔۔" ڈاکٹرنے کہا تھا۔

جو رُدن نے آگے بڑھ کر اپنی ماں کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔ مار تھا نے ایک شفیق سی مسکراہٹ لیے اسے دیکھا تھا اور پھر ڈاکٹر زاسے آپریشن تھیڑی میں لے گئے تھے۔

وہ نم آنکھوں سے اپنی کل کائنات کو جاتے دیکھ رہا تھا۔ اسکے جانے کے بعد جور ڈن کو یاد آیا تھا کہ اسکی فائٹ خی جو اسے کسی بھی قیمت پر جیتی تھی۔ وہ آنکھوں کو صاف کرتے باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

ہانو آپی انکل آگئے ہیں باہر جلدی آ جاؤ۔ "جواد نے خبر دی۔ حامم تیار تھی۔ اس نے چادر اٹھا کر اچھی طرح سے اوڑھا تھا۔" دھیان رکھنا اپنا۔ اور جب ایڈ میشن ہو جائے تو فون کر دینا۔ "آسیہ بیگم نے اسے تنیہہ کی تھی۔" ٹھیک ہے امی۔ "حامم نے فائل اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ حمدان صاحب اندر نہیں آئے تھے۔ وہ باہر ہی گاڑی میں بیٹھے رہے تھے۔ وہ دعا مانگتی گھر سے باہر نکلی تھی۔ حامم نے دکان کے باہر کھڑے طارق کو دیکھا تھا جو اسے گھور گھور کر دیکھا تھا۔ وہ اسے نظر انداز کرتی گاڑی میں بیٹھ گئی جسے حمدان صاحب ایک سینٹ بھی ضائع کیے بنا آگے بڑھا دیا تھا۔

"بی جان اس گدھے کو فون کر کے سمجھا دیں کہ وہ اب سنبھیدہ ہو جائے اپنے مستقبل کو لے کر۔" سید جبیل بی جان سے کہہ رہا تھا اور تعریف آر جے کی ہو رہی تھی۔ جبیل صاحب آر جے کو ہمیشہ گدھا ہی کہتے تھے۔ اسکی حرکتیں ہی ایسی تھیں۔ "شاہ نے فون کیا تھا اسے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ یونیورسٹی نہیں چھوڑنا چاہتا۔" بی جان نے بتایا کیونکہ کچھ دن پہلے ضیاء جبیل نے اسے فون کیا تھا جو بات سننے کو راضی نہیں تھا۔

"اللہ کو اس گدھے کو عقل دے۔" وہ پریشان ہوئے تھے۔ "بھائی جان آپ پریشان ہوں ابھی بچھے ہے سمجھ جائے گا۔" بی جان نے تسلی دی تھی۔ بچھے نہیں ہے وہ باپ ہے سب کا لیکن عقل تو اس میں گدھے جتنی بھی نہیں ہے۔ وہ بڑھاتے باہر نکل گئے تھے۔ جبکہ بی جان سوچ رہی تھیں کہ ایسا کیا کیا جائے جس سے آر جے جو عقل آجائے۔

"آپ خوش ہیں ناہانی بیٹا۔؟؟" حمدان صاحب نے خاموش بیٹھی حامم سے پوچھا تھا۔ "جی انکل بہت۔ میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ میں اس یونیورسٹی میں پڑھ پاؤں گی۔" اسکا ایڈ میشن ہو چکا تھا۔ وہ اپس گھر جا رہے تھے۔ حامم کے ڈیپارٹمنٹ والے سیٹھ حمدان صاحب کو اچھے سے جانتے تھے۔ انہیں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ جلدی ہی اسکا ایڈ میشن ہو گیا تھا۔ "کوئی بات نہیں اب دل لگا کر پڑھنا اور کچھ بن کر دکھانا۔" وہ اسکا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ "اب میرا گھر دیکھنا چاہو گی یا آپکو آپکے گھر چھوڑ دوں؟؟" "انکل پھر کبھی دیکھ لو گی۔ آپ مجھے گھر چھوڑ دیں امی انتظار کر رہی ہو گی۔" حامم نے جواب دیا تھا۔ "آپکی والف کیسی ہیں انکل۔؟؟" اچانک حامم نے سوال کیا تھا۔

"وہ نہیں ہے۔۔۔" انکی بات سن کر حامم چونگی تھی۔  
"جب ماہین پیدا ہوئی تھی وہ تب ہی مجھے چھوڑ گئی تھی۔۔۔" وہ افسر دہ سے کہہ رہے تھے۔  
حامم کو افسوس ہوا تھا۔

"میں آسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔"

انکی بات پر حامم نے جھکلے سے رخ موڑا نہیں دیکھا تھا۔  
"کیا آپ مذاق کر رہے ہیں؟؟" حامم کو حیرت ہوئی۔  
"ہرگز نہیں۔۔۔" وہ سنجیدہ تھے۔

"میں چاہتا ہوں کہ اسکی ساری محرومیوں کا ازالہ کروں۔۔۔ ساری زندگی اس نے پریشانیوں میں گزاری ہے۔۔۔ اگر آپ لوگوں میں ساتھ ہونگے تو محلے کا توکیا دنیا کا کوئی انسان آپ لوگوں کو تنگ نہیں کر پائے گا۔۔۔"  
حامم کو انکی بات سمجھ آرہی تھی۔  
"لیکن انکل امی؟؟"

"اس نے انکار کر دیا۔۔۔ وہ نہیں کرنا چاہتی۔۔۔ اسے زمانے کا ڈر ہے۔۔۔" وہ سنجیدہ سے کہہ رہے تھے۔  
حامم اچھی طرح جانتی تھی کہ اسکی ماں نے ساری زندگی دکھوں میں گزاری ہوئی تھی۔ وہ خود دل سے چاہتی تھی کہ اسکی ماں اب خوش رہے اپنی زندگی کو جیئے۔۔۔  
"اگر آسی ماں کی آپ لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا نا۔۔۔؟؟" وہ اب حامم سے پوچھ رہے تھے۔  
"نہیں انکل۔۔۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔۔۔ میں خود چاہتی ہوں کہ وہ خوش رہیں۔۔۔" وہ مسکرانی تھی۔  
"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔۔۔" گاڑی میں ایک گھری خاموشی چھاگئی تھی۔  
"میں نے بچپن سے آسی کو چاہا ہے، میں باہر پڑھنے گیا تھا تاکہ اسے اچھا مستقبل دے سکوں،  
لیکن شاید وہ میری قسمت میں نہیں تھی۔۔۔"

وہ غور سے انکی بات سن رہی تھی۔

"جب آسی کی شادی ہوئی اس سے پہلے ہی میری شادی ہو گئی تھی۔ میں آیا ضرور تھا لیکن بہت پریشان تھا۔ اپنی چاہت کو کسی اور کا ہوتے دیکھنا بہت ٹکلیف دہ تھا۔ لیکن میں اسے دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ وہ کسی اور کی ہو گئی تھی اور میں چپ چاپ دیکھتا رہا پھر واپس چلا گیا۔"  
"انکل آپکی وائے کون تھی؟ مطلب کیسے شادی ہوئی تھی؟؟"  
"وہ ایک پاکستانی لڑکی یہاں کی ایک کمپنی میں کام کرتی تھی۔ کمپنی والوں نے اسے امریکہ بھیج دیا تھا۔۔۔ اور اسے وہاں جا کر پہاڑا چلا تھا کہ اسکے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔۔۔  
وہ رات وہ ہوٹل سے بھاگ گئی تھی اور اتفاقاً میری گاڑی سے ٹکرا گئی تھی۔ انسانیت کے ناطے مجھے اسے تحفظ دینا پڑا۔ میں نے اس سے شادی کرنی اور یوں آسی مجھ سے پچھر گئی۔۔۔"  
حامم کو انکی کہانی سن کر حقیقتنا دکھا ہوا تھا۔

"اتنا تو کبھی ابو نے بھی امی کو نہیں چاہا ہو گا جتنا حمد ان انکل چاہتے ہیں۔۔ اللہ انکی خواہش پوری کرے۔۔ آمین۔" حامم نے صدق دل سے دعا کی تھی۔  
کچھ دیر بعد حمد ان انکل نے اسے گھر کے سامنے اتارا تھا۔ وہ اندر نہیں آئے تھے۔  
"کوئی بھی مسئلہ ہو مجھے فون کر دینا میں خود دیکھ لوں گا۔" حامم انکا اشارہ سمجھ چکی تھی۔  
"اور میں آپکے لیے دعا کرو گی انکل کہ وہ آپکے اور امی کیلئے بہتر کریں۔"  
وہ مسکرا کر آمین کہتے واپس جا چکے تھے۔  
اور حامم گھر انسان لے کر گھر کے اندر داخل ہوئی تھی۔

آج کی یہ لڑائی جو رُڈن کو ہر قیمت پر جیتنی تھی۔ اسے اپنے مقابل شخص میں اپنا باپ نظر آ رہا تھا جس سے وہ انہا کی نفرت کرتا تھا۔  
وہ لوگ بری طرح سے ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ بالآخر وہ جیت گیا تھا۔ زخموں سے چور وہ باقی پیسے لے کر ہاسپٹل کی طرف بجا گا تھا۔  
وہ اپنی ماں کو ہر حال میں بچانا چاہتا تھا۔  
لیکن شاید قسمت کی دیوی اس سے ناراض ہو گئی اور موت کی دیوی نے مارتا کو اپنا بنا لیا۔  
"ہم معذرت کرتے ہیں مسٹر جو رُڈن۔۔ ہم آپکی مدرس کو نہیں بچا سکے۔۔!!" ڈاکٹر کے الفاظ اس پر کسی بھم کی طرح گرے تھے۔ وہ اتنی زور سے چلایا تھا کہ پورا ہاسپٹل  
سمسم سا گیا تھا۔

"آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی ماں۔۔ آپ نہیں جا سکتی۔۔" وہ ہاسپٹل کی راہداری میں فرش پر بیٹھ کر اتنا رویا تھا کہ لوگوں کو اس پر ترس آنا شروع ہو گیا تھا۔  
"آپکی وجہ سے میری ماں مری ہے مسٹر جو بیل میں آپکو نہیں چھوڑوں گا۔۔" وہ تصور میں اپنے باپ سے مخاطب ہوا تھا۔ آپریشن تھیٹر میں وہ اپنی ماں کی مردہ جسم سے  
لپٹ لپٹ کر رویا تھا۔ وہ جسمانی طور پر انہائی طاقتور شخص ذہنی طور پر بہت کمزور ثابت ہوا تھا۔ وہ غش کھا کر گر گیا تھا۔ اسے اپنے جسمانی زخموں کی پرواہ نہیں تھی۔ جو  
زخم اسکی روح پر لگا تھا وہ گھر اتھا۔ وہ نہیں بھرنے والا تھا۔  
پتختہنی اسکے پیچھے آیا تھا اور پھر اسے یوں ٹوٹا پھوٹا دیکھ کر رو دیا گیا تھا۔ کتنے گھنٹوں بعد اسے ہوش آنے پر دفنادیا گیا تھا۔ وہ دوبارہ نہیں رویا تھا۔  
پتختہنی کو اس پر پتھر کا گمان ہوا تھا۔ وہ خاموش تھا لیکن اسکے اندر کتنا بہت بڑا طوفان پل رہا تھا۔ صرف وہی جانتا تھا۔ اسکے جسم کا رواں رواں جل رہا تھا۔ صرف وہی  
جانتا تھا۔

"بیلو السلام علیکم انکل کیسے ہیں آپ؟؟"

سید جیل نے اپنے نکے بیٹے کو فون کیا تھا جسے آر جے نے نہیں اٹھایا تھا۔ اب انہوں نے لینڈ لائن پر فون کیا تھا جسے مکی نے اٹھایا تھا اور آواز سن کر وہ تمیز سے  
بات کر رہا تھا۔

"و علیکم السلام۔۔ کہاں ہے وہ گدھا، الو کا پٹھ، دنیا جہان کا نکما شخص۔۔؟؟" وہ غصے سے پوچھ رہے تھے۔ مکی تو انکے اتنے لفاظات پر عش کراٹھا تھا۔  
"جی انکل آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟؟" مکی انجان بنًا۔

"تمہارے باپ کی۔" سید جبیل نے غصے سے جواب دیا تھا۔ مکی تو یہ جواب سن کر گڑ بڑا گیا تھا۔ "انکل آر جے اس وقت گھر نہیں ہے جیسے ہی وہ آتا ہے میں آپکی بات کروادوں گا کوئی میمج ہے تو مجھے دے دیں میں اسے بتا دوں گا۔" وہاب شرافت سے کہہ رہا تھا۔

"اس گدھے کو کہنا کہ اپنے باپ کا فون اٹھائے نہیں تو میں لا ہور آکر اسکی کلاس لوں گا۔" وہ غصے سے کہتے فون بند کر چکے تھے۔

مکی نے اپنا اٹھا سانس بحال کیا تھا اور پھر خشمگیں نگاہوں سے اپنے سامنے صوف پر راجھان آر جے کو دیکھا تھا جو بہت دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اور ساتھ ساتھ نوڈ لز کھانے میں مگن تھا۔

"سن لیا گدھے۔" کیا کہہ رہے تھے انکل۔؟" مکی نے جل کر کہا۔ کیونکہ آر جے نے اسے فون اٹھانے کو کہا تھا۔

"ہاں سن لیا۔" آر جے نے اسکے گدھا کہنے پر مکی کو گھورا۔

یار میں نہیں انکل کہہ رہے تھے۔ قسم سے کیا مکال کے القابات سے نوازتے ہیں وہ تمہیں۔ سچی میں فین ہو گیا۔ آر جے کے باپ کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔!!" مکی !! پر جوش سا کہہ رہا تھا۔ آر جے کے گھورنے پر وہ سپٹا کر رہ گیا تھا۔ جبکہ آر جے پوری توجہ سے نوڈ لز کھارہا تھا جیسے دنیا میں اس سے اہم اور کوئی کام نہیں۔

حاجم کو ابھی گھر آئے کچھ ہی دیر گزری تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔

میں دیکھتا ہوں۔" جواد کہتا دروازے کی طرف پکا تھا۔ اور پھر اسکی چیخ سنائی دی تھی۔

کہاں وہ تمہاری بہن ہانی۔ آج میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ مجھ سے شادی نہیں کرنی اور امیر لوگوں سے پورے محلے کے سامنے چکر چلاتی ہے۔"

وہ پہلو ہاتھ میں پکڑے، جواد کو دھکا دے کر دندناتا گھر میں داخل ہوا تھا۔

آسیہ بیگم، ماہم اور حاجم طارق کی آواز سن کر سہم گئی تھیں۔

"یا اللہ خیر۔!!" آسیہ بیگم کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا

"تم یہیں اندر رکو۔ باہر مت آنا میں دیکھتی ہوں اسے۔" آسیہ بیگم حاجم کو تاکید کرتی باہر نکلی تھیں۔ وہ خود بہت بڑی طرح سے گھبرائی ہوئی تھیں۔ طارق باہر

صحن میں کھڑا تھا۔ آسیہ بیگم کو دیکھ کر جواد اسکی طرف پکا تھا۔ وہ بڑی طرح سے ڈرا ہوا تھا۔

"کیا لینے آئے ہو تم یہاں۔؟" انہوں نے ہمت جمع کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہانی کدھر ہے۔ باہر نکلو اسے۔ ایسے بے حیا اور بد کردار لڑکیوں کی اس محلے میں کوئی جگہ نہیں ہے۔" وہ غصے سے کہتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔

"وہیں رک جاؤ طارق۔" آسیہ بیگم دھاڑی تھیں۔

"خبردار جو ایک لفظ بھی غلط کہا تم نے میرے ہانی کے متعلق۔" آسیہ بیگم کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ شور کی آواز سن کر پورا محلہ جیسے وہیں پر اکٹھا ہو گیا تھا۔

"میں سب جانتا ہوں کہ کتنی پارسائی ہے وہ۔"

صحیح لمبی گاڑی میں گئی تھی اب واپس آئی ہے۔

ایسی لڑکیوں کی تو گولی مار دینی چاہیے۔"

طارق کی آواز سن کر حامم کا نازک دل کسی چڑیا کی مانند پھٹ پھٹ رہا تھا۔ اس نے کچھ غلط نہیں کیا تھا اور وہ کیسے کیسے الزام لگا رہا تھا اس پر۔ وہ باہر جانا چاہتی تھی جب ماہم نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر جانے سے روکا۔

کچھ یاد آنے پر ماہم نے حامم کا موبائل اٹھا کر مہمان انکل کا نمبر ملایا تھا۔

"ہیلو انکل۔ کہاں ہیں آپ۔۔۔؟" پہلی ہی بیل پر فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"انکل یہاں بہت بڑا مسئلہ ہو گیا ہے آپ پلیز جلدی آئیں۔" ماہم کا نیچت آواز میں کہہ رہی تھی۔ اسکا دماغ ایسے واقعات پر حامم سے تیز کام کرتا تھا۔ وہ کسی غلط جگہ پر نہیں گئی تھی۔ داخلہ لینے کی یونیورسٹی میں۔ آسیہ بیگم نے جواب دیا تھا۔

"دیکھ رہے ہو محلے والو۔ کیسے ہماری ناک کے نیچے کھیل رچایا جا رہا ہے۔ یہ لڑکی کا لج یونیورسٹی کے بہانے جانے کہاں کہاں جاتی ہے۔"

"میں نے کہا چاپ کر جاؤ طارق۔ خدا کا خوف کرو کچھ۔ کیوں ایک معصوم پر الزام لگا رہے ہو۔؟ آسیہ بیگم کو تو اسکی باتیں سن کر جیسے سکتے سا ہو گیا تھا۔ جو ادشعلہ بار بگاہوں سے طارق کو گھور رہا تھا۔ وہ چھوٹا سا تھا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اسے طارق کا یوں اپنی بہن ہانو کے متعلق بات کرنا بہت بر الگ رہا تھا۔ انکے گھر کے سامنے کچھ فاصلے پر مسجد تھی۔ نمازی مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد سے باہر نکل رہے تھے اور شور کی آواز پر اب سب وہاں جمع ہو گئے تھے۔

"یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے تم نے طارق؟" محلے کے ایک عزت دار شخص نے اسے یوں کسی کے گھر میں گھسے دیکھا تو غصے سے پوچھا تھا۔ "باہر نکلو۔ کس نے اجازت دی تھیں لوگوں کے گھروں میں یوں بنا اجازت اندر داخل ہونے کی۔؟" امام مسجد بھی وہاں آگیا تھا۔

"میری براہیاں آپ لوگوں کو نظر آرہی ہیں اس لڑکی کی نظر نہیں آرہی جو پورے محلے کی آنکھوں میں دھول جھوک رہی ہے۔" طارق بھڑکا تھا۔

"بھائی صاحب میری بیٹی نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ وہ ایک عزت دار لڑکی ہے۔ یونیورسٹی میں داخلہ کیلئے گئی تھی۔ لیکن یہ گھٹیا انسان بلا وجہ الزام لگا رہا ہے میری بچی پر۔"

آسیہ بیگم نے آگے بڑھ کر امام مسجد اور اس شخص سے کہا تھا۔

"اچھا میں الزام لگا رہا ہو۔ تو بتاؤ کون ہے وہ شخص جس کے ساتھ گئی تھی ہانی۔؟"

"جانے والا ہے میرا۔ تیا زاد بھائی ہے۔" آسیہ بیگم نے جواب دیا تھا۔

حامم سے اب برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ اتنا جو جانتی تھی کہ پورے محلے کے سامنے طارق کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ ماہم کو جھکا دے کر باہر نکلی تھی۔

"کیوں شور چارہ ہے ہو تم۔ بیکیں ہوں میں بھاگی نہیں ہوں۔" وہ جانے اتنی ہمت کہاں سے لائی تھی۔

حامم کو دیکھ کر طارق کی آنکھیں چمکی تھیں۔ وہ جس مقصد کیلئے آیا تھا اسے ہر قیمت پر پورا کرنا چاہتا تھا۔

"اوہ۔ بھائی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تم نے۔ دیکھ رہے ہو محلے والو۔ میں نے عزت سے رشتہ بھیجا تھا اسکے لیے۔ لیکن نہیں انکار کر دیا۔" اب

پتا چلا مجھے کہ یہ معصوم چہرے کے پیچے کتنی شاطر لڑکی چھپی ہے۔"

وہ پھر چلا یا تھا۔ اس لمحے حامم کو طارق سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کوئی کچھ کہتا اچانک پولیس کے سارے کی آواز گونجی تھی جسے سن کر

طارق کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ اس نے پلٹل کو فٹافٹ جیب میں ڈالا تھا۔ چند ہی سینٹز میں مہمان صاحب پولیس والوں کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔

دروازے پر لگے لوگوں کے ہجوم نے انہیں رستہ دیا تھا۔

پولیس کو دیکھ کر کافی لوگ روچکر ہو گئے تھے۔

"کیا ہورہا ہے یہاں پر۔۔۔؟؟" پولیس انسپکٹر نے طارق کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے پوچھا تھا۔ طارق کی تو سپٹا گیا تھا۔

"یہ شخص بلاوجہ گھر میں گھس کر مارنے کی دھمکی دے رہا ہے انسپکٹر صاحب۔۔۔" آسیہ بیگم کا گلہ رندھ گیا تھا۔

اس سے پہلے طارق کچھ کہتا دیں سپاہیوں نے آگے بڑھ کر اسے ہتھکڑی لگائی تھی۔ جب ماہم نے حمدان انکل کو کال کی وہ ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے۔

علاقوں کے کمشنر انہیں اچھی طرح سے جانتے تھے۔ انکے فون کال کرنے پر ایس پی خود آیا تھا طارق کو گرفتار کرنے۔

"معذرت چاہتے ہیں سینٹھ صاحب۔۔۔" ایس پی حمدان انکل سے مخاطب ہوا تھا۔

معذرت کی ضرورت نہیں ہے اسے لے جائیں اور کڑی سے کڑی سزا دیں۔۔۔" وہ طارق کی طرف دیکھ کر خونخوار لبجے میں بولے تھے۔ پولیس طارق کو لے کر

چلی گئی تھی۔ "آپ سب لوگ بھی اپنے اپنے گھروں کو چلیں۔" امام مسجد نے باقی رکے ہوئے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جو تماشائی بن کر تماشہ

دیکھ رہے۔ جو اتنے بزدل تھے کہ حق کے خلاف آواز آواز نہیں اٹھا سکتے تھے۔ وہاں ہر کسی کو اپنی جان پیاری تھی۔ ہمارا معاشرے کا یہی المیہ ہے جہاں پر کوئی

غیرب لڑکی تھوڑی سی ابھرتی ہے اسے یوں خاموش کروادیا جاتا ہے۔ بہت سی لڑکیوں کو بے موت مار دیا جاتا ہے۔

امام صاحب مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔۔۔" حمدان صاحب نے امام مسجد کو جاتے دیکھا تو کہا۔ وہ رک گئے تھے اور ساتھ میں وہ سمجھدار اور عقائد

حاجی بھی تھا جو محلے کا سربراہ کھلاتا تھا۔ جسکی اپنی بیٹی کی بارات نے عین موقع پر آنے سے انکار کر دیا تھا۔ وجہ جو بھی تھی لیکن الزام لڑکی پر آیا

تھا۔

طارق کہتا رہا تھا لیکن پولیس والوں نے اسکی ایک نہ سنی تھی۔ وہ اسے لے گئے تھے۔

"جی کہیے۔۔۔؟؟" امام مسجد نے عزت سے جواب دیا تھا۔ اسے حمدان صاحب خصیت سے ہی کوئی بڑے آدمی لگے تھے جو بہت سلبھے ہوئے تھے۔

"میں اپنی چچازاد کزن آسیہ سے جو پچھلے دس سالوں سے بیوگی اور غربت کی زندگی گزار رہی ہے، نکاح کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ کیا میں کر سکتا ہوں؟؟ کیا اس میں کوئی گناہ تو

نہیں ہے؟؟" وہ سنجیدہ سا پوچھ رہا تھا۔ لوگ جا چکے تھے۔ صرف حاجی صاحب اور امام مسجد وہاں موجود تھے۔

آسیہ بیگم کو توجیہ کرنے لگا تھا۔ انکا سر چکر اگیا تھا۔ پہلے طارق نے ایک ڈرامہ لگایا اور اب حمدان۔۔۔

"نہیں کوئی گناہ والی بات نہیں ہے۔۔۔ بلکہ یہ تو سنت رسول ﷺ ہے اور بہت ہی نیک کام ہے۔۔۔"

اور یہ حدیث سنائی

شادی سنت ہے"

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا

"نکاح میری سنت سے ہے پس جو شخص میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ لہذا نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی بناء پر دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، رقم 1846، ج 2، ص 406)

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی جب امام مسجد نے شائستگی سے جواب دیا۔

"تو پھر آپ اس نیک کام کا فریضہ سرانجام دیں۔۔۔ میں آسیہ اور پھوکوں کو آج ہی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔۔۔ یہاں پر یہ لوگ محفوظ نہیں ہیں۔۔۔"

"ہمارے ساتھ چلو۔" امام مسجد نے انہیں مسجد کی طرف چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ کچھ کہے بنانکے پیچھے چلے گئے تھے۔  
"اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟؟" آسیہ بیگم سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"امی مان جائیں۔۔۔ انکار مت کچھ گا۔۔۔ حمدان انکل بہت اچھے ہیں۔۔۔ وہ آپکا بہت خیال رکھیں گے۔!!" حامن نے انکے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔  
"میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ ایسے دن بھی دیکھنے پڑیں گے۔۔۔" وہ رو دی تھیں۔  
"مالا روئیں نا۔۔۔" جواد ان سے لپٹ گیا تھا۔

کتنی ہی دیر ماہم اور حامن نے انہیں سمجھایا تھا۔ آسیہ بیگم حالات سے ہار گئی تھیں۔ ایک گھنٹے بعد انکی رضامندی سے حمدان صاحب اور آسیہ بیگم کا نکاح کروا دیا گیا تھا۔

"اور محبت کی خوبصورتی تو یہی ہے کہ وہ ملے تو حرم بن کے ملے" تقریباً رات نوبجے وہ لوگ حمدان صاحب کے پیچے تھے۔ انکا گھر بجیریہ ٹاؤن میں تھا۔ آسیہ بیگم تو اتنا بڑا گھر دیکھ کر جiran رہ گئی تھیں۔  
ایک بیگ میں انکے چند کپڑے تھے جو ملازموں نے آگے بڑھ کر آسیہ بیگم کے ہاتھ سے کپڑا لیا تھا۔  
وہ بہت روئی تھیں۔ وہ سب ہی روئے تھے۔ ان سب کیلئے یہ حادثہ تکلیف دہ تھا۔  
"جنزارونا تھامنے رو لیا آسی۔۔۔ آج کے بعد تمہاری آنکھوں میں ایک آنسو نہیں آئے گا۔۔۔"

وہ کتنی سخیدگی سے کہہ رہے تھے۔ وہ لاونج میں بیٹھے تھے۔ حامن کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ طارق نے جو کیا تھا آج وہ ناقابل فراموش تھا۔  
صح وہ کتنی خوشی گئی تھی یونیورسٹی داخلے کیلئے۔ اب ایک ہی رات میں انکی زندگی بدل گئی تھی۔  
"رضیہ ماہین کے ساتھ والے کروں کوہانی اور ماہم بیٹی کیلئے صاف کر دو فٹاف۔۔۔" وہ حکم دے رہے تھے۔ ماہم گھور سے ہر ایک ملازم کو دیکھ رہی تھی۔ اسکی تیز نظر وہ نے ملازمین کی گنتی بھی کر لی تھی۔

"غلام دین کھانا لگو میں فریش ہو کر آتا ہوں۔۔۔"

"جی صاحب۔۔۔!!" ملازم جوان سب کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اسکے حکم پر دوڑے چلے گئے تھے۔

"آپ لوگ بھی فریش ہو جائیں بیٹا۔ وہ اوپر داعیں طرف ماہی کا کمرہ ہے وہاں چلی جائیں اور چینچ کر لیں پھر سب کھانا کھاتے ہیں۔۔۔" انکے کہنے کی دیر تھی جواد نے اوپر کی طرف دوڑ لگادی تھی۔

حامن اور ماہم آگے پیچھے سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھیں اور آسیہ بیگم بھی صوف سے اٹھ کر انکے پیچھے جانے لگی تھی کب حمدان کی آواز گو نجی۔  
"کہاں جا رہی ہو آسی۔۔۔؟ ہمارا کمرہ ادھر ہے۔۔۔" آسیہ بیگم کے قدم رکے تھے۔ وہ اثبات میں سرہلاتی حمدان کے پیچھے چلی گئی تھیں۔ ماہم نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"اوپر مرو۔۔۔" حامن نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا اور وہ لھکھلاتی اوپر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

مار تھا کے بناؤ رُن کو گھر کا ٹیکے کو دوڑ رہا تھا۔

اسکی حالت بری تھی۔ بال بکھرے پڑے تھے۔ شیو بڑھی ہوئی تھی۔ اب کوئی اسکا خیال رکھنے والا نہیں تھا۔  
مام۔ آپ کیوں چلی گئی ہیں۔ ”خالی گھر میں اسکی آواز گونج کر رہ گئی تھی۔ وہ رورہا تھا۔

اور پھر نم آنکھیں لیے اپنے ماں کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ اب کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ کوئی ایسا سراغ جو اسے اس شخص تک لے جائے جو اسکی ماں کی موت کا ذمے دار تھا۔

اسے یاد تھا مار تھا اکثر لکڑی کا باس کھولے بیٹھی رہتی تھی۔ وہ اب اسکی الماری کھولے اس باس کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اسکے سر پر خون سوار تھا۔ وہ اپنی ماں کی گئی ہر نصیحت کو بھول گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اس باس کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا تھا جس پر موٹا سا تالا لگا تھا۔ لیکن بہت کوشش پر بھی اسے چاپی نہیں ملی تھی۔ وہ اس باس کو پکڑے اب کچن کی طرف بڑھ گیا تھا یقیناً وہ اس تالے کو توڑنے والا تھا۔

حمدان صاحب کا موبائل کب سے رنگ کر رہا تھا۔

آسیہ الجھن زدہ نظروں سے کبھی موبائل تو کبھی واشروم کے دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں وہ کپڑے بدلتا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ شلوار قمیض پہنے باہر نکلے تھے۔ آسیہ بیگم کو محسوس ہوا تھا جیسے وقت اسکو چھو کر نہیں گزرا تھا۔

وہ آج بھی اتنے ہی جوان نظر آرہے تھے جتنے بائیس سال پہلے۔ بلکہ اب اسکی شخصیت مزید رعب دار ہو گئی تھی۔ "تو ملا ہے تو یہ احساس ہوا ہے مجھ کو یہ میری عمر محبت کے لئے تھوڑی ہے اک ذرا سا غمِ دوراں کا بھی حق ہے جس پر میں نے وہ سانس بھی تیرے لئے رکھ چھوڑی ہے۔"

"گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے آسی اب یہ تمہارا گھر ہے۔۔۔ اسے تم نے ہی سن بھالنا ہے۔۔۔" وہ شاید اسکی الجھن بھانپ لگے تھے۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتیں موبائل پر دوبارہ رنگ ہوئی تھی۔

موباہل کی سکرین پر حشام جیل چک رہا تھا۔

"السلام علیکم انکل۔۔۔!!" انکے فون اٹھانے پر دوسری طرف سے آواز ابھری تھی۔

"وَعَلَيْکُمُ السَّلَام۔۔۔ کیسے ہو حشام بیٹا۔۔۔؟؟" وہ فریش فریش سے پوچھ رہے تھے۔

"جی انکل الحمد للہ آپ سنائیں کیسے ہیں۔۔۔؟؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔ سناؤ برخودار کیسے یاد کیا مجھے؟؟"

"وہ انکل۔۔۔ بابا سائیں کسی فال کا پوچھ رہے تھے۔۔۔" حشام کی بات پر حمدان صاحب کا تھقہ ابھرا تھا۔

"ضیاء جیل تمہیں بزنس میں بن اکر دم لے گا حشام۔۔۔ مجھے یقین ہے۔۔۔" وہ لچکی سے کہہ رہے تھے۔

"بس انکل۔ جتنا مرضی دور رہ لوں بابا سائیں پھر مجھے گھسیٹ لیتے ہیں اس بزنس کی دنیا میں۔" حشام نے گھری سانس لینتے ہوئے بتایا "چلو کوئی بات نہیں۔ میں فری ہو کر خود بات کرتا ہوں تمہارے بابا سے۔ تم پریشان مت ہو۔" حمدان صاحب اسے تسلی دیتے فون بند کر چکے تھے۔

ماہین کا کمرہ بہت خوبصورت تھا۔ وہاں موجود ہر چیز بہت قیمتی تھی۔ اسکی الماری میں بہت سے نئے کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ ماہم نے چینچ کر لیا تھا۔ البتہ حام کھڑکی کھولے آس پاس کا معائنہ کرنے میں مگن تھی۔ اس نے کبھی آسائشوں والی اور برانڈ زندگی گزارنے کی خواہش نہیں کی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ زندگی اسکے ساتھ کیا کرنے والی تھی۔ چاروں طرف ویسے ہی بڑے بڑے بیگنے تھے۔ گلیاں کھلی اور صاف سترھی تھیں۔

"یہ ڈر میں مجھے عجیب تو نہیں لگ رہا۔؟؟"

ماہم کی آواز پر وہ چوکنی تھی۔ اس نے ماہین کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جو بڑے تھے البتہ شرط چھوٹی ہونے کی وجہ سے ٹھیک لگ رہے تھے۔ انکل نے ہمارے کپڑے نہیں لانے دیے اب میں اور کیا پہنچی۔؟؟" حام نے گھوڑے پر ماہم بڑ بڑائی تھی۔

"آر جے میر اموبال دو۔" مکی چلا یا تھا۔ وہ لوگ رات کے اس پھر ٹاؤن میں واک کر رہے تھے۔ مکی پچھلے ایک گھنٹے سے کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ تنگ آکر آر جے نے اسکا موبائل چھین لیا تھا۔

"تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے کیا۔؟؟" آر جے کو غصہ آیا تھا۔ رات کی خاموشی میں انکی آوازیں گونج کر رہ گئی تھیں۔ شور کی آواز پر حام نے چونک کر نیچے کی جانب دیکھا تھا۔ روشنی میں اسے گھر باہر سے دو تین لڑکے گزرتے دکھائی دیے تھے۔ وہ ایک دم چوکنی تھی۔ سیاہ رنگ کی جیکٹ پہنے گھنے بالوں والے لڑکے پر اسے روحان جیل کا احساس ہوا تھا۔

"**أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ**" اس نے اپنی ہی سوچ پر اللہ سے معافی مانگی تھی ناجانے والہ شخص کہاں سے ذہن میں آگیا تھا۔ ملازمہ انہیں کھانے کیلیے بلا نے آئی تھی اور وہ سر جھیلکتی کھڑکی سے ہٹ گئی تھی۔

وہ پانچ منٹ میں منہ ہاتھ دو کر نیچے جانے کیلیے تیار تھی۔ ماہم سکون سے آرام دہ بیڈ پر لیٹی تھی۔ اسے اپنی زندگی میں آنے والی یہ تبدیلی بہت پسند آرہی تھی۔ آجاؤ ماہم کھانا کھانے چلتے ہیں۔" حام نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اسے پکارہ تھا۔" رکوہانی۔" ماہم کی آواز پر وہ پہنچی تھی۔

"تم کپڑے تبدیل نہیں کرو گی؟؟" ماہم نے پوچھا تھا۔

"کیوں کیا ہوا ان کپڑوں کو۔ ابھی صحیح ہی تو پہنے تھے۔ بالکل نیا سوت ہے میرا۔؟؟" حام حیران ہوئی تھی۔

"نہیں میرا مطلب اس والی الماری میں سارے نئے کپڑے ہیں جو استعمال نہیں کیے گئے۔ تو اس لیے۔" ماہم بات ادھوری چھوڑ گئی تھی۔" میں نہیں چاہتی کہ کل کو حمدان انکل کی بیٹی کو پتا چلے اور وہ کہے کہ ہم نے آتے ہی اس کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔"

"یا تم آگے کا کیوں سوچتی ہوں۔۔۔؟؟" ماہم جھنجلائی تھی۔

"ہوتا تو وہی ہے جو نصیب میں ہے۔۔ لوگوں کی باقتوں سے فرق نہیں پڑتا۔۔ جس چیز پر جس انسان کا نام لکھا ہوتا ہے وہ اسے ہی ملتی ہے۔۔"

ماہم نے بیڈ سے اترتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اکثر چڑھاتی تھی حامم کے فلسفوں سے۔

"باقی تمہاری مرضی ہے۔۔" وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی تھی اور اسکے پیچے پیچے حامم بھی۔

اگلے دن دوپہر کے کھانے کے بعد محمد ان صاحب انہیں شانگ کروانے مالے آئے تھے۔ انہوں نے سب کو انکی پسند اور ضرورت کی ہر چیز دلائی تھی۔ وہ پہلی بار پیسے خرچ کر کے اتنا خوش ہوئے تھے۔ یہ جو امیر لوگ ہوتے ہیں نا یہ اکثر رشتؤں کے معاملے میں غریب ہوتے ہیں۔ کچھ یہی حال سیٹھ محمد ان کا بھی تھا جسکے پاس میے تو بہت تھے لیکن خرچ کرنے والے نہیں تھے۔  
سوائے ماہی کے جو انکے پاس رہتی ہی نہیں تھی۔

اب اتنے سارے رشتؤں کو پا کر وہ کافی خوش اور خود کو پر سکون محسوس کر رہے تھے۔

انکے ہوتے ہوئے بھی آسمیہ نے اتنے سال غربت میں اپنی خواہشات کو ختم کرتے گزار دیے تھے۔۔ یہ چیز انکے دل میں پھانس کی طرح انکی تھی۔  
اب وہ اس چیز کا ازالہ کرنا چاہتے تھے۔ جو کہ کافی حد تک کر چکے تھے۔

"ہانی بیٹا صبح سے آپکی کلاس زیستارٹ ہو رہی ہیں تیاری کر لی آپ نے۔۔۔؟؟" وہ بہت پیار سے پوچھ رہے تھے۔

"جی انکل۔۔۔ دیکھا تھا میں نے۔۔۔ تیاری کیا کرنی ہے ابھی، یونیورسٹی جا کر ہی کچھ علم ہو گا۔۔"

حامم نے جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں نے رحیم (ڈرائیور) کی ڈیوٹی لگادی ہے وہ پک اور ڈرائپ کیا کرے گا آپکو۔۔ یہاں سے آپکی یونیورسٹی کافی فاصلے پر ہے۔"

"جی انکل۔۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

اسکلی یونیورسٹی شروع ہونے والی تھی یعنی اسکی روٹین بدلنے والی تھی۔

مہرو اور حامم دونوں کیفے ٹیڑیا میں موجود تھیں۔ "جنت روڈ بہت خوبصورت ہے نا۔۔۔!" حامم نے جوس کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔ تمہیں ہر چیز میں خوبصورتی نظر آتی ہے ہانی۔۔۔ اب دیکھ لو سیمنٹ پھر سے بننے اس روڈ میں ایسی کیا خاص بات ہے جو تمہیں یہاں بیٹھنا اچھا لگتا ہے۔۔" مہرو مسکراتی تھی۔

"میں نہیں جانتی مجھے اس جگہ میں اتنی دلچسپی کیوں نظر آتی ہے۔۔۔؟ میں نہیں جانتی یہ روڈ مجھے کیوں اچھا لگتا ہے؟؟ شاید اس لیے کہ اس روڈ کا نام جنت ہے۔۔۔" وہ خود ہی اپنے سوال کا جواب دے چکی تھی۔ کیفے کے بالکل سامنے انکاڑی پار ٹھٹھ تھا۔ اچانک انہوں نے بہت سارے سٹوڈنٹس کو ڈیپارٹمنٹ کے اندر جاتے دیکھا تھا۔  
"یہ سٹوڈنٹس اتنی جلدی میں کیوں جا رہے ہیں؟؟ کیا کوئی خاص وجہ ہے۔۔۔؟؟" حامم بڑبڑائی تھی۔

"سب سٹوڈنٹس جلدی سے آجائیں آرجے سنگ کرنے لگا ہے۔" ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ پر کھڑے ہو کر ایک لڑکے نے نعرہ لگایا تھا۔ آرجے کے نام پر حامم کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ اسے اتنا یاد تھا کہ ماہم اور جواد کسی آرجے کے بہت بڑے فین تھے۔ وہ دونوں بھی سٹوڈنٹس کے پیچے پیچے ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تھی۔

گیٹ سے اندر داخل ہونے پر دونوں طرف گراہنڈ تھا۔ دئیں طرف سٹوڈنٹس کا ایک ہجوم لگا ہوا تھا۔ ایک خوشنوار سی دھن حامم کے کانوں سے ٹکرائی تھی اور بے خود سی اس ہجوم کی طرف بڑھتی چلی گئی تھی۔ "ایکسیوز می۔ تھوڑا سائیڈ پر ہو جائیں پلیز۔"

حامم نے آرجے کے گرد گھیراڈا لے سٹوڈنٹس سے درخواست کی تھی۔ وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ اور پھر پھر سے بنے بیچ پر گٹار ہاتھ میں تھامے گلنگا تھے شخص کو دیکھ کر حامم کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ اسے ڈیپارٹمنٹ کی پوری بلڈنگ اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی تھی۔

"روحان جیلیں۔۔۔ یہاں۔۔۔؟" وہ بڑبڑائی تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے پیچے ہوئی تھی۔ کالج میں ہونے والی ایک ایک بات اور آرجے سے ملاقات اسکی آنکھوں کے سامنے گھوم گئی تھی۔ وہ سٹوڈنٹس کے ہجوم سے پیچے ہٹتی جا رہی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی روحان جیلیں سے دوبارہ سامنہ کرنے کا نہیں سوچا تھا۔ ہانی کہاں جا رہی ہوں تم۔۔۔ ادھر آگو جلدی۔۔۔ مہرو نے اسے پیچے ہٹتے دیکھا تو کہا۔ لیکن وہ شاکلڈ تھی۔ وہ واپس کینے چلی گئی تھی۔

(Millnials cafe)

جو بہت شاندار اور جدید طرز کا نہیں تھا بلکہ ایک عام سا اور سادہ سا کینے تھے۔ اسکی خوبصورتی وہاں موجود درخت تھے۔ لمبے اور گھنے درختوں کے نیچے بنایا کیفے آنے والے کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ کیفے کے بالکل سامنے جنت روڈ کے دوسری جانب انکا ڈیپارٹمنٹ تھا۔ مالکیوں ربا یا لوچی اینڈ مالکیوں جینیٹکس (MMG)

وہ اس سبجیکٹ میں ماسٹر ز کرنے آئی تھی اور یہی ڈیپارٹمنٹ کا نام تھا۔ لکن یہی دیر وہ خاموش بیٹھی رہی تھی۔

"کیا اسے سب یاد ہو گا۔۔۔؟ کیا پھر وہ مجھ سے کوئی بدلہ لے گا؟؟" حامم کے ذہن میں سوال کسی آندھی طوفان کی طرح اٹھ رہے تھے۔ کیا واقعی روحان جیلیں ہی آرجے ہے۔۔۔؟ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔ "جو بھی ہے لیکن وہ میرے ڈیپارٹمنٹ میں کیا کر رہا ہے۔۔۔؟؟" وہ حق میں گھبرائی تھی۔ اس سے پہلے وہ مجھے مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ حامم نے فیصلہ کیا، اپنا بیگ اٹھایا اور یونیورسٹی کے گیٹ کی طرف قدم بڑھادیے تھے۔ وہ تیز تیز چل رہی تھی جیسے ابھی وہ اسے دیکھ لے گا اور پھر "چچر جی" کہہ کر اس کانڈاں اڑائے گا۔ بڑا گیٹ باہر سے آنے جانے والوں کیلیے تھا جبکہ وہ دوسرے تھوڑے سے فاصلے پر بنے چھوٹے گیٹ کی جانب بڑھ گئی تھی۔ جس سے باہر نکلنے پر ایک چھوٹا سارہ ستہ بنا تھا جو برج (Bridge)

تک جاتا تھا۔ یہ رستہ پیدا کیلیے تھا جسکے دونوں جانب باڑگی تھی۔ وہاب

تیزی سے برج کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں جو ڈبل روڈ کراس کرنے کیلئے بنایا گیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے وقت میں وہ کیفیت سے برج کراس کر کے اب ہائل کے گیٹ پر پہنچ گئی تھی۔۔۔ یونیورسٹی کے دوسری جانب ہائل ایریا تھا جو باہر سے برج کی مدد سے اور اندر سے انڈر پاس کی مدد سے یونیورسٹی سے ملحقہ تھا۔

انکل میں سوچ رہی ہوں کہ ہائل شفت ہو جاؤ۔۔۔ یہاں سے یونیورسٹی کا فاصلہ بہت ہے۔۔۔ کافی ٹائم لگ جاتا ہے اور پھر میری کلاسز بھی سینڈ ٹائم ہوتی ہیں۔۔۔ انکل رحیم صبح جواد کو سکول چھوڑنے جاتا ہے اور پھر بارہ بجے مجھے یونیورسٹی لے کر جاتا ہے۔۔۔ پھر جواد کو لے کر آتا ہے اور پر شام کو واپس مجھے۔۔۔ وہ سارا دن اسی کام پر لگا رہتا ہے۔۔۔ "وہ آج پہلے دن یونیورسٹی گئی تھی اور اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بھریہ سے یونیورسٹی کا سفر کافی ہے۔ اور ٹرینیک کی وجہ سے وہ آج پہلے ہی دن لیٹ ہو گئی تھی۔

بہت سوچنے پر اس نے حمدان انکل کے سامنے تجویز پیش کی تھی۔

"لیکن ہائل میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔؟؟"

آسیہ بیگم پریشان ہوئی تھیں۔

"ای پریشانی ہو گئی ناسب کو۔۔۔ اب ایک دو دن تک ماہم کا رزلٹ آجائے گا پھر اسکا ایڈ میشن ہو گا۔۔۔ ڈرائیور انکل کس کو پک اینڈ ڈریپ کی سروں دینے گے۔۔۔ اور پھر میری کلاسز بھی شام تک ہوتی ہیں، باقاعدگی سے نہیں ہوتیں۔۔۔" حامن نے تفصیل سے جواب دیا تھا۔ حمدان انکل گھری سوچ میں تھے۔

"لیکن بیٹھا ہائل میں تو کافی مشکل ہو گی نا۔۔۔ وہاں کار ہن سہن۔۔۔ ماحول اور پھر کھانا پینا۔۔۔"

وہ بھی فکر مند نظر آرہے تھے۔

"انکل میں سنبھال لو گئی سب۔۔۔ اب ایڈ میشن لیا ہے تو مشکلات بھی برداشت کرنی پڑیں گی نا۔۔۔؟؟" وہ مسکرائی تھی۔

"ایک بار پھر سوچ لیں۔۔۔"

"جی انکل میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔۔۔"

"حمدان آپ بھی اسکا ساتھ دیں رہے ہیں یہ توجہ باتی ہے۔۔۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھبر اجاتی ہے ایک دن لیٹ ہو گئی تو کیا ہوا۔ ہائل رہنے کی اجازت میں نہیں دے سکتی۔۔۔ اگر مشکلات برداشت نہیں کر سکتی تو پڑھائی چھوڑ دے۔۔۔ لیکن میں اسے ہائل نہیں جانے دو گی۔۔۔"

آسیہ بیگم نے خنکی سے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

"ای آپ یوں کہیں نا کہ آپ کامل نہیں لگے گا ہانی کے بغیر۔۔۔" ماہم نے منہ بنایا تھا۔

"اور امی آپ بالکل مت جانے دینا اسے۔۔۔ ابھی کچھ دن پہلے میں نے ایک ڈرامے میں ڈائیلاگ سنا تھا کہ ہائل میں رہنے والی لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے۔۔۔" ماہم نے اپنی طرف سے کام مکمل کیا تھا۔

"ماہم بری بات بیٹا۔۔۔ ایسے نہیں کہتے۔۔۔" حمدان انکل نے اسے ٹوکا۔

"ہائے اللہ نا کرے۔۔۔" آسیہ بیگم کا دل دہل گیا تھا۔

جبکہ حانم کے گھورنے پر ماہم نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے آسیہ۔۔۔ وہاں سب کچھ اچھا ہے۔۔۔ ویسے تو وہ لاہور میں رہنے والوں کو ہائلز الائٹ نہیں کرتے لیکن میرے جانے والے ہیں۔ ان شاء اللہ کام ہو جائے گا۔" حمدان انکل کی بات پر حانم نے شکردا اکیا تھا۔

"لیکن ہاٹل۔۔۔ میرا دل نہیں مانتا حمدان۔۔۔" آسیہ بیگم روہانی ہوئی تھیں۔

"کچھ نہیں ہوتا آسیہ ماہی کو دیکھو وہ بھی تورہ رہی ہے اور وہ بھی دوسرے ملک میں، اپنے بچوں پر بھروسہ رکھنا چاہیے ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا۔" وہ ہمیشہ ثابت سوچتے تھے۔

آسیہ بیگم جانے قائل ہوئی تھیں یا نہیں لیکن انہوں نے اثبات میں سرہلا دیا تھا۔

"سب بہت اچانک ہوا تھا ماہی بیٹا بتانے کا ٹائم ہی نہیں ملا۔۔۔" وہ ماہی سے بات کر رہے تھے۔ ایک پل کیلیے تو ماہی کا دل بھی ڈر سا گیا تھا اپنے باپ کی دوسرا شادی کا سن کر۔۔۔ حالانکہ اس نے ہی مشورہ دیا تھا۔ لیکن جلد ہی وہ سنبھل گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں بابا۔۔۔" وہ زبردستی مسکرائی تھی۔

"تم آسیہ سے بات کرو میں آتا ہوں کچھ دیر تک۔۔۔" وہ موبائل جس پروڈیو کال چل رہی تھی آسیہ بیگم کو پکڑا کر کرے سے باہر چلے گئے تھے۔ وہ دونوں ہی ڈر رہی تھیں۔۔۔ دونوں کو خوف تھا کہ ناجانے سامنے والا کارویہ کیسا ہو گا۔

ماہی نے شاشنگی سے سلام کیا تھا اور اس سے زیادہ پیار سے آسیہ بیگم نے جواب دیا تھا۔  
چہرے سے ہی ماہی کو آسیہ بیگم رحم دل محسوس ہوئی تھیں۔

"ایک بات کہوں آنٹی اگر آپ برانامانیں۔۔۔؟؟"

ماہی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

"آنٹی مجھے نہیں پتا میں کیسی ہوتی ہے؟؟ اسکا پیار کیسا ہوتا ہے۔۔۔ میرے لیے میری ماں میرے بابا ہی تھے۔ انہوں نے بہت مشکلوں سے پالا ہے مجھے۔۔۔ میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔۔ آپ سے درخواست ہے پلیز کبھی میرے بابا کو مجھ سے دور مت کیجیے گا۔۔۔ میرا اس دنیا میں انکے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔۔۔"

ماہی کا دل بھرا گیا تھا۔۔۔ اسکی آنکھیں نہ ہوئی تھیں۔۔۔ پیشک اس نے اپنے باپ کے چہرے پر خوشی محسوس کر لی لیکن ایک سوتیلی ماں کا جو خاکہ اسکے ذہن میں بننا ہوا تھا وہ ڈر گئی تھی۔ ماہی کی بات سن کر آسیہ بیگم کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ اس نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا یہ تو وقت اور حالات اسے یہاں تک لے آئے تھے۔

اور وہ اچھے سے جانتی تھیں کہ حمدان اسکے بچوں کو اپنے بچے ہی سمجھ رہے تھے اور انکی شفقت اور محبت دے رہے تھے۔۔۔ بدلتے میں وہ خود ایسا ہی کرنا چاہتی تھیں۔

"ماہی بیٹا آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔ حمدان پر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ حق آپکا ہے۔۔۔ میں مجبور نہ ہوتی تو کبھی آپ سے حمدان کو ناچھینتی۔۔۔"

"شکریہ آنٹی۔۔۔" ماہی کو انکی باتوں میں سچائی محسوس ہوئی تھی۔۔۔ اسکے اندر تک سکون اتر گیا تھا۔

مہرو نے حامم کو وہاں نہ پا کر اپنے آس پاس نظریں دوڑائی تھیں لیکن وہ اسے کہیں بھی نظر نہیں آئی تھی۔  
یہ ہانی کہاں چلی گئی؟؟ وہ جیران ہوئی تھی۔

وہ خود آر جے کی بہت بڑی مدد تھی۔ آر جے اسکے کزن مستقیم کا دوست تھا۔ وہ اکثر ویژٹر مستقیم سے اسکا ذکر سنتی رہتی تھی۔ تصویروں میں دیکھا تھا اسے لیکن کبھی ملی نہیں تھی۔

مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ جس روحان جیل کا حامم ذکر کرتی وہ آر جے ہی تھا۔

ہانی۔۔۔ "مہرو نے پالگوں کی طرح آواز لگائی تھی اور پھر ہجوم سے ہٹ گئی تھی اب وہ اسکا نمبر ملا رہی تھی۔

"کہاں ہوتا ہے۔۔۔ ؟" اسکے ہیلو کہنے پر مہرو نے چھاڑ کھانے والے انداز میں پوچھا تھا وہ اسے ڈیپارٹمنٹ اور کیفے ہر جگہ ڈھونڈ چکی تھی۔

"ہائل ہوں۔۔۔" حامم نے پر سکون سے لمحے میں جواب دیا تھا۔

کیا لینے گئی ہو ہائل۔۔۔ تمہیں پتا ہے نا بھی ایک کلاس رہتی ہے۔۔۔ ؟" مہرو کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ حامم کو اچانک کیا ہوا تھا۔

"میرا سر درد ہو رہا تھا اس لیے آگئی۔۔۔"

ہائیں۔۔۔ سر میں درد کب ہوا۔۔۔ ؟ ابھی کچھ دیر پہلے تک تو تم ٹھیک تھی۔۔۔" مہرو نے اچنپھے سے پوچھا۔

"یا راب کیا فون پر ہی پوری تفصیش کرو گی جاؤ جا کر کلاس لو اور میرے بھی نوٹس لے لینا۔۔۔" وہ غصے سے کہہ کر فون بند کر چکی تھی۔

"اسکو کیا ہو گیا ہے۔۔۔ ؟" مہرو کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اب وہ بھی کہاں کلاس لینے والی تھی۔ موبائل بیگ میں ڈالنے کے بعد وہ خود بھی ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل آئی تھی۔

جب مہرو کو پتا چلا تھا کہ حامم ہائل رہے گی اس نے رو دھو کر گھر میں سب کو منالیا تھا۔ وہ اسکے ساتھ ہی رہنا چاہتی تھی۔۔۔ وہ دونوں بچپن سے ایک کلاس اور ایک ہی ادارے میں پڑھتی آئیں تھیں۔۔۔ اب کیسے مہرو اسے اکیلی کو جیونے دیتی۔۔۔ ؟ اور وہ دونوں ایک ہی ہائل میں ایک ہی کمرے میں رہتیں تھیں۔۔۔

جور ڈن اس باکس کا تالہ توڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا وہ اسے لیے چھوٹے سے ڈرامینگ روم میں بیٹھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ابھی بھی نمی سی تھی۔ دکھ بہت گہرا تھا۔ جو اسکی روح تک کو جھلسایا تھا۔ باکس میں اسکی ماں اور باپ کی بہت سی تصویریں تھیں۔۔۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش نظر آرہے تھے۔ جور ڈن نے کبھی اپنے باپ کو نہیں دیکھا تھا۔ تصویر میں موجود شخص بہت وجیہہ تھا۔ وہ مشرقی مرد تھا شاید اسی لیے مار تھا اس پر دل ہار گئی تھی۔

تصویروں کے علاوہ اس باکس میں سے ایک لاکٹ نکلا تھا۔ جس پر

Jabail

لکھا ہوا تھا۔

نفرت کی ایک لہر جور ڈن کے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا مسٹر جیل۔۔۔ میں تمہیں ختم کر دوں گا۔۔۔" وہ چخ رہا تھا۔۔۔

وہ پاگل ہو گیا تھا۔۔۔ ہاں پاگل۔۔۔ اپنی ماں کے دکھ میں۔۔۔

"یا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ایسی کیا آفت آگئی تھی جو تم یوں ڈیپارٹمنٹ سے بھاگ آئی۔۔۔؟؟" مہرو نے بیگ کو بیڈ پر پھینکتے ہوئے سکون سے بیٹھی حامی سے پوچھا۔

"ویسے ہی مجھے بھوک لگی تھی۔۔۔"

"کیا۔۔۔ تم پاگل ہو ہانی۔۔۔؟؟" مہرو اسکی منطق پر حیران رہ گئی تھی۔

"تمہیں کیا آفت پڑی تھی جو میرے پیچھے پیچھے بھاگ آئی ہو۔۔۔؟؟" حامی نے اتنا سوال کیا۔

"کیونکہ تم وہاں سے چلی آئی تھی میں اس لیے آگئی۔۔۔"

"اویس بھی اسی لیے آگئی تھی کہ وہاں پر وہ آگئی تھا۔۔۔"

"وہ کون۔۔۔؟؟" مہرو اسکی بات پر چوکی تھی۔

"وہی روحان جسیل۔۔۔ منہوس۔۔۔!!" حامی نے موبائل کو پٹختہ ہوئے کہا۔

"کون روحان جسیل۔۔۔؟؟" مہرو حیران تھی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ آرجے ہی روحان جسیل تھا جیسے حامی کو نہیں پتا کہ تھا کہ روحان جسیل ہی آرجے تھا۔

"وہی تمہارا کرش۔۔۔ آرجے۔۔۔" حامی نے جلدی لبھے میں جواب دیا تھا۔

"کیا۔۔۔ سچ میں۔۔۔؟؟" مہرو کو لگا تھا جیسے کوئی دھماکہ ہوا ہو۔ اس یاد آیا تھا روحان جسیل جس نے کالج میں حامی کی ناک میں دم کر دیا تھا۔

"افف۔۔۔ کیا واقعی۔۔۔ کیا آرجے ہی روحان جسیل ہے۔۔۔ وہی روحان جو کالج میں تھا۔۔۔؟؟"

"ہاں وہی۔۔۔" حامی کو کوفت ہوئی تھی۔

"قصم کھاؤ۔۔۔" مہرو کا غصہ رفوچکر ہو گیا تھا اب وہ دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔ اسکے اس طرح کہنے پر حامی نے اسے گھورا تھا۔ جبکہ مہرو نے ڈھیٹ پن سے دانت نکالے تھے۔

"مزہ آنے والا ہے پتا ہے وہ ہمارا ہی کلاس فیلو ہے۔۔۔ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا ہمارے نقش کا۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟؟" مہرو نے کی بات سن کر حامی کرنٹ کھا کر اچھلی تھی۔

"ہاں میرا کزن بتا رہا تھا میں نے بہت سنا تھا اسکے بارے میں۔۔۔ صبح میں اس سے ملوں گی۔۔۔ میرا کزن ملوائے گا اور تمہیں میں اپنے کزن سے ملواں گی۔۔۔ مستقیم عرف کی۔۔۔ آرجے کا بہت اچھا دوست ہے۔۔۔" مہرو اور بھی کچھ کہہ رہی تھی جبکہ حامی کی شکل دیکھنے لائق تھی۔ آنسو سے اپنے گلے میں اٹکتے محسوس ہو رہے تھے۔

"وہ ہمارا کلاس فیلو کیسے بن گیا۔۔۔ اسی سال اس نے پری میڈیکل میں ایف ایس سی کی ہے۔۔۔ ایم ایس سی سے پہلے بی ایس ای کرنی ہوتی ہے۔۔۔ وہ ڈائریکٹ ماسٹرز میں کیسے آگئی۔۔۔؟؟" وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"وہ سب کر سکتا ہے۔۔۔ کچھ بھی۔۔۔ جتنا میں نے سنائے اسکے بارے مجھے نہیں لگتا کہ اسکے لیے مشکل ہو گا ایڈ میشن لینا۔۔۔ کوئی ناکوئی جگہ لگا لیا ہو گا۔۔۔ !!" مہرو اپنی دھن میں کہہ رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کانج میں آر جے نے حامم کے ساتھ کیا کیا تھا؟ حامم نے اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس نے حامم کے چہرے پر غور نہیں کیا تھا جس پر پیشانی واضح تھی۔

"کیسی ہیں آپ بی جان اور بابا سائیں کیسے ہیں۔۔۔ ؟؟" حشام نے گاڑی پارک کی اور باہر نکلتے ہوئے کان سے لگائے فون پر بی جان سے پوچھا تھا۔ "میں ٹھیک ہوں ہیٹا۔۔۔ تمہارے بابا پچھلے تین دن سے بزنس ٹور پر گئے ہیں میرا فون نہیں اٹھایا اور ناخود کال کی ہے۔۔۔ بی جان افسر دہ سی کہہ رہی تھیں۔ اُنکے لمحے میں دکھ محسوس کر کے حشام کا دل دکھا تھا۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے بی جان۔۔۔ ؟؟" حشام نے مال میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ کچھ ضروری چیزیں لینے آیا تھا۔

"ہاں پوچھو بیٹا۔۔۔"

"بی جان بابا سائیں آپ سے اتنی محبت کیوں نہیں کرتے جتنے چھوٹے بابا سائیں (حیدر جبیل، جنہیں سب لوگ شاہ جبیل کہتے تھے) چھوٹی ماں (عائشہ جبیل) سے کرتے تھے۔ اُنکے اس دنیا سے جانے کے بعد بھی چھوٹے بابا سائیں نے دوسری شادی نہیں کی۔۔۔ وہ اب تک انہیں چاہتے ہیں۔۔۔ اور ایک میرے بابا سائیں ہیں جنہیں آپکی زیادہ فکر نہیں ہوتی۔۔۔ ؟؟" جس سوال سے بی جان ڈر رہی تھیں کہ اُنکی اولاد ان سے وہ سوال ناکر لے وہی سوال آج حشام کے لبوں پر آئی گیا تھا۔ بی جان کا دل دکھ سے بھر گیا تھا۔

وہ ضیاء جبیل کی پسند نہیں تھیں۔ وہ ان سے عمر میں بڑی تھیں۔ بی جان سے شادی ضیاء جبیل نے اپنے خاندان کی روایات کیلئے کی تھی۔ اُنکے خاندان میں لڑکے اور لڑکیوں کی شادی سید خاندان میں ہی کی جاتی تھی۔

"نہیں تو۔۔۔ ایسی بات نہیں ہے بیٹا۔۔۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں اور خیال بھی رکھتے ہیں۔"

بی جان نے جھوٹ بولا تھا۔

"اچھا مجھے کچھ کام ہے ہم پھر بات کرتے ہیں۔۔۔"

وہ حشام کی بات سنے بنائی فون بند کر چکی تھیں۔ حشام ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔

وہ سر جھٹک کر ایک کچھ چیزیں چیک کرنے شیلف کی طرف بڑھا تھا جب اچانک چونکا۔

اس سے کچھ فاصلے پر ایک لڑکی سفید سکارف سے جا بکیے کھڑی تھی۔ اسکے چہرے کا رخ دوسری جانب تھا۔ حشام ٹھٹھکا تھا۔ اسے سفید ڈوپٹہ اوڑھے کانج کے ایک کمرے میں بیٹھی ام حامم یاد آگئی تھی۔ وہ بے اختیار ہی اس لڑکی جانب بڑھا تھا۔

"ایکسیوزی۔۔۔" حشام نے پکارا تھا۔ لڑکی نے مڑ کر دیکھا تھا اور پھر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

"حشام جبیل۔۔۔" ماہی کامنہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ اور شش و پنج میں مبتلا اسے دسمن جان کو تکنے لگے تھی۔۔۔

"کبھی خود کو خود سے جھگڑتے دیکھا کبھی شبء تہائی میں خود کو ترپتے دیکھا

روئے اتنا کہ دامن بھگو دیا آنسوؤں سے  
تو کبھی روتے خود کو مسکراتے دیکھا  
کبھی ناراض ہوئے خود سے اتنا کہ مر جانا چاہا  
تو کبھی آئینے میں خود کو مناتے دیکھا  
کبھی مسکرانے لگے دیکھ کر تصویر تیری  
تو کبھی آنسوؤں میں خود کو ڈوبتے دیکھا  
کبھی جنوں، عشق میں، لکھ دیا نام تیرا دیو اروپ پر  
تو کبھی بے بسی میں تیرا نام خود کو مٹلاتے دیکھا  
کبھی بہت تڑپا میں تیری یاد کے عالم میں  
تو کبھی تجھے یاد کر کہ خود کو بہلاتے دیکھا  
اتناسب ہونے کے بعد فقط ایک تجربہ ہوا حاصل  
"تیرے بعد جب بھی دیکھا تو خود کو سنبھلتے دیکھا

اگلے دن حانم خود کو بہت پر سکون کر کے ڈیپارٹمنٹ گئی تھی۔ اس نے خود سے عہد کیا تھا کہ وہ آرجے کو پہچانے گی نہیں۔  
اور اسے بھی میں یاد نہیں ہو گئی۔ "حانم نے خود کو تسلی دی تھی۔ وہ دونوں ابھی ڈیپارٹمنٹ سے کچھ فاصلے پر تھیں جب دوسری جانب سے اچھتے کو دتے  
ڈیپارٹمنٹ کی طرف آتے کی کی نظر مہرو کے ساتھ چلتی حانم پر پڑی تھی۔  
وہ دنگ رہ گیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے رکا تھا۔  
اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔  
مہرو کے ساتھ جو لڑکی تھی کیا وہ واقعی وہی تھی جسے وہ جانتا تھا۔ وہ سو فیصد وہی تھی۔  
"ہانی۔۔۔" کمی نے زیرِ لب دھرایا تھا۔  
اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ہانی کو یوں اپنے سامنے دیکھے گا۔  
"کمی۔۔۔" مہرو کی آواز پر اسکا سکتہ ٹوٹا تھا۔ کمی حانم کو اپنے ساتھ لیے اسی کی طرف بڑھ رہی تھی۔  
"کہاں گم ہوتے ہو تم کمی۔۔۔؟" اس سے ملویہ میری سب سے پیاری دوست ہے ام حانم عرف ہانی۔۔۔" اصل جھٹکا کمی کو اب لگا تھا۔  
اسے محسوس ہوا تھا کہ اسکے کالوں نے کچھ غلط سننا ہو۔ "ام حانم" یہ نام وہ کتنی مرتبہ آرجے کے منہ سے سن چکا تھا۔ اسکو فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ ہانی ہی ام حانم  
تھی۔

”!! اور ہانی یہ میرا کزن ہے مستقیم عرف کی سب اسے کمی ہی بلا تے ہیں۔۔۔“  
”السلام علیکم۔۔۔“ حامن نے مسکرا کر سلام کیا تھا۔ اسے وہ لڑکا حلیے سے تھوڑا عجیب لگا تھا۔ کمی نے ہاتھ بڑا کر اپنی پیشانی پر آئے پسینے کو صاف کیا تھا۔  
”اگر آر جے کو پتا چل گیا کہ۔۔۔“ اس سے آگے وہ سوچ نہیں سکا تھا۔

”مجھے کچھ کام ہے میں آتا ہوں۔۔۔“ وہ بناسلام کا جواب دیے واپس پلٹ گیا تھا۔  
”کمی بات سنو۔۔۔ تم آر جے سے ملنے آئے ہو گے نا۔۔۔ پلیز مجھے اس سے ملوادو۔۔۔“ مہرو چلائی تھی لیکن وہ تیز تیز قدم اٹھاتا سٹوڈنٹس کے ہجوم میں غائب ہو گیا تھا۔

”تمہیں کیا ضرورت ہے آر جے سے ملنے کی۔۔۔؟؟“ حامن کا موڑ بگڑا۔  
”ویسے ہی یار دل کر رہا تھا۔۔۔ آر جے کو نسراوزڈی پار ٹمنٹ آتا ہے کل آیا تھا اتنے دنوں میں آج پتا نہیں وہ آئے گا یا نہیں۔۔۔“ مہرو اس سے ملنا چاہتی تھی جبکہ حامن نے اسکی اس خواہش پر افسوس کیا تھا۔

”حشام آپ۔۔۔؟؟“ ماہی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ اسکے سامنے حشام جیبل کھڑا تھا۔۔۔ اور تو اور اس نے خود ہی ماہی کو مناطب بھی کیا تھا۔  
”معاف کیجیے گا۔۔۔ میں کوئی اور سمجھا تھا۔“ وہ معذرت کرتا پلٹ گیا تھا۔

”بات تو سینیں حشام۔۔۔“ وہ اسے پیچھے لپکی تھی۔ البتہ ایک دم ڈوب کر ابھر اتحا جب حشام نے کسی اور کاذکر کیا تھا۔  
پچھلے کچھ دنوں سے ماہی کے سر میں درد رہنے لگا تھا اور بال بھی روکھ سے ہو رہے تھے۔

آسیہ بیگم نے اسے تین چار آنکل کو مکس کر کے بالوں میں لگانے کا کہا تھا۔ اس وقت اس نے وہی کام کیا تھا ہوا تھا۔ ایلا کو کچھ چیزیں لینے تھیں۔ وہ ماہی کو زبردستی اٹھا لائی تھی۔ اور ماہی نے بالوں کو باندھ کر گلے میں لٹکا سفید سکارف سر پر حجاب کی طرح چپکے لیے تھا جس پر حشام دھوکا کھا گیا تھا۔  
”آپ یہاں کسے ڈھونڈ رہے تھے۔۔۔؟؟“ ماہی نے اسکے پیچھے چلتے ہوئے پوچھا تھا جبکہ حشام کو کوفت ہوئی تھی۔ وہ خود کو کوس رہا تھا کہ کسی بھی انجان لڑکی کو مناطب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

”آپ کو اس سے مطلب مس ماہین۔۔۔؟؟“ اس نے ٹھہر کر سرد سے لبج میں پوچھا تھا ماہی کے چہرے کارنگ ایک دم پھیکا پڑا تھا۔  
”نہیں۔۔۔ مم۔۔۔ میں۔۔۔ وہ۔۔۔“ ماہی سے کوئی جواب نہیں بنا تھا۔

”اللہ حافظ۔۔۔“ وہ سپاٹ لبج سے کہتا آگے بڑھ گیا تھا جبکہ ماہی ایک بار پھر اسے نم آنکھوں سے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

وہ دونوں سیمینار روم میں بیٹھی تھیں۔ حامن نے شکر ادا کیا تھا ب تک اسے آر جے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ ڈیپارٹمنٹ میں موجود

Debating and literary

سو سائیٹی نے ایک سیمینار رکھا تھا۔

اس سوسائٹی کا مقصد سٹوڈنٹس میں اور خاص طور پر نئے آبے والے سٹوڈنٹس میں شعور کو اجاگر کرنا تھا۔ یہ سوسائٹی ڈیپارٹمنٹ میں ہر ہفتے میں ایک بار سینیئر کرواتی تھی۔ جہاں سٹوڈنٹس کو بولنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ پینل ڈسکشن ہوتی تھی۔ سٹوڈنٹس اپنے لیڈرز خود چنتے تھے اور پھر مختلف موضوعات پر بحث شروع ہوتی تھی۔

سوسائٹی کا

President

محمد عثمان ملک ڈیپارٹمنٹ کا سب سے سینیئر سٹوڈنٹ تھا جو کافی ذہین اور سمجھدار انسان تھا۔

آہستہ آہستہ سینیئر روم سٹوڈنٹس سے بھرنے لگا تھا۔ ڈیپارٹمنٹ کے دو ٹیچرزوہاں پر کوراؤنیٹر کے طور پر موجود تھے۔ حامم کو یہ سب کافی دلچسپ لگ رہا تھا۔ پریزیڈنٹ کی پرسنلیٹی اچھی ہے۔ "حامم نے کمینٹ کیا تھا۔ سینیئر شروع ہو چکا تھا۔ ڈائیز پر کھڑے ہوئے عثمان ملک نے بولنا شروع کیا تھا۔

میں یہاں پر تمام نیو سٹوڈنٹس کو ویکم کرتا ہوں۔ جیسے کہ آپ سب جانتے ہیں کہ ہمارا سینیئر کروانے کا مقصد سٹوڈنٹس کو بولنے کا موقع دینا ہے۔۔۔ ہر انسان کے ذہن میں ہر موضوع سے متعلق کچھ ناچھ سوال ہوتے ہیں۔ اور انہی سوالوں کا جواب دینے میں ہر بار نئے موضوعات کو لے کر آتا ہوں۔ "سلام دعا کے بعد وہ شاکٹگی سے کہہ رہا تھا۔

"اس بار میرا موضوع بہت عام سا ہے۔ لیکن صرف سننے اور دیکھنے میں۔۔۔ میں اور میری ٹیم اس موضوع پر روشنی ڈالنا چاہیں گے کچھ الگ طریقے سے۔۔۔ آپکے سوال ہونگے اور ہمارے جواب۔۔۔

"آج کا ہمارا موضوع ہے۔ اسلام سے لوگ ڈرتے کیوں ہیں۔۔۔؟؟ لوگ اس مذہب کو ایک فوبیا سمجھتے ہیں۔۔۔ کیا مطلب اسکا اب مذہب پر بحث ہو گی۔۔۔؟؟" حامم کو برالگا تھا۔

"سن تو لویارہ کیا کہہ رہا ہے۔ باقی بعد میں فیصلہ کرنا۔" مہرو نے اسے چپ کروایا۔

"ہم ان پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے کہ کن وجوہات کی بنا پر لوگوں کو اسلام فوپیا ہے۔ اور کن باتوں اور کاموں سے ہم اس فوبیا کو اور اسلام کے ساتھ لگے دہشت گردی کے مائل کو ختم کر سکتے ہیں۔۔۔؟؟" اس نے اپنے پہلے میمبر کو دعوت تھی۔ جس نے اسلام کی حقیقت پر روشنی ڈالی تھی۔ اور بتایا تھا کہ کیسے اسلام امن و سلامتی والا ملک ہے۔

اسکی تقریر سن کر سٹوڈنٹس کافی پر جوش ہو گئے تھے۔

"اسلام ایک حقیقی اور بہترین مذہب ہے۔۔۔"

اب اس پر میں اپنی بہت ہونہار ٹیم میمبر کو دعوت دونگا۔ وہ لڑکی اسٹینچ پر آئی تھی اور اس نے دلائل اور واقعات سے ثابت کیا تھا اسلام ایک بہترین اور حقیقی مذہب ہے۔۔۔ یہ موضوع ایسا تھا کہ وہاں بیٹھا کوئی بھی سٹوڈنٹ مذہب پر سوال نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ چونکہ نئے سال کا آغاز تھا تو سینیئر کا آغاز بھی اللہ اور اسکے دین سے کیا گیا تھا۔

"Any Question..??"

لڑکی نے تقریر کرنے بعد سٹوڈنٹس سے پوچھا تھا۔

اسکی تقریر پر پورا اہل تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ بیٹک کو اچھا بولتی تھی۔

### "I have a Question Miss"

آواز پر سب نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ آر جے سب سے آخر میں بیٹھا تھا۔ اور اس وقت وہ کھڑا تھا اپنا سوال لئے۔  
یہ کب آیا۔؟؟ "حامن نے اسے دیکھ کر اپنا چہرہ چھپایا تھا جیسے وہ اسے ہی ڈھونڈ رہا ہو۔

"آپ نے کہا کہ اسلام ایک حقیقی مذہب ہے۔ میں اس موضوع پر میں کچھ کہنا چاہوں گا۔ کیا میں وہاں آسکتا ہوں۔؟؟ اس نے پوچھا تھا۔  
"لیں شور پلیز۔" عثمان ملک نے اسے آنے کی اجازت دی تھی۔ وہ پورے اعتماد سے قدم اٹھاتا استیج کی طرف بڑھا تھا۔

"یہ کیا کرنے والا ہے۔؟؟" حامن کو کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے یقین تھا وہ کچھ الٹ ہی بولنے والا تھا۔ ڈائزر پر پہنچنے کے بعد آر جے نے اپنا موبائل سامنے نظر آتی سکریں یعنی پرو جیکٹر سے اسٹیج کیا تھا۔ اچانک سکریں پر ایک بھری جہاز نظر آنے لگا تھا۔ وہاں بیٹھا ہر سٹوڈنٹ جیر ان تھا۔ سب دیکھی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ نہیں جانتے کہ اس جہاز کا نہ ہب سے کیا تعلق تھا۔؟؟ اب وہ ڈائزر سے اسٹیج کی طرف چلا گیا تھا۔

"یہ جو آپ ایک بھری جہاز دیکھ رہے ہیں نا، یہ آپ کو پا گل کر سکتا ہے۔" آر جے نے بولنا شروع کیا تھا۔  
"سٹوڈنٹس، توجہ"

"اب میں آپ کو ایک معہمہ بانا لگا ہوں جس نے گزشتہ 2 ہزار برس سے انسانی دماغ کو پلپلا کیے رکھا ہے۔ جوں جوں دماغ کی وسعت بڑھتی جا رہی ہے، اُتنا ہی یہ معہمہ دہی بنتا جا رہا ہے، دماغ کی۔ آپ بھی سنبھلیں اور دماغ کے پیچ ڈھیلے کیجیے۔

یہ معہمہ 50 برس بعد از مسیح دور کے ایک یونانی ڈرامہ نگار اور رائیٹر "پلوٹارش" نے اپنے ڈرامے "بادشاہ ٹھیسیس کی زندگی" میں پیش کیا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بادشاہ ٹھیسیس اور نوجوان ایتھنا شہزادی ڈور دراز کے رومنی جزیرے کریٹ سے لکڑی کے ایک بھری جہاز میں سوار ہوئے اور یونانی جزاں کی سیر فرمائی۔ یہ شاہی جوڑا یونانیوں میں بہت متبرک سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ یونان کے مرکزاً تھنڈ کا نام، ہی ایتھنا شہزادی کے نام پر ہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ ایتھنڈ کے باسیوں نے اُس تاریخی جہاز کو ٹھیسیس کا جہاز" نام دے کر تبرک کے طور پر اپنی بندر گاہ میں کھڑا کر لیا یہاں تک کہ ڈھانی سوبرس بیت گئے اور بادشاہ ڈیکٹریٹس کا دور آگیا۔ اس دوران جیسے اور جہاں جہاں جہاز کی لکڑی شکستہ ہوتی گئی، اُس کی جگہ نئی لکڑی لگا کر جہاز کو درست کر لیا جاتا۔ کچھ عرصہ بعد پورے جہاز میں کوئی حصہ بھی ایسا نہ رہا جو تبدیل نہ ہو گیا ہو۔ اُس زمانے کے فلاسفروں نے اس جہاز کے متعلق عجیب خیالات رکھنے شروع کر دیے۔ کچھ فلا فر کہتے تھے کہ چونکہ پورا جہاز بدل چکا ہے اس لیے اب یہ متبرک جہاز نہیں رہا۔ کچھ نے کہا کہ ان تبدیلیوں کے بعد بھی یہ وہی جہاز ہے۔"

وہ ایک پل کیلے خاموش ہوا تھا۔ اور پھر بولنا شروع کیا تھا۔

"تو، سٹوڈنٹس، پلوٹارش پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ یقیناً آپ میں سے زیادہ تر یہی سوچیں گے کہ یہ عین وہی جہاز ہے۔ اگر ایسا ہے تو آگے سنبھلے۔ صدیوں بعد 16 ویں صدی میں تھامس ہوبز نے اس معہمہ پر کام کرنا شروع کیا۔ اُس نے حل دینے کی بجائے جان بوجھ کر معہمہ مزید پیچیدہ کر دیا۔ پہلے تو کچھ بھی رائے رکھ سکتے تھے مگر اب جو بھی رائے رکھیں گے، ہر صورت میں نتائج سنگین ہو سکتے ہیں۔ جیسے اگر کائنات میں ہماری زمین کے علاوہ کہیں اور زندگی بھی ہے تو وہ وہاں... اور اگر ہم اکیلے ہیں تو شدید شادا۔"

اسکی بات پر ہال میں سٹوڈنٹس کی دھیمی دھیمی ہنسی کی آواز گونج گئی تھی۔

"تحامس نے اس معہ میں مزید تفصیل شامل کرتے ہوئے کہا کہ بالفرض اس متبرک جہاز کے پچھلے تمام تختنے اور جو بھی تبدیل کیا گیا تھا ان سے جہاز دوبارہ بنانے بندرا گاہ میں کھڑا کر دیا جائے تو اب آپ کے پاس دو جہاز ہو گئے: ایک تبدیلیوں میں سے گزر اہوا جہاز اور ایک اصل لکڑی سے بنانا ہوا جہاز۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کھیسیس کا جہاز کونسا ہے؟؟؟ وہ ایک بار پھر خاموش ہوا تھا۔

حامن آنکھیں سکوڑے اور کان کھولے اسے سن رہی تھی۔ وہ کافی دلچسپ باتیں کر رہا تھا۔ سٹوڈنٹس کے ذہن میں کھلبی سی مجھی تھی۔

"پلوٹارش سے پہلے ہیرا کلیٹس اور پلاٹو بھی اسی قسم کا سوال پوچھ چکے تھے۔ انہوں نے پوچھا تھا کہ ایک لکڑاڑے کا دستہ تبدیل کروالیا۔ کچھ عرصہ بعد دستے میں لو ہے کی تیز دھار تبدیل کروالی۔ کیا وہ لکڑاڑا ہی ہے یا کوئی اور ہو چکا ہے؟ تحامس نے یہاں بھی پنگالیا اور پوچھا کہ لکڑاڑا کے قدیم پرزوں کو جوڑ کر اگر لکڑاڑا بنا لیا جائے تو اب دو لکڑاڑے ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ اصلی والا لکڑاڑا کونسا ہے؟؟؟" ہال میں گہری خاموشی چھائی تھی۔

"پہلے والا لکڑاڑا اصلی ہے۔"

جس لڑکی نے تقریر کی تھی اس نے بلا اختیار ہی جواب دیا تھا۔  
!! نہیں۔ بعد والا اصلی ہو گا۔"

ایک سٹوڈنٹ نے ہال سے جواب دیا تھا۔ اور لڑکی کی نفی کی تھی۔ آربے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ایک دلچسپ کھیل کا آغاز ہوا تھا۔ اس فلسفیانہ معہ کا سائیڈ ایفیکٹ ابھی کچھ عرصہ پہلے ایک قانونی جنگ کی صورت میں نظر آیا تھا۔ تفصیل کے مطابق 1854ء میں امریکی جنگی جہاز یو۔ ایس۔ ایس۔ کو نسلیشن بنایا گیا اور اس نے سوبرس امریکہ کی سروس کی۔ رفتہ رفتہ اس کے حصے تبدیل ہوتے گئے۔ تب اُسے بالٹیمور کے عجائب گھر میں منتقل کر دیا گیا۔ 1990ء میں اس جہاز کے قدیم حصوں کو جوڑ کر جہاز دوبارہ تحقیق کر لیا گیا۔ تاریخ انہوں نے کیس دائرہ کردیا کہ تبدیلیوں میں سے گزر اہوا جہاز ہی اصلی ہے۔ پرانی لکڑی والے جہاز کویو۔ ایس۔ ایس۔ کو نسلیشن نہ کہا جائے۔ یہ کیس 2004ء تک بھی کوئی افسر ریٹائر ہوتا ہے اور نیا افسر آتا ہے وہ اپنی مرضی سے کسی ایک جہاز کو اصل مان لیتا ہے تب اُس کے خلاف حسبِ ذائقہ ساز شیں شروع ہو جاتی ہیں۔

جاپان میں شنتو نمذہب کی عبادت گاہیں مذہبی رسم کے سلسلے میں ہر 20 برس بعد دوبارہ تعمیر ہوتی ہیں مگر پھر بھی انہیں قدیم عبادت گاہیں کہا جاتا ہے۔ ایک عبادت گاہ 62 بار تعمیر نو سے گزری۔ پھر بھی وہ قدیم کھلاتی ہے۔ جبکہ دوسرے مذاہب کے لوگ ان شنتو عبادت گاہوں کی قدامت کو تسلیم نہیں کرتے۔

ہیرا کلیٹس نے اس معہ کا حل پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ "جب تم دریا میں قدم رکھتے ہو تو ہر لمحہ نہ دریا وہ رہتا ہے اور نہ ہی تم.... لیکن اس تبدیلی سے شناخت نہیں بدلتی۔" تحامس نے اعتراض کیا کہ بھیا، دریا میں صرف پانی بدلتا ہے، کنارے نہیں بدلتے اس لیے دریا کی مثال غلط ہے۔

ہر دور میں مختلف فلاسفیوں نے اس معہ کا حل پیش کیا ہے مگر ان تشریحات میں نقاوں ہمیشہ موجود رہے۔ ہر حل اپنے آپ کو غلط ثابت کر دیتا تھا۔ یہ سب فلاسفیوں کا خیال تھا۔ اب آتے ہیں سائنس کی طرف۔"۔ کچھ پل خاموش ہونے کے بعد وہ دوبارہ بولنا شروع ہوا۔ "آج 21ویں صدی میں بھی یہ معہ جوں کا توں موجود ہے اور کئی اشکال میں سامنے آیا ہے۔

بالفرض ایک انسان کے جسم کے تمام عضلات رفتہ رفتہ ترانسپلانٹ ہو جاتے ہیں.. دل اور دماغ سمیت۔ تب اُس انسان کی اصل شناخت کیا ہو گی۔۔۔؟؟ بھی ایسا مکمل طور پر ہوا تو نہیں مگر مستقبل قریب میں ہونے لگ جائے گا۔

ہر 5 سے 7 برس کے اندر انسان میں موجود تمام ایمِٹ نے ایمُول سے تبدیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس دوران شکل و صورت اور جسم بھی بدل جاتا ہے۔ پیدائش سے لے کر بڑھا پاتک انسان کئی بار بدلتا ہے۔ جو ایمِٹ براہ راست ہوا میں جھٹ جاتے ہیں وہ کسی نہ کسی صورت کسی اور انسان کے جسم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یعنی آپ کے جسم میں چند ارب ایمِٹ شاید علامہ اقبال کے ہوں، کچھ ایمِٹ قائدِ اعظم کے ہوں گے، کچھ ہتلر کے اور کچھ گوم بدھ کے بھی ہوں گے۔ آپ کے اپنے ایمِٹ بھی دوسرے متعلقہ یا غیر متعلقہ انسانوں میں ہوں گے۔ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی بے شمار "لاشیں" اس وقت آپ کے جسم سے باہر کسی نہ کسی صورت موجود ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پینا ڈول کھا لیں۔

یعنی دریا تو بدلتا ہی ہے، تم زیادہ بدل جاتے ہو، بلکہ بالکل نئے جسم کے ماں ک ہو جاتے ہو۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصلی والے آپ کون ہیں؟ ہر انسان میں اُس کا اپنا جسم تو موجود ہی نہیں، دوسرے زندہ و مردہ انسانوں سے ادھار لیا ہوا ہے۔۔۔!! "اس نے سٹوڈنٹس سے سوال کیا تھا۔ لیکن کسی کے پاس جواب نہیں تھا۔

"یہی تھیسیس کے جہاز والا معہ ہے جو خود تبدیلی سے نہیں گزر رہا۔ جوں کا توں وہیں کھڑا ہے۔ وہ استیج پر کبھی دائیں تو کبھی بائیں چل رہا تھا۔ تو یہ تھا تھیسیس کے جہاز کا معہ جو سات سمندر عبور کرتا ہے اور زیادہ تر لا جواب رہتا ہے۔

اب آپ مجھے بتائیں مس کہ آپ نے کہا اسلام حقیقی مذہب ہے۔۔۔ جب سے دنیا بی ہے بہت سے مذاہب گزرے ہیں۔ آپ کے خدا نے چار پیغمبروں پر کتاب میں نازل کی ہیں۔۔۔ اور آخر میں قرآن نازل کیا اور اسلام کو حقیقی مذہب قرار دے دیا گیا۔

یعنی عبادت خدا کی ہی کرنی تھی سبھی مذاہب میں تو، قدیم مذاہب بہت سی تبدیلیوں میں سے گزر کر موجودہ دور تک پہنچتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مذہب کی اول ساخت پر اصرار کیا جائے یا تبدیلیوں میں سے گزرے مذہب پر اعتماد کیا جائے؟

آپ نے کہا تھا کہ پہلے والا کلہاڑا اصلی تھا۔۔۔

!! اور آپ اپنی تقریر میں کہہ رہی ہیں کہ بعد میں آنے والا اسلام حقیقی مذہب ہے اس سے پہلے والے نہیں۔۔۔

میرا آپ سے سوال ہے مس کہ اگر کلہاڑا پہلے والا اصلی اور حقیقی تھا تو تبدیلیوں سے گزر کر آخر میں آنے والا مذہب اسلام حقیقی کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟؟" آر جے نے لڑکی کی طرف رخ کر کے پوچھا تھا۔ لڑکی سمیت پورے ہال کو سانپ سونک گیا تھا۔ وہاں بیٹھے کسی شخص نے گمان نہیں کیا تھا کہ وہ انہی کے موضوع میں بری طرح سے پھنسا دے گا۔

حانم کامنہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ وہ جانتی نہیں تھی کہ آر جے کیا چیز تھا۔ کیا وہ اتنی گہرائی میں جاتا تھا چیزوں کو لے کر۔۔۔؟؟

اسے اپنے دماغ میں درکی ایک ٹھیس اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔

یہ لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔۔۔!!" حانم نے غصے سے پاس بیٹھی مہرو کے کانے میں کہا تھا۔

آر جے کو لاکھوں لوگ جانتے تھے اور لاکھوں لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ ملحد تھا۔۔۔ اسکے کسی مذہب سے تعلق نہیں تھا۔ لیکن لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ اسکا تعلق سید خاندان سے تھا۔

"اگر وہ گمراہ کر رہا ہے تو لوگوں کو اسکے سوال کا جواب دینا چاہیے ناتاکہ غلط فہمی دور ہو۔"  
مہروں نے جواب دیا تھا۔

سوال حنم کے مذہب پر اٹھایا گیا تھا۔ وہ تملکار ہی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے آ رجے کو۔ اسے فلسفہ کا زیادہ علم نہیں تھا۔ اسے تو سائنس پڑھنے کے باوجود اتنا علم حاصل نہیں ہوا تھا جتنی باتیں وہ کر گیا تھا۔  
دونوں ٹیچر زشائلڈ بیٹھے تھے۔

"کوئی ہے جو میرے سوال کا جواب دے۔۔۔؟؟ کوئی بھی۔۔۔؟؟" اس نے چلا کر ہال میں بیٹھے سٹوڈنٹس سے کہا تھا۔ وہ شو آف نہیں کرو رہا تھا۔۔۔  
لیکن حنم کو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا کہ وہ شو آف کرو رہا تھا کہ "میں بہت بڑی چیز ہوں۔۔۔"  
وہ تو صرف اپنے ذہن میں پلتے سوالات کے جواب لینے آیا تھا۔ سب خاموش تھے کسی کے پاس بھی جواب نہیں تھا۔ کوئی دلائل کوئی لا جک نہیں تھا کسی کے پاس۔۔۔

"میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔۔۔" حنم نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی تھی اور پھر ایک دم اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی تھی۔ اسکا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ وہاں بیٹھے تقریباً ہر سٹوڈنٹ سے کم اعتماد تھی۔ لیکن اس سے مذہب پر سوال برداشت نہیں ہوا تھا۔  
سب نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا اور اس بار جیران ہونے کی باری آ رجے کی تھی۔ اس نے بھی کبھی سوچا نہیں تھا کہ وہ ام حنم سے دوبارہ ملے گا۔  
وہ بھولنے والوں میں سے نہیں تھا۔

اسکی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔ ایک بار پھر وہ اسکے سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔ یعنی آ رجے کے سامنے۔۔۔  
آپ سائنس کی بات کر رہے ہیں۔۔۔ جبکہ سائنس سے زیادہ جدید مذہب ہے ہمارا۔۔۔ ابھی میرے پاس آپکے سوال کا دلائل کے ساتھ جواب نہیں ہے۔۔۔

لیکن مذہب کا تعلق عقیدت اور ایمان سے ہوتا ہے۔۔۔ اور عقیدت کے کہتے ہیں ایمان کے کہتے ہیں یہ آپکو کیا پتا؟؟"

ناجانے کیوں اسکا الجہہ آخر میں طنزیہ ہو گیا تھا۔

آ رجے نے ابھر واچکا کر اسے دیکھا تھا۔  
میں صرف اتنا کہنا چاہوں گی کہ۔۔۔  
بدل کر بھی کچھ نہیں بدلا  
تصورِ عقیدت کے گرد گھومتی نسبت۔۔۔

نسبت ایک ہی ہے۔۔۔ عقیدت ایک ہی ہے۔۔۔ اللہ ایک ہی ہے۔۔۔ جو اسے مانتا ہے وہ ہی اصل ہے وہی حق پر ہے ہے۔۔۔  
حنم جذباتی ہو گئی تھی۔۔۔

اب کی بارہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا اور اسکی شروعات استیج پر بیٹھے ٹیچرز نے کی تھی۔ وہاں بیٹھا تقریباً ہر شخص اللہ کو مانتا تھا۔  
آ رجے نے قہقهہ لگایا تھا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے مس ام حامم۔۔۔"

جدبات سے نہیں دلائل سے جواب دیں۔۔۔ کوئی لا جک لائیں۔۔۔ میں ان جذبات پر یقین نہیں رکھتا" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ڈیڑھ گھنٹہ کیسے گزر گیا تھا پتا ہی نہیں چلا تھا۔ سٹوڈنٹس کیلئے آج کا سیمینار بہت دلچسپ رہا تھا۔

"آج کے سیمینار کا وقت ختم ہو چکا ہے۔۔۔ آپکو آپکے سوال کے جواب ہم نیکست سیشن میں دیں گے۔۔۔!!" عثمان ملک نے آگے بڑھ کر بات کو سنبھالا تھا۔ اور آر جے مسکرا تا پناہ موبائل اتار کر اسٹچ سے نیچے اتر گیا تھا۔ اسکی مسکراہٹ میں طنز نمایاں تھا۔ وہ سب سے پہلے ہال سے باہر نکلا تھا۔ لیکن جاتے جاتے جو سٹوڈنٹس اسکو نہیں جانتے تھے انہیں دل و جان سے متاثر کر گیا تھا۔

"یہ کون تھا۔۔۔؟" سٹوڈنٹس سر گروشیاں کر رہے تھے۔ ہر طرف آر جے کی فضابند تھی۔ وہ انہیں سوچنے کی ایک نئی جہت دے کر گیا تھا۔ جبکہ حامم کا دل ابھی بھی تیز دھڑک رہا تھا۔ وہ دبو سی لڑکی تھی ناجانے اس میں جوش کہاں سے آگیا تھا۔۔۔؟

سیمینار ختم ہو چکا تھا۔ سب باری باری باہر نکل رہے تھے۔ شاید وہ اگلے سیشن تک بھول بھی جاتے۔۔۔ لیکن یہاں سے آغاز ہوا تھا دوسرا سلفائیٹس کی ایک عجیب و غریب داستان کا جسکا انجام کوئی نہیں جانتا تھا۔۔۔

"ایک نمبر کا گھٹیا اور ذیل انسان ہے یہ آر جے۔۔۔"

حامم نے چیز کو کھینچتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا تھا اور پھر دھپ سے اس پر بیٹھ گئی۔ البتہ اسکا لہجہ سخت تھا۔ وہ دونوں ابھی میں روم میں آئی تھیں۔ "کیا ہو گیا ہے ہانی یہ میں ہے کچھ تخیال کرو۔" مہرو کو اسکی بات نہایت ناگوار گزری تھی۔

"کیوں کیا کچھ غلط کہا میں نے۔۔۔؟؟"

حامم نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے پوچھا۔ اب وہ سکون سے پانی پی رہی تھی۔ میں میں ابھی لڑکیاں آنا شروع ہوئی تھیں۔ انکے ٹیبل پر صرف وہ دونوں بیٹھیں تھیں۔

"کیا آر جے نے تمہیں کبھی فون کیا۔۔۔؟؟ کیا اس نے تمہیں کبھی تنگ کیا۔۔۔؟؟" مہرو نے پوچھا تھا۔

"نہیں۔۔۔" حامم نے بے خیالی میں گلاس رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا اس نے کبھی تمہیں چھیڑا۔۔۔؟؟"

"نہیں۔۔۔"

"کیا اس نے کبھی تمہیں ہراس کرنے کی کوشش کی۔۔۔؟؟ کیا اس نے کبھی تمہیں چھونے کی کوشش کی۔۔۔؟؟" "نہیں۔۔۔" اس بار حامم چونکی تھی۔

"کیا اسکی آنکھوں میں تمہیں کبھی ہوس نظر آئی۔۔۔؟؟ کیا تمہیں کبھی محسوس ہوا کہ وہ تم میں دلچسپی لیتا ہے۔۔۔؟؟ مہرو اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں---" "ہمارا الیہ یہی ہے ہم بنا پر کھے قیاس آرائی کرتے "حامن گڑ بڑا گئی تھی۔  
تو پھر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ ایک گھٹیا انسان ہے۔؟؟ تم مان کیوں نہیں لیتی ہانی کہ آر جے کو مس ام حامن میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔

"پتا ہے پچھلے کئی مہینوں سے اسکا کوئی افیسر منظر عام پر نہیں آیا۔ سو شل میڈیا پر کسی نے اُس سے پوچھا تھا کہ آر جے کوئی نئی گرل فرینڈ نہیں بنائی۔؟؟ اور جانتی ہو آر جے نے کیا ٹویٹ کیا تھا۔؟؟؟"  
اسکی بات پر حامن نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"اس نے جواب دیا تھا کہ عورت ذات سے اُسکا دل بھر چکا ہے۔ اسٹریٹ۔ اکیس سال کی عمر میں ایک لڑکے کا عورت ذات سے دل بھر چکا ہے۔ اور تم پتا نہیں کیا صحیتی ہو اسے---"

مہرو کا مود گزر چکا تھا۔ ایک پل کیلیے حامن لا جواب ہو گئی تھی۔  
وہ اپنی سوچ، اپنے عمل اور رد عمل ہر چیز سے لوگوں کو چونکا دیتا ہے بس اسی لیے تمہیں بر الگتا ہے۔ اگر تم غور کرو گی تو وہ تمہیں ایک دلچسپ اور عجیب و غریب مخلوق معلوم ہو گا۔

اور آج تم نے دیکھا نہیں اس نے کیسے سب کو لا جواب کر دیا تھا۔ البتہ تم نے بھی اچھا جواب دیا تھا۔"

عورت ذات سے دل ایک گھٹیا انسان کا ہی بھرتا ہے نامہرو۔ اور مجھے وہ اس لیے بر الگتا ہے کہ وہ ایک ملحد ہے۔ "حامن نے جواب دیا تھا۔  
تیواریہ اسکا مسئلہ ہے نا۔ ویسے بھی اس نے ٹویٹ کیا تھا کہ "ذہب ہر انسان کا ذاتی مسئلہ ہوتا ہے اسکی بنا پر کسی انسان کو حج نہیں کرنا چاہیے اور ناقصرت کا نشانہ بنانا چاہیے۔"

حامن نے اسکی بات سن کر افسوس کیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ گھر میں ماہم اور جواد آر جے کی رٹ لگا کر رکھتے تھے۔  
یونیورسٹی میں وہ خود موجود ہوتا تھا۔ اور ہاشل میں مہرو اسکا نام لیتے نہیں تھکتی تھی۔  
اسکے چاروں جانب آر جے تھا۔ !! حامن کو بلا وجہ کی کوفت ہونے لگی تھی۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے مہرو۔ یہ اسکا ذاتی مسئلہ۔ وہ کافر ہو کر مرے، عیسائی بن کر مرے یا ملحد ہی مرے مجھے کیا۔ ہونہہ!! حامن نے سر جھکا تھا  
اور پھر کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"ان چیزوں کے بارے میں بات کرنی چاہیے جو کہ ہیں نہ کہ جیسی ہوں گی مستقبل کے متعلق کسے معلوم؟ ایک بار لوگ آزاد ہو گئے تو وہ خود فیصلہ کر لیں گے کہ ان کے لیے سب سے بہتر کیا ہے؟ لوگوں کے دماغوں میں ان کے کہے بغیر پہلے ہی بہت کچھ بھر دیا گیا ہے  
وقت آگیا ہے کہ انہیں اپنے آپ سوچنے دیا جائے ہو سکتا ہے کہ وہ ہر چیز مسترد کر دیں.... ساری زندگی اور ساری تعلیم ممکن ہے وہ سمجھیں کہ کلیسا کے خدا کی طرح یہ سب چیزیں بھی ان کی دشمن ہیں ان کے ہاتھوں میں کتابیں دے دو اور لوگ خود ہی جواب تلاش کر لیں گے بات دراصل یہی ہے۔"

رات کے دو بجے کا وقت تھا۔ حنم میکسٹم گور کی کانالوں "ماں" پڑھنے میں مگن تھی۔!! اچانک اسکے ذہن میں آر جے کی باتیں گونج گئی تھیں اس نے کتاب کو اٹھا کر ایک طرف رکھا اور سوچنا شروع کر دیا تھا۔ بیشک جو سوال اس نے پوچھا تھا وہ بالکل ٹھیک پوچھا تھا۔ اگر اسکی جگہ کوئی عیسائی اور یہودی یا کوئی اور سوال کرتا تو ایسے ہی کرتا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے کسے متفق کیا جاتا۔

"آر جے قرآن اور حدیث سے دیے گئے دلائل پر یقین نہیں کرنے والا۔ اسے اسی کے انداز میں جواب دینا ہو گا۔ میں نے جذبات میں آکر اسے جواب دینے کا کہہ تو دیا ہے لیکن میں کیسے دو گئی۔؟؟ یا اللہ میری مدد کرنا۔!!" اسکی سوچ کے دھارے مختلف سمتوں میں بہہ رہے تھے۔ "اللہ جانے یہ شخص اتنا ہیں کیوں ہے۔ اتنا دماغ کہاں سے آیا ہے اسکے پاس۔؟؟" حنم بڑبراتے ہوئے لیٹ گئی تھی۔ اس نے مہرو کی طرف دیکھا تھا جو کب سے سو گئی تھی اور پھر موبائل اٹھا کر اس پر لگے وال پپیر کو۔ آسیہ بیگم اور حمدان صاحب دونوں ایک ساتھ بیٹھے تھے اور بہت خوش نظر آرہے تھے۔ آسیہ بیگم کو خوش دیکھ کر حنم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اسکی ماں خوش اور پر سکون تھی اور یہی چیز اسے مطمئن رکھے ہوئے تھے۔

"کیا بات ہے مکی تم آج کل بڑے خاموش اور اٹھے ہوئے سے ہو۔؟؟" آر جے نے مکی سے سوال کیا تھا۔  
"نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔" ناشتہ کرتا کمی اسکی بات سن کر گڑ بڑا گیا تھا۔ اس نے نظریں چرائی تھیں۔  
"تم کل کیوں واپس چلے آئے تھے۔؟؟" آر جے کی گہری نظریں مکی کے چہرے پر جمعی تھیں۔  
"وہ بس سر میں درد تھا۔" مکی نے اپنی کنپیوں کو مسلتے ہوئے جواب دیا۔  
"اچھا۔ اب ٹھیک ہے۔؟؟"

"ہاں اب ٹھیک ہے۔" مکی نے جواب دیا تھا۔

"چلو اچھی بات ہے۔" آر جے نے مکی کے چہرے پر زندگی میں پہلی دفعہ پریشانی دیکھی تھی لیکن وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ مکی کیا چھپا رہا تھا۔ لیکن آر جے کو پوچھنے میں دلچسپی نہیں تھی وہ جانتا تھا کہ مکی خود ہی بتا دے گا۔

"اٹھ جاؤ مہرو کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے۔" حنم مہرو کو اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی جو گھنٹہ پہلے سوئی تھی۔ بارہ بجے تھے ایک بجے اگلی کلاس شروع ہوتی تھی۔ وہ اسے اٹھا رہی تھی کیونکہ مہرو اٹھتے اٹھتے اور پھر تیار ہوتے دیر کر دیتی تھی۔  
اگر تم اس بار نہیں اٹھی تو میں اکیلی چلی جاؤں گی۔" حنم اسے آخری دھمکی دیتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی جبکہ اسکی دھمکی سن کر مہرو نے جھٹ سے آٹھکھیں کھولی تھیں۔ وہ اپنے سے جانتی تھی کہ حنم بچ میں اسے چھوڑ کر جا سکتی تھی۔  
کیا مصیبت ہے یار۔۔۔ ایک بجے کلاس۔۔۔ کتنا غلط وقت ہے۔۔۔ مہرو کو کوفت ہو رہی تھی۔ اور پھر وہ حنم کے آنے سے پہلے بستر سے اٹھ گئی تھی۔

موسم ابر آلوں ہو رہا تھا۔ سیاہ باد لوں نے نیلے آسمان کو کہیں چھپا لیا تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں روح سے ہو کر گزر تیں تو سکون بخشتی تھیں۔ حنم کو یہ موسم بہت پسند تھا۔ یہ موسم اسکے چہرے پر حقیقی مسکراہٹ پھیلا دیتا تھا۔

اسکے دل میں ایک خوف ضرور تھا کہ کہیں سے آر جے اسکے سامنے آئے گا اور کہے گا

”تم زیادہ ذہین نہیں ہو نا اب جواب دو۔۔ یا پھر کہے گا کہ ”تمہیں مجھ سے پنگے لینے کی عادت کیوں ہے۔۔ تم آرام سے کیوں نہیں رہ سکتی۔۔؟؟“ انہی سوچوں میں گم وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ پہنچ گئی تھیں۔۔

”کلاس شروع ہونے میں ابھی پندرہ منٹ ہیں ہم جو س پی لیں۔۔؟؟“ مہرو نے کہا تھا اور حامم نے اسکی بات پر سراحتات میں ہلا�ا تھا۔

وہ دونوں کبھی ڈیپارٹمنٹ کے کیفے نہیں جاتی تھیں بلکہ ڈیپارٹمنٹ سے باہر بننے کیفے پر جانا انہیں اچھا لتا تھا۔ جنت روڈ کو کراس کرنے کے بعد وہ دونوں کیفے آگئی تھیں۔ حامم کی نظر سٹوڈنٹس کے جھرمٹ میں بیٹھے آر جے پر پڑی تھی۔ اس نے سیاہ گھنے بالوں کو جیل کی مدد سے پیچھے کی جانب چکپے رکھا تھا۔ اور

وہ گرے پینٹ پر بلیک ٹی شرت پہنے لوگوں کو اٹریکٹ کر رہا تھا۔ ایک پل کیلیے حامم کا دل سہا تھا کہ وہ ابھی اٹھ کر اسکی جانب آئے گا اور اسکا مذاق اڑائے گا۔۔۔

لیکن نہیں۔۔ آر جے کی نظر اس پر بے دھیانی میں پڑی تھی اور پھر وہ اسے نظر انداز کر گیا تھا جیسے جانتا ہی نا ہو۔۔۔

”شکر ہے۔۔“ حامم نے اسکے اگور کرنے پر شکر ادا کیا تھا۔ وہ بہت جلد لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتا تھا۔ اب تو ویسے بھی وہ سنگر تھا۔ لوگ خود بخود اسکی طرف مائل ہوتے تھے۔

اور آر جے۔۔۔ بے دھیانی کی نظر میں بھی اسے اچھا خاصانوٹ کر گیا تھا۔ وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر پر پیچ کفر کی شرت پہنے ہوئی تھی۔ اور پیچ کفر کے بڑے سے ڈوبے کو خود پر پھیلا رکھا تھا۔

وہ جب کالج جاتی تھی تو اسکے کپڑے اتنے مہنگے اور بر انڈڈ نہیں ہوتے تھے لیکن اب۔۔۔ وہ کافی بر انڈڈ کپڑے پہننا شروع ہو گئی تھی۔

اسکے چہرے پر جو سب سے زیادہ متوجہ کرنے والی چیز تھی وہ اسکی آنکھیں تھیں۔۔۔ بڑی بڑی گرے آنکھیں۔۔۔ بائیں آنکھ کے بائیں طرف ایک تل تھا۔۔۔ جب وہ آنکھیں کھول کر دیکھتی تھی تو وہ تل واضح نظر آتا تھا۔ بلاشبہ وہ خوش شکل لڑکی تھی۔۔۔ جسے معصوم اور پیاری کہا جا سکتا تھا۔

آر جے نے ابھی تک اسکی ٹھوڑی (چن) پر چمکتے اس نشان کو نہیں دیکھا تھا جو اسے پیدا کیشی ملا تھا۔ یا شاید اسکی آنکھوں کے پاس وہ خوبصورتی وہ وسعت نہیں تھی جس سے وہ ایک چمکتی چیز کو دیکھ سکے۔۔۔ مہرو جو س لے کر آگئی تھی۔۔۔ اسکا پورا گروپ اٹھ کر چلا گیا تھا اور وہ بھی ساتھ ہی گیا تھا۔ حامم نے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔ جہاں وہ ہوتا تھا وہاں حامم کو

Uncomfortable

محسوس ہوتا تھا۔ اسکے جانے کے بعد حامم کے چہرے کی چمک بڑھ گئی تھی اب وہ مہرو کی کسی بات پر کھکھلا کر ہنستی موسم کا لطف اٹھا رہی تھی۔

ویک اینڈ پر وہ گھر آئی ہوئی تھی۔ بارش زوروں سے جاری تھی۔ جواد، ماہم اور وہ تینوں بارش میں لان میں فٹ بال کھیل رہے تھے۔

حمدان صاحب آفس گئے تھے۔ آسیہ بیگم اندر ملازموں کے ساتھ کھانا بنارہی تھیں۔ وہ تینوں بہن بھائی بہت خوش نظر آرہے تھے۔ اور انکے ساتھ اس گھر کے ملازم بھی کیونکہ انکے آنے سے گھر میں رونق میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اچانک جواد فٹ بال اٹھا کر گیٹ کی طرف بھاگا تھا۔

جواد کہاں جا رہے ہو۔۔۔ فٹ بال دوادھر۔۔۔ حامم اسکے پیچھے بھاگی تھی جبکہ ماہم تھک ہاڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ تینوں مکمل طور پر بھیگ چکے تھے۔۔۔ آسیہ بیگم انہیں کتنی بار بلانے آئی تھیں لیکن وہ کھیلنے میں مگن تھے۔ جواد گیٹ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

"جواد۔ واپس آؤ۔۔۔!!" حامم نے گیٹ میں کھڑے ہو کر اسے آواز لگائی تھی۔ چلانے کی آواز سن کر دو گھر چھوڑ کر اپنے گھر کے سامنے باسیک پر بیٹھے آر جے نے مڑ کر دیکھا تھا۔ وہ گیٹ سے منہ باہر نکالے اس لڑکے کو آوازیں لگا رہی تھیں جو اسکے پاس سے گزر کر آگے بھاگ گیا تھا۔ جواد کی نظر آر جے پر نہیں پڑھی تھی۔

اتی دور سے بھی حامم نے آر جے کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اندر ہوئی تھی اور ٹھاہ کی آواز سے گیٹ بند کیا تھا۔ "آر جے یہاں۔۔۔؟" حامم کے چہرے کارنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔ وہ اندر کی جانب بھاگی تھی۔ جبکہ جواد پچھ دیر بعد واپس آگیا تھا۔ کیا ہوا وہاں کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔؟؟" مکی نے دوسرا بائیک پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔ "پچھ نہیں۔۔۔ مجھے لگا میں نے ام حامم کو دیکھا تھا ابھی۔۔۔" آر جے کہہ رہا تھا۔ اسکی بات سن کر ہیلمٹ سر پر باندھتے مکی کے ہاتھ کا نپے تھا۔

"ام حامم اور یہاں۔۔۔؟ آر جے تم پاگل ہو گئے ہو۔۔۔؟؟" بالآخر مکی ہنسا تھا۔ اسے لگا تھا کہ آر جے کو وہم ہو گیا تھا۔ یاں۔۔۔ مجھے ایسا ہی لگا تھا کہ وہ ام حامم تھی۔۔۔" آر جے اب بھی اس بند گیٹ کو دیکھ رہا تھا۔ ظاہر سی بات ہے بیوی ہے تمہاری نظر تو آئے گی ناہر جگہ۔۔۔!!" مکی نے شرارت سے کہا تھا۔ "بکومت۔۔۔" معمول کے مطابق آر جے بھڑکا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے والا حیران سا آر جے کہیں غائب ہو گیا تھا۔ پہلی بار زندگی میں اسے وہم ہوا تھا۔ یہ اسے لگ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ام حامم ایک غریب گھر کی لڑکی تھی۔ وہ یہاں کبھی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ پانچ منٹ وہ بائیکس کو فل بارش میں آگے پیچھے بھگائے جا رہے تھے۔

"یعنی میرا اس دن والا وہم ٹھیک نکلا ہے۔۔۔ وہ آر جے ہی تھا۔۔۔ وہ یہاں رہتا ہے۔۔۔ اللہ خیر کرے۔" حامم اپنے بالوں کو خشک کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ "یہ منحوس ہر جگہ میرے پیچھے پہنچ جاتا ہے۔۔۔" حامم کا دل خراب ہو گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔۔۔ کیوں اسے اتنا آر جے کے قریب لا یا جا رہا تھا؟ بے خیالی میں اسکی نظر سامنے گئے آئینے میں پڑی تھی۔ وہ ایک دم چونک گئی تھی۔ جب سے وہ یونیورسٹی گئی تھی پیاری ہوتی جا رہی تھی۔ سیاہ رنگ کے کپڑوں میں اسکارنگ دمک رہا تھا۔ اسکے سنبھری لمبے بال کمر پر بکھرے پڑے تھے۔ پریشانیاں اور دکھ انسان کو کھاجاتے ہیں۔۔۔ اور اب اسے ناکوئی پریشانی تھی اور ناہی دکھ۔۔۔

وہ خوش تھی کیونکہ اسکی ماں خوش تھی۔۔۔ انہیں اب چھوٹی چھوٹی چیزوں کیلئے ترسنا نہیں پڑتا تھا۔ وہ اب خوشحال تھیں۔ اور یہی چیزانہیں خوبصورت بنارہی تھی۔ وہ نکھرتی جا رہی تھی۔ خوبصورتی اور ذہانت دونوں میں۔

کچھ موسم کا اثر تھا کچھ بارش میں بھیگنے کا اور کچھ اپنے آپکو خوبصورت محسوس کرنے کا۔۔۔ آر جے کا خیال کہیں اڑن چھو ہو گیا تھا۔۔۔ وہ مسکرانی تھی۔۔۔ اور پھر دوبارہ اپنے آپکو آئینے میں دیکھ کر شرمائی تھی۔ "تیرے کمرے کے آئی یہوں کو میں،

!!!! دشمنوں میں شمار کرتا ہوں ۔۔۔"

ویک اینڈ کے بعد وہ ہائل و اپس آگئی تھی۔

ڈرائیور سے گاڑی میں چھوڑ جاتا تھا۔ آسیہ بیگم اسے کھانے کی بہت سی چیزیں بناؤ کر دیتی تھیں۔

اسی لیے وہ اور مہرو میس میں کم جاتی تھیں۔

ہر پندرہ دن بعد حمدان انکل اسکے اکاؤنٹ میں اچھی خاصی رقم ٹرانسفر کروادیتے تھے۔

اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ پیسے کہاں خرچ کرے۔ کیونکہ اسے فضول خرچ کی عادت نہیں تھی۔ اس میں اعتماد پیدا ہو رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو آزاد محسوس کر رہی تھی۔ آج پھر ڈیپارٹمنٹ میں انکا سیشن تھا۔ یعنی پھر سیمینا تھا۔ آر جے وہ دونوں کلاس میں ایسے ہوتے تھے جیسے ایک دوسرے کو جانتے ہی نا ہوں۔ اور یہی چیز حامِ کوپر سکون کیسے ہوئے تھی وہ بلا وجہ اسکا سامنا نہیں کرتا تھا۔ اس دن جیسے ہی وہ دونوں کلاس میں داخل ہوئی تھیں انہیں ایک افرا تفری سی نظر آئی تھی۔ سٹوڈنٹس ایک لڑکی کے گرد جمع تھے جو بری طرح سے رو رہی تھی۔

وہ کومل تھی۔ جسکی نئی شادی ہوئی تھی ابھی کچھ دن پہلے۔ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی۔

اسکے ماں باپ نہیں تھے۔ وہ اپنے ماموں کے گھر رہتی تھی۔ طلاق کے بعد اسکے ماموں نے بھی اسے رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

مہرو اور حامِ دونوں کو دلی افسوس ہوا تھا۔

اچانک حامم کی نظر آر جے پر پڑی تھی۔ جسکے چہرے پر کافی غصہ نظر آ رہا تھا۔ وہ حیران ہوئی تھی کہ اسے کس بات پر غصہ آ رہا تھا۔

ایک لیکھر لینے کے بعد انکا سیمینار شروع ہوا تھا۔ حامم اپنے آپ کو اس بار تیار کر کے آئی تھی کہ اگر آر جے نے جواب مانگ لیا تو وہ اسے دے سکے۔ کلاس میں ٹیچر زنے افسوس کیا تھا۔ آج کل ویسے بھی طلاق کی شرح بڑھتی جا رہی تھی۔

"ہمارا آج کا سیمینار کسی خاص موضوع پر نہیں ہے بلکہ آج آپ لوگ معاشرے سے متعلق جو آپ سوال آپ کے ذہن میں ہوں انہیں پوچھ سکتے ہیں۔ آج ہم معاشرے میں پہلی کچھ برا یوں کا ذکر کریں گے۔" عثمان ملک اپنے مخصوص انداز میں بول رہا تھا۔ اس نے پانچ میمبرز کو سٹچ پر بٹھایا ہوا تھا جو کافی ذہن کھلاتے تھے اور کافی تیاری کے ساتھ آئے تھے۔

سوال جواب کا سیشن شروع ہوا تھا۔ مختلف سٹوڈنٹس نے مختلف سوال کیے تھے جنکا جواب دیا گیا تھا۔ آر جے انکی باتیں سن کر پک گیا تھا۔

واہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

"میرا ایک سوال ہے۔" اسے دیکھ کر عثمان ملک اور اسکی ٹیم کے چہرے کارنگ اڑا تھا۔ وہ ڈر گئے تھے کہ جانے وہ کیا پوچھنے والا تھا۔

"جی پوچھیں۔" "اجازت دی گئی تھی۔"

"اسلام میں طلاق کیوں دی جاتی ہے۔۔۔؟؟ جبکہ ہندو مذہب میں ایسا نہیں ہے۔۔۔؟؟ اسلام میں عورت کو طلاق کے بعد گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔۔۔ کوئی دوسرا شادی کرنے کو راضی نہیں ہوتا۔۔۔ اگر وہ مجبوراً جسم فروشی شروع کر دے تو کس کا قصور ہو گا۔۔۔؟؟ اسلام سے اچھا تو ہندو مذہب۔ وہ اپنی بیوی کو چھوڑتے تو نہیں۔۔۔" آرجے کا لہجہ تنگی سے بھرا ہوا تھا۔ یہی سوال کچھ عرصہ پہلے شانی نے کیا تھا۔

حاجم کے چہرے پر غصہ پھیل گیا تھا۔ اسے آرجے کی بات کے ہندو مذہب بہتر ہے سن کر خود پر برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا اسکا دل کر رہا تھا کہ آرجے کو شوٹ کر دے۔

"پلیزاب یہ مت کہنا کہ یہ ہمارے خدا کا حکم ہے۔۔۔ ہمارے دین کا حصہ ہے۔۔۔ مجھے لا جک سے سمجھایا جائے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اسلام میں۔۔۔؟؟" استیج پر بیٹھے میمبر نے جواب دینے کیلیے منہ کھولا ہی تھا کہ آرجے نے پہلے ہی اچھی خاصی سنا کر اسے چپ کر وا دیا تھا۔  
وہاں بیٹھے سٹوڈنٹس اسے اسلام کے حوالے سے ہی سمجھا سکتے تھے لیکن آرجے نے منع کر دیا تھا۔  
اس باروہ سب سے پہلی رو میں بیٹھا تھا۔

آج کے اس سینما ریڈی پیپرز موجود نہیں تھے۔

اس سینما ریڈی ملک کی ذمے داری پر منقعد کیا گیا تھا۔ سب خاموش تھے۔ عثمان ملک کی نظر میں سٹوڈنٹس میں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ اور پھر نظر وہ حاجم کو ڈھونڈ لیا تھا۔

وہ خاموش بیٹھی تھی البتہ اسکے چہرے پر ایک چمک تھی۔ حاجم نے محسوس کیا تھا کہ عثمان ملک گھبرا یا ہوا تھا۔ وہ لوگ ایک

Rationalist

کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ حاجم نے عثمان ملک کو سر کے اشارے سے پر سکون رہنے کا کہا تھا۔

"کیا میں کچھ کہہ سکتی ہوں۔۔۔؟؟" آواز پر آرجے نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔ آرجے کے چہرے پر حاجم کو دیکھ کر ناگواری ابھری تھی۔ وہ اب نیچے کی جانب اتر رہی تھی۔

سینما رہا میں ہمیشہ کر سیاں پیچھے کی جانب اونچائی میں رکھی ہوتی ہیں۔ تاکہ پیچھے والوں کو آسانی سے سب نظر آئے۔ وہ پر اعتماد سی آکر آرجے کی سائیڈ پر کھڑی ہوئی تھی۔

"اوہ تو مس ام حاجم اب آپ کہیں گی کہ نسبت ایک ہی ہے۔۔۔ ہمارا ایمان ہے۔۔۔ دین ہے۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔" آرجے نے اسکے پچھلے جواب کا مذاق اڑایا تھا۔  
"مسٹر آرجے کیا آپ کی کوئی بہن ہے۔۔۔؟؟" حاجم نے سوال کیا تھا۔

"اس بات کا میرے سوال سے کیا تعلق ہے۔۔۔؟؟" وہ اچنپھے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہے یا نہیں۔۔۔؟؟" حاجم نے اسکی بات کو نظر انداز کیا تھا۔

"ہاں ہے۔۔۔ وہ مدیحہ کو اپنی بہن ہی سمجھتا تھا۔" کیا وہ شادی شدہ ہے۔۔۔؟؟"  
"نہیں۔۔۔" آرجے نے جواب دیا تھا۔

"ھمم۔۔۔" وہ کچھ قدم بڑھا کر اسکے سامنے استیج پر جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ مہرو حیرت سے منہ کھولے اسکے اعتماد کو دیکھ رہی تھی۔

"فرض کریں کہ آپکی بہن کی شادی ہو جاتی ہے اور اسکا شوہر ایک نہایت لفظگا انسان نکلتا ہے۔۔ جو نشہ کرتا ہو۔۔ جو اکھیتا ہوا۔۔ بری عادتوں میں مبتلا ہو۔۔"

"کیا کبواس ہے یہ۔۔؟؟" آربے گویا دھڑا تھا۔

"ریلیکس مسٹر آربے صرف فرض کرنا ہے۔۔!!" وہ پر سکون سی بول رہی تھی۔

"وہ روزانہ شراب پینے کے بعد آپکی بہن کو بری طرح سے مارتا ہو۔۔ اذیت دیتا ہو۔۔ اسے جانور سمجھتا ہو۔۔ اور اسکے ساتھ جانوروں کی طرح پیش آتا ہو۔۔ آپ کیا کریں گے۔۔؟؟" حامن نے پوچھا تھا۔

"کیا آپ اپنی بہن کو اسکے پاس مرنے کیلیے چھوڑ دیں گے۔۔؟؟" آربے نے غصے سے اپنے دانت اور مٹھیوں کو بھینچا تھا۔

"میں اسے ختم کر دوں گا۔۔!!" وہ غصے سے بولا تھا۔

"اسکا مطلب آپ اپنی بہن کو بیوہ کر دیں گے۔۔ لیکن طلاق نہیں دلوائیں گے۔۔؟؟" حامن نے خود ہی جواب دیا تھا۔

"میں اپنی بہن کیلیے ایسا گھٹیا اور حشی انسان نہیں ڈھونڈوں گا۔۔"

"لیکن فرض کریں ایسا ہو جائے پھر؟ فرض کریں آپ اسے نام سکیں کسی مشکل کی وجہ سے۔۔"

"فرض کریں وہ روزانہ رات کو اپنے دوستوں کو اپنی بیوی کے پاس لاتا ہو پھر۔۔؟؟" آخری بات کہتے ہوئے حامن کا چہرہ سرخ ہوا تھا لیکن وہ آربے کا رد عمل دیکھنا چاہتی تھی۔

"کیا کریں گے آپ۔۔؟؟" آربے کا دل کر رہا تھا کہ وہ ام حامن کا گلہ دبا کر اسے مار ڈالے۔

"کیا آپ اپنی بہن کو ساری عمر ایسے شخص کے ساتھ رہنے دے سکتے ہیں۔۔؟؟"

"نہیں۔۔" وہ فوراً بولا تھا۔

"کیا آپ کسی بھی معصوم اڑکی کیلیے ایسے شوہر کا سوچ سکتے ہیں۔۔؟؟"

"نہیں۔۔" وہ کسی روپوٹ کی طرح جواب دے رہا تھا۔

"کیا آپ چاہیں گے کہ آپکی بہن کی اس شخص سے ہمیشہ کیلئے جان چھوٹ جائے۔۔؟؟"

"ہاں۔۔"

"ڈیس گریٹ مسٹر آربے۔۔!!" وہ مسکرائی تھی۔ "یہی وجہ ہے کہ اسلام میں طلاق کو رکھا گیا ہے۔"

اس بار چونکنے کی باری آربے کی تھی۔

"اسلام میں طلاق کو رکھا گیا کہ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ نارہنا چاہیں تو وہ الگ ہو سکتے ہیں۔۔ ایک بار طلاق دینے کے بعد دونوں فریقین کو غلطی کا احساس ہو تو رجوع کیا جاسکتا ہے۔ جہاں مرد کو طلاق کا حق دیا گیا ہے وہیں عورت کو خلع کا حق حاصل ہے اگر کسی بھی وجہ سے عورت مرد کو ناپسند کرے عدالت سے رجوع کر کر خلع کا حق استعمال کر سکتی ہے کسی اور مذہب میں ایسا قانون دکھاسکتے ہو؟؟؟"

"اس دین کی بات کرتے ہو جس میں عورت کو پیدا ہوتے زندہ گاڑ دیا جاتا تھا چلتی حاملہ عورت پہ شرط لگائی جاتی تھی کہ پیٹ میں اڑکا ہے یا لکنی اور اس کا پیٹ چاک کر دیا جاتا تھا عورت کو تمام تر برائیوں کا محور سمجھا جاتا تھا۔ عورت کو شیطان سے تشپیح دی جاتی تھی عورت کو جینے مرنے کا حق ناتھا شوہر کے مرتے ہی عورت کو سُتی کر کے

زندہ جلا دیا جاتا تھا اس کا جینا مرنا مرد کے ہاتھ میں تھا کب زندگی دے کب قتل کر دے۔ معاشرہ برائیوں کے اندر ہیرے میں ڈوبا ہوا تھا پھر ایک دین آیا جسے دین اسلام کہتے ہیں اس نے عورت کو پستی بھی سے نکالا پستیوں سے نکال کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچایا۔ اگر عورت ماں ہے قدموں تلے جنت رکھ دی اگر بیوی ہے تو اسے سکون کا نام دیا گیا اگر بیٹی ہے تو اسے رحمت خداوندی کا نام دیا گیا ہے کوئی مذہب جو عورت کو اتنی عزت دے سکے؟؟ آج بھی قدیم یونانی فلاسفہ عورت کو تمام تر خوست کی جڑ قرار دیتے ہیں لیکن ایک اسلام ہے جو عورت کو معاشرے میں مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے آپ اس پر بناد لیں کے کیسے سوال کر سکتے ہیں؟؟؟

اور طلاق کے بعد عورت کو آزادی دی گئی ہے دوسری شادی کی۔ اسلام ہر طرح سے مکمل ہے مسٹر آر جے۔ یہ تو مسلمان ہیں جنہوں نے معاشرے میں بگاڑ پیدا کیا ہوا ہے۔ زکوٰۃ کی مدد سے بیوہ اور انکے بچوں کی کفالت کی جاسکتی ہے۔ وہ خود یتیم تھی اور وہ غربت کا دلکھ بھی اچھے سے جانتی تھی۔

"آپ مسلمانوں کو نہیں اسلام کو دیکھیں مسٹر آر جے کیونکہ مسلمان پر فیکٹ نہیں ہیں لیکن اسلام پر فیکٹ ہے۔"

ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ اگر آر جے مجمع کو خاموش کروانے کی صلاحیت رکھتا تھا تو وہ لوگوں کو خوش کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کسی نے آر جے کو جواب دیا تھا۔ جانے وہ مطمئن ہوا تھا یا نہیں لیکن وہ جان گیا تھا کہ پہلی بار کسی نے اسکے سوال کو سمجھتے ہوئے اسی کے انداز میں جواب دیا تھا۔ آر جے کو پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ کوئی اسکے جیسی سوچ رکھنے والا بھی اس دنیا میں موجود ہے۔

"ویل ڈن مس ام حامن۔" "عثمان ملک جوش سے اسکی طرف بڑھا تھا۔

"شکریہ۔" ابھی میرا جواب مکمل نہیں ہوا۔ ابھی مجھے کچھ اور بھی کہنا ہے۔ "اسکی آواز پر دروازے کی طرف قدم بڑھاتے آر جے نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔ کچھ وقت اور مسٹر آر جے آپکے تھیسیس کے جہاز کا معتمہ بھی حل کرتے ہیں۔" حامن نے کہتے ہوئے ڈائر پر رکھے ہوئے لیپ ٹاپ سے اپنا موبائل اٹھ کیا تھا جسکی سکرین اب پرو جیکٹ پر نظر آرہی تھی۔ پرو جیکٹ کی سکرین پر اب ہیرے اور سونے کے ہار یعنی نیکس نظر آرہے تھے۔ آر جے گھری خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کیا واقعی وہ اسے معمعے کو حل کر سکتی تھی۔

"کیا آپ لوگ بتاسکتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کون نیکس قیمتی ہے۔" ہیرے کا یا سونے کا۔۔۔؟؟"

اس نے سٹوڈنٹس سے پوچھا تھا۔

آر جے اب اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ دونوں کھنیوں کو گھنٹوں پر جمائے دونوں ہاتھوں کی مٹھی بند کیے تھوڑی کے نیچے رکھے وہ غور سے سکرین کو دیکھ رہا تھا البتہ اسکے کان حامن کی طرف لگے تھے۔

"آف کورس ڈائمنڈ کا نیکس قیمتی ہے۔"

سٹوڈنٹ کے جواب پر حامن مسکرائی تھی۔

"تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈائمنڈ کا نیکس تھیس کا جہاز ہے یعنی یہ متبرک ہے۔"

حامن نے کہتے ہوئے لیپ ٹاپ پر انگلیوں کو چلا کر سکرین کو بدلا تھا۔

اب بھی سکرین پر ہیرے اور سونے کے ہار نظر آرہے تھے۔ ایک ہیرے کا اور تین سونے کے۔

اگر ہم ڈائمنڈ والے نیکس میں سے تین ڈائمنڈز نکال کر ان تین گولڈ والے نیکس میں لگا دیں تو کیا گولڈ والے نیکسز کی قیمت بڑھے گی مسٹر آر جے---؟؟ حامن نے آر جے سے پوچھا تھا ایسا ہی کچھ سکرین پر نظر بھی آرہا تھا۔ تین سونے کے ہاروں میں تین ہیرے جڑے تھے۔ یعنی ہر ایک ہار میں ایک ہیرا۔

"بالکل بڑھے گی۔" آر جے نے توجہ سے جواب دیا تھا۔ وہاں بیٹھے ہر سٹوڈنٹ کیلئے یہ ایک دلچسپ گیم تھی۔ جو آر جے اور حامن کے درمیان چل رہی تھی۔ وہ سب اسے بہت انجوائے کر رہے تھے۔

"یعنی ایک متبرک چیز کا حصہ اگر کسی عام چیز میں چلا جائے تو عام چیز بھی متبرک ہو جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہیروں کے جڑنے سے ہار کی قیمت بڑھ گئی ہے۔؟؟ وہ سوالیہ انداز سے سٹوڈنٹس کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مس ام حامن۔ ایسا ہو سکتا ہے۔" آر جے اسکی بات کو سمجھ رہا تھا۔  
"تو یہ جواب ہے آپ کے تھیسیس کے جہاز کے سوال کے دوسرے حصے کا جواب کہ اگر تھیسیس کے متبرک جہاز کے کچھ حصوں سے ایک نیا جہاز بنایا جائے تو وہ اصلی ہو گا؟ متبرک ہو گا یا نہیں۔؟؟؟"

"وہ بالکل متبرک ہو گا۔"

اب اس نیکس کو دیکھیں۔ یہ وہ نیکس ہے جس سے تین ڈائمنڈز نکال کر اس میں گولڈ کے

Pearls

لگادیئے گئے ہیں۔ یہ تھا تھیسیس کا اصلی جہاز۔ جس میں ٹوٹ پھوٹ کے بعد بہت سے پرزوں کو بدلا گیا تھا۔ چونکہ ابھی اس میں ڈائمنڈز موجود ہیں تو کیا یہ "متبرک نہیں رہا۔؟؟؟"

وہ ایک بار پھر سوالیہ نظر وہ سب کو دیکھ رہی تھی۔

یہ قسمتی ہے اور متبرک ہے۔ لیکن پہلے سے کم کیونکہ اب اس میں ڈائمنڈز کم ہو گئے ہیں لیکن موجود ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی اصلی ہے۔ یعنی متبرک ہے۔" اب کی بار جواب عثمان ملک نے دیا تھا۔

"جی بالکل۔ تو یہ تھا تھیسیس کے سوال کے پہلے حصے کا جواب کہ جب تھیس کا جہاز جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا اور اسکے کچھ پرزوں کو بدلتے گیا تو کہہ پہلے جہاز کا کچھ حصہ باقی تھا تو وہ ابھی بھی متبرک ہی تھا۔ جبکہ اسکے تمام پر زے نہ تبدیل کر دیے جاتے۔" حامن کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

لیکن مس ام حامن تھیسیس جہاز کا صرف ایک حوالہ دیا تھا میں نے، اصل سوال تو مذہب پر تھا کہ تبدیلیوں سے گزرنے پر آخر میں آنے والا مذہب حقیقی کیسے ہو سکتا ہے۔؟؟؟ آر جے پوچھ رہا تھا۔

"درست فرمایا آپ نے مسٹر آر جے میں نے بھی ابھی صرف ایک مثال دی ہے۔ مذہب پر بھی میں آتی ہوں۔" وہ خوشدی سے مسکراتی تھی۔

"اب دیکھیں مسٹر آر جے یہ ایک نیا ڈائمنڈ نیکس ہے۔ جس میں تین ڈائمنڈز کی کمی ہے۔"

سکرین پر اب ایک ہیرے کا ہار نظر آرہا تھا جس میں بڑے بڑے تین ہیروں کی جگہ خالی تھی۔

اب اگر ہم ان تین گولڈ والے نیکسز میں سے تینوں ڈائمنڈز کو نکال لیں جو ہم نے پہلے فٹ کیتے تھے تو کیا اب یہ تین گولڈ والے نیکس قیمتی یا متبرک بچے یا نہیں۔۔۔؟؟"

اگلی سکرین پر اب تینوں سونے والے ہار میں سے تینوں ہیرے نکال لیے تھے وہ نظر آرہے تھے۔

"نہیں۔۔۔ کیونکہ پہلے ہی میں نے کہا تھا کہ قیمتی اور متبرک چیز ڈائمنڈ نہ کہ گولڈ اگر وہی نہیں رہا نیکس میں تو نیکس کی کوئی قیمت نہیں رہی۔۔۔" حامن نے اپنے سوال کا جواب خود دیا تھا۔

"اور اگر ہم ان تین ڈائمنڈز کو اس نئے نیکس میں فٹ کر دیں جس میں جگہ خالی ہے تو کیا اس نیکس کی قیمت بڑھے گی۔۔۔ کیا یہ متبرک ہو گا۔۔۔؟؟" اب سکرین پر وہ تینوں ہیرے اس نئے ہار میں جڑے نظر آرہے تھے جس میں جگہ خالی تھی۔

"جی بالکل ہو گا۔۔۔ کیونکہ اب یہ مکمل ڈائمنڈز کا نیکس ہے تو قیمتی ہو گا۔۔۔؟؟" حامن کی سوالیہ نظریں آرچے پر جبی تھیں جس نے اثبات میں سر ہلا�ا تھا۔

" that's great..."

اب غور کیجیے گا مسٹر آرچے کہ یہ جو پہلا ڈائمنڈ والا نیکس تھا یہ وہ پیغام تھا جو حضرت آدم علیہ اسلام لے کر آئے تھے کہ اللہ ایک ہے اسی کی عبادت کی جائے۔۔۔ جو بہت خالص تھا۔ پھر اس نیکس میں سے تین ڈائمنڈز نکال لئے گئے یعنی وقت گزرتا گیا لوگوں گمراہ ہوتے گئے، وہ جو چیز اصل تھی جو پیغام حقیقی تھا وہ جہالت کے اندر ہیروں میں قیمت کھو گیا تھا۔ اب آپ ان تین نیکسز کو دیکھیں یہ گولڈ والے نیکس جن میں تین ڈائمنڈز جڑے ہیں یہ وہ تین مذہب ہیں جن پر قرآن پاک سے پہلے کتابیں نازل کی گئی۔۔۔ ان میں جڑے ڈائمنڈز اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں متبرک، خالص اور حقیقی پیغام ان میں بھی ایک ہی تھا یعنی اللہ ایک ہے صرف اسی کی عبادت کی جائے۔۔۔ اور جو گولڈ جڑا ہے وہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ مذہب خالص نہیں رہے۔۔۔ وقت کے ساتھ لوگوں نے ان میں اپنی مرضی سے تبدیلیاں کی اور انکی قیمت کم ہو گئی۔۔۔ لیکن چونکہ ڈائمنڈز ابھی بھی جڑے تو ظاہر تھا کہ یہ پیغام اللہ کا ہی تھا۔۔۔ جسے توڑ مروڑ کر عجیب و غریب شکل دے دی گئی ہے۔۔۔

وہ سانس لینے کو رکی تھی۔ سٹوڈنٹس دم سادھے اسے سن رہے تھے۔

"اب آپ اس نیکس کو دیکھیں جو نیا تھا جس میں ڈائمنڈز کی کمی تھی اور وہ تین ڈائمنڈز گولڈ والے نیکس سے نکال کر اس میں ڈال دیے گئے تھے۔۔۔ یہ نیا نیکس دین اسلام ہے۔۔۔ جو تبدیلیوں سے گزرا ہے۔۔۔ آپ نے خود کہا کہ یہ قیمتی اور متبرک ہے۔۔۔ اس نیکس میں جو تین ڈائمنڈز لگے ہیں وہ پچھلے مذاہب کی تصدیق کرتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ پہلے بھی پیغام ایک تھا یعنی اللہ ایک ہے اور اب بھی پیغام ایک ہی ہے یعنی اللہ ایک ہے صرف اسی کی عبادت کی جائے۔۔۔ چونکہ یہ نیکس پورا کا پورا ڈائمنڈز کا ہے۔۔۔ بیشک یہ تبدیلیوں سے گزرا ہے لیکن یہ قیمتی ہے، متبیرک ہے، خالص اور حقیقی ہے۔۔۔ یہ ہے تبدیلیوں سے گزرا کر آخر میں آنے والے دین اسلام کی حقیقت۔۔۔!!" حامن نے ایک گہر انسان لیا تھا۔ اسکی نظریں آرچے پر جبی تھیں۔

"گلڈ۔۔" بے اختیاری میں آر جے کے منہ سے نکل گیا تھا۔ وہ کمال کالا جک لائی تھی۔ نہ سائنس کا حوالہ دیا تھا نہ کوئی آیت لے کر آئی تھی وہ اسے اسی کے انداز میں سمجھا گئی تھی۔

"آپ کالا جک اچھا ہے مس ام حانم۔۔" ہال میں چھائی خاموشی کو آر جے نے توڑا تھا۔ سٹوڈنٹس کو جیسے سانپ سونگ گیا تھا۔ "لیکن ابھی بھی میرے بہت سے سوال ہیں۔۔ اس مذہب میں بہت سے جھوول ہیں جن کے مجھے جواب چاہیے۔۔"

"ضرور ملیں گے مسٹر آر جے چونکہ اس سیشن کا وقت ختم ہو چکا ہے، آپکے باقی سوالوں کے جواب اگلے سیشن میں ملیں گے۔۔!!" عثمان ملک نے آگے بڑھ کر اسے ٹوٹا تھا۔ آر جے کی تیوری چڑھی تھی۔ اسے اپنے اور حانم کے درمیان مداخلت کرتا عثمان ملک زہر لگ رہا تھا۔

"کمال کر دیا آپ نے حانم۔۔ کیا آپ میری ٹیم کا حصہ بنیں گی۔۔؟؟" عثمان ملک ستائشی نظروں سے حانم کو دیکھ رہا تھا۔ حانم کا جواب سننے سے پہلے آر جے ہال سے باہر نکل گیا تھا۔

"مسٹر آر جے بات سنیں۔۔ آپکے ذہن میں ایسے سوالات کہاں سے آتے ہیں۔۔؟؟ سٹوڈنٹس کا ہجوم اسکے پیچھے بھاگا تھا۔

"میں اس قابل نہیں ہوئی ابھی کہ آپکی ٹیم کے ساتھ چل سکوں۔۔" حانم نے مسکرا جواب دیا تھا۔

اسنچ پر بیٹھی نیلم جو کہ عثمان ملک کی ٹیم کی ہیڈ اور اسکی چیختی تھی اس وقت جل کر راکھ ہو گئی تھی۔

"آپ ہی تو اس قابل ہیں مس حانم۔۔ آپ سوچ لیں۔۔ میں انتظار کروں گا۔۔" وہ بصد تھا۔ اس سے پہلے حانم کچھ بولتی مہر و آندھی طوفان کی طرح اسکی طرف بڑھی تھی۔

!! "تم ادھر مردہاں۔۔" وہ اسے کھینچتے ہوئے لے گئی تھی جبکہ عثمان ملک دیکھتا رہ گیا تھا۔

"آخر اس ام حانم میں اتنا کتفیڈ نہیں کہاں سے آیا ہے۔۔؟؟ سٹوڈنٹس کے ہجوم میں گھرے آر جے کا ذہن کہیں اور الجھا تھا۔ اس نے مہر و اور حانم کو ڈیپارٹمنٹ سے باہر جاتا دیکھا تھا۔

"بنائیں نا آر جے آپ کاماغ اتنا تیز کیسے چلتا ہے۔۔؟؟" ایک لڑکی نے کسی اینکر کی طرح اس سے سوال کیا تھا۔

"بہن جی میرا دماغ ہے آہستہ چلے، تیز چلے، ڈبل سپیڈ سے چلے، الٹا گھوٹے یانہ چلے۔۔ اینی پر ابلم۔۔؟؟" آر جے کی پیشانی پر بل پڑے تھے۔ وہ تنگ آگیا تھا لوگوں کے سوالات سے۔ وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گیا جبکہ لڑکی اپنا سامنہ لے کر رہ گئی تھی۔

بد تیزی کی تمام حدیں مسٹر آر جے پر آکر ختم ہوتی ہی۔۔" وہ بڑا بڑا اور پھر دور جاتے آر جے کو دیکھا تھا۔

"تم نے جواب کہاں سے ڈھونڈے ہاں۔۔؟؟ مجھے تو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ تم ہی ہو۔۔؟؟ مہر و ابھی تک شاکڈ تھی۔

"طلاق والا جواب میں یہ بہت سرچ کیا، انٹرنیشنل سکالر زکوسناتب جا کر مجھے لا جک سمجھ میں آیا کہ آر جے کو کیسے قائل کرنا ہے۔ جب مجھے لا جک کی سمجھ آئی پھر میں دین والی اور ٹھیسیس کے جہاز والی بات میں اپنا دماغ لگایا اور بالآخر میں پالیا۔۔" وہ مسرور سی بتا رہی تھی۔

وہ دونوں ہاٹل جارہی تھیں۔ شام کے پچھے بننے والے تھے، سورج غروب ہونا شروع ہو چکا تھا۔

لیکن اتنے طمینان اور اعتماد سے جواب دیا تم نے پہلے تو تم ایسی نہیں تھی۔۔۔ ”مہر و کو جانے کس بات کا صدمہ لگا تھا۔۔۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو ابھی اندر لوگوں کو قائل کر رہی تھی وہ ہانی ہی تھی۔ اسکی بات سن کر ہانی مسکراتی تھی اور اسکا ذہن پچھے کہیں بھٹکا تھا۔

یہ پچھلے ویک اینڈ کی بات تھی جب وہ گھر گئی تھی۔ وہ آربجے کے سوالات کو لے کر پریشان تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس نے ہائی تو بھر لیکن جواب کیسے دی گی۔۔۔ وہ مغرب کی نماز کے بعد لان میں بیٹھی تھی کرسی سے ٹیک لگائے، آنکھیں بند کئے، اسکے چہرے پر پریشانی واضح تھی۔

”کیا ہوا ہانی پیٹا سب خیریت ہے نا۔۔۔؟؟“

اچانک اسکے کانوں سے حمد ان انکل کی آواز ٹکرائی تھی۔ وہ چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔

”ارے انکل آپ۔۔۔ بیٹھیں پلیز۔۔۔“ حامم کے کہنے پر وہ اسکے سامنے والی کرسی پر بر اجمان ہو چکے تھے۔

”یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو۔۔۔؟؟ کوئی پریشانی ہے۔۔۔؟؟“ وہ پوچھ رہے تھے۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔“ وہ زبردستی مسکروئی تھی۔

”لیکن پیٹا پریشانی آپکے چہرے سے واضح ہے۔۔۔“

”وہ ایک تجربہ کار انسان تھے۔ فوراً سمجھ گئے تھے۔

”انکل اگر ایک سائنس کا پیروکار آپکے مذہب پر سوال اٹھائے اور آپکو لا جک کے فلسفے میں الجھادے، تو اسکو کیسے جواب دینا چاہیے۔۔۔؟؟“ وہ پوچھ رہی تھی۔

”پیٹا پہلے تو یہ سمجھیں کہ وہ چاہتا کیا ہے۔۔۔؟؟“

پھر اسکے سوالات پر دھیان دیں۔۔۔ نوٹ کریں اسے کیا چیز پر پریشان کرتی ہے۔۔۔؟ پھر اسکی منطق کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ کیسے قائل ہو سکتا ہے۔۔۔؟ پھر

کائنات سے نشانیاں ڈھونڈیں اور اسے اسی کے انداز میں جواب دیں۔۔۔“ وہ اسے سمجھا رہے تھے۔

”اور انکل ان سب کیلئے مجھے کیا کرنا ہو گا۔۔۔؟؟“

”سوچنا ہو گا۔۔۔ جوابات کے متعلق، اگر ایک انسان سوالات کی کھوج میں رہتا ہے تو دوسرا کو جوابات تلاش کرنے چاہیے۔۔۔، اگر وہ انسان آپکو سوالوں الجھاتا ہے تو آپ اسے جوابات میں الجھادیں۔۔۔!!“ کیا مکال لا جک بتایا تھا محدث ان انکل نے اسے۔ وہ سمجھ کر مسکرا دی تھی۔

”جو انسان کائنات کو جتنا تغیر کرنا چاہے گا یہ اُس انسان کیلئے اتنی ہی کھلتی جائے گی، یہ راز افشا کرتی جائے گی۔۔۔!!“ وہ پتے کی بات کر رہے تھے۔ حامم نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

”اور قرآن پاک میں ارشاد ہے،

”ترجمہ: یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور شب و روز کے باری باری آنے جانے میں اہل عقل کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ [آل عمران: 190]“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس کائنات میں غور و فکر کی ترغیب دی ہے کہ کائنات کی نشانیوں سے بصیرت حاصل کریں، اس کی تخلیق میں غور و فکر کریں، اس کے لئے لفظ ”آیات“ کو مہم رکھا اور یہ نہیں کہا کہ: ”اس میں فلاں فائدہ ہے“؛ کیونکہ ان فوائد اور آیات کی اقسام ہی بہت زیادہ ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کائنات

میں ایسی محیر العقول نشانیاں ہیں جو دیکھنے والوں کو دنگ کر دیں، ان میں غور و فکر کرنے والے انہیں تسلیم کیے بغیر رہ نہیں سکتے، یہ نشانیاں متلاشیاں حق کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے تمام اہداف کے متعلق روشن دماغوں کو متنبہ بھی کرتی ہیں، چنانچہ اس کائنات میں موجود اجرام فلکیہ اور اشیائی تفصیل کسی بھی مخلوق کے لئے شمار کرنا ممکن نہیں ہے، تفصیل تو کیا کسی ایک چیز کی مکمل معلومات حاصل کرنا بھی ممکن نہیں۔!! مختصر یہ کہ اس کائنات کے جنم، وسعت، اور اس کا منظم نظام حرکت، اس کائنات کے خالق کی عظمت، عظیم سلطنت، اختیارات اور وسیع قدرت کی واضح دلیلیں ہیں۔"

"روحان نماز پڑھی آپ نے۔؟؟" ایک چھوٹے سے لکڑی کے ڈیسک کے پیچھے بیٹھے، لمبی داڑھی والے مولوی نے سات سال کے روحان سے پوچھا تھا جو جانے کن خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ مولوی صاحب کے دونوں طرف بچوں کی لمبی قطاریں تھیں، نیچے سرہلا ہلا کر اور زور لگا کر اوپری آونچی آواز میں پڑھ رہے تھے۔ روحان ان تمام بچوں میں سب سے ذہین اور لاکن بچہ تھا۔ وہ چار سال کا تھا جب اس مسجد میں ناظرہ پڑھنے آیا تھا۔ وہ ایک سال میں قرآن پاک پڑھ گیا تھا۔ وہ دوسرے بچوں کی نسبت کم گو تھا اپنے سبق پر دھیان دیتا تھا۔

وہ قرآن پاک کے صفات پر لکھے حروف کو غور سے دیکھتا تھا جیسے کیہرہ کسی چیز کو سکین کرتا ہو۔!! دو سال میں اس نے دوبارہ قرآن پاک مکمل کیا تھا اب وہ حفظ کر رہا تھا۔ لیکن اچانک وہ عجیب و غریب سوال کرنے شروع ہو گیا تھا۔ جنہیں سن کر کبھی تو مولوی صاحب حیران رہ جاتے، کبھی گھبراجاتے تھے اور شدید غصہ کرتے تھے۔ "نہیں پڑھی۔" روحان نے اطمینان سے کہا تھا۔

"کیوں نہیں پڑھی آپ کو پتا ہے نا اللہ پاک سزادیتے ہیں نماز نہ پڑھنے پر۔؟؟" وہ سخت سے لمحے میں کہہ رہے تھے۔

"لیکن کیوں۔؟؟ کیوں سزادیتے ہیں وہ۔؟؟ آپ تو کہتے ہیں کہ وہ ہم سے بہت پیار کرتے ہیں پھر سزا کیوں دینے۔؟؟" اسکا سوال مولوی صاحب کو خاموش کرو گیا تھا۔

"کیونکہ وہ اللہ ہے۔۔۔ سب سے بڑا ہے۔۔۔ اس لیے۔۔۔" کچھ دیر بعد وہ بولے تھے۔

"اللہ ہونے کا مطلب سزادینا ہوتا ہے۔۔۔؟؟ اگر ہم اللہ بن گئے تو کیا ہم بھی سزاد یں گے۔؟؟ اور مجھے ایسا اللہ نہیں پسند جو سزادیتے ہو۔۔۔ مجھے نہیں پسند۔۔۔ آئی ڈونٹ لائیں ہم۔" وہ معصوم تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ کیا پوچھ رہا ہے۔ کیا بول رہا ہے، چمٹخ کی آواز پورے ہال میں گونج گئی تھی۔ مولوی صاحب کے ہاتھ کی انگلیوں کے نشان اسکے نازک گال پر بری طرح چھپ گئے تھے۔ وہ حیران سامو لوی کو دیکھ رہا تھا جسکے چہرے پر وحشت چھائی تھی۔

"تم بچے نہیں ہو شیطان۔" وہ اسے بازو سے کپڑا کر حویلی لے آئے تھے۔ مولوی صاحب کی پورے علاقے میں بہت عزت تھی۔ جیل صاحب خود انکا بہت احترام کرتے تھے۔

"آپکے گھر میں انسان کے روپ میں شیطان پیدا ہوا ہے سید صاحب۔۔۔ اسے یہاں سے دور لے جائیں اور آئندہ مسجد مت بھیجا باقی بچوں کو بھی خراب کرے گا۔۔۔!!" وہ غصے سے بولتے واپس جا پکے تھے۔

"آپ نے کیا کہا تھا وہ حان بیٹا۔۔۔؟" عائشہ جبیل، اسکی ماں، نے پیار سے پاس بیٹھا کر پوچھا تھا۔ روحان کی بڑی بڑی آنکھوں سے آنسو کا قطرہ پڑکا تھا جو اسکے پھولے گالوں پر پھسل گیا تھا۔ انگلیوں کے نشان ابھی بھی واضح تھے۔

"انہوں نے کہا تھا کہ اللہ نماز نہ پڑھنے پر سزادیتے ہیں میں نے نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا کہ وہ بڑے ہیں۔۔۔ اور پھر میں نے کہا کہ مجھے سزادیتے والا اللہ نہیں پسند۔۔۔ مجھے ایسا اللہ نہیں چاہیے۔۔۔" وہ روتے ہوئے اپنی ماں سے لپٹ گیا تھا۔ عائشہ جبیل کا دل پھٹ گیا تھا جیسے۔

اسکا سوال اتنا بر انہیں تھا کہ ایک معصوم بچے کو شیطان کا نام دے دیا جاتا،

"آج سے میں اپنے بیٹے کو پڑھاؤں گی۔۔۔ میں بتاؤں گی سب۔۔۔" وہ اسے لے کر کمرے میں چلی گئی تھیں۔

ہمارے معاشرے کا یہی المیہ ہے کہ ہمیں ڈرایا جاتا ہے، دھمکا یا جاتا ہے، اللہ کو سزادیتے والا بتایا جاتا ہے، ہمیں صرف یہ کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو نہیں تو اللہ مارے گا۔ ہمیں اللہ کی محبت نہیں سمجھائی جاتی، بندے اور اللہ کا تعلق نہیں بتایا جاتا، وہ بچہ تھا اسکے معصوم سوالوں کے جواب دیئے جاسکتے تھے لیکن اسے شیطان کہہ کر دھنکار دیا گیا تھا۔۔۔ کسی نے نہیں سوچا تھا ان سب کے سخت الفاظ واقعی اسے اللہ سے بہت دور اور اسکا انکار کرنے والا بنا دیگے۔

"یہ نہیں بتایا جاتا وہ تو سب سے زیادہ پیار کرنے والا بھی ہے غفور و رحیم ہے"

وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ سے سیدھا

STC

آئی تھیں۔ یہ سٹوڈنٹس ٹپرہر زینٹر تھا جو ہائل ایریا میں تھا جو ایک چھوٹے سے شاپنگ مال کی طرح تھا، جہاں ضرورت اور پسند کی ہر چیز مل جاتی تھی۔

مہرو کو کچھ چیزیں لینی تھیں۔

"میں تھک گئی ہوں یار۔۔۔" حنم نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ڈیپارٹمنٹ سے وہاں تک پہلی آئی تھیں جو اچھا خاصا فاصلہ تھا۔

"اچھا تم بیٹھو میں چیزیں لے کر آتی ہوں۔۔۔" مہرو شاپ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ رات کو

Stc

پر سٹوڈنٹس کا ایک میلہ لگا ہوتا تھا۔ بہت سے مسکراتے چہرے، وہاں زندگی دوڑتی تھی۔

اچانک حنم کی نظر لڑکوں کے ایک گروپ میں بیٹھے آر جے پر پڑی تھی جو سکریٹ پی رہا تھا۔

"نشی۔۔۔" حنم اسے دیکھ کر بڑھائی تھی۔

اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کر کے آر جے نے چاروں طرف نظریں دوڑائی تھیں اور پھر حنم پر اسکی نظریں رکی تھیں جو اسے ہی دیکھ رہی تھی اور پھر آر جے کے دیکھنے پر نظریں چڑائی تھیں۔

وہ سکریٹ کا دھواں اڑاتے حنم کو دیکھ رہا تھا۔ دھوئیں کے مرغلوں میں حنم کا چہرہ کبھی دھندا جاتا تھا اور کبھی واضح ہو جاتا تھا۔

وہ اسے دیکھ کر ناجانے کی کس گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"لفنگا۔۔" وہ اسے ہی تک رہا تھا۔ حاصلہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور پھر اس شاپ کے اندر چلی گئی تھی جہاں مہرو گئی تھی۔ جبکہ آرچے ابھی تک سوچ کے زیر اثر تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحيم

"السلام علیکم احباب"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔

ناولز کی دنیا" ویب سائٹ / گروپ / پیج دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائیپ کر کے ہمیں بھیجنیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جائے گی۔۔۔

منید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیتے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔۔

Email address :- [Novelskiduniya77@gmail.com](mailto:Novelskiduniya77@gmail.com)

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

( user name @zoyatalib77 ) Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

( پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیچ کے نیچے

### "novels ki duniya" And "website"

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ۔۔۔

شکریہ ۔۔۔

ڈیپارٹمنٹ میں مڈرمن ایگز ام چل رہے تھے۔ سینیار کو کچھ دنوں کیلئے متوج کر دیا گیا تھا۔

ایک ہفتے تک وہ بڑی طرح سے پڑھائی میں غرق رہے تھے۔ آج انکا رزلٹ تھا۔ موقع کے مطابق آر جے نے ٹاپ کیا تھا۔ وہ سب سے اوپر تھا۔ حانم کو اسکے ٹاپ کرنے پر کوئی مسئلہ نہیں تھا البتہ وہ جیران تھی کہ کبھی وہ کلاس میں آجاتا تھا اور کبھی دنوں غائب رہتا تھا، پھر بھی ٹاپ کر گیا تھا۔ البتہ ایک بات پر وہ شکر کرتی تھی کہ کبھی انکی براہ راست بات نہیں ہوئی تھی۔

وہ سینیار روم کے باہر ایسے ہوتا تھا جیسے اسے جانتا ہی نہ ہو۔۔۔

دسمبر کا دوسرا ہفتہ چل رہا تھا۔ سردی کی شدت میں اچانک ہی اضافہ ہو گیا تھا۔ لاہور کا درجہ حرارت پانچ سے چار ڈگری پر چلا گیا تھا۔ حانم بستر میں دبکی پیٹھی تھی۔ باہر چلنے والی تیز ہوا کیس اسے اندر رکے رہنے پر مجبور کر رہی تھیں کیونکہ اسے حد سے زیادہ ٹھنڈ لگتی تھی۔ وہ پوری طرح سے اپنے موبائل میں مگن تھی جب مہرو کی آواز پر چوکی۔

ہانی چلونا

Stc

چلتے ہیں۔۔۔ ”حانم کیلئے مہرو نے گویا دھاکہ کیا تھا۔ وہ ٹھنڈ سے مری جا رہی تھی اور مہرو کو

Stc

جانے کی پڑی تھی۔

نابا۔۔۔ بہت ٹھنڈ ہے۔۔۔ ”حانم نے صاف انکار کیا تھا۔

”یار چلونا۔۔۔ ڈیپارٹمنٹ سے آکر کمرے میں گھس جاتی ہو، ہم کہیں باہر بھی گھونے نہیں جاتے۔۔۔ ”مہرو منمنائی تھی۔

”ابھی فرست سمسیٹر ہے مہرو دوسال پڑے ہیں گھوم لیں گے، ویسے بھی کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے تم نے لاہور نہیں دیکھا۔۔۔ ”

"دیکھا ہے یار لیکن ہم دونوں تب ساتھ نہیں تھیں نا۔ اور میں اچھے سے جانتی ہوں یہ دو سال بھی ایسے ہی گزر جائیں گے تمہیں تو فرق نہیں پڑنے والا۔" حانم کافی

Introvert

قصہ کی لڑکی تھی۔ اپنے کمرے میں رہنا، گل پر چیزیں سرچ کرنا اور کتابیں پڑھنا یہ اسکا اولین مشغله تھا، اسے باہر گھومنا پھرنا ایک حد تک اچھا لگتا تھا وہ ان چیزوں کیلئے پاگل نہیں تھی۔ نہ وہ زیادہ سو شل تھی اس سے فرینڈز نہیں بنائے جاتے تھے اور اسکا ثبوت تھا کہ پوری سکول، کالج اور اب یونیورسٹی لا نے میں اسکی کوئی فرینڈ نہیں تھی سوائے مہرو کے، وہ اکثر حیران ہوتی تھی کہ مہرو اسکی دوست کیسے بن گئی تھی۔؟ یہ شاید مہرو کی پیش قدمی تھی، وہ اپنے آپ میں مگن رہنے والی لڑکی تھی اور لوگ اسے اکثر بورنگ کہتے تھے۔

"کل چلیں گے نا۔ اب تو شام ہو گئی ہے ویسے بھی باہر بہت ٹھنڈا ہے۔"

"اواہ شٹ۔" مہرو نے اپنے سر پر ہاتھ مارا تھا۔

"اکیا ہوا۔؟" حانم حیران ہوئی۔

"یار آج آر جے کا انٹر ویو تھا۔ میں بھول گئی۔"

مہرو فوراً بستر کے اندر گھسی تھی اور لیپ ٹاپ اٹھا کر یو ٹیوب آن کی تھی۔ وہ اسکا انٹر ویو کیسے مس کر سکتی تھی۔ جبکہ حانم افسوس سے سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

"کیسے ہیں آپ مسٹر آر جے۔"

اچھیساہمیشہ سے تھا۔ وہ مسکرا یا تھا۔

"اور آپ ہمیشہ سے کیسے ہیں۔؟" ایکنر نے دوبارہ پوچھا۔

"جیسے ابھی نظر آ رہا ہوں۔"

الیعنی آپ بدلتے نہیں ایک سے رہتے ہیں۔؟" ایکنر نے تصدیق چاہی تھی۔

اجی آپ کہہ سکتی ہیں۔ وہ پھر مسکرا یا تھا۔

"آپ پر چیزیں، موسم اور خوبصورتی اثر نہیں کرتی کیا۔؟" موسموں کا بد لانا آپ کی شخصیت پر کتنا اثر کرتا ہے۔؟" سوال موجود تھا۔

!! کچھ خاص نہیں، مجھے یہ سب چیزیں جلدی متاثر نہیں کر پاتیں۔"

"کمال ہے۔ خیر یہ سب چھوڑیں اپنا حقیقی نام بتائیں مجھ سمتی یہاں بہت سے لوگ نہیں جانتے ہوں گے کہ آر جے کا اصل نام کیا ہے۔؟" ایکنر نے پوچھا۔

"روحان جبیل۔ لیکن لوگ مجھے آر جے کے نام سے ہی جانتے ہیں۔"

آپ کی گرف فرینڈ آپ کو کس نام سے بلا تی ہے۔؟"

"میری گرف فرینڈز۔؟" اس نے گرف فرینڈز پر زور دیا تھا یعنی کوئی ایک نہیں تھی،

بریک اپ سے پہلے جان، بریک اپ کے بعد شیطان۔" اس نے ڈھنائی سے قہقهہ لگایا تھا۔

"اور آپکے پیر نہیں۔۔۔؟؟"

"آر جے تم ایک نمبر کے گدھے اور الو کے پٹھے ہو، تم سے زیادہ بے وقوف کوئی نہیں۔۔۔" سید جبیل کہ آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔  
"لگتا ہے وہ آپ سے کچھ زیادہ ہی پیار کرتے ہیں۔۔۔؟؟" آر جے کو خاموش دیکھ کر اینکرنے پوچھا۔

"وہ کچھ ایکستر اہی پیار کرتے ہیں۔۔۔" آر جے بڑ بڑا یاتھا۔

"آپکو گانے کا شوق کب ہوا۔۔۔؟؟"

"جب میں چھ سال کا تھا۔۔۔"

"آپکی آواز بہت اچھی ہے۔۔۔ جادو کرتی ہے۔۔۔ آپ پروفشنل اور آفیشل سنگر کیوں نہیں بن جاتے۔۔۔؟؟"

"مجھے شوق نہیں۔۔۔" سنجیدہ ساجواب آیا تھا۔

"تو پھر کس چیز کا شوق ہے آپکو۔۔۔؟؟"

"گانے اور تیرنے کا۔۔۔ لوگوں کو تنگ کرنا انکا جینا حرام کرنا، یہ سب کہنا وہ شاید بھول گیا تھا۔

"یہ گدھا مجھ سے مار کھائے گا۔۔۔" سید جبیل کی آواز پر مدیحہ ایک دم اچھلی تھی۔ وہ حوالی آئی ہوئی تھی، اور لاونچ میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی  
جہاں آر جے کا شو چل رہا تھا۔

"اڑے چھوٹے بابا سائیں آپ کب آئے۔۔۔؟؟" وہ ایک دم اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔ سید حوالی میں مرد عورتوں کا اور عورتیں مردوں کا خاص  
احترام کرتی تھیں۔

بڑے بابا سائیں، چھوٹے بابا سائیں اور حشام آج تک مدیحہ کے کمرے میں نہیں گئے تھے۔ کوئی کام ہوتا تو پیغام بھیج کر بلا لیتے تھے۔ ایک آر جے تھا  
جو طوفانوں کی طرح آتا اور جاتا تھا، ناسکی کا ڈر نہ لحاظ، سوانے سید جبیل کے جن سے وہ خار کھاتا تھا۔

"یہ لڑکا نہیں سدھرنے والا۔۔۔ اللہ جانے اسکا کیا بنے گا۔۔۔؟؟" کرتا ہوں اس گدھے کو فون۔۔۔ وہ افسوس کرتے جا چکے تھے جبکہ مدیحہ ایک بار پھر سر جھٹک کر  
انڑو یو کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

"شاہ ہے آپ بہت موڈی"

(moody)

ہیں مسٹر آر جے۔۔۔؟؟" خوبصورت اینکرنے اپنے سامنے شان سے بر اجمان آر جے سے پوچھا تھا۔ یہ

Shining Stars

چینل کا سیٹ تھا۔ جہاں پر زیادہ تر نئی نئی شہرت حاصل کرنے والے نوجوانوں کے انڈرو یو ہوتے تھے۔ اینکر صنم پچھلے کئی مہینوں سے آر جے کو انڈرو یو  
کیلئے بلارہی تھی جو مسلسل انکار کر رہا تھا۔ اسے شہرت کا زیادہ شوق نہیں تھا وہ یہ چیز پروفشنل سنگر بن کر بھی حاصل کر سکتا تھا۔ اچانک اس نے اب انڈرو یو کیلئے ہاں  
کر دی تھی۔

"نہیں۔۔۔ موڑی نہیں ہوں۔۔۔ لیکن میرے موڑ کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔۔۔ میں بہت

Quick

ریپانس دیتا ہوں ہر چیز کا۔۔۔ شاید اسی وجہ سے لوگوں کو ایسا محسوس ہوتا ہے۔۔۔ !! " وہ سنجدہ ساتھا تھا۔

" فرض کریں مسٹر آر جے کہ آپ کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے۔۔۔ کسی سے بھی۔۔۔ کیا ہو سکتی ہے۔۔۔ ؟؟ "

" نیور۔۔۔ لیکن میں ہزار محبیں کر چکا ہوں۔۔۔ "

وہ ہنسا تھا۔

" چلیں محبت ناچھوڑیں پسندیدگی ہی کہہ لیں۔۔۔ کوئی آپ کو اچھا لگنے لگے اور پھر آپ کو محسوس ہو کہ وہ ایک دھوکے باز شخص ہے، فرض کریں وہ آپ کے دل کے بہت قریب ہو جائے، فرض کریں وہ آپ کو چھوڑ جائے اور آپ اسکی یاد میں روئیں کیسے لگا گا آپ۔۔۔ ؟؟ " لڑکیوں کی فرماش پر جو آر جے کی مدد تھیں اینکر صنم اس سے محبت کے بارے میں بہت سوال کر رہی تھی۔

ھاھاھا۔۔۔ اینکر کی بات سن کر آر جے نے زور دار قہقہے لگایا تھا، وہ ہنسا تھا اور پھر ہنسنا چلا گیا تھا۔

" ویری انٹر سٹنگ، بہت دلچسپ ہو گا یہ سب۔۔۔ مجھے اچھا لگے گا اگر ایسا ہوا تو۔۔۔ انفیکٹ میں چاہوں گا اب ایسا ہو۔۔۔ "

وہ بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔ اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ جن میں بہت زیادہ ہنسنے کے باعث اب نبی سی پھیل گئی تھی۔ جس بات کے تصور سے ہی عام لوگ کانپ جاتے تھے کہ انہیں محبت میں دھوکا نا ملے، وہ اس بات پر قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اسکے لیے یہ سب دلچسپ ہو گا۔ لوگ حیران و پریشان سے اسکا شودکھ رہے تھے۔ وہ اپنی سوچ میں سلفائز ہونے کا ثبوت دے رہا تھا، اینکر صنم جانتی تھی کہ آج کا یہ شو سپر ہٹ ہونے جا رہا تھا۔ " ہو ہی ناجائے اس ڈیش کو کہیں محبت۔۔۔ " مہرو نے فل والیوم میں اسکا انٹرویو لگایا ہوا تھا۔ آخری بات سن کر حامم بڑھائی تھی۔ " یار ہانی کچھ تو احترام کیا ہو جانتی ہو وہ سید ہے۔۔۔ " مہرو نے اسے ٹوکا تھا۔

" ہاں تو میں نے کب کوئی گالی دی۔۔۔ میں تو بس ڈیش کہا ہے۔۔۔ اور جسے خود اپنے خاندان کا احساس نا ہو دوسروں سے توقع کیا رکھنی۔۔۔ ؟؟ ؟؟ " وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی، مجال توان جاتی۔

" اللہ معاف کرنا، بس غلطی سے منہ سے نکل گیا۔ ورنہ آپ جانتے ہیں میں ہر انسان کی عزت کرتی ہوں۔۔۔ " وہ اب دل میں اللہ سے معاف مانگ رہی تھی۔

مکی اور آر جے سینٹر پلازہ کے سامنے گاڑی میں بیٹھے تھے، مکی کی نظریں بار بار پلازہ کی طرف اٹھ رہی تھیں جہاں سے انکے دوست نے باہر آنا تھا۔ وہ اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے مکی اچانک چونکا تھا۔ اسے گاڑی سے کچھ فاصلے پر ایک پیزا ہٹ کی طرف جاتی ہوئیں مہرو اور حامم نظر آئی تھیں، یہ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔۔ ؟؟ " انتہا کی دھنڈ پڑ رہی تھی، مہرو اور حامم دونوں گھنٹوں تک آتے کوٹ پہنے بھالوگ رہی تھیں لیکن پھر مکی انہیں پہچان گیا تھا۔ " یہ مہرو کبھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتی۔۔۔ " مکی کی تیوری چڑھی تھی۔

" تمہے کس بات کی فکر ہو رہی ہے؟ تمہاری ہونے والی زوجہ ہے کیا مہرو۔۔۔ ؟؟ " آر جے نے اپنی ہی بات پر چھٹ پھٹا قہقہے لگایا تھا۔

" میرے ہونے والی زوجہ ہو یانہ ہو۔۔۔ لیکن تمہاری قانونی والنف بھی اسی کے ساتھ ہے۔۔۔ ؟؟ " مکی نے تپ کر کہا تھا۔ اسکے اشارہ حامم کی طرف تھا۔

آر جے نے چہرہ اسکی جانب کر کے دیکھا تھا۔ وہ واقعی وہی دونوں تھی۔

”منہ بندر کھوکھی۔“ آر جے نے سنجیدہ سے لبجے میں کہا تھا۔ جب خود پر بات آتی تھی وہ سیریس سے ہو جاتا تھا۔

”ویسے میں حیران ہوں اچھی خاصی لڑکی ہے حامم ابھی تک یونیورسٹی میں یا باہر کوئی بوائے فرینڈ نہیں بنایا اس نے۔۔۔؟؟“ وہ پر سوچ سے لبجے میں کہہ رہا تھا۔  
”کیوں تمہارا دل کر رہا ہے کیا اسکا بوابے فرینڈ بننے کو۔۔۔؟؟“ آر جے کے لبجے میں بلا کی کاٹ تھی۔

”نہیں، میری اتنی مجال کہ میں آر جے کی قانونی والف کی طرف میلی آنکھ سے دیکھوں۔“ ملکی کھسیانی نہیں ہنسا تھا۔

”اچھی بات ہے۔۔۔ دوسو قدم دور رہنا چاہیے اُس سے۔“ آر جے کی بات پر ملکی نے چونک کر اسے دیکھا تھا، اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ آر جے نے مذاق کیا تھا یا یچ میں وہ سنجیدہ تھا۔

۔۔۔۔۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا انکادوست واپس آگیا تھا اور آر جے نے بنا کچھ پوچھے گاڑی آگے بڑھادی تھی۔۔۔

اس رات حامم کو نیند نہیں آ رہی تھی، صبح انہیں یونیورسٹی سے دسمبر کی چھٹیاں ہوئی تھیں۔

آر جے پہچلنے والوں سے یونیورسٹی نہیں آیا تھا۔ وہ اکثر سوچتی تھی کہ اتنی چھٹیاں کرنے کے باوجود بھی ڈیپارٹمنٹ والے اسے کچھ نہیں کہتے تھے، اس دوران ایک سیمینار ہوا تھا جس میں آر جے نہیں تھا اور حامم کو اس میں مزہ نہیں آیا تھا۔ اسکے سوال دماغ کو ہلانے والے ہوتے تھے، وہ سوچنے پر مجبور کر دیتا تھا جبکہ باقی سٹوڈنٹس اتنی گھرائی میں نہیں جاتے تھے۔

اس نے مہرو سے بھی نہیں پوچھا تھا کہ آر جے کیوں نہیں آتا؟ اگر وہ ایسا کرتی تو مہر والا ماؤس سے تنگ کرتی۔ وہ بورہو رہی تھی اور پھر اس نے مہر دکالیپ ٹاپ اٹھا کر اپنے سوالوں کا جواب ڈھونڈنے شروع کیے تھے۔

”روح کیا ہے۔۔۔؟؟“ اس نے ٹاپ کیا تھا، لیپ ٹاپ کی روشنی میں اسکی گرے آنکھیں جگمگ کر رہی تھیں۔

”روح اللہ کا امر ہے۔“

• یسٹلوں عن الروح قل روح من امر ربی۔“

(اقرآن)

اگر روح کی ماہیت کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ابھی تک سائنس اس قدر ترقی نہیں کر پائی کہ آخر روح ہے کیا ایک انسان ہی کو باقی جانداروں سے زیادہ شعور کیوں ہے؟؟ اسکا جواب سائنس کے پاس ابھی تک نہیں ہے۔

لیکن منطقی طور پر اتنا جان لیا گیا ہے کہ روح ہی وہ امر ہے جسکی وجہ سے انسان اپنی اور اپنے ارد گرد ماحول کی بقا کی فکر میں سرگردان رہتا ہے اسی روح کی بدولت وہ موت اقر بعد از موت کیا ہوتا ہے کے جواب کا بھی متنا شی ہے۔ اسکا جواب بھی سائنس کے پاس نہیں ہے کیونکہ سائنس کا دائرہ اختیار سے یہ موضوع باہر ہے۔ ایک بات ذہن میں رکھ لیجئے کہ موت کا تعلق روح سے نہیں موت یا زندگی کا تعلق مادہ کی خاص ترکیبی بناوٹ سے ہے۔ جو ترقی کر کے ایک مائیکروسے میکرو جاندار بن جاتا ہے۔

ممکن ہے فیوجر میں سائنس خود یونی سیولر بنانے کے قابل ہو جائے اور موت پر بھی قابو پالے لیکن یہ ناممکن کے قریب تر ہے۔ لیکن اس مادہ کو شعور دینا انسان کیلئے ناممکن ہی رہے گا۔ وہ شعور جس سے انسان خود ایجادات کرنے کے قابل ہوا ہے۔ ”یعنی روح شعور کا دوسرا نام ہے۔“ حاصل نے زیر لب کہا تھا۔

”کو انظم فرکس کاروہ سے کیا تعلق ہے؟ صرف مذہبی ہی نہیں بلکہ سائنس دان بھی موت سے قبل کے غیر معمولی تجربے کو مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس معاملے کو فقط کو انظم طبیعت کے ذریعے ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ جس کے بارے نیلز بوہر نے پیش گوئی کی تھی۔ نیلز بوہر کے مطابق ایک منع سے متعلق ذرات کے درمیان ایک مضبوط ربط پایا جاتا ہے۔ تاہم آئن اسٹائن نے اسے ”بھوتیارابطہ“، قرار دے کر مسترد کر دیا تھا۔ اس نظریے کے مطابق دو مربوط ذرات یعنی ایک منع سے الگ الگ کیے جانے والے ذرے آپس میں ایک تعلق قائم رکھتے ہیں اور ان کے درمیان یہ ربط کائناتی فاصلے کے باوجود بھی قائم و دائم رہتا ہے۔ کو انظم طبیعت سے وابستہ سائنس دان اب اس نظریے کو مکمل طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ اسی نظریے کو سامنے رکھ کر بعض محققین کہتے ہیں کہ جسم اور روح اسی طرز پر ایک منع سے جڑے دو الگ الگ عناصر میں کے باوجود ان کے نیچے ایک تعلق باقی رہ سکتا ہے۔ تاہم سائنسی طور پر ابھی اس مفروضے کا ثابت یار د کیا جانا باقی ہے۔ اور جسم سے روح دور ہو جانے ”موت کیا ہے۔۔۔؟؟“

طبعی زندگی کا عمل عموماً مختلف اعضاء کے ناکارہ ہونے، قلبی نظام کے تھم جانے، پھیپھوں اور دماغ کے ناکارہ ہونے کی صورت میں رکتا ہے۔ طبی نکتہ ہائے نگاہ سے موت کی مختلف اقسام ہیں، ایک طرف تو ”کلینیکل موت“ ہے، جس میں قلبی نظام رک جاتا ہے، جس کے نتیجے میں آسیجن کی مختلف اعضاء تک ترسیل بند ہو جاتی ہے۔ کلینیکل موت کو ٹالنے کے لیے منہ سے سانس دینے، یا مصنوعی سانس دینے اور سینے کو دبانے سے اسے ٹالنا ممکن ہو سکتا ہے۔

لیکن اگر دماغ ناکارہ ہو جائے، یعنی موت دماغی ہو، تو پھر اسے ٹالنا ممکن نہیں ہوتا۔ گوکے دماغ کی پنج تہوں میں کچھ خلیات برین ڈیتھ کی صورت میں بھی زندہ ہو سکتے ہیں، مگر شعور جاتا رہا ہے۔ یہ بات تاہم اہم ہے کہ دماغی طور پر مر نے والوں کو بھی مصنوعی طریقے سے طویل عرصے تک زندہ رکھا جاسکتا ہے۔ دماغی طور پر مر چکی خواتین کو پچے کی پیدائش تک مصنوعی طور پر زندہ رکھنے کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ دماغی طور پر مر دہ ہو چکے بعض مریض بیر و فی عوام پر رد عمل ظاہر کر سکتے ہیں، تاہم ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کی وجہات ریڑھ کی ہڈی سے وابستہ ہو سکتی ہے اور اصل میں یہ درد یا یہ و فی چھوٹے کارڈ عمل نہیں ہوتے۔“ ایک کرنٹ سا حاصل کے پورے جسم میں دوڑ گیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ موت اٹل ہے۔ اور ہر ذی روح کو اسکا ذائقہ چکھنا ہے۔ لیکن یہ سب پڑھ کر اسکا دل کانپ اٹھا تھا۔ ابھی تو اس نے کوئی تحقیق نہیں کی بس سادے سا جواب ڈھونڈا اور اسے اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔

انسان کے اندر صدیوں جینے کی چاہ صدیوں سے موجود ہے، لیکن موت پھر بھی اٹل ہے۔

وہ ان سوالات پر بہت تحقیق اور ریسرچ کرنا چاہتی تھی لیکن وہ اچھے طریقے سے جانتی تھی کہ موت، حیات اور روح کا علم اللہ کے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم۔ ”موت کے وقت انسان کو کیا نظر آتا ہے۔۔۔؟؟“

”موت کے قریب جا کر واپس آئے والے کئی لوگوں نے بتایا کہ انہیں ایک دلکش روشنی نظر آئی تھی۔ شاید موت اتنی بری یا خوفناک چیز نہیں ہے۔ مگر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ موت سے چند لمحے پہلے اکثر لوگ شدید تکلیف میں ہوتے ہیں۔ یہ تکلیف جانوروں میں نظر آتی ہے۔ مگر موت کے بعد کیا ہوتا ہے یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا، دنیا سے جانے والوں کے ساتھ ہم رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ مگر کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ دوسرے جہان کے کسی شخص سے انکارابطہ ہوا ہے، جسے سائنس ماننے کو تیار نہیں۔ اس قرہءِ ارض پر موت ایک ضرورت ہے۔ یہ چھوٹا سا سیارہ جس کا ستر فیصد سمندر ہے انسانوں یا حیوانوں کی بہت بڑی تعداد کو سنبھال نہیں سکتی۔ اس لئے

اس جہاں میں موت ناگزیر ہے۔ میری ذاتی رائے میں موت اگلے جہاں تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اور اگلے جہاں میں ہم بہت بہتر اور با مقصد زندگی میں داخل ہوں گے۔  
بلکہ شاید ہم اس دن

کا حصہ بن جائیں گے جس میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی"

حاجم نے ایک گہرہ سانس لیا تھا، کچھ ایسا تھا جسے دیکھ کر اسے سکون ہوا تھا، کیا پتا وہ ایک اور جہاں ہو۔۔۔ جہاں واقعی ابدی خوشیاں ہوں۔۔۔  
کیا پتا وہ جہاں اس جہاں سے بہت خوبصورت ہو۔۔۔!! اس نے اپنے دل کو تسلی دی تھی، اسکی آنکھیں اب بند ہو نا شروع ہو گئی تھیں۔  
ا ان سب میں کوئی لا جک نہیں تھا، لا جک اسے خود تلاش کرنا تھا، وہ سونے کیلیے لیٹ گئی تھی اور پھر کچھ دیر بعد وہ نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔

آر جے فٹ بال لیے گراڈ میں پر کیٹھ کر رہا تھا۔ آج انکافت بال مجھ تھا جو ڈیپارٹمنٹ کی ہی مختلف ٹیمز کے درمیان تھا۔ اس نے سامنے دوسرے گراڈ میں دھوپ میں بیٹھی حاجم اور مہرو کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں کسی بات پر ہنس رہی تھیں۔ پانچ منٹ بعد حاجم کے پاس کلاس کا ایک لڑکا آیا تھا۔ آر جے اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسکے ذہن میں کل والی کی بات گھوم رہی تھی۔

"ہیلو حاجم کیسی ہو۔۔۔؟؟" وہ اسکے بیٹھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ وہ دونوں چونکی تھیں۔  
"جی الحمد للہ میں ٹھیک ہوں۔۔۔" وہ حیران سی بتارہی تھی۔

"درالصل مچھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔۔۔"

اسے ملتے ہوں کو دیکھ کر آر جے کا حرکت کرتا ہوا فٹ بال والا پا تھر کا تھا۔ وہ اسکی

Lipsing

سے اسکی بات کو سمجھ رہا تھا۔

"تم بہت اچھا بولتی ہو، میں نے ہمیشہ تمہیں آر جے سے بحث کرتے دیکھا ہے، اور مجھے بہت اچھا لگتا ہے تمہیں سننا۔۔۔" وہ صاف صاف بتا رہا تھا۔ حاجم کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

"شکریہ۔۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"کیا ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں۔۔۔؟؟" میرا مطلب ہے صرف دوست، ویسے بھی ہم کلاس فیلوز ہیں۔۔۔"

اسکی بات کو سمجھ کر حاجم اور آر جے دونوں کا دماغ گھوما تھا، مہرو تو منہ کھولے اس شیر از کو دیکھ رہی تھی۔ اسے موقع نہیں تھی کہ وہ اسکے سامنے ہی بول دے گا۔  
"ہم کلاس فیلو ہی بہتر ہیں مسٹر شیر از۔۔۔"

اب کی بار حاجم کا لجہ سر دھوا تھا۔

"آج چھٹیاں ہو جائیں گی میں چاہتا ہوں ہم نمبر ایکسچنچ کر لیں۔۔۔ ویسے تو کلاس گروپ سے بھی میں لے سکتا تھا لیکن پھر میں نے سوچا شاید تمہیں برا لگے۔۔۔"  
حاجم تو اسکی ڈھنائی پر حیران رہ گئی تھی۔

"مجھے آپ سے بات کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، اور پلیز آئندہ میرے سامنے اس طرح کی باتیں کرنے سے پر ہیز کیجھے گا۔" وہ ایک دم ہی بھڑک اٹھی تھی۔ اور بیگ اٹھا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

اس نے صرف دوستی کا کہا تھا کوئی اور بات نہیں کی تھی۔ لیکن ناجانے کیوں حامم کا رد عمل بہت سخت تھا۔ یونورسٹی میں ابھی دوستیاں کرنا عام سی بات ہوتی ہے۔ دوستی نا بھی ہو اپنے گروپ کے لڑکوں سے اچھی بول چال ہو جاتی ہے۔

"آپ پلیز بیٹھ جائیں، میں ایسے ہی پوچھ رہا تھا سوری اگر برالگا ہو تو۔" وہ اب معدرت کر رہا تھا۔ اور پھر کچھ سننے بنایا ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ وہ کسی کی نظر وہی حصار میں تھے۔  
"یہ کیا ہو رہا تھا۔؟؟" اسکے جانے کے بعد مہروا ایک دم چونکی تھی۔

"مجھے کیا پتا تمہیں نظر نہیں آیا کیا۔؟؟"

حامم غصے سے کھتی لا سبیری کی طرف بڑھ گئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد مہروا اسے کھینچ کر مجھ دیکھنے لائی تھی۔ آربے کی ٹیم اور ایک دوسری ٹیم کھیل رہی تھی۔ دوسری ٹیم میں وہ شیراز تھا۔ کھیل کھیل کے دوران آربے نے شیراز کا نشانہ لے کر فٹ بال پوری قوت سے اسے دے مارا تھا۔ وہ دھڑکام سے اوندھے منہ نیچے گرا تھا۔ حامم حیرت سے منہ کھولے کبھی آربے تو کبھی اس شیراز کو دیکھ رہی تھی جو نیچے پڑا کر اہ رہا تھا اور باقی لڑکے اسکی طرف لپکتے تھے۔

حامم نے دیکھا تھا کہ آربے نے جان بوجھ کر اسے فٹ بال مارا تھا۔ اس سے پہلے کوئی کچھ سمجھتا یا آربے کو کچھ کہتا وہ ہاتھ جھاڑتا ہوا گراڈ سے باہر آیا تھا اور پھر ایک سرد کی نگاہ حامم پر ڈال کر یہ جاوہ جا۔ جبکہ حامم بت بنے اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

حامم کا دل ایک دم کا نپ اٹھا تھا۔ آربے کی سرد نگاہ جو وہ اس پر ڈال کر گیا تھا، حامم کو اسکی سمجھ نہیں آئی تھی۔ شیراز زمین پر پڑا کر اہ رہا تھا۔ فٹبال اسکے سینے پر لگا تھا۔ سٹوڈنٹس اسے اٹھا کر اندر لے گئے تھے۔ حامم کے دل میں اچانک ہی آربے کیلئے نفرت کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔  
اسے بہت غصہ آیا تھا۔ وہ کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتا تھا یہ حامم سمجھ گئی تھی۔

"تم نے شیراز کو کیوں مارا آربے۔؟؟" وہ ٹیرس پر کھڑا تھا۔ ٹھنڈی ہوا میں ایک باریک سی ٹی شرٹ پہنے جب مکی اسکے پیچھے نمودار ہوا تھا۔  
ہاتھ میں جلتے سگار کے وہ فرست سے کش لگا رہا تھا البتہ اسکا ذہن کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔

"میرا دل کر رہا تھا اس لئے۔"

"کوئی تو وجہ ہو گی ناجھے پتا ہے تم بلا وجہ نہیں مارتے۔" مکی اب اسکے باعث طرف آگر کھڑا ہو گیا تھا۔  
"وہ امام حامم کو تنگ کر رہا تھا۔" آربے بات پر مکی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"تو۔؟؟"

"تو یہ کہ یہ اچھی بات نہیں ہے۔" آربے کا لہجہ سخت تھا۔  
"اوہ کم آن آربے۔ یقین نہیں ہوتا یہ تم کہہ رہے ہو۔ کیا تم خود کبھی کسی لڑکی کے قریب نہیں گئے۔؟؟"

"میں نے لڑکیوں کی مرضی سے کیا ہے جو بھی کیا ہے۔۔۔ جبکہ وہ سراسر زبردستی دوست بننے کو کہہ رہا تھا اور آر جے کو زبردستی نہیں پسند۔۔۔"

"ایسا تو ہر جگہ ہوتا ہے، تم کس کس کو مارو گے۔۔۔؟؟ کمی طنزیہ پوچھ رہا تھا۔

"جس جس پر غصہ آئے گا۔۔۔ اسکا لجہ اٹل تھا۔

"اوہ بھائی ہلا کو خان کی اولاد شرط پہن لے۔۔۔ ہر وقت لڑنے مرنے پر تلے رہتے ہو۔۔۔ کبھی ٹھنڈے دماغ سے بھی سوچ لیا کرو۔۔۔" ٹھنڈی ہوا مکی کی ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی وہ آر جے کو تلقین کرتا اندر جا چکا تھا کیونکہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ آر جے ہمیشہ اپنی مرضی کرتا تھا۔ جبکہ آر جے ابھی بھی وہیں کھڑا تھا۔ اسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔

"ہانی واک کرنے چلیں۔۔۔؟؟ ماہم پوچھ رہی تھی۔ دسمبر کی چھٹیاں ہو چکی تھیں۔ حمدان انکل اسے ہاٹل سے لے آئے تھے۔ مہرو اپنے گھر جا چکی تھی۔ وہ جب سے گھر آئی تھی، باہر نہیں نکلی تھی۔

"نہیں مجھے نہیں جانا۔۔۔" حامن نے صاف انکار کیا تھا۔

"یار کیا مسئلہ ہے کبھی بات مان بھی لیا کرو، سب ہی واک کرنے جاتے ہیں، شام کو اتنا اچھا نظر لے ہوتا ہے باہر، میں اور جواد بھی روزانہ جاتے ہیں آج تم بھی چلو نا۔۔۔" ماہم نے منت کی تھی۔

"یار مجھے کام ہے میں نہیں جاسکتی۔۔۔" حامن جان گئی تھی کہ آر جے اسی ٹاؤن میں دو گھر چھوڑ کر رہتا تھا۔ اور اسکی شدید خواہش تھی کہ اسے غلطی سے بھی یہ پتانا چلے کر وہ بھی وہیں رہتی تھی۔ اس لیے وہ باہر جانے سے گریز کرتی تھی۔

"مر و تم۔۔۔ یونہی اکیلے جل بھجن کر اور سڑک کر مر جانا۔۔۔!! ماہم پھاڑ کھانے والے انداز میں کہتی باہر انکل گئی تھی جب اسکی بات پر حامن کا قہقہہ ابھرا تھا۔ وہ اسکے جانے کے بعد بھی کافی دیر تک ہنستی رہی تھی۔

"جور ڈن تم مسٹر جوزف کی کر سمس پارٹی میں چلو گے۔۔۔؟؟" انتحنی نے پیش اپس کرتے جو رُڈن سے پوچھا تھا۔ جب سے مار تھا کی موت ہوئی تھی انتحنی اسے اپنے پاس لے آیا تھا۔

"نہیں۔۔۔" "جو رُڈن نے انکار کیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے تمہیں جانا چاہیے۔۔۔ باہر نکلو گے تو دل کو سکون ملے گا۔۔۔" انتحنی نے خیال ظاہر کیا تھا۔

"میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔۔۔" "جو رُڈن کا لہجہ برف سے بھی زیادہ سرد تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔" انتحنی نے کندھے اپکائیے تھے۔

"ویسے میں نے سنا ہے کہ جوزف کی واٹف پاکستان سے ہے۔۔۔ اور اس کر سمس میں اسکی فیملی بھی آئے گی۔۔۔" انتحنی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ تر چھپی نگاہوں سے جو رُڈن کو دیکھ رہا تھا۔

پاکستان کے نام پر جو رُڈن کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ حرکت کرتے اسکے جسم میں ایک دم ٹھہر اور آیا تھا۔

"اچھی بات ہے۔۔" اس نے اتنا ہی جواب دیا تھا۔ انھنی نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جورڈن اپنی مرضی کرے گا۔  
وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ تیار ہو کر باہر نکلا تھا۔ جورڈن اب لاٹونج میں صوفے پر بیٹھا ہوئی دیکھ رہا تھا۔  
"یہ دعوتی کا رو ہے۔۔ اگر تمہارا موڈ بدل جائے تو آ جانا۔۔ اسکے بغیر اندر داخل نہیں ہونے دینگے۔۔"  
انھنی میز پر کارڈر کھتباہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکہ جورڈن نے اسکی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔

مestr جوزف کا گھر روشنیوں سجا تھا۔ مestr جوزف پیرس مشہور کسینو کا مالک تھا۔ گھر کے باہر بڑے سے لان میں کر سمسٹری بنایا گیا تھا۔ مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔ کچھ دیر پہلے ہونے والی برف باری نے لان کو سفید بنا دیا تھا جس پر کئی سجاوٹ نے اس جگہ کو پریوں کے دیں بدلتا تھا۔

"یہ سب کتنا اچھا ہے نا۔۔ بالکل خواب جیسا۔۔"

ماہی نے پاس بیٹھی ایلا سے کہا تھا۔ ایلا مestr جوزف کی بھتیجی تھی۔ اور وہ ہی ماہی کو اس پارٹی میں لائی تھی۔

ہاں ہر سال ایسا ہی ہوتا ہے۔۔ اسی لیے میں تمہیں یہاں لائی ہوں۔۔" ایلا نے جواب دیا تھا۔ اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتی اسکی نظر گیٹ کی طرف سے آتے جورڈن پر پڑی تھی وہ اسے لمحوں میں پہچان گئی تھی۔ بلیک ڈنر سوٹ پہنے وہ تھوڑا تہذیب یافتہ لگ رہا تھا ورنہ ایلا نے تو اسکا نام ہی جنگلی رکھ دیا تھا۔

"یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔۔؟؟" ایلا کی تیوری چڑھی۔

جورڈن اب مestr جوزف اور انھنی کے پاس کھڑا تھا۔ مestr جوزف اسے کسی بات پر کندھا تھپٹھپا کر داد دے رہا تھا۔

"کس کی بات کر رہی ہو۔۔؟؟" ماہی نے اسکی نظر وں کے تعاقب میں دیکھا تھا۔ اسے بھی جورڈن نظر آگیا تھا۔

"وہی جنگلی۔۔" ایلا نے چباچپا کر کہا تھا۔

"چھوڑو یار۔۔ رات گئی بات گئی" ماہی نے عام سے لبھ میں کہا تھا۔

"لیکن اسے یہاں کس نے بلا�ا ہے۔۔؟؟ ایلا سوچ رہی تھی۔

"اچھا کیا جو رڈن تم آگئے۔۔ میرے کسینو کو چلانے میں تمہارا بہت بڑا کردار ہے۔۔" مestr جوزف اکثر جورڈن کے قصے سنوارتا تھا۔ وہ بہت اچھا فائز تھا۔

"انجوائے کرو۔۔" مestr جوزف اپنا مشروب کا گلاس میں تھامے وہاں سے دوسرے مہمانوں کی طرف چلا گیا تھا۔

"مجھے پتا تھام آؤ گے۔۔" انھنی نے مسکراتے ہوئے جورڈن کے کندھے پر ہٹ کیا تھا۔ جبکہ جورڈن کی نگاہیں وہاں موجود ہر شخص کے چہرے کا

طواف کر رہی تھیں۔ وہ ان چہروں میں مشرقی چہروں کو تلاش کر رہا تھا کہ شاید کوئی اسے اسکی منزل تک پہنچا دے۔

آدمی رات کا وقت تھا جب ایک جھٹکے سے حامم کی آنکھ کھلی تھی۔ آج کافی دنوں بعد اسے اپنا وہ خواب نظر آیا تھا جس میں اسے کوئی آگ کے دریا میں دھکا دے دینتا ہے۔ اسکی سانسیں تیز تیز چل رہی تھیں۔ کچھ منٹ وہ خود پر قابو پاچکی تھی۔ میز پر رکھے پانی کے جگ سے اس نے پانی پیا تھا۔ اسے سردی میں بھی گھبر اہٹ ہو رہی تھی۔ وہ بیڈ سے نیچے اتری اور پھر کمرے میں موجود کھڑکی کو کھول کر اس میں کھڑی ہو گئی تھی۔ تازہ ہوا کے جھونکے نے اسے فریش کیا تھا۔

شور کی آواز پر اس نے دائیں طرف ٹرکر دیکھا تھا۔ آر جے کے گھر کے لان میں اسے کافی لوگ نظر آئے تھے۔ وہاں سے میوزک کی ہلکی آواز بھی آر رہی تھی۔ اس نے گھر کے سامنے گاڑی کو رکتے اور پھر اس میں سے لڑکیوں کو اترتے دیکھا تھا جنکا لباس قبل اعتراض تھا۔ یقیناً وہاں کوئی پارٹی چل رہی تھی۔ اور میوزک کافی تیز تھا جسکی مدد حم آواز حامم تک پہنچ رہی تھی۔ وہ تصور کر سکتی تھی کہ اندر کیا ہو رہا ہو گا۔

غصے اور ناگواری کی ایک لہر اسکے پورے جسم میں دوڑ گئی تھی۔ وہ اسے کچھ کہہ کر اپنی زبان گندی نہیں کرنا چاہتی تھی اسی لیے ٹھاہ کی آواز سے کھڑکی بند کر چکی تھی۔

"ماہی ریڈی ہو جاؤ۔۔۔ تم کچھ سنارہی ہو" ایلا ماہی سے کہتی اپنے انکل کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ریڈی ہو جاؤ۔۔۔؟ لیکن کس چیز کیلیے ایلا۔۔۔؟" ماہی نے حیرت سے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا تھا۔ لیکن ایلا ان سنی کر گئی تھی۔

دو تین منٹ مسٹر جوزف سے بات کرنے کے بعد وہ اب لوگوں کے ہجوم کے درمیان کھڑی ہو گئی تھی۔

"لیڈیز اینڈ جینٹل میں۔۔۔" ایلانے خوشدی سے سب کو متوجہ کیا تھا۔

"جیسے کہ آپ سب جانتے ہیں یہ رات ہمارے کیلیے بہت ہی خاص ہے، تو کیوں نا اس خاص موقع کو مزید خاص بنایا جائے۔۔۔؟" وہ سوالیہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ لوگوں میں سرگوشیاں شروع ہو گئی تھیں۔

"یہاں میری ایک پیاری سی دوست ہے جسے کبھی گانے کا بہت شوق ہوتا تھا۔۔۔" ایلانے گویا دھماکہ کیا تھا۔ ماہی کچھی کھٹی نظر وہیں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پچھلے سال اسے میوزک کا شوق چڑھا تھا اور اس نے میوزک سیکھا بھی تھا باقاعدہ کلاسز لے کر، اسکے گھر میں پیانوں تھاوہ کبھی کبھی بجا لیتی تھی، ہزاروں بار بجانے پر وہ صرف ایک دوبار گنگنائی تھی۔ ماہی کی آواز اچھی تھی۔

لیکن اب جو کام ایلانے کیا تھا ماہی کا دل کر رہا تھا کہ وہ جا کر اس چڑیل کامنہ نوچ لے جو لوگوں کی تالیوں میں اپنی بتیسی کی نمائش کی رہی تھی۔

"آجاؤ ماہی اور اپنی سریلی آواز سے جادو بکھیرو۔۔۔!! ایلانے ایک آنکھ بند کرتے ہوئے شراری انداز میں کہا تھا۔ لوگ اب اسکی طرف دیکھ رہے تھے اور اپنی تالیوں سے اسے آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ ماہی غصے سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور ایلا کی طرف بڑھی تھی۔

"یہ کیا بکواس ہے ایلا۔۔۔؟" ماہی نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا تھا البتہ اسکی آواز دھیمی تھی۔

"تم کب سے روئے والا منہ بنانا کر بیٹھی تھی میں نے سوچا کچھ نیا ہو جائے۔۔۔!! وہ پھر مسکرائی تھی جبکہ ماہی کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

اچانک ساری لاٹھ بند ہو گئی تھیں۔ ایک سپاٹ لائٹ برف سے بنے قالین پر رکھے پیانو پر پڑی تھی جسکے ارد گرد رکھی مشعلیں کسی اور دنیا کا نظارہ پیش کر رہی تھیں۔

ماہی بے اختیار ہی اس پیانو کی طرف بڑھی تھی۔

جور ڈن کر سمس ہمیشہ اپنی ماں کے ساتھ مانتا تھا۔ اسے یاد تھا پچھلے سال بھی مارتا بہت بیمار تھی لیکن پھر بھی اس نے جور ڈن کے ساتھ مل کر کر سمس

Tree

بنایا تھا اور پھر سینٹاوے کپڑے پہن کر اسے خوش کرنے کی کوشش کی تھی۔

وہ اب جوان ہو گیا تھا لیکن مارتا سے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتی تھی۔

مارتا کے یاد آتے ہی اسکی نم ہوئی تھیں اور آس پاس کا سارا منظر دھندا سا گیا تھا۔

جور ڈن کا دل وہاں موجود ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ اس نے بنا نتھنی کو بتانے والپی کیلیے قدم بڑھادیئے تھے جب اسکے کانوں نے ایک بھلی سی آواز سنی تھی۔ وہ پیانو کی آواز تھی،

ایک خوبصورت دھن،

کوئی بجا رہا تھا۔

کوئی دل سے بجا رہا تھا،

جور ڈن کے قدم ساکت ہوئے تھے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا جہاں اسے لوگوں کا ہجوم ایک جگہ نظر آیا تھا۔ وہ بے اختیار کی دھن کی آواز کی طرف بڑھاتا، جسم کا روح سے،

کیوں لگے ہے فاصلہ۔

وہ ایک لڑکی کی آواز تھی۔ وہاں موجود لوگ گول دائرے میں ماہی کے ارد گرد کھڑے تھے۔ اس نے لوگوں کے پیچھے کھڑے ہو کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اسکی طرف ماہی کی پشت تھی۔

میں ہوں یا ہیں بس

میری یہ پر چھائی یاں۔۔۔،

ہے بچھی بس زمین

راتستے ہیں لاپتہ

لنظہ ہوں میں ان کہا،

ہیں یہ سچائی یاں۔۔۔،

وہ گول دائرے میں چلتے ہوئے اسکے سامنے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ جو بھی بہت اچھا گا رہی تھی۔ اسکے سامنے پہنچنے کے بعد جورڈن کے قدم ساکت ہوئے تھے۔

میرے سینے کی خلا۔۔۔

جیسے جنموں کی بلا،

کیوں ناسانسوں سے مٹ

ہیں یہ تنہائیاں۔۔۔،

اسکی آواز میں انہا کا درد تھا۔ وہی درد جو جورڈن کے سینے میں موجود تھا،

اسکی آواز میں اتنی ہی نمی گھلی تھی جتنی جورڈن کی آنکھوں میں رہتی تھی۔ وہ اس وقت جورڈن کو اپنا عکس معلوم ہوئی تھی۔ زمین کو چھوٹی میکی پر بھورے رنگ

کا کوت پہنے، بھورے بالوں کو کندھے ہر بکھرائے، جورڈن کو اس وقت اس پر کسی اداں شہزادی کا گمان ہوا تھا۔

کوئی ہی اندھا سا کنوں،

میرے اندر رہے چھپا

مجھے ملتی ہی نہیں

!!!!!!میری گھر ایماں۔۔۔

!!میرا پچھا چھوڑ دیں مس ماپین حمدان۔۔۔"

حشام کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی اور ماہی کے ہاتھ ایک دم ساکت ہوئے تھے۔ لوگوں کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ ماہی نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو ہاتھ بڑھا کر صاف کیا تھا۔

"تم نے کمال کر دیا ماہی۔۔۔" ایلانے جھکتے ہوئے اسکے گال کو چھوا تھا۔ جورڈن اسے پہنچان گیا تھا۔ وہ وہی لڑکی تھی جسے کچھ ماہ پہلے جورڈن کی وجہ سے چوٹ آئی تھی۔

کر سمس کا کیک کاٹنے کے بعد کھانا لگایا گیا تھا۔

وہ جورڈن کی نظروں میں تھی۔ وہ انکے ساتھ والے ٹیبل پر بیٹھا تھا اور وہ ایسا کیوں کر رہا تھا یہ وہ بھی نہیں جانتا تھا۔

"کاش آج یہاں حشام جیل ہوتا۔۔۔ میں اسے دیکھ پاتی۔۔۔" ماہی نے حسرت سے کہا تھا۔

جیل کے نام پر جورڈن کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ اسکے چہرے کے زاویے ایک دم بدل گئے تھے۔

اچانک ہی اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ جان بوجھ کر انکے قریب بیٹھا تھا کہ انکی باتیں سن سکے۔ لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ لڑکی جیل کو جانتی تھی۔۔۔ جسے وہ ختم کرنا چاہتا تھا۔

حاجم اور آر جے دونوں ایک بس اسٹیشن پر کھڑے تھے۔ ہر طرف بارش ہو رہی تھی، طوفانی بارش، ان دونوں کے علاوہ اس اسٹیشن پر اور کوئی نہیں تھا۔ ڈری سہمی سی حاجم نا جانے کیوں آر جے کو غصہ دلا رہی تھی۔ وہ اسکی جانب بڑھا تھا۔ حاجم سہم کر ایک قدم پیچھے ہوئی تھی۔ وہ دونوں لوہے کی بنی اس چھپتے کے نیچے کھڑے تھے جہاں مسافروں کے انتظار کرنے کیلئے کرسیاں رکھی تھیں۔ لوہے کی چھپت پر طوفانی بارش کے بر سے کی آواز کسی خوناک چڑیل کے چینے جیسی تھی۔ جیسے جیسے وہ اسکی طرف بڑھ رہا تھا حاجم پیچھے ہو رہی تھی۔ اب وہ کنارے پر پہنچ گئی تھی۔ اگر وہ ایک قدم باہر نکلتی تو اسے بارش کا سامنا کرنا پڑتا۔ آر جے نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ جہاں ڈر تھا اور الجما تھی کہ "مجھے بخش دو،"

لیکن وہ بخشنے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر حاجم کو دھکا دیا تھا۔ وہ باہر سڑک پر گری تھی۔ اچانک پانی کا رنگ سرخ ہوا تھا اور بارش خونی بارش میں بدل گئی تھی۔

حاجم کی چینیں بلند ہوئی تھیں۔ دیکھتے دیکھتے بارش اب آگ کا روپ دھار گئی تھی۔ جو اسے بڑی طرح سے جھلسرا رہی تھی۔ حاجم کی دل دھلا دینے والی چیز ابھری تھی۔ اور آر جے ہٹ بڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ کتنے ہی پل وہ شاکلہ بیٹھا رہا تھا۔ اسکے دل کی دھڑکن بہت تیز چل رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر چہرے پر آیا پسینہ صاف کیا تھا۔ اگر وہ خواب تھا تو اس نے اپنی پوری زندگی میں اتنا برآخواب نہیں دیکھا تھا۔ وہ لوگ صحیح پائچ بجے سوئے تھے۔ ساری رات تیز میوزک میں بے ہنگم ڈانس کرتے تھک چکے تھے۔ صحیح فجر کی اذان کے وقت میوزک بند ہوا تھا۔ اپنے کمرے سے باہر نکلنے کے بعد وہ اب نیچے آیا تھا۔ پورا لاونچ بکھرا تھا۔ کانچ کی بوتلیں، کین کے ڈبے، کھانے پینے کی چیزیں ہر جگہ پڑی نظر آ رہی تھیں۔ آر جے کا دماغ گھوما تھا۔ وہ ابھی ایک گھنٹہ پہلے سویا تھا۔ ابھی چھ بجے رہے تھے۔ لیکن راتیں لمبی ہونے کی وجہ سے باہر اندر ہمرا تھا۔ اسکے پچھے دوست رات کوہی جا چکے تھے جبکہ کچھ گیست روم میں سوئے پڑے تھے۔

لاؤنچ میں ایک صاف سترہ اصوفہ دیکھنے کے بعد وہ اس پر بیٹھ گیا تھا۔ خواب نے اسے بڑی طرح ڈرا دیا تھا۔ نیند تھی کہ اس پر غلبہ پار رہی تھی اور پھر وہ کچھ دیر بعد گھری نیند سوچا تھا۔

چھٹیاں کیسے گزریں تھیں پتا ہی نہیں چلا تھا۔ وہ اکتیس دسمبر کا دن تھا۔ مہر و صحیح سے اسے فون کر رہی تھی۔ مہر اور حاجم کی کلاس میں ایک لڑکی اور لڑکے سے اچھی بول چال ہو گئی تھی۔ انفیکٹ لڑکی تو اب انہیں اپنی فریندز ہی کہتی تھی۔ جس کا نام اقصی تھا۔

"ہانی مان جاؤ نا پلیز دیکھو اقصی مجھے روزانہ فون کال کرتی ہے وہ چھوٹی سی نیو ایئر پارٹی دے رہی ہے۔ ہم چلتے ہیں نا۔" مہر اسکی منتیں کر رہی تھی۔

مہر و میرارت کے فنکشن اٹینڈ کرنے کو دل نہیں کرتا یہ تم بھی جانتی ہو۔ اور پھر نیو ایئر۔ بارہ بجے تک۔ "حاجم سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

میر انہیں تو اقصی کا ہی دل رکھ لو۔ وہ اسپیشل ہمارے لیے یہ سب کر رہی ہے۔ ہمیں جانا چاہیے۔" مہر و چاہتی تھی کہ وہ کسی طرح مان جائے۔

"میں اتنی رات گئے تک باہر نہیں رہ سکتی امی پریشان ہو گی۔"

"آنٹی سے میں بات کر لو گی بس تم ہاں کرو۔ ہم نو دس بجے تک واپس آجائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔" حنم نے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔ وہ جانتی کہ مہرو سے منا کر ہی دم لے گی۔

اقصی کا گھر گلبرگ میں تھا۔ وہ دونوں سات بجے کے قریب اسکے گھر پہنچ گئی تھیں۔ مہرو کا ڈرائیور انہیں چھوڑ گیا تھا اور اس نے ہی لینے آنا تھا۔ اقصی نے خوشی سے انکا استقبال کیا تھا۔ اسکے گھر میں اسکی بہن، امی اور ملازموں کے علاوہ اور کوئی مرد نہیں تھا۔ حنم کو یہ دیکھ کر تھوڑا اطمینان ہوا تھا۔ کلاس کی کچھ اور لڑکیاں اور اقصی کی کمزور بھی تھیں۔ ان سب نے مل کر باربی کیوں کیا تھا۔ غرض کہ فنکشن اچھا جا رہا تھا۔ آربجے آئے گا نا۔۔۔؟؟" اقصی کی ایک کزن نے دھیرے سے اسکے کان میں پوچھا تھا۔

"اللہ کرے آجائے۔۔۔ بہت متین کی تھیں مکی کہ کسی طرح وہ اسے لے آئے۔۔۔ وہ کہہ رہا تھا کہ آربجے آج تک اپنے رشتے داروں کے گھر بھی نہیں گیا اسکا آنا ممکن ہے۔۔۔" اقصی کا لہجہ افسردہ تھا۔ "تو تم کہہ دیتی کہ ہم باہر کر لیں گے فنکشن۔۔۔" "میں نے کہا تھا۔۔۔ اب دیکھو"

"یہ وہی لڑکی ہے ناجسکی آربجے سے نہیں بنتی۔۔۔؟؟" اقصی کی کزن نے سنبھالی بالوں والی لڑکی طرف اشارہ کیا تھا۔ جسکے بال کمر پر بکھرے پڑے تھے۔ جن میں نیچے سے کرل ڈالے گئے تھے۔

"ہاں یہ ام حنم ہے، ویسے تو بہت اچھی ہے لیکن آربجے کو کافی ناپسند کرتی ہے۔۔۔" "ہمسمم۔۔۔ اسے دیکھ کر لگتا بھی ہے۔۔۔"

حنم مہرو کے ساتھ باربی کیوں کرنے میں مگن تھی۔ وہ کافی انجوائے کر رہی تھی۔ انہوں نے لان میں ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ اچانک کافی شوراب برداشت کھلا تھا اور پھر اندر کافی سارے لڑکے آئے تھے۔ حنم کا رنگ تو لڑکوں کو دیکھ کر پھیکا پڑا تھا۔ مہرو نے اسے کہا تھا کہ وہاں کوئی لڑکا نہیں ہو گا۔۔۔ اور اب۔۔۔ حنم نے ایک شکایتی نظر مہرو پر ڈالی جو نظریں چرائی تھیں۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ مہرو نے حنم سے جھوٹ بولتا اور دھوکا دیا تھا۔

حنم اپنا ڈوپٹہ سر پر ڈالتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ حنم کا دل دکھا تھا اسے مہرو سے اس درجہ بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔ وہ اچھے سے جانتی تھی جس فنکشن میں لڑکے ہوتے تھے وہاں حنم کو ان کفریبل محسوس ہوتا تھا۔ وہ سیدھا اقصی کے کمرے میں آئی تھی۔ اس نے سب سے پہلے گھر فون کیا تھا۔

"ای رحیم انگل کو مجھے لینے بھیج دیں ماہم کو ایڈریس پتا ہے۔"

"میں نے اسے پنڈہ منٹ پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ میرا پنڈہ بیٹھا جا رہا تھا۔" حنم نے سکون کا سانس لیا تھا۔ بالوں کو اچھے طریقے سے باندھنے کے بعد اب وہ اپنے ڈوپٹے سے جا ب کرنے میں مصروف تھی۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ اب ڈوپٹہ نہیں ہلنے والا اس نے اپنا کوت اٹھا کر پہنا تھا۔ جو یہاں آنے کے بعد اتار دیا تھا۔ جیسے ہی وہ دروازے کی طرف بڑھی دروازے میں کھڑے انسان کو دیکھ کر دھک سے رہ گئی تھی۔ آربے دروازے میں کھڑا بتیسی نکالے اسے دیکھ رہا تھا۔ حامم کا اسے اپنے سامنے دیکھ کر سر چکرا گیا تھا۔ اسکے فرشتوں نے بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ یہاں آئے گا۔ وہ خود پر قابو پاتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔

"راستہ دو۔" حامم نے لجھ کو سخت بنانے کی کوشش کی تھی۔ البتہ اسکا نازک سادل کانپ رہا تھا۔ "اگر نہیں دیا تو۔؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

یہ پہلی مرتبہ تھا جو وہ دونوں اس طرح ذاتی طور پر آمنے سامنے آئے تھے۔ نہیں تو اکثر سیمینار روم میں ہی ملتے تھے۔ "یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے سمجھ آئی۔ شرافت سے راستہ چھوڑو میرا۔" اسکی بات پر آربے کا قہقهہ بلند ہوا تھا۔ "شرافت نام کی چیز مجھے چھو کر نہیں گزری۔ میں بس یہاں پر کچھ چیک کرنے آیا تھا۔" وہ پر اسرار سے لجھ میں کہتا اسکی طرف بڑھا تھا۔ حامم ایک دم اچھلی تھی لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی۔

"میں نے سنا ہے مس ام حامم۔" وہ اسکی طرف جھک کر بہکد بہکد سا کہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتا حامم کا ہاتھ اٹھا تھا۔ اور آربے دنگ رہ گیا تھا۔ "اپنی بکواس بندر کھو، تم ہو ہی گھٹیا۔"

وہ اسکے منہ پر تھپٹ مارنے کے بعد اب وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

"میں نے سنا ہے کہ مس ام حامم باقی لاکیوں سے بہت الگ ہے، وہ دوسروں کی طرح آربے کی خوش آمد نہیں کرتی، میں نے سنا ہے وہ واحد لڑکی ہے جو آربے کو دل سے ناپسند کرتی ہے۔"

"اور میں نے بالکل ٹھیک سنا ہے مس ام حامم۔ تم واقعی الگ ہو۔" وہ قہقهہ لگا کر ہنسا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ اسے یہاں آنے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ یہاں جس کام کیلئے آیا تھا وہ پورا ہو چکا تھا۔ وہ اپنے گال پر ہاتھ رکھے اسے سہلا رہا تھا۔ البتہ ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ زندگی میں ایسا بہلی بار ہوا تھا کہ کسی نے آربے پر ہاتھ اٹھایا تھا اور بد لے میں اسے غصہ نہیں آیا تھا بلکہ وہ مسکرا رہا تھا۔

حامم لاٹ کھڑاتے قدموں کے ساتھ باہر آئی تھی۔ اسکا دل ابھی تک کانپ رہا تھا۔ اسے امید نہیں تھی کہ آربے یوں اکیلے میں اسکے قریب آنے کی جرات کرے گا۔

"ہانی میری بات سنو۔" مہرو اسکے پیچے لپکی تھی۔ لیکن وہ ان سنی کرتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ہانی رک جاؤ۔ پلیز" وہ اسکی منتیں کر رہی تھی لیکن حامم کو لگا تھا کہ اگر وہ رکی تو کچھ غلط کر دے گی۔ اپنے ساتھ یا مہرو کے ساتھ۔ "ہانی۔" مہرو نے پھر پکارہ۔

"میرے پیچھے مت آو۔۔" وہ ایک دم رکتے ہوئے چینی تھی۔ حامم کا چہرے غصے کو ضبط کرنے کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔ مہرو کے چودہ طبق روش ہوئے تھے اسے اندازہ نہیں تھا کہ حامم اتنا غصہ کرے گی۔ اسکے اس طرح چلانے پر مہرو کے قدم رک گئے تھے۔ اور حامم خاموشی سے گیٹ پار کر گئی تھی۔ مہرو کو اب افسوس نے گھیر لیا تھا۔

اسے محسوس ہوا رہا تھا کہ اس نے کتنی بڑی غلطی کر دی تھی۔ حامم کے جانے کے بعد مہرو بھی گھر چلی گئی تھی۔ اسکے بعد آرجے اور باقی ٹڑکے، لٹکیاں بھی نیا سال منانے کیلیے باہر جا چکے تھے۔

حامم گھر آنے کے بعد خوب روئی تھی۔ اسے احساس ہوا تھا کہ اگر اسکے تھپڑ مارنے پر آرجے اسے سزا دیتا تو۔؟؟ اگر وہ مستقبل میں اسکے مارے گئے تھپڑ کو معاف ناکرے تو۔؟؟ اسے اپنا سر پھلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ بالآخر رات کے آخری پھر رونے کے بعد، سر میں ہونے والے درد کی وجہ میڈیسین لے کر وہ مشکل سے ہی سوگئی تھی۔

یونیورسٹی پانچ جنوری کو اوپن ہوئی تھی۔ مہرو نے اسے سینکڑوں مرتبہ فون کیا تھا لیکن حامم نے بات نہیں کی تھی۔ وہ اسے شدید ناراض تھی۔ تحک ہار کر مہرو نے بھی فون اور میسجزر کرنے بند کر دیئے تھے۔ اب وہ اسے یونیورسٹی میں ہی منانے والی تھی۔

چھٹیاں کب ختم ہوئیں کچھ پتا ہی نہیں چلا تھا۔

چار جنوری کی شام کو ڈرائیور نے حامم کو ہاشل چھوڑا تھا۔ مہرو بھی کچھ دیر پہلے ہی آئی تھی۔

کمرے میں داخل ہونے پر حامم نے مہرو کو دیکھ کر سر سری سا سلام کیا تھا۔ اسکا غصہ کافی حد تک ٹھنڈا ہوا چکا تھا۔

مہرو اسے غور سے دیکھ رہی تھی جو سنبھیڈ سی اپنے کپڑے الماری میں رکھ رہی تھی۔

"ہانی۔" مہرو نے اسے پکارہ تھا۔ اسے حامم کی خاموشی سے وحشت ہو رہی تھی۔

"بولو۔" حامم کا لہجہ سرد تھا۔ جبکہ مہرو کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیسے بات کرے؟ کیسے معافی مانگے۔؟؟؟"

"ناراض ہو۔؟؟" مہرو نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔ اسکا چہرہ مر جھایا ہوا تھا۔

"نہیں۔ ناراض کیوں ہوں گی میں تم سے۔؟؟" وہی روح کو چیرتا سرد پن۔

"یار پیلیز غصہ کرو ناجھ پر۔۔ چینو چلاؤ برا بھلا کہو مجھے لیکن یوں نظر انداز مت کرو۔!! مہرو کا لہجہ آخر میں نم ہو گیا تھا۔ حامم اب موبائل چارچ پر لگا رہی تھی۔ ایک پل کیلے اسکے ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔ مہرو اپنے سے جانتی تھی کہ حامم برا بھلا نہیں کہتی تھی وہ بس خاموشی کی موت مارتی تھی۔

"دیکھو اقصی نے کہا تھا اسکی کمزوز آرجے سے ملنا چاہتی ہیں۔۔ اگر آرجے آگیا تو اسکی دلیبوڑھ جائے گی اسکی کمزوز کے نزدیک، اور آرجے کا اسکے بلاںے پر آنا نا ممکن تھا۔ اسی لیے اس نے تمہیں بلایا، کیونکہ وہ جانتی تھی آرجے اور تم ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہیں، اگر تم آو گی تو تمہارا موڈ خراب کرنے وہ ضرور آئے گا۔" مہرو نے ڈرتے ڈرتے سچائی بتائی تھی۔۔

"میں کوئی سیڑھی نہیں ہوں مہرو جسکے ذریعے لڑکیاں آر جے تک پہنچنا چاہتی ہیں۔۔۔ میں ایک انسان ہوں اور مجھے دھوکے سے شدید نفرت ہے۔۔۔ بالآخر وہ بول پڑی تھی۔ حامم کی آواز رندھ گئی تھی۔ سب نے مل کر اسے آر جے کیلئے دھوکا دیا تھا اور یہ بات اسے دکھ پہنچا رہی تھی۔" معاف کر دو پلیز آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔۔۔ میں قسم اٹھاتی ہوں آئندہ کبھی ایسا کچھ نہیں کروں گی۔۔۔ "مہرو روتے ہوئے اسکے لگ گئی تھی اور اس سے زیادہ تو حامم بھی اس سے ناراض نہیں رہ سکتی تھی۔

حامم نے سیمناہال میں جانا چوڑ دیا تھا۔ جہاں اسے آر جے کی موجودگی محسوس ہوتی وہ اس جگہ سے سو قدم کے فاصلے پر رہتی تھی۔ انکا ب تک دوبارہ آمنا ساما نہیں ہوا تھا۔ شاید وہ خود بھی حامم کو نظر انداز کر رہا تھا۔

حامم اسے سمجھ نہیں پہنچی تھی، عجیب شخص تھا کام کرنے کے بعد ایسے ہو جاتا تھا جیسے وہ کام اس شخص نے نہیں کسی بلکہ اور نے کیا ہو۔۔۔ اور جب سامنے آتا یا بولتا تھا تو محسوس ہوتا تھا کہ وہ کچھ نہیں بھولتا۔ لیکن وہ شکر ادا کر رہی تھی کہ تھپڑ کے بد لے میں آر جے کی طرف سے اب تک کوئی پیش قدی نہیں ہوئی تھی۔ حامم نے یہ بات بھی مہرو کو نہیں بتائی تھی کہ اس نے آر جے کو تھپڑ مارا تھا۔۔۔ یقیناً یہ سن کر مہرو کو اٹک ہو جانا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ وقت جیسا گزر رہا تھا۔۔۔ اسے گزرنے دیا جائے۔۔۔ وہ کوئی تماشہ نہیں چاہتی تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ خاموشی سے بھتی زندگی کی پر سکون ندی میں ایسا پتھر گرنے والا تھا جو اسکی زندگی کے بہاؤ کا رخ ایک پل میں پلٹ دے گا۔

ان کے فائل پیپر شروع ہونے والے تھے۔ حامم اور مہرو ڈیپارٹمنٹ کے لان میں دھوپ میں بیٹھی پریلٹیکلز کی نوٹ بکس تیار کر رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر لکھنے کے بعد مہرو بور ہو گئی تھی۔

ہانی اچھا یہ بتاؤ تمہیں اپنی زندگی میں کیا لڑکا چاہیے۔ مطلب لا نف پار ٹنر۔۔۔؟" مہرو نے اچانک ہی کاپی کو ایک طرف رکھ کر اشتیاق سے حامم سے پوچھا تھا۔

"کبھی سوچا نہیں۔۔۔" حامم نے موبائل سے کچھ دیکھ کر کاپی پر لکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"پھر بھی یا۔۔۔ کچھ تو، کچھ تو ایسا ہو گانا جسکی تمہیں خواہش ہو، جو تمہیں لگے کہ میرے ہسبنڈ میں یہ بات ہونی چاہیے۔۔۔؟" مہرو بند تھی۔

"نمیم۔۔۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا لا نف پار ٹنر ایک سکالر ہو، ایک اسلامک سکالر۔۔۔" حامم نے کچھ دیر بعد سوچتے ہوئے جواب دیا تھا۔ وہ شاید دنیا کی پہلی لڑکی نے جس نے اپنے جیون ساتھی کے بارے میں ایسی خواہش کی تھی۔ مہرو اسکی بات پر ہونک بنی اسے دیکھ رہی تھی۔ اور پھر اسکا قہقهہ بلند ہوا تھا۔ وہ اب پاگلوں کی طرح بنس رہی تھی۔

حامم نے مہرو کے اس طرح کے رد عمل پر خشمگین نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

"تم۔۔۔ یعنی تم چاہتی ہو کہ تمہارا شوہر ایک مولوی ہو۔۔۔؟"

مہرو بنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

"جی نہیں۔۔۔ میں نے مولوی نہیں کہا۔۔۔" حامم نے خفگی سے کہا تھا۔

"تو پھر سکار کون ہوتا ہے۔۔۔؟؟ مہروں کو اپنی دوست پر حیرانی ہو رہی تھی۔

"ایک ایسا شخص جسکے پاس بہت سا علم ہو، ایک ایسا شخص جسکے پاس لوگ اپنی الجھنیں لے کر آتے ہوں۔۔۔ ایک ایسا شخص جو لوگوں کے دل پھیر دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔۔۔ بیشک بدایت دینا اللہ کا کام ہے لیکن اس میں کچھ ایسا ہو جس سے لوگ متاثر ہو جائیں۔۔۔ وہ جو اسلام کا ایک غلط تصور لوگوں میں ذہن میں ہے، وہ شخص اس غلط تصور کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔۔۔ !!!" یہ سب کہتے ہوئے حامم کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔  
"نا ممکن۔۔۔!!" مہروں نے نفی میں سر ہلا کیا تھا۔

"کیوں ناممکن کیوں۔۔۔؟؟"

"کیا تم نے کبھی ایسا انسان دیکھا ہے ہافی جو ایک میوٹنٹ

### (Mutant)

ہو۔۔۔؟ یعنی جسکے کروموسومز میں جینیٹکلی میوٹنٹز آئی ہوں اور میوٹنٹر اس شخص کیلئے فائدہ مند ثابت ہوئی ہوں۔۔۔؟؟؟"

"میوٹنٹ دیکھا ہے لیکن فائدے مند نہیں۔۔۔" حامم نے دماغ پر زور دیتے ہوئے جواب دیا تھا۔ اس نے ہمیشہ ایسے میوٹنٹ دیکھے تھے جو میوٹنٹر (تبدیلیوں) کی وجہ سے ابنا مل ہوتے تھے۔ انکے پرانے محلے میں بھی ایسے بچے تھے جو ٹھیک سے بول نہیں پاتے تھے، کچھ چل نہیں سکتے تھے، بڑا سارہ ہوتا تھا اور کمزور ہاتھ پاؤں۔۔۔ کچھ ایسے بھی تھے جو روتے تھے ایسا لگتا تھا جیسے بلی رو رہی ہو۔۔۔ یہ سب میوٹنٹر سے ہونے والی بیماریوں کی علامات تھیں۔  
لیکن اسے کبھی کوئی ثابت میوٹنٹ نہیں ملا تھا۔ جو نارمل سے بھی غیر معمولی ہو۔

"تو پھر تمہاری یہ خواہش بھی کچھ ایسی ہی ہے۔۔۔ مجھے نہیں لگتا تھا تمہیں کوئی ایسا انسان ملے گا۔۔۔ مجھے تو سینکڑوں مولوی نظر آتے ہیں جو فرقہ واریت پر بات کرتے ہیں۔۔۔ دین پر نہیں۔۔۔" مہروں نے ایک کڑوی سچائی بیان کی تھی۔ آج کے دور میں زیادہ تر ایسا ہی ہو رہا تھا۔

اچھا چلو یہ سب چھوڑو۔۔۔ یہ بتاؤ کہ وہ تمہارے لئے کیا کرے؟ کچھ خاص۔۔۔ جو تمہیں اچھا لگے۔۔۔ جو تمہاری خواہش ہو۔۔۔؟؟؟" آج مہروں اس سے جانے کیا اگلوانے والی تھی۔

"اگر ثواب اور گناہ کے دائرے سے باہر نکل کر خواہش کی جائے تو میں چاہتی ہوں کہ وہ خوبصورت برستی بارش میں میرے لیے کچھ گنگناۓ۔۔۔ صرف میرے لئے۔۔۔"

حامم کے چہرے پر ساتوں رنگ جھمل کر رہے تھے۔

"یعنی تم چاہتی ہو کہ تمہیں آر جے ملے۔۔۔؟؟" مہروں کا پھر سے قہقہہ بلند ہوا تھا۔ وہ آج حامم کی عجیب و غریب خواہشات سن کر پاگل ہو رہی تھی۔

"لا حولہ ولا قوۃ الا باللہ۔۔۔ آسْتَغْفِرُ اللَّهَ، آسْتَغْفِرُ اللَّهَ،" مہروں کی بات پر حامم نے ایسے رد عمل کا اظہار کیا تھا جیسے آر جے کوئی انسان نہیں بلکہ شیطان ہو۔۔۔ اب وہ کھاجانے والی نظر وہ سے مہروں کو گھور رہی تھی جو ہمیشہ آر جے کا نام لے کر اس کا موڈ خراب کرتی تھی۔

"اچھا یا رسولی اب نہیں ہنستی۔۔۔" مہروں نے معدرات کی تھی۔ اس نے کافی دنوں بعد حامم کے سامنے آر جے کا ذکر کیا تھا۔

"ویسے آر جے کو

New Hair cut

"بہت سوٹ کر رہا ہے۔۔"

مہرو نے کمی کے ساتھ ڈیپارٹمنٹ سے باہر جاتے آر جے کو دیکھ کر کہا تھا۔ وہ دو دن بعد ڈیپارٹمنٹ آیا تھا اور فوراً ہی کمی اسے بلانے آگیا تھا۔ اسکے باال گھنے تھے۔ جو گر دن کو چھوٹے تھے۔ لیکن اب پیچھے سے کٹ چکے تھے اور جیل لگا کر سر پر موجود بالوں کو کھڑا کیا گیا تھا۔ "اس میں سوٹ کرنے والا کیا ہے۔۔؟ ایسے لگتا ہے جیسے بالوں کا ایک ٹوکرہ اس سر پر رکھ دیا ہو۔۔ ہونہہ" حامنے ناک سے مکھی اڑانے والے انداز میں کہا تھا۔ "واہ واہ۔۔ اسکے اتنے اچھے ہیں اسٹائل کو تم نے ٹوکرے کا نام دے دیا ہے۔۔" "مہرو کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔" ویسے یہ ٹوکرہ اس زبان کا الفاظ ہے۔۔؟؟"

"مجھے خود نہیں پتا۔۔" حامنے دونوں ہاتھوں کو منہ پر رکھتے ہوئے جواب دیا تھا جیسے کچھ غلط کہہ دیا ہو۔ اور پھر دونوں کی ہنسی فضا میں بکھر گئی تھی۔

"کیا تم ایک نئی کامیابی کیلئے تیار ہو۔۔؟؟" حشام پر جوش سا پوچھ رہا تھا۔ آج آر جے کی

Convocation

تھی۔ اسے ایم بی اے ڈگری ملنے والی تھی۔ اور ساتھ گولڈ میڈل بھی۔۔

اس نے اس بار بھی ٹاپ کیا تھا۔ حشام اسکی کامیابی کو لے کر بہت خوش تھا۔

"میں ہمیشہ تیار رہتا ہوں شاموکا کا۔۔" آر جے نے جواب دیا تھا۔ "گھر میں سب بہت خوش ہوں گے۔۔ بی جان، مدحہ، بڑے اور چھوٹے بابا سائیں۔۔"

"ڈیڈ کا تو تم رہنے ہی دو۔۔ انکے نزدیک تو میں گدھا ہی ہوں۔۔ اب گدھا چارہ کھائے یا سونا۔۔ انہیں فرق نہیں پڑنے والا۔۔" آر جے نے خفگی سے کہا تھا۔ "ھاھا۔۔ واہ آر جے کیا لا جک نکالا ہے۔۔ ویسے تم مان گئے آخر کہ تم ایک گدھے ہو۔۔"

"شاموکا کا۔۔" وہ احتجاجاً چلا یا تھا۔

"چھوٹے بابا سائیں کے نزدیک۔" حشام نے بات پوری کی تھی۔ وہ ہنس دیا تھا۔ وہ خوش تھا آر جے کی کامیابی پر، لیکن آر جے۔۔؟؟ وہ ان سب چیزوں کا عادی تھا۔ اسے کیا فرق پڑنے والا تھا۔۔؟؟

"تو یہ تھیں میوٹیشن سے ہونے والی بیاریوں کی اقسام۔۔ اب ہم انکی تفصیل پڑھیں گے۔۔!! پروفیسر نے پرو جیکٹ پر کچھ پوائنٹس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

جنینیک آیولوشن پر انکی کلاس ہو رہی تھی کہ کیسے وقت کے ساتھ ساتھ کرو موسوza اور جین میں تبدیلیاں آئیں۔۔ اور اب کیوں ان تبدیلیوں کی وجہ سے بیماریاں زیادہ ہو گئی تھیں۔۔

ارتقاء کہتا کہ پہلے ایک سیل تھا پھر ڈبل ہوئے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ بندروں سے انسان وجود میں آئے۔۔ یہ ارتقلہ کا نظریہ ہے۔۔ لیکن ہمیں اسلام کچھ اور بتاتا ہے کہ ہم سب حضرت آدم علیہ اسلام کی اولاد ہیں۔۔!! پروفیسر یکھر دے رہے تھے۔ "اس سے پہلے کہ ہم آگے چلیں میں آپ

لوگوں ایک دلچسپ بات بتانا چاہتا ہوں جسے سن کر یقیناً آپ لوگ حیران ہونگے۔!! "کچھ یاد آنے پر پروفیسر ابراہیم کی آنکھیں چمکی تھیں۔ حنم ایکٹو ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ پروفیسر ابراہیم اکثر انہیں دلچسپ معلومات سے نوازتے رہتے تھے۔

: "امریکی ایکولوجسٹ ڈاکٹر ایلیس سلور کی تہمکہ خیز ریسرچ، انہوں نے اپنی اس ریسرچ میں کہا ہے کہ "انسان زمینی مخلوق نہیں ہے انکی اس ریسرچ کی بنیاد پر ارتقاء

(Evolution)

کے نظریات کا جنازہ اٹھ گیا ہے، ارتقا ایک سائنس دان لاجواب ہو چکے ہیں،

"!! انسان زمین کا ایلین ہے ایسا وہ کہتے ہیں۔"

انکی باتیں سن کر حنم چونکی تھی۔

ڈاکٹر ایلیس سلور

(Ellis Silver)

نے اپنی کتاب

(Humans are not from Earth)

میں تہمکہ خیز دعویٰ کیا ہے کہ انسان اس سیارے زمین کا اصل رہائشی نہیں ہے بلکہ اسے کسی دوسرے سیارے پر تخلیق کیا گیا اور کسی وجہ سے اس کے اصل سیارے سے اس کے موجودہ رہائشی سیارے زمین پر پھینک دیا گیا۔

پروفیسر ابراہیم نے دلچسپی سے بتانا شروع کیا تھا۔

ڈاکٹر ایلیس جو کہ ایک سائنس دان محقق مصنف اور امریکہ کا نامور ایکولوجسٹ

(Ecologist)

ہے اس کی کتاب میں اس کے الفاظ پر غور کیجیے۔ ذہن میں رہے کہ یہ الفاظ ایک سائنس دان کے ہیں جو کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتا۔

اس کا کہنا ہے کہ انسان جس ماحول میں پہلی بار تخلیق کیا گیا اور جہاں یہ رہتا رہا ہے وہ سیارہ، وہ جگہ اس تدر آرام دہ پر سکون اور مناسب ماحول والی تھی جسے وی آئی پی کہا جا سکتا ہے وہاں پر انسان بہت ہی نرم و نازک ماحول میں رہتا تھا اس کی نازک مزا جی اور آرام پرست طبیعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنی روٹی روزی کے لئے کچھ بھی ترد نہیں کرنا پڑتا تھا، یہ کوئی بہت ہی لاڈی مخلوق تھی جسے اتنی لگثری لاٹف میسر تھی۔۔ وہ ماحول ایسا تھا جہاں سردی اور گرمی کی بجائے بہار جیسا موسم رہتا تھا اور وہاں پر سورج جیسے خطرناک ستارے کی تیز دھوپ اور الٹرا اینٹی شعاعیں بالکل نہیں تھیں جو اس کی برداشت سے باہر اور تکلیف دہ ہوتی ہیں۔"

"کیا واقعی ایسا تھا۔؟؟" حنم نے سوال کیا تھا۔

"!! بالکل۔۔ ہو سکتا ہے۔۔ اب آگے سنیں۔"

تب اس مخلوق انسان سے کوئی غلطی ہوئی۔۔۔ اس کو کسی غلطی کی وجہ سے اس آرام دہ اور عیاشی کے ماحول سے نکال کر بچینک دیا گیا تھا۔ جس نے انسان کو اس سیارے سے نکالا لگتا ہے وہ کوئی انہائی طاقتور ہستی تھی جس کے کثروں میں سیاروں ستاروں کا نظام بھی تھا۔۔۔ وہ جسے چاہتا، جس سیارے پر چاہتا، سزا یا جزا کے طور پر کسی کو بھجو سکتا تھا۔ وہ مخلوقات کو پیدا کرنے پر بھی قادر تھا۔

ڈاکٹر سلوور کا کہنا ہے کہ ممکن ہے زمین کسی ایسی جگہ کی مانند تھی جسے جیل قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر صرف مجرموں کو سزا کے طور پر بھیجا جاتا ہو۔ کیونکہ زمین کی شکل۔۔۔ کالاپانی جیل کی طرح ہے۔۔۔ خشکی کے ایک ایسے ٹکڑے کی شکل جس کے چاروں طرف سمندر ہی سمندر ہے، وہاں انسان کو بھیج دیا گیا۔

ڈاکٹر سلوور ایک سائنٹسٹ ہے جو صرف مشاہدات کے نتائج حاصل کرنے بعد رائے قائم کرتا ہے۔ اس کی کتاب میں سائنسی دلائل کا ایک ابزار ہے جن سے انکار ممکن نہیں۔

اس کے دلائل کی بڑی بنیاد جن پوائنٹس پر ہے ان میں سے چند ایک ثابت شدہ یہ ہیں۔۔۔

"کیا میں ان پوائنٹس کو بیان کروں۔۔۔؟؟"

آر جے نے پروفیسر کی بات کاٹی تھی۔ سب نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔ پروفیسر کو حیرت ہو رہی تھی کہ واقعی وہ لڑکا اس رسیرچ کو جانتا تھا۔ اگر جانتا تھا تو پھر بھی۔۔۔ نمبر ایک، زمین کی کش نقل اور جہاں سے انسان آیا ہے اس جگہ کی کش نقل میں بہت زیادہ فرق ہے۔ جس سیارے سے انسان آیا ہے وہاں کی کش نقل زمین سے بہت کم تھی، جس کی وجہ سے انسان کے لئے چلن پھرنا بوجھ اٹھا وغیرہ بہت آسان تھا۔ انسانوں کے اندر کمر درد کی شکایت زیادہ گریوٹی کی وجہ سے ہے۔

نمبر دو؛ انسان میں جتنے انگی امراض پائے جاتے ہیں وہ باقی کسی ایک بھی مخلوق میں نہیں جو زمین پر بس رہی ہے۔ ڈاکٹر ایلیس لکھتا ہے کہ آپ اس روئے زمین پر ایک بھی ایسا انسان دکھادیجیے جسے کوئی ایک بھی بیماری نہ ہو تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہو سکتا ہوں جبکہ میں آپ کو ہر جانور کے بارے میں بتا سکتا ہوں کہ وہ وقتی اور عارضی بیماریوں کو چھوڑ کر کسی ایک بھی مرض میں ایک بھی جانور گرفتار نہیں ہے۔

نمبر تین؛ ایک بھی انسان زیادہ دیر تک دھوپ میں بیٹھنا برداشت نہیں کر سکتا بلکہ کچھ ہی دیر بعد اس کو چکر آنے لگتے ہیں اور سن سڑوک کا شکار ہو سکتا ہے جبکہ جانوروں میں ایسا کوئی ایشو نہیں ہے مہینوں دھوپ میں رہنے کے باوجود جانور نہ تو کسی جلدی بیماری کا شکار ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی اور طرح کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں جس کا تعلق سورج کی تیز شعاعوں یا دھوپ سے ہو۔"

حالم آنکھیں پھاڑے اسے سن رہی تھیں۔۔۔ جیسے آر جے بول رہا تھا۔۔۔ حالم کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔۔۔ اسکے ذہن میں کچھ گردش کرنے لگا تھا۔

نمبر چار؛ ہر انسان یہی محسوس کرتا ہے اور ہر وقت اسے احساس رہتا ہے کہ اس کا گھر اس سیارے پر نہیں۔ کبھی کبھی اس پر بلاوجہ ایسی اداسی طاری ہو جاتی ہے جیسی کسی پر دلیں میں رہنے والے پر ہوتی ہے چاہے وہ بیشک اپنے گھر میں اپنے قریبی خونی رشته داروں کے پاس ہی کیوں نابیٹھا ہوں۔

نمبر پانچ، زمین پر رہنے والی تمام مخلوقات کا ٹپر پچر آٹو میک طریقے سے ہر سینٹ بعد ریگولیٹ ہوتا رہتا ہے یعنی اگر سخت اور تیز دھوپ ہے تو ان کے جسم کا درجہ حرارت خود کا طریقے سے ریگولیٹ ہو جائے گا، جبکہ اسی وقت اگر بادل آجائے ہیں تو ان کے جسم کا ٹپر پچر سائے کے مطابق ہو جائے گا جبکہ انسان کا ایسا کوئی سسٹم نہیں بلکہ انسان بدلتے موسم اور ماحول کے ساتھ بیمار ہونے لگ جائے گا۔ موسمی بخار کا لفظ صرف انسانوں میں ہے۔

نمبر چھ؛ انسان اس سیارے پر پائے جانے والے دوسرے جانداروں سے بہت مختلف ہے۔ اسکاٹی این اے اور جیز کی تعداد اس سیارہ زمین پر جانے والے دوسرے جانداروں سے بہت مختلف اور بہت زیادہ ہے۔

نمبر سات: زمین کے اصل رہائشی (جانوروں) کو اپنی غذا حاصل کرنا اور اسے کھانا مشکل نہیں، وہ ہر غذاؤ اڑیکٹ کھاتے ہیں، جبکہ انسان کو اپنی غذا کے چند لئے حاصل کرنے کیلئے ہزاروں جتن کرنا پڑتے ہیں، پہلے چیزوں کو پکا کر نرم کرنا پڑتا ہے پھر اس کے معدہ اور جسم کے مطابق وہ غذا استعمال کے قابل ہوتی ہے، اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان زمین کا رہنے والا نہیں ہے۔ جب یہ اپنے اصل سیارے پر تھا تو وہاں اسے کھانا پکانے کا جھنجٹ نہیں اٹھانا پڑتا تھا بلکہ ہر چیز کو ڈاڑھیکٹ غذا کیلئے استعمال کرتا تھا۔ مزید یہ آکیلا دوپاؤں پر چلنے والا ہے جو اس کے یہاں پر ایلیمن ہونے کی نشانی ہے۔

نمبر آٹھ: انسان کو زمین پر رہنے کیلئے بہت زم و گدا بستر کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ زمین کے اصل باسیوں یعنی جانوروں کو اس طرح نرم بستر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ اس چیز کی علامت ہے کہ انسان کے اصل سیارے پر سونے اور آرام کرنے کی جگہ انتہائی نرم و نازک تھی جو اس کے جسم کی نازکی کے مطابق تھی۔

نمبر نو: انسان زمین کے سب باسیوں سے بالکل الگ ہے لہذا یہ یہاں پر کسی بھی جانور (بندر یا چمپیزیزی وغیرہ) کی ارتقائی شکل نہیں ہے بلکہ اسے کسی اور سیارے سے زمین پر کوئی اور مخلوق لا کر بھینک گئی ہے۔

انسان کو جس اصل سیارے پر تخلیق کیا گیا تھا وہاں زمین جیسا گنداماحول نہیں تھا، اس کی نرم و نازک جلد جو زمین کے سورج کی دھوپ میں ججلس کر سیاہ ہو جاتی ہے اس کے پیدائشی سیارے کے مطابق بالکل مناسب بنائی گئی تھی۔ یہ اتنا نازک مزاج تھا کہ زمین پر آنے کے بعد بھی اپنی نازک مزاجی کے مطابق ماحول پیدا کرنے کی کوششوں میں رہتا ہے۔ جس طرح اسے اپنے سیارے پر آرام دہ اور پر تعیش بستر پر سونے کی عادت تھی وہ زمین پر آنے کے بعد بھی اسی کے لئے اب بھی کوشش کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ آرام دہ زندگی گزار سکو۔ جیسے خوبصورت قیمتی اور مضبوط محلات مکانات اسے وہاں اس کے ماں باپ کو میسر تھے وہ اب بھی انہی جیسے بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ باقی سب جانور اور مخلوقات اس سے بے نیاز ہیں۔ یہاں زمین کی مخلوقات عقل سے عاری اور تھرڈ کلاس زندگی کی عادی ہیں جن کونہ اچھا سوچنے کی توفیق ہے نہ اچھا رہنے کی اور نہ ہی امن سکون سے رہنے کی۔ انسان ان مخلوقات کو دیکھ دیکھ کر خونخوار ہو گیا۔ جبکہ اس کی اصلاحیت محبت فون لطیفہ اور امن و سکون کی زندگی تھی۔ یہ ایک ایسا قیدی ہے جسے سزا کے طور پر تھرڈ کلاس سیارے پر بھیج دیا گیا تاکہ اپنی سزا کا دورانیہ گزار کرو اپس آجائے۔ ڈاکٹر ایلیس کا کہنا ہے کہ انسان کی عقول و شعور اور ترقی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ایلیمن کے والدین کو اپنے سیارے سے زمین پر آئے ہوئے کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا، ابھی کچھ ہزار سال ہی گزرے ہیں یہ ابھی اپنی زندگی کو اپنے پرانے سیارے کی طرح لگگری بنانے کے لئے بھرپور کوشش کر رہا ہے، کبھی گاڑیاں ایجاد کرتا ہے، کبھی موبائل فون اگر اسے آئے ہوئے چند لاکھ بھی گزرے ہوتے تو یہ جو آج ایجادات نظر آرہی ہیں یہ ہزاروں سال پہلے وجود میں آچکی ہوتیں، کیونکہ میں اور تم اتنے گئے گزرے نہیں کہ لاکھوں سال تک جانوروں کی طرح بآپی رگی اور ترس کی زندگی گزارتے رہتے۔

ایسا ہی ہے ناپروفیسر ابراہیم؟؟ ”آر جے نے تصدیق چاہی تھی۔ پروفیسر نے جیراںگی سے سر ہلا دیا تھا۔ اسے ہر چیز از بر ہوتی تھی۔ ”آپکا اس بارے میں کیا خیال ہے۔۔۔؟؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”ڈاکٹر ایلیس سلوو کی کتاب میں اس حوالے سے بہت کچھ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے دلائل کو ابھی تک کوئی جھوٹا نہیں ثابت کر سکا۔“ پروفیسر نے بولنا شروع کیا۔

”میں اس کے سائنسی دلائل اور مفروضوں پر غور کر رہا تھا۔ یہ کہاںی ایک سائنسدان بیان کر رہا ہے یہ کوئی کہاںی نہیں بلکہ حقیقت داستان ہے جسے انسانوں کی ہر الہامی کتاب میں بالکل اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ میں اس پر اس لئے تفصیل نہیں لکھوں گا کیونکہ آپ سبھی اپنے باپ آدم اور حواء کے قصے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔۔۔“

سائنس اللہ کی طرف چل پڑی ہے۔ سائنسدان وہ سب کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں جو انبیاء کرام اپنی نسلوں کو بتاتے رہے تھے۔ میں نے نسل انسانی پر لکھنا شروع کیا تھا۔ اب اس تحریر کے بعد میں اس سلسلے کو بہتر انداز میں آگے بڑھا سکوں گا۔

ارتقاء کے نظریات کا جنازہ اٹھ چکا ہے۔ اب انسانوں کی سوچ کی سمت درست ہو رہی ہے۔ یہ سیارہ ہمارا نہیں ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھا بار بار بتایا تھا۔ اللہ پاک نے اپنی عظیم کتاب قرآن حکیم میں بھی بار بار لاتعداد مرتبہ یہی بتایا کہ اے انسانوں یہ دنیا کی زندگی تمہاری آزمائش کی جگہ ہے۔ ”جہاں سے تم کو تمہارے اعمال کے مطابق سزا و جزا ملے گی۔

”معاف کیجئے گا سر لیکن جس سائنسدان نے یہ مفروضہ پیش کیا ہے وہ ایک مصنف بھی ہے، اور مصنف خیالوں کی دنیا میں زیادہ رہتے ہیں۔“ آر جے نے پروفیسر کی بات کاٹی تھی۔

”آپ نے کہا اسکے مشاہدات کو غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن کوئی بھی سائنسدان ایس سلور سے متفق نہیں ہے۔ پواسٹ نمبر پانچ میں اس نے کہا ہے کہ جانوروں کو موسمی بخار نہیں ہوتا۔ جبکہ یہ غلط ہے۔ موسمی بیماریوں کے اکثر جانوروں کو انجیکشن لگتے ہیں۔“ اسلام کا تھوڑا اثر ہو گیا ہوا گا اس پر اسی لیے اس نے یہ سب لکھ دیا۔ ورنہ جو نتیجہ آپ نے نکالا ہے ایسا کچھ نہیں ہے۔!!“ آر جے کا لمحہ تمثیرناہ تھا۔ پروفیسر خاموش ہو گئے تھے۔

”تو سائنس کہاں تک سو فیصد درست ہے مسٹر آر جے۔۔۔؟؟؟“

سائینس کہتی ہے کہ میوٹیشن سے ہونے والی تبدیلیوں سے جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں خاص طور پر

Trisomy

(جس میں ایک کروموسوم اضافی ہوتا ہے) میں جاندار کو فائدہ ہوتا ہے جبکہ میں نے ایسا کوئی انسان نہیں دیکھا جو ایک میوٹیشن کی وجہ سے کوئی خاصیت ملی ہو۔ اس بارے میں کیا کہیں گے آپ۔۔۔؟؟؟“

حanim کی بات سن کر آر جے مسکرا یا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بہت محفوظ ہوا تھا اسکی بات سن کر۔۔۔

”آپکے پاس کیا ثبوت ہے کہ ایسا کوئی میوٹیشن موجود نہیں ہے۔۔۔؟؟؟“ الٹا سوال آیا تھا۔

”کہاں ہے۔۔۔؟؟؟ اگر ہے تو بتائیں۔۔۔؟؟؟“ حanim بند ہی۔

”مثال آپکے سامنے ہے مس ام حanim میں ایک

Trisomic

ہوں۔۔۔“ آر جے نے گویا ہماکہ کیا تھا۔

”عموماً ایسے لوگ بچپن میں ہی مر جاتے ہیں انکے جینے کے چانس زیاد کم ہوتے ہیں۔۔۔ لیکن یہ کنڈیشن میرے لیے فائدہ مند ثابت ہوئی ہے۔۔۔ میرے پاس

scanning eyes

ہیں۔۔۔ میرا دماغ بہت تیری سے کام کرتا ہے، میں

HIV

Resist

!! کر سکتا ہوں یعنی مجھے کبھی ایڈر نہیں ہو سکتا۔ "

حالم پھٹی پھٹی آنکھوں سے آر جے کو دیکھ رہی تھی۔

وہ بچپن میں ہالی ووڈ مودویز بہت دیکھا کرتی تھی۔ خاص طور پر

X-Men

جس میں میو ٹنٹس ہوتے ہیں اور ان میو ٹنٹس کے پاس کوئی ناکوئی خاصیت ہوتی ہے۔

آج وہ حقیقت میں ایک میو ٹنٹ کو دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی سکین کرنے والی آنکھیں اور دماغ رکھتا تھا۔

حالم سمیت وہاں موجود ہر انسان دنگ رہ گیا تھا۔

اس نے غیر معمولی چیزوں کا سنا تھا۔ آج حقیقت میں ایک ایسے انسان کو دیکھا تو حالت عجیب ہو رہی تھی۔

وہ شخص شاید جانتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کتنی بڑی نعمت سے نوازا تھا۔

"اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھੱلاؤ گے۔؟؟" اور سامنے کھڑا شخص جھੱلاتا تھا۔ ہر ایک نعمت جو اسے دی گئی تھی وہ صرف اسے اپنا حق سمجھ کر استعمال کرتا تھا۔

"مسٹر آر جے یہ سب جاننے کے باوجود بھی آپ خدا پر یقین نہیں رکھتے۔؟؟" وہ بلا اختیار ہی پوچھ گئی تھی۔

"اس میں خدا کو مانے والی کیا بات ہے۔؟؟"

یہ ایک بیماری ہے بس میری قسمت کہ یہ بیماری میرے لیے فائدے مند ثابت ہوئی۔!! وہ عام سے لبجے میں کہہ رہا تھا۔

"اور اگر یہ بیماری واقعی آپکے لیے عذاب بن جاتی تو۔؟؟"

"نہیں بنی نا۔ اور میں کسی چیز کو فرض نہیں کرتا کہ ایسا ہو گا۔ یا ایسا ہوتا۔ تو، ایسا ہوا ہی نہیں۔ خیر کلاس کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ پھر ملاقات ہو گی پروفیسر۔ گلڈ

بائے۔!! وہ کلاس سے باہر چلا گیا تھا۔ حالم خاموشی سے اسے جاتا دیکھ رہی تھی جبکہ اسکے ذہن میں صحیح تلاوت کی لگئی آیت گونج گئی تھی۔

ضمہم ہم ہمی فہم لایز جیعون۔ (البقرة: ۱۸)

"اور وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں اب یہ نہیں پلٹیں گے۔"

آر جے تو چلا گیا تھا لیکن حالم کو الجھن میں ڈال گیا تھا۔ اس نے اپنی پوری زندگی میں نعمتوں سے اتنا نواز اگیا شخص نہیں دیکھا تھا۔ جہاں اسے آر جے پر رشک آیا تھا

وہیں افسوس بھی ہوا تھا کہ ایسے نوازے ہوئے شخص کا کیا فائدہ جسے کچھ نظر نا آتا ہو۔۔۔؟؟؟

"اوہ ماۓ گاڑ۔ مجھے تو یقین نہیں آرہا۔" مہروشا کلڈ سی حالم کے پاس آئی تھی۔

"کچھ ایسی ہی حالت میری بھی ہے۔" حالم نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ پروفیسر جا چکے تھے اور کچھ دیر بعد وہ دونوں بھی کلاس سے باہر نکل آئی تھیں۔

"ام حنم---" اسے اپنے عقب سے آواز سنائی دی تھی۔ حنم نے جیسے ہی پلٹ کر عثمان مک اسکے سامنے کھڑا تھا۔  
"کیسی ہیں آپ---؟" وہ خوشدی سے پوچھ رہا تھا۔  
"جی الحمد للہ۔ آپ کیسے ہیں---؟"

"میں بالکل ٹھیک دراصل مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔ میں نے آپ کو اپنی ٹیم کا حصہ بننے کی آفر کی تھی آپ نے بتایا نہیں کچھ---؟" وہ پوچھ رہا تھا  
"جی مجھے یاد ہے۔ دراصل پپر ز ہو جائیں فائنل تو میں سینیار اٹینڈ کرنا شروع کر دوں گی۔" حنم نے سیلیقے سے جواب دیا تھا۔  
"چلیں ٹھیک ہے بیست آف لک۔ جلدی سے اگرا مزدیں اور پھر میری ٹیم کی میمبر بنیں۔" وہ مسکرا کر کہتا واپس جا چکا تھا جبکہ وہ دونوں بھی گیٹ کی طرف بڑھ گئی  
تھیں۔

انکے فائنل پپر شروع ہو گئے تھے۔ ہر کوئی کتابوں اور نوٹس میں سر دیئے پڑھتا نظر آتا تھا۔ کچھ دیر پڑھنے کے بعد حنم اکتا جاتی تھی اور پھر  
موباکل کپڑ کر ویڈیو ز دیکھنا شروع کر دیتی تھی۔ ابھی بھی وہ یوٹیوب پر کسی لڑکے کا انٹرو یو سن رہی تھی جو مسلمان ہونے سے پہلے ملختا اور اب اپنی کہانی سنارہ تھا۔  
میں کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتا تھا مجھے لگتا تھا کہ کوئی بھی مذہب مکمل نہیں ہے۔ میرا دوست یہودی تھا میں نے ایسے ہی شوقیہ طور پر یہودیت کا مطالعہ  
کیا اور میں متاثر ہوا۔ مجھے لگا کہ مجھے یہ مذہب اپنانا چاہیے۔ لیکن میری قسمت یہودیوں کے ربی نے کہا کہ وہ اپنے مذہب میں کسی کو داخل نہیں ہونے  
دیتے۔ مجھے افسوس ہوا اور پھر اللہ کا کرم ہوا۔ اسلام کو پڑھا جانا اور پھر دل ایمان لے آیا۔  
"ایک منٹ ایک منٹ۔ یہ کیا کہہ رہا تھا۔؟؟" مہرو ایک دم چونکی تھی۔  
"کیا۔؟؟" حنم حیران ہوئی۔

یہی یہودی والی بات۔؟؟ مہرو حیران تھی۔

"ہاں ٹھیک کہہ رہا تھا۔ یہودی کسی باہر والے کو اپنے مذہب میں داخل نہیں ہونے دیتے۔" حنم نے بتایا۔  
"کیا تمہیں نہیں بتا تھا۔؟؟" حنم نے پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے تو ابھی پتا چلا۔" مہرو حیران سی بتارہی تھی۔ "اسکی وجہ کیا ہے۔ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔؟؟"  
"کیونکہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی سب سے لاڈلی قوم تھی جیسے موئی علیہ اسلام لاڈلے نبی تھے۔ یہودیوں کو لگتا ہے کوئی قوم ان سے بڑھ کر نہیں ہے۔  
اور اگر انہوں نے باہر سے کسی انسان کو اپنے مذہب میں داخل کیا تھا تو انکی قوم ناپاک ہو جائے گی۔ انکی صدیوں سے چلی آرہی لاڈلی اور پاک نسل کا تسلسل  
ٹوٹ جائے گا۔" حنم نے مختصرًا جواب دیا تھا۔

"کمال ہے۔" مہرو کو ابھی بھی یقین نہیں ہو رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ کوئی اور سوال کرتی حنم نے موباکل رکھنے کے بعد اب پڑھنے کیلئے نوٹس اٹھا لئے تھے اور وہ خاموش ہو گئی تھی۔

آخری پپر کی تیاری کیلئے وہ دونوں مین لا بسیری آئی تھیں۔ لا بسیری میں داخل ہونے پر دائیں طرف شیف لگے تھے۔ ہر شیف کے اندر باکس بنے تھے اور اب پر نمبر لکھا ہوا تھا۔ بیگ، کتاب یا نوٹس وغیرہ لا بسیری کے اندر لے جانا سخت منع تھا۔ مہرو نے آگے بڑھ کر کاؤنٹر پر بیٹھے انکل سے دو پاس لئے تھے۔ یہ پاس ان باکس کے ایک طرح کی چابی تھے جو شیف میں بنے تھے اور پھر اس نے اپنے اور حامم کے بیگ کو شیف میں رکھا تھا۔ واپسی پر یہی پاس واپس کرنے پر انہیں بیگ واپس مل جانے تھے۔ اگر امز کے دن تھے لا بسیری سٹوڈنٹس سے کھچا کچھ بھری نظر آتی تھی۔ عام دونوں میں بھی سٹوڈنٹس کی ایک بڑی تعداد لا بسیری میں موجود ہوتی تھی۔ یہ پاکستان کی سب سے بڑی لا بسیری تھی جہاں ایک کروڑ کے قریب کتابیں، جزلز، ریسرچ پپر ز ہر چیز موجود تھی۔ انٹری ڈور پر دونوں نے اپنا کارڈ سکین کیا تھا اور پھر وہ دونوں لا بسیری میں داخل ہوئی تھیں۔ سامنے ہی کمپیوٹر پر حامم کو آر جے بیٹھا نظر آگیا تھا۔

"کیا واقعی یہ کتابیں بھی پڑھتا ہے۔۔۔؟؟" اسے دیکھ کر حامم نے مہرو سے پوچھا تھا۔

"پڑھتا ہی ہو گا۔۔۔اب بنا پڑھے گولڈ میڈل کوں حاصل کر سکتا ہے۔۔۔؟؟" مہرو نے جواب دیا تھا۔

وہ دونوں گروپ اسٹڈی کیلئے آئی تھیں۔ اور گروپ اسٹڈی کا سیکشن دوسرا فلور پر تھا۔

"محبھے اس سے ملنائے۔۔۔انفیکٹ مبارکباد دینی ہے۔۔۔" مہرو کہتے ہوئے آر جے کی طرف بڑھی تھی۔

"کس بات کی مبارکباد۔۔۔؟؟" حامم جیران ہوئی تھی۔

"مکی بتارہا تھا آر جے کی منگنی ہو گئی ہے۔۔۔" مہرو نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ حامم تو منہ کھولے اسکی بات سن کر رہی تھی۔

"کیا واقعی۔۔۔؟؟" وہ جیران ہوئی تھی۔

"ہاں۔۔۔" مہرو شرات سے کہتی آر جے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جب حامم ہونق سی اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

ہیلو آر جے۔۔۔!!" مہرو نے اسکے پاس جا کر آر جے کو مناطب کیا تھا۔

"ہائے۔۔۔" مہرو کو دیکھتا ہوا وہ خوشدی سے مسکرا یا تھا۔

گردن موڑ کر دیکھا تو تھوڑے سے فاصلے پر منہ بنائے کھڑی حامم اسے نظر آر گئی تھی۔ وہ زیر لب مسکرا دیا تھا۔

"آپ بھی کتابیں پڑھتے ہیں۔۔۔؟؟" مہرو نے پوچھا تھا۔

"جی کہہ سکتی ہیں آپ۔۔۔" وہ بات گول مٹول کر گیا تھا۔

"بہت خوشی ہوئی آپکی شاندار کامیابی کا سن کر۔۔۔"

"Thanks pretty lady.."

وہ بنا دیکھے بھی محسوس کر سکتا تھا کہ حامم اس وقت کتنے غصے میں تھی۔

"لگتا ہے آپکی دوست کافی غصے میں ہے۔۔۔ اگر آپ ایک منٹ سے پہلے یہاں سے ناگئی تو وہ آپکو کچا چبا جائے گی۔۔۔!!" آر جے نے شرات سے کہا تھا۔

"نہیں وہ شاکل ہے۔۔۔" مہرو نے جواب دیا تھا۔

"کس بات پر۔۔۔؟؟" آر جے جیران ہوا۔

”میں نے اسے کہا ہے کہ آپکی انگلیجمنٹ ہو چکی ہے۔۔۔“  
”ریکی۔۔۔“ آر جے کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

”اور آپکی دوست اس وقت سوچ رہی ہو گی کہ کس کی زندگی برباد ہوئی ہے۔۔۔“ وہ ہنس رہا تھا۔  
”دانست تو ایسے نکال رہا ہے جیسے جنت مل گئی ہو۔۔۔ پتا نہیں کس کی قسمت پھوٹی ہے جو اسکی زندگی میں آگئی۔۔۔“ حامم اسے قہقہہ لگاتے دیکھ کر بڑھ رہی تھی۔

”کیا بات ہے۔۔۔ اتنا جانتے ہیں آپ ہانی کو۔۔۔“ مہرو حیران ہوئی۔

”جی اس سے بھی زیادہ، بیشک جا کر پوچھ لیں وہ اس وقت یہی سوچ رہی ہے۔۔۔“ وہ پر اعتماد تھا۔

”ٹھیک ہے پھر ملتے ہیں۔۔۔!! اس سے پہلے حامم وہاں آتی مہرو واسے بائے کہتی حامم کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ آر جے ان دونوں کو دلچسپی سے سیڑھیوں کی طرف جاتا دیکھ رہا تھا۔

اگلے دن آخری پیپر کے بعد وہ دونوں

Millennial

پر بیٹھی تھیں کچھ دیر بعد ملکی، آر جے اور رُشنہ جو اسارہ کی بہن اور پرنسپل کی بیٹی تھی وہاں آگئے تھے۔

آج آر جے سب کو اپنی منگنی کی خوشی میں ٹریٹ دے رہا ہے۔۔۔“ مہرو نے اسکا ذکر لازمی کرنا تھا۔

”تو۔۔۔؟“ حامم کا لہجہ سخت تھا۔

”ہمیں بھی جانا چاہیے۔۔۔“ مہرو نے مسکراہٹ دبا کر کہا تھا۔

”بھاڑ میں جائے وہ اور اسکی ٹریٹ۔۔۔ مجھے کوئی شوق نہیں ہے اور تم بار بار اسکا ذکر مت کیا کرو۔۔۔“ حامم چڑھ گئی تھی۔

”اچھا ٹھیک ہے غصہ تو مت کرو۔۔۔ آج تو آزادی کا دن ہے۔۔۔“ مہرو مسکراہی تھی۔۔۔ کچھ دیر بعد

Millennial

کے سامنے گاڑی رکی تھی اور اس میں سے ایک سٹائلش سی لڑکی نکلی تھی۔۔۔ وہاب آر جے کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔

”تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے آر جے۔۔۔“ وہ اسکے پاس آنے پر چلائی تھی۔ آر جے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔۔

”کون ہو تم۔۔۔“ وہ اجنبی سا پوچھ رہا تھا۔

”بھول گئے اتنی جلدی۔۔۔ لیکن میں نہیں بھولی۔۔۔ میں تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں۔۔۔؟“ لڑکی کی آواز رندھ گئی تھی۔

”ایکسیوز می مس۔۔۔ کیا بول رہی ہو تم۔۔۔؟“

”ایک سال کار میشن شپ رہا ہے ہمارا۔۔۔ ایسے کیسے تم مجھے بھول سکتے ہو۔۔۔؟ جب مجھے تم سے پیار ہوا تو تم اتنا گئے مجھ سے۔۔۔؟؟ چھوڑ دیا مجھے۔۔۔ لیکن میں تمہیں نہیں بھول سکتی اور نا چھوڑ سکتی ہوں۔۔۔“ وہ چلا رہی تھی۔

"چلاؤ مت۔۔ اور دماغ خراب مت کرو میرا۔۔"

"تمہیں اب تک کتنے لڑکوں سے پیار ہو چکا ہے یہ میں اپنے سے جانتا ہوں۔۔ اب جاؤ یہاں سے تماشہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" آرجے کا لمحہ برف جیسا سرد تھا۔

وہاں موجود تمام سٹوڈنٹس حیرت اور دلچسپی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ حامم کے چہرے پر واضح ناگواری تھی۔

"پلیز آرجے۔۔ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں پلیز میرے ساتھ ایسا مت کرو۔۔ میں سب کو چھوڑ دوں گی۔۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔ پلیز مجھے اپنالو۔۔" وہ لڑکی روئے لگ گئی تھی۔

"میں نے کہا ناماغ خراب مت کرو۔۔ جاؤ یہاں سے مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔"

"لیکن میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی۔۔ اور اگر تم میرے ناہوئے تو دیکھنا۔۔ بہت برا ہو گا۔۔" وہ اسے دھمکی دیتی جا چکی تھی۔ جبکہ آرجے پر سکون ہو چکا تھا۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں دوبارہ مشغول ہو چکے تھے۔

اچانک آرجے کی نظر حامم پر پڑی تھی جو کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

"کیا تھا۔۔ ؟؟" مہر و لڑکی کے جانے کے بعد بولی تھی۔

"تمہارے آرجے کا لگایا ہوا تماشہ۔۔" حامم نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا تھا۔

"افف۔۔ میرا آرجے۔۔" مہر و بلا اختیار ہی ہنسی تھی۔

اب وہ تینوں اپنی ٹیبل سے اٹھ چکے تھے۔ گزرنے کے راستہ مہر و اور حامم کی ٹیبل کے پاس سے تھا۔

"اللہ پاک دل توڑنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔۔!!" حامم کے لمحے میں بلا کی کاٹ تھی۔ پاس سے گزرتا آرجے فوراً رکا تھا۔ وہ اسکی بات سن چکا تھا۔ در حقیقت اسے ہی یہ بات سنائی گئی تھی۔

"کمال ہے مس حامم۔۔ اللہ کا ان سب سے کیا تعلق۔۔ ؟؟" وہ پلٹ کر اب حامم سے پوچھ رہا تھا۔

حامم ایک دم گڑ بڑائی تھی اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یوں سوال کرے گا۔ "یقین نہیں ہوتا کہ ایکسوں صدی میں بھی کوئی کیسے خدا پر یقین کر سکتا ہے۔۔ ؟؟ جب سائننس ہر میدان میں ایجادات کر رہی ہے اور ایک ہمارے لوگ ہیں جو خدا کی رٹ لگا کر بیٹھے ہیں۔۔ !!!" وہ عام سے لمحے میں بات کر رہا تھا۔

"تم نہ مانو۔۔ کسی نے فورس نہیں کیا تھیں۔۔"

وہ دوسروں کے سامنے اسے "آپ" کہتی تھی لیکن آج وہ بھرم بھی ختم کر دیا تھا۔ وہ سب کے سامنے ہی "تم" پر اتر آئی تھی۔

"لیکن آپ تو خدا پر یقین رکھتی ہیں تو پھر دلائل سے ثابت کریں کہ خدا ہے۔۔!!" آرجے پوچھ رہا تھا۔

"چلو یار آرجے ہر وقت بحث نہیں کرنی چاہیے۔۔ !!" کمی نے اسے بلانا چاہا تھا۔

"چلو آرجے کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔۔ ایسے لوگوں کے منہ نہیں لگتے۔۔" رشنہ نے بالوں کو جھکا دیتے ہوئے کہا تھا۔

"تم لوگ جاؤ۔۔ یہ میرا مسئلہ ہے میں جس سے چاہوں بحث کروں۔۔" رشنہ کی بات پر اسے غصہ آیا تھا۔

"میں خدا کو مانتی ہوں۔۔۔ تم نہیں۔۔۔ مجھے دلائل کی ضرورت نہیں ہے لیکن تمہیں ہے۔۔۔ اور جسے ضرورت ہوتی ہے وہی ڈھونڈتا ہے۔۔۔ اتنی ذہانت لیے پھرتے ہو تو ڈھونڈ لو دلائل۔۔۔ کیا اتنا سا بھی نہیں کر سکتے تم۔۔۔" وہ پیغام کرنے والے انداز میں کہتی وہاں سے چلی گئی تھی ایک منٹ کیلئے بھی نہیں رکی تھی۔  
مہر و اسکے پیچے لپکی تھی۔۔۔

وہ جب بھی ملتے تھے سب الٹ ہوتا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی انکی بحث ہو جاتی تھی۔ حنم نے پہلی بار اسکے سوال کا جواب دینے سے انکا کیا تھا۔ آرجے جانتا تھا کہ اگر وہ چاہتی تو جواب دے سکتی لیکن اس بار ایسا نہیں ہوا تھا۔ یعنی وہ اس سے اتنا خارکھانے لگی تھی کہ اسکی بات کا جواب دینا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

پیرز کے بعد انہیں ایک ہفتے کی سمیسٹر بریک ملی تھی۔ آٹھ دن بعد وہ دوبارہ ڈیپارٹمنٹ میں موجود تھے۔  
آج پھر سیمینار تھا۔ عثمان ملک اسے ڈھونڈ رہا تھا۔

آخر وہ اسے گراونڈ میں نظر آہی گئی تھی۔ چونکہ فروری کا مہینہ تھا۔ بادل امڈ کر آتے تھے۔ سردی کم ہوئی تھی لیکن ختم نہیں۔۔۔  
"حنم۔۔۔ کیسی ہیں آپ۔۔۔ ؟" وہ اسکے پاس پہنچ چکا تھا۔  
"جی میں ٹھیک ہوں۔۔۔"

"آج سیمینار ہے آپ جانتی ہیں آج تو آپ میرے ساتھ چلیں۔۔۔ آپ میری ٹیم کا حصہ بن چکی ہیں۔۔۔ !! عثمان ملک نے کہا تھا۔  
"میں کوشش کروں گی۔۔۔ لیکن میں دعویٰ نہیں کرتی کہ میں ٹھیک سے کام کر پاؤ گی یا نہیں۔۔۔"

اُنچھے امید ہے آپ کر لینگو۔۔۔" وہ پرامید سا کہہ رہا تھا۔  
"ٹھیک ہے پھر چلیں۔۔۔" اسے خاموش دیکھ کر عثمان ملک نے دوبارہ پوچھا تھا۔ اس سے پہلے حنم کوئی جواب دیتی اسکے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔ گھر سے آسیہ بیگم کا فون تھا۔

"میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔۔۔" حنم نے موبائل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔  
"ٹھیک ہے جلدی آئیں میں انتظار کر رہا ہوں آپکا۔۔۔" وہ مسکرا کر کہتا واپس پلٹ گیا تھا۔ جبکہ حنم نے کال رسیو کرنے کے بعد فون کان سے لگایا تھا۔ دور ایک شخص نے حسد بھری نظروں سے دونوں کو دیکھا تھا۔ مہرو کو اقصیٰ کسی کام کیلئے دوسرے ڈیپارٹمنٹ لے کر گئی تھی۔  
اسی لیے آج وہ اکیلی تھی۔

کچھ دیر بات کرنے کے بعد حنم سیمینار ہال کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اندر شاید سیمینار شروع ہو چکا تھا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی نیلم جو کہ عثمان ملک کی ٹیم کی ممبر تھی اسکا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی تھی۔  
"تم اندر نہیں جا سکتی۔۔۔" نیلم نے غصے سے کہا تھا۔  
"لیکن کیوں۔۔۔ ؟" حنم حیران ہوئی تھی۔

"میری مرضی۔۔۔ یہ جو تم نے کھیل کھیلا ہے نا۔۔۔ سب اپنے سے جانتی ہوں۔۔۔ عثمان کو اٹر کیٹ کرنے کیلئے تم نے یہ سب کیا۔۔۔ تم ٹیم کا حصہ تو بن گئی ہو لیکن میں تمہیں اسکے قریب نہیں ہونے دو گی۔۔۔" نیلم پھنکا رہی تھی۔

حاجم کا دماغ اسکی بات سن کر بھک سے اڑا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہی تھی۔  
آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے مس نیم۔۔؟؟“ حاجم کو غصہ آیا تھا۔

”میر اتو ٹھیک ہے لیکن شاید عثمان کو دیکھ کر تمہاری نیت خراب ہو گئی ہے۔۔ میں اور عثمان کمز نز ہیں اور بہت جلد ہمارا نکاح ہونے والا ہے تو اپنی گھاؤنی چالوں سے باز آ جاؤ۔۔“

حاجم کا دل کیا تھا کہ ایک زوردار تھپڑاں نیم کے رسید کرے۔۔ لیکن وہ تماشہ نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اسے دکھ ہوا تھا۔ لوگ کیسے الزام لگادیتے ہیں دوسروں پر اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

”مجھے آپکے عثمان ملک اور انکی ٹیم کا حصہ بننے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔ اور آپ سینئر ہیں آئندہ ایسی بات کرنے سے پہلے سوچ لیجئے گا مجھے اچھا نہیں لگے گا کہ میں آپ سے کچھ کہوں۔۔“ حاجم نے کچھ پر زور دیا تھا۔ اسکا مطلب انسٹٹ ٹھا۔

وہ اسکا جواب سننے بنے والپس گراونڈ میں آگئی تھی۔ گراونڈ خالی تھا کچھ سٹوڈنٹس سیمینار کے نام پر ہی ڈیپارٹمنٹ سے بھاگ جاتے تھے۔ جبکہ کچھ کی کلاس ہو رہی تھی اور باقی سیمینار ہال میں تھے۔ وہ لکڑی سے بننے بیٹھ پر بیٹھ گئی تھی۔ آنکھیں نم ہونا شروع ہوئی تھیں۔ وہ اچھا کرنا چاہتی تھی تو برا جو چلتا تھا۔ وہ جو سوچتی بھی نہیں تھی لوگ وہ الزام لگادیتے تھے اس پر۔۔

وہ اپنے بیگ پر انگلی سے کچھ لکھ رہی تھی۔ آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش جاری تھی۔ گردن جھکی ہوئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اگر اس نے آنکھیں اوپر کیس تو لوگ اسکے آنسو دیکھ لیں گے۔ وہ جتنی سخت دل نظر آتی تھی اتنی حساس بھی تھی۔ چھوٹی چھوٹی باقوں پر آنکھیں بھر آتی تھیں۔ جانے زندگی کے کس تجربے نے اسے تلخ بنا دیا تھا وہ پہلے تو ایسی نہیں تھی۔ اسے غصہ شدید آتا تھا۔

کچھ ہی پل گزرے تھے جب اسے محسوس ہوا کہ کوئی اسکے پاس آ کر بیٹھا تھا۔ اسکی گردن اور جھک گئی تھی۔

”اوہ تو مس ام حاجم روئی بھی ہیں۔۔ اسٹرخ۔۔ مجھے تو لگا تھا کہ وہ اپنے کاٹ دار لبجے سے بس دوسروں کو گھائیں کرتی ہیں۔۔“

آواز پر جیسے حاجم کو کرنٹ لگا تھا۔ اس نے مڑ کر اپنے دائیں طرف دیکھا تھا۔ آر جے بیٹھ کے اوپر چڑھ کر بیٹھنے والے حصے پر پاپاؤں جمائے، ٹیک لگانے والے حصے پر چڑھ کر بیٹھا تھا۔ حاجم نے فٹافٹ آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا تھا۔ وہ سیمینار ہال میں تھا۔ حاجم اسے وہاں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔  
”تم بیہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟؟“ وہ غصے سے بولی تھی۔

”جو تم کر رہی ہو۔۔ یعنی آنسو بہار ہا ہوں۔۔“ وہ قہقهہ لگا کر ہنسا تھا۔ حاجم جانتی تھی وہ اسے جلانے بنا باز نہیں آنے والا تھا۔

”تم تو سیمینار میں تھے نا۔۔؟؟“

”ہاں۔۔ تھا تو۔۔ ایک بے وقوف لڑکی سے بحث کرنی تھی لیکن وہ ڈر کر بھاگ گئی وہاں آئی ہی نہیں تو میں بھی باہر آگیا۔۔!“ وہ شرات سے کہہ رہا تھا۔ حاجم نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

”ایک بات تو بتاؤ۔۔“ اسکے لبجے کا انداز ایک دم بدلا تھا۔

حاجم نے سوالیہ نظر وں سے اسے دیکھا تھا۔ گرے آنکھیں روئے کے باعث گلابی ہو چکی تھیں۔  
پلکیں نم تھیں۔

"کیا مصیبت ہے یار۔۔؟؟" وہ بڑا کر کھٹا چہرے کا رخ موڑ گیا تھا۔ اسکی نم آنکھیں آر جے کا دماغ خراب کر رہی تھیں۔  
"کیا بات۔۔؟؟" حنم نے پوچھا تھا۔ وہ اسکی بڑا ہٹ نہیں سن پائی تھی۔

"کبھی کبھی کسی انسان کو دیکھ کر ایسا کیوں لگتا ہے کہ اُس انسان سے ہمارا صدیوں پرانا تعلق ہے۔۔؟؟ ایسا کیوں لگتا ہے وہ انسان ہمیں پہلے بھی کہیں مل چکا ہے۔۔؟؟ وہ ہمیں اپنا جیسا کیوں لگتا ہے۔۔؟؟" آر جے کی بات سن کر حنم پھیکی سی ہنس دی تھی۔  
اسے آر جے سے اس سوال کی توقع نہیں تھی۔ وہ حیران بھی ہو رہی تھی۔ وہ کتنے نارمل لمحے میں بات کر رہا تھا۔ ناکوئی غصہ، ناطز۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ واقعی کسی الجھن کا شکار ہو۔ ٹھنڈی ہوادنوں کے چہروں کو چھو کر پلٹ رہی تھی۔ موسم کافی خوشگوار تھا۔

"تم تو خدا پر یقین نہیں رکھتے، تم عالم ارواح کو کیا نوگے۔۔؟؟ یہ سب روحوں کے کھیل ہیں مسٹر آر جے۔۔ یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔۔"  
"کیا مطلب۔۔؟؟" آر جے نے الجھن آمیز لمحے میں پوچھا تھا۔

"مطلوب یہ کہ اس جہاں کے علاوہ اور بھی جہاں ہیں۔۔ اور ایک روحوں کا جہاں ہے۔۔ تمہارے پاس

scanning eyes

ہیں نا۔۔ لیکن تم پھر بھی وہ سب نہیں دیکھ پاتے جو مجھے نظر آتا ہے۔۔!" حنم نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ یہ اسکا پسندیدہ موضوع تھا۔ بادلوں سے ڈھکے آسمان نے اسے پر سکون کیا تھا۔ جانے وہ وہاں کے دیکھ رہی تھی۔

"بہت کچھ نظر آکر بھی بہت کچھ چھپا ہوتا ہے۔۔ اسے دیکھنے کیلیے بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے جو شاید تمہارے پاس نہیں ہے۔۔ لیکن مجھے امید ہے کی ایک وقت آئے گا۔۔ جب تمہیں سب نظر آنا شروع ہو جائے گا۔۔ ایک وقت آئے گا جب تم کسی چیز کا انکار نہیں کر پاؤ گے۔۔ لیکن ناجانے وہ وقت کب آئے گا۔۔"

"یہ روحوں کا جہاں کو نہیں ہے۔۔؟؟" آر جے نے اسکی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا سوال دھرایا تھا۔

"کیا روح پر یقین ہے تمہیں۔۔؟؟" حنم کے سوال پر وہ چونا تھا۔ وہ واقعی روح جیسی کسی چیز پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا۔

"جب روح پر یقین نہیں ہے تو اسکے جہاں کے بارے میں جان کر کیا کرو گے۔۔؟؟ ویسے بھی وہ دوسرا جہاں ہے۔۔ وہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔۔!!" حنم کا لمحہ جذباتی ہو گیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھا تھا۔ بارش کی پہلی بوند نے اسکے چہرے کو چھوا تھا، حنم آنکھیں بند کر گئی تھی۔ بادلوں کے گرجنے کی زوردار آواز کے ساتھ بجلی چمکی تھی۔

بجلی کی چمک میں اسکے چہرے پر کچھ چکا تھا۔

وہ ایک دلفریب منظر تھا۔ آر جے نے خود کو اس وقت بہت بے بس محسوس کیا تھا۔ اسکے الفاظ گم ہونے لگے تھے۔

بارش کی بوندوں نے شدت پکڑی تھی۔ یک لخت ہر طرف گھرے سیاہ بادلوں کی وجہ سے اندھیرا سا پھیل گیا تھا۔

حنم اپنے بیگ کو سنبھالتے ہوئے بیٹھ سے اٹھی تھی۔ اور گیٹ کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ اس سے پہلے بارش تیز ہوتی وہ ہائل پہنچنا چاہتی تھی۔ آر جے کی نظر بیٹھ پر رکھے اسکے موبائل پر پڑی تھی۔ اس نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر حنم کا موبائل اٹھایا تھا۔

"Don't Touch My Phone You Muggles"

وال پیپر لکھا تھا اور نیچے ایک سانپ منہ کھو لے ڈسنے کو تیار تھا۔ آر جے کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تھا۔ اسکا چہرہ بارش سے بھیگ گیا تھا۔ وہ بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ واقعی وہ اس لڑکی کا موبائل تھا۔

"اپنا موبائل مجھے لگت کرنے کا ارادہ ہے کیا مس جادو گرنی۔۔؟؟" وہ اوپنی آواز میں چلا یا تھا۔

حامن کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔ پھر تیز تیز قدموں سے اسکی جانب بڑھی تھی۔ آر جے دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حامن نے اسکے ہاتھ سے موبائل پکڑا نہیں جھپٹا تھا اور پھر ایک گھوری سے نوازتی واپس جا پکھی تھی۔ وہ بارش میں بیٹھا بھیگ رہا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے اپنی جیکٹ سے اپنا موبائل نکالا تھا جسکے وال پیپر پر

"Don't Touch My Phone You Bromides"

لکھاچمک رہا تھا۔ برولمنڈز عام لوگ تھے۔ جبکہ

HP

سیریز کے مطابق

Muggle

ایسے لوگ تھے جو عام ہوتے تھے۔ جنہیں جادو نہیں آتا تھا۔ دونوں کے موبائل کا وال پیپر ایک ہی پیغام دیتا تھا کہ "عام لوگوں ہمارے فون کو مت چھوؤ۔۔" وہ کتنی ہی دیر بارش میں بیٹھا بھیگتا اور ہستا رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ دنیا میں کوئی تھا جو اسکے جیسے سوچتا تھا۔ "اور کون کہہ سکتا تھا کہ وہ دو لوگ ایک جیسے نہیں تھے۔۔؟ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ دونوں سلفائیٹ نہیں تھے اور کون کہہ سکتا تھا کہ وہ دونوں جادو گر نہیں تھے۔۔؟؟؟" کون کہہ سکتا تھا۔۔؟؟؟"

حامن دو دن ڈیپارٹمنٹ نہیں گئی تھی۔ اسے بارش میں بھیگنے کی وجہ سے ٹھٹڈ لگ گئی تھی۔ ڈیپارٹمنٹ میں سپورٹس گالاکی تیاریاں چل رہی تھی۔ آج انکے ڈیپارٹمنٹ میں مشاعرہ تھا۔ مشہور شاعروں کو دعوت دی گئی تھی۔

شام کو پانچ بجے وہ تیار ہو کر ڈیپارٹمنٹ پہنچ گئی تھیں۔

ہر وجدگ رنگ بکھرے پڑے تھے۔ خوشبوؤں میں بسی لڑکیاں دیکھنے لائق تھیں۔

ڈیپارٹمنٹ کے باہر جنت روڈ پر رونق لگی ہوئی تھی۔

شاعروں نے ہمیں بورہی کرنا ہے آر جے تم ہی کچھ سنادو۔۔" سٹوڈنٹس اسکے پیچے لگے ہوئے تھے۔ اسکی نظریں حامن کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

"حامن کس طرح کی لڑکی ہے اسے لڑکوں میں کیا اچھا لگتا ہے۔۔؟؟"

"وہ چاہتی کہ کوئی لڑکا بارش میں اسکے لیے گنگاۓ۔۔!!" آر جے کچھ دن پہلے عثمان ملک اور مہرو کی باتیں سن چکا تھا۔ یقیناً اب وہ اسکی یہ شام خراب کرنے والا تھا۔ اچانک اسکی نظر کیفے کے پاس درختوں کے نیچے کھڑی حامن پر پڑی تھی۔ وہ خباشت سے منکرایا تھا۔

گٹار تھامنے کے بعد اب وہ گنگانا شروع ہو گیا تھا۔

سٹوڈنٹس خاموش ہو چکے تھے۔ مہرو کے ساتھ باتیں کرتی حامن گٹار کی آواز پر چونکی تھی۔

کر سیوں، درختوں اور پودوں پر بھی روشنی کی سجاوٹ کی گئی تھی۔ اور اس وقت بھی ٹھنڈی ہواں میں ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھیں۔ حانم نے پلٹ کر آر جے کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا جانے تو میرے ارادے،

لے جاؤں گا سانسیں چرا کے

وہ گلزار تھا مے گلنگنا تا اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔ حانم جیرت سے گلگ منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ آر جے کی آنکھوں میں عجیب سی الہی چمک تھی۔ وہ چمک آج سے پہلے کسی نے بھی نہیں دیکھی تھی۔ اسکی آنکھیں کچھ اور پیغام دے رہی تھیں جسے وہاں موجود کوئی شخص نہیں پڑھ پایا تھا۔

"دل کہہ رہا ہے گنہگار بن جا،

بڑا چین ہے ان گناہوں سے آگے--

وہ اب اسکے گرد گھوم رہا تھا۔

میں گمشدہ سی رات ہوں"

!!! میں خوشنما صبح تم ہو۔۔۔

وہ اب مسکراتا دوسروی لڑکیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔

میں جو جی رہا ہوں"

وجہ تم ہو۔۔۔

وجہ تم ہو۔۔۔

وہ گلنگنا تا اپنا کام ختم کر کے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ سٹوڈنٹس اسکے پیچے گئے تھے۔

حانم نے گھور کر مہرو کو دیکھا تھا۔

"قسم لے لو میں نے اسے تمہاری خواہش کے بارے میں نہیں بتایا۔۔۔!!" مہرو نے صفائی دی تھی۔ حانم کا موڈ بگڑا تھا۔ اس نے کتنے دل سے خواہش کی تھی اور وہ آر جے پانی پھیر گیا تھا اسکے ارمانوں پر۔۔۔

"میں تمہاری دوست کی لو اسٹوری کا ہیر و نہیں ہوں۔۔۔ بلکہ ولن ہو ولن۔۔۔ اور مجھے ولن کر اسکی زندگی خراب کرنے کا شوق ہو رہا ہے۔۔۔!!" مہرو کے موبائل پر متوج آیا تھا۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ تیک پڑھنے پر حانم کا پارہ ہائی ہوا تھا۔

"اللہ کرے اسکا گلزار ٹوٹ جائے۔۔۔ اسکی۔۔۔ اسکی۔۔۔" حانم نے منه اور مٹھیاں بھینچ کر خود کو اور بد دعا دینے سے روکا تھا۔ اسکی حالت دیکھ مہرو کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر ہنستی رہی تھی۔ حانم غصے سے منه پھلا کر وہیں جنت روڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ روشنیوں سے جگمگ کرتے جنت روڈ پر لوگوں سٹوڈنٹس نے اسے تیار شیار نیچے بیٹھا تو مذاق اڑاتے اندر چلے گئے۔

"بس کروہانی اب چلو نا اندر۔۔۔ مشاعرہ شروع ہو چکا ہو گا۔۔۔!!" مہرو نے حانم سے کہا۔

"مجھے ہاصل جانا ہے۔۔۔ وہ منہوس آرجے اندر موجود ہے اسکے ہوتے ہوئے میں خوش نہیں رہ سکتی۔۔۔" حامم نے دہائی دی تھی۔ مہرو نے مشکل سے اپنی ہنسی کو ضبط کیا تھا۔

"وہ جاچکا ہے ہانی۔۔۔" مہرو نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔  
کیا واقعی۔۔۔؟" حامم چونکی۔

"ہاں تھی۔۔۔" مہرو نے اسے یقین دلایا تھا۔

"اوکے۔۔۔ پھر چلتے ہی۔۔۔" وہ جھٹ سے کھڑی ہو گئی تھی جبکہ مہرو اسکے یوں موڈ بدلنے پر حیران رہ گئی تھی۔  
ویسے اتنا تواریخیں ہے وہ۔۔۔" مہرو نے خفگی سے کہا تھا۔

"میں نے کب کہا وہ برا ہے۔۔۔ بلکہ وہ نہایت برا ہے۔۔۔!! حامم بھی ضدی تھی۔ مہرو افسوس سے سر جھٹکتی ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تھی۔ ملک کے مشہور شاعروں کو بلا یا گیا تھا۔ مشاعرہ بہت اچھا چل رہا تھا۔ حامم کے غور کرنے پر آرجے اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ وہ واقعی جاچکا تھا۔ حامم نے اسکی غیر موجودگی پر شکر ادا کیا تھا۔

رات کا ناجانے کو نسا پھر تھا جب عجیب سے احساسات کے ساتھ حامم کی آنکھ کھلی تھی۔ کوئی اس پر جھکا اسے اٹھا رہا تھا۔  
ہانی اٹھو۔۔۔ ہانی۔۔۔ وہ۔۔۔" مہرو رہی تھی۔

کیا ہوا مہرو۔؟" حامم ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔  
ہانی وہ ماں۔" مہرو سکیاں لے رہی تھی۔ وہ روتے ہوئے حامم کے گلگلگئی تھی۔  
کیا ہوا آنٹی کو۔۔۔ تم روکیوں رہی ہو۔؟؟" حامم کا دل کانپ اٹھا تھا۔ اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔  
وہ ماں کو۔۔۔ ہارت۔۔۔ ہارت اٹیک ہوا ہے۔۔۔" مہرو نے مشکل سے روتے ہوئے بتایا تھا۔  
یا اللہ خیر۔۔۔" حامم کا دل دہل گیا تھا۔

"اچھا تم چپ کرو رؤوف مت۔۔۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں کیسے پتا چلا۔۔۔؟؟"

"بھائی ی نے بتایا۔۔۔ وہ لینے آرہا ہے۔۔۔ ماں ہا سپٹل میں ہیں۔۔۔

ICU

میں۔۔۔" یہ سب سن کر ہانی کی اپنی آنکھیں نہ ہو گئی تھیں۔ اس نے مہرو کو پانی پلا یا تھا۔ صبح کے چار بجے کا وقت تھا۔ حامم کمرے سے باہر نکلی تھی۔ وہ سیدھا کاؤنٹر پر گئی تھی جہاں رات کو گارڈ ڈیوٹی دیتا تھا۔ اس نے کاؤنٹر پر موجود گارڈ کو سب بتایا تھا جس نے وارڈن کو کال کی تھی۔ مہرو کے گھر فون کرنے پر انہیں خبر کی تصدیق مل چکی تھی۔ کچھ دیر بعد مہرو اپنے بھائی کے ساتھ جا چکی تھی جبکہ وارڈن نے حامم کو اس وقت مہرو کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ حامم کو غصہ تو آیا تھا لیکن وہ ہاصل کے قوانین کو نہیں توڑ سکتی تھی۔

"جورڈن تم آج کل کہاں ہوتے ہو۔۔ میں کچھ دنوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم زیادہ تر وقت باہر گزارتے ہو۔۔ کیوں۔۔؟؟" انتہنی جورڈن سے پوچھ رہا تھا۔  
"کیوں میں باہر نہیں جاسکتا۔۔؟؟" جورڈن نے غصے سے المساواں پوچھا تھا۔  
"جاسکتے ہو لیکن۔۔"

"کیا لیکن۔۔؟؟" جورڈن نے اسکی بات کاٹی تھی۔

"کچھ غلط حرکت مت کرنا۔۔" انتہنی نے درخواست کی تھی۔ وہ جورڈن کے غصے اور اسکی شخصیت سے اچھی طرح واقف تھا۔ مارٹھا کی موت کے بعد وہ اور زیادہ خاموش رہنے لگا تھا۔ پہلے تو زیادہ وقت گھر اور جم میں گزارتا تھا یا پریکٹس کرتے ہوئے لیکن آج کل وہ تھوڑا عجیب سارو یہ اپناۓ ہوا تھا۔ جلدی میں ناشتہ کرتا تھا جیسے کہیں پہنچنا ہو۔۔ بار بار وقت دیکھتا رہتا تھا۔

"ڈونٹ وری۔۔ جو کرو ٹگا سب ٹھیک ہی کرو گا۔۔" جورڈن نے سرد سے لبھ میں کہا تھا جبکہ ایشتنی سر ہلا کر رہ گیا تھا۔

پیرس میں سالانہ بہت بڑا فیشن شو ہو رہا تھا جس کا ایک کافی عرصے سے انتظار تھا۔ مشکل سے انہیں ٹکٹس ملیں تھیں۔ اس وقت وہ دونوں شودی کیخنے کیلئے ہی نکل رہی تھیں۔ جیسے ہی وہ دونوں پارکنگ ایرا میں پہنچیں ماہی کو عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اسے روڈ پر ایک بائیک کھڑی نظر آئی تھی۔ اور اس پر سوار ہیلمٹ پہنے وہ شخص۔۔ وہ اسے کئی دنوں سے نوٹ کر رہی تھی۔

"کیا ہو ماہی جلدی چلو۔۔" ایلانے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"آں۔۔ ہاں۔۔ چلو۔۔" ماہی کے چہرے پر الجھن واضح تھی وہ گاڑی میں پیٹھ گئی تھی لیکن اسکی نظر بیک مر سے گاڑی کے پیچھے آتی بائیک پر تھی۔ اسکے حواس باختہ ہونے لگے تھے۔

"ایلانے مجھے لگتا ہے کوئی ہمارا پیچا کر رہا ہے۔۔" ماہی نے ڈرتے ہوئے بتایا تھا۔

"وات۔۔ ریلی۔۔؟؟" ایلانے پر جوش سے لبھ میں پوچھا تھا۔

ماہی مجھے کچھ دنوں سے محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی ہم پر نظر رکھے ہوئے ہے۔۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہم کسی کی نظر وہ میں ہے۔۔!! ماہی پریشانی سے بتا رہی تھی۔

"اوکم آن ماہی۔۔ ایک تو تم وہی بہت ہو۔۔" ایلانے اسکا مذاق اڑایا تھا۔

"نہیں میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔ وہ دیکھو گاڑی کے پیچھے۔۔"

ماہی نے اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ مر سے دیکھا تھا لیکن اب وہ بائیک غائب تھی۔ اسکا دماغ چکرا گیا تھا۔

"کہاں۔۔؟؟" ایلانے پوچھا تھا۔ لیکن ماہی کے پاس وہی جواب نہیں تھا۔

"تمہیں ریسٹ کی ضرورت ہے ماہی۔۔ حشام کو لے کر تم ذہنی طور پر ڈسٹریب ہو چکی ہو۔۔!! ایلانے سنجیدگی سے کہا تھا۔ جبکہ ماہی خاموش ہو گئی تھی۔ وہ اب اسے کیا بتاتی کیا سمجھاتی اس نے واقعی بہت دفعہ اس ہیلمٹ پہنے شخص کو اپنے آس پاس دیکھا تھا۔ لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ ایلا کبھی اسکا لقین نہیں کرنے والی تھی۔ اسی لیے اس نے بحث کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

دو دن گزر گئے تھے مہرو واپس نہیں آئی تھی۔ اسکی امی کی طبیعت اب کچھ ٹھیک تھی۔ ویک اینڈ آگیا تھا حامم بھی گھر چلی گئی تھی۔ اور پھر گھر سے آسیہ بیگم کو ساتھ لے کر وہ مہرو کی ماں کی خیریت دریافت کرنے گئی تھی۔

"اچھا کیا تم آگئی ہو۔۔۔!!" مہرو اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ البتہ وہ کافی کمزور نظر آ رہی تھی۔ اسکی امی کی طبیعت کافی حد تک سن بھل گئی تھی لیکن وہ ابھی بھی بیمار تھیں۔ کافی دیر بیٹھنے کے بعد وہ اب واپس جانے کیلئے تیار تھیں۔

"اچھا سنو کل منڈے ہے تم یونیورسٹی جاؤ گی۔؟؟" مہرو نے پوچھا تھا۔

"ہاں۔۔۔ صحیح ہاں چلی جاؤ گی۔!!" حامم نے جواب دیا تھا۔

"کل تم ڈیپارٹمنٹ نہیں جاؤ گی۔۔۔ شام چار بجے سے پہلے تم نے

NAB

آفس کے پاس پہنچا ہے۔۔۔ ہاٹل سے آٹلو لے لینا یا پھر اور کروالینا۔۔۔ لیکن کسی کو بتانا نہیں ہے۔۔۔ "مہرو نے رازداری سے کہا تھا۔ حامم اسکی بات سن کر چوکنی تھی۔" کیوں خیریت تو ہے تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ بتانا کیوں نہیں۔۔۔؟؟" حامم کو حیرانگی ہوئی تھی۔

"سب میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔۔۔ ابھی بس اتنا یاد رکھو کہ چار بجے سے پہلے۔۔۔

NAB

آفس کے سامنے۔۔۔ میں وہیں آ جاؤ نگی۔۔۔" مہرو نے چار بجے پر زور دیا تھا۔

"یہ تم دونوں سر گوشیوں کیا میں باتیں کر رہی ہو۔۔۔؟؟ تھوڑا اونچا بولو۔۔۔ ہمیں بھی پتا چلے۔۔۔!!" مہرو کی بجا بھی نے شرارتاً دونوں کو چھیڑا تھا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں بجا بھی کچھ نہیں ایسے ہی۔۔۔" مہرو نے جواب دیا تھا۔ کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد وہ واپس اپنے گھر آچکی تھی۔ مہرو کی باتوں نے حامم کو الجھاد یا تھا۔ وجہ کیا تھی یہ تو مہرو مل کر رہی بتا سکتی تھی۔

حامم مہرو کی بات کو لے کر ساری رات سوچتی رہی تھی۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ مہرو کو نیب آفس کے پاس کیا کام تھا۔۔۔؟؟ اس نے مہرو سے پوچھنے کیلئے دو تین بار اسکا نمبر ملا یا تھا جو آف جارہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے یار۔۔۔؟؟" وہ جھنجھلا گئی تھی۔ اگلے دن بھی وہ اسکا نمبر ملاتی رہی تھی۔ ایک تو وہ چھٹیاں کر رہی تھی جو کہ غلط تھا اوپر سے فون بھی آف جارہا تھا۔

حامم اپنے وقت پر ڈیپارٹمنٹ چلی گئی تھی۔ تین بجے کا وقت تھا وہ کلاس لے کر فری ہوئی تھی جب اسے مہرو کی کال آئی تھی۔

"تم پہنچ رہی ہو نیب آفس۔۔۔؟؟" مہرو پوچھ رہی تھی۔ حامم کا اسکی بات سن دماغ گھوما تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے مہرو۔۔۔ فون کیوں بند تھا تمہارا اور تمہیں اس جگہ پر کیا کام ہے۔۔۔؟؟" حامم نے غصے سے پوچھا تھا۔

"پلیز جلدی آؤ۔۔۔ میں ادھر ہی جا رہی ہوں۔۔۔" مہرو کہہ کر فون بند کر چکی تھی جبکہ حامم سر تھام کر رہ گئی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا وہ کرے۔۔۔؟ کسی کو بھی بناتا ہے یوں کلاس چھوڑ کر اسکی بتائی جگہ پر پہنچنا حامم کیلئے بہت عجیب تھا۔ کہیں مہرو کسی مصیبت میں تو نہیں۔۔۔؟؟“ اچانک اسکے ذہن میں خیال آیا تھا اور بالآخر وہ ہمت کر کے یونیورسٹی سے باہر نکل آئی تھی۔ تین بج کر چالیس منٹ پر وہ نیب آفس کے سامنے تھی۔ وہاں آرمی کی کثیر تعداد نظر آ رہی تھی۔ حامم کا دل گھبر ا رہا تھا۔ مہرو کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ پندرہ منٹ وہ روڑ پر کھڑی رہی تھی۔ لوگ اسے عجیب و غریب نظروں سے گھور رہے تھے۔ اس نے اپنی بڑی سی چادر کو اپنے سے خود پر لپیٹ رکھا تھا اور آدھا منہ چھپا ہوا تھا۔ حامم نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل نکالا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مہرو کا نمبر ملاتی موبائل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا تھا۔ اس نے فٹافٹ جھک کر موبائل اٹھایا تھا جو بند ہو چکا تھا۔ حامم کے اب اوسان خطاب ہوئے تھے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کتنی بڑی غلطی کر چکی تھی۔ سارا حصہ چار ہو گئے تھے لیکن مہرو نہیں آئی اب آلو دہور ہوا تھا۔ اور اس کا دل دھک کر رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ بار بار کوشش کرنے پر بھی تھی۔ شام کا اندر ہیرا پھیل چکا تھا۔ موسم اس کا موبائل آن نہیں ہوا تھا۔ اس جگہ پر وہ آٹو میں آگئی تھی لیکن اب واپس جانے کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ گاڑیاں، لوگ اور ہر طرف پھیلا شور اسے پاگل کر رہا تھا۔ وہ ہمیشہ کالج سے گھر اور گھر سے کالج سے اکیلے گئی تھی۔ لاہور میں رہنے کے باوجود اس نے دوسروں کی طرح لاہور پورا نہیں دیکھا تھا۔ جیسے ہی پانچ بجے تھے حامم کی آنکھیں نم ہونا شروع ہوئی تھیں۔ اندر ہیرا پھیل چکا تھا۔ مہرو نہیں آئی تھی وہ اسے کال بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس وقت سیچوپیش ایسی تھی کہ حامم کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ اس نے دل سے دعا کی کہ اللہ اسکی مدد کرے۔ اور پھر کچھ دیر بعد ایک گاڑی اسکے سامنے رکی تھی۔ تم بیہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔؟ آربے نے گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے پوچھا تھا۔ حامم اپنے سامنے آربے کو دیکھ کر عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پہلی بار اسے آربے کو دیکھ کر اچھا لگا تھا۔ وہ اس وقت اسکے لئے ایک مسیحابن کر آیا تھا۔

”وہ۔۔۔ وہ میں۔۔۔“ حامم کے الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

”گاڑی میں بیٹھو۔۔۔“ اس کا انداز حکمیہ تھا۔ بنا کوئی کچھ سوچے سمجھے حامم دوسری طرف کا دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ کچھ دیر گاڑی میں خاموشی چھائی رہی تھی۔ حامم کی آنکھیں چھلنے کو تیار تھیں۔

”کسی کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔؟؟“ آربے نے نارمل سے لبھے میں پوچھا تھا۔

”مجھے ہاٹل جانا ہے۔۔۔“ حامم نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا البتہ اسکی آواز رندھ گئی تھی۔

”اوکے۔۔۔“ آربے نے گاڑی کا رخ کیمپس کی طرف موڑ دیا تھا۔

”تم نے بتایا نہیں۔۔۔ بیہاں کیا کر رہی تھی۔۔۔؟؟“ چند منٹ کی خاموشی کے بعد آربے نے دوبارہ پوچھا تھا۔ جبکہ حامم اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیا ہوتا اگر آربے وہاں نا آتا۔۔۔؟؟“ یہ سوچ کر رہی اسکی جان ہوا ہونے لگی تھی۔ اسے مہرو پر انتہا کا غصہ آرہا تھا اور اس سے بھی زیادہ خود پر جو بے وقوف کی طرح وہاں چلی آئی تھی۔ حامم نے آربے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ آربے کو اسکی خاموشی چڑا رہی تھی۔ اس نے گاڑی میں میوزک لگا دیا تھا۔ پلیز اسے بند کر دو۔۔۔“ حامم نے التجاکی تھی اسکا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ ”اور گاڑی تیز چلاؤ مجھے جلدی ہاٹل پہنچنا ہے۔۔۔“ اسے پریشانی ہو رہی تھی کہ اگر وہ مقررہ وقت تک ہاٹل نا پہنچی اور لیٹ ہو گئی تو وارڈن اسے نہیں بخشنے گی۔ اسکے بات کا آربے پر الٹا اثر ہوا تھا اس نے گاڑی کی رفتار کم جبکہ میوزک کا والیوم تیز کر دیا تھا۔

حامم نے آنکھیں میچ کر خود کو کچھ غلط کہنے سے روکا تھا۔ اس وقت وہ اسکے رحم و کرم پر تھی۔

"مجھے یہاں مہرو نے بلا یا تھا کچھ کام تھا ہمیں لیکن وہ لیٹ ہو گئی آنہیں سکی۔" بالآخر اسے بولنا ہی پڑا تھا۔ اسکی بات سننے کیلئے آرجے میوزک بند کیا تھا۔ اوکے۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پایا تھا۔ خاموشی۔۔۔ خاموشی۔۔۔ ایک طویل خاموشی چھاگئی تھی۔

"ویسے ہو تو تم پانچ فٹ چار انج کی لیکن نخرے کیوں ہے اتنا تم میں۔۔۔؟" آرجے کی بات پر حانم نے حیرت سے رخ موڑ کرا سے دیکھا تھا۔ وہ اب اسے گھور رہی تھی۔ ہاں نا۔۔۔ اتنی ہی ہائیٹ ہے تمہاری۔۔۔ ایک انج اور نیچے ہو سکتا ہے۔۔۔" وہ ڈھیسوں کی طرح ہنسا تھا۔

"ویسے تمہارا میری گاڑی میں بیٹھنا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یا تو میں نہایت باکردار لڑکا ہوں۔۔۔ یا پھر۔۔۔ تم بھی میرے ہی جیسی ہو۔۔۔!!" وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ حانم بس خود پر ضبط کر رہی تھی۔ وہ کچھ ایسا نہیں بولنا چاہتی تھی جس سے آرجے کو غصہ آتا اور وہ اسے چھوڑ کر چلا جاتا۔

"میری مجبوری کا فائدہ اٹھانے کی کوشش مت کرو۔" حانم کا لہجہ کاٹ دار تھا۔ آرجے کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"کیا بات ہے۔۔۔ ویسے ناجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔ اگر ہوتی تو بھی میں زبردستی کا قابل نہیں ہوں۔۔۔

اور ویسے بھی مجھے یاد آیا تم تو میری قانونی بیوی ہو۔۔۔ میری گاڑی پر حق رکھ رکھتی ہوا سی لئے میں تم پر کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ تم اپنا حق استعمال کر رہی ہو۔۔۔

وہ اسے چڑانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑ رہا تھا۔

"تمہارا نام کس نے رکھا تھا۔۔۔؟" اب حانم کسی حد تک نارمل ہو چکی تھی۔

"میں نے خود۔۔۔ وہ پھر ہنسا تھا۔

"روحان کی بات کر رہی ہوں۔۔۔"

"وہ مام نے رکھا تھا۔۔۔ آرجے نے بتایا۔

"کیا تمہیں پتا ہے کہ روحان کا مطلب کیا ہے۔۔۔؟" حانم نے پوچھا۔

"روحوں جیسا پاک صاف۔۔۔ آرجے کے نامیں گردان ہلانے پر حانم نے بتایا تھا۔

"واؤ۔۔۔" ناچاہتے ہوئے بھی آرجے مسکرا دیا تھا۔

"اور مجھے دنیا میں تمہاری روح سے زیادہ غلامت میں لپٹی روح کسی اور کی نظر نہیں آئی۔۔۔!! آرجے کے قہقہے کو بریک لگی تھی۔ اچانک اسکے چہرے پر سختی چھاگئی تھی۔

"اور مجھے اس چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میں کیسا ہوں اور کیسا نہیں۔۔۔ اور تمہیں بھی مجھ پر اتنی گہری نظر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔!!" وہ سخت سے لبھجے میں بولا تھا۔ حانم خاموش ہو گئی تھی۔

کونسا ہاٹل ہے تمہارا۔۔۔؟" وہ لوگ گیٹ نمبر 4 سے ہاٹل ایریا میں داخل ہو گئے تھے۔ پہلے بوائز ہاٹل تھے۔ ہاٹل ایریا میں رونق لگی ہوئی تھی۔ ہر طرف لڑکے گھومتے نظر آ رہے تھے۔ کچھ آگے آنے پر

Stc

والے راستے پر لڑکیاں اور لڑکوں کے گروپ چہل قدمی کر رہے تھے۔

"یہیں اتار دیں میں خود چلی جاؤں گی۔" حامم نے تمیز سے کہا تھا۔ "میں نے پوچھا ہائل نمبر بتاؤ۔ اور بے فکر رہو میں تم سے ملنے ہائل نہیں آنے والا۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا تھا۔

"گیارہ۔" حامم نے جواب دیا تھا۔ کچھ منٹ بعد وہ اسکے ہائل کے سامنے کھڑے تھے۔ حامم بنا کچھ کہے گاڑی سے باہر نکلی تھی۔ اور فٹافٹ ہائل کے گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جیسے ہی وہ گیٹ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی آربے نے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔ شام کے سات نج رہے تھے۔ اب وہ گاڑی واپسی کیلئے موڑ چکا تھا۔

حامم نے ہائل آنے کے بعد شکرانے کے نفل ادا کئے تھے۔ اللہ نے اسکی حفاظت کی تھی۔ اسے مہرو پر شدید غصہ تھا۔ اور اسی غصے کی وجہ سے اس نے دوبارہ مہرو کو کال نہیں کی تھی۔ اگلے دن مہرو ہائل آئی تھی۔ اسکے سر پر پٹی بند ہی ہوئی تھی حامم اسے یوں دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

"سوری حامم کل جب میں تمہارے پاس آ رہی تھی تو چھوٹا سا ایک سیڈینٹ ہو گیا تھا۔" مہرو نے بتایا تھا۔ حامم کو اس پر جتنا بھی غصہ تھا وہ اسکی حالت دیکھ کر کم ہوا تھا۔ "پلیز معاف کر دو۔" میں نے بعد میں تمہارا نمبر ملایا تھا لیکن وہ بند جا رہا تھا۔ "حامم کے سر دو جامد تاثرات دیکھ کر مہرو نے صفائی پیش کی تھی۔" ٹھیک ہے۔" حامم اتنی بھی پتھر دل نہیں تھی۔ اب وہ اس سے ڈرائیور کے بارے میں پوچھ رہی تھی جسے زیادہ چوٹ آئی تھی۔

وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ کے لان میں بیٹھی تھیں۔ مہرو کے والد کا اسلام آباد میں ٹرانسفر ہوا تھا وہ لوگ کچھ دونوں تک وہاں شفٹ ہونے والے تھے۔ مہرو کا ابھی لنفرم نہیں تھا۔

حامم اسے منع کر رہی تھی کہ وہ ناجائے۔ وہ افسر دہ تھی۔

جب مہرو اسے یقین نہیں دلا سکی تو اس نے موبائل نکال کر یو ٹیوب کرو یڈ یوز دیکھنی شروع کر دی تھیں۔

"جتنا وقت تم ان ویڈیو یوز دیکھنے میں لگاتی ہو اگر اتنا پڑھونا تم تو ٹاپ کر جاؤ۔ آربے نہیں" اس بار بھی آربے نے ٹاپ کیا تھا۔ "تم بھی آربے جتنی ذہین تو ہو ہی نہیں۔"

"آربے ذہین نہیں چالاک ہے مہرو۔" حامم نے موبائل پر نظریں گاڑے جواب دیا تھا۔

"ذہین اور چالاک میں کیا فرق ہوا بھلا۔" مہرو نے اچنچھے س پوچھا تھا۔

"چالاک تو ابليس بھی تھا مہرو۔ اگر وہ ذہین ہوتا تو شیطان نہ ہوتا۔!!" حامم کی بات نے مہرو کو گنگ کر دیا تھا۔ وہ بہت گہری بات کہہ گئی تھی۔ اور ان سے کچھ فاصلے پر پیچھے کھڑے آربے کے قدم جو مہرو سے کچھ پوچھنے آیا تھا پتھر کے ہوئے تھے۔ اس نے دانت بھیجن کر خود پر قابو پایا تھا اور پھر واپس پلٹ گیا تھا۔

وہ دونوں کیسے پر بیٹھی تھیں۔ موسم کافی خوشگوار تھا۔

ان سے کچھ فاصلے پر کمی اور آرجے دوسرے ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ آرجے کمی سے کچھ بات کر رہا تھا جبکہ کمی کی نظر میں موبائل کی سکرین پر جی تھیں۔ آرجے نے ہاتھ بڑھا کر کمی سے موبائل چھینا تھا۔

کمی اس وقت کوئی چینگ پڑھ رہا تھا۔ میچ چینگ۔۔۔

نبہر پر

X\_H

لکھا ہوا تھا۔ وہ کمی کی کوئی ایکس گرل فرینڈ تھی جس سے اب اسکا بریک اپ ہو چکا تھا۔

آرجے موبائل واپس کرو۔۔۔ ”کمی ایک دم بوکھلا گیا تھا۔

”تم ابھی تک اسے بھول نہیں ہو۔۔۔ آرجے نے پوچھا۔

”بھول چکا ہوں۔۔۔ بس تم موبائل واپس کرو۔۔۔ ”کمی اس سے موبائل چھیننے کی کوشش کر رہا تھا لیکن آرجے نے نہیں دیا۔ کچھ سوچتے ہوئے آرجے نے وہ نمبر ملایا

تھا۔ کمی کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔ بیل جا رہی تھی۔ انکے سامنے دوسرے میز پر رکھا ہوا حامم کا موبائل بجا تھا۔ آرجے چونکا تھا۔ حامم نے موبائل

اٹھا کر دیکھا تھا اور نمبر دیکھ کر اسکے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ اس نے کال فوراً گٹ کی تھی۔

آرجے نے دوبارہ کال ملائی تھی۔ اس بار پھر حامم کے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔ حامم نے کانپتے ہاتھوں سے کال ریسیو کی تھی۔  
”ہیلو۔۔۔ ”اسکی آواز میں غصہ اور خوف دونوں تھے۔

آرجے کو وہ منظر صاف دکھائی دیا تھا۔ کال اٹھانے اور ہیلو بولنے والی حامم تھی۔ آرجے کو یونیورسٹی کی بلڈنگ اپنے سر پر گرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے جھٹکے سے کمی کی طرف دیکھا تھا جو پھیکے پڑتے چہرے کے ساتھ کبھی حامم تو کبھی آرجے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس نے آرجے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلا�ا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔۔۔

”مست کرو آرجے“ آرجے کا دماغ چکرایا تھا۔۔۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا۔ یعنی وہ ہانی ام حامم ہی تھی۔۔۔ جو کمی کی گرل فرینڈ تھی۔

جبکہ دوسری طرف حامم پریشان سی موبائل کی سکرین کو گھور رہی تھی۔ آرجے فون بند کرتے ہوئے اٹھا تھا اور ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گیا۔

”آرجے میری بات سنو۔۔۔ ”کمی اسکے پیچھے لپکتا تھا۔ لیکن آرجے رکنے والا نہیں تھا۔

”کیا ہوا ہانی کس کافون تھا۔۔۔ ؟؟“ مہرو نے پوچھا تھا۔

”آں۔۔۔ ہاں وہ۔۔۔“ حامم گڑ بڑا گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی مہرو کے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔

”بھائی کی کال ہے۔۔۔“ مہرو نے کہتے ہوئے کال ریسیو کی تھی۔ اور پھر بات سننے کے بعد اسکے چہرے کے رنگ اڑے تھے۔

”کیا ہوا مہرو سب ٹھیک ہے نا؟؟“ حامم نے پوچھا تھا۔

”میں آتی ہوں بھائی“ مہرو جواب دیتے ہوئے بوکھلاہٹ میں اٹھی تھی۔

”سب ٹھیک تو ہے نا؟؟“ حامم نے دوبارہ پوچھا تھا۔

"نہیں ہانی۔۔۔ ماکی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے بھائی ہاٹل کے باہر میرے انتظار کر رہے ہیں مجھے جانا ہو گا۔۔۔!!" مہرو نے کانپتی آواز سے اسے بتایا تھا۔ اللہ خیر کرے۔ تم دھیان سے جاؤ" مہرو اثبات میں سر ہلاتی آگے بڑھ گئی تھی جبکہ حامم واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔ اسکے سامنے جوس کا گلاس رکھا تھا۔ کچھ دنوں سے سب غلط ہو رہا تھا۔ پہلے مہرو کی امی کو ہارت ایک، مہرو کا اسے نیب آفس کے پاس بلانا، مہرو کا ایکسڈینٹ، رات اس نے پھر سے وہی خواب دیکھا تھا جس میں کسی نے اسے آگ لگتے دریا میں دھکا دے دیا تھا۔ اس آگ کی جلن حامم کو محسوس ہوتی تھی۔ اور اب اس ملک کی کال آنا، حامم کی کسی انہوںی کا احساس ہو رہا تھا۔ اسکا دل کانپ رہا تھا۔ وہ کیفیت سے اٹھنے کے بعد ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اسکی اسائمنٹ مکمل نہیں تھی صبح جمع کروانی تھی۔

"اگر میں ہاٹل چلی گئی تو سو جاؤں گی کیوں نا لا بسیری میں بیٹھ کر مکمل کرلوں" حامم سوچتے ہوئے لا بسیری کی طرف بڑھ گئی تھی۔ آج جنت روڈ پر سٹوڈنٹس کا رش نہیں تھا۔ روڈ اور کیفے خالی خالی سا نظر آ رہا تھا۔ پہلی وجہ تو یہ تھی کہ جنت روڈ کے دونوں تقریباً آٹھ دس ڈیپارٹمنٹ تھے۔ جن میں سے کچھ ڈیپارٹمنٹس کے فائل پیپرز لیٹ ہوئے تھے اور اب انہیں سمیسٹر بریک تھی۔ اس لیے کافی ڈیپارٹمنٹ بند تھے۔ جبکہ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس دن فیصل آڈیوریم میں ٹینکنالوجی پر ایک بہت بڑا سینیئنر تھا جس میں بڑی بڑی شخصیات نے شرکت کرنی تھی۔ انکے ڈیپارٹمنٹ کے بھی تقریباً سبھی سٹوڈنٹس وہاں گئے ہوئے تھے۔ حامم کا سینیئنر میں جانے کا موڈ نہیں تھا۔ وہ لا بسیری میں بیٹھی انہاک سے اسائمنٹ بنارہی تھی جب اسکے موبائل پر واپسیشن ہوئی۔ لا بسیری میں ایک دو سٹوڈنٹس تھے۔ حامم نے موبائل دیکھا ملک کی کال تھی جو ابھی کچھ دیر پہلے بھی آئی تھی اور وہ مہرو میں الجھ کر بھول گئی تھی۔ نمبر دیکھ کر حامم کی تیوری چڑھی تھی۔ اس نے غصے سے کال اٹھائی تھی۔ "بیلو" حامم کی آواز سے بھی غصہ جھلک رہا تھا۔

کیسی ہو مس ہانی۔۔۔؟؟" کاٹ دار لبھے میں پوچھا گیا تھا۔

"ذرا ڈیپارٹمنٹ کے گرواؤنڈ میں تشریف لائیں گی آپ؟"

اس سے پہلے حامم کچھ بولتی وہ دوبارہ بولا تھا۔ حامم کو وہ آواز جانی پہچانی محسوس ہوئی تھی۔ اسکی ایک کمزوری تھی۔ وہ آوازوں میں جلدی سے فرق محسوس نہیں کر پاتی تھی۔ اگر مہرو بھی کسی انجان نمبر سے اسے کال کرتی تھی تو حامم کافی دیر بعد اسے پہچانتی تھی۔

"اگ۔۔۔ کون؟؟" حامم کا گلہ خشک ہوا تھا۔

"ہاہاہا" دوسری طرف سے آر جے کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ وہ اسکے قہقہہ لگانے کے انداز سے پیچان گئی تھی۔

"ذرا گرواؤنڈ میں تشریف لے آئیں پھر بتاتا ہوں" وہ کہہ کر فون بند کر چکا تھا۔ حامم کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

"مک ہی آر جے ہے۔۔۔؟ نہیں یہ نہیں ہو سکتا"

حامم کا دل ڈوب گیا تھا، اسے جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا، ملک نام کے ڈر کا سانپ اسکے سینے میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا جو آج اسکے اندر سے نکلا تھا۔ حامم کے ہاتھ اور ٹانگیں باقاعدہ کانپ رہی تھیں۔ موبائل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر گود میں جا گرا تھا اور وہ خشک ہوتے حلق کے ساتھ حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

یہ ان دونوں کی بات ہے جو وہ فرست ایئر میں تھی اور اس نے نیا نیا کالج جانا شروع کیا تھا۔ مہرو اور وہ دونوں ایک ہی کالج میں پڑھتی تھیں۔ کالج گھر سے کافی فاصلے پر تھا۔ اکثر دیر ہو جانے کے باعث آسیہ بیگم کافی پریشان ہوتی تھیں۔ کچھ پیسے جمع کرنے کے بعد انہوں نے حامم کو ایک چھوٹا سا الگ موبائل لے کر دے دیا تھا۔ بیشک انکے گھر میں غربت تھی لیکن زندگی ایک پر سکون ندی کی مانند بہبہ رہی تھی۔ اور اس ندی میں پہلا پتھر ملک کے آنے سے پڑا تھا۔ فرست ایئر میں انہوں نے کالج میں سینئر ز کلاسز کو

Fare well

پارٹی دی تھی۔ مہرو اپنا اسمارٹ فون لائی تھی۔ چونکہ کالج میں صرف لڑکیاں ہی تھیں اس لئے وہ دونوں خوب اچھے سے تیار ہوئی تھیں۔ مہرو نے اچھی اچھی کافی فوٹوز بنائی تھیں۔ وہ دونوں بہت پیاری لگ رہی تھیں۔ خاص طور پر حامم۔ اور شاید یہی اسکی بد قسمتی تھی۔ "مہرو یہ کون ہے؟؟" میں مہرو کے موبائل میں فونشن کی تصویریں دیکھ رہا تھا جب اسکی نظر مہرو کے ساتھ مسکراتی حامم پر پڑی تھی۔ "یہ ہانی ہے میری بیست فرینڈ" مہرو نے جواب دیا تھا۔ "یہ پیاری ہے۔ معصوم بھی۔"

"ہاں۔ یہ بہت اچھی اور نیک لڑکی ہے" مہرو نے سرسری سے انداز میں جواب دیا تھا۔ مہرو کے نیک کہنے پر میں دل میں ہنسا تھا۔ "اچھا یا رچائے تو پلا دو اتنے دنوں بعد گھر آیا ہوں" میں نے شکوہ کیا تھا۔ اور مہرو اثبات میں سر ہلاتی کرے سے چلی گئی تھی۔ میں نے خباثت سے ہنستے ہوئے حامم کا نمبر اسکے موبائل سے لیا تھا۔ "پتا چل جائے گا کتنی نیک اور پارسا ہے" وہ شیطانی ہنسا تھا۔

"ہیلو ہانی" حامم اپنا کمپیسٹری کا ٹیسٹ یاد کر رہی تھی جب اسکے موبائل پر بیل ہوئی تھی۔ جبکی نمبر دیکھ کر اسے جیرانی ہوئی تھی۔ میں نے مہرو کے موبائل سے نمبر لینے کے پورے ایک ماہ بعد حامم کو میسج کیا تھا۔ "کیسی ہو۔؟؟" حامم ابھی سوچ رہی تھی کہ یہ نمبر کس کا تھا تبھی دوسرا مسیح موصول ہوا۔ وہ شش و پیچ میں متلا ٹھی کہ ریپلائے کرے یا نہ کرے تبھی اس نمبر سے کال آئی تھی۔ حامم نے کال ریسیو کی تھی۔ "ہیلو ہانی میں ملک" لڑکے کی آواز اور اسکے منہ سے اپنانام سن کر حامم دھک سے رہ گئی تھی۔ اس نے فوراً کال کاٹنے کے بعد موبائل بند کر دیا تھا۔ اور پھر یہ سلسلہ بند نہیں ہوا تھا۔ روز صحیح و شام میسج آنے لگے۔ کبھی حسن کے تصدیقے پڑھے جاتے تو کبھی اسکی مخصوصیت کے۔ حامم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے تنگ کرنے والا کوں تھا۔ جہاں مہرو اسے اپنی چھوٹی چھوٹی بات بتاتی تھی وہیں حامم اپنے بڑے بڑے اس سے چھپاتی تھی یہ اسکی فطرت تھی شاید۔ "آخر تم کون ہو کیوں مجھے تنگ کرتے ہو؟؟" حامم نے جھجھلا کر پوچھا تھا۔ "تم پر مر مٹا ہوں، دوستی کا خواہاں ہو" اسکی بے باکی پر حامم کے چہرے پر ناگواری ابھری تھی۔ اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

”پہلی لڑکی ہے یا رجہ جو قابو نہیں آرہی دو ماہ ہو گئے ہیں۔۔۔“

مکی آرجہ کے سامنے صوفے پر برا جمان خباثت سے کہہ رہا تھا۔

”لگے رہو۔۔۔ ایک نا ایک دن مان جائے گی، دنیا میں ایسی کوئی لڑکی نہیں جو پھسلتی نا ہو، بس کچھ وقت لیتی ہیں اور کچھ لمحوں میں پکھل جاتی ہیں۔۔۔“ آرجہ کا نایاب مشورہ دستیاب تھا۔ اور پھر مکی نے ہار نہیں مانی تھی۔

”دیکھو پیز ایک بار بات کرو۔ میں باقی لڑکوں جیسا نہیں ہوں، میں بہت الگ ہوں میں سچ میں تمہیں پسند کرتا ہوں“

ایک بھولی بھالی لڑکی جسکی دنیا اسکی چھوٹی سی فیملی تھی۔ جس نے آسائشیں نہیں دیکھی تھیں۔۔۔ وہ اسکی چکنی چڑی باتوں پر پکھلنے لگی تھی۔ مرد کو اللہ تعالیٰ نے بہت شاطر دماغ دیا ہے۔ وہ اپنی باتوں سے کسی بھی عورت کو بہلا، پھسلا اور غلا سکتا ہے، اس میں بھی قصور عورت کا ہوتا ہے جو وہ پکھل جاتی ہے۔ دو ماہ کی انتہک محنت کے بعد آخر وہ اسکی طرف مائل ہو ہی گئی تھی۔

”میر انام ملک ہے۔“ مستقیم ملک عرف مکی نے اپنا تعارف کروا یا تھا۔ حنم نے ہمیشہ محرومیاں دیکھی تھیں۔ باپ کی محرومی، ضروریات کی محرومی، خواہشات کی محرومی۔۔۔ بہت سے لاڈ اور پیار کی محرومی،

اسکے اندر ایک خلا تھا۔۔۔ گھر میں رونے دھونے والے حالات دیکھ کر اسکا دل کڑھتا تھا، ایسے میں جب ملک اس سے بات کرتا تھا تو وہ اسے خوابوں کی دنیا میں لے جاتا تھا،

لیکن یہ سلسلہ زیادہ دن نہیں چل سکتا تھا۔ حنم کا ضمیر اسے کچوکے لگاتا تھا، وہ جانتی تھی یہ سب غلط ہے، انسان معصوم ہے جبکہ شیطان شاطر ہے، اسے شیطان نے کیسے ور غلایا تھا یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی، ملک سے بات کرتے ہوئے بھی ضمیر کا شور اسے سکون نہیں لینے دیتا تھا۔

اس روز جو اد کو سائیکل چاہیے تھی۔ آسیہ بیگم یا کسی اور کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ وہ اسے سائیکل لا کر دے سکتے۔

”بابا ہمیں کیوں چھوڑ گئے ہیں آپی۔۔۔ کیوں چلے گئے وہ۔۔۔؟؟؟“

جواد نے روتے ہوئے سوال پوچھا تھا۔ جبکہ حنم خود روودی تھی۔

”ملک تم چھوڑ تو نہیں جاؤ گے؟؟؟“ اس روز پہلی بار حنم نے ایک لمبے میج کی شکل میں بہت سے الفاظ لکھ کر بھیجے تھے۔ ورنہ وہ بس ہوں، ہاں میں جواب دیتی تھی۔

”وہ پوچھ رہی ہے مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے۔۔۔؟؟؟“ مکی نے آرجہ سے پوچھا تھا۔

”اسے کہو کبھی نہیں میری جان۔۔۔“ آرجہ کے جواب پر دونوں کا قہقهہ ابھرا تھا۔

اس رات حنم سو نہیں پائی تھی۔ وہ ساری رات سوچتی رہی تھی۔ ضمیر نے اسے یہ بات سمجھا دی تھی کہ وہ غلط کر رہی ہے۔ اسکی نمازیں قضا ہونے لگی تھیں، اسکی پڑھائی متاثر ہو رہی تھی۔ سب سے بڑی بات اسکے چہرے کی رونق ماند پڑ گئی تھی، ملک سے بات کرنے کا گناہ اسکے جسم سے کسی جونک کی طرح چھٹ گیا تھا جو لمحہ بہ لمحہ اسکا خون چوس رہی تھی۔

”کیا ہو گیا ہے ہانی تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتی ہو۔۔۔؟؟؟“

حنم کے اگور کرنے پر ملک نے شکوہ کیا تھا۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں" اسکی اگلی بات سن کر حامم کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔ اس نے فوراً موبائل آف کیا تھا۔ اس نے تو کبھی اس چیز کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ حامم کا دل ملک سے آکتا نہ لگا تھا۔ اسکی باتیں حامم کا دل خراب کرتی تھیں۔ جو تھوڑی سی دلچسپی پیدا ہوئی تھی وہ اسکی چیپ باتوں سے ختم ہو گئی تھی۔ وہ اسکا نمبر بلاک نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اسکے پاس موبائل سادہ تھا۔ اسی گھبر اہٹ، ڈر اور گناہ کے تصور میں اسے بخار ہو گیا تھا۔ وہ پورا مہینہ بیمار رہی تھی۔ اپنے گناہ پر روتی تھی۔ پچھناتی تھی، آسیہ بیگم اسے بیمار دیکھ کر خود ہلاکا ہو گئی تھیں۔ حامم کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔ اتنی پیاری ماں تھی اسکے پاس جو اس پر جان دیتی تھی اور وہ اپنی ماں کو دھوکہ دے رہی تھی۔ حامم کا دل ڈوب گیا تھا، آنسوؤں سے تکیہ بھیگنے لگا تھا وہ ساری رات روتی تھی۔

"تم مجھ سے بات کیا کرو ہانی۔۔۔ میں تمہارے بنانہیں جی سکتا"

"مجھے ڈر لگتا ہے ملک"

"ڈر۔۔۔؟ لیکن کس سے۔۔۔؟؟"

"اللہ سے" اور ملک اسکی بات سن کر حیران رہ گیا تھا۔

"اللہ کا واسطہ ہے میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں تمہیں پسند نہیں کرتی اور نہ کبھی کروں گی۔ آئندہ مجھے میج مت کرنا" حامم نے اس سے انجاکی تھی۔ وہ ٹھیک ہونے لگی تھی۔ رو رواپنے گناہوں کی معافی مانگی تھی۔ سترہ سال اور کچھ ماہ عمر تھی اسکی اس وقت۔ اور اسکے ضمیر نے اسے کتنے بڑگ گناہ سے بچالیا تھا۔

اسکے چہرے کی رونق لوٹ آئی تھی لیکن جب بھی وہ اسے میج کرتا تھا حامم کو سب یاد آنے لگتا تھا۔ اسکا دل اذیت سے بھر جاتا ہے۔ اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ اب باکردار نہیں رہی تھی۔ اپنی کی گئی چھوٹی سے غلطی نے اسکے اندر تختی بھر دی تھی۔ اور وہ ملک یعنی ملکی بھی اسکی جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔ وہ اسے کبھی نا کبھی میج کرتا رہتا تھا۔ دو سال گزر گئے تھے حامم نے فور تھا ایز کے اگر امز بھی دے دیئے تھے۔ لیکن وہ اسے نہیں بھولا تھا اور نا حامم کو بھولنے دیتا تھا۔ جب حمدان انکل نے اسے موبائل گفت کیا تھا تب حامم نے نمبر بدل لیا تھا۔ لیکن کچھ دن بعد کچھ ضروری نمبر کا پی کرنے کیلئے اس نے اپنی پرانی سم موبائل میں ڈالی تھی۔ وہی وہ دن تھا جب زبیدہ آپا اسکے لئے طارق کارشٹنے لے کر آئی تھی۔ وہ پہلے ہی دکھی تھی اوپر سے ملک کے میج نے کہ "بھول گئی ہو تم مجھے۔۔۔"

اسکے اندر تک خاک کر ڈالا تھا۔ تب حامم نے روتے ہوئے اسے دو تین سالوں بعد میج کیا تھا کہ

"خدائے ڈرائے ابن آدم۔۔۔ خداۓ ڈر" اسکے ان الفاظ نے ملکی کو اندر تک جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ تب حامم نے ملک سے دو ٹوک بات کرنے کا فصلہ کیا تھا۔ اس نے نمبر دوبارہ آف نہیں کیا تھا بلکہ سوچ رکھا تھا کہ اس بار اگر اس نے کال یا میج کیا تھا وہ اس سے صاف صاف بات کرے گی لیکن اسکے ان الفاظ نے ملکی کے ہاتھ جکڑ دیے تھے۔ اس نے کبھی دوبارہ کال یا میج نہیں کیا تھا اور یوں حامم بھی جیسے ان واقعات کو برآخواب سمجھ کر بھول گئی تھی۔

لیکن یہ اسکی سب سے بڑی غلطی تھی۔ آج پھر وہ اسکے سامنے کھڑا تھا۔ تقریباً ایک سال کے عرصے کے بعد۔۔۔

وہ لا نمبری میں بیٹھی خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اسکا سامنا کبھی ملک سے ہو گا۔ اور ملک۔۔۔ وہ بھی آر جے۔۔۔

حاجم کے دماغ میں سائیں سائیں ہو رہی تھی۔ وہ کانپتے قدموں سے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے بلاودہ آیا تھا اور جانا ہی تھا۔ خود کو گھستیٰ وہ گراونڈ کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں اجل اسکا انتظار کر رہی تھی۔

"آرجے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو جو تم کر رہے ہو وہ ٹھیک نہیں ہے۔" ملکی نے گراونڈ میں رکھے لکڑی کے بینچ پر بیٹھے آرجے سے کہا تھا جو اپنی انگلیوں کی مد سے اپنی کنپیوں کو سہلا رہا تھا۔

"میں سب جانتا ہوں تم اپنی بکواس بند کرو۔" آرجے دھاڑا تھا۔ تب اسکی نظر بیگ تھامے انکی طرف قدم بڑھاتی حاجم پر پڑی تھی۔ تیز ہوائیں اسکے ڈوپٹے کو اڑا کر لے جانے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن اس نے اپنی چادر کو اچھی طرح سے سنبھالا ہوا تھا۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر ملکی کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ آئیے آئیے۔ میدم ہانی۔ آپ ہی کا انتظار ہو رہا تھا۔" جیسے ہی وہ انکے قریب پہنچی تھی آرجے نے زہر خند لبھ میں کہا تھا۔ "یہاں کیوں بلا یا ہے مجھے۔؟؟" حاجم کا لہجہ سخت تھا۔

"بتاتے ہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ جائیں پہلے وہ پڑھیں۔"

آرجے نے اسے گراونڈ میں لگے پوڈے کی طرف اشارہ کیا تھا جس پر ایک اشتہار لگا تھا۔ حاجم الجھن زدہ چہرے کے ساتھ اس پوڈے کی طرف بڑھ گئی۔ سفید کاغذ پر لکھے لفظوں کو پڑھ کر حاجم کی روح فنا ہوئی تھی۔ وہ اسکی اور ملکی کی باتیں تھیں اور اسکا نام اور نمبر لکھا تھا۔

آرجے انکی کنور سیشن کے سکرین شاٹ لے کر انکے پرنٹ نکالنے تھے۔ گراونڈ میں ہر طرف دیواروں اور پوڈوں پر وہ پرنٹ چسپاں تھے۔ وہ کرنٹ کھا کر پلٹی تھی۔ لڑکیوں کو لگتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے اگر پیغامات اور نمبر کو ختم کر دینگی تو سب واقعی ختم ہو کر پہلے جیسا ہو جائے گا، لیکن یہ لڑکیوں کی خام خیالی ہوتی ہے، وہ پیغامات ہمیشہ کیلیے نامہ اعمال اور مرد کے پاس محفوظ رہتے ہیں، نامہ اعمال سے تو شاید توبہ اور ندامت کے آنسوں ان پیغامات اور گناہوں کو مٹا دیں لیکن ایک مرد کے پاس سے ان گناہوں کا شناسنا کہمنے ہے۔ آج اسکے گناہ اٹھدھے کاروپ دھار کر اسے نکلنے کو تیار کھڑے تھے۔ وہ تین چار سال پہلے ڈرگئی تھی کہ رب کی پکڑ بڑی شدید ہے اور آج وہ پکڑ میں آچکی تھی۔ حاجم کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا، اس نے خشک ہو چکے ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔ آسمان پر سیاہ بادلوں نے اندھیرا سا کر دیا تھا، اور کچھ ایسی ہی سیاہی اسکے مقدار پر مل دی گئی تھی۔

"واہ مس حاجم واہ! جس لڑکی کا یونیورسٹی میں کوئی بوائے فرینڈ نہیں وہ لڑکی ملک کی جی ایف نکلی۔ واہ" آرجے کا لہجہ کاٹ دار تھا۔ اس نے تالیاں بجا کر داد تھی۔ حاجم کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔

مستقیم ملک، اس نے کبھی غور کیوں نہیں کیا تھا کہ ملک ہی ملک ہو سکتا تھا۔ اور وہ مہروں کا کزن بھی تھا۔ اسکے پاس نمبر بھی آسکتا تھا، حاجم نے ملکی کو دیکھا تھا جو نظریں چرا گیا تھا۔

"آرجے میری بات سنو۔" ملکی نے کچھ کہنا چاہا۔

"تم خاموش رہو۔!! ملکی کی بات پر آرجے دھاڑا تھا۔

"میں دنیا میں منافق لوگ دیکھے ہیں لیکن تم سے کم۔"

وہ حاجم کی طرف بڑھا تھا۔ حاجم کی پوری جان کا نپر رہی تھی۔

"میں نے شاطر لڑکیاں دیکھی ہیں لیکن تم سے کم، کیا کہا تھا تم نے کہ میری روح سے غلامت پڑی ہے۔۔۔ اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟؟" وہ صور پھونک رہا تھا۔۔۔ اور حامم جل کر خاک ہو رہی تھی۔۔۔ اسکے پاس اپنی صفائی میں کہنے کو کچھ نہیں تھا۔۔۔ سارے ثبوت اسکے خلاف تھے۔۔۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔۔۔ آسمان پر پھیلی سیاہی کی طوفان کی آمد کا پتادے رہی تھی۔۔۔

"مجھے زندگی میں پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ ام حامم دنیا کی سب سے الگ لڑکی ہے لیکن تم تو سب سے بڑی نکلی۔۔۔" آرجے نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔۔۔ اسکے باال بکھرے پڑے تھے۔۔۔

"بڑا غرور تھا ان تمہیں اپنے کردار پر لیکن کس بات کا غرور ہے یہ کاغذ کیکھ رہی ہو یہ تمہاری بد کرداری کا منہ بولتا ثبوت ہیں!!" حامم آنکھیں میچ گئی تھیں۔۔۔ وہ شاید آنکھوں میں آئی نمی کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

کچھ دن پہلے اسی گراؤنڈ میں وہ دنوں اسی موسم میں بیٹھے دنیا کے حسین ترین لوگ لگ رہے تھے۔۔۔ اور آج اسی گراؤنڈ میں انکی بدولت اتنی بد صورتی پھیلی تھی۔۔۔  
"وہ جس لڑکی کو میں نے دنیا میں پہلی بار نیک سمجھا تھا وہ میرے ہی دوست کی گرل فرینڈ نکلی یقین نہیں ہوتا" وہ خود بھی جل رہا تھا۔

اس وقت آرجے کا دل کر رہا تھا کہ وہ ہر چیز کو بھسٹ کر دے۔۔۔ ملکی کو حامم کو اور پھر خود کو بھی۔۔۔ اسکی آنکھیں شعلے الگ رہی تھیں۔۔۔ اور حامم بھسٹ ہو رہی تھی۔۔۔ دنیا میں آرجے کو اتنی نفرت کسی سے نہیں ہوئی تھی جتنی اس وقت اسے اپنے سامنے کھڑی اس لڑکی سے ہو رہی تھی۔۔۔ "یہ تو سنا تھا کہ نو سو چوہے کھا بلی جو کچلی۔۔۔ آج دیکھ بھی لیا۔۔۔"

حامم کا دل کیا تھا میں پھٹے اور وہ اس میں دفن ہو جائے تھیں۔۔۔ تو سنا تھا کہ "تمہیں تو سب نے الگ سمجھا تھا لیکن تم بھی وہی نکلی ناٹھر ڈکلاس، ماں باپ سے چھپ کر مردوں سے با تیں کرنے والی۔۔۔" آرجے نے گویا تابوت میں آخری کیل ٹھونکا تھا۔

حامم نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔ اذیت کی ایک گہری لہر اسکے جسم و جان میں پھیل گئی تھی۔۔۔ حامم اور اس کا کردار اتنا بد صورت تھا یہ حامم کو آج پتا چلا تھا۔

"سنو۔۔۔ بس ملکی ہی تھا یا پھر اور بھی تھے۔۔۔ کسی سے تو ملی ہو گی نا، اور اب۔۔۔ اب کتنے لڑکوں سے چکر ہے تمہارا؟؟" وہ اس طرح سے بولتا نہیاں بھونڈ الگ رہا تھا۔

حامم نے کچھ کہے بنے واپسی کی طرف قدم بڑھائے تھے۔۔۔

ڈیپارٹمنٹ کے باہر اجل منہ کھولے اسکا انتظار کر رہی تھی، سب ختم ہوا تھا، سب کچھ، اور وہ خود بھی۔۔۔

"تم ایسے نہیں جا سکتی۔۔۔" آرجے چلایا تھا۔۔۔ حامم کے قدم رکے تھے۔۔۔ بارش نے حامم کے خاک ہوتے وجود پر پہلی بوند بر سائی تھی۔۔۔ وہ مرے مرے قدموں سے ملکی طرف بڑھی تھی۔۔۔ اس نے اپنی چادر کو ہلنے نہیں دیا تھا۔

"تم تو مستقیم تھے نامیں عورت ہوں بھکننا مقدر تھا بھٹک گئی، اللہ نے ہمیشہ مستقیم کو صراط کے ساتھ رکھا ہے، صراط المستقیم۔۔۔ سیدھا راستہ، تم کیسے بھٹک گئے، تم تو مستقیم تھے؟ کتنی التجاں کی تھیں کہ معاف کر دو مجھے، نہیں کیا نام تم تو کر سکتے تھے نام تم تو مستقیم تھے۔۔۔ وہ رورہی تھی۔ اسکی آواز رندھ چکی تھی۔ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ کمی کا دل کانپا تھا۔

وہ کچھ کہنے لگا تھا لیکن حanim آر جے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"جو کچھ آپ نے کہا بالکل ٹھیک کہا، ایک ایک لفظ سچا ہے، میں کسی چیز سے انکار نہیں کر رہی، لیکن میری ایک دعا ہے، جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مُردوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا نا میری دعا ہے کہ ہمارا اس دن بھی سامنا نہ ہو!!" حanim نے آنکھوں میں آئی نمی کو ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑتے ہوئے کہا تھا۔ وہ پلٹی تھی۔

"!! تم جیسی منافق لڑکی کو دیکھنا بھی کون چاہے گا۔۔۔"

آر جے چلا کر کہا تھا۔ ڈیپارٹمنٹ سے باہر جنت روڈ جہنم کا روپ دھارے آگ کے شعلے اگل رہی تھی۔ آج حanim سب ہار گئی تھی،

اپنی معصومیت

اپنی ہنسی

اپنا کردار

اپنا اعتماد

اپنی نیک نامی

اپنی ذات

اور شاید،

اپنی زندگی بھی

اسکی سانسوں کی ڈور ال جھر رہی تھی، حanim کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، بارش کسی طوفان کی طرح برس رہی تھی۔ کمی نے نم آنکھوں سے اسے ڈیپارٹمنٹ سے باہر جاتے دیکھا تھا، اور پھر سب ختم ہو گیا تھا

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا آر جے۔۔۔" کمی طرف بڑھا تھا۔

"تم اپنی بکواس بند رکھو۔" آر جے نے کمی کو دھکایا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا تھا۔

"تم سب جانتے تھے، تم نے بتایا نہیں مجھے"

آر جے کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ تیز ہوا کے ساتھ بارش پتھروں کی مانند اکنے جسم سے ٹکر رہی تھی۔

"سب پتا تھا تمہیں، کیوں چھپایا مجھ سے کیوں؟؟؟"

"مجھے نہیں پتا تھا کہ جس حanim کا تم ذکر کرتے ہو وہی ہانی ہے، جس دن میں نے اسے یونیورسٹی میں دیکھا تب مجھے پتا چلا تھا،"

"میں نے صرف اس لئے نہیں بتایا کہ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی، اور مجھے لگا تھا کہ تمہیں شاید برا لگے گا" کمی نے ڈرتے ڈرتے صفائی دی تھی۔

"مجھے کیوں بر الگتا؟ کیوں بر الگتا ہاں۔؟؟ تم مجھے پہلے بتادیتے تو میرے ذہن میں اسکی اچھائی کا خاکہ نا بنتا" آرجے کا دل جل رہا تھا، لیکن کیوں؟ یہ وہ خود نہیں جانتا تھا۔

"مجھے لگا شاید تم حامم کو پسند کرتے ہو اس لئے"

"!! پسند۔؟؟ مائے فٹ ایسی لڑکیاں نفرت کے قابل بھی نہیں ہوتیں"

"پہلے بھی ایسی ہزار لڑکیاں ہماری زندگی میں آئی ہیں پہلے تو تم نے کبھی ایسے ری ایکٹ نہیں کیا۔ پھر آج کیوں۔؟؟" مکی نے سوال اٹھایا تھا۔ "کیونکہ وہ لڑکیاں جیسی ہوتی ہیں ویسی دکھتی ہیں، اچھائی کا لبادہ پہن کر مردوں کو مگر اس نہیں کرتیں۔" آرجے نے منہ پر ہاتھ پھیر کر بہتے پانی کو صاف کیا تھا۔ "واچھی لڑکی ہے آرجے تم نے اسکے ساتھ اچھا نہیں کیا"

"تم اسکی اتنی طرفداری کیوں کر رہے ہو۔؟؟ تمہیں عشق تو نہیں ہو گیا اس سے۔؟؟" آرجے کا لہجہ جلا کر خاک کر دینے کی مانند تھا۔ مکی ساکت ہوا تھا۔

دنیا میں واحد لڑکی حامم ہے جسکی میں نے دل سے عزت کی ہے" مکی کا لہجہ اسکی بات کی سچائی کا اعتراض کر رہا تھا۔

"کیا اچھا ہے اس میں؟ کیوں کرتے ہو تم اس بد کردار لڑکی کی عزت؟ اسکا تم سے افیز رہا ہے"

"شٹ اپ آرجے، جسٹ شٹ اپ" مکی چلا یا تھا۔ اس نے پہلی بار آرجے کے سامنے اس طرح بات کی تھی۔ "بد کردار نہیں ہے وہ یہ تم بھی جانتے ہو، پوچھو اپنے دل سے، اور جہاں تک بات ہے اسکی پارسائی کی تو میں گواہ ہوں۔" ہاں میں گواہ ہو ام حامم کی پاکیزگی، اسکے ایمان کا۔"

آرجے غصے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کسی لڑکی کی وجہ سے ان میں لڑائی ہوئی تھی۔

"اور آج میں وہ کنور سیشن ڈلیٹ کرنے والا تھا جب تم نے میرے ہاتھ سے موبائل چھینا، اور میرا کوئی غلط رشتہ نہیں تھا اس سے، کبھی بن ہی نہیں پایا، میری باتیں اور تمہارے ڈائیلاگ، اگر تمہیں یاد ہوں تو حامم کو اس راستے پر گھسیٹ ہی نہیں پائے، اسکی حفاظت کی گئی ہے، ایک لڑکپن کی نادانی کی وجہ سے تم نے اسے بد کردا بنا دیا، واہ!!" مکی کی آواز رندھ گئی تھی اسے حامم کی حالت دیکھ کر خوف آیا تھا، وہ خاموش بنا بد دعا دیئے چلی گئی تھی اور مکی اللہ کو ماننے والا تھا، اتنا تو وہ جانتا تھا کہ جو بد دعا میں دی نہیں جاتیں، وہ تباہ کر دیتی ہیں۔

پتا ہے جب اس نے مجھے کہا تھا کہ خدا سے ڈرائے این آدم، خدا سے ڈر، میں واقعی ڈر گیا تھا" اسکی آنکھ سے آنسو پھسلا تھا جو بارش کی بوندوں جذب ہو کر گم ہو گیا تھا۔ مکی اب گراونڈ میں لگے ان اشتہارات کی طرف بڑھا تھا جو آرجے وہاں لگائے تھے۔ تیز بارش نے ان اشتہارات کو کافی حد تک خراب کر دیا تھا، مکی نے ہاتھ بڑھا کر وہ سارے اشتہارات اتارے اور پھر بھاڑے تھے۔ آرجے لکڑی کے بینچ پر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھا تھا۔ تیز طوفانی بارش، اور بادلوں کی دل دھلا دینے والی گرج و چک کی وجہ سے ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ کے پاس بنے سیکیورٹی روم سے کوئی گارڈ باہر نہیں نکلا تھا۔ جو سٹوڈنٹس ڈیپارٹمنٹ میں موجود تھے وہ ڈیپارٹمنٹ کے اندر کمیٹیں اور چھوٹے سے لان میں بارش سے لطف اٹھا رہے تھے۔ مکی نے اپنے قدم ڈیپارٹمنٹ سے باہر کی جانب بڑھا دیئے تھے۔ پورے جنت روڈ کے دونوں طرف دیواروں پر لگے اشتہارات وہ اپنے ہاتھوں سے پھاڑ رہا تھا، جن پر ام حامم کا باقاعدہ نام، سمیسٹر اور رو لنمبر واضح تھا۔

مکی کے جانے کے پندرہ منٹ بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ آرچے کو اپنا دماغ گھومتا محسوس ہو رہا تھا، وہ جنت روڈ پر پیدل چل رہا تھا، وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اس نے اپنے ساتھ کیا کیا تھا، وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اس نے آج کیا کھوایا تھا۔ اسکے دماغ میں بس غصہ، اور نفرت بھری تھی۔ وہ اپنی نفرت میں اتنا انداز ہا ہو گیا تھا کہ اسے یہ نظر نہیں آیا کہ جنت روڈ کے دونوں طرف ایک بھی اشتہار نہیں تھا۔

"اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے وہ سخت سزا کے مستحق ہیں" البقرہ

حاجم نہیں جانتی تھی کہ اس نے ڈیپارٹمنٹ سے ہائل کافاصلہ کیسے طے کیا تھا۔؟؟ اسکا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ کمرے میں آنے کے بعد اس نے دروازے کو کنڈی لگائی تھی۔

"اللہ" بیگ بیٹ پر چینکنے کے بعد اسکی دل دہلا دینے والی چینچ ابھری تھی۔ باہر بادلوں کی گرج و چمک میں اسکی چینچ کہیں دب کر رہ گئی تھی۔ وہ فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ اور اپنے سر کو گھٹنوں میں دیئے ہزیانی انداز میں رو رہی تھی۔

لکھنی دعائیں مانگی تھیں اس نے اللہ سے کچھ بھی ہو جائے اسے اسکی کم عمری کی ایک چھوٹی سی نادانی کی وجہ سے رسول نہ کیا جائے، وہ کبھی کسی شخص کے راز فاش نہیں کرتی تھی اور اس نے اللہ سے بدلتے میں یہی امید لگائی تھی، پھر کیسے آج اسے رسول کر دیا گیا، حاجم کا دل پھٹ رہا تھا، اس نے زندگی میں پہلی بار موت کی خواہش کی تھی، اتنی تذلیل، اتنی رسوانی۔؟؟ حاجم کو لگ رہا تھا جیسے اسکے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی کیوں ہوا تھا اسکے ساتھ ایسا۔؟؟

"اللہ" اسکا رواں رواں ترپ پر رہا تھا، اور اللہ کو پکار رہا تھا، اسکا سسکیاں لیتا وجود آہستہ آہستہ سا کرتا ہوا تھا اور وہ فرش پر ڈھے گئی تھی۔

"ماہم تمہاری ہانی سے بات ہوئی ہے کیا۔؟؟" آسیہ بیگم نے ماہم سے پوچھا تھا۔

"نہیں امی۔" ماہم نے موبائل سے نظریں اٹھا کر جواب دیا تھا۔

"پتا نہیں میری کل سے اس سے بات نہیں ہوئی، عجیب سا دل ہو رہا ہے، اللہ خیر کرے"

"امی آپ فون کر لیں۔" ماہم نے مشورہ دیا تھا۔

"کب سے نمبر ملارہی ہوں بیل جارہی ہے لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہی" آسیہ بیگم کے لمحے میں واضح پریشانی تھی۔

"اچھا آپ پریشان نہ ہوں مصروف ہو گی، یاسوئی ہو گی، اسکا موبائل اکثر سائیلٹ پر ہوتا ہے جب دیکھے گی تو کر لے کی آپکو فون۔" ماہم نے حوصلہ دیا تھا لیکن آسیہ بیگم کے دل کو قرار نہیں آیا تھا۔ وہ بے چینی میں بار بار حاجم کا نمبر ملارہی تھیں۔

ایک عجیب سے احساس کے ساتھ حاجم کی آنکھ کھلی تھی، کمرے میں اندر ہیرا تھا، اذان کی آواز آرہی تھی۔ اسے اپنے سر سے درد کی ٹھیکیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کس وقت کی اذان ہو رہی تھی،

اور اذان کی آواز اسکے زندہ ہونے کا ثبوت تھا۔

وہ ٹھنڈے فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی، دماغ میں ایک فلم سی چلنے لگی تھی۔ حامم کی سسکی ابھری تھی۔ "امی" وہ پھر رودی تھی۔ دماغ سے اٹھنے والا درد اسے پاگل کر رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ حامم میں اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔ مشکل سے اس نے بیڈ تک پہنچ کر بیگ سے فون نکلا تھا۔ موبائل کی تیز روشنیوں اسکی آنکھوں سے ٹکرائی تو اسکے دماغ میں ایک چبجن سی ہوئی تھی۔ آسیہ بیگم کا فون تھا۔ حامم کا دل تڑپ اٹھا تھا۔

"ہیلو امی" حامم کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

"کہاں ہو تم ہانی میں کب سے فون کر رہی ہوں فون کیوں نہیں اٹھا رہی ہو۔۔۔؟" آسیہ بیگم پر پیشان سی پوچھ رہی تھیں۔ "امی۔۔۔" حامم رودی تھی۔

"کیا ہوا ہانی تم ٹھیک تو ہونا۔۔۔؟" اسکی سسکیاں سن کر آسیہ بیگم کا دل لرز اٹھا تھا۔ "امی میر اسر" حامم سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

"کیا ہوا سر کو۔۔۔؟ درد ہو رہا ہے۔۔۔؟ دوائی لے لیتی۔۔۔ مہرو کہاں ہے۔۔۔؟" "مہرو نہیں ہے" حامم مشکل سے بول پائی تھی۔

"اچھا میں ڈرائیور کو بھیج رہی ہوں تم فکرنا کرو بس تیار رہو یا میں آ جاؤ ساتھ" آسیہ بیگم خود بوکھلا گئی تھیں۔ وہ پہلے ہی حامم کے ہاشم جانے پر راضی نہیں تھیں اب اسے تکلیف میں دیکھ کر انکی خود کی جان ہوا ہو رہی تھی۔

"ڈرائیور انکل کو بھیج دیں!!" حامم مشکل سے کہہ کر فون بند کر چکی تھی۔ اسے روشنی تکلیف دے رہی تھی۔ بیگ سے بوقت نکال کر ایک گھونٹ پانی پیا تھا، وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن آر جے کا حقارت بھرا الجہا اور آنکھیں بار بار اسکے سامنے آر رہی تھیں۔ اس نے کمرے میں لگازی روبلب روشن کر کے اپنے کچھ کپڑے بیگ میں رکھے تھے، اپنے گلے کپڑے بدلنے کی اس میں سکت نہیں تھی۔

اس کا وجود ابھی بھی کانپ رہا تھا، سسکیاں تھنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ ڈرائیور کا انتظار کرتے کرتے ایک بار پھر وہ بے ہوشی کی دنیا میں چل گئی تھی۔

"پریشان مت ہو آسیہ سب ٹھیک ہو گا ان شاء اللہ،" محمد ان انکل انہیں سمجھا رہے تھے۔

"محمد ان میری بچی سسکیوں سے رورہی تھی۔ اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب وہ شدید تکلیف میں ہو۔۔۔" محمد ان انکل کچھ دیر پہلے آفس سے آئے تھے۔ آسیہ بیگم کو یوں پریشان اور آنسوں صاف کرتا دیکھ کر وہ خود پر پیشان ہو گئے تھے۔

"تم مجھے کال کر دیتی میں چلا جاتا ہانی کو لینے، یا پھر خود چلی جاتی، بس اب ڈرائیور اسے لے کر آتا ہی ہو گا تم پر پیشان مت ہو۔۔۔" وہ انہیں دلا سہ دے رہے تھے۔

"اوپر سے موسم اتنا طوفانی ہو رہا ہے میر ادل جانے کیوں بہت گھبر ا رہا ہے"

"اچھا میں رحیم کو کال کر کے پوچھتا ہوں تم پلیز پر پیشان مت ہو۔۔۔" وہ اپنا موبائل نکالتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

دروازے پر دستک کی زور دار آواز اسکے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔ حامم نے مشکل سے آنکھیں کھو لی تھیں۔

"ام حنم تمہارے گھر سے ڈرائیور تمہیں لینے آیا ہے۔۔۔ وہ کب سے باہر تمہارا انتظار کر رہا ہے" یہ حنم کے ساتھ والے روم کی لڑکی تھی۔ حنم نے مشکل سے اٹھی تھی اور پھر دروازہ کھولا۔

باہر اندر ہیرا پھیل گیا تھا۔ بارش ابھی بھی بلکی سی جاری تھی۔ کبھی یہ موسم حنم کی جان ہوتا تھا، اور آج اسی موسم میں اسکی جان لی گئی تھی۔ کیا ہو تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے" حنم نے اسکی سرخ اور سو جھن زدہ آنکھوں کو دیکھ کر پوچھا تھا۔

"نہیں طبیعت ٹھیک نہیں ہے" حنم نے آنسوؤں کا گولا گلے میں ہی روکتے ہوئے مشکل سے جواب دیا تھا۔ وہ اپنا بیگ اٹھا لائی تھی اور ٹیبل پر پڑا تالا بھی۔ اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"لاؤ میں لگا دیتی ہوں" حنم نے اسکے ہاتھ سے تالا کپڑا تھا۔ حنم کے قدم اب باہر کی طرف اٹھ رہے تھے۔ حنم نے پریشانی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ انٹری گیٹ پر انگوٹھا لگانے پر انٹری کر کے وہ باہر نکل آئی تھی۔ لڑکیوں کی ہنسی کی آوازیں اسے پاگل کر رہی تھیں۔ سب وہاں خوش تھے۔

باہر کینٹن پر لڑکیوں کا راش لگا تھا۔ تیز روشنیوں میں پودوں پر پڑے بارش کے قطرے متیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ اب وہ ہاٹل گیٹ سے باہر نکل آئی تھی۔ اس نے ایک الوداعی نظر اپنے ہاٹل پر ڈالی تھی۔ حنم کا دل بھر آیا تھا۔ رحیم انکل نے آگے بڑھ کر اسکا بیگ پکڑا تھا۔ وہ غائب داعی سے گاڑی میں بیٹھی تھی۔

"میں کب سے آپکا انتظار کر رہا ہوں ہانی بیٹا آنے میں اتنی دیر لگادی، گھر سے صاحب کا کتنی بار فون آچکا ہے" رحیم انکل پریشانی سے کہہ رہے تھے جبکہ حنم آنکھیں بند کرنے سیٹ سے ٹیک لگائے خوش و خرد سے بیگانہ پڑی تھی۔

آسیہ بیگم ہانی کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھیں جب انہوں پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی۔ وہ دروازے کی طرف بھاگیں، ہانی بیٹا۔" رحیم انکل نے اسے آواز دی تھی۔

نہ وہ مکمل حواسوں میں تھی اور نہ بے ہوشی میں۔۔۔

"آنکھیں کھولو بیٹا گھر آگیا ہے" وہ اسے اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور پھر کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔ رحیم انکل نے اسکی ناساز طبیعت کو دیکھتے ہوئے گاڑی سے باہر نکل کر اسکی جانب والا دروازہ کھولا تھا۔ ورنہ وہ اس بات کا بہت غصہ کرتی تھی۔ اپنا بیگ خود پکڑتی تھی اور دروازہ بھی خود کھولتی تھی۔ اسے بی بی جی کھلوانا نہیں پسند تھا اس لیے رحیم انکل اسے اسکے نام سے پکارتے تھے۔ وہ مرے مرے قدموں سے گاڑی سے باہر نکلے تھے۔

"ہانی۔۔۔ آسیہ بیگم اسکی طرف بڑھی تھیں۔

حنم کا انہیں دیکھ کر دل بھر آیا تھا۔ وہ اسکے گلے گلے کر خوب روئی تھیں۔

"کیا ہوا ہانی۔۔۔ ؟ تم ٹھیک ہونا۔۔۔ ؟" وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

"چلو اندر۔۔۔" وہ اسے اندر لے آئی تھیں۔

"میر اسر درد سے پھٹ رہا ہے مجھے سونا ہے" وہ کمرے میں جاتے ہوئے بوی تھی۔

"اچھا تم جاؤ میں چائے بنایا کر لاتی ہوں اور یہ تمہارے کپڑے کیوں بھیگے ہوئے ہیں۔۔۔ ؟؟" آسیہ بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

کچھ دیر بعد حمدان انکل اپنے کمرے سے باہر نکلے تھے۔ وہ فون پر کسی سے بات کر رہے تھے۔ انہوں نے ہانی کو اپنے کمرے میں جاتے دیکھا تھا۔  
”کیا ہوا سب طیک ہے نا۔؟“ وہ آسیہ بیگم سے پوچھ رہے تھے۔  
”نہیں۔ مجھے لگتا ہے اسے بہت تیز بخار ہے“ آسیہ بیگم نے بتایا تھا۔

”میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔“ وہ پریشان سے ڈاکٹر کا نمبر ملا رہے تھے۔ جبکہ آسیہ بیگم کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ جواد اکیدی می گیا تھا جسے اب رحیم انکل لینے گئے تھے جبکہ ماہم سوئی ہوئی تھی۔ ملازم حامم کو یوں کھویا کھویا سا دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ حامم نے اپنے کمرے میں آکر سب سے پہلے دروازہ لاک کیا تھا۔

پھر اس نے اپنا موبائل نکال کر اسے میز پر رکھا تھا۔ اسے اس موبائل سے شدید خوف آ رہا تھا۔

اسے لگ رہا تھا کہ ابھی سب لوگ اسے کال کریں گے۔ سب اسکا مذاق اڑائیں گے۔ ان اشتہارات پر اسکے دونوں نمبر تھے۔  
”نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔“ وہ چلائی تھی۔ اس نے میز پر رکھا بھاری گلدان اٹھا کر موبائل پر دے مارا تھا۔ موبائل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے۔  
ٹوٹے پھوٹے موبائل کو اس نے الٹ کر اس میں سے سم نکالی تھیں جسے اس نے واشروم میں جا کر پانی میں بہادریا تھا۔

”بد کردار ہوتم“ آر جے کی آواز کسی ہتھوڑے کی طرح اسکے سماut سے ٹکرائی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ کوئی اسکے کافیوں میں پگھلا سیسے انڈیل رہا تھا۔ ”  
وہ روئی تھی، بہت روئی تھی، سسکیوں سے، اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا، آہستہ آہستہ حامم کو سب گھومتا محسوس ہوا تھا۔ ہر طرف اندر چھیل گیا تھا۔ اسکے دماغ میں درد کی ایک ٹھیس اٹھی تھی اور پھر وہ چکر اکر گرچکی تھی۔

”ہانی دروازہ کھولو۔“ آسیہ بیگم کب سے دروازہ ٹکٹکھڑا رہی تھیں لیکن حامم دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔

”کیا ہوا امی۔“ ماہم اپنی کمرے سے باہر نکلی تھی لیکن حامم نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔ شور کی آواز پر حمدان انکل بھی ادھر آگئے تھے۔ ہر کمرے کی ایک دوسری چاپی موجود تھی۔ آسیہ بیگم بھاگ کر اپنے کمرے سے چاپیوں کا گچھا اٹھا لائی تھیں۔  
وہ بری طرح سے ہانپر رہی تھیں۔ گھر کے سارے ملازم بھی ڈرے ہوئے تھے۔ آسیہ بیگم رو رہی تھیں۔ کمرے کا دروازہ کھولا گیا تھا۔ سامنے وہ بے سدھ پڑی تھی۔

”ہانی۔“ آسیہ بیگم چلاتے ہوئے اسکی جانب بڑھی تھیں لیکن حامم اپنے ہوش کب کی کھوچکی تھی۔

رات ہو گئی تھی مکی گھر نہیں آیا تھا۔ آر جے لاو نچ میں بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا۔  
اسکا نمبر بند جا رہا تھا۔ آر جے کا دماغ گھوما رہا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ مکی اسے بتا کر جاتا تھا۔ اور اسکا نمبر کبھی بند نہیں ہوا تھا۔  
آر جے نے کبھی خود کو کسی نشے کا عادی نہیں بنایا تھا۔ اور اس وقت اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ لاو نچ میں رکھی میز کے دراز سے اس نے سکریٹ نکالا تھا۔ اسے جلانے کے بعد اب وہ دھوئیں اڑا رہا تھا۔

"لیکن میری ایک دعا ہے، جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مردؤں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا نا میری دعا ہے کہ ہمارا اس بھی سامنا نہ ہو!! دھوکیں کے مرغلوں میں اسے حانم کا چہرہ نظر آیا تھا۔ جتنا حانم کی آنکھوں میں دکھ تھا اتنا ہی آرجے کی آنکھیں نفرت اور تھارت سے لبریز تھیں۔ "کیا مصیبت ہے یار" آرجے نے سکریٹ کو دور پھینکا تھا اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

آسیہ بیگم

ICU

کے باہر رکھے صوفے پر بیٹھی بری طرح سے رو رہی تھی۔ حانم کو نرس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا تھا اسے کوئی گہرہ صدمہ پہنچا ہے۔ حمدان صاحب بہت زیادہ پریشان تھے۔

"آخر کیا ہوا تھا یونورسٹی یا ہائیل میں جو حانم کی یہ حالت ہو گئی" وہ سوچ رہے تھے۔

"اگلے چوبیس گھنٹے مریضہ کیلئے بہت

Critical

ہیں۔ آپ لوگ دعا کریں کہ مریضہ کو ہوش آجائے!!" ڈاکٹر کی باتوں نے آسیہ بیگم کے دل کو تڑپا کر رکھ دیا تھا۔ آخر اجل اپنا کام کر رہی گئی تھی

وہ جہنم جیسی آگ میں تڑپ رہی تھی  
زندگی اور موت کی جنگ لڑتی حانم

آرجے کو احساس بھی نہیں تھا کہ اس نے کسی حانم کو ختم کر ڈالا تھا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے !!

حانم کو دو دن بعد ہوش آیا تھا۔ آسیہ بیگم کی جان میں جان آئی تھی۔ یہ دو دن انکے لئے سولی پر لٹکنے کے برابر تھے۔ جیسے ہی حانم کو ہوش آیا تھا۔ آرجے کے الفاظ کسی گھات لگائے بیٹھے دشمن کی طرح اس پر حملہ آور ہوئے تھے۔

میں نے کچھ نہیں کیا" وہ چلائی تھی۔ حمدان صاحب اسکی طرف بڑھے تھے۔ آسیہ بیگم نماز بڑھ رہی تھیں۔

ہانی بیٹا کچھ نہیں ہوا تم ٹھیک ہو۔ سب ٹھیک ہے۔ ریلیکس۔!! وہ اسے پر سکون کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔" یہ ضیاء جبیل تھے جو حمدان صاحب کے دو دن آفس نا آنے پر ہاسپیٹ آگئے تھے۔ انہیں حمدان صاحب نے ہی ہانی کی خراب طبیعت کا بتایا تھا۔ وہ ہانی کی عیادت کیلئے آئے تھے۔ دونوں بہت اچھے دوست تھے۔

"انکل۔۔۔ وہ آ۔۔۔ آر۔۔۔ آرجے" ہانی با مشکل بول پائی تھی۔ وہ رو رہی تھی۔ آرجے کے نام پر ضیاء جبیل کے قدم ساکت ہوئے تھے۔

"کیا ہوا۔۔۔ کون آرجے!" حمدان انکل نے پوچھنے کی کوشش کی تھی۔ "انکل۔۔۔ وہ۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ جاؤ یہاں سے میں نے کچھ نہیں کیا" وہ دروازہ کی طرف دیکھ کر چلائی تھی۔ اسے وہاں آرجے کھڑا مسکراتا نظر آرہا تھا۔ وہ اس پر قہقہے لگا رہا تھا۔

ڈاکٹرنے کمرے میں آنے کے بعد اسے نیند آور انجیکشن لگایا تھا۔ انہیں کمرے سے باہر نکال دیا گیا تھا۔

"کہاں پڑھتی ہے تمہاری بیٹی حمدان؟؟" ضیاء جبیل نے اپنے خشک ہوتے گلے کے ساتھ ہانی کے متعلق پوچھا تھا۔ حمدان انکل نے پریشانی سے انہیں حامم کی یونیورسٹی کا بتایا تھا۔

"آر جے بھی وہیں پڑھتا ہے۔ اسی یونیورسٹی میں اور اسی سبجیکٹ میں وہ ماestro کر رہا ہے یہ ضرور اس نے ہی کچھ غلط کیا ہو گا۔" ضیاء جبیل سوچ کر رہا گئے تھے۔ انہیں حامم کی حالت دیکھ کر اس پر ترس آ رہا تھا۔

"کیا کیا ہے تم نے اس لڑکی کے ساتھ؟؟" آر جے کو ضیاء جبیل کی کال آئی تھی۔ وہ اسے کبھی کبھی فون کرتے تھے۔ لیکن اس طرح اتنے غصے میں کبھی بات نہیں کی تھی۔ وہ گویا دھاڑر ہے تھے۔

"کوئی لڑکی بڑے ڈیڈ۔۔۔؟؟" آر جے حیران ہوا تھا۔

"زیادہ معصوم مت بنو۔ حمدان کی بیٹی کی بات کر رہا ہوں۔ جانتے ہو وہ بزنس پارٹنر ہے میرا۔ ساٹھ فیصلہ شیرز کا مالک ہے وہ میری کمپنی میں۔۔۔" "حمدان۔۔۔" آر جے زیر لب بڑھایا تھا۔ اسکی زندگی میں جتنی بھی لڑکیاں آئی تھیں وہ اسے اپنا شجرہ نسب تادیتی تھیں جو آر جے کو ہمیشہ یاد رہتا تھا۔ یہ پہلی بار ہوا تھا۔ اسے یاد تھا اسکی کسی گرل فرینڈ کے باپ کا نام سیٹھ حمدان نہیں تھا۔

"ہاں حمدان۔۔۔ وہ لڑکی اسکی بیٹی ہے جسکے ساتھ تم نے پتا نہیں کیا کیا ہے اور اس وقت ہاسپٹ میں ہے نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے اسے۔۔۔ اگر اسے کچھ ہوا ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں" وہ غصے سے دھاڑتے فون بند کر چکے تھے۔

"واٹر لش۔۔۔" آر جے کا دماغ گھوما تھا۔ وہ پہلے ہی بری طرح ڈسٹرబ تھا۔ اب پتا نہیں کس کی غلطی اور گناہ کا اسے قصور وار ٹھہرایا جا رہا تھا اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

آٹھ دن ہاسپٹ میں رہنے کے بعد وہ گھر آئی تھی۔ سب کچھ بدل گیا تھا۔ حامم کی رنگت میں زردیاں گھل گئی تھیں۔ اسے ہر طرف آر جے نظر آتا تھا۔ قتفتھے لگاتا ہوا۔۔۔ وہ اس پر کسی آسیب کی طرح مسلط ہو گیا تھا۔

"جاو یہاں سے۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا، میں کسی سے نہیں ملی، جاو جان چھوڑو میری!!" وہ صوفے پر رکھ کشناٹھا اٹھا کر لاونچ کے دروازے پر مار رہی تھی جہاں اسے آر جے نظر آ رہا تھا۔ اسے ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا۔ آر جے کا گھر پاس ہی تھا۔

حامم کو لوگتا تھا کہ وہ ابھی آئے گا اور سب کو اسکی اصلیت بتائے گا۔

"کیا ہوا ہاہنی۔۔۔ کوئی نہیں ہے وہاں پر" آسیہ بیگم نے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ "مجھے یہاں نہیں رہنا، مجھے دور جانا ہے، بہت دور پلیز انکل مجھے کہیں دور بھیج دیں پلیز"

وہ آنسوؤں سے بھیگے چہرے کے ساتھ حمدان انکل کی منتیں کر رہی تھی۔ حمدان انکل اسکی باتیں سن کر گہری سوچ کا شکار نظر آرہے تھے۔ یہی مشورہ انہیں ڈاکٹر نے بھی دی تھی کہ بچی کو کچھ دنوں کیلئے یہاں سے دور لے جایا جائے۔ وہ کچھ سوچ کر اٹھ گئے تھے۔ یقیناً وہ اس سوچ پر عمل پیدا ہونے والے تھے۔

آج پورے ایک مہینے بعد 28 اپریل کے دن آربے کو مکی کی کال آئی تھی۔ پہلی بار آربے نے مکی کے بغیر اتنے دن گزارے تھے۔  
”یہاں مر گئے تم مکی۔۔۔ کہاں چلے گئے ہو یار“  
آربے بہت غصے میں تھا۔

”بد نصیبی کے مرا نہیں لیکن ڈرہے کہ سزا سے پہلے موت نہیں آئے گی“ مکی عجیب سے لبھے میں بول رہا تھا۔  
”کیا ہو گیا ہے تمہیں ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔۔۔؟“ آربے نے پوچھا تھا۔  
”تمہیں یاد ہے آربے تم نے مجھے ایک بار بتایا تھا کہ تم نے خواب میں ہانی کو آگ میں دھکا میں دے دیا تھا“  
”اسکا ذکر کیوں کر رہے ہو۔۔۔؟“ آربے چڑھا گیا تھا۔  
”ایسا ہی ہوا تھا۔۔۔؟“ مکی پوچھ رہا تھا۔

”یہاں لیکن، اس بات کا اس وقت کیا مقصد۔۔۔؟“  
آربے الجھا تھا۔

”مبارک ہو، تم نے اپنا خواب پورا کر دکھایا آربے، تم نے جیتے جی اُم حانم کو جہنم میں دھکیل دیا ہے، تم نے اُسے آگ کے اُس دریا میں پھینکا ہے جس میں نہ صرف اسکا جسم بلکہ روح بھی جھلس گئی ہو گی۔“ مکی کی بات سن کر ایک پل کو آربے کا دل رکا تھا۔ وہ ساکت رہ گیا تھا۔

”آخر تم نے اسے اتنا سر پر سوار کیوں کر لیا ہے مکی؟ کچھ غلط نہیں کیا میں نے اسکے ساتھ۔“  
آربے کڑھ کر بولا تھا۔

”ضروری نہیں کہ جسمانی اذیت ہی غلطی کے زمرے میں آتی ہو، ذہنی اور روحانی اذیت انسان کی دھیان بکھیر دیتی ہے یہ تم نہیں سمجھو گے“ مکی اسکا اشارہ سمجھ چکا تھا۔

”بس کرجاؤ مکی مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ تمہیں ہو کیا گیا ہے۔۔۔؟“ آربے کو اسکی باتوں سے کوفت ہو رہی تھی۔  
”یہ میں خود نہیں جانتا بس ڈر لگ رہا ہے بہت، اس سے بات کرنے کی بہت نہیں ہو رہی، میں معافی مانگنا چاہتا ہوں اس سے“ مکی نے جواب دیا تھا۔ وہ بہت بے بس نظر آ رہا تھا۔

”معافی؟ حد ہے مکی، کس بات کی معافی۔۔۔؟“  
”اسکے ساتھ جو کچھ ہوا میں اسکا ذمیدار ہوں اس بات کی معافی“

"یہ بتاؤ کہ واپس کب آرہے ہو۔؟؟" آرجے نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔  
"کبھی نہیں" مکی نے جواب دیا تھا۔

"کیا مطلب کبھی نہیں۔؟؟" آرجے حیران ہوا۔

"میں نے مانگر یشن کروالی ہے اب میں لاہور کبھی نہیں آؤں گا" مکی کا لمحہ حتمیہ تھا۔ اس سے پہلے کہ آرجے کچھ کہتا وہ فون بند کر چکا تھا۔  
اور آرجے حیران پریشان سافون کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔

وہ اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی۔ چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔ اس ایک مہینے میں وہ سر سا پیر بدل گئی تھی۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ ہلکے پڑھنا شروع ہو گئے تھے۔ اچانک دروازہ کھلنے کی آواز پر حامم نے مڑ کر دیکھا تھا۔

"آجائیں امی۔" حامم نے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پیتے ہوئے کہا تھا۔

"مت جاؤ ہانی۔ مت جاؤ۔" آسیہ بیگم اسکے اتنی دور جانے پر بہت دکھی تھیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ حامم انہیں چھوڑ کر جائے۔ اپنی ماں کی الچا پر حامم کا دل پھٹنے کو آیا تھا۔ وہ خود اپنی ماں سے دور نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ آج نہیں توکل اسکی مکی کے ساتھ تعلق کی بات گھر والوں تک پہنچ جانی تھی، اور پھر اسکی ماں نفرت کرتی اس سے،

یہی چیز اندر رہی اندر حامم کو کھارہی تھی۔ وہ اپنی ماں کی نفرت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

اسے ہر وقت خوف لاحق رہتا تھا جیسے ابھی آرجے قہقہے لگاتا ہوا آئے گا اور سب کو بتادے گا، پھر سب ختم ہو جائے گا۔ بس اسی لئے وہ یہاں سے دور جانا چاہتی تھی تاکہ جب سب کو اس بات کا علم ہو، وہ دور ہو اور کسی کی نفرت اور حقارت نہ دیکھ سکے۔

"میں جلد واپس آؤں گی امی۔" حامم نے اپنی ماں کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا تھا۔

"میرا دل نہیں مانتا تمہیں اتنی دور سمجھنے کو" آسیہ بیگم کی آواز رندھ گئی تھی۔

"امی" حامم کہتی آسیہ بیگم کے گلے لگ گئی تھی۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی لیکن وہ مضبوط بھی نہیں رہ سکی تھی۔ وہ جی بھر کر روئی تھی۔ وہ آسیہ بیگم سے ایسے لپٹ رہی تھی جیسے خدا نخواستہ پھر کبھی نہیں لوٹے گی۔

"جلد ہی ہانی بیٹی تمہارے پاس پہنچ جائے گی مجھے امید ہے تم اسکا خیال رکھو گی ماہی"

حمدان انکل فون پر ماہی کو ہانی کے متعلق سمجھا رہے تھے۔ وہ خود سچ نہیں جانتے تھے۔ ڈاکٹر زنے بھی انہیں منع کیا تھا کہ کوئی بھی حامم سے اس حادثے کے بارے میں نا پوچھے۔

انکا کہنا تھا بار بار ہانی کو اس واقعہ کی یاد دلانا خطرناک ہو سکتا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ حامم خود ہی سب کچھ بتائے لیکن شاید حامم اسکے لئے کبھی تیار نہیں ہوتی۔ ماہین اور حامم نے براہ راست ایک دوسرے کو ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ البتہ تصویریں دیکھ رکھی تھیں اور نہ کبھی دونوں کی بات ہوئی تھی۔  
"جی بابا۔" ماہی کو زیادہ فرق نہیں پڑ رہا تھا اسکے آنے سے۔

"وہ ذہنی طور پر بہت پریشان ہے، پہلے اسے کچھ وقت دینا اور پھر اسکے قریب ہونے کی کوشش کرنا، ہانی بہت اچھی اور صاف دل کی لڑکی ہے ان شاء اللہ تمہاری اس سے جلد دوستی ہو جائے گی۔"

"جی۔" وہ حامم کی تعریف اپنے باپ کے منہ سے سن کر بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔ وہ حامم کو نہیں جانتی تھی۔ آج وہ اسکے پاس آ رہی تھی۔ ماہی کے عجیب سے احساسات تھے۔ آسیہ بیگم سے اسکی اچھی خاصی بے تکلفی ہو گئی تھی۔ لیکن حامم سے تو کبھی بات بھی نہیں ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر اپنا خیال رکھنا اور مجھے امید ہے تم حامم کو جلد اپنے ساتھ واپس لاو گی وہ بھی ہنسنے مسکراتے" وہ پر عزم سے کہہ رہے تھے۔ ماہی بس سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

وہ پورے مہینے کے بعد گھر سے باہر نکلی تھی۔

بہت روئی تھی وہ ماہم، جواد اور آسیہ بیگم سے ملتے ہوئے لیکن اسے جانا ہی تھا۔ اسکی حالت کو دیکھتے ہوئے حمدان انکل نے اپنے تمام تر اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ایک مہینے کے اندر اسکے پیرس جانے کا انتظام کیا تھا۔

"میں آپ لوگوں سے روزانہ بات کیا کروں گی" یہ حامم کے جاتے ہوئے آخری الفاظ تھے۔ آسیہ بیگم نے اسے بہت سی دعاؤں کے سامنے میں رخصت کیا تھا۔ انہیں محسوس ہو رہا تھا جیسے انکی بیٹی کی رخصتی ہو گئی ہو۔ گیٹ سے نکلنے کے بعد وہ بہت تیزی سے گاڑی میں بیٹھی تھی۔ اس نے آر جے کے گھر کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔

اس شخص کی وجہ سے آج ام حامم کو اپنا گھر، اپنا ملک اور اپنی ماں کو چھوڑ میلوں دور جاتا پڑھ گیا تھا۔ جیسے جیسے گاڑی ایئر پورٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ حامم کا دل ترپ رہا تھا۔

یہ تو طے تھا کہ اسکے ایک ایک آنسو اور اسکی ترپ کی قیمت آر جے کو چکانی تھی۔ لیکن کب یہ صرف قدرت کو پتا تھا۔

پیرس جانا اسکا خواب تو نہیں تھا لیکن اکثر جو ہم نے نہ سوچا ہو وہی ہو جاتا ہے۔ وہ پیرس کی سر زمین پر قدم رکھ چکی تھی۔ بھیکی پلکوں اور اداس دل کے ساتھ۔ اگر وہ اس حادثے سے پہلے یہاں آتی تو یقیناً جھوٹی کیونکہ یہاں پر ڈزنی لینڈ تھا، اسکے خوابوں کی دنیا۔ وہ دنیا جسے وہ دیکھنا چاہتی تھی، پر یوں کا دیس، اسکی جھوٹی جھوٹی خواہشات تھیں نہیں آر جے کے لفظوں نے ختم کر دیا تھا۔ اب تو مسکرانے کو دل ہی نہیں کرتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایئر پورٹ سے باہر آئی تھی۔ چادر سے خود کو لپیٹا ہوا تھا۔ وہ ماڈرن لوگوں کے درمیان عجیب سی لگ رہی تھی سب سے الگ سب سے جدا۔ اب اسے ماہی کو ڈھونڈنا تھا، حمدان انکل نے اسے نیا موبائل لے کر دیا تھا جسکو اس نے چھونے کی بھی ہمت نہیں کی تھی۔ اسے لگتا تھا یہ موبائل اسکی بر بادی کا ذمیدار تھا۔ اور وہ اپنی اس سوچ میں ٹھیک بھی تھی۔

"ماں میں ایئر پورٹ پر اپنے دوست کو لینے آیا ہوں۔ جی بی جان میں بالکل ٹھیک ہو" وہ مکن سافون ہر کہتا آگے بڑھ رہا تھا۔  
"جی میں کوشش کروں گا کہ ان چھٹیوں میں پاکستان آسکوں۔" "حشام بی جان سے بات کر رہا تھا۔ وہ مسکر ارہا تھا۔

کیا اسے کسی نے بتایا نہیں تھا کہ پیرس میں اتنی خوبصورتی سے مسکرا�ا نہیں کرتے۔۔ بیہاں پر موجود لوگ ایسی جادوئی مسکراہٹ پر دل بھی ہار سکتے ہیں۔۔ جیسے ماہی ہار گئی تھی!! ایک تیز ہوا کا جھونکا حشام کے وجیہہ چہرے سے نکلا یا تھا۔ اور پھر گردن موڑ کر پاس سے گزرتی اس لڑکی کو دیکھا تھا جو چادر میں لپٹی تھی۔ اسے کچھ محسوس ہوا تھا۔ وہ جو سال پہلے ہوا تھا جب ام حانم اس سے ملی تھی۔ حشام کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ اسے اس لڑکی پر ام حانم کا گمان ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسکے پیچے جاتا اسے مار کیٹ والا واقعہ یاد آگیا تھا جب ام حانم کے دھوکے میں وہ ماہی سے جاملا تھا۔

”یہ ام حانم نہیں ہو سکتی، وہ بیہاں کیسے۔۔؟؟“ خود کو سمجھاتا وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

ایلا اور ماہی حانم کو ایئر پورٹ سے گھر لے آئی تھیں۔ وہ خاموش تھی۔ ایلا بار بار اس سے سوال کر رہی تھی۔ وہ بس جواب دے رہی تھی۔

ہانی تم فریش ہو جاؤ تھک گئی ہو گی ناتب تک میں کھانا لگوائی ہوں۔“ ماہی نے اسے مشورہ دیا تھا۔ اسے لگا تھا کہ حانم کافی چالاک ہو گی، لیکن وہ جتنی تصویروں میں معصوم نظر آتی تھی حقیقت میں بھی اتنی ہی تھی۔

”ٹھیک ہے“ وہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھ گئی تھی۔

ملازمہ اسکا سامان اٹھا کر کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی اور پیچے پیچے وہ بھی۔

”ماہی تمہاری کزن تھوڑی عجیب ہے نا۔۔“ ایلانے اسکے جانے کے بعد پوچھا تھا۔ ماہی نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ ”تمہارے ڈیڈی کی کزن کی بیٹی تمہاری بھی سینئڈ کزن ہوئی نا“ اسکے گھورنے پر ایلانے کندھے اچکا کر کہا۔

”خبراب یہ میرے پاس آگئی ہے تو ٹھیک ہو جائے گی۔۔!! ایلانے دانت نکالے تھے جبکہ ماہی کچھ سوچتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

کھانا خاموشی سے کھایا گیا تھا۔ کھانے کے بعد حانم اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ رات کافی ہوئی تھی اور وہ کافی تھکن کا شکار تھی۔ بالوں کو باندھنے کی غرض سے وہ اٹھی تھی۔ کمرے میں موجود فرنیچر کافی قیمتی تھی۔ کسی چیز نے بھی اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔

وہ جہاڑ سائز آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ سنہری بالوں کی آبشار کر پر بکھری پڑی تھی۔ بالوں کو دیکھتے ہوئے اسکا ذہن بٹھکا تھا۔ ایک فلم سی اسکے سامنے چلنے لگی تھی۔

”اماں میں سوچ رہی ہوں کہ بال کٹوالوں؟“

حانم نے اپنے بالوں کا نیچے سے معائنہ کرتے ہوئے آسیہ بیگم کو اپنی سوچ سے آگاہ کیا تھا۔

”ہرگز نہیں۔۔ آسیہ بیگم نے غصے سے منع کیا۔

”لیکن کیوں۔۔؟ دیکھیں ناخراب ہو رہے ہیں“ حانم روہانی ہوئی۔

”تمہیں نانی اماں کہا کرتی تھیں کہ لمبے بال نیک لڑکیوں کی نشانی ہوتے ہیں“

”ہائیں؟“ آسیہ بیگم کی بات پر حانم نے گھوم کر انہوں دیکھا تھا۔ اسکی آنکھیں اپنی ماں کی عجیب منطق پر حیرانی سی پھیلی تھیں۔

”لمبے بالوں کا نیک ہونے سے کیا تعلق اماں“ وہ حیران پریشان سی پوچھ رہی تھی۔

"قیامت کے دن لمبے بال عورت کا پرده بنیں گے، اور میری بات کان کھول کر سن لوہانی۔۔۔ اگر تم نے دوبارہ بال کٹوانے کا نام لیا تو مجھ سے براؤ کوئی نہیں ہو گا" وہ اسے دھمکی اور حکم دونوں سناتیں کچن میں جا چکی تھیں جبکہ حامم حیرت سے انہیں جاتا دیکھ رہی تھی۔ آئینے میں دھواں سا اٹھنے لگا تھا، اسکا گھر، آسیہ بیکم اور وہ۔۔۔ دور کہیں فضا میں تحلیل ہونا شروع ہوئے تھے۔ حامم کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"نیک اور شریف تو دیکھو" منظر بدلا تھا۔ آرجے سامنے آئینے میں کھڑا جنّاتی قہقہے لگا رہا تھا۔

حامم کے چہرے کارنگ بدلا تھا۔ تالی، بجاتا ہستا وہ اسکا مذاق اڑا رہا تھا۔ اسکے قہقہے حامم کو پا گل کر رہے تھے۔

"نیک نہیں بد کردار ہو تم" وہ شعلے اگلتی آنکھوں کے ساتھ اسے گھور رہا تھا۔

"نہیں، کچھ نہیں کیا میں نے"

وہ یہجانی انداز میں چلائی تھی۔ وہ ہنسے جا رہا تھا۔ حامم کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا تھا۔

"چپ کر جاؤ" وہ چیخنی تھی اور سنگار میز سے پرفیوم کی ایک بوتل اٹھا کر پوری قوت سے آئینے میں دے ماری تھی۔ اپنی طرف سے اس نے آرجے کو مارا تھا۔ اسے خاموش کروایا تھا۔ چھن کی آواز کے ساتھ کانچ بکھرا تھا۔ وہ کہیں غائب ہو گیا تھا۔

حامم کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ وہ وہیں نیچے بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

وہ آرجے کے آسیب سے بچنے کیلئے بہت دور آگئی تھی لیکن شاید بھول گئی تھی کہ آسیب تو سات سمندر پار تک پچھا کرتا تھا۔ کافی دیر رونے کے بعد وہ اٹھی تھی اور پھر کراہ کر بیٹھ گئی تھی۔

ٹوٹے ہوئے کانچ کا تکڑا اسکے پاؤں میں چھبھ گیا تھا۔ درد کی ایک لہر اسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

"امی۔۔۔" حامم نے درد کی شدت سے آسیہ بیکم کو پکارہ تھا لیکن پھر یاد آنے پر کہ وہ کوسوں دور تھیں اسکا دل مزید تڑپا تھا۔ مشکل سے کانچ کا تکڑا پاؤں سے نکالنے کے بعد وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اسکے پاؤں سے خون نکل رہا تھا لیکن اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟ اس نے کمرے میں نظریں دوڑائی تھیں اور پھر اسے میز پر ٹشو کا ڈبار کھا نظر آگیا تھا۔ وہ لنگرا کر چلتی میز تک پہنچی تھی اور پھر کافی سارے ٹشو نکال کر زخم پر رکھے تھے۔ آہستہ آہستہ خون رسانبند ہوا تھا۔ وہ لیٹ گئی تھی۔ لیکن اسکی سکیاں بند نہیں ہوئی تھیں۔ اسے سب یاد آرہے تھے۔ اور خاص طور پر آرجے کی باتیں جو کبھی اسکے ذہن سے نہیں نکلتی تھیں۔

میں چاہتی ہوں

میں تمہیں بتاؤں

کہ مجھے درد ہوتا ہے

اتنا درد کہ دل کرتا ہے

اپنی کن پیٹیوں پہ انگلیاں رکھ کر

اتنی زور سے دباو کہ وہاں سے خون کا اخراج ہو

شاید اس خون میں وہ تمام باتیں

وہ تمام سوچیں بھی بہہ جائیں  
جو میرے ذہن کو اذیت کے نشتر چھوڑی ہی ہیں!

میں چاہتی ہوں

میں تمہیں بتاؤں

کہ مجھے درد ہوتا ہے

اتنا درد کہ جیسے کوئی میرا دل کسی پتھر پر رکھ کر  
کسی ہتھوڑی سے اس میں کیل گھاڑتا ہے

اور بس ایک کیل سے بس نہیں کرتا

بلکہ بار بار وہ اس عمل کو دھرا تا ہے

گھاڑتا ہے، نکالتا ہے

!.. گھاڑتا ہے، نکالتا ہے پرموت نہیں آنے دیتا

میں چاہتی ہوں

میں تمہیں بتاؤں

کہ مجھے تکلیف ہوتی ہے

ایسی تکلیف جیسے کسی زندہ انسان کو

کسی پیڑ کے ساتھ باندھ کر

کسی پرانی چھری سے اس کو جگہ جگہ سے کٹا جائے

اس پر کوڑے بر سائے جائیں

اتنے کوڑے کہ اس کے وجود کا گوشت

اس کی ہڈیوں سے الگ ہو جائے

!.. پرموت کے فرشتے کو ادھر آنے کی اجازت نہ ہو

میں چاہتی ہوں

میں تمہیں بتاؤں

کہ کاش کوئی لفظ

میری اذیت کے معیار پر پورا اترے

تو میں تمہیں بتاؤں

کہ درد اور تکلیف اس اذیت سے

بہت چھوٹے لفظ ہیں

جو میں محسوس کرتی ہوں!

درد میں ڈوبی رات آہستہ آہستہ بیت رہی تھی اور سکیوں کی آواز بڑھتی جا رہی تھی۔

صحیح چار بجے کا وقت تھا۔ آربج نیند سے بو جھل آنکھیں لئے سونے کیلئے لیٹا تھا۔ اسے چار سے پانچ بجے کے درمیان نیند آتی تھی۔ ابھی اسے سونے کچھ ہی دیر گزری تھی جب وہ عجیب سے احساسات کے تحت ہٹر ہٹا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ اسے کسی لڑکی کے رونے کی آواز آرہی تھی۔ سائیڈ لیمپ آن کر کے اسے پورے کمرے میں نظر دوڑائی تھی لیکن اسے کہیں کچھ نظر نہیں آیا تھا۔

وہ اسے وپناوہم سمجھ کر سر جھٹک کر دوبارہ سونے کیلئے لیٹ گیا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس نے آنکھیں بند کی سکنے کی آواز سنائی صاف سنائی دی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔

"کون ہے۔۔۔؟؟" آربج نے پوچھا تھا لیکن کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ آواز ہنوز آرہی تھی۔ وہ بستر سے نیچے اتر اور کمرے کی کھڑکیوں کو کھولنے کے بعد اس نے ہر طرف نظر دوڑائی تھی۔ کہیں کس لڑکی کا نام و نشان نہیں تھا۔ لیکن آواز آرہی تھی۔

"یہ میرا وہم نہیں ہو سکتا۔" وہ بڑھا گیا تھا۔

اب وہ کمرے کا دروازہ کھول کر نیچے لاونچ میں آیا تھا۔ غلام دین، ملازم، صوفے پر سکون سے سویا پڑا تھا۔ سکیوں کی آواز و قفل و قفلہ ابھر رہی تھی۔ آربج کا دماغ گھوما تھا۔ اسے شک ہو رہا تھا جیسے گھرمی کوئی لڑکی موجود تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح ایک ایک کمرہ دیکھ رہا تھا لیکن لڑکی ہوتی تو ملتی نا۔ اب تو کمی بھی یہاں نہیں تھا۔ تحک ہار کر وہ اپنا سر کپڑا کر بیٹھ گیا تھا۔ نیند اسے سونے کا کہہ رہی تھی۔ اور سکیاں اسکی نیند کی دشمن بنی ہوئی تھیں۔ دن چڑھے تک وہ لاونچ کے صوفے پر بیٹھا رہا تھا۔ جیسے ہی سونے کیلئے آنکھیں بند کرتا تھا سکیوں کی آواز ابھرنے لگتی تھی۔ سورج کی سنہری روشنی نے رات کی سیاہی کو کاٹا تو سورج کی شعائیں لاونچ میں موجود کھڑکیوں سے چھن چھن کر اندر آنے لگیں۔ آربج کو سر میں شدید درد محسوس ہو رہا تھا۔ غلام دین کب کا نماز کیلئے اٹھ کر جا چکا تھا لیکن اس نے آربج سے وہاں بیٹھنے کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔ چڑیوں کے چھپھانے کی آوازیں ہر طرف پھیل گئی تھیں۔ تحک ہار کر وہ صوفے پر لیٹ گیا تھا، وقت کو اس پر ترس آیا تھا اور پھر ناجانے کب اسکی آنکھ لگ گئی تھی۔

"اوہ میرے خدا یہ کیا ہوا؟؟" ملازمہ ناشتے کیلئے حامم کو اٹھانے آئی تھی اور پھر اسکے زخمی پاؤں کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔ یہ پچاس سالہ لوسی تھی۔ جو ہر وقت سیاہ رنگ کے گاؤں میں ملبوس رہتی تھی۔ ماہی اور ایلا اسے لوسی ماں بلاتی تھیں۔ لوسی ماں نے ایلا کو پالا تھا۔ اور اسے بھی وہ دونوں بہت عزیز تھیں۔ گھر کی صفائی سترہائی کا خیال لوسی ماں ہی رکھتی تھی۔ البتہ کھانا بنانے کیلئے حیمه تھی۔

"یہ کیا ہوا بچے؟؟" وہ حامم کی طرف بڑھی تھی۔

حاجم کی رات ناجانے کب آنکھ لگی تھی۔ نہ اذان کی نہ الارم کی آواز آئی تھی۔ اور نہ کسی نے اسے اٹھایا تھا۔ وہ سوئی رہی تھی۔ لوسی ماں نے آگے بڑھ کر اسکے زخمی پاؤں سے ٹشو کو اتارا تھا کو چپکا ہوا تھا۔ بیڈ کی چادر جہاں اسکا پاؤں رکھا ہوا تھا وہاں سے سرخ ہو چکی تھی۔

سوتے وقت شاید اسکا خون بہتار ہا تھا۔

سی۔۔۔ ” درد کے باعث حاجم کی آنکھ کھلی تھی۔ ”

” یہ کاچھ کیسے ٹوٹا۔۔۔ ہم کو بلا یالیا ہوتا ہم خود ہی اسکو صاف کر دیتا ” وہ حاجم کو جاگتے ہوئے دیکھ کر کہہ رہی تھی۔ ٹشو اتارنے کے بعد لوسی ماں کی نظریں اب کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔

کچھ یاد آنے پر وہ کمرے میں رکھے بڑے سے میز کی نیچے والے درواز کی طرف بڑھی۔ فرست ایڈ باکس نکال کر وہ دوبارہ حاجم کے پاس آئی تھی۔ حاجم چکراتے سر کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی جو کافی پریشان نظر آرہی تھی۔ رونے کے باعث حاجم کی آنکھیں سوچھن کا شکار تھیں۔ سپرٹ سے زخم صاف کرنے کے بعد لوسی ماں نے اسکے پاؤں پر پٹی باندھی تھی۔

” طبیعت ٹھیک ہے تمہارا ” پٹی کرنے کے بعد اب وہ حاجم کی سرخ آنکھوں کی طرف دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔ حاجم کو بے اختیار ہی آسیہ بیگم یاد آئی تھی۔ اسکی آنکھیں نم ہونا شروع ہوئیں۔

” روتا کیوں ہے بچے؟ کوئی مسئلہ ہے تو ہم کو بتاؤ۔۔۔ ؟؟ ” وہ پیار سے پوچھ رہی تھی۔

” میرا سر بہت درد کر رہا ہے ” حاجم بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

” ہم میڈیسن اور چائے لے کر آتا ہے۔ رونا نہیں، تم ٹھیک ہو جائے گا ” لوسی ماں فکر مندی سے کہتی باہر چلی گئی تھی۔ جبکہ حاجم اپنے سر کو تھامتے ہوئے دوبارہ لیٹ گئی تھی۔

ڈیپارٹمنٹ میں کوئی فنکشن تھا۔ اسے روشنیوں سے سجا�ا گیا تھا۔ آربے کے ڈیپارٹمنٹ کی طرف اٹھتے قدم رکے تھے۔ اسے روشنیاں دیکھ کر کیفے کے پاس درختوں کے نیچے، خنگی سے گھورتی ہوئی حاجم نظر آئی تھی۔ یہی جگہ تھی جہاں اس نے حاجم کو چڑانے کیلئے اسکے لئے گانا گایا تھا۔

میں جو جی رہا ہوں

وجہ تم ہو

اسے اپنے الفاظ یاد آگئے تھے۔ وہ خود تو جی رہا تھا اور جو وجہ بنی تھی اسے ختم کر دیا تھا آربے نے، وہ سر جھٹک کر ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھا تھا۔ جیسے ہی وہ ڈیپارٹمنٹ کے اندر داخل ہوا تھا سامنے گراونڈ میں لکڑی کے بینچ پر اسے وہ بیٹھی نظر آئی تھی۔ وہ شام جب اس نے حاجم سے مسکرا کر بات کی تھی۔ وہ آسمان کو تکتی ہوئی، جانے کس دنیا میں کھوئی ہوئی تھی، جب بجلی کی چمک میں اسکے چہرے پر کچھ چکا تھا۔ ماضی اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ اور یہی وہ جگہ تھی جہاں اس نے حاجم کو ختم کیا تھا۔

” نفرت ہے مجھے تم سے ” وہ تصور میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔ اور پھر واپسی کیلئے قدم بڑھادیئے تھے۔ ڈیپارٹمنٹ میں اب اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں جاچکا تھا، مہرو بھی، دونوں کی مانگر یشن ہو گئی تھی۔ وہ بھی جاچکی تھی جسکے بارے میں وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

وہ جنت روڈ پر تیز قدم بڑھا رہا تھا۔ انگلش ڈیپارٹمنٹ کے سامنے اسے وہ درختوں کے نیچے بنے فٹ پاٹھ پر مہرو کے ساتھ کسی بات پر ہنستی نظر آئی تھی۔ وہ ٹھٹک کر رکا تھا۔

وہ اسے کیوں نظر آ رہی تھی آر جے کو سمجھ نہیں آ رہا تھا، وہ جھکلے سے مڑا تھا، سامنے ذلو جیکل میوز بیم تھا، اب وہ مہرو کے ساتھ میوزم کے باہر سیلفیاں لیتی نظر آ رہی تھی۔ آر جے کا سر چکر اگیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھاما تھا۔

"نفرت ہے مجھے تم سے شدید نفرت، سنتم نے ام حانم۔۔۔ شدید نفرت کرتا ہوں تم سے" وہ چلا یا تھا۔ سٹوڈیوں نے رک کر اور پلٹ کرا سے دیکھا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے حواسوں میں واپس لوٹا تھا۔ گھری سانس لیتا وہ حانم کو پیچھے چھوڑتا آگے گئے بڑھ گیا تھا۔

ایک مہینہ ہو گیا تھا حانم کو پیرس آئے۔ اس نے کبھی اپنے کمرے سے باہر دروازے تک کا فاصلہ طے نہیں کیا تھا۔ وہ گھر میں ہی گھوم لیتی تھی کبھی باہر جانے کی خواہش نہیں کی تھی۔ اسکا موبائل جو اسے حمدان انکل نے دیا تھا وہ بند پڑا تھا۔ اسے آن کرنے کی حانم میں ہمت نہیں تھی۔

لوسی ماں اسکا بہت خیال رکھتی تھی۔ گھر سے فون آتا تو وہ ماہی کے فون سے ہی بات کرتی تھی۔ اور اسی کے لیپ ٹاپ سے وہ اپنے پیاروں کی شکل دیکھ پاتی تھی۔ دن گزرتے جا رہے تھے لیکن حانم نے منہ نہیں کھولا تھا۔ اس نے کبھی بھولے سے بھی اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا تھا جو اسکی زندگی کا ناسور بن گیا تھا۔ وہ درد اوڑھ کر سو جاتی تھی، ڈر اور خوف کے سائے اسے جاگنے پر مجبور کر دیتے تھے، اسے مانگریں نے آلیا تھا۔

ذرا سی تیز روشنی، سورا سے پاگل کر دیتا تھا۔ دل ہر وقت خراب رہنے لگا تھا، متلی ہوتی تھی، سر چکر اتا تھا۔ غرض کہ وہ اندر ہیروں کی دنیا میں چل گئی تھی۔ ہر وقت اسکے کمرے میں اندر ہیرا رہنا شروع ہو گیا تھا۔ اسے نارمل ہونے کیلئے پیرس بھیجا گیا تھا لیکن وہ یہاں آ کر مزید دنیا سے کٹ گئی تھی۔ آر جے نام کے آسیب نے اسے مکمل طور پر اپنے بس میں کر لیا تھا۔

"ہانی تم ٹھیک ہو؟؟" وہ اپنے بازو کو آنکھوں پر رکھ لیٹی تھی، اسکا مقصد روشنی سے خود کو بچانا تھا۔ کمرے میں پہلے ہی اندر اتا لیکن وہ جسمانی درد سے بچنا چاہتی تھی۔ دروازہ پر دستک ہوئی تھی۔ حانم چونک کر اٹھی تھی۔ اسے ماہی نے

Space

دی ہوئی تھی۔ وہ کبھی کبھی ہی اسکے پاس آتی تھی۔ ماہی چاہتی کہ وہ جلد از جلد نارمل ہو لیکن کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ "جی ٹھیک ہوں" حانم نے اٹھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"کیا میں اندر آ جاؤں۔۔۔؟؟" ماہی پوچھ رہی تھی۔

"جی۔۔۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے آپ اندر آئیں" وہ زبردستی مسکراتی تھی۔

حانم نے ہاتھ بڑھا کر بیڈ کے ساتھ میز پر رکھا یہ پ آن کیا تھا۔ روشنی عیسے ہی کمرے میں پھیلی حانم نے آنکھیں بند کر کے خود کو روشنی کی اذیت سے بچانا چاہا تھا۔ ماہی اندر آئی تھی۔ اس نے حانم کی اس حرکت کو غور سے دیکھا تھا۔ اور پھر کھڑکیوں کی طرف بڑھ کر اس نے پردے پیچھے کئے اور انہیں کھول دیا۔ حانم نے بے اختیار اپنے آنکھوں پر دیاں بازوں رکھا تھا۔

"انہیں بند رہنے دو پلیز، تیز روشنی مجھے چھپتی ہے" حانم کے لبھ میں الٹا تھی۔

"روشنی کب سے چھپنے لگی حامم؟ یہ تو اندھیرے کو ختم کرتی ہے" ماہی سنجیدہ لمحے میں پوچھ رہی تھی۔  
"سر میں درد ہو جاتا ہے" حامم نے بے لبی سے بتایا۔

"وہ اسی لئے کہ تمہیں ایسا لگتا ہے، تم نے خود کو اندھیروں کی عادت ڈال لی ہے، تمہیں یہ عادت ختم کرنی چاہیے"  
"اندھیرا مجھے سکون پہنچاتا ہے"

"میرے بابا کہتے ہیں کہ اندھیرا انسان کو نگل جاتا ہے، انسان میں ساری ساری منفی سوچیں اندھیرے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔" تمہیں اس اندھیرے کی دنیا سے باہر نکل کر روشنی کا سامنا کرنا ہو گا" آج ماہی اسے قائل کرنے آئی تھی۔ ناجانے کیوں حامم اسے اپنی اپنی سی لگنے لگی تھی۔ وہ معصوم تھی، خاموشی کا ایک گھرہ پھرہ تھا اس پر!

"میں نہیں کرنا چاہتی کسی بھی چیز کا سامنا" حامم نے بیزاری سے کہا تھا۔

"تم ام حامم ہی ہونا۔؟؟" ماہی کے سوال پر حامم نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔

"میں نے سنا تھا کہ ام حامم ایک باہمی لڑکی ہے، وہ کبھی کسی چیز سے نہیں ہاری، وہ ہمیشہ حالات کا مقابلہ کر کے انہیں ہرانے کی ہمت رکھتی ایک بہادر لڑکی ہے۔" ماہی کی بات پر حامم کا دل کٹ سا گیا تھا۔ وہ بہادر لڑکی ایک ابن آدم سے بری طرح ہار کر آئی تھی صرف اس وجہ سے کہ وہ بنت ہوا تھا۔  
"غلط سننا ہے آپ نے، ام حامم ایک کمزور لڑکی ہے" حامم نے گھری اذیت سے جواب دیا تھا۔

"ہم۔ ہو گی لازمی ہو گی، لیکن اب اسے بہادر بننا ہو گا۔ اگر ام حامم کو پیرس میں بزدلی اور مردہ دلی کے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو اسے واپس پاکستان چلے جانا چاہیے، پیرس ایسے لوگوں کو خوشنامید نہیں کہتا۔!! پاکستان واپس جانے کے نام پر حامم نے لرز کر ماہی کو دیکھا تھا، اسکی آنکھوں میں بے یقین تھی۔

"بالکل۔" تمہیں واپس جانا ہو گا، یہ اندھیروں کی زندگی تم وہاں بھی گزار سکتی ہو، فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے ہانی۔۔۔ تمہیں یہاں رہنا ہے یا واپس جانا ہے۔۔۔؟؟ اگر یہاں رہنا ہے تو دس منٹ میں تیار ہو جاؤ تمہارے موبائل اور سم رجسٹریشن کیلئے جانا ہے اور اگر اس کام کیلئے نہیں جانا چاہتی تو اپنا سامان پیک کرلو، تمہیں واپسی کا ٹکٹ مل جائے گا" وہ

تجھے ہونصیب گدا گری،

تیرادست عناز دراز ھو

یہی بد دعا ہے کے فتنہ گر

تیر احسن صحر الباس ھو

رہے مرض غم میں تو مبتلا

نادوالے نادعالے

تجھے ہو قضا کی جو آرزو

تیری عمر اور دراز ھو

آرہے نے ہر اس جگہ پر جانا چھوڑ دیا تھا جہاں کبھی حامم گئی تھی۔ وہ اسے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اسکی زندگی سے سکون نام کی چیز کہیں غائب ہو گئی تھی وہ رات کو سو نہیں پاتا تھا۔ سکیوں کا سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اسے دن میں نیند کی گولیاں کھا کر دن میں سونا شروع کر دیا تھا۔

وہ رات کو جیسے ہی آنکھیں بند کرتا تھا وہ آواز اسکی ساعت میں ہتھوڑوں کی طرح لگنا شروع ہو جاتی تھی۔ وہ ساری رات لاونچ میں بیٹھا رہتا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسکے ساتھ کیا ہو رہا تھا اور کیوں ہو رہا تھا؟ وہ ملتان چلا گیا تھا اور پھر واپس بھی آگیا تھا وہ سکیاں اسکا پیچھا نہیں چھوڑنے والی تھیں۔ مکی کے بنا دوستوں کی مغلولوں میں اسکا دل نہیں لگتا تھا، رفتہ رفتہ وہ اپنی سوشل زندگی سے کٹنے لگا تھا

یہ وقت کا بہت بڑا انقام تھا !!

وہ ماہی اور ایلا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی، جب سے وہ پیرس آئی تھی آج پہلی بار گھر سے باہر نکلی تھی، ماہی کی دھمکی کام کرنے کی تھی اب اسے لبوں پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔ حامم کے چہرے پر سنجیدہ چھائی تھی۔ ایلا کچھ کہنے کیلئے پیچھے کی طرف مڑی تھی اور پھر ایک دم چونک گئی تھی۔ حامم کے گاڑی کے شیشے کے پاس بیٹھی تھی۔ آدھے کھلے شیشے سے سورج کی روشنی اندر آرہی تھی جو حامم کے چہرے کو چھوڑ رہی تھی۔ "ہے یہ کیا تھا؟؟" ایلانے پھٹی پھٹی آنکھوں سے حامم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ سورج کی شعاعوں میں حامم کے چہرے پر کچھ چکا تھا۔ کیا۔۔۔؟؟" حامم نے کے چہرے پر الجھن پھیلی تھی۔

"تمہاری

Chin

پر کچھ شان کیا تھا۔"

"وہ پیدائشی نشان ہے یعنی بر تھے مارک۔۔۔ جب میں پیدا ہوئی تھی یہ تب سے ایسے ہی ہے" حامم نے بتایا تھا۔ یہ ایک موتوی کے سائز کا سفید رنگ کا دھبہ تھا جیسے سیاہ رنگ کا تل ہوتا ہے، لیکن یہ سفید تھا اور جب کبھی سورج کی روشنی اس پر براہ راست پڑتی تھی تو یہاں سے ایک چمک پیدا ہوتی تھی۔

"Woww... it just amazing\_!!"

ایلا اب دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار کوئی ایسا بر تھے مارک دیکھا تھا۔ اسے ام حامم سب سے الگ لگی تھی، ادا سیوں کی شہزادی، جو شاید راستہ بھٹک کر پیرس آگئی تھی

وہ مہینوں شام کو واپس لوٹی تھیں۔ ماہی نے انہیں کھانا باہر ہی کھلایا تھا۔ وہ حانم کو روشنی سے متعارف کرنا چاہتی جنہیں وہ بھول گئی تھی، ہر طرف رونق تھی جو شاید اسے متاثر کرنا چاہتی تھی، لیکن خاموشی اسکی روح میں اتر گئی تھی۔

جب اداسیاں روح میں اتر جائیں ”  
” تو رونقیں متاثر نہیں کرتیں !!

البته باہر کی تازہ ہوانے اسے ذہنی طور پر سکون پہنچایا تھا۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں آئی تھی۔

کپڑے بدلنے کے بعد وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی، یہ وہ حانم تو نہیں تھی جو کچھ ماہ پہلے حسین ترین ہوتی جا رہی تھی، یہ تو گھن زدہ، دیمک کا کھایا ہوا جسمہ لگتی تھی۔ وہ پلٹنے والی تھی جب وہ آئینے میں ابھرا تھا۔ اس پر قہقہے لگاتا اسکا مذاق اڑاتا، اسکے لمبے بالوں اور اسکی نیک نامی پر جملے کستا۔ حانم کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ آنسو اسکی آنکھوں میں پھیلنے لگے تھے۔ اور پھر وہ پاگلوں کی طرح کمرے میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی آر جے کے قہقہے اسکا پہنچا نہیں چھوڑ رہے تھے۔ بالآخر اسے ایک دراز سے اپنی مطلوبہ چیز مل ہی گئی تھی۔ وہ کینچی کو ہاتھ میں کپڑے آئینے کے سامنے کھڑی تھی، اسے اپنے اندر سے ہر وہ چیز ختم کرنی تھی جو اسکے مذاق کا سبب بنی تھی۔ کینچی والا ہاتھ بڑھا کر اس نے اپنے لمبے بالوں کو بے دردی سے کاٹ ڈالا تھا۔ اس نے اپنے نیک ہونے کا ایک نشان مٹا دالا تھا۔ اب اسے رفتہ رفتہ ام حانم کو ختم کرنا تھا۔

”کیا ہو گیا ہے آر جے تم اتنے چڑچڑے کیوں ہو گئے ہو۔۔۔؟؟“ حشام نے آر جے کو فون کیا تھا جو کب سے نج رہا تھا لیکن وہ اٹھانے کی زحمت نہیں کر رہا تھا اور جب اٹھایا تو آواز میں واضح ناگواری تھی۔

”نہیں تو ایسی بات نہیں ہے۔“ حشام کی بات سے آر جے کو اپنی ناگواری کا احساس ہوا تھا۔ وہ تحکم چکا تھا صرف کچھ ہی مہینوں میں ابھی تو اسے بہت لمبا سفر طے کرنا تھا۔ آر جے نے اپنے وجود کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے گاڑی کی سیٹ سے پشت ٹکا دی۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔

”کیا بات ہے آر جے کافی دنوں سے دیکھ رہا ہوں تم کچھ عجیب سارو یہ رکھے ہوئے ہو کوئی پریشانی ہے کیا؟؟“ حشام کے لمحے میں فکر اور پریشانی واضح تھی۔ سب ٹھیک ہے۔ آر جے نے جانے خود کو تسلی دی تھی یا حشام کو یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

”میں کچھ دنوں تک پاکستان آرہا ہوں“

”چج؟ جلدی آؤ پھر۔“ آر جے کو اسکے آنے کی دلی خوشی ہوئی تھی۔ ایک وہ شخص تھا جو اسے بنا مطلب کے بے لوث محبت کرتا تھا اور آر جے کو محبت کی ہی ضرورت تھی۔

رمضان گزر چکا تھا، دونوں عیدین بھی گزر چکی تھیں۔ وقت گزر تا جاریا تھا، وہ بھی بدل گئی تھی لیکن نہیں بدلتا تھا جس میں دکھ کے گھرے سائے اپنے پنجے گاڑھے بیٹھے تھے۔ ستمبر کا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ پیرس میں ٹھنڈہ بڑھنا شروع ہوئی تھی۔ وہ لاٹنخ میں ٹی وی کے سامنے بیٹھی تھی، ہاتھ میں مگزین تھا۔ ٹی وی چل رہا تھا البتہ اسکا دماغ نہ تو میگزین پڑھنے میں تھا اور نہ ٹی وی پر چلتے پروگرام دیکھنے میں۔۔۔ کھلے بال کمر پر بکھرے تھے جنہیں وہ وقٹے وقٹے سے کٹوالیتی تھی۔ کہاں بالوں کی آبشار تھی اور اب کہاں بال مشکل سے آدمی کمر تک آتے تھے۔ سیاہ رنگ کی جیز پر گھسنوں

تک آتی شرط پہن رکھی تھی۔ ڈوپٹے گلے میں لٹکا ہوا تھا۔ وہ ام حنم تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ تو کوئی اور تھی جو بدل گئی تھی۔ اسکی نمازوں میں کسی نہیں آئی تھی البتہ دعا کیلئے کبھی ہاتھ نہیں اٹھتے تھے۔ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ کس سے ناراض تھی، وقت سے، خود سے، سب سے یا پھر اللہ سے؟ اسکی آنکھوں میں پھیلی نمی کبھی کم نہیں ہوتی تھی۔ وہ ایلا کی باتوں پر ہنستی تھی، لیکن اسکی مسکان جھوٹی تھی، کبھی کبھی قہقهہ لگاتے اسکے لب اچانک ساکت ہو جاتے تھے، ہنسنے ہنسنے رونے لگتی تھی۔ لیکن نہ تو وہ آربے کے آسیب سے پیچھے چھڑا پائی تھی اور نہ اسکی باتوں سے۔ راتوں کو اسکی سسکیاں کمرے میں گونجتی رہتی تھیں۔

حشام اسکے سامنے بیٹھا پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا یہ وہی آربے اسکا اپنا بھائی؟ "مجھے یقین نہیں ہوتا آربے تم اتنا بھی گر سکتے ہو؟ تمہاری تربیت ایسی تو نہیں کی گئی تھی؟"

حشام کے لمحے میں افسوس تھا اور اس سے بھی زیادہ حنم کیلئے دکھ تھا۔ وہ پاکستان آیا ہوا تھا۔ اسکے مکی اور حنم کے بارے میں پوچھنے پر آربے نے غصے میں سب بتا دیا تھا۔ "تمہیں اب بھی لگتا ہے کہ میری غلطی ہے۔۔۔؟"

آربے کو اس سے اس جواب کی امید نہیں تھی۔ اسے لگا تھا کہ وہ بھی حنم کو بر اجلا کہے گا۔ "تم نے غلطی نہیں گناہ کیا ہے آربے گناہ۔" حشام دبی دبی آواز میں چلایا تھا۔

"اور اس گناہ کا ثبوت یہ ہے جو تم سو نہیں پاتے ہو، جو بے سکونی تمہارے اندر پھیل گئی ہے نا یہ سب اس گناہ کی وجہ سے ہوا ہے۔۔۔" "منہ بندر کھو شاموں میں نے کوئی گناہ نہیں کیا بلکہ گناہ تو اس حنم نے کیا تھا، پار سائبنتی تھی جبکہ تھی وہ۔۔۔"

"خاموش ہو جاؤ آربے، پلیز خاموش" حشام کے اندر مزید ام حنم کے بارے میں غلط سننے کی ہمت نہیں تھی۔ اسکا دماغ جم چکا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کیا بولے؟ کیا کر دیا تھا آربے اور کہاں چلی گئی تھی وہ۔۔۔؟ سوال اسکے دماغ پر ہتھوڑوں کی طرح لگ رہے تھے۔

"تم ایک نہایت کمزور مرد ہو آربے، تم ایک لڑکی سے ڈر گئے" حشام کی بات پر آربے نے چونک کر اسے دیکھا تھا اسکی تیوری چڑھی ہوئی تھی۔

"تم ڈر گئے تھے نا کوئی انسان وہ بھی لڑکی پہلی بار تمہارے مقابلے پر آیا تھا، پہلی بار کسی نے آربے کے علاوہ کسی کو سراہا تھا، تم سے برداشت نہیں ہوا تو تم نے اس طرح سے یونیورسٹی چھوڑ جانے پر مجبور کر دیا۔"

حشام کی بات سن کر آربے کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔ ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا یہ تو سراسر الزام لگایا تھا حشام نے اس پر۔۔۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں ایک لڑکی سے کیوں جیس ہونگا۔۔۔؟" وہ احتجاجاً چلایا تھا۔

"اگر ایسی بات نہیں ہے تو پوچھو اپنے دل سے پھر کس گناہ کی سزا دی تم نے اسے؟ اسکی کم عمری کی غلطی کو تم نے اسکے لئے عذاب بنادیا۔۔۔؟" اور آربے مزید نہیں سن سکتا تھا وہ غصے سے اٹھا تھا اور گھر سے باہر نکل گیا تھا جبکہ پیچھے حشام کا دل کر لارہا تھا۔

گر میوں کی چھٹیوں کے بعد یونیورسٹی دوبارہ کھلی تھی۔ ڈیپارٹمنٹ میں نئے سٹوڈنٹس آرہے تھے کیونکہ نئے داخلے ہوئے تھے۔ آرجے خود کبھی کبھی ڈیپارٹمنٹ جاتا تھا۔ کلاس ختم ہونے کے بعد جیسے ہی وہ واپسی کیلئے بڑھا تھا اسے کسی نے پکارہ تھا۔ "ہیلو آرجے" آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ سامنے اسکا کلاس فیلم مرتضی کھڑا تھا۔ اسکے ہاتھ میں ایک گفت پیک تھا۔ "کیا تمہیں پتا ہے مہرو کی ماگریشن کہاں ہوئی ہے۔۔۔؟؟" وہ موٹے شیشوں کی عینک ناک پر جمائے پوچھ رہا تھا۔ "نہیں۔۔۔" آرجے نے سرد سے لبجے میں جواب دیا تھا۔

"وہ تمہیں بھی نہیں پتا۔" مرتضی کا منہ بن گیا تھا۔ "مجھے لگا شاید تمہیں پتا ہو گا۔۔۔ مجھے امید تھی کہ جہاں مہرو گئی ہے وہیں حامم نے بھی ماگریشن کروائی ہو گی۔ آج ام حامم کا بر تھڈے ہے نومبر، یہ اسکے لئے گفت تھا۔ مجھے وہ بہت اچھی لگتی تھی اور ہے بھی" مرتضی اپنی دھن میں بول رہا تھا۔ "ام حامم کا بر تھڈے ۔۔۔" آرجے زیر لب بڑھا تھا۔

"مجھے یاد آیا مہرو کا کزن تمہارا دوست ہے ناتو یہ گفت تم اسے دے دینا وہ مہرو کو دے دیگا اور مہرو حامم کو، مجھے دلی خوشی ہو گی!!" اس نے وہ گفت آرجے کی طرف بڑھا یا تھا جسے اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے تھام لیا تھا۔ وہ وہیں رک کر اسے کھولنے لگا تھا۔ "ہاں تم کھول سکتے ہو یہ تمہارے متعلق ہے۔۔۔"

مرتضی کی بات پر آرجے کو حیرت ہوئی تھی۔ اس نے گفت کے اوپر سے خوبصورت پینگ کو اتارا تھا۔ پینگ کے اندر ایک خوبصورت فوٹو فریم تھا۔ آرجے نے جیسے ہی فریم کو پلٹ کر دیکھا تھا اسکی سانس جیسے اٹک سی گئی تھی۔ وہ اسکی اور ام حامم کی تصویر تھی۔ وہ جس میں وہ دونوں گراونڈ میں رکھے لکڑی کے بیٹھ پر بیٹھے تھے۔ خوبصورت اور طوفانی موسم تھا۔ وہ جس دن ڈونٹ ٹچ مائی فون والا حادثہ پیش تھا۔ وہ جس دن آرجے دل سے مسکرا یا تھا۔ تم وہ واحد لڑکی ہو ام حامم جسکے ساتھ آرجے بیٹھا ہوا دل سے مسکرا رہا تھا، میں نے ایسی چمک کبھی آرجے کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کسی لڑکی کے چہرے سے پھوٹتی روشنی، تم دونوں ایک دوسرے کے سنگ بہت مکمل لگ رہے تھے، جب بھی میں اس تصویر کو دیکھتا ہوں مجھے ہمیشہ لگتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کیلئے بنے ہو!" مرتضی

تصویر کے نیچے کیپشن دیا گیا تھا۔ یہ الفاظ پڑھتے ہوئے آرجے کا دل بڑی طرح سے دھڑک رہا تھا۔ "میں نے اچھا لکھا ہے نا۔۔۔؟؟" وہ معصومیت پوچھ رہا تھا۔ "اور یہ فوٹو بھی میں نے کھینچی تھی اس روز، یہ بھی اچھی ہے نا۔۔۔؟؟" اور حامم کو یہ گفت پسند آئے گا۔۔۔؟؟ تمہیں پتا ہے آرجے وہ ڈیپارٹمنٹ میں کسی کے ساتھ بیٹھی اتنی اچھی نہیں لگی تھی جتنی اس روز تمہارے ساتھ، میں اسے بہت یاد کرتا ہوں!!" وہ ادا سی سے کہتا چلا گیا تھا جبکہ آرجے آندھیوں کی زد میں تھا۔ مہرو اور حامم کی اقصی کے ساتھ مرتضی سے بھی اچھی خاصی بے تکلفی ہو گئی تھی۔ وہ ان دونوں کو بہت یاد کرتا تھا۔ آرجے کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس تصویر کا کیا کرے۔۔۔؟ دل کی دھڑکن کی تیز رفتاری اسکی سمجھ سے باہر تھی۔ "حامم کا بر تھڈے ہے آج۔۔۔" اسکا دل کہہ رہا تھا۔

اس نے تصویر میں مجسم حانم کو دوبارہ دیکھا تھا۔ اور پھر اسکی نظر سامنے گراہنڈ میں رکھے بیٹھ پڑی تھی۔ اس وقت اسکے دل نے شدید خواہش کی تھی کہ کاش وہ اس وقت وہاں موجود ہوتی۔ خیال میں نہیں حقیقت میں، لیکن خواہشیں کب پوری ہوتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی اداسی نہیں سمجھ پایا تھا اور بے چین سادل لئے ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔

رات کے ایک بجے کے قریب وہ گھر واپس آیا تھا۔ گیٹ پر گارڈ اسے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"صاحب آپ گئے نہیں؟؟" گارڈ نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا تھا۔ آج اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر شمالی علاقہ جات کی سیر کو جانا تھا۔ لیکن ڈیپارٹمنٹ میں اسکا دل اتنا خراب ہوا کہ پورے لاہور میں آوارہ گردی کر کے وہ اب گھر لوٹا تھا۔  
"نہیں---" آر جے ایک لفظی جواب دیا تھا۔

گارڈ کے چہرے کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ وہ اپنی الجھن میں دیکھ ہی نہیں پایا تھا۔ گیٹ بند کرنے کے بعد گارڈ اسکے پیچے پیچے آیا تھا۔  
"کیا ہوا---" آر جے نے رک کر پوچھا تھا۔

"اک--- کچھ نہیں۔" گارڈ نے جواب دیا۔ اسکے چہرے کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ آر جے سر جھٹک کر اندر چلا گیا تھا جبکہ گارڈ نے کانپتے ہاتھوں سے جیب سے موبائل نکال کر کسی کا نمبر ملایا تھا۔

آر جے جیسے ہی لاونچ میں آیا تھا اسے گھر میں ایک غیر معمولی سا احساس ہوا تھا۔ لاونچ میں صوفے پر کچھ کپڑے بکھرے پڑے تھے۔ اچانک اسکے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔ گارڈ اسکے پیچے پیچے لاونچ میں داخل ہوا تھا۔  
"یہ کپڑے کس کے پڑے ہیں اور غلام دین کہاں ہے۔؟؟" آر جے نے سخت سے لبجھ میں پوچھا تھا۔

"وو--- وہ صاحب۔۔۔ جی۔۔۔" گارڈ کی آواز کا نپر ہی تھی۔ اچانک سیڑھیوں کے ساتھ والے گیٹ روم سے آوازیں آنا شروع ہوئی تھیں۔ آر جے فوراً کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ اندر کا منظر دیکھ کر آر جے کے ہوش اڑ گئے تھے۔ کمرے میں گارڈ کی بیوی اور ایک اجنبی شخص ناقابل بیان حالت میں موجود تھے۔ آر جے نے جھٹکے سے دروازہ بند کیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایسا بھی کچھ اسکی غیر موجودگی میں اسکے گھر میں ہوتا تھا۔

اس نے کھاجانے والی نظروں سے گارڈ کو دیکھا تھا جو اپنی بیوی سے جسم فروشی کرواتا تھا۔

"معاف کر دیں صاحب غلطی ہو گئی" گارڈ کے چہرے پر پسینہ واضح چیک رہا تھا اسکا پورا وجود کا نپر رہا تھا۔ اندر موجود لوگوں کی حالت بھی گارڈ سے کم نہیں تھی۔ آر جے ناگواری سے ایک نظر گارڈ اور کمرے پر ڈالتا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ دس سال کا تھا جب عائشہ جبیل یعنی اسکی ماں دنیا چھوڑ گئی تھیں۔ ظالم سماج کی کڑی دھوپ میں وہ اسکے لئے ایک محفوظ پناہ تھیں۔ وہ رویا نہیں تھا ایک بھی آنسو اسکی آنکھ سے نہیں پکا تھا۔ سید جبیل اپنی محبوبہ بیوی کی وفات پر ٹوٹ گئے تھے۔ حشام بہت رویا تھا، بی جان کو یقین نہیں آیا تھا کہ انکی جان سے پیاری دیواری دنیا چھوڑ گئی تھیں۔ اسی رات پوری حوالی میں شور پھیل گیا تھا کہ آر جے غائب ہے۔

سید خاندان کے افراد اور ملازمین نے اسے ہر جگہ ڈھونڈا تھا اور پروہ اپنی ماں کی قبر پر بیٹھا ملا تھا۔ یہ سلسلہ رکا تھا ہر رات یہی ہونے لگا تھا۔ تھک ہار کر جبیل خاندان نے اسے امریکہ اسکے تھیال بھیج دیا تھا۔ دو سال وہ وہاں سے واپس آیا تھا اور اسے ایک رات عائشہ جبیل کی قبر کھو دتے کپڑا گیا تھا۔ سید جبیل نے پہلی بار اپنے لاڈلے بیٹے کے منہ پر تھپڑا ملا تھا۔ کچھ دن رہنے کے بعد اسے دوبارہ واپس امریکہ بھیج دیا گیا تھا۔

دو سال مزید امریکہ رہنے کے بعد اسے سکول سے نکال دیا گیا تھا۔ وجہ اسکی حرکتیں تھیں۔ سکول میں اس نے ایک لڑکے کا سر پھاڑ دیا تھا جکلی وجہ سے اسے سکول سے نکال دیا گیا تھا۔ وہ ایک بار پھر پاکستان آگیا تھا۔ اور اس بار سید جبیل نے اسے لاہور بھیج دیا گیا تھا۔ یہ انکی اچھی قسمت تھی یا خود آر جے کی کہ اسے لاہور راس آگیا تھا۔

وہ کمرے میں آنے کے بعد ہسپ سے بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کا دماغ گھوما ہوا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی جو یونچ کمرے میں اس نے دیکھا وہ ایک سچ تھا ایک برا شیخ --

اسے حیرت ہو رہی تھی کہ چہرے پر داڑھی سجا کر، پانچ وقت کی نماز پڑھنے والا گارڈ اپنی ہی بیوی سے جسم فروشی کرو رہا تھا۔ گارڈ کی بیوی کو اس نے پہلے دیکھ رکھا اور آر جے ایک بار کسی کو دیکھ لیتا تو اس کا چہرہ کبھی نہیں بھولتا تھا۔ اسے اس وقت مسلمانوں سے انتہا کی نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ آر جے نے بیڈ پر رکھے اس چھوٹے سے شانگ بیگ سے وہ فوٹو فریم نکالا جو اسے مرتضی نے دیا تھا۔

"یہ سارے مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں، منافق، پارسائی کے لباس میں انتہائی غلیظ، اور حامم بھی ایسی ہی تھی" اسے تصویر میں موجود حامم کا وجود زہر لگ رہا تھا۔ غصے سے اس نے اس فوٹو فریم کو دیوار میں دے مارا تھا۔ چھن کی آواز سے فریم ٹوٹا تھا اور اس سے تصویر نکل کر دور جا گری تھی۔ وہ سمجھ ہی نہیں پایا تھا کہ اسکے ارد گرد کتنی غلاظت تھی۔ اسکے جانے کے بعد گارڈ لوگوں سے پیسے لے کر انہیں گھر میں رات گزارنے کی اجازت دیتا تھا۔ اور تو اور اپنی ہی بیوی سے--

آر جے کا دماغ پھٹنے کو تھا۔ غلام دین بھی اکثر اسکے ملتان یا کہیں اور پر جانے پر اپنے گاؤں چلا جاتا تھا۔ وہ انکا خاندانی ملازم تھا اور اس وقت سے اس گھر میں موجود تھا جب حشام اپنے ماسٹر کی پڑھائی کیلئے یہاں رہتا تھا۔ وہ ایک وفادار ملازم تھا۔ اور گارڈ کا تو اسے آج پتا چلا تھا۔ اگر وہ آج گھرنے آتا تو کبھی جان ہی نہیں پاتا کہ اسکی غیر موجودگی میں گھر میں کیا کیا ہوتا تھا۔

"اور مجھے دنیا میں تمہاری روح سے زیادہ غلاظت میں لپٹی روح کسی اور کی نظر نہیں آئی۔" ام حامم کے الفاظ اسکی ساعت میں گونجے تھے۔ آر جے نے بے ساختہ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھما تھا۔ آج صبح سے اسکی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اسکے گھر میں اور ارد گرد کتنی غلاظت تھی یہ اسے آج پتا چلی تھی، اور حامم نے ٹھیک ہی تو کہا تھا وہ یہ غلاظت دیکھ چکی تھی، کیونکہ وہ خود بھی ایسی غلاظت کا حصہ رہ چکا تھا۔

رات گیارہ بجے کا وقت تھا جب ایلا اسے کمرے سے نکال کر لائی تھی۔

"کیا بات ہے ایلا سب ٹھیک ہے نا؟؟" حامم پریشان سی اسکے پیچھے چل رہی تھی۔ ڈرائیور موندھیر اسکا تھا۔

"یہ اندھیرا کیوں ہے؟؟" حامم نے الجھن زدہ بجھے میں پوچھا تھا۔

" بتاتے ہیں پیاری تھوڑا انتظار کرو" ایلانے پیار سے جواب دیا تھا۔ کچھ پل کے بعد اچانک سے پورا گھر روشنیوں میں نہا گیا تھا۔

"Happy Birthday To You Dear Hanam\_!!"

ماہی کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔ اتنا خوبصورت کیک، کینڈل لائٹس، حانم جیرت سے سب دیکھ رہی تھی۔ اسے یاد بھی نہیں تھا کہ آج اسکی سالگرہ تھی۔ جب بھی ان تینوں بہن بھائیوں میں سے کسی کی سالگرہ ہوتی تھی وہ سب مل کر گھر میں ہی کیک بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ ماضی کو یاد کر کے حانم کی آنکھیں نہ ہوئی تھیں۔ وہ آج اکیس برس کی ہو گئی تھی۔

"خوبصورت موقعوں پر رونا نہیں چاہیے آؤ کیک کاٹو" ماہی اسے بازو سے پکڑ کر میز کے پاس لائی تھی جس کے ایک جانب لیپ ٹاپ کھلا رکھا تھا اور اس میں آسیہ بیگم، حمدان انکل، جواد اور ماہم نظر آرہے تھے۔ "ہیپی بر تھڈے ہانو آپی۔" "جواد نے وش کیا تھا۔

حانم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ فرط جذبات سے وہ ماہی کے لگ گئی تھی!! سب نے اسے بہت سی دعائیں دی تھیں۔ اسکی آنے والی نئی زندگی کے حوالے سے، لیکن شاید وہ زندگی جینا ہی نہیں چاہتی تھی۔

پچھے دو دنوں سے آر جے تیز بخار میں پھنک رہا تھا۔ اسکے سارے دوست دس دن کیلئے ٹوہر ہرنے تھے۔ غلام دین بھی گاؤں گیا ہوا تھا۔ گارڈ ڈر تا اسکے سامنے نہیں آتا تھا۔ رات کو اسے سکیوں کی آواز نہیں سونے دیتی تھی اور دن میں جسمانی تکلیف، اسکی طبیعت کافی زیادہ خراب تھی۔ دو دن سے اس نے کھانا نہیں کھایا تھا بلکہ کچن میں رکھے بریڈ ہی نگل رہا تھا اور وہ بھی قے کے ذریعے باہر نکل رہے تھے۔ آر جے نے کبھی خود کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔ گارڈ معافی مانگنے کیلئے ڈرتے ڈرتے اندر آیا تھا اور پھر لا اونچ میں اسے بے سود پڑے دیکھ کر اسکی ٹانگوں تک کی جان نکل گئی تھی۔

ستمبر 19

ٹھیک دس دن بعد آج آر جے کا جنم دن تھا۔ منتوں مرادوں سے مانگا گیا شخص۔ یہ دس دن اس نے بیڈ پر لیٹ کر گزارے تھے۔ اسے فوڈ پاوائزگ ہو گیا تھا۔ آج اسکے گھر میں خوب رونق لگی تھی۔ اسکی سالگرہ کی پارٹی جاری تھی۔ حشام نے سب سے پہلے اسے وش کیا تھا۔ یہ دس دن وہ اپنی جسمانی تکلیف میں اتنا گرم رہا تھا کہ حانم کا خیال کہیں اڑن چھو سا ہو گیا تھا۔

"پتا ہے شاموکا کا مجھے ناتم سے بہت محبت ہے" آر جے نے فون کی سکرین پر نظر آتے حشام سے کہا تھا۔ اسکی بات سن کر حشام کا قہقہہ ابھرا تھا۔ "اب تک کتنی لڑکیوں سے یہ جملہ بول چکے ہو۔؟" حشام شرارت سے پوچھ رہا تھا۔ "قسم لے لو محبت کسی سے بھی نہیں ہوئی۔" وہ کافی کمزور نظر آ رہا تھا۔

"پتا ہے تم باہمیں سال کے ہو گئے ہو آر جے اور میں نے سوچا تھا کہ اس عمر میں تمہاری شادی کر دوں گا۔" اب کی باری آر جے کی تھی۔

"خود کی توکر والو اٹھائیں کے ہو گئے ہو میری فکر کھائے جا رہی ہے تمہیں" "میری بھی ہو جائے گی پہلے تمہاری کرنی ہے" حشام بضد تھا۔

"میں اٹھائیں سال کا ہونے سے پہلے کرلوں گا شادی تم فکر نہ کرو" آر جے نے پورے یقین سے کہا تھا۔  
"تمہیں اب دوستوں کے پاس جانا چاہیے سب تمہارے انتظار کر رہے ہوں گے" حشام نے کہا۔

ہاں جاتا ہوں لیکن اس وقت تو سب مگن ہیں،"

ویسے تمہیں پتا ہے مجھے تم سے اتنا پیار کیوں ہے۔۔۔؟؟" آر جے آج بچوں کی طرح بتیں کر رہا تھا۔  
"کیوں؟؟" حشام نے دلپتی سے پوچھا تھا۔

"کیونکہ شاموں کا تمہارا نام ح سے شروع ہو کرم پر ختم ہوتا ہے، حشام۔۔ اور مجھے ایسے ناموں سے عشق ہے" آر جے سرشار سابتار ہا تھا۔  
"ح سے شروع ہو کرم پر ختم ہونے والا نام حانم" حشام زیر لب بڑھایا تھا۔ حشام کے لبوں کی حرکت سے آر جے جان چکا تھا کہ اس نے کس کا نام لیا تھا۔ "حانم" آر جے کے چہرے کا رنگ فتح ہوا تھا۔ اسکا سانس جیسے اٹک سا گیا تھا، وہ اسے کب بھولا تھا، وہ تو اسے یاد تھی، ہمیشہ کی طرح

وقت کا سب سے اچھا کام گزرنा ہوتا ہے یہ جیسا بھی ہو گزر جاتا ہے، وقت تھوڑا سا اور آگے سر کا اور لاہور میں ایک بار پھر ٹھنڈنے اپنے پر پھیلائے تھے۔ آر جے کا اپنے دوستوں سے دل اٹھنے لگا تھا، کیوں۔۔۔؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

وہ حانم کا خیال اپنے ذہن سے نکال دیتا تھا لیکن پھر کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ہوتا تھا جو اسے واپس اسی موڑ پر لا کر کھڑا کر دیتا تھا جیسے سال پہلے ڈیپارٹمنٹ کے لائن میں جو ہوا کبھی کبھی وہ سے گھری نفرت محسوس کرتا تھا اور کبھی کبھی اسکی نم آنکھیں، جن سے اس نے آخری بار آر جے کو دیکھا اور جن میں جانے کیا تھا، وہ اسے بے چین کئے رکھتی تھیں۔ ہر چیز کو اپنے دماغ سے نکالنے کیلئے اس نے پہلی بار کسی میوزک بینڈ کو جوائن کیا تھا۔

"رد ہم بینڈ۔۔ اسکی فیلن فالونگ بڑھتی جا رہی تھی۔ لوگ آر جے کے دیوانے تھے۔ اسکا سو شل میڈیا اکاؤنٹ ایک بار پھر سے مذاخوں کے سوالات سے بھرنے لگا تھا،

"ہیلو آر جے، میں آپکا بہت بڑا فیلن ہوں۔۔ لیکن میں اپنی زندگی سے بیزار ہوں، میں مرننا چاہتا ہوں مگر آپکا میوزک اور آپکی آواز دونوں مجھ میں جینے کی ایک آس بھر دیتے ہیں۔۔ میں مرننا چاہتا ہوں کہ جب ہم مایوس ہوتے ہیں تو مرنا کیوں چاہتے ہیں؟؟؟" اس لڑکے نے سوال ایک پل کیلئے آر جے کو ساکت کیا تھا۔

"اچھا سنو ایک سوال کا جواب تو دو ہم مرتے کیوں ہیں؟؟؟" وقت نے تقدير کے پنے تیزی سے پلٹے تھے اور وہ سال پہلے گاڑی میں بیتی اس شام میں پہنچ گیا تھا جب وہ حانم کو ہائل پھوڑ نے گیا تھا۔ اسکے سوال کرنے پر وہ خاموش رہی تھی۔

"بتاؤ نا۔۔؟؟"

"تم جی کیوں رہے ہو؟؟؟" حانم نے چہرہ اسکی جانب موڑتے ہوئے نہایت سپاٹ لبھے میں پوچھا تھا۔  
"وہ اس لئے کہ۔۔ آر جے ایک پل کو رکا تھا۔

"کہ؟؟؟" حانم نے پوچھا تھا۔ لیکن آر جے کوئی جواب نہیں بن پایا تھا۔

"پہلے یہ تو جان لو کہ تم جی کیوں رہے ہو؟؟؟ تمہارے زندہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟؟ موت پر بعد میں جانا آر جے" وہ سخت سے لبھے میں کہتی چہرہ دوبارہ اپنی جانب والے شیشے کی طرف موڑ چکی تھی۔ آر جے ایک پل کیلئے اسکی حاضر دماغی پر دنگ رہ گیا تھا۔

"چلویہ تو بتا دو ہم مرنے کے بعد کہاں جائیں گے؟ تمہارا اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے۔۔۔؟ خاص طور پر میں۔۔۔ میں کہاں جاؤں گا؟ وہ اسے زج کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا" حامن نے دلوں کے جواب دیا تھا۔

"کمال ہے تمہیں نہیں پتا۔۔۔ تمہیں۔۔۔؟ یہ تو غصب ہو گیا؟؟" آربے نے حیرت سے ایسے آنکھیں پھیلائی تھیں جیسے پتا نہیں حامن نے کتنا بڑا گناہ کر دیا ہو۔ "تم پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھے؟؟" وہ ایک بار پھر ناگواری سے پوچھ رہی تھی۔ آربے کے ہنسی کو ایک دم بریک سی لگی تھی۔ وہ خاموش ہو گیا تھا۔ وہ لڑکی اسے اسکے سوالوں میں الجھاتی تھی۔

"میں نہیں جانتا" وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

"جب تم یہی نہیں جانتے کہ پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھے تو میں کیسے بتاو کہ تم مرنے کے بعد کہاں جاؤ گے؟؟" حامن کا لہجہ کاٹ دار تھا۔ "ہم ٹھیک کہا تم نے یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا" وہ جیسے اسکی بات سے قائل نظر آرہا تھا۔

"اچھا اپنا بتاؤ تم کہاں جاؤ گی مرنے کے بعد؟؟"

یہ تو طے تھا وہ اسے ہائل تک چھوڑنے کے بدالے میں اسے کافی بھاری سزا میں دے رہا تھا۔

"ان شاء اللہ جنت میں" حامن نے پر اعتمادی سے جواب دیا تھا۔ اس بار چونکنے کی باری آربے کی تھی۔ اسکا حامن کے جواب پر قہقہہ ابھرا تھا۔

"واہ بھئی اتنا یقین، خود جنت میں جاؤ گی اور مجھے کیا جہنم میں سمجھنے کا ارادہ ہے۔۔۔؟"

"ہاں" حامن کے برجستہ جواب پر وہ کافی دیر تک ہنستا رہا تھا۔

"اف اف اتنی کپی دشمنی۔۔۔ ویسے ایک بات یاد رکھنا تم جنت میں جاؤ گی تو میں بھی جنت میں تمہارے پیچھے ہی آؤں گا آخر ایک تم ہی میرے سوالات کو سمجھتے ہوئے لا جک سے مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتی ہو، اب جہنم میں تو مجھے تمہارے جیسا ملے گا نہیں، تو جنت میں جانا پڑے گا ناجھے۔" وہ معصومیت سے کہہ رہا تھا۔ حامن خاموش رہی تھی۔

"ویسے پانچ فٹ چار انچ ماننا پڑے گا تمہارا دماغ کافی تیز چلتا ہے!!" اپنے قدر کئے گئے کمنٹ پر حامن نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا تھا اور اسکا یوں گھورنا آربے کو قہقہہ لگانے پر مجبور کرتا تھا۔ ایک جاندار سی مسکراہٹ اسکے لبوں پر پھیل گئی تھی وہ ماضی سے ایک دم حال میں واپس آیا تھا۔ حامن نہیں تھی وہ جا چکی تھی اسکی دنیا سے بہت دور، ایک پل کیلئے آربے کا دل اسے دیکھنے کو تڑپا تھا، مسکراہٹ کہیں غالب ہوئی تھی اور اسکی جگہ چہرے پر ناجانے اذیت سی کیوں پھیل گئی تھی۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر سو شل میڈیا اکاؤنٹ کھولنے کے بعد اسکا نام لکھ کر سرچ کیا تھا، وہ خود نہیں جانتا تھا وہ یہ کیوں کر رہا تھا، "ام حامن۔۔۔" اسکی پروفائل آربے کے سامنے تھی۔ تقریباً دس ماہ پہلے کی اپڈیٹ تھی۔ پچھلے دس ماہ سے اسکا اکاؤنٹ بند پڑا تھا۔ آربے کے اندر کچھ ہو رہا تھا۔۔۔ ایک بے چینی سی اسکے اندر پھیل گئی تھی۔

"جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مردوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا نا میری دعا ہے کہ ہمارا اس بھی سامنا نہ ہو۔۔۔!! وہ اپنی بات میں سچی ثابت ہوئی تھی۔ تقریباً ایک سال سے آربے نے اسے نہیں دیکھا تھا وہ سمجھ نہیں پار رہا تھا کہ وہ دعا کر کے گئی تھی یا آربے کو بد دعا دے کر گئی تھی۔

”تم جس طرح چاہو زندگی بسر کرو، میں تمہارے راستے میں روکاٹ نہیں ڈالوں گی۔ مگر میں صرف ایک بات چاہتی ہوں۔ ذرا چھپی طرح خیال رکھنا کہ کن لوگوں سے بات کرنی ہے کن سے نہیں۔ ہمیشہ لوگوں سے ڈرتے رہنا، وہ ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کی زندگی لائق اور حسد میں گزرتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوتے ہیں۔ ایک بار تم انہیں ان کی اصلی شکل دکھادو، ان پر الزام لگادو پھر دیکھو وہ تم سے کتنی نفرت کرنے لگیں گے اور تمہیں ختم کرنے پر تل جائیں گے۔۔۔“

وہ جب ہائل چھوڑ کر گئی تھی تو میکس گور کی کی کتاب ماں پڑھ رہی تھی اور اس نے اپنی پسندیدہ جملوں کو پوسٹ کیا تھا۔ آربج کو محسوس ہوا تھا جیسے یہ اسے ہی سنایا گیا تھا، حانم نے اسکی ذات پر بات کرنے کی ہمت کی تھی اور بدلتے میں آربج نے اسکا منہ بند کر دیا تھا ہمیشہ کیلئے۔۔۔ یہ چند جملے سطر سچائی لئے ہوئے تھے۔ اسکی بے چینی میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ وہ کچھ سوچ کر اپنی نرم و ملائم بیٹھ سے نیچے اترتا تھا۔ اب اسکا ارادہ مکی سے بات کرنے کا تھا۔

”ہیلو مکی میں تم سے ملنا چاہتا ہوں کہاں ہو تم اپنا ایڈریس مجھے دو“ آربج نے مکی کوفون کیا تھا۔ لیکن میں تم سے نہیں ملنا چاہتا اور میں لا ہو ریا ملتا نہیں ہوں“ مکی نے سختی سے جواب دیا تھا۔ ”لیکن مجھے تم سے ملنا ہے لازمی میں جانتا ہوں تم اسلام آباد میں ہو میں اسی طرف آ رہا ہوں اپنا اڈریس دو“ لیکن مجھے تم سے نہیں ملنا“ مکی بضد تھا۔ کہا نا مجھے تم سے ملنا ہے، یو ایڈریٹ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آ رہا“ وہ گاڑی چلاتے ہوئے اتنی زور سے چلا یا تھا کہ دوسری طرف موجود مکی ڈر گیا تھا۔ آج کافی دنوں بعد اسے ہلا کو خان کی اولاد آربج کی جھلک نظر آئی تھی۔ ”مجھے حانم کے متعلق بات کرنی ہے“ آربج نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا۔ مکی اسکی بات سن کر چونکا تھا اور پھر کچھ دیر بعد اس نے آربج کو ایڈریس بتا دیا تھا۔

وہ اپارٹمنٹ کے پیچھے کی جانب بنائے گئے لان میں بیٹھی تھی۔ یہاں ماہی اور ایلانے کافی پودے لگائے ہوئے تھے۔ لان زیادہ بڑا نہیں تھا تھا لیکن حانم کو یہاں پر پو دوں اور پرندوں کی چھپاہٹ کے درمیان بیٹھنا اچھا لگتا تھا، ٹھنڈی ہوا میں سر ن سر کرتی جب اسکے سنبھری بالوں سے ٹکرایا کہ انہیں پیچھے کی جانب اڑاتی تھیں تو اسے خو شگواریت کا احساس ہوتا تھا۔ اسکی گرے آنکھوں میں پھیلی نمی ہر چیز کو دھندا جانے پر مجبور کر دیتی تھی۔ ”یا تمہیں ہمیشہ سے اکیلے بیٹھنا پسند ہے؟؟“ یہ مسز سٹیفن تھیں جو ایک سائیکلو جسٹ تھیں لیکن حانم نہیں جانتی تھی۔ اسے لو سی ماں نے مسز سٹیفن کا تعارف اپنی دوست کی حیثیت سے کروایا تھا۔

”نہیں۔۔۔ ہمیشہ سے نہیں لیکن اب لگتا ہے“ حانم نے کھلے آسمان کو تکتے ہوئے جواب دیا تھا۔ ”اور اسکی وجہ“ مسز سٹیفن نے گھری نظریں اسکے چہرے پر جماتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ خاص نہیں بس انسان کی دلچسپی کبھی ایک چیز سے ختم ہو کر دوسرا میں شروع ہو جاتی ہے اور یہ ایک قدرتی بات ہے۔۔۔"  
"زندگی سے بیزار نظر آتی ہو" وہ سوال کر رہی تھیں۔

"نہیں تو۔۔۔ زندگی سے بیزار لوگ تو مرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ میں توجیئے جا رہی ہوں"  
"باتوں میں الجھانا آتا ہے تمہیں" مسز سٹیفن مسکراتی تھیں۔

"کیا واقعی۔۔۔؟" حامن نے حیرت سے پوچھا تھا۔

ہاں اور مجھے ایسے لوگ بہت پسند ہیں جن کے پاس باتوں میں الجھانے کا ہنر ہو، تو آج سے ہم دوست ہوئے" مسز سٹیفن ایک پینتیس سالہ خوبصورت سی عورت تھیں۔ جو اس وقت اپنے پیشہ ورانہ انداز میں مسکراتی نظر آ رہی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے کہ میں اس روز کچھ زیادہ ہی ری ایکٹ کر گیا تھا، مجھے ام حامن سے وہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہر انسان کی اپنی پر سنل لائف ہوتی ہے جسے وہ جیسے چاہے گزار سکتا ہے" آر جے نے نظریں چراتے ہوئے کہا تھا مکی اسکا اشارہ سمجھ گیا تھا، لیکن وہ آر جے کے اندر جلتے الاؤ کو محسوس نہیں کر پایا تھا جو یہ بات کہتے ہوئے اسکے اندر جل اٹھا تھا۔ وہ جب بھی حامن اور مکی کو ایک ساتھ سوچتا تھا اسکا اندر جل کر خاکستر ہو جاتا تھا اور ایسا کیوں ہوتا تھا یہ وہ بھی نہیں جانتا تھا۔

"جیسا تم نے اسے سمجھا وہ ویسی نہیں تھی، وہ الگ تھی آر جے" مکی نے مری مری سے آواز میں کہا تھا وہ کافی بدل گیا تھا، پھٹی جیز کی جگہ اب ڈھنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، پھرے پر وہ خباثت نہیں تھی بلکہ سنجیدگی چھائی تھی۔

"تم اتناسب کچھ ہو جانے کے بعد میں بھی مجھے ہی غلط کہہ رہے ہو، تمہیں نہیں پتا میں نے اسے اس دن ہائل چھوڑا تھا جانے وہ کس سے ملنے۔۔۔"  
" بتایا تھا مہرو نے مجھے۔۔۔" مکی نے غصے سے آر جے کی بات کاٹی تھی۔ "مہرو اور حامن کی ایک کلاس فلیو تھی جس نے اپنی پسند سے گھروالوں سے چھپ کر شادی کر لی تھی، اسکے گھروالوں نے اس سے ہر رشتہ توڑ لیا تھا، اس لڑکی کی بد قسمتی کہ وہ لڑکا یعنی اسکا شوہر اسے دھوکا دے گیا تھا، یہ بات مہرو جانتی تھی کیونکہ مہرو کا اس سے رابطہ تھا، اس نے مہرو سے کچھ مالی مدد مانگی تھی، اس دن حامن اور مہرو نے اسکے گھر جانا تھا، مہرو نے یہ بات حامن کو نہیں بتائی تھی کیونکہ اگر وہ بتا دیتی تو حامن کبھی اسکے ساتھ نہیں جاتی، مہرو کے پاس جتنے بھی پیسے تھے وہ اسے دینے جا رہی تھی لیکن اس دن اسکا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اور مہرو وقت پر پہنچ نہیں پائی تھی" مکی کی بات نے آر جے کو شرمندہ کر دیا تھا وہ اسے کتنا غلط سمجھ رہا تھا،

"یعنی اس روز بھی حامن بے گناہ تھی" اسکی اپنی سوچ اسے سانپ کی طرح ڈس رہی تھی۔

"میں حامن سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں، میں اسے ایکسیوز کرنا چاہتا ہوں" آر جے نے اپنی شرمندگی مٹاتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے اسکا ایڈریس نہیں معلوم۔۔۔" مکی نے صاف جواب دیا تھا۔

"مہرو کو پتا ہو گا، مجھے اسکا نمبر چاہیے میرا اس سے ملنا لازمی ہے"

"مہرو بھی نہیں جانتی اسے ممانی کی خراب طبیعت کے باعث ایک جنسی میں اسلام آباد آنا پڑا تھا، وہ خود بہت پریشان ہے کیونکہ تقریباً پچھلے ایک سال سے اسکا حامن سے رابطہ نہیں ہوا اسکا نمبر بند جا رہا ہے۔۔۔"

"کسی کا نمبر تو ہو گا نگھر میں کسی کا" آر جے کے لجھے میں امید تھی۔ مکی خود حامم سے معافی مانگنا چاہتا تھا لیکن اس میں ہمت نہیں تھی اب آر جے کو دیکھ کر کچھ ہمت بندھی تھی۔

"میں مہرو کو بلا تا ہوں خود بات کرلو" مکی کہتے ہوئے چلا گیا تھا جبکہ آر جے بے چینی سے پہلو بدلتا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد مہرو اسکے سامنے تھی۔ "مجھے حامم کا نمبر چاہیے" آر جے نے کہا تھا۔

"میرے پاس جو نمبر ہے وہ بند جارہا ہے پچھلے ایک سال سے، میں جیران ہوں کہ ہانی نے اگر نمبر بدلتا تھا تو مجھ سے رابطہ تو کرتی میرا نمبر تو تھا اسکے پاس۔۔" مہرو کافی پریشان نظر آرہی تھی۔

"اسکے گھر کا ایڈر لیس چاہیے پلیز۔۔" پہلی بار آر جے نے کسی سے اس لجھے میں کچھ مانگا تھا۔ مہرو سوچ میں پڑ گئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے ہانی آر جے کا گھر بھی بحریہ ٹاؤن میں ہی ہے۔۔" اسے اپنی اور حامم کی باتیں یاد آئیں۔

"جانتی ہوں، ہمارے گھر سے دو گھر چھوڑ کر اس کا گھر ہے"

"کیا واقعی۔۔؟؟" مہرو کیلئے یہ دھماکہ تھا۔

"کبھی ملاقات نہیں ہوتی۔۔؟؟" مہرو نے تجسس سے سوال کیا تھا۔

"نہیں۔۔" حامم نے جواب دیا تھا۔ "پلیز تمہیں میری قسم ہے تم کی یا آر جے کو مت بتانا پلیز۔۔" حامم نے اسکی منت کی تھی۔

"اچھا بابا نہیں بتاتی۔۔ وعدہ رہا" حامم کے بار بار منع کرنے پر مہرو نے اس سے وعدہ لیا تھا۔

"پلیز مہرو۔۔ میرا اس سے ملنا بہت ضروری ہے تم سمجھ رہی ہونا؟"

آر جے کی آواز پر وہ چونک کر خیالوں سے باہر آئی تھی۔ اسے آر جے کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے چینی نظر آئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ آر جے حامم سے کیوں ملنا چاہتا تھا اور وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ حامم یونورسٹی چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھی۔

"پلیز" آر جے کے لجھے میں انجام تھی۔

"ٹھیک ہے۔۔" مہرو نے اثبات میں سر ہلا کیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے آر جے حامم نے چاہے تمہیں جتنی بھی باتیں سنائی ہوں اس نے کبھی تمہیں بد کردا نہیں کہا تھا اور نہ تمہاری بات کی تھی۔!! وہ اس وقت ریسٹورینٹ میں موجود تھا، کھانا اسکے سامنے میز پر ترتیب سے رکھا ہوا تھا۔ مکی کے کہنے پر بھی وہ رکھا نہیں تھا، اسے شدید بھوک لگی تھی وہ ریسٹورینٹ آگیا تھا۔ شدید بھوک لگنے کے باوجود بھی وہ کچھ کھا نہیں پا رہا تھا۔

مکی کی باتیں اسکی ساعت میں گونج رہی تھیں۔

"اس نے تمہیں شیطان تمہاری سوچ اور تمہیں گھٹیا تمہاری باتوں کی وجہ سے کہا تھا لیکن کبھی تمہارے ملحد ہونے کے باوجود دمکتر نہیں سمجھا تھا" اس نے ایک پنج چاول کھائے تھے جبکہ دوسرا پنج وہ منہ تک بھی نہیں لے کر گیا تھا۔ اسکا دل اچھا ہو گیا تھا۔ وہ بس جلد از جلد ام حامم سے ملنا چاہتا تھا۔ وہ ان سکیوں جان چھڑانا چاہتا تھا جو اسے سونے نہیں دیتی تھیں۔

وہ رات کو گیارہ بجے کے قریب لاہور پہنچا تھا اور اگلے دن وہ ڈیپارٹمنٹ پنج گیا تھا وہ وہاں حامم کے ڈاکوینٹس سے یہ کنفرم کرنا چاہتا تھا کہ جو ایڈریس اسے مہرو نے بتایا تھا وہ ٹھیک بھی تھا یا نہیں۔ وہ چاہتا تو ڈیپارٹمنٹ سے ہی اسکے متعلق معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن اسکا مہرو سے ملنا ضروری تھا۔ ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر ابراہم سے بات کرنے کے بعد اس نے حامم کے ڈاکوینٹس چیک کئے تھے۔ وہی پتہ لکھا ہوا تھا۔ وہ پروفیسر کا شکر یہ ادا کرتا ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل آیا ب وہاں جنت روڈ پر دھند میں چلتے اسے حامم کی ہنسی کی آواز سنائی دے رہی تھی لیکن وہ اسے دیکھ نہیں پا رہا تھا۔ اسی جنت روڈ پر وہ ہکھلاتی تھی اور اسی روڈ پر آر جئے اسے جہنم جیسی آگ میں دھکیل دیا تھا، وہ اس کا خیال لئے گیٹ کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ چاہتا تو اپنی گاڑی بھی اندر لا سکتا تھا لیکن اسے شدید دھند میں حامم کو سوچنے ہوئے جنت روڈ پر پیدل چلنا اچھا لگنے لگا تھا۔

میں گھٹتا جا رہا ہوں دھیرے دھیرے"

"!! مجھے اس کی کمی کھانے لگی ہے

رات کے تقریباً نوبجے کا وقت تھا جب وہ گاڑی کو مین روڈ پر چھوڑ کر پیدل ہی گلی میں چلنے کے بعد وہ ایک کھلے سے چوک پر پہنچا تھا۔ یہ مہر و کادیا گیا پتہ تھا، یہ حامم کا پرانا گھر تھا۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ قدم اٹھاتا اسکے گھر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ محلے کی لائٹ بند تھی۔ کچھ گھروں میں روشنی جبکہ باہر اندر ہیرا تھا۔ وہ جیسے گھر کے قریب پہنچ رہا تھا اسکی ٹانگوں کی جان لکھتی جا رہی تھی۔ بالآخر وہ اس دروازے پر پہنچ گیا تھا، لیکن دروازے پر لگے تالے کو دیکھ کر اسکا دل زور سے چلانے کو کیا تھا،

"آگیا تو؟ بڑی دیر کر دی" "آواز پر وہ ایک دم اچھلا تھا۔ دروازے سے کچھ فاصلے پر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کوئی بیٹھا تھا۔ آر جے نے اپنا موبائل نکال کر ٹارچ آن کی تھی۔ وہ ایک فقیر تھا جو پھٹی سی چادر کو اپنے گرد لپیٹے بیٹھا تھا۔

"کون ہوتا۔؟" آر جے نے جیرت سے پوچھا تھا اور فقیر کے پھٹے ہوئے سیاہ ہونٹوں پر پراسرار سی مسکراہٹ سی رینگ گئی تھی۔

"مجھے اندازہ تھا تم آؤ گے۔" اسکی بات سن کر آر جے کے چہرے پر الجھن پھیلی تھی۔

کہا تھا میں نے کہ تیرا بیٹا کسی کی زندگی بر باد کرے گا۔ کسی نے مانی نہیں تھی میری۔ "فقیر کی باتیں آر جے کی سمجھ سے باہر تھیں۔

"کون ہوتا۔ اور یہ کیا بول رہے ہو۔؟" آر جے دبی دبی آواز میں چلایا تھا۔

"بد نصیب۔" فقیر گھرے پر اسرا ر لجھ میں کہتے ہوئے ایک دم اسکی طرف پکا تھا۔ آر جے اچھل کر پیچھے ہوا تھا۔

تیرے پاس آئی وہ۔ تیرے ساتھ رہی۔ پانہیں سکا اسے تو۔ ”فقیر کے لبوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی جبکہ آنکھوں میں شعلے لپک رہے تھے۔“ اسکا نام تیرے نام سے جڑا ہوا ہے، پھر بھی چھو نہیں سکا اسے تو؟؟ فقیر نے قہقهہ لگایا تھا۔

آربے کا دل ڈوب کر ابھر اتھا۔ یقیناً وہ شخص حانم کی بات کر رہا تھا۔ کیا تجھے پتا تیرے اورت ذات سے دل کیوں بھر گیا ہے۔۔۔؟؟“ فقیر نے رازدانہ انداز میں پوچھا تھا۔ آربے کے خاموش رہنے پر اسکے لبوں مسکراہٹ گھری ہوئی تھی۔

”ادھر آتھے کچھ دکھاتا ہوں۔۔۔“ وہ آربے کا ہاتھ پکڑ کر حانم کے گھر سے کچھ فاصلے پر لے گیا تھا۔ ”وہ دیکھ ادھر۔۔۔ دیکھ۔۔۔“ فقیر نے سخت لبجھ میں آربے کو انگلی کے اشارے سے اوپر دیکھنے کو کہا تھا۔ حانم کے گھر کے سامنے مسجد گھر سے کچھ فاصلے پر پیچھے کی جانب تھی۔ مسجد کے میناروں پر بڑی بڑی روشنیاں یعنی راڑ لگے ہوئے تھے۔ جن کا منہ اتفاقاً حانم کے گھر کی طرف تھا۔ اور دونوں میناروں سے تیر روشنی نکل کر حانم کے گھر پر پڑ رہی تھی۔

”دیکھ رہا ہے یہ روشنی۔۔۔ وہ لوگ یہاں سے جا چکے ہیں پھر بھی خدا نے انکے گھر کو منور کیا ہوا ہے، ثبوت مانگتا ہے پارسائی کا جا چلا جا۔“ فقیر نے غصے سے کہتے ہوئے آربے کو دھکا دیا تھا جو لڑکھڑا کر پیچھے ہوا تھا۔ اور جیرت سے اس چھوٹے سے روشن گھر کو دیکھ رہا تھا اسکے جسم کے روٹنگے کھڑے ہو گئے تھے۔

”چلا جاتیرے نصیب میں نہیں ہے، اور نہ تجھے ملے گی؟ چلی گئی ہے اب جا تو بھی“ فقیر واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ اور آربے فقیر کی اس بات پر ترپ اٹھا تھا۔

آسیہ بیگم نے اپنی زندگی کے باہمیں سال غربت میں گزار دیئے لیکن کبھی کچھ غلط نہیں کیا تھا۔ اور نہ اپنی بیٹیوں کو کرنے دیا تھا۔ آسیہ بیگم کو اسکے صبر اور نیک ہونے کے پھل حمدان کی صورت میں ملا تھا۔ جبکہ حانم کے ساتھ آربے نے کیا کیا تھا۔ اسے تنو ازا جانا چاہیے تھا اور آربے نے اندر ہیرا کر دیا تھا اسکی زندگی میں، آربے کے لب پھر پھڑائے تھے لیکن وہ کچھ بول نہیں پایا تھا۔ اسے اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کتنی بڑی غلطی کر چکا تھا۔

”مم۔۔۔ مجھے وہ چاہیے“ وہ مشکل سے بول پایا تھا۔ ”نا ممکن۔۔۔“ فقیر نے قہقهہ لگایا تھا۔

”تیری قسمت میں نہیں وہ، اور قسمت کو تبدل نہیں سکتا، جا چلا جا اب“

”ایسا نہیں ہو سکتا، میں قسمت ہی بدل دوں گا۔۔۔!!“ آربے خود نہیں جانتا تھا کہ اس نے یہ الفاظ کس احساس کے تحت کہے تھے۔ فقیر نے چونک کر اسے دیکھا تھا، تو چاہے تو بہت کچھ کر سکتا ہے لیکن قسمت نہیں تجھے خود کو بد لانا ہو گا، خود کو مارنا ہو گا، اب چلا جا وقت ضائع مت کر!!“ فقیر کے لبجھ میں پر اسرا ریت برقرار تھی۔

”معافی مانگنی ہے اس سے، وہ سامنے ہوتی تھی تو سب اچھا لگتا تھا“ وہ گھٹوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا تھا کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح۔

اسکا لہجہ نم تھا۔ فقیر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

رات بارہ بجے کے قریب وہ گھر واپس آیا تھا، اسکی حالت ایسی ہی تھی جیسے سب کچھ ہار کے آیا ہو، کمرے میں آنے کے بعد سب سے پہلے اس نے میز سے وہ تصویر اٹھائی تھی جو اس نے اس روز فوٹو فریم سمیت دیوار پر دے ماری تھی۔  
لازم نے صفائی کی تو وہ اٹھا کر میز پر رکھ دی تھی۔

"Don't Touch My phone You Muggles"

کچھ یاد آنے پر وہ مسکرا دیا تھا۔ اسکی آنکھوں میں پہلی نمی اسکے اندر کی تبدیلی پر گواہی دے رہی تھی۔ اس نے شہادت کی انگلی سے تصویر میں موجود حامن کے چہرے کو چھوڑا تھا۔

"میں ملکی سے کہتا تھا کہ تم بہت خود سر اور گھمنڈی لڑکی ہو، اور میں بالکل ٹھیک کہتا تھا، تم نے نظر نہ آنے کی قسم اٹھائی تھی اور اپنی اس قسم پر پورا اتر رہی ہو۔" وہ اب میز کے پاس رکھی کر سی پر بیٹھ کر اس سے باتیں کر رہا تھا۔

"لیکن یاد رکھنا میں بھی آر جے ہوں، جس دن مل گئی نا بخنوں گا نہیں۔" اس نے مصنوعی غصہ کیا تھا۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو یقین نہیں کرتا کہ وہ آر جے تھا جیسکی آنکھ میں کبھی آنسو نہیں آیا تھا اور اب وہ نم آنکھیں لئے بیٹھا تھا۔

"معافی مانگنی تھی مجھے اکثر غصے میں بہت غلط بول جاتا ہوں۔" اتنا زم لہجہ، خود حامن دیکھ لیتی تو بے ہوش ہو جاتی۔

"تم ٹھیک کہتی تھی کہ میں صرف چالاک ہوں، ذہین نہیں ہوں، اگر ذہین ہوتا تو یہ سب کرنے سے پہلے سوچ لیتا" آر جے نے ایک گہری سانس لی تھی۔  
"دیکھو اگر تم نے معاف نہیں کرنا تو ٹھیک ہے پھر میرا پیچھا چھوڑ دو، کیوں ہر جگہ نظر آتی ہو؟" اسکے لہجے میں البتا تھی۔

"صرف ایک بار، ایک بار مل لو، ایک بار نظر آ جاؤ میں سب ٹھیک کر دوں گا" اسکے دل نے دہائی دی تھی۔ لیکن جانے والے واپس کب آتے ہیں۔

"آر جے میں چاہتا ہوں کہ تم ملتا جاؤ، مدیحہ کی منگنی پر تمہارا ہونا لازمی ہے اگر امیر جنسی میں یہ رشته نہیں طے کیا جاتا تو میں ضرور آتا۔"

"مدیحہ کی منگنی---؟؟" حشام کی بات نے اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔

"ہاں۔۔۔ بابا سمیں نے اپنے کسی دوست کے بیٹے کے ساتھ اسکار شتہ طے کیا ہے۔۔۔ تمہیں سب فون کرتے ہیں لیکن تم کسی سے بات کرو توب تمہیں کچھ پتا چلے نا۔۔۔ اب تمہیں جانا چاہیے۔"

حشام ٹھیک کہہ رہا تھا اس نے کتنے دنوں سے گھربات نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی کی کال اٹھائی تھی۔ وہ پتا نہیں بے مقصد سارا سارا دن لاہور کی خاک چھانتا تھا۔۔۔ جسے ڈھونڈ رہا تھا وہ اسے نہیں ملنے والی تھی۔

"ایسے کیسے ابھی سے رشته طے کر دیا ابھی وہ بچی ہے، پڑھ رہی ہے اسکی تعلیم تو مکمل ہونے دیتے۔۔۔" آر جے کو غصہ آیا تھا۔ وہ اور مدیحہ رضائی بہن بھائی تھے۔  
آر جے کے پیدا ہونے پر کچھ چیخید گیوں کے باعث عائشہ جبیل اسے دودھ نہیں پلاپائی تھیں اور یہ کام بی جان نے کیا تھا۔ وہ اور مدیحہ ہم عمر بھی تھے۔  
وہ اس سے کچھ دن چھوٹی تھی۔

"یہ باتیں تم بابا سمیں سے جا کر پوچھو وہ ہی تمہیں جواب دل نگے۔" حشام اس سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دیکھ لون گا میں سب کو۔" آر جے غصے سے کہتا فون بند کر چکا تھا۔ جبکہ حشام کے لبؤں پر مسکراہٹ دوڑگئی تھی۔ وہ حشام سے زیادہ مدیحہ کو اپنی بہن مانتا تھا۔ اور اسکی باتیں سنتا تھا۔

"بچی نہیں رہی اب وہ بائیس سال کی ہو گئی ہے اتنا بھی نہیں سمجھتا۔" حشام نے فون کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اور پھر سر جھٹک کر یونیورسٹی جانے کیلئے تیار ہو گیا تھا۔

سیدوں کی حوالی کو دلہنوں کی طرح سجا گیا تھا۔ وجہ اس حوالی کی وہ اکلوتی بیٹھی تھی جسکی کی آج ملنگی تھی۔ بی جان کے کہنے پر وہ ڈھنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ مدیحہ تیار ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"تم خوش تو ہونا۔؟؟" آر جے نے مدیحہ سے پوچھا تھا۔

"نج۔۔ جی۔۔ خوش ہوں۔" وہ نظریں چرائی تھیں۔ آر جے نے اسکی یہ حرکت اچھے سے نوٹ کی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا ملازمہ اسے بلا نے آگئی تھی۔

"چھوٹے صاحب آپکو بڑے صاحب نے بلا یا ہے۔" وہ ادب سے سر جھکائے کہہ رہی تھی۔ "آتا ہوں۔" آر جے نے جواب دیا تھا۔

دیکھو کوئی بھی مسئلہ ہو تو مجھے بتا دینا، لڑکا نہ پسند آئے تب بھی، سمجھ رہی ہو نا میری بات۔" وہ سنجیدہ لمحے میں مدیحہ سے مناطب تھا۔ "جی" مدیحہ نے جھکے سر کو اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"اوکے میں آتا ہوں۔" وہ کہہ کر اٹھ گیا تھا۔ اور اسکے جانے کے بعد مدیحہ کی سہیلیوں اور محلے کی لڑکیوں نے مدیحہ کے گرد گھیر اڈاں لیا تھا۔

"ڈیڈ آپ نے بلا یا۔؟؟" وہ سید جیل کے پاس جا کر پوچھ رہا تھا۔

"تم اندر کیا کر رہے ہو تمہیں پتا نہیں کہ مہمان آنے والے ہیں انکا استقبال بھی کرنے ہے حشام نہیں ہے یہاں پر اسکے کام تم نے کرنے ہیں۔ جاؤ بھائی صاحب کے پاس اور مہمانوں کا استقبال کرو۔" وہ سخت سے لمحے میں کہہ رہے تھے۔

جبکہ آر جے سر جھٹک کر ضیاء جیل کی طرف بڑھ گیا تھا جو مہمانوں میں گھر اہوا تھا۔ کچھ دیر بعد لڑکے والے آگئے تھے۔ لڑکے کو دیکھ کر آر جے کو حوصلہ ہوا تھا۔ سید فرقان ایک پڑھا لکھا اور باشمور انسان لگ رہا تھا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ سید جیل یعنی اسکے ڈیڈ رشتتوں کے معاملے میں اسکی بات نہیں سننے والے تھے۔ اگر مدیحہ خوش تھی تو وہ کچھ غلط نہیں کرنا چاہتا تھا۔

انکے خاندان کی روایات کے مطابق لڑکے اور لڑکی کی شادی سید خاندان سے باہر نہیں کی جاتی تھی۔ یہ وہ سب اچھے سے جانتے تھے۔ جب انگوٹھی پہنانے کی رسم ہو رہی تھی تو لڑکے والوں کے ساتھ آئی لڑکیوں کو اس نے خود پر گھورتے پایا تھا۔ وہ سب اسے ستائشی نظر وہ سے دیکھ رہی تھیں۔

”حد ہے یار۔۔۔“ آر جے کو پہلی بار کوفت ہوئی تھی ورنہ لڑکیوں کے اس طرح گھورنے پر وہ اپنی بتیسی لازمی دکھاتا تھا۔ پھر اچانک اسکی نظر سامنے ایک بیش قیمتی صوفے پر بیٹھے فرقان اور مدیحہ پر پڑی تھی جن کا معنی کہہ کر ابھی تھوڑی دیر پہلے نکاح ہوا تھا۔ یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ خود حیران رہ گیا تھا۔ بڑے لوگوں کی سرگوشیاں اسے کچھ بھی بتانہیں پائی تھیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے بیش قیمتی صوفہ لڑکی کے بیٹھ میں بدل گیا تھا۔ روشنیوں کی جھلماہٹ کم ہو کر بجلی کی چمک میں بدل گئی تھی، وہاں موجود لڑکیوں کے تھقہے، بادلوں کی گرجنے کی آواز میں بدل گئے تھے، اس نے دیکھا تھا، صاف دیکھا تھا، سامنے بیٹھ پر حامم اور آر جے بیٹھے تھے، وہ گھور رہی تھی جبکہ آر جے مسکرا رہا تھا،

آر جے کے دل دل کی دھڑکن ساکت ہوئی، وقت جیسے ٹھہر سا گیا تھا، دل ڈوب کر ابھر اتھا، وہ ایک پل پل۔۔۔ پھر سب نارمل ہو گیا تھا۔

سکیلوں کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی اور آر جے کا سارا سکون بر باد کر گئی تھی۔ وہ الٹے قدموں چلتا ہو یہی سے باہر نکلا تھا۔ اسکی آنکھوں میں پھیلی نہیں نے ہر منظر کو دھندا کر رکھ دیا تھا۔

”کیا تم اب حشام جیل کو پسند نہیں کرتی۔۔۔؟؟“

ایلا پوچھ رہی تھی۔ ماہی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

”اسے کیسے بھول سکتی ہوں۔۔۔“ وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی تھی۔

”پھر اب اسکا ذکر نہیں کرتی۔۔۔ ناسکے پیچھے جاتی ہو۔۔۔ کیا محبت ختم ہو گئی۔۔۔؟؟“ ایلا کی بات سن کر ماہی تڑپ اٹھی تھی۔

”محبت کبھی ختم نہیں ہوتی ایلا۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔ میں نے اسے چاہا ہے اور ہمیشہ چاہوں گی۔۔۔ اب اسکے پیچھے اس لئے نہیں جاتی کہ وہ مجھے پسند نہیں کرتا اور میں ایک لڑکی ہوں۔۔۔ میرے بابا نے مجھے محبت کرنا سکھائی ہے لیکن عزت نفس کا سودا کرنا کبھی نہیں سکھایا۔۔۔ میں پاگل تھی جو اسکے پیچھے گئی۔۔۔ ایک لڑکی کو یہ سب زیب نہیں دیتا۔۔۔“

”اچھا تو یہ بات ہے محبت میں انا آگئی۔۔۔“

”نہیں ایلا۔۔۔ انہیں ہے، یہ انہیں ہے، میں تو پہلے ہی خاک ہو چکی ہوں بچا کچھ بھی نہیں لیکن میں اپنے بابا کامان نہیں توڑ سکتی۔۔۔“ وہ مسکرائی تھی پھر جو سکا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگایا تھا وہ دونوں یونیورسٹی کے کیفے میں موجود تھیں۔ اور ایلا صرف سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

میرے بمسفر تیری بے رُخی۔۔۔ دلِ مُبتلاء کی شکست ہے،

اسے کس طرح میں کہوں فتح یہ میری اناء کی شکست ہے،

تو چلا گیا مجھے چھوڑ کر میں نے پھر بھی تھکھو صدائیں دیں

میرے بمسفر تو رُکانہیں۔۔۔ یہ میری صدائی کی شکست ہے،

تجھے لا کے دل میں بیٹھا دیا جھے راز ہر اک بتا دیا،

تونے پھر بھی کوئی وفا نہ کی یہ میری وفا کی شکست ہے،

میں چراغ کونہ مزاج تھا۔۔۔ تجھے بجلیوں کی طلب رہی،

مجھے آندھیوں نے بُجھا دیا یہ میری ضیاء کی شکست ہے،  
 مجھے کوئی تجھ سے گلانہیں تو ملاتا کب کا بچھڑ گیا،  
 میرے جرم کی بے یہی سزا یہ میری سزا کی شکست ہے،  
 میری خاموشی کے بیان کو تو سمجھے کے بھی نہ سمجھ سکا،  
 میرے آنسوؤں کا پیام ہی ----- دل بے نواہ کی شکست ہے،  
 غمِ داستانِ حیات کے ----- سبھی تذکرے ہوئے رائیگاں،  
 میرے چارہ گر تیرا یہ ہنر میری ہر دعا کی شکست ہے،  
 مجھے خاموشیٰ حیات میں یوں کبھی نہ کوئی گرا سکا،  
 تیری خاموشی کی پُکار ہی میری ابتداء کی شکست ہے!!!!

"آر جے آیا تھا حشام بھائی، اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے، وہ حanim سے ملنا چاہتا تھا اسکا پتہ مانگ رہا تھا، مجھے خود نہیں پتا تھا، جو مہرو نے اسے پتہ دیا وہ اسے وہاں نہیں ملی۔"

مکی حشام کو بتا رہا تھا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ حanim کہاں ہے۔؟؟" حشام نے انتہائی سنجیدہ لمحے میں پوچھا تھا۔  
 "نہیں بھائی میں نہیں جانتا۔" مکی سچ بول رہا تھا۔

"اسکے کوئی رشتہ دار کوئی تو ہوں گے جنکا مہرو کو پتا ہو۔؟؟" حشام امید سے پوچھ رہا تھا۔  
 "نہیں بھائی، مہرو بھی نہیں جانتی۔"

"ھم۔۔ پھر کہاں چلی گئی وہ۔۔ آسمان کھا گیا اسے یا زمین نگل گئی۔" حشام سوچ رہا تھا۔

بہت برا کیا ہے ہم نے اسکے ساتھ۔۔ میں جب سوچتا ہوں کہ اسکا مکافات عمل ہو تو کیا ہو گا۔؟؟" مکی کو سزا سے ڈر لگتا تھا۔

جو ہونا تھا وہ ہو گیا اور جو ہونا ہے اسے ٹالنا ممکن نہیں۔۔ کوشش کرو کہ اسے ڈھونڈ سکو۔۔ اس سے پہلے کہ کچھ غلط ہوا س سے معافی مانگنی چاہیے تم لوگوں کو۔۔  
 ورنہ مکافات عمل کی لپیٹ میں بہت سے لوگ آئیں گے۔۔!" حشام کہہ کر فون بند کر چکا تھا جبکہ مکی کا دل ایک بار پھر لرز اٹھا تھا۔

آج اسکا بہت بڑا شو ہونے جا رہا تھا وہ ساری رات نہیں سویا تھا، اسے وہ آوازیں سونے نہیں دیتی تھیں۔ نیند اور درد کی شدت سے سرخ آنکھیں لئے وہ شومیں جانے کیلئے تیار تھا۔

یہ رد ہم بینڈ کا اب تک کا سب سے بڑا شو تھا۔ آر جے کی ڈیمانڈ بہت تھی بہت سی میوزک کمپنیاں اس سے جڑنے کو تیار تھیں۔ لیکن وہ مانتا ہی نہیں تھا۔ وہ ساری رات اس نے لاوچ میں صوف پر بیٹھ کر گزاری تھی، اسے اپنی آنکھوں کے سامنے حامی یونیورسٹی میں گھومتی نظر آرہی تھی۔ اسکا خاص ہونا اسکے لئے کتنا تکلیف دھ تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔ وہ اپنا درد کسی سے کہہ نہیں سکتا تھا۔ کسی کو بتا نہیں سکتا تھا۔۔۔ وہ اپنے احساسات کو کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔ وہ دن میں بھی نہیں سویا تھا۔۔۔ اسکی ٹیم اسے پریکٹس کیلیے بلاقی رہی تھی لیکن وہ نہیں گیا تھا۔ سیاہ پینٹ پر مہروں شرٹ اور سیاہ ہی جیکٹ پہنے وہ اچھا لگ رہا تھا۔۔۔ اسکی بازو پر موجود ٹیٹو آر جے اسے ایک سنگر بنارہا تھا۔ جیسے پروفشنل سنگر ہوتے ہیں۔

کچھ دیر بعد اس نے اپنی گٹار اٹھائی اور گاڑی میں بیٹھ کر سفر پر نکل پڑا تھا۔ پچھلے دو دنوں سے اسکا دل بہت اداس تھا۔ ایک عجیب سی بے چینی اسے اداس کئے ہوئے تھی۔ لیکن جانے سے پہلے وہ حامم کی تصویر دیکھنا نہیں بھولا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کس سفر پر نکلا تھا۔ ایسا سفر جہاں موت گھات لگائے بیٹھی تھی۔

وہ شاید کبھی والپس نہیں لوٹنے والا تھا۔

رات کے اس وقت اسٹیڈی بیم لوگوں سے کچھ کچھ بھرا پڑا تھا۔ آر جے کا نام ہر شخص کے لبوں پر گونج رہا تھا۔ روشنیوں میں نہایا اسٹیڈی اسے اپنی طرف دعوت رہا تھا۔ وہ اسٹیڈی پر چڑھا تھا۔ لوگوں کے جوش اور نعرے پہلے سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ آج وہ گانے نہیں جا رہا تھا بلکہ اپنے دل کا حال کو لفظوں کی شکل دینے جا رہا تھا۔ آر جے نے اسٹیڈی پر کھڑے ہو کر ایک نظر عوام پر ڈالی تھی۔ اسکی نظروں میں تلاش تھی۔ کسی اور کی جستجو۔ لیکن وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ اس نے ایک گہرہ سانس لیا اور پھر گانا شروع کیا تھا۔

تو سفر میرا ”

تو ہمی میری منزل

تیرے بنائگزارا

اے دل ہے مشکل

اسکے گائے الفاظ نے ہجوم کو پاگل کر دیا تھا۔

لوگ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسے سن رہے تھے۔ آر جے نے آنکھیں بند کی تھیں اور تصور میں خود کو حامم کے سامنے بیٹھے پایا تھا۔ وہ اسے خنگی سے گھور رہی تھی، اب وہ مہروں کے ساتھ ہنس رہی تھی،

یہ روح بھی میری ”

یہ جسم بھی میرا

اتنامیر انہیں

جتنا ہوا تیرا

اس نے آنکھیں کھولی تھیں جن میں نبی پہلی تھی اور جو سرخ ہو چکی تھیں۔

"جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مردوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا میری دعا کہ ہمارا اس دن بھی سامنا نہ ہو۔۔۔"  
حالم کے جملے اسکے کانوں میں گونجے تھے۔۔۔ کتنا درد دیتے اسکے یہ الفاظ یہ صرف وہی جانتا تھا۔

تو نے دیا ہے جو "

وہ درد ہی سہی

تجھ سے ملا ہے تو

العام ہے میرا

میرا آسمان ڈھونڈے

تیری زمین

میری ہر کمی کو ہے

تولازی

آر ج نے آسمان کی طرف دیکھا تھا۔

زمین پر نہ سہی "

تو آسمان میں آمل

تیرے بنگزارہ

" اے دل ہے مشکل

یہ الفاظ نہیں تھے اسکی شدت تھی اسکی خواہش تھی، اسکے اندر کی تڑپ رہی جو لفظوں کا روپ دھار کر باہر نکل رہی تھی۔ لوگ آج اسکے درد پر عش عش کراٹھے تھے۔ عوام اس سے بات کرنے کیلئے پاگل ہو رہی تھی۔۔۔ وہ اسکا آٹو گراف لینا چاہتے تھے۔ اور وہ کسی اور دنیا میں پہنچا ہوا تھا۔

ادھورا ہو کے بھی "

ہے عشق میرا کامل

تیرے بنگزارہ

" اے دل ہے مشکل

آر جے نے آنکھیں کھوئی تھیں، وہ اسے پھر کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ وہ اسٹچ سے نیچے اترتا تھا اور پھر سب کے آواز دیتے دیتے بھی وہ اس جگہ سے باہر نکل آیا تھا۔

"واہ کمال کر دیا آج اس لڑکے نے، اتنا درد اتنی شدت، یہی چیز تو چاہتا تھا میں، گاڑی نکالو مجھے یہ لڑکا چاہیے" مسٹر رحمن اپنے اسٹوڈیو کے کیمین میں بیٹھا آر جے کی پرفار منس دیکھ کر عش عش کراٹھا تھا۔

"جی ٹھیک ہے باس۔۔۔" اسکا سیکرٹری اثبات میں سر ہلاتا باہر نکل گیا تھا۔

"کسی بھی قیمت پر وہ بچنا نہیں چاہیے۔۔۔ پیسے ڈبل میں گے وہ میرا نہیں ہو سکتا تو کسی کا بھی نہیں ہو گا" اس نے روپیوں سے بھرا بیگ دو جرام پیشہ افراد کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تھا جو شکل سے خوفناک نظر آتے تھے۔

"کام ہو جائے گا میڈم" وہ اسے یقین دلاتے بیگ اٹھا کر باہر نکل گئے تھے۔

"ایم سوری آر جے لیکن میں اپنی پسند کسی اور کو نہیں دیتی" وہ افسر دہلیجے آر جے کے تصور سے غاظب تھی۔

رات کے اس پھر وہ تیز رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ اسکی آنکھوں کی نمی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ راستہ سنسان تھا سڑک پر ایک دو گاڑیاں ہی نظر آرہی تھیں۔ اس کاموں کل اور والٹ ساتھ والی سیٹ پر رکھا تھا۔ آج وہ اسے پوری شدت سے یاد آئی تھی اور اسکے نظر نہ آنے پر وہ پاگل سا ہو رہا تھا۔ کچھ دیر کیلئے اسکی نظر سامنے سے ہٹی تھی اور پھر ایک زور دار دھاکہ ہوا تھا۔ سامنے سے آتے ایک تیز رفتار ٹرک نے اسے پوری وقت سے ٹکر مارنے کے بعد اڑا دیا تھا۔

اس سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

گاڑی اچھل کر دور جا گری تھی۔ آر جے کو ہر چیز گھومتی محسوس ہو رہی تھی۔ تکلیف کی ایک اہر اسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

آر جے نے مشکل سے آنکھیں کھوئی تھیں اسکے سر سے خون نکل رہا تھا جیسے ہی اس نے آنکھیں کھوئی تھیں اسکی آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔

ایک دھاکہ کی آواز کے ساتھ خاموشی چھا گئی تھی۔۔۔ اتنی گہری خاموشی جو اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ اسے اوندھے پڑے کو ایک لمبی سے سر نگ نظر آرہی تھی جہاں بہت تیز روشنی تھی اس تیز روشنی اور سر نگ کے اندر اسے وہ نظر آیا تھا دس سال کا رو حان جیل۔۔۔ جو سر نگ میں چل رہا تھا۔

"ماما۔۔۔" وہ کسی کو پکار رہا تھا۔ اور پھر کچھ دیر چلنے کے بعد وہ سر نگ کے آخری سرے پر پہنچا تھا۔ جہاں وہ مسکرا رہی تھی۔۔۔ہاں۔۔۔ وہ عائشہ جیل اسکی ماں، خوبصورت سی مسکرا ہے۔

"روحان آگئے تم؟" وہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ماما" دس سالہ روحان اپنی ماں کی طرف بھاگا تھا۔

"کام تمام کرتے ہیں۔۔" ٹرک میں موجود ایک آدمی نے دوسرے سے کہا تھا۔ اور پھر انہوں نے ٹرک کو گاڑی کے اوپر چڑھا کر گاڑی کو بری طرح سے کچل ڈالا تھا۔ آر جے کے جسم نے اتنی تکلیف کبھی محسوس نہیں کی تھی۔۔ وہ چیز بھی نہیں پایا تھا۔۔ اور پھر اسکی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

وہ دونوں آدمی ٹرک سے نیچے اترے تھے۔ راستے سنسان پڑا تھا۔ سڑک کے ایک جانب جنگل تھا جبکہ دوسری طرف بیباں۔۔ وہاں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ دونوں آدمیوں کے چہروں پر تھوڑی سی پریشانی تھی۔ انہوں نے رات کے اندر ہیرے میں جلدی جلدی ٹرک سے پڑوں کی ایک بہت بڑی بولتی کی تھی اور پھر الٹی پڑی ٹوٹی پھوٹی گاڑی پر اسے چھڑک کر آگ لگادی تھی۔

ان ظالموں کے ہاتھ کا نہیں کاپنے تھے ایسا کرتے ہوئے۔۔ شاید وہ جرم اور ظلم کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ گاڑی میں آگ کسی سوکھی لکڑی کی طرح لگی تھی۔۔ آس پاس نظریں دوڑانے کے بعد کہ کسی نے غلطی سے دیکھا تو نہیں وہ لوگ ٹرک میں بیٹھ کر واپس چلے گئے تھے۔

ڈیڑھ سال سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے بعد، ڈیڑھ سال کسی کو دیکھنے کیلئے تردد پنے کے بعد اور پھر اسی تردد کو دل میں لئے وہ شخص ابدي نیند سوچ کا تھا

بی جان کا دل شام سے ہی بہت گھبر ارہا تھا وہ بار بار آر جے تو کبھی حشام کا نمبر ملا رہی تھیں۔

حشام سے انکی بات ہو چکی تھی جبکہ رو حان فون نہیں اٹھا رہا تھا اور اب اس کا نمبر بند جا رہا تھا۔

"میرا دل بہت گھبر ارہا ہے حشام بیٹا تم رو حان کو فون کرونا" بی جان پر پریشانی سے کہہ رہی تھیں۔

میں نے کوشش کی ہے بی جان اس کا نمبر واقعی بند جا رہا ہے "آج دل تو حشام کا بھی اداس تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ بے سبب اداسی کیوں تھی؟

رات اس کا شو تھا میں پوچھتا ہوں اسکے کسی دوست سے آپ پریشان نہ ہوں" وہ بی جان کو تسلی دینے کے بعد فون بند کر چکا تھا۔ وہ بار بار کبھی آر جے کا تو کبھی اسکے

دوستوں کا نمبر ملا رہا تھا لیکن کسی سے رابطہ ممکن نہیں ہو رہا تھا۔ رات اس نے آر جے کو لے کر ایک برا سخا خواب دیکھا تھا، اس نے آر جے کو بہت تکلیف میں دیکھا تھا، وہ اسے شیطان کا بہکاؤہ سمجھ کر خود کو تسلی دے چکا تھا لیکن اب اس کا دل ہوں رہا تھا، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟

حشام اداس دل کے ساتھ یونیورسٹی آگیا تھا۔ لیکن اسکا ذہن آر جے میں اٹکا تھا۔ آخری کلاس لینے کے بعد جیسے ہی وہ یونیورسٹی سے باہر نکلا تھا اسے مدیحہ کی کال آئی

تھی۔ وہ بار بار فون کر رہی تھی۔ حشام گاڑی چلاتے ہوئے فون نہیں سنتا تھا۔ اسے بار بار فون کرنے کے باعث حشام نے کال اٹھائی تھی۔

"حشام بھائی۔۔" مدیحہ کی دل چیر دینے والی آواز ابھری تھی۔

"کیا ہوا گڑیا۔۔؟" حشام نے پیار سے پوچھا تھا۔

"حشام بھائی" اس نے پھر دہلا دینے والی چیخ ماری تھی۔ وہ بری طرح سے رو رہی تھی۔

"کیا ہوا رکیوں رہی ہو سب ٹھیک تو ہے نا\_؟؟" حشام کا دل کا پا تھا اور پھر اسکے بعد مدیحہ نے جو اسے خبر دی تھی اسے سن کر حشام کی گاڑی کا ایک سینٹ ہوتے ہوئے بچا تھا۔

اسے مدیحہ کے الفاظ کسی بم دھماکے سے کم محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ نیچے سڑک میں وہ گاڑی روکے بے قینی اور حیرت و خوف سے پھٹے چہرے کے ساتھ موبائل کو دیکھ رہا تھا جس سے مدیحہ کے رونے کی آواز ابھر رہی تھی۔

ہانی بچ تھمیں کوئی بار بار فون کر رہا ہے پہلے فون سن لو ”لوسی ماں کی آواز ابھری تھی۔ حانم کچن میں حیمہ بی کے ساتھ مل کر کوکنگ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ بچپن سے لے کر اب تک اپنی پڑھائی میں اتنی مشغول رہی تھی کہ اسے گھر کے کام سکھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ اور اب وہ اپنا وقت گزارنے کیلئے حیمہ بی کے ساتھ کوکنگ کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ ”آرہی ہوں لوسی ماں“ حانم نے کچن سے ہی جواب دیا تھا۔ وہ خود کونار مل دکھاتی تھی، دن میں وہ سب کے ساتھ ہوتی تھی، اس نے اپنا درد چھپانا شروع کر دیا تھا۔ البتہ رات کو ماضی کی یادیں اسے کسی زہریلے سانپ کی طرح ڈستی تھیں۔ وہ سنک پر ہاتھ دھونے کے بعد کچن سے نکل کر لاونچ میں آئی تھی۔ جہاں میز پر رکھا اسکا فون بار بار رنگ کر رہا تھا۔ لوسی ماں ایکیوریم میں گھومتی رنگی برنگی مچھلیوں کو انکی خوراک ڈال رہی تھیں۔ ماہم کی کال تھی۔ حانم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

”ہیلو السلام علیکم!!“ حانم نے خوشدنی سے کہتے ہوئے فون کان سے لگایا تھا۔ ”ہانو آپی۔۔۔“ جواد کی آواز ابھری تھی۔ حانم ایک دم چونکی تھی۔

”کیا ہوا جواد۔۔۔؟؟“

”ہانو آپی وہ۔۔۔“ جواد بچکیاں لے رہا تھا، وہ رو رہا تھا۔

”یا اللہ خیر“ حانم کا دل دہل گیا تھا اس نے بے ساختہ دعماً نگی تھی۔

”آپی وہ مر گیا۔۔۔!!“ جواد بربی طرح سے رو رہا تھا۔

”کک۔۔۔ کون مر گیا جواد۔۔۔؟؟“ حانم کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

”ہانو آپی آر جے مر گیا“ جواد کے الفاظ اس پر کسی بجلی کی طرح گرے تھے۔ وہ وہیں صوفے پر ڈھے گئی تھی۔

”آپی آر جے کا ایک سڈینٹ ہوا کل رات وہ مر گیا“

حانم کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ جواد کو کیا جواب دے۔ وہ جانتی تھی کہ ماہم اور خاص طور پر جواد آر جے کا لتنا بڑا مداد ادا تھا۔ اسکے توکرے میں بھی آر جے کی فوٹو ٹگی تھیں۔

”ایسا نہیں ہو سکتا نا آپی، وہ نہیں مر سکتا نا، وہ ابھی تو“ جواد سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

وہ ماشاء اللہ پندرہ سال کا ہو چکا تھا۔ حانم اور ماہم سے قد میں زیادہ لمبا ہو چکا تھا۔ اور ایک سنگر کیلیے جسے وہ کبھی ملا بھی نہیں تھا اسکے مرنے پر پاگلوں کی طرح رو رہا تھا۔

”تت۔۔۔ تھمیں کس نے کہا جواد۔۔۔ میرا مطلب۔۔۔“

حانم نے کپکپاتے لبوں سے پوچھا تھا۔

"ٹی وی پر دیکھا ہر جگہ نیوز چل رہی ہے، پتا ہے رات اسکا شو تھا، اتنا اچھا لگ رہا تھا وہ۔ مجھے لگا کہ کہیں اسے نظر نہ لگ جائے اور۔۔۔ اسے تو موت نے۔۔۔ ہی۔۔۔ "جواد سے بولا نہیں جا رہا تھا وہ فون بند کر چکا تھا۔ لا شعوری طور پر حامم کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا، اسکے گال سے پھسلنے کے بعد اسکی گود میں رکھے ہاتھ پر جا گرا تھا۔ وہ ایک دم چونکی تھی۔

"کیا اس شخص کے مرحانے سے حامم کی اذیت میں کمی آ جانی تھی۔۔۔؟ کیا وہ سب کچھ بھول سکتی تھی؟ حامم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے اس انسان کی موت پر افسوس کرنا چاہیے یا خوش ہونا چاہیے۔۔۔؟ اسے اپنے دماغ میں درد کی ایک لہر اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ وہ مرے مرے قدموں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

- "کُلْ نَفْسٍ ذَانِقَةُ الْمَوْتِ"

"ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے

خالق کائنات اللہ رب العزت نے ہر جاندار کے لئے موت کا وقت اور جگہ معین کر دی ہے اور موت ایسی شہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص خواہ وہ کافر یا فاجر حتیٰ کہ دہریہ ہی کیوں نہ ہو، موت کو یقینی مانتا ہے۔ اور اگر کوئی موت پر شک و شبہ بھی کرے تو اسے بے وقوفی کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ بڑی مادی طاقتیں اور مشرق سے مغرب تک قائم ساری حکومتیں موت کے سامنے عاجزو بے بس ہو جاتی ہیں۔ موت بندوں کو ہلاک کرنے والی، بچوں کو یتیم کرنے والی، عورتوں کو بیوہ بنانے والی، دنیاوی ظاہری سہاروں کو ختم کرنے والی، دلوں کو تحرانے والی، آنکھوں کو رلانے والی، بستیوں کو اجڑانے والی، جماعتوں کو منتشر کرنے والی، لذتوں کو ختم کرنے والی، امیدوں پر پانی پھیرنے والی، ظالموں کو جہنم کی وادیوں میں جھلسانے والی اور متقيوں کو جنت کے بالاخانوں تک پہنچانے والی شی ہے۔ موت نہ چھوٹوں پر شفقت کرتی ہے، نہ بڑوں کی تعظیم کرتی ہے، نہ دنیاوی چوہدریوں سے ڈرتی ہے، نہ بادشاہوں سے ان کے دربار میں حاضری کی اجازت لیتی ہے۔ جب بھی حکم خداوندی ہوتا ہے تو تمام دنیاوی رکاوٹوں کو چیرتی اور پھاڑتی ہوئی مطلوب کو حاصل کر لیتی ہے۔ موت نہ نیک صالح لوگوں پر رحم کھاتی ہے، نہ ظالموں کو بخشنی ہے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کو بھی موت اپنے گلے لگا لیتی ہے اور گھر بیٹھنے والوں کو بھی موت نہیں چھوڑتی۔ اخروی ابدی زندگی کو دنیاوی فانی زندگی پر ترجیح دینے والے بھی موت کی آغوش میں سوجاتے ہیں، اور دنیا کے دیوانوں کو بھی موت اپنا القسم بنالیتی ہے۔ موت آنے کے بعد آنکھ دیکھ نہیں سکتی، زبان بول نہیں سکتی، کان سن نہیں سکتے، ہاتھ پیر کام نہیں کر سکتے۔ موت نام ہے روح کا بدنا سے تعلق ختم ہونے کا اور انسان کا دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرنے کا۔

ۃترقی یافتہ سائنس بھی روح کو سمجھنے سے قاصر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح طور پر اعلان فرمایا ہے

"فَلِلرُّوحِ مِنْ أَمْرِ رَبِّي"

روح صرف اللہ کا حکم ہے۔۔۔ "موت پر انسان کے اعمال کا رجسٹر بند کر دیا جاتا ہے، اور موت پر توبہ کا دروازہ بند اور جزا سزا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا آخری وقت آجائے۔" ہم ہر روز، ہر گھنٹہ، بلکہ ہر لمحہ اپنی موت کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ سال، مہینے اور دن گزرنے پر ہم کہتے ہیں کہ ہماری عمر اتنی ہو گئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایام ہماری زندگی سے کم ہو گئے۔

موت ایک مصیبت بھی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے

اور وہیں تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے۔ (سورہ المائدۃ ۱۰۶)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی متعدد آیات میں موت اور اس کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ جن میں سے چند آیات پیش خدمت ہیں  
”ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بد لے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔ پھر جس کو دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت  
میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا، اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔“ (سورہ آل عمران ۱۸۵)  
اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی کامیابی کا معیار ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حال میں ہماری موت آئے کہ ہمارے لئے جہنم سے چھکارے اور دخول  
جنت کا فیصلہ ہو چکا ہو۔

”اس زمین میں جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی اور فضل و کرم والی ذات باقی رہے گی۔“ (سورہ رحمٰن ۲۷-۲۶)

”ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اللہ کی ذات کے۔ حکومت اسی کی ہے، اور اُسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانہ ہے۔“ (سورہ القصص ۸۸)

”(اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فرد بشر کے لئے طے نہیں کیا۔ چنانچہ اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں؟ ہر  
جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تمہیں آزمانے کے لئے بری اور اچھی حالتوں میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہمارے ہی پاس لوٹ کر آؤ گے۔۔۔“ (سورہ الانبیاء  
(۳۵-۳۴)

”تم جہاں بھی ہو گے (ایک نہ ایک دن) موت تمہیں جا پکڑے گی۔ چاہے تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ رہ رہے ہو۔“ (سورہ النساء ۸۷)

انسان بڑے بڑے محل اور قلعے تعمیر کر کے سوچتا کہ اسے ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ اسے کبھی فنا ہونا ہی نہیں لیکن شاید وہ جانتے نہیں کہ موت قلعوں میں آجائی ہے۔

”(اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو، وہ تم سے آملنے والی ہے۔ یعنی وقت آنے پر موت تمہیں ضرور اچک لے گی۔“ (سورہ الجمٰعہ ۸)

”چنانچہ جب ان کی مقررہ میعاد آجائی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔“ (سورہ الاعراف ۳۲)

اور نہ کسی متفض کو یہ پتہ ہے کہ زمین کے کس حصہ میں اُسے موت آئے گی۔“ (سورہ لقمان ۳۲)

ان مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کا مرنا یقینی ہے لیکن موت کا وقت اور جگہ سوائے اللہ کی ذات کے کسی بشر کو معلوم نہیں۔ چنانچہ بعض بچپن میں، تو بعض

غنوں اس شباب میں اور بعض ادھیڑ عمر میں، جبکہ باقی بڑھاپے میں داعیِ اجل کو لبیک کہہ جاتے ہیں۔ بعض صحت مند تدرست نوجوان سواری پر سوار ہوتے ہیں لیکن

انہیں نہیں معلوم کہ وہ موت کی سواری پر سوار ہو چکے ہیں۔

لیکن ایک بات تو طے ہے موت بہت برا فعل نہیں ہے۔ موت ایک عمل ہے ایک راستہ ہے، موت کا ایک وجود ہے، ہم کیوں کہتے ہیں کہ موت آگئی؟؟ موت  
آئے گی؟؟ یقیناً یک ایک وجود رکھتی ہے جو جب آتی ہے تو انسان کو ایک دنیا سے کاٹ کر دوسرا دنیا سے جوڑ دیتی ہے  
ا!

وہ صوفے پر بیٹھی سامنے دیوار میں لگی بڑی سی سکرین پر اس شخص کی موت کی خبر سن رہی تھی جسے چاہئے کا وہ دعویٰ کرتی تھی۔

وہ شامل نیازی وزیر خارجہ کی بیٹی جسکے باپ کی دور دور تک پہنچ تھی وہ ایک شخص کو اپنا نہیں بنانے کی تو اسے ختم کر دیا، وہ وہی تھی جو اس دن یونیورسٹی  
میں کیفے پر آر جے کو دھمکی دے کر گئی تھی۔

اسکی آنکھوں میں نمی پھیلی تھی لیکن اسکے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ اسے یاد تھا کچھ دن پہلے کا واقعہ جب اس نے آر جے کو فون کیا تھا۔

"پلیز آر جے دیکھو مان جاؤ یا مجھے بتادو کہ مجھ میں کس چیز کی کمی ہے؟ میں تمہیں بہت چاہتی ہوں مجھے اگور مت کرو" اس نے آر جے کی منٹ کی تھی۔ "لیکن میں تمہیں نہیں چاہتا" آر جے نے صاف گوئی سے جواب دیا تھا۔

کیوں؟ آخر کیوں؟ کون ہے وہ جسکے عشق میں تم گرفتار ہو چکے ہو؟؟؟" وہ چلائی تھی۔  
یہ میں تمہیں نہیں بتاسکتا" وہ پھیکی سی ہنس دیا تھا۔

"تم نے تو کہا تھا کہ تمہیں کبھی کسی سے محبت نہیں ہو گی۔ یقیناً وہ تمہاری نئی گرل فرینڈ ہو گی جسکے لئے تم مجھے اگور کر رہے ہو۔" "محبت ہونا نہ ہونے میرا ذاتی مسئلہ ہے، اور وہ جو بھی ہے الگ ہے، وہ میرے ساتھ نہیں ہے، مجھے اس سے عشق نہیں ہے، بس اسے دیکھنے کی چاہے ہے" وہ اپنی دھن میں بول رہا تھا۔ شماں کو تو وہ گویا آگ لگا چکا تھا۔

میری ایک بات یاد رکھنا میں اسے ختم کر دوں گی۔" اس نے دھمکی دی تھی۔  
اس تک تو میں نہیں پہنچ پایا، تم کیا خاک پہنچو گی" وہ ہنس دیا تھا۔

"تم نے کسی اور کا ہونے کا سوچانا تو میں تمہیں مارڈا لوں گی" وہ پاگل ہو گئی تھی۔  
"مارڈا لو، لیکن کسی اور کا ہونا ب میرے بس میں نہیں" اسکی بات سن کر شماں گنگ رہ گئی تھی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ دوسال پہلے والا آر جے تھا جو اسکے ساتھ رہتا تھا۔

تم نے دیکھے ہیں وہ ہونٹ وہ رخسار وہ پیشانی؟"

زندگی جن کے تصور میں لٹا دی ہم نے  
تجھ پر اٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں؟

تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوادی ہم نے؟؟؟

وہ خوبصورتی سے گلنگنا تافون بند کر چکا تھا۔ یعنی وہ مرنے کو تیار تھا لیکن اسے اپنانے کو نہیں۔  
کتنے ہی پل وہ اسکی آواز کے سحر بنتہ رہی تھی اور پھر سمجھ آنے پر فون زور سے دیوار پر دے مارا تھا۔  
میں تمہیں نہیں بخششوں گی آر جے" وہ چلائی تھی اور اب اس نے اپنا دعویٰ سچ کر دکھایا تھا۔ وہ واقعی اپنی جان دے گیا تھا۔  
اسے نہ جیت سکے گا غم زمانہ اب"

"جو کائنات ترے در پہار دی ہم نے

"میں چاہتا ہوں کہ اب آپ اپنی تعلیم کو جاری کریں بہت سا وقت ہو گیا آپ کو دنیا سے کٹ کر رہتے ہوئے" مہمان انگل پیرس آئے تھے اور اس وقت حامی کے سامنے بیٹھے انہیں سمجھا رہا تھا۔

اگئی بات پر حامن نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

اسے تعلیمی اداروں کے نام سے بھی خوف ہونے لگتا تھا۔ وہ خاموشی سے انہیں یکھتی رہی۔

"زندگی کا ہر حادثہ ہمیں ایک نیا سبق دے کر جاتا ہے، دوسال ضائع کر دیئے آپ نے اپنی زندگی کے، زندگی بہت چھوٹی سی نعمت ہے اسکو مزید ضائع مت کریں۔" "حامن کا سر جھک گیا تھا۔

دوسال۔ پورے دوسال اس شخص کی وجہ سے حامن نے تھا گزارے تھے۔ اب تک تو اس کا ماستر بھی کب کا مکمل ہو جاتا تھا۔ اسکے دل میں ہو قائل تھی۔ لیکن وہ اب خود ہی نہیں تھا۔

"میں آپ کے سارے کاغذات لے آیا ہوں، مجھے امید ہے ہانی بیٹا آپ ہم سب کو مایوس نہیں کریں گی" یعنی وہ فیصلہ کر کے آئے تھے۔ یعنی اسے بس فیصلہ سنایا گیا تھا، اسے بس کرنا تھا۔ اس نے ماہی کی طرف دیکھا تھا جو کندھے اچکائی تھی کہ تم لوگوں کا آپس کا معاملہ ہے۔

"یا پھر واپس پاکستان چلو وہاں اپنی ماں اپنی فیملی سب کے ساتھ رہو" حمدان انکل کی اس بات پر وہ چونک گئی تھی۔ یہ تو طے تھا کہ اسے واپس کبھی نہیں جانا تھا۔

"میں پڑھائی شروع کر لیتی ہوں" حامن نے اپنے کاغذات والی فائل کو میز سے اٹھا لیا تھا۔ وہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ آربے اب اسے تھقہے لگاتا نظر نہیں آتا تھا، لیکن اسکے الفاظ آج بھی حامن کے کانوں میں گونجتے تھے اسے وہ واقعہ آج بھی کسی ڈراؤنے خواب کی طرح یاد تھا۔ وہ پچھے پلٹ کر دیکھتی تو اسے اپنی بربادی صاف دکھائی دیتی تھی۔ وہ شاید اسکے مرنے کے بعد بھی اس سے نفرت کرتی تھی۔

وہ یونیورسٹی جانے کیلیے تیار ہو رہی تھی۔ اس کا ایڈمیشن ہو چکا تھا۔ اس نے ایک بار پھر ایم ایمس سی میں دوبارہ داخلہ لیا تھا۔ زندگی دو اڑھائی سال ضائع کرنے کے بعد وہ پھر سے شروعات کر رہی تھی۔ شاید اسکا خوف اس لحاظ سے کم ہو گیا تھا کہ آربے مر چکا تھا۔ لیکن جو اسکے اندر سب بدل چکا تھا وہ کبھی دوبارہ ٹھیک نہیں ہونے والا تھا۔ اس نے ڈینیم کے پاؤں تک آتا سیاہ رنگ کا گاؤں پہن رکھا تھا۔ چڑی کے جوتے پہنے سنہری بالوں کو پونی کی شکل دیئے وہ اس حامن سے بہت مختلف لگ رہی تھی جو بڑی سی چادر لپیٹ کر یونیورسٹی جاتی تھی۔ ڈوپٹہ ایک چھوٹے سے سکارف کی صورت میں گردن کے گرد لپٹا تھا۔

حامن نے ایک آخری نظر خود پر ڈالی تھی اور پھر دروازے کی طرف قدم بڑھادیے تھے۔ دروازے پر پہنچنے کے بعد وہ رکی تھی۔ جانے کیوں بن اسردھانپے باہر جانے کو دل نہیں کر رہا تھا۔ وہ واپس آئینے کے سامنے آئی تھی۔ گلے میں لپٹے سکارف کو کھول کر اس نے سر پر اوڑھا تھا۔

الماری سے شرگ

( Shrug)

نکال کر اسے اوپر پہننا تھا۔ اب وہ مکمل طور پر کور

تھی۔ اسکے شرگ

پر پیچھے کی جانب بڑا سا

"Angel"

لکھا تھا۔

سر کو ڈھانپ کر اسے تھوڑا سکون محسوس ہوا تھا۔

ماں دیکھ کر ناراض نہ ہو جائے کہیں ”

” سر پر آنچل نہ ہو تو ڈر لگتا ہے

آسیہ بیگم نے اسے باہر کھلے سر پھر نہیں سکھایا تھا۔ وہ گھر تھا جہاں وہ کچھ بھی پہن سکتی تھی کیونکہ اس گھر میں کوئی مرد نہیں تھا۔ لیکن اب وہ باہر جا رہی تھی۔ اور آسیہ بیگم کی بہت سی باتیں اسکے ذہن میں گونج رہی تھی۔

ایک سرسری سی نظر خود پر ڈال کر وہ باہر نکل گئی تھی۔ اور جو یہ ہے کہ ہم کبھی بدلتے ہی نہیں ہیں۔۔ ہمارا اندر اگر اچھا ہو تو وہ کبھی نہیں مرتا کیونکہ اچھائی کبھی مرتبی نہیں ہے ہم وقت طور پر کسی اور چہرے کے پیچھے چھپ جاتے ہیں جس سے ہماری تکلیف کم ہو۔۔ لیکن ہم مکمل طور پر بالکل بھی نہیں بدلتے

یونیورسٹی کی دنیا بہت الگ تھی۔ وہ جیلو جی ڈی پارٹمنٹ کے کیفے پر بیٹھی تھی۔ اس نے جانے کیوں اس مضمون کا انتخاب کیا تھا۔ اسے پڑھنے میں اب کہاں دلچسپی تھی اسے بس اپنے وقت گزارنا تھا۔ حanim نے سامنے پڑے کافی کے کپ کو اٹھا کر لبوں سے لگایا تھا۔ لڑکے، لڑکیوں کے گروپس اسے دوستوں کی یاد دلار ہے تھے لیکن وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

” ہے میڈی وہ دیکھو ہماری نئی کلاس فیلو آئی ہے ” ایک لڑکے نے میڈی کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ میڈی کلاس کا سب سے شرارتی لڑکا تھا جو نئے آنے والے سٹوڈنٹس اور پہلے سے موجود سٹوڈنٹس کا جینا حرام کر کے رکھتا تھا۔

” کہ ہر ہے؟ ” میڈی نے چونک کر پوچھا تھا۔ وہ پہلے کلاس میں موجود نہیں تھا لیکن اب آیا تھا تو اسکے دوست نے اسے بتایا تھا۔ ” وہ سامنے دیکھو۔۔ بلیک ڈریس والی۔۔ ” جیکی نے اشارہ کیا تھا۔

” اوکے میں ذرا ہیلو ہائے کر کے آتا ہوں ” میڈی شرارت سے کہتا اٹھا تھا۔ میڈی کی طرف حanim کی پشت تھی۔ وہ اسکے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے حanim کے شرگ

(Shrug)

پر بڑا سا آنچل لکھا دیکھا تھا۔ وہ اکیلی بیٹھی تھی۔

” انٹر سٹنگ۔۔ ” وہ مسکراتے ہوئے اسکے سامنے جا کر خالی کرسی پر براجمان ہو چکا تھا۔

حanim نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔ پھر وہ نارمل ہو گئی تھی وہ جانتی تھی یہ پیرس کی یونیورسٹی تھی اسکی پی یو نہیں جہاں لڑکے کم از کم لڑکی کی اجازت کے بنا اسکے پاس نہیں بیٹھ سکتے تھے۔

"ہیلو انجل۔۔ میں ہوں میڈی۔۔!! میڈی نے مسکرا کر ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ اس نے اپنے دائیں جانب دیکھا تھا اور سورج کی مدھم سی روشنی حامم چہرے پر پڑھی تھی۔ اسکا پیدا کشی نشان چکا تھا۔ میڈی حیران رہ گیا تھا۔  
"یہ کیا تھا۔۔؟" اس نے کبھی پہلے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی تھی۔

"ہائے۔۔" حامم نے بنا ہاتھ ملائے واپس اسکی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔ جبکہ میڈی بس ہونکوں کی طرح اسے گھور رہا تھا۔ اسے سامنے بیٹھی لڑکی واقعی انجل لگی تھی۔

"What Is This\_\_\_???"

اس نے انگلی سے حامم کے چہرے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"بر تمدارک۔۔" وہ سکون سے جواب دے رہی تھی۔

"یقین نہیں ہوتا۔۔" میڈی کامنہ ابھی بھی حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ وہ پتا نہیں کیوں اس جگہ سے اٹھا تھا اور پھر واپس اپنے دوست کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس میں حامم کے سامنے بیٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ جبکہ حامم اسے حیرت سے جاتا دیکھ رہی تھی۔

"میں نے تو کچھ نہیں کہا۔۔" حامم نے کندھے اچکائے تھے اور پھر کافی کا آخری گھونٹ پینے کے بعد وہ اٹھ کر اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی تھی۔

حامم نے یونیورسٹی جانا تو شروع کر دیا تھا لیکن اسے لیکچر کی کچھ سمجھ نہیں آتی تھی۔ دوسال وہ کتابوں سے دور رہی تھی، دوسال وہ اپنے آپ سے دور رہی تھی، پروفیسر کچھ پڑھا تھا لیکن وہ غائب دماغی سے بس سے جا رہی تھی، پروفیسر اگر اس سے لیکچر کے دوران کچھ پوچھ لیتا تو یقیناً پوری کلاس کے سامنے اسکی بے عزتی لازمی تھی، لیکن صد شکر کہ پروفیسر بس اپنی سنانے والوں میں سے تھا، کلاس میں کوئی اور بھی تھا جو اس پر نظر رکھے ہوئے تھا اور وہ تھا میڈی،

اسے شروع دن سے حامم تھوڑی عجیب لگی تھی وہ جب سے آئی تھی اس نے کوئی دوست نہیں بنایا تھا، میڈی نے اسے ہمیشہ اکیلے پایا تھا۔

لیکچر کب ختم ہوا کلاس کب باہر گئی وہ محسوس ہی نہیں کر پائی تھی۔ وہ اس چونکی جب میڈی نے ڈیک بجا کر اسے ہوش میں لانا چاہا تھا۔ میڈی کا ڈیک بجانا کام آگیا تھا، حامم ایک دم چونکی تھی۔ کلاس خالی تھی بس ایک دوستوں میں موجود تھے۔

"مجھے لگتا ہے کہ تمہیں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ کلاس کب ختم ہوتی ہے" وہ عام سے لجھ میں بول رہا تھا۔

"شکریہ" ایک لفظی جواب دینے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور پھر کلاس سے باہر نکل گئی تھی۔ پیرس میں چکیلی دھوپ پھیلی تھی۔ حامم اپنے ڈیپارٹمنٹ سے نکل کر میں گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی اسکا پڑھنے کی طرف بالکل بھی دھیان نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ یونیورسٹی سے باہر نکلی تھی باہر سڑک کے پار ایک نہر تھی اور پھر دوسری طرف سڑک تھی۔ یعنی ڈبل وے کے درمیان سے نہر گزر رہی تھی۔ وہ نہر کنارے جا کر بیٹھ گئی تھی۔ کتنی ہی دیر بیٹھنے کے بعد اسے اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ حامم نے چونک کر اپنے دائیں جانب دیکھا تھا۔

"میں نے سنائے کہ خاموش بہتے پانی کے اندر بہت سا شور ہوتا ہے اگر وہ اپنا یہ شور باہر نکال دے تو دنیا ڈوب جائے" وہ پانی پر گہری نظریں جمائے بول رہا تھا۔  
حامم نے اسے اپنی کلاس میں نہیں دیکھا تھا یقیناً وہ کسی اور ڈیپارٹمنٹ سے تھا۔ وہ اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

"اسی لئے خدا پاک نے پانی کو اسکی اوقات میں یعنی پابند رہنا سکھایا ہے" وہ بولی تو الجھے میں مان تھا۔ اب کی بارچو کنے کی باری لڑکے کی تھی۔ وہ پینٹ پر بنابازوں کی شرط پہنچے ہوا تھا۔ یقیناً وہ جم جاتا تھا۔۔۔ اسکے کرتی مسلز نمایاں تھے۔ بالوں میں پونی پہنچے ہوئے تھی۔ حامم بس گھری سانس لے کر رہ گئی تھی، یہاں ہر انسان اپنے آپ میں ایک عجوبہ تھا۔

"میں ہوں جورڈن اور تمہارا نام کیا ہے؟" جورڈن نے اپنا تعارف کروایا تھا۔

"تم مجھے میری کلاس کے نہیں لگتے" حامم نے گویا تصدیق چاہی تھی۔

"ٹھیک کہا۔ میں کسی بھی کلاس کا نہیں ہوں" وہ مسکرا یا تھا۔

"تو پھر تعارف کی ضرورت کیا ہے؟؟" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"یہ بھی خوب کہا" وہ پھر مسکرا دیا تھا۔

حامم کو اسکی آنکھوں میں ایک سرد مہری نظر آئی تھی۔ اسے جورڈن سے خوف محسوس ہوا تھا، اس نے وہاں سے جانے میں عافیت جانی تھی۔ ایک تم ہو جو مجھے اس لڑکی تک پہنچاؤ گی جو میرے لئے جیل خاندان تک راہ ہموار کرے گی" وہ حامم کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا، یقیناً اس نے حامم کو ماہی کے ساتھ دیکھا تھا اور اب وہ حامم سے اس لئے مل رہا تھا کہ جو کچھ ماہی کے بارے میں نہیں جانتا وہ جان سکے۔ اسے پوری امید تھی ماہی جیل خاندان کو ضرور جانتی تھی۔ مسٹر جوزف کی پارٹی سے پر اب تک اس نے ماہی کا بہت پیچھا کیا تھا لیکن وہ کسی ایسے شخص سے نہیں مل تھی جس کا نام جیل تھا، وہ اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔۔۔ لیکن انتظار مشکل تھا!!

کبھی کبھی"

جاڑے کی کہر بھری شام میں

جانے کیوں ادا س ہونے کو جی چاہتا ہے

کسی بچھڑے ہوئے کی یاد میں

رو نے کو جی چاہتا ہے

درد کے دھاگوں میں لفظوں کے

موتی پرونے کو جی چاہتا ہے

جھٹ پٹے کے اس موسم میں

صرف پرت پرت کھولتے ہیں

میرے اندر دکھ ہی دکھ بولتے ہیں

کبھی کبھی

جاڑے کی کہر بھری شام میں---"

لاؤنچ میں ٹی وی کی ہلکی ہلکی آواز ابھر رہی تھی۔ ایلانوڈ لز کی پلیٹ پکڑے کھانے میں مگن تھی۔ باہر موسم ابر آلو دھورا تھا۔ تیز ہوا نئی روئی کے گالوں کی آمد کا پتا دے رہی تھیں۔

جیسے ہی شام ہوتی تھی چمکیلی دھوپ ایک دم سے غائب ہو جاتی تھی۔ وہ لاؤنچ میں بیٹھی گلاس وندو سے باہر نرم نرم گرتے روئی کے گالوں کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یاد تھا جب بھی موسم زیادہ ٹھنڈا ہوتا تھا مامن کچن میں گھس جاتی تھی۔ اسے کھانے کا بہت شوق تھا۔ وہ کچھ ناپچھ نیابناتی رہتی تھی۔ اس وقت حامن کا دل شدت سے اپنے گھروالوں سے ملنے کو چاہا تھا۔

وہ گھری سانس لیتے ہوئے رخ موڑ گئی تھی۔ کچھ دیر بعد ماہی بھی انکے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ باہر گرتی برف نے ماہی کو وہ دن یاد دلا دیا تھا جب اسے پہلی بار حشام ملا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"ایک بات پوچھوں ہانی۔۔۔؟؟" ماہی نے اسے مناطب کیا تھا۔

"ہاں ضرور۔۔۔"

"تمہیں اتنا عرصہ ہو گیا ہے پیرس آئے ہوئے، اور ایک سال ہو گیا ہے یونیورسٹی جاتے ہوئے تمہیں ابھی تک پیرس میں کسی سے محبت نہیں ہوئی" "ایسا کیوں؟ پیرس میں آ کر بھی تمہیں کوئی پسند نہیں آیا کیوں؟؟" حامن ماہی کا سوال سن کر ٹپٹا گئی تھی اسے اس سوال کی امید نہیں تھی۔ "نہیں میں نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی۔" حامن نے سادہ سے لبھ میں جواب دیا تھا۔ ماہی بے اختیار ہی مسکرا دی تھی۔

"محبت کا توجہ سے کیا تعلق۔۔۔؟؟"

"ہر چیز کا تعلق توجہ سے ہوتا ہے۔۔۔ جب انسان کسی چیز میں دلچسپی لیتا اور اس چیز کے متعلق سوچتا ہے تو اکثر وہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔۔۔" کچھ سمجھ نہیں آیا کہ تم نے کیا بات کی ہے۔۔۔" حامن کی بات ماہی کے اوپر سے گزری تھی۔

"بناتی ہوں۔۔۔" حامن اپنی جگہ سے اٹھ کر لاؤنچ میں رکھے ایکیوریم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ ماہی اور ایلا غور سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ یہ ایکیوریم دیکھ رہی ہونا۔۔۔ اسکے اندر بہت خوبصورت دنیا ہے روزانہ کتنی بار اسے غور سے دیکھتی ہو۔۔۔؟؟" حامن نے پوچھا تھا۔ "یاد نہیں کب اس پر غور کیا تھا۔۔۔" ماہی نے نا سمجھی سے جواب دیا تھا۔

"اب اس پر غور کرو اور دیکھو اس میں سب سے خوبصورت مجھلی کو نہیں ہے۔۔۔؟؟" حامن پوچھ رہی تھی۔ ایلانے ٹی وی بند کر دیا تھا۔ اب وہ دونوں غور سے شیشے کے جاریعنی ایکیوریم کے اندر تیرتی مجھلیوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"وہ نیلے رنگ والی۔۔۔" ماہی نے کافی غور کرنے پر سب سے الگ اور خوبصورت مجھلی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"مکال ہے اتنی خوبصورت مخلوق پر میں نے پہلے توجہ کیوں نہیں دی۔۔۔" ماہی بڑ بڑائی تھی۔۔۔ اسے وہ مجھلی واقعی ہی بہت پیاری لگی تھی۔ اسکی بات سن کر حامن کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"کیسے پتا چلا کہ یہ مجھلی پیاری ہے۔۔۔؟؟"

"غور کرنے پر۔۔۔" ماہی نے جواب دیا تھا۔

"اب تم کیا کرو گی۔۔۔؟؟؟" حنم نے پوچھا تھا۔  
 "میری کوشش ہو گی کہ میں روزانہ اس مجھلی کو دیکھ سکوں۔۔۔" ماہی نے جواب دیا تھا۔  
 "اور پھر۔۔۔؟؟" اب بھی اسے دیکھنے کے بعد میر ادل کر رہا ہے اسے چھو کر دیکھوں۔۔۔" ایلانے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

"اگر تم دونوں ان مجھلیوں پر غور نہ کرتیں تو تم دونوں کو کبھی اس بات کا احساس نہیں ہونا تھا کہ انہیں دیکھنا چاہیے یا چھو نا چاہیے۔۔۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ کام کوئی بھی ہو اسے ہماری توجہ خاص بناتی ہے۔۔۔ محبت بھی کچھ ایسی ہی منطق رکھتی ہے۔۔۔ جب تک کسی انسان پر غور نہیں کرو گے وہ عام سا ہو گا۔۔۔ لیکن جیسے ہی ہم اس شخص کے متعلق سوچنا شروع کرتے ہیں اس پر توجہ دیتے ہیں تو ہمیں اسکی اچھائیاں نظر آتی ہیں۔۔۔ آہستہ آہستہ وہ ہمیں پسند آتا ہے۔۔۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے جب ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں اس سے محبت ہو گئی ہے۔۔۔!!" وہ اپنی لا جک پیش کر چکی تھی۔۔۔ وہ دونوں اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

کچھ ایسا ہی ہوا تھا ہی کے ساتھ جب اسے پہلی دفعہ حشام پر غور کیا تھا۔۔۔ پھر اسے محسوس ہوا تھا وہ کافی وجہ تھا۔۔۔ وہ اس دن جب وہ پہلی بار اپنی ٹاؤن کے پاس ملا تھا کتنی ہی دیر اسے غور سے دیکھتی رہی تھی۔۔۔ وہ اسے بعد میں سوچتی رہی تھی۔۔۔ وہ اسکے حواسوں پر چھانے لگا تھا۔۔۔ وہ اسے جانے کا اشتیاق رکھتی تھی۔۔۔ وہ لتنی جگہ ماری پھری تھی۔۔۔ اور بالآخر اسے محسوس ہوا تھا کہ اسے حشام سے محبت ہو گئی تھی۔

میں نے کبھی کسی انسان پر اتنی توجہ نہیں دی کہ میں اس سے محبت کر سکوں۔۔۔ میر ادل اور دماغ ہمیشہ کسی اور رخ میں چلتا رہا ہے۔۔۔ میری سوچ کا دھار محبت سے کہیں آگے ان دیکھی چیزوں کی طرف بہتر ہا ہے۔۔۔" حنم بتا رہی تھی۔

"لیکن محبت اپنے اختیار میں کب ہوتی ہے یہ تو بے اختیار ہوتی ہے" ماہی نے جانے کس احساس کے تحت کہا تھا۔

"ٹھیک کہا۔۔۔ دنیا میں سب سے منہ زور جذبہ محبت کا رہا ہے لیکن میں یہاں یہ کہوں گی کہ محبت کے ہونے میں ہمارا بھی ہاتھ ہوتا ہے۔

انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے قدرت اس انسان کا رخ اسکی جستجو کی طرف موڑ دیتی۔

اگر انسان چاہے جانے کی طلب رکھے گا تو یقیناً وہ محبت سے مبتلا کر دیا جاتا ہے۔۔۔ اور اسکی یہ خواہش کہ کوئی اسے چاہے وہ اسکی آزمائش کے بعد پوری ہوتی ہے۔۔۔ میں نے کبھی اس چیز کی خواہش نہیں کی کہ مجھے کوئی چاہے۔۔۔ اور اللہ پاک نے بھی کبھی مجھے محبت جیسے جذبے سے روشناس نہیں کروایا،

میرے اندر بڑی بے چین روح ہے۔۔۔ اسے کچھ اور چاہیے۔۔۔ یہ اور چیزوں کی جستجو کرتی ہے !!

جو لوگ کائنات کو تسخیر کرنے نکلتے ہیں وہ اس چیز کی طلب رکھتے ہیں۔۔۔ جن لوگوں نے ماضی میں دنیا فتح کی ہے۔۔۔ یقیناً انکی جستجو نے انہیں یہ کام کرنے پر اکسایا ہو گا، جن لوگوں نے قدرت کا عرفان پایا ہے یقیناً وہ بہت ترپے ہو گے۔۔۔

انکی طلب انکی جستجو نے انہیں ان دیکھی چیز کی تلاش میں نکلنے پر مجبور کیا ہو گا۔۔۔ اور مجھے لگتا ہے کہ ساری کائنات سمٹ کر اس ایک لفظ طلب یا جستجو میں مقید ہے جو جس چیز کی کھون کرے گا وہ اسے پائے گا جو چاہے جانے کی طلب رکھے گا اسے پہلے محبت میں مبتلا کیا جائے گا !!" وہ خاموش ہو چکی تھی۔۔۔ ماہی اور ایلانے کو اسکی منطق نے ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔۔۔

لیکن ایک بات، ایک بات تو طے ہے انسان کو چاہے جانے کی طلب رکھنی چاہیے جو یہ طلب رکھے گا وہ محبت سے ٹکرائے گا۔ جب وہ محبت سے ٹکرائے گا تو اسے ناپانے کی صورت میں پاش پاش ہو جائے گا۔ جب اسکی ذات ٹکروں میں بٹے گی تب اسے ہر ٹکڑے پر ایک نئی چیز کا احساس ہو گا۔ جنکی ذات ٹکروں میں مٹی ہوتی ہے وہ بہت حساس ہو جاتے ہیں اور وہ ان نئی چیزوں محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ چیزوں کو دیکھتے ہیں جو عام انسان نہیں دیکھ سکتا۔ اسی لئے خالق کائنات نے اس کائنات کی بنیاد محبت پر رکھی ہے۔ یہ اپنے آپ میں ایک بہت بڑی کھوج ایک بہت بڑی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میں بہت سی چیزوں کی کھوج نہیں کر پائی لیکن ایک اہم بات جو ایلانے کہی کہ خوبصورت مچھلی کو دیکھ کر چھوٹے کو دل کرتا ہے،

جس طرح اللہ پاک نے انسان کو تسلیم کی اجازت دینے کے بعد اپنی اور انسان کی ذات میں ایک پر دھر کھا ہے وہ چاہے جتنی کوشش کر لے جب تک اللہ ناچاہے وہ اس پر دے کو اس حد کو پار نہیں کر سکتا۔ بالکل اسی طرح محبت میں بھی کچھ حدود قیود ہوتی ہیں۔ جب ایسے انسان سے محبت ہوتی ہے جس سے ہمارا کوئی جائز رشتہ نہیں ہوتا۔ اس محب میں ان حدود کو پار نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح انسان اپنی ہٹ دھرمی میں اللہ اور اپنے درمیان حائل پر دے کو پار کرنے کی کوشش کرتا ہے تو فنا ہو جاتا ہے۔ کوہ طور کا واقعہ تو یاد ہی ہو گا۔ بالکل اسی طرح اگر انسان نامحرم کی محبت میں ان حدود کو پار کرتا ہے جو اسے نہیں کرنی چاہیے تھیں تو وہ انسان نہیں رہتا۔ اپنی خواہشات کا غلام ہو جاتا ہے، جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے۔"

ماہی کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کس چیز کو زیادہ اہمیت دے کر گئی تھی، جستجو کو، طلب کو، تلاش کو یا پھر محبت کو۔؟؟ وہ انسان کی طلب سے شروع ہو کر کائنات کا ذکر کر کے واپس محبت پر آگئی تھی۔ یقیناً کائنات میں ہر چیز اپنی ایک جگہ رکھتی ہے، خالق کائنات نے کسی ایک وجود کسی ایک جذبے کو، خواہ وہ نظر آتا ہو یا نہیں بلاوجہ پیدا نہیں کیا،

"اور تم اپنے رب کی کون کونسی نعمت کو جھٹاؤ گے۔"

"تم نے میرے نوٹس نہیں لئے۔؟؟" حanim حیرت سے میدی کو تک رہی تھی۔

"پروفیسر میکال بہت ضدی ہیں کل تم غیر حاضر تھی انہوں نے کہا جو سٹوڈنٹس کلاس میں موجود ہیں صرف انہیں ہی نوٹس ملیں گے باقی کل انکے آفس میں جا کر لے لیں۔" انکا یہ آخری سمسیٹر چل رہا تھا اور اسی وجہ سے ان پر کافی سختی کی جا رہی تھی۔

"اوکے میں لے کر آتی ہوں۔" حanim غصے سے پروفیسر میکال کے آفس کی طرف بڑھ گئی تھی۔

کمرے کے باہر پہنچنے کے بعد حanim نے دروازہ پر دستک دی تھی۔

"لیں۔۔۔" اندر سے آواز آئی تھی۔

"سر مجھے نوٹس چاہیے۔" اندر آفس میں ایک شخص میز کی جانب رخ کر کے کھڑا ہوا تھا۔ حanim کی طرف اس شخص کی پشت تھی۔

آواز پر اس شخص نے جھٹکے سے پلٹ کر حanim کو دیکھا تھا۔ اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر حanim کارنگ پیلا پڑا تھا۔ وہ حیرت سے گلگ اس شخص کو دیکھ رہی تھی اور ایسا ہی کچھ حال سامنے والے شخص کا تھا۔

"ام حanim۔۔۔" وہ زیر لب بڑھایا تھا۔

حاجم کو اپنادل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ اس شخص سے صرف ایک دفعہ ملی تھی۔

کچھ سال پہلے کانچ کے میٹنگ والے کمرے میں جہاں اس شخص نے اپنا تعارف حشام بن جبیل کے نام سے کروایا تھا۔ حشام حیرت اور خوشی کے لئے جلے تاثرات سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے مڑی تھی اور آفس سے باہر نکل گئی تھی۔ حاجم کا دل دھک دھک کر رہا تھا وہ جانتی تھی کہ آربجے مرچکا تھا لیکن اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اسکا سامنے آربجے کی فیملی کے کسی شخص سے ہو جائے گا۔

ایسی ہی کچھ حالت حشام کی بھی تھی۔ پروفیسر میکال سے اسکی اچھی خاصی دوستی تھی آج وہ اسے ملنا آیا تھا۔ لیکن اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ قسمت اس پر یوں بھی مہربان ہو سکتی تھی۔

پروفیسر میکال جب آفس میں داخل ہوا تو حشام کو کرسی پر براجمان کسی گہری سوق میں غرق پایا تھا۔  
”کیا ہوا۔۔۔؟؟“

”ام حاجم۔۔۔ تمہاری سٹوڈنٹ ہے۔۔۔؟؟“ حشام نے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔“ پروفیسر میکال نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا تھا۔

”مجھے پہلے کیوں نہیں پتا چلا۔۔۔“ حشام اپنا سر تھام کر رہا گیا تھا۔

حاجم اپنی مخصوص جگہ پر یعنی نہر کے کنارے بیٹھی تھی ہوا کی سر سراہب سے ڈوپٹے کے نیچے سے اسکے بال نکل کر چہرہ چھوڑ رہا تھا۔ قریب ہی دانا چلتے پرندوں کی آواز اسکے کانوں کو بھلی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ وہاں اکیلی بیٹھی تھی جب حشام اسکے پاس آ کر بیٹھا تھا۔ حاجم نے زیادہ نوٹ نہیں کیا تھا۔ اس جگہ پر روز نئے نئے لوگ اسکے پاس آ کر بیٹھتے تھے۔

”کیسی بیں آپ ام حاجم۔۔۔؟؟؟“

آواز پر چونک کر حاجم نے دیکھا تھا۔ ایک بار پھر اسکے چہرے کا رنگ اڑا تھا لیکن وہ خود پر کنٹرول کر گئی تھی۔

”بھی ٹھیک ہوں۔۔۔“ وہ زبردستی مسکرانی تھی۔

جب میں اپنے بھائی کے سلسلے میں آپ سے ملنے کا لج گیا اور جب میں وہاں سے واپس آیا تھا تو میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ میں آپ سے یہاں اس شہر میں یوں اچانک ملوں گا۔۔۔“

وہ لکن خوش تھا یہ صرف وہ جانتا تھا وہ اسے بتا نہیں سکتا تھا۔ اس نے آربجے کا نام نہیں لیا تھا۔

”سوچا تو میں نے بھی نہیں تھا کہ جس شخص سے میں اتنی نفرت کرتی ہوں اسکے بھائی سے یہاں یوں اچانک ملوں گی۔۔۔!!“ حاجم کے لہجہ کاٹ دار تھا۔ حشام کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

”لیکن مجھے امید ہے کہ آپکو مجھ سے نفرت نہیں ہوگی۔۔۔“ وہ مسکرا یا تھا۔ حشام اپنے سے جانتا تھا کہ حاجم آربجے کیوں نفرت کرتی تھی اس لئے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ حاجم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں پچھلے دس سالوں سے پیرس میں رہ رہا ہوں لیکن مجھے پیرس کبھی اتنا اچھا نہیں لگتا تھا" اسکی بات پر حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اچھے لوگوں سے مل کر سب اچھا لگتے ہے اور پھر آپ تو بہت خاص ہیں اس نشان کی وجہ سے۔۔۔" اس نے حانم کے بڑھمارک کی طرف اشارہ کیا تھا۔ کافی اچھی باتیں کر لیتے ہیں آپ۔۔۔" حانم مسکرا دی تھی۔

"میں خود بھی بہت اچھا ہوں یہ آپ کچھ دنوں تک جان جائیں گی۔۔۔" وہ پر اعتماد لجئے میں کہہ رہا تھا۔ دیکھتے ہیں۔۔۔" حانم نے چینچ کرنے والے انداز میں کہا تھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کالج میں ہونے والی ملاقات میں ہی جان گئی تھی کہ آربے اور حشام ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے۔ اور اب اسے یہ محسوس بھی ہو رہا تھا۔" اللہ حافظ۔۔۔" حشام کے چپ رہنے پر وہ کہتی یونیورسٹی کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ حشام اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

"ماہی تم حشام جیل کو بتا کیوں نہیں دیتی کہ تم اسکے ڈیڈ کے بزنس پارٹنر کی بیٹی ہو۔۔۔؟؟" ایلا کوماہی کی اپنی محبت کے معاملے میں یوں خاموشی کوفت میں مبتلا کر دیتی تھی۔

"اس سے کیا ہو گا۔۔۔؟؟" ماہی نے لیپ ٹاپ پر نظریں پوچھا تھا۔ "اس سے اسے یہ احساس تو ہو گانا کہ تم کوئی عام لڑکی نہیں ہوں۔۔۔ شاید اسے تمہاری قدر ہو۔۔۔"

"ایلا تم پاگل ہو۔۔۔" ماہی اسکی بات سن کر مسکرا دی تھی۔ اسکا ایم بی اے مکمل ہو گیا تھا۔ وہ یہاں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہی تھی، وہ اس وجہ سے کہ اسے کچھ تجربہ ہو جائے۔۔۔ تاکہ وہ اپنے باپ حمدان کا بزنس سنبھال سکے۔ وہ اکثر بزنس کو لے کر حمدان صاحب سے بحث کرتی رہتی تھی۔" میں چ کہہ رہی ہوں۔۔۔" ایلانے منہ بنایا تھا۔

اس سے پہلے ماہی کچھ کہتی اسکا فون بجا تھا۔" بابا کی کال ہے۔۔۔" ماہی نے کہتے ہوئے کال اٹھائی تھی۔

"بیٹا پیرس میں ضیاء کا بیٹا ہتا ہے شاید میں نے تمہیں بتایا ہو۔ آج شام ہماری پیرس میں میٹنگ تھی جس میں میر اور ضیاء کا ہونا لازمی تھا۔"

کل کچھ مصروفیات کی وجہ سے میں نہیں آسکا اور ضیاء بھی بیمار ہے۔۔۔ تم بزنس کو اچھے سے جان گئی ہو میں چاہتا ہوں میری طرف سے وہ میٹنگ تم اٹھیں کرو۔۔۔ اور اپنے ساتھ حشام جیل کو بھی لے کر جاؤ۔۔۔ میں ابھی تمہیں ساری ڈیٹل بھیج دیتا ہوں۔۔۔ اور حشام کا نمبر اور اڈریس بھی۔۔۔" سلام دعا کے بعد حمدان صاحب نے کام کی بات کی تھی۔

"بھی بابا۔۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"لوہو گئی تمہاری خواہش پوری۔۔۔ اب پتا چل جائے گ مسٹر جیل صاحب کو۔۔۔" ماہی مسکرا دی تھی۔ وہ خوش تھی اور یہ خوشی حشام جیل سے ملنے کی تھی۔

حشام ماہین حمدان کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ ماہین حمدان کی بیٹی تھی۔ وہ دونوں میٹنگ کیلئے نکلے تھے۔ اسے دیکھ کر ماہی کی آنکھوں میں جگنو سے جل اٹھے تھے یہ وہ محسوس کر چکا تھا۔ لیکن اسے دلپسی نہیں تھی۔ اور اب تو ہو بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ اب اسے حامل مل گئی تھی۔ انکی میٹنگ اچھی رہی تھی۔ اب حشام اسے گھر چھوڑنے جا رہا تھا۔ گاڑی میں خاموشی چھائی تھی۔ ماہی کو یہ خاموشی کاٹ رہی تھی۔

”آپ کو کیسا لگایہ جان کر کہ میں سیٹھ حمدان کی بیٹی ہوں۔۔۔؟“ بالآخر ماہی نے پوچھا تھا۔

”کیسا بھی نہیں۔۔۔“ سرد سے لبجے میں جواب موجود تھا۔

”لیکن مجھے آپ سے مل کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔۔ میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ ہم دونوں کبھی ایک ساتھ کسی سفر پر نکلیں گے۔۔۔!“ ماہی کے لبجے سے خوشی جھلک رہی تھی۔ حشام نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔

”آپ کا گھر آگیا مس ماہین حمدان۔۔۔ وہ بنا سکی طرف دیکھے کہہ رہا تھا۔ ماہی کا دل اسکے جواب نہ دینے پر کٹ کر رہ گیا تھا۔ لیکن وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ خاموشی سے گاڑی سے نیچے اتری تھی۔ وہ جھک کر کچھ کہنے والی تھی کہ حشام فرانے بھرتا گاڑی بھگا کر لے گیا تھا۔۔۔ وہ برف کی شہزادی اسے افسوس سے جاتا دیکھ رہی تھی۔

سارے رشتے بھلانے جائیں گے  
اب تو غم بھی گنوائے جائیں گے  
جانیے کس قدر بچے گاؤہ

اس سے جب ہم گھٹائے جائیں گے  
اس کو ہو گی بڑی پیشیانی

اب جو ہم آزمائے جائیں گے  
کیا غرض دُور جام سے ہم کو  
ہم تو شیشے چبائیں جائیں گے  
میری امید کو بجا کہہ کر

سب مراد کھڑھائے جائیں گے  
کم سے کم تجھ گلی میں جاتاں

ڈھوم تو ہم مچائے جائیں گے  
زخم پہلے کے اب مفید نہیں  
اب نئے زخم کھائے جائیں گے

شاخارو! تمہارے سارے پرند  
اک نَفَس میں اڑائے جائیں گے

ہم جواب تک کبھی نہ پائے گئے  
کن زمانوں میں پائے جائیں گے  
آگ سے کھلینا ہے شوق اپنا  
اب تیرے خط جلائے جائیں گے  
جمع کیا ہے ہم نے غم دل میں  
اس کا بسود کھائے جائیں گے  
شہر کی محفلوں میں ہم اور وہ  
ساتھ اب کیوں بلائے جائیں گے  
ہے ہماری رسائی اپنے میں  
ہم خود اپنے میں آئے جائیں گے  
ہم نہ ہو کر بھی شہر بودش میں  
آئے جائیں گے، جائے جائیں گے  
مجھ سے کہتا تھا کل یہ شاہِ بلوط  
سارے سائیے جلائے جائیں گے  
ہو گا جس دن فنا سے اپنا وصال  
ہم نہایت سجائے جائیں گے  
جون آیوں ہے کہ آج کے موسمی  
آگ بس آگ لائے جائیں گے

حشام بہانوں بہانوں سے حانم سے ملنے لگا تھا۔ وہ جہاں جاتی وہ بھی اتفاقاً پہنچ جاتا تھا۔ حانم نے کبھی اس بات کو نوٹ نہیں کیا تھا۔ آج بھی وہ اسے ہی تلاش کر رہا تھا۔ بی جان اسے شادی کا کہہ رہی تھیں۔ وہ اس پر دباؤ ڈال رہی تھیں۔ اور آج وہ اسی سلسلے میں حانم سے ملنے والا تھا وہ اسے اپنے دل کی بات بتانے والا تھا کہ بعد میں بی جان کو اپنی پسند بتا سکے۔ لیکن وہ پہلے حانم کی پسند جانا چاہتا تھا۔ وہ اسے نہر کے کنارے پر ندوں کو دانہ ڈالتی نظر آگئی تھی۔ حشام ہاتھ میں پکڑا کیک لئے اسکی طرف بڑھا تھا۔ آج حشام کا بر تھڈے تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حانم نہیں جانتی تھی۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اسے وش نہیں کرے گی۔ لیکن وہ اس دن کو خاص بنانا چاہتا تھا۔ "اسلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟؟" حانم کے قریب پہنچنے پر اس نے پوچھا تھا۔

”جی میں بالکل ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔ اور یہ کیک کس لئے۔۔۔؟؟“

”آج میرا برتھڈے ہے۔۔۔ اور جب سے میں پیرس آیا ہوں یہ پہلا موقع ہے کہ میں کیک کاٹنے جا رہا ہوں وہ بھی بہت ہی خاص شخصیت کے ساتھ۔۔۔“

”اپسی بر تھڈے مسٹر حشام جیل!!“ اسکی بات سن کر حانم مسکرا دی تھی۔

”شکر یہ۔۔۔ وہ بھی مسکرا یا تھا۔

”دیر نہیں کرنی چاہیے پھر ویسے بھی مجھے کیک بہت پسند ہے کھانے میں۔۔۔“ وہ دونوں وہیں کنارے پر بیٹھ گئے تھے۔

”میں آج آپ سے کچھ مانگنے آیا ہوں“ کیک کاٹنے کے بعد حشام سنجیدہ لبجے میں کہا تھا۔ اسکے لبجے میں کچھ تھا۔ حانم نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔

”آج میرا جنم دن ہے۔۔۔ اس دن لوگوں کو بہت سے تھائے ملتے ہیں۔۔۔ مجھے بھی ایک تھفہ چاہیے وہ بھی آپ سے۔“

اسکی بات سن کر حانم کو ایک غیر معمولی سا احساس ہوا تھا آج وہ کسی اور لبجے میں بول رہا تھا۔

”جی مانگیں۔۔۔!!“ حانم نے دھڑکتے دل سے کہا تھا۔

”آج اس خوبصورت دن کے اختتام پر۔۔۔ جس میں آپ میرے ساتھ ہیں۔۔۔ مجھے آپ سے حانم چاہیے آپ میرے لئے سب سے بڑا تھفہ ہیں، مجھ سے شادی کریں گی

”مس ام حانم؟؟“ حشام نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ حانم اپنے پیلے پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ اسے حشام سے اس بات کی امید نہیں تھی۔

”یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔؟؟“ حانم جیسے خواب سے جاگی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

”میں چاہتا ہوں آپکو۔۔۔ اور شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔“

حشام نے بھی اٹھتے ہوئے اپنی بات دھرائی تھی۔

”بس۔۔۔ بس کریں آپ۔۔۔“ حانم نے ہاتھ اٹھا کر منع کرتے وئے کہا

”آپ نے سوچا بھی کیسے ایسا۔۔۔؟؟“ حانم کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

”آپ اچھے انسان ہیں لیکن مجھے آپ میں دلچسپی نہیں ہے اور نہ کبھی تھی۔۔۔“

”لیکن مجھے لگا کہ۔۔۔“ حشام کا دل ڈوبتا تھا۔

”کہ میں اگر مسکرا کر بات سن لی آپکی تو میں آپ میں دلچسپی لینے لگی ہوں۔۔۔؟؟ یہ لگا تھا آپکو۔۔۔؟؟“ حانم کا لہجہ کاٹ دار تھا حشام حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ اتنی

تلخی آرجے کے لبجے میں ہوا کرتی تھی۔

”اگر لڑکی مسکرا کر بات کر لے تو مردوں کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ وہ لائن پر آگئی ہے؟؟“ شدت جذبات سے حانم کی آواز کانپ رہی تھی۔ اب کی بار حشام کا

چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔۔ اسے امید نہیں تھی کہ حانم اس طرح ری ایکٹ کرے گی۔

”پلیز حانم۔۔۔ اس طرح کے الفاظ مت استعمال کرو۔۔۔!!“ حشام نے التجاکی تھی۔ حانم نے آنکھیں میچ کر ایک گھری سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی

تھی۔

”دیکھیں آپ۔۔۔ آپ بہت اچھے ہیں۔۔۔ لیکن جو آپ چاہ رہے ہیں ویسا کبھی نہیں ہو سکتا۔۔۔!!“ اب کی بار حانم نے نرم لبجے میں کہا تھا۔

"لیکن کیوں--- کیا کمی ہے مجھ میں--- یا پھر کسی کو اور کو پسند کرتی ہیں آپ--- ؟؟" حشام کا دل کر لارہتا تھا۔ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اس جیسی شخصیت کا مالک جب کسی کو پر پوز کرے گا تو اسے آگے سے اس طرح کی باتیں سننے کو ملیں گی۔

"کوئی کمی نہیں ہے آپ میں--- اور نا میں کسی اور کو چاہتی ہوں--- لیکن میں کسی انسان سے رشتہ نہیں بناسکتی جو مجھے ایک ایسے شخص کی یاد دلائے جس سے میں نفرت کرتی ہوں---" حانم نے صاف لبجے میں کہا تھا۔ حشام ایک گھری سانس لے کر رہ گیا تھا۔

اس سے پہلے حشام کچھ کہتا سڑک کنارے میں کی گاڑی آکر رکھی تھی اسے حانم نے ہی کاں کر کے پک کرنے کو کہا تھا۔ اور پھر حشام آگیا تھا۔

"مجھے امید ہے آئندہ یہ بات دھرائی نہیں جائے گی--- !! وہ کہہ کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

ماہی نے حانم کو حشام کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔

وہ بھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ دونوں ایک ساتھ ہونگے۔ حشام خاموشی سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ گاڑی کا شیشہ نیچے کئے ماہی حیرت اور خوف کے تاثرات سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کیا حانم ماہین کی کزن ہے--- ؟؟" وہ حیرت سے سوچ رہا تھا۔ اسے کچھ دیر پہلے حانم نے بتایا تھا کہ اسے اسکی کزن لینے آرہی تھی۔ حانم گاڑی میں بیٹھ چکی تھی اور پھر ماہی گاڑی بڑھا کر لے گئی تھی۔ وہ تحک ہار کر وہیں بیٹھ گیا تھا۔ کتنا خوش تھا آج وہ اور کیا ہوا تھا اسکے ساتھ۔

وہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ لیکن اس نے اپنے اندر دل کو روشن محسوس کیا تھا۔ شاید وہ جان نہیں پایا تھا کہ اسکا رویہ ماہی کو کتنی تکلیف دیتا تھا، سب ختم ہو گیا تھا۔ وہ اپنے سے جانتا تھا حانم کی ناں کبھی ہاں میں نہیں بدلنے والی"

آپ ذکھا تو رہے ہیں دل مگر  
خیال کیجیے گا "خُدا" کو پرانہ چلے

"تم حشام کو کب سے جانتی ہو حانم--- ؟؟" ماہی کی آواز پر حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"کافی سالوں پہلے پاکستان میں ملاقات ہوئی تھی لیکن جان پہچان ابھی کچھ دن پہلے یونیورسٹی میں ہوئی ہے--- !! حانم نے صاف صاف بتایا تھا۔

"ہمم---" ماہی کا دل دھڑک رہا تھا۔

"آج انکا بر تھڈے تھا۔--- ؟؟" ماہی کا سوال تھا۔

ہاں---" حانم بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔ وہ حشام والے موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے سر درد اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔

ماہی کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ یہ وہ بھی جانتی تھی کہ آج حشام کا بر تھڈے تھا اور وہ اسے صحیح سب سے پہلے دش کرچکی تھی۔ لیکن حشام نے اسکے متوج کا جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اور خود حانم کے ساتھ کیک کاٹ رہا تھا۔ ماہی نے آنکھوں میں آئی نمی کو مشکل سے اندر کی طرف کھینچا تھا۔

"لیکن تم اسے کیسے جانتی ہو--- ؟؟" اچانک حانم کو احساس ہوا تو اس نے پوچھا تھا۔

"!! بابا کے بزنس پارٹنر کا بیٹا ہے۔ کچھ دن پہلے میں اسی کے ساتھ میٹنگ کیلئے گئی تھی۔"

ماہی کے لبھ میں نمی سی گھل گئی تھی جسے حانم نے صاف محسوس کیا تھا لیکن وہ کچھ نہ بولی۔۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا آج کے بعد وہ حشام جیل کی بات نہیں سننے والی تھی۔

وہ رات حشام کیلئے بہت بری گزری تھی۔۔ پیشک وہ ایسی باتوں کو لے کر زیادہ جذباتی نہیں ہوتا تھا۔۔ پیشک وہ اسے کافی سالوں سے چاہتا آرہا تھا۔۔ لیکن اسکے لئے سب سے زیادہ اہم اسکی بی جان تھیں۔۔ جو بہت اچھی تھیں اور اس سے بہت پیار کرتی تھیں۔۔ محبت کے معاملے میں زبردستی نہیں چلتی۔۔ یہ بات حشام جان چکا تھا۔۔ وہ جیسے ماہی کو اپنا نہیں سکا ویسے ہی حانم نے اسے اپنانے سے انکار کر دیا تھا۔۔ دل توٹوٹا تھا اسکا۔۔ جیسے وہ ماہی کا توڑتا لیکن اس سے رویا نہیں جا رہا تھا۔۔ میں نے تمہارے لئے سارہ کو پسند کر لیا ہے حشام وہ بہت اچھی لڑکی ہے اور سب سے بڑھ کر میری اپنی بھائی ہے "بی جان نے گویا بم پھوڑا تھا۔۔ لیکن بی جان۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔

"لیکن کیا حشام۔۔ کوئی اور پسند ہے تمہیں تو بتاؤ۔۔ لیکن یاد رکھنا جو بھی پسند ہو مجھے قبول ہو گی بس وہ سید خاندان سے ہو۔۔ تم اپنے خاندان کی روایات کو اچھے سے جانتے ہو" بی جان کی بات سن کرو وہ اذیت سے آنکھیں مُچ گیا تھا۔۔ وہ ہر طرف سے پھنسا ہوا تھا۔۔ سب سے پہلے تو حانم انکار کر چکی تھی۔۔ اگر وہ مان بھی جاتی تو چھوٹے بابا سمیں یعنی سید جیل کبھی نہ مانتے۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں حشام۔۔" بی جان کی آواز ابھری تھی۔

"مجھے سوچنے کیلئے کچھ وقت چاہیے بی جان۔۔"

"کتنا وقت۔۔؟؟ اور بات سالوں پر ناجائے میں اب تمہارے سر سہرا دیکھنا چاہتی ہوں۔۔ تمہاری عمر کے سبھی لڑکوں کی شادی ہو چکی ہے بس ایک تم ہی رہتے ہو" بی جان کا انداز حکمیہ تھا۔۔ وہ شنوں میں بندھا لڑکا۔۔ جسکے لئے رشتے اسکی محبت سے زیادہ معنی رکھتے تھے، وہ کبھی بغوات نہیں کر سکتا تھا۔۔ یہ بات بی جان اچھے سے جانتی تھیں۔

حانم کو امید تھی کہ حشام اسے کبھی نہیں کرے گا اور وہ اسکی امید پر پورا ترا تھا۔

دو مہینے گزر پکے تھے اسکا حشام سے دوبارہ سامنا نہیں ہوا تھا۔۔ اسکے آخری سمسیٹر کے پیپر بھی ختم ہو گئے تھے۔۔ وہ اس دن کچھ کتابیں اشو کروانے کیلئے سٹی لابریری آئی تھی۔۔ کافی دیر ڈھونڈنے کے بعد بھی اسے اپنی مطلوبہ کتاب نہیں ملی تھی۔۔ حانم جھنجھلاتے ہوئے کاؤنٹر پر موجود لابریرین کے پاس گئی تھی۔۔ لیکن جیسے ہی وہ کاؤنٹر پر پہنچی اسے وہاں اپنی مطلوبہ کتاب رکھی نظر آگئی تھی۔

"مجھے یہ کتاب چاہیے۔۔!!" اس نے وہاں بیٹھے لڑکے سے کہا۔

"یہ کتاب تو آپ سے پہلے کوئی اور اشو کروا چکا ہے۔۔" لڑکے نے بتایا تھا۔

"کس نے اشو کروئی ہے۔۔؟؟" حانم پوچھ رہی تھی۔

"خشام بن جیل۔۔ وہ فون سننے باہر گئے ہیں۔۔"

لڑکے نے کہتے ہوئے گلاس ڈور سے باہر اشارہ کیا تھا۔

"اوکے میں ان سے بات کر لیتی ہوں۔۔" حامم باہر نکل آئی تھی۔ اسے حشام فون کان سے لگائے بات کرتے ہوئے نظر آگیا تھا۔ "مسٹر حشام جیل جو کتاب آپ اشو کرواچکے ہیں وہ ام حامم کو یعنی مجھے چاہیے۔۔ آپ کو کوئی مسئلہ تو نہیں۔۔؟؟" وہ اسکے پیچھے کھڑی اوپھی آواز میں بول رہی تھی۔ حشام کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔ اس نے جیرت سے حامم کو اور پھر گھبرا کر فون کو دیکھا تھا۔ "میں وہ کتاب لے لوں۔۔؟؟" حامم نے دوبارہ پوچھا تھا۔ حشام نے فوراً فون بند کیا تھا۔ اسکی اس حرکت کو حامم نے محسوس کیا تھا۔ وہ آج اسے دو ماہ بعد دیکھ رہا تھا۔ الجھ وہی حکمیہ تھا۔۔۔۔۔

"آپ کچھ بھی مانگ لیں۔۔" حشام جیل انکار نہیں کر سکتا" وہ چمکتی آنکھوں سے کہہ رہا تھا۔ "اور کچھ نہیں چاہیے صرف کتاب۔۔ آپ آکر لا بسیرین سے بات کر لیں" وہ گویا حکم دیتی اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ حشام مسکرا کر رہ گیا تھا وہ لڑکی حکم دینے کیلئے بنی تھی۔

وقت کیسے گزرتا ہے کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے ابھی کل کی ہی بات تھی جب یونیورسٹی میں انگلی کلاس کا پہلا دن تھا۔۔ اور اب وہ لوگ اپنے کورس کے دو سال بھی پورے کرچکے تھے۔۔ انسان جن لوگوں کے ساتھ رہتا ہے وقت گزرنے پر ان سے انسیت ہوئی جاتی ہے۔۔ کچھ ایسا ہی حامم کے ساتھ ہوا تھا۔ میڈی پوری کلاس کو لے کر کافی شاپ پر آیا تھا۔۔ یہ وہ کافی شاپ تھی جہاں وہ جاب کرتا تھا۔

اسے پہلی تھنوہ ملی تھی اور اسی خوشی میں وہ اپنی کلاس کو اسی شاپ میں کافی پلانے لایا تھا۔۔ اس شاپ میں اسکی البرڈ سے بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ حامم اس کافی شاپ کو پہلے جانتی تھی۔ وہ پچھلے چھ ماہ سے اس شاپ پر آرہی تھی۔ اسے یہاں کی چائے جو البرڈ خاص طور پر اسکے لئے بناتا تھا بہت پسند تھی۔۔ کلاس نے پوری شاپ میں شورو غل مچا رکھا تھا۔

کلاس کے لڑکیاں کھلے دل سے کافی کی تعریف کر رہے تھے جو میڈی نے اپنے ہاتھ سے سب کیلئے بنائی تھی۔ وہ سٹوڈنٹس کے درمیان گھرا سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا جھکا کر شکریہ ادا کر رہا تھا۔ حامم کی نظریں آج بھی شاپ سے باہر تھیں۔۔ باہر سڑک پر چلتی گاڑیاں اسے اچھی لگ رہی تھی۔۔ اس نے سیاہ رنگ کی جینز پر گھٹنوں تک آتی لمبی قمیص پہنی ہوئی تھی جس پر ٹھنڈوں سے تھوڑا اوپر تک آتا اونی کوٹ پہن رکھا تھا۔۔ سر پر اونی ٹوپی تھی جس نے اسکے بالوں کو چھپا کھا تھا۔۔ اسکے سامنے رکھ کپ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔۔ اچانک ہی اسے عجیب سی بے چینی شروع ہو گئی تھی۔۔ اسے خود پر کسی کی نظر وہ کسی کی پتش محسوس ہوئی تھی۔ حامم نے چونک کر شاپ میں موجود لوگوں پر نظر دوڑائی تھی۔۔ اچانک اسکی نظر ایک کونے میں رکھی میز پر بیٹھے شخص پر پڑی تھی۔۔ اسکا چہرہ ہڈی سے چھپا ہوا تھا۔ حامم کے دیکھنے پر وہ چہرہ کارخ موڑ چکا تھا۔۔ جس طرح وہ بیٹھا تھا حامم کو سالوں پہلے کلاس کے آخری بیٹھ پر بیٹھا شخص یاد آیا تھا۔

"آر جے۔۔ افف میں بھی کیا سوچ رہی ہوں۔۔" حامم نے اپنی ہی سوچ پر خود کو ڈپٹا تھا۔۔ کتنی ہی دیر کافی اور ماحول سے لطف اندوڑ ہونے کے بعد اسکی پوری کلاس کے سٹوڈنٹس جاچکے تھے۔۔

کچھ سوچ کر حامم بھی شاپ سے باہر نکل آئی تھی۔

"سچل۔۔" میڈی اسکے پیچھے لپکا تھا۔ ان دو اڑھائی سالوں میں اسکی میڈی سے کافی بے تکلفی ہو گئی تھی۔۔ میڈی تو اسے اپنی سب سے اچھی دوست مانتا تھا۔ "تم اکیلی جاؤ گی گھر میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔۔" حامم کے رکنے پر میڈی نے کہا تھا۔

"میں کوئی بچی نہیں ہوں میڈی پچھلے اڑھائی سال سے میں پیرس میں آوارہ گردی کر رہی ہوں۔۔۔!! اور تم مجھے گھر چھوڑنے کی بات کر رہے ہو۔۔۔"

وہ ہنس دی تھی۔ یہ بات واقعی سچ تھی۔ جیسے اس نے پہلے دو سال گھر میں بندرہ کر گزارے ویسے ہی اب اس نے یہ اڑھائی سال پر گھومتے گزارا تھا۔

"لیکن پھر بھی۔۔۔"

"تم اپنی شاپ سنبحالو۔۔۔ میں چلی جاؤں گی" وہ مسکرا کر کہتی آگے بڑھ گئی تھی۔ وہ دونوں سڑک کے درمیان کھڑے تھے۔ ٹرینک زیادہ نہیں تھی اور اس سڑک پر بہت زیادہ گاڑیاں نہیں ہوتی تھیں۔ جیسے ہی میڈی اڑھامنے سے آتی ڈبل ڈیکر بس کو دیکھ کر اسکے ہوش اڑ گئے تھے۔ بس کافی اسپیڈ سے آرہی تھی۔ وہ اچھل کر سانیڈ پر ہوا تھا۔ لیکن یہ کیا۔۔۔ بس کارخ بھی اسکی طرف ہو گیا تھا۔۔۔ میڈی نے چلاتے ہوئے جس طرف کو بھی ہوتا تھا بس کارخ بھی اسی جانب ہو جاتا تھا۔ لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے۔۔۔ بس اور اسکے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا۔۔۔ اس سے پہلے کہ بس اسے اڑاتی کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا اور بس جس جگہ پر وہ ایک پل پہلے کھڑا تھا وہاں سے گزر کر تھوڑا آگے جا کر رکی تھی۔ میڈی نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھوئی تھیں۔۔۔ اور پھر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر ڈر کر پیچھے ہوا۔ وہ ایک لڑکا جس نے ہڈی پہنی ہوئی اور اسکے گال پر جلسے ہوئے کا نشان تھا۔ لڑکے نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"سوری برو۔۔۔ گاڑی میں کچھ مسئلہ ہو گیا تھا بریک نہیں لگ رہی تھی۔۔۔ تمہیں اس شخص کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جسے مجھے جیل جانے اور تمہیں heaven میں جانے سے بچالیا۔۔۔!! بس سے ایک آدمی نے اتر کر کہا تھا۔

"بہت بہت شکریہ۔۔۔!! میڈی نے اس جلے ہوئے چہرے والے لڑکے کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔ میڈی ایک جذباتی لڑکا تھا اور اسکے ساتھ ساتھ وہ بہت پیار کرنے والا ایک اچھا انسان تھا۔ ویسے تو وہ بہت چالاک اور شرارتی مشہور تھا۔۔۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اتنا بڑا ہی بے وقوف بھی تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔۔۔؟؟" میڈی نے پوچھا تھا۔

"میرا نام مون ہے اور میں بول نہیں سکتا۔۔۔" لڑکے فٹاٹ اپنا موبائل نکال کر اس پر ٹائپ کر کے بتایا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میڈی کو اشاروں کی زبان سمجھ نہیں آنے والی تھی۔

"اوہ۔۔۔ آؤ اندر آؤ۔۔۔!!" میڈی اسے لے کر شاپ کے اندر آگیا تھا۔ وہ اسکا احسان مند تھا۔

"ہمارے ہوتے ہو تم۔۔۔ اس شہر میں نئے ہو کیا؟؟؟"

میڈی کی بات پر مون نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"ضرور روز گار کیلئے آئے ہو گے۔۔۔" مون نے پھر اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"خیر کوئی نہیں آج سے تم میرے ساتھ رہو گے۔۔۔"

میڈی کی بات سن کر مون کی آنکھیں چمکی تھیں اور پھر اس نے میڈی کا شکریہ ادا کیا تھا۔

جبکہ میڈی اسکے جلے ہوئے چہرے اور قوت گویائی سے محروم دیکھ کر افسوس کر کے رہ گیا تھا۔

اگلے دن حامم شاپ پر آئی تو میڈی نے اسے سارا واقعہ سنایا تھا۔ وہ ہنس کر پاگل ہو گئی تھی۔  
"انجل تم ہنس رہی ہو؟ میں مر جاتا تو۔" میڈی نے خنکی سے کہا تھا۔

"مجھے تو سوچ سوچ کر ہنسی آ رہی ہے کیا سین ہو گا اس وقت۔۔۔؟" وہ پھر ہنس دی تھی۔ اس سے پہلے میڈی کچھ کہتا موں شاپ میں داخل ہوا۔  
"مون۔۔۔" میڈی نے اسے آواز لگائی تھی۔ وہ آواز سن کر انکی طرف بڑھا تھا۔

"اس سے ملویہ انجل ہے۔۔۔ اور یہ واقعی انجل ہے۔۔۔!!" میڈی نے تعارف کروایا تھا۔  
مون چمکتی آنکھوں سے حامم کو دیکھ رہا تھا اسے مون کی آنکھوں میں عجیب ساتاڑ نظر آیا تھا۔  
"ہیلو۔۔۔" حامم بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

جبکہ مون نے سر ہلا دیا تھا۔

"اوکے مجھے کچھ کام ہے میں چلتی ہوں۔۔۔" حامم اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دونوں اسے جاتے دیکھ رہے تھے۔  
"تمہارا نام مون کیوں ہے؟؟" حامم کے جانے کے بعد میڈی نے پوچھا تھا۔

"کیونکہ میرے چہرے پر داغ ہے۔۔۔ اور داغ تو مون پر ہی ہوتا ہے۔" مون نے ٹاپ کر کے اسے بتایا تھا جبکہ میڈی نا سمجھی سے گردن ہلا کر رہ گیا تھا۔

اور پھر ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جب حامم شاپ میں آتی تھی مون آجاتا تھا اور اسکے جانے کے بعد چلا جاتا تھا۔ وہ جہاں بھی جاتی تھی وہ اسکا پیچھا کرتا تھا۔ وہ سارا دن غائب رہ کر رات کو میڈی کے گھر پہنچتا تھا۔ حامم کا پیچھا کرنے والی بات سب سے پہلے البرڈ نے نوٹ کی تھی۔

"مجھے لگتا ہے وہ انجل میں دلچسپی لے رہا ہے۔۔۔ اس سے پہلے وہ کوئی قدم اٹھائے تمہیں کچھ کرنا چاہیے۔۔۔!! البرڈ کی بات نے میڈی کو سوچ میں ڈال دیا تھا۔ وہ خود ڈزنی لینڈ پر حامم کے پیچھے مون کو دیکھ چکا تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا جیسے اس نے مون کو اپنے پاس رکھ کر بہت بڑی غلطی کر دی تھی۔

اس سے پہلے مون کچھ کرتا میڈی نے حامم کو پرپوز کر دیا تھا۔ اسکی بات سن کر حامم کتنی دیر ہنسی رہی تھی۔

"شاید تم عمر میں بھی مجھ سے چھوٹے ہو میڈی۔۔۔ تم نے ایسا کیوں سوچا۔۔۔؟" وہ پاگلوں کی طرح ہنس رہی تھی۔

"جی نہیں میں چھوٹا نہیں ہوں۔۔۔"

"تم ہو میڈی کیونکہ میں نے اپنے دو سال ضائع کئے ہیں۔۔۔"

"کچھ بھی ہو۔۔۔ مجھے تم اچھی لگتی ہو انجل۔۔۔"

وہ منہ پھلانے کہہ رہا تھا۔

"اور جو لوگ اپنے لگتے ہیں انکی خوشی کا خیال رکھنا چاہیے۔۔۔ اور میری خوشی یہ ہے کہ آئندہ تم ایسی بات نہ کرو۔۔۔ سمجھ آئی نا۔۔۔؟؟" وہ بات کے آخر میں سنبھیجیدہ ہو گئی تھی۔ میڈی دل مسوں کر رہا گیا تھا۔ اس رات وہ بہت دکھی تھا۔ اور پھر گھر جاتے ہائے اسے کسی نے بری طرح سے پیٹا تھا۔ کوئی

کہہ رہا تھا کہ اسکی اینجل کو پرپوز کیوں کیا۔؟؟ میڈی تو بری طرح سے ڈرگیا تھا۔ جب وہ گھر پہنچا تو مون صوفے ہر لیٹائی وی دیکھ رہا تھا۔ اسے ایک پل کیلئے مون پر شک ہوا تھا لیکن وہ تو بول ہی نہیں سکتا تھا۔ میڈی کا خون کھول کر رہ گیا تھا لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

حامن نے بھی اپنے ارد گرد مون کی موجودگی کو محسوس کیا تھا۔ ناجانے کیوں اسے مون کے چہرے سے خوف آتا تھا۔ وہ اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔ اور سرد آنکھوں سے دیکھنا۔ حامن کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوتی محسوس ہوتی تھی۔ وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس روز تو حامن ضبط ہی جواب دے گیا تھا۔

بجانپ اڑاتے کافی کے کپ کو اس نے اٹھا کر جیسے ہی بلوں سے لگایا اسکی نظر ایک کونے میں بیٹھے شخص پر پڑی تھی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا نظریں ملنے پر وہ گڑ بڑا کر چہرے کا رخ موڑ گیا تھا۔ حامن کی تیوری چڑھی تھی۔ اس نے کپ کو میز پر پٹھا اور اپنی جگہ سے اٹھنے کے بعد قدم اس شخص کی طرف بڑھا دیے تھے جس کا آدھا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ یہ شخص ناجانے کیوں اسکا پیچھا کرتا تھا۔ حامن کو اس سے حد درجے کی کوفت ہوتی تھی۔ آج تو اس نے صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ حامن کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ سنبھل کر بیٹھا تھا اور اس طرح ظاہر کرنے لگا جیسے وہ اسے جانتا ہی نہ ہو۔

"ایکسیوزمی۔" پاس جانے پر حامن نے سخت سے لبھے میں اسے پکارا۔

وہ چائے پینے میں ایسے مگن تھا جیسے سنای نا ہو۔

"مسٹر مون آپ گونگے ہونے کے ساتھ ساتھ بہرے بھی ہیں کیا؟؟" اسکی اس بات پر مون نے چونک کر اپنے سامنے کھڑی اینجل کو دیکھا تھا جو اس وقت اینجل کم اور ڈائی زیادہ لگ رہی تھی۔ مون نے اسکے بہرہ کہنے پر برا سما منہ بنایا تھا۔

"لیں۔" آنکھوں سے اشارہ کیا گیا تھا کہ بولیے۔

"آپ میرا پیچھا کیوں کرتے ہیں۔؟؟ میں جہاں جاؤں آپ وہاں کیوں موجود ہوتے ہیں؟؟" وہ غصے سے پوچھ رہی تھی۔

"نو۔" مون نے لنگی میں سر ہلا کیا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

"اوہ تو آپ جھوٹ بھی بولتے ہیں۔؟؟" اینجل نے دونوں ہاتھوں کو ذرا سا اور اٹھا کر خالص برٹش لبھے میں کہا تھا۔

"نو۔" مون نے پھر سر لنگی میں ہلا کیا تھا اور ہونٹوں پر آئی مسکراہٹ کو مشکل سے ضبط کیا تھا۔

"لسن مسٹر مون۔" اگر آپ آئندہ مجھے اپنے آس پاس نظر آئے نا تو یہ گرم گرم چائے کا کپ منہ پر گرا کر جو آدھا چہرہ بچا ہوا ہے نہ وہ بھی جلا دوں گی یا پھر وہ جو سامنے گلداں نظر آرہا نہ وہ اٹھا کر سر میں مارو گئی، سمجھ آئی۔"

اسکی دھمکی سن کر مون کی آنکھیں جیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ وہ اتنی خطرناک کب سے ہو گئی تھی مون کو جیرت ہوئی۔

"سمجھ آگئی نا۔؟؟" اس کے خاموش رہنے پر اینجل نے دوبارہ پوچھا۔

"نو۔" وہ ایک بار پھر سر لنگی میں ہلا کیا تھا جبکہ اینجل غصے سے مٹھیاں بچھتی وہاں سے چل گئی تھی۔ اسکے لمبے اور کوٹ کے پیچے انگلش میں بروکن اینجل لکھا تھا۔

I am so lonely broken angel..  
One and only broken angel..

جنی کے ساتھ گائے گئے گانے کے الفاظ اسکے ذہن میں گوئچ گئے تھے۔ اور پھر اسکی دھمکی کو یاد کر کے وہ کھل کر مسکرا دیا تھا۔

وہ آخری دن شاید حامم کی دھمکی کام کر گئی تھی۔ اس دن کے بعد اسے موں کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا۔ وہ لاوچ میں صوفے ایلا کی طرح پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھی نوڈ لز کھانے میں مکن تھی جب ماہی کی آواز نے اسے چونکے پر مجبور کیا تھا۔  
” یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا میں انسان ہوں کوئی چیز نہیں جسے آپ اپنے بزنس کی نظر کر دینگے۔“ وہ لاوچ میں ٹہلتے ہوئے غصے سے کہہ رہی تھی۔  
” میں یہ شادی ہرگز نہیں کر سکتی۔ میں اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتی ہوں یہ آپ اپھسے جانتے ہیں۔“  
” یہ ماہی کس لمحے میں بات کر رہی ہے۔ اس نے تو ایسے وہ بھی انکل سے کبھی بات نہیں کی۔“  
حامم کو حیرت ہو رہی تھی۔

” آپ کا بزنس ڈوبتا ہے تو ڈوبے۔ میں کسی ایسے انسان سے شادی نہیں کر سکتی جسے میں جانتی تک نہیں۔!!“ وہ اوپھی اوپھی آواز میں بول رہی تھی۔ لوسی ماں، حلیمه بی اور حامم تینوں حیرت سے اسے تک رہی تھیں۔

” آپ ٹھیک سمجھ رہے ہیں بابا میں، بہت بدال گئی ہوں۔ تو میں کیا کروں اگر آپکی طبیعت خراب ہے۔ میں قربانی نہیں دے سکتی۔!!“ ماہی کی یکطرفہ بات سن کر حامم کو تو گویا اچھو ہی لگ گیا تھا۔  
اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ ماہی ہی تھی جو اس طرح سے بول رہی تھی۔

” اگر آپکو یاد ہو تو آپکی دو بیٹیاں اور بھی ہیں آپکو قربانی کیلئے میں ہی کیوں نظر آئی ہوں۔؟؟“  
آپ اپنی دوسری بیٹیوں سے قربانی مانگ لیں مجھے امید ہیں وہ انکار نہیں کریں گے۔“

ماہی ایک لفظ چبا کر کہتی حامم پر ایک سرد سی نظر ڈال کر اندر جا پھکی تھی جبکہ حامم کو تو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔  
” یہ کیا ہو گیا ہے ماہی کو۔؟“ وہ سوچ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی نتیجے پر پہنچتی اسکے سامنے میز پر رکھافون بجا تھا۔ حامم ایک دم چوکنی تھی۔ آسیہ بیگم کی کال تھی۔ حامم نے فون اٹھانے کے بعد سلام کیا تھا۔

” میں تم سے کچھ مانگنے جا رہی ہوں ہانی مجھے امید ہے تم انکار نہیں کرو گی۔“ آسیہ بیگم کی دھڑک رہا تھا اسے کسی انہوں کا احساس ہو رہا تھا۔

” بیٹا حمدان کے احسانات کا بدلہ چکانے کا وقت آگیا ہے۔ تمہیں قربانی دینی ہو گی کیا تم اسکے لئے تیار ہو؟؟؟“ آسیہ بیگم پوچھ رہی تھیں۔  
” امی صاف صاف بات کریں۔ میرا دل گھر ارہا ہے۔ کس قربانی کی بات کر رہی ہیں آپ۔؟؟؟“

حامم کو اپنے اندر ہوں اٹھنے محسوس ہو رہے تھے۔ جانے آسیہ بیگم اس سے کیا مانگنے والی تھیں؟؟؟

” حمدان کے بزنس میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے پوری بات تو میں بھی نہیں جانتی لیکن اگر ہم ان لوگوں سے رشتہ بنالیں تو تعلقات مزید استوار ہونگے اور حمدان کی سوالوں کی محنت ڈوبنے سے بچ جائے گی۔!!“ آسیہ بیگم نے اپنے علم کے مطابق حامم کو سب بتا دیا تھا۔

” لیکن امی کون لوگ ہیں یہ۔؟؟“ وہ حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔ لیکن لڑکا اچھا ہے، ماہی نے تو انکار کر دیا ہے وہ کسی صورت بھی یہ شادی نہیں کرے گی، اب ہماری امید تم ہو، آسیہ بیگم کی باتوں نے حامی کے سر میں درد کر دیا تھا۔

"شام تک اچھے سے سوچ لو پھر بتانا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ تمہارا جواب ہاں میں ہو گا۔" وہ اپنی سنا کر فون بند کر چکی تھیں جبکہ وہ حیران سی بیٹھی رہ گئی تھی۔

قربانی بہت بڑی مانگی تھی اسکی ماں نے۔ نہ قربانی دینے کی ہمت تھی اور نہ انکار کرنے کا حوصلہ۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ شام ہونے ہی والی تھی۔ حامی کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے۔ وہ ماہی سے اس وقت تفصیل بھی نہیں پوچھ سکتی تھی کیونکہ وہ پہلے ہی بہت غصے میں تھی۔ اس نے ایک پل کو سوچا تھا کہ ماہم کا نکاح کروادے گھر والوں سے کہہ کر۔ لیکن دوسرے ہی پل اس نے اپنے دماغ سے یہ سوچ نکال دی تھی۔ جو کام وہ خود نہیں کر سکتی تھی۔ کیسے مطلب پرستوں کی طرح اس چیز کی قربانی ماہم سے مانگ سکتی تھی۔؟؟؟

رات کو ماہی اسکے کمرے میں آئی تھی۔ "تم نے شادی کیلئے ہاں کر دی۔؟؟" وہ حیرانی اور خوشی کے ملے جملے تاثرات سے حامی کو دیکھ رہی تھی۔ "شادی نہیں صرف نکاح کیلئے۔" حامی نے جواب دیا تھا۔

ہاں وہی میری جان، مجھے یقین نہیں ہوتا کہ تم اتنی جلدی کیسے مان گئی ہو؟؟؟ ماہی نے آگے بڑھ کر اسکے گال پر پیار کیا تھا، حامی سے حیرت سے دنگ اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ صحیح والی ماہی تو کہیں سے بھی نہیں لگ رہی تھی، یہ تو بہت خوش نظر آرہی تھی۔ انتہائی خوش۔ حامی نے کچھ دیر پہلے ہی فون کر کے آسیہ بیگم کو اس نکاح کیلئے ہاں کر دی تھی اور اب ماہی اسکے کمرے میں موجود تھی۔

"تم دیکھنا تمہیں وہ لڑکا ان شاء اللہ بہت پسند آئے گا، بہت خوش رکھے گا تمہیں۔" ماہی اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تھی۔ جبکہ حامی ابھی تک صدمے کی حالت میں تھی۔

"اب تم آرام کرو۔ پرسوں یعنی جمعۃ المبارک کے دن عصر کے بعد تمہارا نکاح ہے۔ مجھے ایلا کے ساتھ مل کر بہت سی تیاریاں کرنی ہیں" وہ اسے تلقین کرتی جا چکی تھی جبکہ حامی ناسمجھی سے سوچ رہی تھی کہ آخر یہ ہو کیا رہا تھا۔؟؟

اگلے دن حمدان صاحب، آسیہ بیگم، ماہم اور جواد وہ سب لوگ پیرس آگئے تھے۔ حامی تو انہیں دیکھ کر سکتے میں چلی گئی تھی۔ اسے اتنا بڑا سرپرائز دیا گیا تھا کہ وہ حیرت سے گنگ انہیں دیکھ رہی تھی۔ جب ہوش آیا تو سب سے لپٹ لپٹ کر روئی تھی۔ جواد اب لڑکپن کی عمر سے نکل کر جوانی کی دلیز پر قدم رکھ چکا تھا۔ وہ خواب کی حالت میں سب کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا وہ اتنے سالوں بعد اپنے گھر والوں سے مل رہی تھی۔ ان لوگوں کے آتے ہی گھر میں رونق بڑھ گئی تھی۔ ماہم، ماہی اور ایلا کے ساتھ مل کر بازار حامی کے نکاح کا جوڑا لینے گئی تھی۔ حامی نے خود جانے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ آسیہ بیگم کے ساتھ اپنا وقت بیٹانا چاہتی تھی۔

سب بہت خوش نظر آرہے تھے۔ حامی کو کہیں سے بھی یہ نکاح قربانی کیلئے کیا گیا نہیں لگ رہا تھا۔ یہ نکاح اسکے لئے مبارک ثابت ہوا تھا کیونکہ اس نکاح میں وہ اپنوں سے مل پائی تھی۔

وہ سرخ و سفید رنگ کے جوڑی دار پچبائے اور قیصیں میں نک سک سی تیار ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ گھر کو بھی روشنیوں سے سجا�ا گیا تھا۔ ہر کوئی تیار تھا صرف دو لہے صاحب کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ حامم کو یقین نہیں ہوا تھا کہ واقعی یہ اسی کے نکاح کی تقریب تھی۔۔۔؟ سب بہت خوش لگ رہے تھے۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو انو آپی" جواد اسکے پاس آ کر بیٹھا تو حامم کو مضبوط پناہوں کا احساس ہوا تھا۔ وہ واقعی بہت بڑا ہو گیا تھا ماشاء اللہ۔ حامم نے دل ہی دل میں سب کی نظر اتاری تھی۔

کچھ دیر بعد لڑکے والے آگئے تھے۔ انہیں ڈرائیور میں بٹھایا گیا تھا۔ حامم سے کسی نے اپنے کمرے سے باہر آنے کو نہیں کہا تھا اور نہ وہ خود گئی تھی۔ اسکا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ جذبات و احساسات بالکل نئے تھے۔ کچھ دیر بعد قاضی نکاح کیلئے آیا تھا۔ وہ حامم سے اسکو روحان حیدر کے نکاح میں دیئے جانے کا پوچھ رہا تھا جبکہ حامم کو روحان کے نام پر کرنٹ لگا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اس شخص کے کسی ہم نام سے بھی نہیں ملتی کہاں اسکے ہم نام سے شادی۔۔۔؟؟ "ہانی بیٹا بولو۔" آسیہ بیگم نے اسے خاموش دیکھ کر کہا تھا۔ "جی۔۔۔" وہ اثبات میں سر ہلاکئی تھی۔

پانچ منٹ بعد قاضی جاپ کا تھا۔۔۔ جبکہ حامم اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

نکاح ہو چکا تھا۔۔۔ ماہی نے اسے باہر آنے کا کہا تھا تاکہ اسے روحان حیدر کے ساتھ بٹھایا جاسکے۔

"نہیں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے" حامم نے صاف انکار کر دیا تھا۔ ماہی اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ خوبصورت چہرے پر سوچ کی لکیریں واضح تھیں۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو" وہ کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔ حامم کو کسی انسان کی بھی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ ابھی پڑی تھی، اسے پہلے ماہی کافون پر اس طرح حمدان انکل سے بات کرنا اور پھر حامم کی ہاں کرنے پر اتنا خوش ہونا۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کیا حقیقت تھی اور کیا دھوکہ تھا؟؟؟

ڈرائیور روم میں کافی چہل پہل پہل تھی۔ روحان حیدر خاموش لیکن پر سکون سا بیٹھا تھا۔ جواد اسکے ساتھ چپکا بیٹھا تھا جبکہ حمدان صاحب روحان کے بڑے بھائی کے ساتھ بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔

"حامم کو بھی کھانا دے آؤ" حلیمه بی کی آواز پر ماہی فٹ سے اٹھی تھی۔ اور کھانے کی ڈش لے کر اسکے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"تم بہت خوش نصیب ہو ہانی کہ تمہیں روحان حیدر جیسا لڑکا ملا ہے سچی مجھے لگتا تھا کہ دنیا میں حشام جیل سے زیادہ خوبصورت مرد کوئی نہیں، لیکن روحان کو دیکھا تو مجھے اپنا بیان بد لانا پڑا۔۔۔" وہ مسکرا دی تھی جبکہ حامم حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ جان گئی تھی کہ ماہی حشام کو بہت پسند کرتی تھی۔ شاید اسی وجہ سے اس نے روحان سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حامم نے جو ہلکہ ہلکا زیور پہنا تھا وہ اتار دیا تھا۔ اب بس چھوڑیاں پہنی تھیں اور نکاح کا جوڑا۔۔۔

وہ تھکی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس نے مشکل سے تھوڑا سا کھانا کھایا تھا۔ جنوری کا مہینہ تھا۔ آج 18 جنوری تھی، یہ کیسا دن تھا۔ اور اس دن کیا ہوا تھا حانم کو یاد بھی نہیں تھا۔

”میں سو جاؤں۔۔۔؟“ اس نے ماہی کو لگاتار بولتے دیکھا تو پوچھا۔

ہاں ٹھیک ہے۔۔۔ ماہی کو ایک دم بریک لگی تھی۔ کمرے میں ہیٹر کی گرماش حانم کو سکون پہنچا رہی تھی۔ ماہی چلی گئی تھی اور وہ اپنے دکھتے سر کے ساتھ سونے کیلئے لیٹ گئی تھی۔

نکاح سے پہلے وہ اتنی پریشان نہیں تھی جتنی نکاح کے بعد ہو گئی تھی۔ سب کچھ اچانک، ایک دم، اتنی جلدی بدل جاتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا، صبح وہ اٹھی تو ام حانم تھی اور اب اسے روحان حیدر کا بنا یا جا چکا تھا۔

حانم کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسکے ساتھ کیا ہوا تھا۔ آرجے مرچکا تھا یہ وہ جانتی تھی اور اسکا نام روحان جبیل تھا، لیکن اسکا ہم نام روحان حیدر، اسے شدید کوفت ہو رہی تھی،

نکاح سے پہلے اور نکاح کے بعد اسے سب نے کہا تھا کہ اگر وہ روحان سے ملا چاہے تو مل لے۔

لیکن وہ بھی ذہنی طور پر خود کو تیار نہیں کر پائی تھی کہ وہ اس شخص سے ملے جو اسکی زندگی کا اہم حصہ بن گیا تھا۔ شاید آج بھی ماضی کا خوف اسکے دل میں سانپ کی طرح کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ کتنی ہی دیر وہ جاتی رہی تھی۔

وہ پوچھنا چاہتی کہ یہ روحان حیدر کون تھا۔۔۔؟ لیکن اسکی بہت ہی نہیں ہوئی۔۔۔ شاید اس سوال کے جواب میں اس سے بہت سے سوال کئے جاتے۔ اور وہ ایسا کبھی چاہتی تھی۔ نکاح سے پہلے اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا تو نکاح کے بعد کیوں؟؟ سوچتے سوچتے وہ نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔ رات کو اچانک زور دار آواز پر اسکی آنکھ کھلی تھی۔ کمرے میں اندر ہیرا تھا۔ حانم نے کھڑکی کے پاس کسی مرد کا ہیولہ دیکھا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر بیڈ کے ساتھ میز پر رکھا یہ پ آن کیا اور دوبارہ کھڑکی کی جانب دیکھا۔ لیکن کھڑکی کے پاس کوئی بھی نہیں تھا۔ ایک بھاری سٹیل کا گلدان جو کہ کھڑکی کے ساتھ میز پر رکھا تھا وہ نیچے گرا ہوا تھا۔ اسی کے گرنے سے حانم کی آنکھ کھلی تھی۔ کمرے میں ایک عجیب سی خوشبو پھیلی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی انسان اسکے کمرے میں کافی دیر موجود رہا تھا۔

ڈر سے حانم کا حلق خشک ہو گیا تھا۔۔۔ اسے اپنے دل دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

اسے اچھی طرح یاد تھا جب وہ سوئی تو کھڑکی بند تھی، اتنی ٹھنڈ میں وہ اسے کھولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔ لیکن اب وہ کھلی ہوئی تھی۔۔۔ یقیناً وہ کسی نے کھولی تھی۔۔۔

اور نیچے پڑا گلدان وہ اپنے آپ کیسے گر گیا۔۔۔؟ حانم کو خوف محسوس ہو رہا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔ اور پھر ڈرتے ڈرتے کھڑکی بند کی تھی۔۔۔ اسے بھاری کپڑے پہن کر سونے کی عادت نہیں تھی۔ اور وہ دو دنوں سے ہونے والے واقعات میں اتنی ابھی ہوئی تھی کہ ایسے ہی سوگئی تھی۔ الماری سے ایک سادہ سا سوت نکالنے کے بعد وہ ڈریسینگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

ابھی جو کچھ بھی کمرے میں ہوا حانم کو وہ اپناو ہم لگ رہا تھا۔

وہ لوگ ایک ہفتے بعد واپس چلے گئے تھے حامم کیلئے یہ اسکی زندگی کے جیسے سب سے خوبصورت دن تھے۔ اس ایک ہفتے میں اسے نہ تو آر جے یاد آیا تھا اور نہ روحان حیدر۔ سب واپس چلے گئے تھے اور اب سے رونا آرہا تھا۔

گھر کی رونق ایک دم ختم ہو گئی تھی۔ حامم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

ہانی تمہاری روحان سے مطلب روحان بھائی سے بات ہوئی۔ ”حامم لاوچ میں بیٹھی غائب دماغی سے ٹی وی دیکھ رہی جب اسے ایلا نے چھیڑا۔“ نن۔ نہیں تو ”حامم گڑ بڑا گئی تھی۔

”کمال ہے۔ نکاح ہو گیا ہے اب تو تم دونوں کو بات کرنی چاہیے ایک دوسرے سے تاکہ اچھے سے ایک دوسرے کو سمجھ سکو۔“

”روحان کہہ رہا تھا کہ جب تک حامم اس سے خود بات نہیں کرے گی وہ بھی نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ زبردستی سر پر سوار ہونے والوں میں سے نہیں۔“ ماہی نے ایلا کی بات کا جواب دیا تھا جبکہ حامم خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھی۔

”ہونہہ۔ آیا بڑا شہنشاہ۔“ حامم نے تو کبھی خود کو میچ نہیں کیا۔ !! ”حامم دل ہی دل میں بڑ بڑا گئی تھی۔ جبکہ وہ دونوں ابھی تک روحان کے گن گانے میں مگن تھیں۔ حامم یہ روحان نامہ سن سن کر تھک گئی تھی اسے چڑھنے لگی تھی اس شخص سے۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور اپنے کرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جبکہ پیچھے ماہی اور ایلا کا قہقهہ ابھرا تھا۔

عشاہ کی نماز پڑھنے کے بعد وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی جب ماہی نے اسکے فون پر ایک ویڈیو سینڈ کی تھی۔ وہ ویڈیو ڈاؤنلوڈ کرنے کے بعد بے مقصد ہی اسے دیکھنے لگی تھی۔ ویڈیو میں ایک بہت بڑا ہال دکھایا گیا تھا۔ شاید وہ کوئی سیمینار ہال تھا۔ ہال کے اندر بہت سے سٹوڈنٹس نظر آرہے تھے۔ دائیں باشیں لمبی قطاریں تھیں جن پر سٹوڈنٹس اوپر کی جانب بنی کر سیوں پر بیٹھے تھے۔ قطاروں میں کافی فاصلہ تھا۔ درمیان میں ایک اوپری لکڑی کی کرسی پر ایک ادھیر عمر آدمی موٹا سا چشمہ لگائے بیٹھا تھا۔ حامم کے چہرے پر الجھن ابھری تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ کس چیز کی ویڈیو ہے۔ اچانک باشیں جانب والے سٹوڈنٹس کی قطار میں ایک لڑکا کھڑا ہوا تھا۔

”مسٹر روحان میرا آپ سے ایک سوال ہے۔“ روحان کے نام پر حامم کے کان کھڑے ہوئے تھے۔

”اسلام کی بنیاد ہی واحد انسیت ہے، اگر اللہ ایک ہے تو اس کے لئے جمع کا صیغہ کیوں؟“

قرآن مجید میں جہاں اللہ کلام کرتا ہے وہاں لفظ ”خُن“ ہم ”استعمال کیا گیا ہے،“

”جیسے ہم نے یہ ذکر اتنا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں“ یہاں پر ہم سے مراد کون ہے۔ ؟ صرف اللہ یا پھر کوئی بھی اور اسکے ساتھ ہے۔ ؟ جیسے میں نے پڑھا کہ قرآن کی آیات کو ایک فرشتہ جبراائل لے کر آتا تھا۔ تو کیا ہم سے مراد اللہ اور اسکے فرشتے ہیں؟ اگر ایسا ہے، تو کیا اسلام متعدد دیوتاؤں پر ایمان رکھتا ہے؟ وہ لڑکا یہودی تھا جس نے اپنا نام ایرک بتایا تھا۔ ہال میں اسکے سوال پر تالیوں کی آواز گونج گئی تھی۔ لڑکے کا سینہ فخر سے چوڑا ہو گیا تھا۔ اس نے اسلام کی بنیاد پر ہی سوال اٹھایا تھا۔ اب کیمرے کا رخ گھوما تھا۔ دائیں طرف سے ایک سٹوڈنٹ کھڑا ہوا تھا۔ یقیناً وہ روحان تھا۔ لیکن یہ کیا اسکا چہرہ دھندا تھا۔ صاف نظر نہیں آرہا تھا۔ حامم کو بہت الجھن ہوئی تھی۔ وہ اسے جواب دیتے دیکھنا چاہتی تھی۔

"آپ نے بہت اچھا سوال کیا ہے۔۔۔ لیکن ان شاء اللہ میں جواب دوں گا۔۔۔" اسکی آواز بہت ٹھہری ہوئی اور پرسوں تھی۔ "اسلام سختی کے ساتھ تو حید کا مذہب ہے، یہ تو حید پر ایمان رکھتا ہے اور اس بارے میں کوئی مصالحت گوارا نہیں کرتا۔ اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ ایک ہے اور اپنی صفات میں بے مثل ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اکثر اپنے بارے میں لفظ "خُن" (هم) استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان ایک سے زیادہ معبودوں پر ایمان رکھتے ہیں۔۔۔" وہ اتنا کہنے کے بعد خاموش ہوا تھا۔

"شاید آپ لوگوں کو پتا ہو کہ متعدد زبانوں میں جمع کے صیغہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عددی جمع کا صیغہ ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ زیرِ بحث چیز تعداد میں ایک سے زیادہ ہے، جمع کا دوسرا صیغہ احترام کے لیئے بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ انگریزی زبان میں ملکہ انگلستان اپنا ذکر "آئی" (I)

کی جگہ "وی"

"(We)

کے لفاظ سے کرتی ہے۔ یہ اندرازِ تخطاطب رائل پلورل

(Royal Plural)

یعنی "شائی صیغہ جمع" کے الفاظ کے سے معروف ہے۔ بھارت کے سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی ہندی میں کہا کرتے تھے: "هم دیکھنا چاہتے ہیں" "گویا ہندی اور اردو میں "هم" رائل پلورل ہے۔

اسی طرح عربی میں جب اللہ قرآن میں اپنا ذکر کرتا ہے تو وہ اکثر عربی لفظ "خُن" استعمال فرماتا ہے۔ یہ لفظ عدد کی جمع کو نہیں بلکہ احترامی جمع کو ظاہر کرتا ہے۔ تو حید اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے، ایک اور صرف ایک معبود حقیقی کا وجود اور اس کا بے مثل ہونا وہ مضامین ہیں جن کا قرآن مجید میں متعدد بار ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سورہ اخلاص میں ارشاد ہوا

قلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۱)

"کہہ دیجیئے: وہ اللہ ایک ہے"

اگر آپ گرامر کو پڑھیں تو آپ کو اندرازہ ہو گا کہ ہر لفظ کے ایک سے زیادہ معنی نکلتے ہیں خاص طور پر عربی زبان میں مجھے امید ہے کہ آپ کو سمجھ آئی ہو گی۔۔۔ وہ کہہ کر خاموش ہو چکا تھا۔ ہال میں سناثا چھا گیا تھا۔ لیکن اسکا چہرہ ابھی تک بل رہا۔ ویڈیو ختم ہو گئی تھی جبکہ حامم ابھی تک اس شخص کی باتوں کے حصاء میں میں تھی۔

"یہ کون ہے۔۔۔؟" حامم نے ماہی کو متوج کیا تھا۔

"تمہارا شوہر۔۔۔" سماں کے ساتھ جواب حاضر تھا۔

"لیکن یہ ہے کون۔۔۔؟" دوبارہ پوچھا گیا تھا۔

"مجھے تو اسلام کا لرگ رہا ہے۔۔۔ اگر نہیں ہے تو بن جائے گا۔۔۔ تمہیں کیا لگتا کہ وہ کون ہے۔۔۔؟" ماہی اسے چڑا رہی تھی۔

"لیکن اسکا چہرہ نظر کیوں نہیں آ رہا۔۔۔؟" حامم کو اسے دیکھنے کا اشتیاق ہوا تھا۔

"یہ تم خود پوچھ لونا۔۔۔ تمہارا نکاح ہوا ہے اس سے میرا تو نہیں" ماہی مسکراہٹ ضبط کرتی اسے جواب دے چکی تھی۔ جبکہ حامم اسکی بات سن کر دنگ رہ گئی تھی۔

"تمہیں اسکی سو شل میڈ یا اکاؤنٹ کی آئی ڈی بھیج رہی ہوں فالو کر سکتی ہو تم اسے۔۔!!" کچھ دیر بعد ماہی کا میج آیا تھا اور ساتھ ہی لنک بھی تھا۔ جبکہ حاصل ابھی تک شاکٹ بیٹھی تھی۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جو اس نے ابھی کچھ دیر پہلے دیکھا کیا وہ سچ تھا؟؟

دو دن کی ذہنی شکمش اور سوچ و بچارے کے بعد حاصل نے اپنا موبائل اٹھایا تھا۔ آج وہ اتنے سالوں بعد پھر سے سو شل میڈ یا کو استعمال کرنے والی تھی۔ اس نے فیس بک پر بینگل کے نام سے آئی ڈی بنائی تھی۔ ماہی کا بھیجا گیا لنک اوپن کیا تھا۔ حاصل کو اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ وہ اس شخص کو دیکھنے جا رہی تھی جسکا اسے بنادیا گیا تھا۔ اسکا نام لکھا گیا تھا لیکن ناجانے کس زبان میں۔ حاصل وہ زبان سمجھنے سے قاصر تھی۔ شاید وہ جرمن زبان تھی۔ البتہ جرمن زبان میں لکھے گئے نام کے نیچے روحان لکھا تھا جو اسکی نشاندہی کر رہا تھا۔

"کیا دنیا میں کوئی ایسا ذی روح بھی ہے جس کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو؟ مجھے اتنی تکلیف دی گئی ہے کہ اب میں اس کا خیال ہی نہیں کرتا۔ جب لوگ ہی اس قسم کے ہیں تو پھر کوئی کرہی کیا سکتا ہے۔ اگر اس کا خیال کرو تو کام میں خلل پڑتا ہے۔ اور پھر تکلیف پر دل کڑھانے سے وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ یہی ہے زندگی کا عالم۔ زندگی ایسے ہی گذرتی ہے میری ماں۔"

حاصل کی پسندیدہ کتاب "ماں" سے اقتباس لیا گیا جو اسکے

## About

میں لکھا تھا۔ وہ سحر زدہ سی پڑھ رہی تھی۔ حاصل کو یاد تھا اسکی وہ کتاب آج بھی ادھوری تھی۔ وہ مکمل نہیں ہوئی تھی لیکن وہ شخص شاید کامل کر چکا تھا۔ وہ اب اسکی فوٹو زدیکھ رہی تھی لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اسکی کسی تصویر میں روحان کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ کچھ بہت دور سے لی گئی تھیں کچھ پیچھے سے اور کچھ سائیڈ۔ کہیں بھی چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اب وہ فوٹو زد کو چھوڑ کر ویڈیو زدیکھ رہی تھی۔ اسکے لاکھوں فالورز تھے۔ جن میں زیادہ تعداد یہودیوں، عیسائیوں اور ملحدوں کی تھی وہ حیران تھی۔

"جس انسان کے اتنے چاہنے والے ہوں اسے میں کہاں یاد رہ سکتی ہوں۔۔" حاصل نے دل میں سوچا تھا۔ اسے اپنا آپ غیر ضروری سا محسوس ہوا تھا۔ وہ اسکی شروع سے لے کر اب تک کافی ویڈیو زدیکھ چکی تھی جو سائنس اور جنتیلکس کے متعلق تھیں، جتنے اس سے کمینٹس

میں سوال پوچھے گئے تھے وہ سب کے جواب پڑھ چکی تھی۔ اور اسکا دل صدمے کا شکار تھا۔ وہ شخص علم اور معلومات کا چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا تھا۔ "بہت خوب۔۔۔ یقین نہیں آتا کہ کسی شخص کے پاس اتنا علم کیسے ہو سکتا ہے۔۔ کوئی اللہ سے اتنی محبت کیسے کر سکتا ہے؟؟" حاصل نے کمٹ کیا تھا۔ "کیسی ہو حاصل۔۔۔؟" اسکا میج آیا تھا حاصل تو دھک سے رہ گئی تھی اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اسے پہچان لے گا۔

"آپ۔۔ آپ نے مجھے پہچانا کیسے۔۔۔؟" حاصل نے کانپتے ہاتھوں سے میج نائپ کیا تھا۔

"کمال ہے بھی۔۔ اپنی وائے کو نہیں پہچانوں گا تو کسے پہچانوں گا؟؟؟" اسکے اٹھے سوال پر حاصل کی سٹی گم ہوئی تھی۔ اور پھر لفظ "اپنی وائے" پر غور کرنے پر حاصل کے چہرے کارنگ سرخ ہوا تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار خود کو کسی کے سامنے بے چینی محسوس کر رہی تھی۔

"آپ کی تصویروں میں چہرہ واضح نہیں ہے اسکی کیا وجہ ہے۔۔۔؟" وہ ہٹر بڑا ہٹ میں غلط سوال پوچھ گئی تھی۔ شاید وہ ہنسا ہو گا۔

"دیکھنا چاہتی ہو مجھے؟؟"

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ ویسے پوچھا۔۔۔" حامم نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔  
"اچھا مجھے نیند آئی ہے میں سونے لگی ہوں۔۔۔"

روحان کے کچھ کہنے سے پہلے حامم نے مجھ کیا تھا۔ رات کے دونج رہے تھے۔ وہ تین گھنٹے لگاتار اسکی ویڈیو زد یکھتی رہی تھی۔ وقت کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔ ٹھیک ہے سوجاؤ اپنا خیال رکھنا" نرم سے لبھے میں کہا گیا تھا۔ حامم اسکی نرمی پر دنگ سی رہ گئی تھی۔ یہ ان دونوں کی نکاح کے بعد پہلی بات تھی۔ اس نے ایک اسلام کے متعلق ویڈیو کو ڈاؤن لوڈ کیا تھا اب وہ اسے دیکھنے والی تھی۔

جانے کیوں اس سے جڑے رہنے کو دل کر رہا تھا۔

ویڈیو میں اسکا پھرہ پھر واضح نہیں تھا۔ یہ ویڈیو اس ہال کی نہیں تھی جو ماہی نے اسے سینٹ کی تھی یہ کہیں اور تھی۔

"میں ایک ہندو ہوں اور میں ایک خدا کو نہیں مانتا۔۔۔ ہمارے مذہب میں تقریباً 33 کروڑ خداوں پر یقین رکھا جاتا ہے۔۔۔ کیا آپ مجھے یہ ثابت کر سکتے کہ اللہ ایک ہی ہے۔۔۔ آپکے پاس کوئی ثبوت ہے کہ خدا ایک ہے۔۔۔؟؟" ایک ہندو لڑکے کا سوال تھا۔

"آپ نے ایک اچھا سوال کیا ہے، میں اسکا جواب دوں گا۔۔۔ پہلے بات تو یہ کہ ہندو کسے کہتے ہیں۔۔۔؟؟"

ہندو کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ انہیں کی زمین پر رہنے والوں کو ہندو کہا جاتا ہے۔۔۔ جب عربی لوگ اس خطے میں آئے تو انہوں نے جغرافیائی لحاظ سے یہاں کے رہنے والوں کو ہندو پکارا۔ روحان نے بولنا شروع کیا تھا۔ "پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی کتاب

Discovery of India

میں لکھا ہے کہ ہندو لفظ کسی مذہبی کتاب میں استعمال نہیں ہوا۔۔۔ اب جو لوگ انڈیا کی سر زمین پر رہتے ہیں انہیں ہندو کہا جاتا ہے۔۔۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ لفظ ایک مذہب کے نام سے جڑ گیا۔ اس لئے بتوں کی عبادت کرنے والوں کو ہندو کہا جانے لگا۔

دوسری بات یہ کہ آپ نہیں مانتے کہ خدا ایک ہے۔۔۔ بلکہ آپ 33 کروڑ خداوں پر یقین رکھتے ہیں ایسا ہی ہے نا۔۔۔؟؟"  
"جب ایسا ہی ہے۔۔۔ لڑکے نے جواب دیا تھا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ خداوں کی تعداد 33 کروڑ ہے۔۔۔؟؟" روحان نے سوال پوچھا تھا۔

"سب ہی کہتے ہیں۔۔۔ میں نے پڑھا اور اپنے باپ سے سنا۔۔۔"

"تو آپ نے اپنے باپ سے سنا کہ خداوں یعنی بھگوانوں کی تعداد 33 کروڑ ہے۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں کہ خدا ایک ہے۔۔۔ آپ میری بات پر یقین کیوں نہیں کرتے۔۔۔؟؟ کیا میں آپکا دشمن ہوں؟ وہ مسکرا رہا تھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں۔۔۔" لڑکا کھسیا گیا تھا۔

"آپ جانتے ہیں کہ آپکے مذہب میں بہت سی کتابیں ہیں جیسے شرودتی، مہابھارت اور رامائن

کیا آپ نے شرودتی کو پڑھا جو کہ ہندوؤں کے لحاظ سے سب سے اوپھی کتابوں میں سے ہے۔۔۔ جس کا عہدہ بڑا ہے۔۔۔ کیا آپ نے اسے غور سے پڑھا۔۔۔؟؟ لڑکا خاموش تھا۔

اگر آپ سب سے اوپھی کتاب شرودتی

Chnadogya Upnishad) چندو گیا اونپنشت )

کو پڑھیں جسکے باب نمبر ایک، سیکشن نمبر دو کی پہلی آیت یعنی

Verse

”میں لکھا ہے کہ ”خدا ایک ہے بنائی دوسرے کے

یہ میں نہیں کہہ رہا یہ آپ کی کتاب میں لکھا ہے۔

اسی طرح

Shvetashvatra Upnishad

کے باب نمبر چھ کی نویں

Verse

میں لکھا ہے کہ،

اس خدا سے بڑا کوئی نہیں اسکے کوئی والدین نہیں۔۔۔ ”اسی طرح اسی کتاب کے باب نمبر چار کی انیسویں ورس میں لکھا ہے کہ، ”اس خدا کی کوئی تصویر“ کوئی پریتا نہیں۔۔۔ ”اسی طرح

Yajurvedha

کے باب بنتیں اور

Verse

”نمبر تین میں بھی یہی لکھا ہے کہ، ”اس خدا کی کوئی تصویر نہیں، کوئی پینینگ نہیں“

لڑکے کو گویا سانپ سونگ گیا تھا۔۔۔ وہ حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو اسکے مذہب کی کتابوں سے حوالے دے رہا تھا۔

”اسی طرح

Yajurvedha

کے باب چالیس میں لکھا ہے کہ ”وہ لوگ اندھیر کاں میں جا رہے ہیں جو لوگ سبتوں کی عبادت کرتے ہیں۔۔۔“ یہاں سبتوں سے مراد غیر فطری چیزیں جیسے آگ، پانی اور ہوا وغیرہ۔۔۔ اور اسی طرح دوسری جگہ پر لکھا ہے کہ،

”وہ لوگ اندھیر کاں میں جا رہے ہیں جو لوگ سنبوٹی کی عبادت کرتے ہیں۔۔۔“ یہاں سنبوٹی سے مراد ہاتھ سے بنائی ہوئی چیزیں ہیں۔۔۔ جیسا کہ بت وغیرہ۔

”تمیرے بھائی آپ کی ان کتابوں سے ثابت ہوتا ہے خدا ایک ہی ہے۔۔۔ آپ نے کہا کہ آپ نے اپنے باپ سے اور باقی لوگوں سے سنا کہ خدا کروڑ ہیں۔۔۔ اگر آپ سے کوئی کہہ کہ دو جمع دو پانچ ہوتے ہیں تو آپ مان لینے گے۔۔۔؟؟؟“

”نہیں۔۔۔“ لڑکے نے جواب دیا تھا۔

”کیوں نہیں مانیں گے۔۔۔؟؟ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ دو جمع دو پانچ نہیں بلکہ چار ہوتے ہیں۔۔۔“

اسی طرح آپ کو خدا علم نہیں۔ لوگوں نے جیسا کہ آپ نے مان لیا۔ جب آپ کے باپ نے کہا کہ خدا 33 کروڑ ہیں تو کیا آپ نے حوالہ مانگا کہ ایسا کہاں لکھا ہے۔۔۔؟؟

"خاموشی۔۔۔ گہری خاموشی"

یقیناً نہیں تو میں نے جتنے بھی حوالے اوپر بیان کئے ہیں آپ انہیں لکھ لیں اور جا کر پڑھیں۔۔۔

یقیناً ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ خدا ایک ہی ہے۔ اور وہ اللہ ہے "روحان کا الجہ آخری بات کہتے وقت محبت سے چور ہو چکا تھا ویڈیو ختم ہو چکی تھی۔

حاجم کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل کو بیڈ پر سچینک دیا تھا۔ اسکا دل کیا تھا کہ وہ چینے چلانے اور زور زور سے روئے۔ دھاڑیں مارے۔ اسے کس انسان سے نواز دیا گیا تھا یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔ آنسو اسکی آنکھوں سے جاری تھی۔ عرصے بعد آج اس نے تہجد کی نماز ادا کی تھی۔ اس نے شکرانے کے نوافل ادا کئے تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسکی بن مانگی دعا کو یوں قبول کر لیا جائے گا۔۔۔

بیشک اس نے ایک سکار کی خواہش کی تھی۔۔۔

اور وہ پوری ہو چکی تھی۔ اتنے سالوں میں اسکا خدا سے جو فاصلہ بڑھ گیا تھا وہ یک لخت سمنٹا تھا۔ حاجم کی بچکیاں بندگی تھیں۔ کیسے وہ اپنے اللہ کو بھول گئی تھی۔۔۔ کیسے وہ اس سے دور ہو گئی تھی۔۔۔ یہ شخص کسی مسیحی کی طرح آیا تھا جس نے حاجم کا ہاتھ کپڑا کر اللہ سے ملا دیا تھا جس سے وہ ناراض تھی۔ اور کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے "وہ بار بار ایک ہی آیت پڑھ رہی تھی۔۔۔ اسکا دل رورہا تھا۔

!! اور نیک لوگ تو قسمت والوں کو ملتے ہیں۔ اسے آج محسوس ہوا تھا وہ کتنی قسمت والی تھی

کبھی کبھی زندگی ایسے موڑ لے لیتی ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا، ان پانچ سالوں میں حاجم کی زندگی بھی اتنے موڑ لے چکی تھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا اسکی زندگی میں کوئی ساموڑ ابدی ہے کوئی نہیں۔ جب سے روحان حیدر اسکی زندگی میں آیا تھا اس نے ہر چیز کو خوبصورت پایا تھا۔ پیرس کی برف اور بارش۔ دونوں میں اسے محبت کی جھلک نظر آئی تھی۔ وہ اسکے لئے ضروری ہوتا جا رہا تھا۔ اور حاجم اسے اپنی ضرورت بننے دے رہی تھی، ان پانچ سالوں میں وہ خود سے، وقت سے، لوگوں سے اور حالات سے اتنا بھاگی تھی کہ اب تھک چکی تھی، اسے یاد تھا آج وہ بھی دن جب اس نے روحان حیدر سے پہلی بار فون کال پر بات کی تھی۔۔۔ اسکی آواز دل سوز تھی۔۔۔

اسکے بات کرنے میں ایک ٹھہر اور تھا، کبھی کبھی حاجم کو محسوس ہوتا تھا اسکی ٹھہری ہوئی پر سکون آواز کے پیچھے ایک گہری شدت چھپی تھی۔۔۔ جو اسے محسوس ہوتی تھی۔ وہ لان میں بیٹھی تھی ٹھنڈی ہوا میں اڑتے اسکے سنہری بال۔۔۔

جو اب پہلے کی نسبت لمبے ہو چکے تھے۔ موسم ابر آلود تھا۔ بارش آہستہ آہستہ شروع ہوئی اور پھر جل تھل پیدا کرنے لگی تھی۔ وہ اب لان کی جانب کھلنے والے دروازے میں کھڑی بارش کو تک رہی تھی۔۔۔ لیکن اسکا دھیان موبائل میں لگا ہوا تھا۔ وہ خود اسے فون نہیں کرتی تھی بلکہ شاید وہ پر لمحہ اسکے فون کا انتظار کرتی تھی۔۔۔

اسکی امید بھر آئی تھی، موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔ حاجم نے دھڑکتے دل کے ساتھ فون اٹھایا تھا۔  
"بارش انبوائے کر رہی ہو۔۔۔؟؟" روحان کے سوال پر وہ دھنگ رہ گئی تھی۔

"آپ کو کیسے پتا۔۔۔؟؟" حاجم نے جیرانی سے پوچھا۔

"پیرس میں بارش ہو رہی ہے جو لگاتار تین دن تک جاری رہنے والی ہے۔۔۔ اب بارش ہو رہی ہے تو یقیناً تم اسے ہی دیکھ رہی ہو گی۔۔۔"  
"جی۔۔۔ وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔۔۔"

"اچھا یہ بتاؤ دنیا کی سب سے خوبصورت بارش کہاں ہوتی ہے۔۔۔؟؟"  
"پنجاب یونیورسٹی میں" بے ساختہ ہی حامم کے منہ سے نکلا تھا۔۔۔ اگلے پل وہ زبان دانتوں نے دبا چکی تھی۔۔۔ دوسری طرف خاموشی چھائی تھی۔۔۔  
"پی یو کی بارش حسین لگتی تھی۔۔۔ لیکن اب نہیں۔۔۔" حامم نے اپنی بات کی توجیح کی۔۔۔  
"ایسا کیوں۔۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔۔۔

وہاں کی بارش سے بہت سی خوفناک یادیں جڑی ہیں۔۔۔ جوروج کو گھائی کرتی ہیں۔۔۔!!" حامم نے آنکھیں بند ہوئے کہا تھا۔ روحان ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔۔۔

"جو براہو اسے بھول جانا چاہیے۔۔۔ ہمیشہ اپنی زندگی میں اچھی چیزوں کا تصور کرو۔۔۔ خوش رہو۔۔۔!!" وہ مسکرا یا تھا۔ حامم بھی مسکرا دی تھی۔۔۔  
اسے ہر چیز خوبصورت لگنے لگی تھی یہ وہ اسے کیسے بتاتی۔۔۔ وہ اس شخص کو ہر لمحہ اپنے آس پاس محسوس کرتی تھی۔۔۔ اور محبت تو ایسی ہی ہوتی ہے جو انسان کے کردار سے ہوتی ہے۔۔۔

اور جب محبت ہوتی ہے تو ہر چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے۔۔۔

"ماستر مکمل ہو گیا تمہارا۔۔۔؟؟"

"جی ایک سال ہونے والا ہے۔۔۔" حامم نے بتایا۔

"کس فیلڈ میں مکمل کیا ہے۔۔۔؟؟"

"جبیلو جی۔۔۔ زمین کی استدی۔۔۔"

"اچھا۔۔۔ تو یہ بتاؤ زمین کی شکل کیا ہے۔۔۔؟؟" حامم اسکے اس سوال پر چونک گئی تھی۔۔۔

حامم کا انداز سوالیہ تھا۔۔۔

"ہم۔۔۔ گذ۔۔۔"

"لیکن یہ تو سائنس کہتی ہے۔۔۔ اللہ نے تو زمین کو بچھا دیا ہے۔۔۔ مجھے قرآن سے زمین کی چپٹی ہونے کی نشانیاں ملی ہیں۔۔۔! وہ شاید ابھی ہوئی تھی اس لئے پوچھ رہی تھی۔۔۔

"آیت بتاؤ کس میں زمین کے چپٹی ہونے کا لکھا ہے۔۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔۔۔

سورہ نازعات کی آیت نمبر تیس میں لکھا ہے کہ، "س

"وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَخَلَهَا" اور اس کے بعد زمین کو (ہموار) بچھا دیا۔۔۔ اس آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے ناکہ زمین چپٹی ہے۔۔۔"  
"نہیں ایسا نہیں ہے۔۔۔" وہ پھر مسکرا دیا تھا۔۔۔

"اس آیت کے آخر میں جو لفظ **دُخِّلَ** استعمال ہوا ہے یہ عربی کے لفظ **دُخِّلَ** ہے"

"Duhyea"

سے نکلا ہے جس کا مطلب "انڈے جیسی شکل" اور یہ انڈہ عام انڈہ نہیں ہے بلکہ یہ شتر مرغ کا انڈہ ہے جو اوپر اور نیچے سے فلیٹ ہوتا ہے۔ حنم سانس روکے اسے سن رہی تھی۔

زمین کی تخلیق آسمان سے پہلی ہوئی لیکن اس کو ہمار آسمان کی پیدائش کے بعد کیا گیا ہے اور یہاں اسی حقیقت کا بیان ہے۔ اور ہمار کرنے یا پھیلانے کا مطلب ہے کہ زمین کو رہائش کے قابل بنانے کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے اللہ نے ان کا اہتمام فرمایا، مثلاً زمین سے پانی نکالا، اس میں چارہ اور خوراک پیدا کی، پہاڑوں کو میخوں کی طرح مضبوط گاڑ دیا تاکہ زمین نہ ہلے۔ لیکن اسکا ہر گز مطلب نہیں ہے کہ زمین چھپی ہے۔ تقریباً 1579 میں ڈاکٹر فرانسک نے پہلی زمین کی شکل کے متعلق بتایا تھا۔ انہوں نے اسے

Spherical

بتایا تھا جبکہ قرآن پاک میں چودہ سو سال پہلے زمین کی شکل کے متعلق بتادیا گیا تھا۔ اب سمجھ آئی۔؟؟" وہ نرم لبجھ میں پوچھ رہا تھا۔ حنم نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا جیسے وہ اسے دیکھ رہا ہو۔ اس نے سرا اٹھا کر آسمان کو دیکھا تھا۔ اسکا دل اللہ کی محبت سے بریز جا رہا تھا۔ عرصہ ہوا تھا اس نے قرآن کی آیات پر تدبیر کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اب وہ شخص اسے واپس اسی حنم کے پاس لے جا رہا تھا جو ہر چیز میں لا جک ڈھونڈنے والی تھی۔

وہ تیز تیز قدموں سے پھر سے بنی سڑک پر آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ٹھنڈی ہواں میں اسکی ہڈیوں سے ہوتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ اسکا بھاری وزنی اونی کوٹ تیز ہوا چلنے کے باعث پچھے کی جانب اڑ رہا تھا۔ بھاری چنکی ہیلز (جو توں) کی آواز وقفے وقفے سے ابھر رہی تھی۔ تیز تیز چلنے کے باعث وہ بانپ رہی تھی۔

"حنم باہر گھوم رہی ہو کیا؟؟"

وہ شاید اسکی پھولی آواز سے اندازہ لگا چکا تھا۔

"جی کافی عرصہ پہلے لا بسیری سے پچھ کتابیں لی تھی انہیں واپس کرنے جا رہی ہوں" حنم نے بایاں ہاتھ کوٹ کی جیب میں اڑستے ہوئے بتایا۔ اس سڑک پر چلتا ہر شخص جو بول رہا تھا اور سانس لے رہا تھا ان کے منہ سے دھواں بھانپ کی صورت نکل رہا تھا۔

"آج کتابیں واپس کرنی لازمی تھیں کیا اور ماہی سے کہہ دیتی وہ لا بسیری چھوڑ دیتی تھیں!!" وہ فکر مند ہو رہا تھا۔ حنم کا اسے اپنی فکر اچھا لگا تھا۔

"ماہی کو کچھ کام تھا وہ صحیح ہی چلی گئی تھی۔ میں ویسے تو ٹرین میں آئی ہوں بس یہ تھوڑا سا فاصلہ تھا جو اب پیدل طے کر رہی ہوں" وہ ہانپتے ہوئے بتا رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا اسکے نتھیوں سے ٹکرا کر ناک کے ذریعے اندر چلی گئی تھی۔ حنم کو لگا تار دو چھینکیں آئی تھیں۔

"الحمد للہ۔" وہ زیر لب بڑھ رہی تھی۔

"یہ حمک اللہ۔"

اسے روحان کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ وہ اٹالین ریسٹورینٹ کے سامنے سے گزر رہی تھی جو کہ باہر سے بہت ہی شاندار تھا۔ حanim نے چلتے چلتے بھی پیچھے مڑ کر اس ریسٹورینٹ کو دیکھا تھا۔ وہ اسے ہمیشہ کی طرح بہت بھایا تھا۔

"تمہیں پتا ہے حanim جب ہمیں چھینک آتی ہے تو ہم الحمد للہ اور اسکے جواب میں یہ حمک اللہ کیوں کہتے ہیں۔۔۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ حanim ایک دم چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔ اسے نے روحان کے سوال پر غور کیا تھا لیکن اسے یہ کلمات کہنے کی وجہ معلوم نہیں تھی۔

"جب انسان چھینکتا ہے تو ملی سینڈ زیمنی پل کے ہزاروں حصے کیلئے انسان کا دل بند ہو جاتا ہے۔۔۔ اس لئے ہم مسلمان چھینک آنے کے بعد الحمد للہ یعنی اللہ تیر اشکر ہے کہتے ہیں اور دوسرا اسکے جواب میں یہ حمک اللہ کہتا ہے یعنی اللہ تم پر رحم کرے۔۔۔ اور یہی باقی نان مسلم

God Bless You

کہتے ہیں۔۔۔ الحمد للہ اسی لئے کہا جاتا ہے چھینک آنے کے بعد انسان کا دل دوبارہ دھڑکنا شروع کر دیتا ہے۔۔۔ اسی لئے شکر ادا کیا جاتا ہے۔۔۔ اور دوسرا "انسان اللہ تم پر رحم کرے" اسی لئے کہتا ہے کبھی کبھی چھینکے کے بعد انسان کافی دیر نارمل نہیں ہو پاتا تو اسے یہ دعا دی جاتی ہے "وہ کہہ کر خاموش ہو چکا تھا۔۔۔

جبکہ حanim کے نیز قدموں کو بریک لگی تھی۔ ہر چیز جیسے پس منظر میں چلی گئی تھی۔۔۔ وہاں سے گزرتے لوگ ساکت ہوئے تھے، وہ سڑک کے درمیان کھڑی اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سن رہی تھی۔۔۔ اس نے اپنے دل کو رکتے اور پھر مسرت سے دھڑکتے پایا تھا۔ سکارف کے نیچے سے اسکے سنہری بال ایک لٹ کی صورت نکل کر بار بار چہرے کو چھوڑ رہے تھے۔ اس نے ہواں کے شور کو سنا تھا۔۔۔ محسوس کیا تھا، سرسراتی ہوائیں اسکے اندر سے گزرتی کسی کے نام کی ملا جپ رہی تھیں۔۔۔ حanim نے پہلی بار خود کو بے بس محسوس کیا تھا۔

"اگر ہم چھینک ہی روک لیں تو۔۔۔ پھر تو دل نہیں بند ہو گانا۔۔۔؟؟" حanim نے خود کو نارمل کرنے کیلئے پوچھا تھا۔

"تو مسز جو انسان ایسا کرتا ہے اسکے دماغ کی رگ پھٹ سکتی ہے۔۔۔ چھینک بہت زور آور ہوتی ہے اسے نہیں روکنا چاہیے۔۔۔"

"افف ڈرائیں تو مت۔۔۔" حanim اسکی بات سن کر جھر جھری سی لے کر رہ گئی تھی۔ روحان اسکی بات سن کر دل کھول کر ہنسا تھا۔ حanim نے محسوس کیا تھا اسکی ہنسی بہت خوبصورت تھی۔۔۔ وہ کبھی چھپت پھڑ قہقهہ نہیں لگاتا تھا۔۔۔  
جانے اسکے مزاج میں اتنی نفاست کہاں سے آئی تھی۔۔۔

"پیرس کب آرہے ہیں آپ۔۔۔؟؟" حanim نے بات کا رخ بدلا تھا۔ اسے اب سامنے لٹبریری نظر آگئی تھی۔

"جب تم بلاو گی آجائوں گا۔۔۔" اسکے جانثار لجھ پر حanim مسکرا کر رہ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر جلدی سے تیاری کر لیں میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں وہ بھی بہت جلد۔۔۔" وہ جیسے حکم دے رہی تھی۔

وقت برائق کی رفتار سے بھاگ رہا تھا۔۔۔ اسے نہ دن کی خبر ہوتی اور نہ رات کی۔۔۔ اسے یاد تھا تو اتنا کہ روحان کی قرآن پاک کی آیات پر کیا گیا مدرسنا ہوتا تھا۔۔۔ وقت بدل رہا تھا۔۔۔ جیسے موسم بدل رہا تھا۔۔۔ اور وہ بھی تبدل رہی تھی

جیسے ہی وہ لاہی بریری میں داخل ہوئی تھی اسے سامنے والے میز پر حشام بیٹھا نظر آیا تھا۔ کتنے مہینوں بعد وہ اسکی شکل دیکھ رہی تھی۔ وہ سیدھا اسکی طرف بڑھ گئی تھی۔

”یہ آپکی کتابیں۔۔“ حانم نے کتابوں کو میز پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔ حشام نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں اذیت ابھری تھی۔ جسے حانم محسوس نہیں کر پائی تھی۔

”کیسی ہیں آپ۔۔؟؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”جی اللہ کا شکر ہے میں ٹھیک ہوں۔۔ آپ گم ہو گئے ہیں شاید۔۔ مجھے بتایا تھا ماہی نے اس دن آپ گھر آئے تھے تب میں سوئی ہوئی تھی۔۔“  
”جانتا ہوں۔۔“ پھیلکی سی مسکراہٹ اسکے لبوں پر پھیل گئی تھی۔ حانم نے محسوس کیا تھا وہ پہلے سے کافی کمزور ہو گیا تھا۔ اسکی آنکھیں اندر کو دھنسی نظر آ رہی تھیں۔

آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے۔۔؟؟“ وہ بے اختیاری میں پوچھ بیٹھی تھی۔ حشام نے ایک شکوہ بھری نظر اس پر ڈالی تھی۔ حانم کو اب محسوس ہو رہا تھا کہ اسے حشام کے سامنے نہیں آنا چاہیے تھا۔

”ابھی تک تو ٹھیک ہوں زندہ ہوں۔۔“ وہ زخمی مسکراہٹ لئے کہہ رہا تھا۔

”میر انکاح ہو چکا ہے۔۔“ حانم نے سننیدہ سے لجھے میں بتایا تھا۔

”جانتا ہوں۔۔“ اسکے جواب پر حانم چونکی تھی۔ وہ اسے سوالیہ نظر وہ سے دیکھ رہی تھی۔

”ماہی نے بتایا تھا۔۔“ حشام ایک دم سیدھا ہوا تھا۔

”بہت بہت مبارک ہو۔۔“ وہ مشکل سے مسکرا پایا تھا۔

”مشکریہ۔۔“

”رخصتی کب ہے۔۔؟ اور تم روحان سے ملی ہو کیا۔۔؟؟“

”نہیں ابھی نہیں ملی۔۔ شاید اگلے مہینے ملیں۔۔ ہم سوچ رہے تھے کہ اینیورسٹری پر ملیں۔۔“

حانم مسکرائی تھی۔ حشام پہلو بدلت کر رہ گیا تھا۔

”آپ اتنی کتابیں کیوں پڑھتے ہیں وہ بھی عشق کی داستانیں۔۔؟؟“ حانم نے اسکے ہاتھ میں ”عشق کے چالیس چراغ“ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”اچھا لگتا ہے۔۔ مجھے داستانیں پڑھنے کا شوق ہے اور کچھ میرا تعلق انگلش ادب سے ہے تو شاید اسی لئے۔۔“ حشام نے جس یونیورسٹی سے خود پڑھا وہ اب وہاں انگلش کا پروفیسر تھا۔ سٹوڈنٹس خاص طور پر لڑکیاں اسکی شخصیت کی گرویدہ تھیں۔

”چلیں ٹھیک ہے آپ پڑھیں میں چلتی ہوں مجھے کچھ کام ہے۔۔“ وہ اٹھی تھی۔

”اللہ حافظ۔۔“ حشام کے الفاظ نے حانم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔۔ وہ اسے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر آگے بڑھ گئی تھی۔

”حشام اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔“

”تم میرے ذہن سے اتر جاؤ“

”میں تمہیں عمر بھر دعا دوں گا“

وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے سراپے کا جائزہ لے رہی تھی۔ سادی سی شلوار قیص پہنے ہوئے تھی۔ سنبھالی بالوں کی آبشار ایک بار پھر سے کمر پر پھیل گئی تھی۔ اس نے اب بال کٹوانے بند کر دیئے تھے۔ روحان کو لمبے بال پسند تھے۔

اسکی ذات میں بہت سی تبدیلیاں آئی تھیں۔ وہ پہلے والی ام حنم بتی جا رہی تھی۔ وہ پھر سے نکھر گئی تھی۔ جو ذردیاں اسکی رنگت میں گھل گئی تھیں وہ پھر سے ختم ہو گئی تھیں۔

"عورت کی خوبصورتی، دلکشی اور نزاکت مرد کے ہاتھ میں ہوتی ہے، وہ جتنا سے خوبصورت کہتا ہے وہ ہوتی جاتی ہے۔۔۔ وہ جتنی اس پر توجہ دیتا وہ اتنی ہی نکھرتی جاتی ہے، دلکش ہو جاتی ہے،

اور جب مرد عورت کو نظر اندازی اور بیگانگی کی موت مرتا ہے عورت کے حسن کو زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے اسکی خوبصورتی جیسے بد صورتی میں بدل جاتی ہے۔۔۔ اسکا حسن ماند پڑ جاتا ہے۔۔۔ جیسے دھیمک لکڑی کو کھاجاتی ہے ویسے ہی مرد کی لا تعلقی اسکی لاپرواہی عورت کو کھاجاتی ہے۔۔۔

وہ گلنے سڑنے لگتی ہے۔۔۔ اور پھر ختم ہو جاتی ہے "حnam کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا۔۔۔ وہ نکھرتی جا رہی تھی۔۔۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ اسے محبت ہو گئی تھی اب اسے اقرار کرنا تھا۔۔۔ جو بہت ہی مشکل مرحلہ تھا۔

شام پانچ بجے کے قریب ماہی آفس سے نکلی تھی۔

اسکا آفس آٹھویں منزل پر تھا وہ لفت میں داخل ہوئی تھی۔ اسے گھر جلدی پہنچنا تھا۔ لفت میں اسکے علاوہ ایک اور انسان بھی تھا جو دوسری جانب چہرہ کر کے کھڑا ہوا تھا۔ سردیوں میں دن چھوٹے ہونے کے باعث رات کا اندر ہیرا پھیل چکا تھا۔ کچھ سینڈ زہی گزرے تھے اسے لفت میں داخل ہوئے اچانک وہ لڑکا جو دوسری جانب رخ کر کے کھڑا تھا وہ پلٹا اور ہاتھ میں پکڑی بوتل سے ماہی کے چہرے اپرے کیا تھا۔۔۔ ماہی نہ تو اس شخص کو دیکھ پائی تھی اور نہ کچھ سمجھ پائی تھی۔۔۔ وہ کچھ ہی پلوں میں بے ہوشی کی دنیا میں جا پچکی تھی۔

شام کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ اس نے میز کے دراز سے میدیسین نکال کر کھائی تھی۔ اس سے پہلے وہ سونے کیلے لیٹتا اسکے موبائل پر بیل ہوئی تھی۔ کوئی انجنا نمبر تھا۔ حشام نے کچھ سوچتے ہوئے فون اٹھایا تھا۔

"اگر اپنی محبوبہ کی زندگی چاہتے ہو تو بنا کوئی چالاکی کئے میرے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ جاؤ۔۔۔" ایک ایک لفظ چبا چبا کر کھا گیا تھا۔۔۔ "ہیلو۔۔۔ کون۔۔۔؟؟" شام جیرانی سے بولا تھا لیکن دوسری طرف سے فون بند ہو چکا تھا۔ حشام کے چہرے پر پریشانی کی لکیریں ابھری تھیں۔ اسکے ذہن میں پہلا خیال حnam کا آیا تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ اور سوچتاب پ کی آواز سے اسکے موبائل پر

MMS

آیا تھا۔ وہ ایک ویڈیو تھی۔۔۔ ماہی کی ویڈیو اسے کرسی سے باندھا گیا تھا۔۔۔

"محضے چھوڑ دو۔۔۔ کون ہو تم۔۔۔؟؟" وہ چلا رہی تھی۔ حشام کا سانس جیسے اٹک سا گیا تھا۔ اس کا دماغ چکر اگیا تھا۔ ایڈریس نیچے لکھا ہوا تھا۔۔۔ ماہی کو اغوا کرنے والے نے پیسوں کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔۔۔ بلکہ اسے اکیلے کواس جگہ پر بلا یا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"السلام علیکم احباب"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید

ناولز کی دنیا" ویب سائٹ / گروپ / چنگ دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے ---

اگر آپ ہمارے بلاگر پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ثانیپ کر کے ہمیں بھیجنیں۔  
جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا چنگ انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں --

Email address :- [Novelskiduniya77@gmail.com](mailto:Novelskiduniya77@gmail.com)

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

( user name [@zoyatalib77](#) ) Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

( پر خیال رہے کہ یہ گروپ زیاد طالب کا ہی ہو )

اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر چیز کے نیچے

### "novels ki duniya " And "website"

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ---

شکریہ-----

یہ ان دونوں کی بات ہے جب ضیاء جسیل پیرس میں معاشریات پڑھنے آیا تھا۔ خوب رو و جیہہ شخص جو جلد ہی کلاس م موجود لڑکیوں کی دل کی دھڑکن بن گیا تھا۔ مشرقی مرد ویسے بھی مغربی عورتوں کی شروع سے کمزوری رہے ہیں ایسے میں مار تھا جو کہ ایک عیسائی لڑکی تھی وہ ضیاء جسیل پر بری طرح سے دل ہار بیٹھی تھی، وہ اسے لیکچر کے دوران، کلاس سے باہر غرض کہ ہر جگہ پر جہاں وہ پایا جاتا تھا فرست سے دیکھتی تھی۔ وہ خوبصورت تھی، ذہین تھی اور کلاس کی ٹاپ لڑکی تھی۔ اسکی ضیاء جسیل سے دیوانگی بڑھتی جا رہی تھی اور اسی وجہ سے پڑھائی متاثر ہونے لگی تھی۔ مار تھا کی بڑھتی ہوئی الفت ضیاء سے چھپی نہیں رہی تھی۔ وہ بھی اسکی ان کہی محبت میں گرفتار ہونے لگا تھا۔ مار تھا کی اپنے لئے دیوانگی دیکھ کر وہ کبھی کبھی حیران ہوتا تھا۔ اور بہت جلد دونوں کی یک طرفہ محبت اقرار کے بعد ایک رشتے میں بندھ گئی تھی، وقت گزرتا گیا اور ایک سال بعد دونوں نے شادی کر لی تھی۔ انہی دونوں ضیاء سے پوچھے بغیر گھر والوں نے اسکا رشتہ سیدہ خدیجہ سے کر دیا تھا۔ جب ضیاء نے گھر اپنی پسند اور شادی کا بتایا تو سید حویلی میں ایک بھونچال آگیا تھا۔ اسے مار تھا کو طلاق دینے کا کہا گیا۔ اسے کہا گیا کہ ایک عیسائی لڑکی کو کبھی بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ وہ پریشان رہنے لگا تھا۔ اسے جائیداد سے عاق کرنے کی دھمکی دی گئی۔ وہ بنس کی دنیا میں بہت آگے جانا چاہتا تھا۔ اور بالآخر اسکا خاندان جیت گیا اور محبت ہار گئی۔ ضیاء جسیل نے مار تھا کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جب مار تھا نے یہ سنا تو وہ پاگل ہو گئی تھی۔ اس نے ضیاء کی بہت منتیں کی تھیں کہ وہ اسے طلاق نہ دے بھلے چھوڑ کر چلا جائے لیکن کبھی اسے طلاق نہ دے۔

ضیاء جسیل کی سیدہ خدیجہ سے شادی ہو گئی تھی۔ لیکن وہ اسے وہ محبت نہیں دے پایا تھا جو وہ مار تھا سے کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی وہ آج بھی سیدہ خدیجہ یعنی بی جان سے غافل تھا۔

اس نے مار تھا کو طلاق نہیں دی تھی لیکن پھر اس سے کوئی رشتہ نہیں رکھا تھا۔ اس نے مار تھا کے اکاؤنٹ میں ایک بڑی رقم جمع کروادی تھی جو انکے بیٹے یعنی جورڈن کی پرورش میں کام آتی۔ وہ وقت کے ساتھ مار تھا کو بھولا تھا یا نہیں لیکن مار تھا اسے ایک پل کیلئے بھی نہیں بھول پائی تھی۔ اس نے اپنی پوری زندگی جب تک زندہ رہی ضیاء جسیل سے وفا کرتے گزاری تھی۔ وہ اسکے دکھ میں گھل گھل کر دنیا سے چل گئی تھی لیکن ضیاء کو نہیں بھول پائی تھی۔ جورڈن نے اپنی ماں کو پل پل مرتے دیکھا تھا۔ اور اس چیز نے اسے سید جسیل خاندان سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

حشام اس فون کال کے بعد بری طرح سے پریشان ہو گیا تھا۔ اسے اسکا نام لے کر خاص طور پر بلا گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسکی پیرس میں تو کیا کہیں بھی کسی سے بھی دشمنی نہیں تھی پھر کون تھا وہ جس نے ماہی کو اغوا کر کے اسے ٹراپ کیا تھا۔ اسے اپنے سر میں درد کی لہر اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔ کافی دیر سوچ بچار کے بعد وہ اٹھا اور اس شخص کے دیے گئے پتے کی طرف گاڑی بڑھا دی تھی۔ وہ اپنی وجہ سے ماہی کو نقصان نہیں پہنچنے دے سکتا تھا۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو جنگلی انسان میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔۔۔؟؟" ماہی چلا چلا کر پوچھ رہی تھی۔ وہ شخص کو پہچان گئی تھی جس نے پہلے ماسک پہننا تھا چہرے پر اور اب وہ اسے اتارے پر سکون سماہی کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ جور ڈن تھا۔ ایک باکسر۔ جو عام روٹین میں بھی کسی سے لڑتا تھا تو ہڈی پسلی توڑ کرہی سکون لیتا تھا۔ ایلانے اسے جنگلی نام کا خطاب دیا تھا جو کہ کافی حد تک درست بھی تھا۔

"چلاؤ مت۔۔۔ تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے تمہارے بوائے فرینڈ سے ہے۔۔۔!! جور ڈن نے غصے سے جواب دیا تھا۔ میرا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔۔۔" ماہی نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

"اچھا تو پھر حشام جیل بھائی ہے کیا تمہارا۔۔۔؟؟"

جور ڈن نے چھت پھاڑ قہقهہ لگایا تھا۔ اسکی بات سن کر ماہی کا پھرہ قفت ہوا تھا۔ وہ حیرت سے گنگ اسے دیکھ رہی تھی۔ "حشام۔۔۔ حشام سے کیا دشمنی ہے تمہاری۔۔۔؟؟" ماہی کو اس جنگلی انسان سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اس سے کچھ بعد نہیں تھا وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اس کا نازک سا دل کا نپ رہا تھا۔

"پتا چل جائے گا تمہیں۔۔۔!!" جور ڈن اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وہ کچن میں آیا تھا فرنچ سے جو س کی دو بو تلیں نکالی تھیں۔ اور انہیں لے کر واپس لاٹوئیخ میں آیا تھا۔ زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے وہ کچھ دیر میں پہنچ جائے گا یہاں۔۔۔ وہ پر سکون سا بتا رہا تھا۔ ٹھنڈ میں بھی ماہی کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمایاں تھے۔ جور ڈن غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ماہی کے ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔ وہ خشک ہوتے لوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ وہ اٹھ کر ماہی کی طرف بڑھا تھا۔

"!! مجھے یقین ہے تم بھاگنے کی کوشش نہیں کرو گی کیونکہ تمہارا محبوب ادھر ہی آرہا ہے۔۔۔"

"میری طرف مت آؤ دور رہو۔۔۔" ماہی چلائی تھی۔

جور ڈن پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے ماہی کے ہاتھ کھولے تھے۔ اور اسے رسیوں کی قید سے آزاد کیا تھا۔ ماہی نے آزاد ہوتے ہی ایک زوردار تھپڑا سے رسید کیا تھا۔ "جانور ہو تم۔۔۔" وہ چلائی تھی۔ جور ڈن کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو چکی تھیں۔ وہ جب سے ماہی کو یہاں لایا تھا اس نے ماہی سے کوئی بد تمیزی اور غیر اخلاقی حرکت نہیں کی تھی اور نہ اسے مارا تھا۔ جور ڈن نے مٹھیاں بھینچ کر خود پر ضبط کیا تھا۔ ماہی ایک مضبوط اعصاب کی مالک لڑکی تھی وہ جلدی سے واقعات و حادثات سے خوفزدہ نہیں ہوتی تھی۔ جیسے جیسے اسکے دماغ سے غنوڈگی کا اثر ختم ہو رہا تھا ویسے ویسے اسکا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"یہ پی لو۔۔۔" وہ جو س کی بوتل کر سی کے ساتھ والے میز پر رکھ کر واپس اپنی جگہ پر جا چکا تھا۔ ماہی حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسکے رویے کو وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

وہ اچھے سے جانتی تھی کہ وہ اس جگہ سے بھاگ نہیں سکتی تھی۔۔۔ اور ایسی کوشش کر کے وہ اپنے ساتھ کچھ غلط نہیں کرنا چاہتی تھی۔

وہ غور سے جو س پیتے جور ڈن کو دیکھ رہی تھی جس کے انداز میں ایک اطمینان البتہ آنکھوں میں گہری نفرت اور غصہ تھا۔ وہ اسے شخص کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"ہانی بچے کیا تمہاری ماہی بچے سے بات ہوئی وہ اب تک گھر نہیں آیا۔۔۔ فون بند جا رہا ہے اسکا۔۔۔"

لوسی ماں پریشان سی حanim کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

”نہیں لو سی ماں۔۔۔ میری کوئی بات نہیں ہوئی۔۔۔“

حاجم نے جواب دیا تھا۔ لو سی ماں کی بات سن کر وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔

”پتا نہیں کہاں رہ گیا ہے میر اچھے۔۔۔ کبھی بناتا ہے گھر سے اتنی دیر باہر نہیں رہتا۔۔۔“

”آپ پریشان مت ہوں لو سی میں اسکا نمبر ملاتی ہوں۔۔۔ مینگ میں ہو گی آجائے گی۔۔۔“

حاجم نے انہیں تسلی دی تھی۔

”میرا دل بہت گھبر ارہا ہے بچے۔۔۔ خدا سب ٹھیک کرے۔۔۔“

”ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا آپ پریشان نہ ہوں آپ آرام کریں جا کر میں کرتی ہوں کچھ۔۔۔“ حاجم کی بات سن کر لو سی ماں چلی گئی تھیں لیکن حاجم پریشانی سے ماہی کا نمبر ملا رہی تھی۔

حشام جب جور ڈن کے دیے گئے پتے پر پہنچا تو کافی رات ہو چکی تھی۔ یہ ایک سنسان سما علاقہ تھا۔ ساحل سمندر کے قریب۔ جہاں گھر ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر بنے ہوئے تھے۔

وہ گاڑی گھر کے باہر کھڑا کر کے اندر گیا تھا۔ گیٹ کھلا تھا اسے کوئی مسئلہ نہیں ہوا تھا۔ اسے اپنی نہیں ماہی کی فکر ہو رہی تھی۔

وہ جیسے ہی لاویخ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا ساکت رہ گیا تھا۔ سامنے کر سی پر ماہی بیٹھی تھی اور صوفے پر جور ڈن جس کے ہاتھ میں پسٹل تھا اور اسکا رخ حشام کی طرف تھا۔

”ویکم مائے برادر۔۔۔ ویکم۔۔۔“ جور ڈن ڈھٹائی سے ہنسا تھا۔ حشام اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آج سے پہلے کبھی جور ڈن سے نہیں ملا تھا وہ تو اسکا نام تک نہیں جانتا تھا۔

”حشام آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ آپ جائیں یہاں سے۔۔۔“ ماہی اپنا ضبط کھو بیٹھی وہ بری طرح سے رو دی تھی۔

”یقیناً تم مجھے نہیں جانتے ہوں گے لیکن میں اچھے سے جانتا ہوں تمہیں حشام جبیل۔۔۔ لیکن کوئی بات نہیں آج تم مرنے سے پہلے سب جان جاؤ گے۔۔۔“ جور ڈن کی آنکھوں میں گھری سفا کی تھی۔

”آؤ بیٹھو۔۔۔“ جور ڈن کے اشارے پر حشام صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ جور ڈن اس سے نفرت کیوں کرتا تھا۔ اسکی وجہ کیا تھی۔

”میں ہوں جور ڈن جبیل۔۔۔ ضیاء جبیل کا بیٹا بد قسمتی سے تمہارا سوتیدہ بھائی۔۔۔“

حشام کو لگا تھا جیسے گھر کی عمارت اسکے اوپر گر گئی ہو۔۔۔ وہ حیرت سے گنگ جور ڈن کو دیکھ رہا تھا۔

”یقین نہیں تو اپنے باپ سے پوچھ لو۔۔۔ سب پتا چل جائے گا۔۔۔“ وہ مسکرا یا تھا، زخمی مسکرا ہٹ۔ جور ڈن نے اپنے پاس صوفے پر رکھے بڑے سے ڈبے سے کچھ نکالا تھا اور پھر اسے حشام کی طرف پھینکا۔۔۔

"یہ دیکھو۔ دیکھو سب۔" وہ مار تھا اور ضیاء کی تصویریں تھیں کچھ شادی سے پہلے کی کچھ بعد کی اور کچھ شادی کی۔ حشام پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اسکے سر میں شدید درد تھا جسے وہ مشکل سے کنٹرول کرنے ہوئے تھا۔

"یہ دیکھو یہ نکاح نامہ۔ کورٹ میرج کا۔"

"جانتے ہو میری ماں مار تھا ساری عمر تمہارے باپ کی بے وفائی کی وجہ سے روتی رہی۔ وہ گھٹ گھٹ کر مر گئی۔ میں نے باپ کے ہوتے ہوئے یتیمی کی زندگی گزاری ہے۔ مجھے انہا کی نفرت ہے تم سب سے۔ تمہارے خاندان سے۔ جب وہ محبت نبھا نہیں سکتا تھا تو کیوں میری ماں کو بر باد کیا۔ آخر کیوں۔؟؟" وہ چلا یا تھا۔ جورڈن کی آنکھوں میں نمی جبکہ لبھے میں اذیت تھی۔ اسکے چلانے سے ماہی ڈر گئی تھی۔ جبکہ حشام تو زلزلوں کی زد میں تھا۔ اسے آج پتا چلا تھا اسکا باپ اسکی بی جان کو کیوں نظر انداز کرتا تھا۔

جتنی اذیت اس وقت جورڈن کے اندر پھیلی تھی اتنی ہی حشام کی رگوں میں بھی اتری تھی۔

اس نے اپنے بابا سائیں کی زندگی کا یہ رخ تو کبھی دیکھا نہیں تھا۔

"تمہارے باپ نے مجھ سے میری سب سے قیمتی چیز چھینی ہے۔ میرا واحد سہارا میری ماں۔"

"اور آج میں تمہیں مار کر اپنابدلہ لو نگا ضیاء جبیل سے۔۔۔ بہت پیار کرتا ہے نا وہ تم سے۔ آج میں اس سے اسکی قیمتی چیز چھینوں گا۔" وہ بے رحم ہوا تھا۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ تم ایسا نہیں کرو گے جورڈن۔۔۔ ماہی چلائی تھی۔"

"بہت پیار کرتے ہو تم دونوں ایک دوسرے سے ہے نا۔؟؟" جورڈن نے ماہی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا تھا۔ حشام نے ماہی کو دیکھا تھا اور پھر نظریں چڑا گیا تھا۔

"موت جس انسان کا انتظار کر رہی ہو تم اسے کیا مارو گے جورڈن۔۔۔" حشام بولا تو اسکے لبھے میں صدیوں کی تھکن تھی۔ جورڈن نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔

"اور میں ماہی سے محبت نہیں کرتا۔۔۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔ اسے جانے دو اسکا کوئی قصور نہیں۔۔۔ میرا خاندان تمہارا گنگہار ہے ماہی کا نہیں۔۔۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے تم کہو گے اور میں مان لو نگا۔۔۔" جورڈن نے قہقہہ لگایا تھا۔

"بہت بار تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھا ہے۔۔۔ تم ماہی کے گھر بھی آتے جاتے رہے ہو۔۔۔ مجھے بے قوف سمجھا ہے۔۔۔"

"غصہ انسان سے اسکی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لیتا ہے۔۔۔ اگر تم غور کرتے تو جان لیتے۔۔۔"

"میں یہاں تم دونوں کی بکواس ہرگز نہیں سننے والا۔۔۔ تم تو مرد گے حشام جبیل۔۔۔ تم تو مرد گے تب ہی مجھے سکون ملے گا۔۔۔" اس نے پسٹل کا رخ حشام کی طرف کیا تھا۔

"نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔ ماہی حشام کی طرف لپکی تھی۔ جورڈن نے ٹریکر پرانگی رکھی تھی۔"

"نہیں جورڈن تم ایسا نہیں کرو گے۔۔۔ ماہی رو دی تھی۔۔۔ وہ حشام کے آگے کھڑی تھی۔ ماہی کو حشام کیلئے تڑپتا دیکھ کر ایک بار پھر جورڈن کے اندر اذیت پھیلی تھی۔

"موت تو برحق ہے ماہی۔۔۔ اگر اسی طرح لکھی ہے تو اسی طرح سہی۔۔۔" حشام نے ماہی کا بازو پکڑ کر اسے سائیڈ پر کیا تھا اور خود چلتا جلتا جورڈن کے سامنے آیا تھا۔

"اگر میری موت سے میرے باپ کا گناہ۔۔۔ جو کہ انہوں نے مجبوری میں کیا مٹ جائے گا۔۔۔ اور تمہاری تکلیف کم ہو جائے گی۔۔۔ مار تھا ماں کی روح کو سکول

مل جائے گا تو مار دو مجھے۔۔۔!!" حشام کا لبھے جتی تھا۔ جورڈن نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔ حشام نے اسکی ماں کو ماں کہا تھا۔۔۔

وہ شتوں کو خود سے بڑھ کر عزت دینے والا شخص تھا۔ ایک پل کیلئے جورڈن کا دل بدلا تھا وو سرے ہی پل اس نے پسٹل کو حشام کی پیشانی پر رکھا تھا۔

"نہیں جوڑن۔۔۔ پلیز معاف کر دو۔۔۔ حشام کو کچھ مت کہنا۔۔۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔۔۔"

ماہی اسکے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔

"تمہیں اللہ کا واسطہ ہے ہمیں جانے دو۔۔۔ حشام کو کچھ مت کہو۔۔۔ تم کہو تو میں تمہارے پاؤں پکڑ لیتی ہوں" وہ روئے ہوئے اسکے پاؤں کی طرف جھکی تھی۔

اور کوئی اپنی محبت کیلئے یوں نہ رویا ہو گا

جوڑن اسے اپنے پاؤں کی طرف جھکتا دیکھ کر تڑپ کر پیچھے ہوا تھا۔ اسے روئی ہوئی ماہی میں مارتا نظر آ رہی تھی۔ وہ جب بھی اپنے باپ کو مارنے کی بات کرتا تھا مارتا ایسے ہی روئی تھی۔

وہ اسے کہتی تھی کہ نفرت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔۔۔ محبت کرنا سیکھو۔۔۔ لیکن سارے رشتؤں کے ہوتے ہوئے بھی اسے محبت نہیں ملی تھی۔ جتنی محبت ماہی حشام سے کرتی تھی اتنی ہی مارتا خاصیاء سے کرتی تھی۔

ماہی تم روؤ مٹ۔۔۔ یہاں سے تمہیں محفوظ تمہارے گھر پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔۔۔" حشام نے پہلی بار اسے تم کہہ کر بلا یا تھا۔

"مجھے امید ہے کہ مجھے مارنے کے بعد تم ماہی کو سہی سلامت اسکے گھر پہنچاؤ گے۔۔۔!!" حشام کے الفاظ پر ماہی تڑپ اٹھی تھی۔

"!! نہیں جوڑن پلیز جانے دو ہمیں۔۔۔ تمہیں تمہاری ماں کا واسطہ ہے۔۔۔"

اور جوڑن کے ہاتھ سے پسل چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔۔۔ وہ حشام کو مار کر ایک اور مارتا کو تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ کبھی اپنی زندگی میں کمزور نہیں پڑا۔ مارتا کے سامنے کمزور پڑتا تھا اپنی ماں کے سامنے۔۔۔ اور آج پہلی بار وہ کسی اور عورت کے سامنے کمزور پڑا تھا۔۔۔ ماہی کے سامنے۔۔۔ اسکے آنسو ماہی کو تکلیف دے رہے تھے۔۔۔

اس نے تو ماہی کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

اس نے اپنے دل کو کرلاتے ہوئے پایا تھا۔

"جاو یہاں سے۔۔۔ وہ صوفے پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

"تمہیں یہاں اکیلے نہیں رہنا چاہیے جوڑن۔۔۔ تمہیں بابا سائیں سے ملنا چاہیے۔۔۔" حشام نے کہا تھا۔

"میں نے کہا جاو یہاں سے۔۔۔ وہ چلایا تھا۔

"چلیں حشام۔۔۔" ماہی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تھا۔۔۔ کچھ دیر بعد وہ اس گھر سے نکل آئے تھے۔

سارے راستے وہ گاڑی میں روئی آئی تھی۔ حشام اسے روئے ہوئے دیکھ رہا تھا سے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیسے ماہی کو چپ کروائے۔۔۔

بیشک آج اسے بھی بہت بڑا جھٹکا لگا تھا اپنادماغ سن ہو کر رہ گیا تھا لیکن ماہی۔۔۔

"ماہیں پلیز چپ ہو جائیں مٹ روئیں۔۔۔ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں میری وجہ سے سب ہوا۔۔۔"

وہ معذرت کر رہا تھا۔۔۔ ماہی کو اسکا ماہیں کہنا بہت اچھا لگتا تھا۔۔۔ کوئی اور موقع ہوتا تو یقیناً وہ بہت خوش ہوتی لیکن اس وقت وہ لوگ موت کے منہ سے آئے تھے۔

"اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میں مر جاتی حشام۔۔۔ میں تھک گئی ہوں خود سے لڑتے لڑتے۔۔۔ مجھ میں مزید ہمت نہیں ہے۔۔۔!!" وہ روڈی تھی۔

حشام کو بہت افسوس ہوا تھا۔ وہ نازک سی ماہی کیلئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اسکے گھروالے ماہی کیلئے بھی نہ مانتے اور اگر مان بھی جاتے تو اس کا حال مار تھا جیسا ہوتا۔ اور وہ ماہی کو دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔ خاص کر اب جب بی جان نے اس کا رشتہ سارہ سے پکا کر دیا تھا۔

وہ بہت بڑی طرح سے پھنسا ہوا تھا۔ حشام نے دائیں ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی مدد سے اپنے سر کو سہلا لایا تھا۔ ایسا کچھ ہوا تو نہیں نا۔ پلیز آپ رونا بند کریں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔!! ”حشام نے مشکل سے کھا تھا۔ ماہی نے چونک کرا سے دیکھا تھا۔ اور پھر رونا بند کر دیا تھا۔ گاڑی میں اب خاموشی چھائی تھی۔

”مجھے اچھا لگا جان کر کہ میرا ایک بھائی بھی ہے۔ کاش وہ بھی مجھے قبول کر لے۔“ حشام نے پہلی بار ماہی کے سامنے اپنے دل کی کوئی بات کی تھی۔ آپ اتنے اچھے کیوں ہیں حشام۔ کیوں۔؟؟“ ماہی کو ایک بار پھر سے رونا آیا تھا۔

”دنیا کا ہر انسان اچھا ہوتا ہے ماہیں۔ بس فرق یہ کہ جس سے ہم محبت کرتے ہیں ہمیں اسکے علاوہ کسی اور کی اچھائی نہیں نظر آتی۔“ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ ماہی بس خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”کہاں تھی تم ہم کب سے پریشان ہو رہے ہیں۔؟؟“ جیسے ہی ماہی گھر میں داخل ہوئی تھی ایلا اس پر بگڑی تھی۔ لاونچ میں حلیمه بی، لوئی ماں، ایلا اور حانم پریشانی سے اسکے انتظار کر رہی تھیں۔

”میں حشام کے ساتھ تھی۔“ ماہی نے نظریں چراتے ہوئے کہا تھا۔ روئے کے باعث اسکی آنکھیں سو جن کا شکار ہو گئی تھیں وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو پتا چلا۔

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن بتا دینا چاہیے تھا۔“ ہم سب اتنا پریشان ہو گئے تھے۔ حانم نے فکر مندی سے کہا تھا۔ ”موباکل کی بیٹری ختم ہو گئی تھی اس لئے موباکل بند تھا۔ مجھے نیند آئی ہے میں سونے جا رہی ہوں۔“ ماہی سپاٹ لجھے میں کہتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ وہ سب اسے جیرت سے جاتا دیکھ رہی تھیں۔

”شکر ہے ماہی بچہ ٹھیک ہے۔ سب اپنے اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ رات بہت ہو گیا ہے۔“ لوئی ماں کے کہنے پر ایلا اور حانم اپنے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

18 January

آج کی صبح پیرس کی سب سے حسین ترین صبح تھی۔ خاص طور پر حانم کیلئے آج وہ اپنے روحان سے ملنے والی تھی۔ آج انکی شادی کی پہلی اینیورسٹری تھی، وہ صبح چھ ساتھ بجے کی فلاٹیٹ سے پیرس پہنچنے والا تھا۔ اور حانم اسکا استقبال کرنے والی تھی۔ اس نے ایک خوبصورت سی جگہ پر جہاں لوگوں کا ہجوم کم ہوتا تھا وہ حانم کا دیکلم کرنا تھا۔ سفید برف سے بچھی قالین پر۔ گول میز کے گرد دو خوبصورت کریں ار رکھے۔

برف کے قالین پر سرخ گلاب بچھائے اس نے اس جگہ کو طسماتی بنادیا تھا۔ وہ خود بھی سرخ و سفید رنگ کی میکسی پہنے ہوئے تھی۔ سفید رنگ کا اونی کوٹ جس سے اس کا نازک وجود چھپا ہوا تھا۔ وہ ایک گڑیا لگ رہی تھی۔ سر پر خوبصورتی سے جواب کیا گیا تھا۔

اسے حسین اسکی خوبصورتی اور مسکراہٹ بنارہی تھی۔ وہ آج خوش تھی۔ انتہا کی خوش۔

اسے ہر چیز مسکراتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، اسکے سامنے میز پر چائے اور ناشتے کا سامان رکھا تھا۔ روحان نے سیدھا ایئر پورٹ یہاں آنا تھا۔ وہ دونوں ناشتے ایک ساتھ کرنے والے تھے۔

احساس محبت کا میری ذات پر رکھ دو  
تم ایسا کرو ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دو  
معلوم ہے، دھڑکن کا تقاضا بھی ہے لیکن  
یہ بات کسی خاص ملاقات پر رکھ دو  
یوں پیار سے ملنا بھی مناسب نہیں لگتا  
یہ خواب کا قصہ ہے اسے رات پر رکھ دو  
اطہار ضروری ہے تو پھر کہہ دوزباں سے  
یہ دل کی کہانی ہے روایات پر رکھ دو  
یہ پیار کی خوبصورتی میں نیارنگ بھرے گا  
اک پھول اٹھا کر میرے جذبات پر رکھ دو  
ہر وقت تمہارے ہی تصور میں رہوں میں  
جادو سا کوئی میرے خیالات پر رکھ دو #  
اک میں کہ میرے شہر میں بارش نہیں ہوتی  
اک تم کہ ملاقات کو بر سات پر رکھ دو  
ماںوں گی سحرتب ہی کہ جب بات بنے گی  
اس بار میری جیت میری مات میں رکھ دو !!

اس نے خوبصورت الفاظ کو میز پر رکھی خوبصورت سی نوٹ پیڈ پر لکھا تھا جس پر اس نے آج کا دن تاریخ اور وقت لکھا تھا۔  
یہاں کہیں کہیں پر اسے لوگ نظر آرہے تھے جو یقیناً کپل تھے اور ناشتے کی غرض سے آئے تھے۔  
یہ ایک اوپن ریسٹورینٹ تھا۔ جسے آئس ریسٹورینٹ کا نام دیا گیا تھا۔ وجہ یہاں کی سفیدی تھی۔ ایک تو طرف پر بنا تھا۔ اور دوسری یہاں ہر چیز کر شل کے بر تنوں میں پیش کی جاتی تھی۔ حامن نے اپنا میز سب سے الگ اور دور بک کروایا تھا۔ حامن نے موبائل میں وقت دیکھا تھا۔ آٹھ نج چکے تھے۔ وہ پہنچنے والا تھا۔ حامن نے اپنے دل کو بہت تیزی سے دھڑکتے پایا تھا۔

"گڈمارنگ مسز حنم روحان \_\_\_\_ !!، وہی سحر انگیز آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ حنم کو اپنا سانس اٹکتا محسوس ہوا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے انھی تھی اور پلٹ کر دیکھا تھا۔ یقیناً وہ اسکے پیچھے کھڑا تھا۔

لیکن جیسے ہی حنم کی نظر روحان کے چہرے پر پڑی تھی۔ اس اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔ اس نے خود کو پیرس کی برف میں دفن ہوتا محسوس کیا تھا۔

"میری دعا ہے کہ جس دن ہر ذی روح کو زندہ کیا جائے گا اور مُردوں کو قبروں سے اٹھا جائے گا ہمارا اس دن بھی سامنا نہ ہو!!" اس نے کتنی شدت سے دعا کی تھی اور آج چھ سال بعد وہ شخص اسکے سامنے کھڑا تھا۔ زندہ، سہی سلامت۔ جسے اس نے پانچ سال پہلے مر اہو اتصور کر لیا تھا۔ حنم کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"میں روحان بن حیدر جیل" وہ مسکر کر کہتا حنم کی طرف بڑھا تھا۔

"نہیں۔" حنم کے چہرے پر بے یقینی سی پھیلی تھی۔

"حنم میری بات سنو۔" وہ شاید اسکی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ وہ ایک قدم اور اسکی بڑھا تھا۔

"اتا بڑا دھوکہ۔" حنم چلانا چاہتی تھی لیکن آواز جیسے دم توڑ گئی تھی۔ وہ الٹے قدموں بر ف پر چل رہی تھی۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ نہیں ہو سکتا۔" وہ بڑا رہی تھی۔ اور پھر وہ پلٹی۔ اس نے وہاں سے بھاگ جانے میں عافیت جانی تھی۔ وہ اس شخص سے دور چلی جانا چاہتی تھی۔

وہ بھاگ رہی تھی، فاصلہ بڑھ رہا تھا۔ سفید برف پر اسکے جو توں کے نشان واضح تھے۔

کچھ دیر بعد روحان کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ وہ جانتا تھا حنم کاری ایکشن کچھ ایسا ہی ہو گا۔ جیسے ہی وہ ہوش کی دنیا میں لوٹا حنم کے پیچھے بھاگا تھا۔

"حنم رک جاؤ میری بات سنو۔" پلیز رک جاؤ۔"

اسے خود کو چلاتے پایا تھا۔ حنم اب شہر میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ اندر ہوں کی طرح بھاگ رہی تھی۔ اس نے اپنے دماغ کو سن پایا تھا۔

اور اسی پاگلوں والی حالت میں وہ دائیں طرف سے آتی ایک تیز رفتار سائیکل سے ٹکرائی تھی اور جسے ایک سترہ سال کا لڑکا چلا رہا تھا۔

وہ نیچے گری تھی۔ حنم نے اپنے دماغ کو گھومتا پایا تھا اور پھر اسکی آنکھوں کے سامنے اندر ہیرا روحان کو اپنی زندگی میں چھاتا محسوس ہوا تھا۔

جب اس نے حنم کو سڑک پر گرے پایا تھا اور اسکی پیشانی سے خون نکل رہا تھا۔

"حنم" وہ پوری قوت سے چلایا تھا اور پھر ترپ کر اسکی طرف بڑھا تھا۔

کبھی کبھی انجانے کی گئی غلطیاں انسان کی زندگی کا ناسور بن جاتی ہیں جنہیں نہ کبھی بھلا کیا جاتا ہے اور نہ انکی معانی دی جاتی ہے

کچھ ایسا ہی اسکے ساتھ بھی ہونے جا رہا تھا۔ وہ ہا سپٹل کے بیڈ پر نیم دراز اپنی اس کائنات کو دیکھ رہا تھا جسکے لئے وہ سالوں تڑپا تھا،

کوئی اسکی ترپ سے واقف نہیں تھا۔۔۔ اس نے بھی اندر ہیروں کی زندگی گزاری تھی۔ حنم کی پیشانی پر چوٹ لگنے کے باعث گہرا خم ہو گیا تھا جس سے خون نکلا تھا۔ اور کسی گہرے صدمے کی وجہ سے وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھی۔

وہ ہاسپٹل میں کمرے کے باہر رکھے انتظار گاہ میں رکھے صوف پر بیٹھ چکا تھا۔ سب اسکی غلطی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ وہ سید روحان بن حیدر جبیل جس نے دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف اٹھائی تھی، وہ آرجے تھا۔ آرجے سے روحان جبیل کا سفر اس رات شروع ہوا تھا جس رات اسکا ایک سٹینٹ ہوا تھا۔ اور سب نے اسے مرا ہوا سمجھ لیا تھا۔

"ماما۔۔۔ کہاں ہیں آپ۔۔۔" وہ تیز روشنی میں سرگ کے اندر بھاگ رہا تھا۔ سرگ کے دوسرے کنارے پر اسے اپنی ماں نظر آئی تھی۔ سیدہ عائشہ جبیل۔۔۔ وہ ترپ کر اپنی ماں کی طرف بڑھا تھا۔

"روحان بیٹا۔۔۔ آگئے تم۔۔۔" عائشہ جبیل اسے دیکھ کر مسکراتی تھیں۔ اسکی ماں اور اسکے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا کہ روحان ایک ان دیوار سے ٹکرایا تھا جو ان راستے میں ان دونوں کے درمیان حائل تھی۔

"ماما۔۔۔ مجھے آپکے پاس آنا ہے۔۔۔" وہ رورہا تھا۔۔۔ وہ شیشے کی دیوار تھی۔ اس دیوار کے اس پار اسے اپنی ماں مسکراتی نظر آرہی تھی۔

"واپس چلے جاؤ روحان تمہارا وقت نہیں ہوا مجھ سے ملنے کا۔۔۔" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

"نہیں ماما۔۔۔ مجھے آپکے پاس آتا ہے مجھ سے کوئی پیار نہیں کرتا۔۔۔" وہ دس سال کا بچہ رو رہا تھا۔

"جاو روحان واپس جاؤ۔۔۔ یہ جگہ تمہارے لئے نہیں بنی۔۔۔ جاؤ تمہیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے، تم تو میرے پیارے روحان ہو۔۔۔ میرے پیارے اسکی ماں کی شبیہہ دھندلی ہوتی جا رہی تھی۔

"ماما۔۔۔ مت جائیں۔۔۔" وہ زور زور سے چلا رہا تھا۔

اسے مدھم سی روشنی میں آخری بار اپنی ماں مسکراتی نظر آئی تھی اور پھر ہر طرف اندھیرہ چھا گیا تھا۔

جسم میں اٹھتی تکلیف کے باعث آرجے کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو زمین پر گرے پایا تھا۔ اس سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔ یہ مجرمہ تھا یا کچھ اور۔۔۔ جس وقت ٹرک نے اسکی گاڑی کو اڑایا تھا۔ وہ اس سے نکل گیا تھا۔۔۔ ٹرک کی اپنی لاٹھ بند تھی۔ اندر بیٹھے لوگ اسے دیکھ نہیں پائے تھے۔ اور سڑک کے بائیں طرف بنے اس جنگل میں گرا تھا جو نیچے (گہرائی) پر تھا۔

وہ مشکل سے کراہتا ہوا زمین سے اٹھا تھا۔ رات ہونے کی وجہ سے اسے ہر چیز دھندلی نظر آرہی تھی۔ آرجے نے اپنی آنکھوں کو مسل کر دیکھا تھا۔ اسے کچھ فاصلے پر اونچائی پر سڑک نظر آئی تھی۔ وہ لنگڑاتا ہوا چل رہا تھا۔۔۔ شاید اسکے پاؤ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ وہ جتنی زور سے سڑک پر اور پھر نیچے گرا تھا یقیناً جسم کی بہت سی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہو گئی۔ اسے اپنی گردن پر گہرہ سیال مائع بہتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ خون تھا جو اسکے سر سے نکل رہا تھا۔ وہ مشکل سے سڑک تک آیا تھا اور اپنی جلتی ہوئی گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔ آرجے کو اپنی ٹانگوں کی جان نکتی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرہ چھاتا محسوس ہو رہا تھا اور پھر وہ سڑک پر ڈھنے لگا تھا۔

گاڑی میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی ہنسی گونج رہی تھی۔ گاڑی اپنی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔

"لگتا ہے بچوں کو نیند نہیں آئی آج۔" ڈاکٹر باسط احمد نے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی اپنی بیوی سے کہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب آگے دیکھیں۔" اچانک مقدس یعنی ڈاکٹر باسط کی بیوی چلائی تھی۔ ڈاکٹر باسط نے گاڑی کو بریک لگایا تھا انہیں سڑک کے درمیان کوئی انسان پڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے گاڑی سے باہر نکلے تھے۔ اور پھر آر جے کی طرف بڑھے تھے۔ موبائل کی روشنی میں انہوں نے آر جے کو دیکھا تھا جو بہت ہی زخمی حالت میں تھا۔ جیسے ہی روشنی آر جے کے چہرے پر پڑی تھی۔ ڈاکٹر باسط کی بیوی مقدس اچھلی تھی۔ اسے کرنٹ لگا تھا۔ وہ شخص اسکا محسن تھا جو موت و حیات کی کشکاش میں پڑا تھا۔

"یہ زندہ ہے۔ ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔" ڈاکٹر باسط بولے تھے۔

"یہ میرے محسن ہیں باسط صاحب۔ ہمیں ہر حال میں انہیں بچانا چاہیے۔" اور پھر وہ دونوں میاں بیوی اسے اپنی گاڑی میں ڈال کر لے گئے تھے۔ بنا یہ جانے کہ وہ کون تھا۔؟؟ کہاں سے تھا۔؟؟

ڈاکٹر باسط احمد شہر کی ایک معزز شخصیت تھے وہ نہ صرف پاکستان کی بلکہ باہر کی دنیا میں بھی جانے جاتے تھے۔ وہ سب سریلو جی کے میدان میں ماہر ہونے کے ساتھ ایک اثر نیشنل اسلامک سکالر تھے۔ دنیا بھر کے مسلمان ان سے واقف تھے۔

عمر پچپن سے ساٹھ سال تھی۔ کسی زمانے میں لندن ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے گئے تھے دل ایسا پڑتا کہ اسلامی دنیا میں ایک بڑا نام کمالیا۔ انکی بیوی مقدس ایک بتیں سالہ عورت تھی جن سے انہوں نے دوسری شادی کی تھی۔

اس رات وہ آر جے کو اٹھا کر اپنے ہاسپیٹ لائے تھے جس کا نام النور تھا۔ آر جے کی حالت بہت خراب تھی۔ اسکے بچنے کی امید بہت کم تھی۔ پھر بھی ڈاکٹر ز نے اپنی کوشش جاری تھی۔

اسکے سر پر گہری چوٹ لگی تھی۔ تین دن بعد آر جے کو ہوش آیا تھا۔ اس نے تھوڑی سی آنکھیں کھولی تھیں۔ اسے محسوس ہوا تھا کہ میں اندر ہی رہا تھا۔ آتا دیکھ کر نرس ڈاکٹر کو بلا نے بھاگی تھی۔ وہ شاید موبائل پر کوئی خبر سن رہی تھی جسے وہ ہٹر بڑا ہٹ میں اس کمرے میں چھوڑ گئی تھی۔ موبائل پر ایکر کسی کے مرنے کی خبر دے رہا تھا۔ ملک کا مشہور اور سب کے دلوں میں دھڑکنے والا سنگر آر جے ایک حادثے میں جاں بحق ہو چکا تھا۔ آر جے کو اپنا سانس اٹکتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ زندہ ہوا۔ کیا کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔

"میں زندہ ہوں۔" وہ چلایا تھا۔

"یہاں اتنا اندر ہی رکیوں ہے۔؟؟ وہ چیخ رہا تھا۔ اسے اپنے جسم کے ہر جوڑ سے درد کی ایک لہر اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کہاں تھا وہ خود نہیں جانتا تھا۔" "یہاں اندر ہی رکیوں ہے۔ کوئی ہے یہاں۔؟؟"

وہ پوچھ رہا تھا اور ساتھ اپنے ارد گرد چیزوں کو ہاتھ سے ٹھول رہا تھا۔ ہاتھ پر لگی ڈرپ سے وہ جان چکا تھا کہ وہ ہاسپیٹ میں تھا۔ لیکن اسکے کمرے میں اتنا اندر ہی رکیوں تھا۔

ڈاکٹر باسط اسکے کمرے میں دروازے میں ابھرے تھے۔ وہ حیرت سے پیوں میں جکڑے آر جے کو دیکھ رہے تھے۔ جسکے سر اور منہ پر بھی پیاں لگی تھیں۔ کمرے میں بہت تیز نہ سہی لیکن اچھی خاصی روشنی تھی۔ پھر اسے کیوں اندر ہی رکیوں محسوس ہو رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ڈاکٹر مریض کے سر پر پچھے کی جانب چوٹ کے لگنے کے باعث شاید وہ اپنی بینائی کھو چکے ہیں۔!! ایک دوسرے ڈاکٹر نے ڈاکٹر باسط سے کہا تھا۔  
جو افسوس سے سر ہلا کر رہ گئے تھے۔

جب آر جے کو ڈاکٹروں نے بتایا تھا کہ وہ اپنی بینائی کھو چکا ہے تو اسے یقین نہیں آیا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح ہزیانی انداز میں چلایا تھا۔  
وہ تو سکینگ آئیز رکھتا تھا۔ ایسے کیسے وہ اندھا ہو سکتا تھا۔ جب وہ اپنی اس محرومی پر چلاتا تھا تو اسے دماغ سے درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہوتی تھیں۔  
چھوڑ اسماں اٹھ کر ہلنے کی کوشش کرتا تھا تو جسم لرز جاتا تھا۔

"میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اندھا نہیں ہو سکتا۔" وہ چلاتے چلاتے رونے لوگ جاتا تھا۔  
وہ آر جے جولا کھوں دلوں کی دھڑ کرن تھا۔ وہ ہاسپٹ میں گم نام پڑا تھا کسی کو اسکی خبر تک نہیں تھی۔ آر جے کو اپنا دل بھتنا محسوس ہوتا تھا۔ جانے کتنے دن ہو گئے تھے  
وہ اپنے چاروں طرف اندھیرا دیکھ رہا تھا۔ اور اندھیروں میں جینا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، بہت زیادہ۔۔۔۔۔

سیدوں کی حوالی میں قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ حشام پاکستان آگیا تھا۔ آر جے کی گاڑی سے کچھ فاصلے پر پولیس والوں کو اسکا موبائل اور والٹ ملا تھا جس سے اسکی گاڑی کی  
شناخت ہوئی تھی۔ پولیس والوں کو اسکی بادی نہیں ملی تھی۔ انکے مطابق اسے جلا دیا گیا تھا گاڑی کے ساتھ ہی۔ حشام تو پاگل ہونے کو ہو گیا تھا۔  
"آر جے نہیں مر سکتا۔ ضرور اسے کسی نے کڈنیپ کیا ہے۔ وہ جان بوجھ کر گاڑی جلا گئے ہیں۔" وہ نہیں مر سکتا۔ مجھے میرا بھائی چاہیے۔ میں نہیں  
چھوڑوں گا کسی کو۔" اس نے زندگی میں پہلی بار اپنا ٹیسپر لوز کیا تھا۔ پولیس چھان بین میں لگی ہوئی تھی لیکن کہیں سے بھی اسکی خبر نہیں آئی تھی۔  
سنستان علاقہ تھا وہ۔ آس پاس جو علاقے تھے وہاں پتا گیا تھا لیکن کہیں سے بھی اسکی خبر نہیں ملی تھی۔ جب کمی کو پتا چلا تھا وہ بھی بہت رویا تھا۔  
ہر آنکھ اشکبار تھی۔ لیکن حشام کو یقین تھا آر جے مر نہیں سکتا تھا۔

ڈاکٹر باسط احمد کی بیوی مقدس آر جے کو ملنے ہا سپٹ میں اسکی پاگلوں جیسی حالت دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی تھی۔ کمرے کے باہر کھڑے ہو کر وہ  
اسے کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ جو بے سود بستر پر پڑا تھا۔ اسکے جسم کی کافی ہڈیاں ٹوٹی تھیں جو رفتہ رفتہ ٹھیک ہو رہی تھیں۔ اسے ایک مہینہ ہو گیا تھا اس  
ہاسپٹ میں آئے ہوئے وہ ایک بس ایک ہی بات بار بار دھرا تھا۔

"میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اندھا نہیں ہو سکتا۔ تم لوگ مذاق کر رہے ہو میرے ساتھ۔"  
وہ پاگلوں کی طرح چلاتا تھا۔ آہستہ آہستہ اسکے جسمانی زخم مندل ہو رہے تھے لیکن اس اندھیرے نے اسکی روح میں زخم کئے تھے۔ اندھیرا اسکی روح میں پنج گاڑ کر  
بیٹھ چکا تھا۔

مسز مقدس باسط نم آنکھیں لئے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے آج بھی وہ رات یاد تھی جب وہ پیٹ بھرنے کیلئے جنم فروشی کرتی تھی اور ایک ایسی ہی رات میں وہ مکی اور  
آر جے سے ملی تھی۔

مکی نے اسے گاڑی کے اندر بٹھایا تھا لیکن آر جے نے اسے پیسے دے کر باہر نکال دیا تھا۔ وہ حیران رہ گئی تھی۔ اور اس روز وہ بہت روئی تھی اس نے فیملہ کیا تھا  
کہ وہ بھوکی مر جائے گی لیکن یہ گناہ دوبارہ نہیں کرے گی۔ پھر اس نے کام کرنے کی بہت کوشش کی۔ لوگوں کے گھروں میں جاتی تو وہاں کے مرد

اسے حس بھری نظروں سے کتنے تھے۔ کتنے ہی گھروں سے وہ بنائیے لئے کام چھوڑ آئی تھی کیونکہ وہ گناہوں کی دلدل میں مزید دھنسنا نہیں چاہتی تھی۔ اور ایک ایسے ہی دن وہ ڈاکٹر باسط احمد جو پاکستان میں مولانا کی خصیت سے جانا چاہتا تھا اسکے جلسے میں پہنچ گئی تھی۔ اس نے ڈاکٹر سے سوال کیا تھا کہ اس پر اور اسکے پھوٹ پر خود کشی حلال ہو سکتی ہے۔؟ ڈاکٹر باسط اسکی بات سن کر کانپ اٹھے تھے اور پھر اسکے زندگی کے حالات جان کر انہوں نے مقدس سے ناصر شادی کی تھی بلکہ اسکے پھوٹ کو بھی اپنایا تھا۔ اور مقدس اسے اپنی خوش بختی سمجھ رہی تھی زخمی حالت میں آر جے انہیں ملا تھا۔ لیکن اسکی حالت دیکھ کر دل بہت دکھتا تھا۔۔۔

دو مہینے گزر چکے تھے۔ آر جے کے جسم کے گھاؤ کافی حد تک بھر چکے تھے۔ اب اسکے چلانے میں بھی کمی آگئی تھی۔ ڈاکٹر باسط نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ جیسے ہی جسمانی طور پر مکمل ٹھیک ہو گا اسکی آنکھوں کو آپریشن کیا جائے گا۔ وہ مکمل ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن وہ خاموش رہا تھا۔۔۔ اب خاموشی نے اس پر غلبہ پالیا تھا۔ اسے پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ کائنات کسی ایسی ذات کے ہاتھ میں ہے جب تک وہ نہ چاہے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اسکا دل روتا تھا۔ آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے لیکن وہ کس کو سناتا۔۔۔

جب اس سے اسکی فیبلی کے متعلق پوچھا گیا تو وہ خاموش رہا تھا۔ اور اس نے کہہ دیا تھا کہ اسکا کوئی نہیں نکلا تھا۔۔۔ سب اسے بھول گئے تھے۔ وہ جن سے بات کرنے کا وقت بھی نہیں ہوتا تھا آر جے کے پاس آج ان سے دوری پر وہ ترپ رہا تھا۔۔۔ لیکن شاید وہ نہیں جانتا تھا۔ یہ مكافات عمل تھا۔ اس نے حامم کو اندھیروں کی زندگی میں دھکیل دیا تھا۔ اور پھر اس سے اسکی بینائی چھین لی گئی تھی، اس نے حامم کو سب سے دور کر دیا تھا اور آج وہ خود سب سے دور تھا۔

ڈاکٹر باسط اور مقدس اسے اپنے گھر لے آئے تھے۔ آر جے کے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگ پھکی تھی۔ اسے اس اندھیری زندگی میں ہر طرف خدا کی ذات محسوس ہوتی تھی۔ وہ آر جے کتنا بھاگا تھا لیکن وہ ایک عام سی لڑکی کو نہیں ڈھونڈ پایا تھا۔ وہ آر جے جسے اپنے وجود پر گھمنڈ تھا آج وہ تاریکیوں کی نظر تھا۔۔۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ مقدس نے اسے سب بتا دیا تھا کہ وہ کون تھی۔ وہ آر جے کو اپنا منہ بولا بھائی مانتی تھی۔۔۔ سب جاننے کے بعد بھی اسکے ہونٹوں سے ایک لفظ نہیں نکلا تھا۔ اس اندھیرے کی زندگی سے توموت اچھی تھی وہ محسوس کرتا تھا۔

ڈاکٹر باسط نے خاص اسکی دیکھ بھال کیلئے ملازم رکھے تھے جو اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جاتے تھے۔ وہ اتنا بے بس اور لاچار ہو چکا تھا کہ اپنے ہاتھ سے پانی تک بھی نہیں لے کر پی سکتا تھا۔ ڈاکٹر باسط کے گھر میں زیادہ تر قرآن پاک کی تلاوت لگی ہوتی تھی یا پھر انکے جلوسوں کی ریکارڈ ویڈیو جو مقدس بہت اشتیاق سے سنتی تھی۔

”انسان چاہے جتنے مرضی گناہ کر لے۔۔۔ اسے اللہ نے آزاد چھوڑا ہوا ہے۔۔۔ لیکن جب اللہ رسی کھینچتا ہے تو انسان ترپ بھی نہیں پاتا۔۔۔ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو کلمہ گو مرتے ہیں۔۔۔ جنہیں اللہ معافی کا موقع دیتا ہے۔۔۔ آج بھی وقت ہے توبہ کرلو۔۔۔ توبہ کرلو۔۔۔ کہ جب میرا رب پکڑنے پر آتا ہے تو کچھ کام نہیں آتا۔۔۔ بیشک میرے رب کی پکڑ بڑی زبردست ہے۔۔۔“ جب جب آر جے انکی باتیں انکے بیانات سنتا تھا اسے خدا کی ذات کا احساس ہوتا تھا۔۔۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ کچھ نہیں تھا۔۔۔ اللہ ہی سب کچھ تھا ہے اور رہے گا۔۔۔

ڈاکٹر باسط کی آواز میں تاثیر تھی۔ وہ لوگوں کے دلوں کو پھیر دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ شاید اسی لئے اللہ نے آرجے کی ذمیداری انہیں سونپی تھی۔

"میاں اب تو تم کافی حد تک ٹھیک ہو چکے ہو۔ چاہو تو بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھ سکتے ہو۔"

اس رات ڈاکٹر باسط اسکے پاس تشریف لائے تھے۔

انکی بات سن کر آرجے چونکا تھا۔ اس نے ڈاکٹر باسط کو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن وہ کہہ سکتا تھا کہ وہ شخص دیکھنے میں بھی بہت بار عرب ہو گا۔

نماز کا لفظ سن کر اسے وہ وقت یاد آیا تھا جب نماز پر سوال اٹھانے پر اسے مولوی نے مارا تھا اور شیطان کہا تھا۔۔۔ اس روز وہ بچہ اپنی مخصوصیت کھو کر شیطان بن چکا تھا۔ جو اللہ کے وجود کا انکاری تھا۔ آج عرصے بعد اس سے کسی نے یہ سوال کیا تھا۔

"کیا ہو اخاموش کیوں ہو۔۔۔؟؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"میں اللہ کی ذات کو نہیں مانتا۔" آرجے کے لبجے میں شکستگی تھی۔

"ملحد ہو۔۔۔؟؟" وہ محبت سے پوچھ رہے تھے۔ آرجے انکے لبجے پر حیران ہوا تھا۔ اسے لگا تھا جب ڈاکٹر باسط کو یہ پتا چلے گا کہ وہ ایک ملحد تھا تو وہ اسے گھر سے نکال کر باہر پہنچنک دے گا۔

"چلو اچھی بات ہے۔۔۔" وہ سن کر مسکرائے تھے۔

انکی بات سن کر آرجے کو جھکا لگا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔؟؟" وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں۔۔۔ بلکہ مبارک ہو میاں تمہیں کہ تم ایک ملحد ہو۔۔۔ تم کافر یا مشرک نہیں ہو۔۔۔!!" آرجے اب بھی انکی بات نہیں سمجھا تھا۔ ایک مولانا ایک ملحد کو اسکے ملحد پر مبارکباد دے رہا تھا۔ وہ حیران ناہوتا تو کیا کرتا۔

کافر اور مشرک لوگ کلے سے انکاری ہوتے ہیں۔۔۔ وہ ایک اللہ پر یقین نہیں رکھتے۔۔۔ جبکہ مسلمان کلمہ گو ہوتے ہیں جبکہ ملحد انجانے میں کلمہ کے پہلے حصے پر خود ہی پورا اترتے۔۔۔ وہ خود ہی اعتراف کرتے ہیں۔۔۔ ڈاکٹر باسط کہہ رہے تھے جبکہ آرجے کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔

ملحد کہتا ہے

"There is No GOD"

کہ کوئی خدا نہیں، اور کلمے کا پہلا حصہ بھی یہی ہے کہ "لا الہ" یعنی نہیں کوئی معبد۔۔۔ میاں پہلے حصے کی گواہی تم خود دے رہے ہو۔۔۔ بس "لا اللہ" تک پہنچنا ہے "یعنی اللہ کے سو۔۔۔"

وہ خوبصورتی سے بیان کر رہے تھے جبکہ آرجے تو انکی بات سن کر دنگ رہ گیا تھا۔۔۔ اسکے ملحد ہونے پر اسے دھنکا را گیا تھا۔۔۔ نفرت کی گئی تھی۔۔۔ یہ کون تھا جو اس سے محبت کر رہا تھا۔۔۔ آج تک کسی نے اس سے اسکے ملحد ہونے کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔۔۔ بس دھنکا را گیا تھا۔ آج کسی نے اسکے ملحد ہونے پر اسے مبارک کہا گیا تھا۔۔۔

آپ کون ہیں؟؟" آرجے پوچھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"اللہ کا بندہ ہوں، جیسے تم اللہ کے بندے ہو۔۔۔" انہوں نے نرمی سے جواب دیا تھا۔

"لیکن اللہ آپ سے محبت کرتا ہے۔۔۔ مجھ سے نہیں۔۔۔" آرجے کے لبھ میں دکھ کی آمیزش تھی۔

"کس نے کہا وہ محبت نہیں کرتا تم سے۔۔۔؟؟۔۔۔"

وہ اب پوچھ رہا تھا۔

"اگر وہ مجھ سے محبت کرتا تو مجھے اندھیروں میں نہیں دھکلیتا۔۔۔"

"وہ اگر تم محبت نہ کرتا ہو تو تمہیں بنا کلمہ پڑھے، بنا تو بہ کئے موت کے حوالے کر دیتا۔۔۔ اس نے تمہیں دوسرا زندگی دی، تمہیں اپنا آپ بدلنے کا موقع دیا۔۔۔ اس سے زیادہ محبت کون کرتا ہے کسی سے۔۔۔؟؟ تم اسکے انکاری ہوں میاں!! لیکن وہ رب ہے، وہ اپنے بندوں کو اچھے سے جانتا ہے۔۔۔ اس نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے۔۔۔ اور یقیناً انعام بہت بڑا رکھا ہو گا!!" کہتے ہیں نیک لوگ پھولوں کی طرح ہوتے ہیں جو بھی انکے قریب ہوتا ہے وہ اسے خوشبوؤں سے معطر کر دیتے ہیں، انسان کی صحبت سے اسکی پہچان ہوتی ہے۔۔۔ اس نے نیک لوگوں میں بیٹھنے کا کہا گیا ہے، اور نیک لوگوں کا اثر کبھی نہ کبھی ہو ہی جاتا ہے۔ آرجے دل بدلتا ہے۔۔۔ ڈاکٹر صاحب کی اللہ سے محبت دیکھ کر اسے ابھی اس ذات سے محبت ہو رہی تھی۔۔۔ واقعی وہ رحیم تھا۔۔۔ اس نے آرجے کے جسم کا کوئی حصہ مغلوب نہیں کیا تھا۔۔۔ وہ جسمانی طور پر مکمل تھا۔۔۔ بس اسے بینائی چھین کر آزمایا گیا تھا۔۔۔

"اور کہتے ہیں جب کچھ نہیں نظر آتا تب اللہ نظر آتا ہے، اور آرجے کو ہر جگہ اللہ نظر آنے لگا تھا"

کہتے ہیں جب انسان کی خواہشات، اسکے ارادے اور اس کا بھرم ٹوٹتا ہے تو انسان اللہ کی پہچان کرتا ہے چار مہینے گزر گئے تھے۔ آرجے کی آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا۔ آج اسکی آنکھوں سے پٹی اتری تھی۔ اور اسکا دل کٹ کر رہ گیا تھا جب وہ کچھ دیکھ نہیں پایا تھا اس نے اندھیرے کی زندگی میں روشنی کی شدید خواہش کی تھی، جانے کیا کیا سوچا تھا، لیکن روشنی نہیں بلکہ ایک بار پھر اندر ہی انہی اسکا منتظر ٹھہر اتھا۔

غم اتنا بڑا تھا کہ ایک آنسو اسکی آنکھ سے ٹپکا اور گال پر پھسلتا چلا گیا تھا

"اللہ کی ذات سے مایوس نہیں ہوتے، یقیناً اس میں بھی اللہ کی ہی کوئی بہتری ہو گی اس پر بھروسہ رکھو وہ سب ٹھیک کرے گا" ڈاکٹر باسط نے اسکا آنسو پوچھا تھا۔

"شاید میری تقدیر میں ہی اندھیرا لکھ دیا گیا ہے۔۔۔؟؟" آرجے بولا تو اسکی لبھ میں تڑپ واذیت تھی۔ وہ قسمت پر یقین نہ رکھنے والا شخص آج تقدیر کی بات کر رہا تھا۔

"جانتے ہوں میاں قسمت اور تقدیر کیا ہے۔۔۔؟؟" ڈاکٹر باسط پوچھ رہے تھے۔

"یہی کہ میں اپنی باقی زندگی اندھروں میں گزاروں گا اور کبھی اپنے من پسند لوگوں کو نہیں دیکھ پاؤں گا۔۔۔!!" اس وقت حامم اسے شدت سے یاد آئی تھی۔ اس نے خواہش کی تھی کہ جب اسکی پٹی اترے گی اور وہ دیکھ پائے گا تو کاش اس وقت حامم اسکے سامنے ہو اور وہ اسے دیکھے۔۔۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔

بالکل نہیں۔۔۔ چلو آج میں تمہیں قسمت کا کھیل سناتا ہوں۔۔۔ "ڈاکٹر باسطنے نے نرم لمحے میں کہا تھا۔

"جب اللہ کسی انسان کو دنیا میں بھینے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب جانتا ہے کہ یہ انسان نیک ہو گا۔۔۔ کچھ چیزیں انسان کی زندگی میں

Fix

ہوتی ہیں جیسے انسان کا پیدا ہونا اور اس کا مرنا وغیرہ جنہیں اللہ فکر لکھتا ہے اور جنہیں کوئی نہیں بدل سکتا۔۔۔ اور رہی بات باقی چیزوں کی تو سنو۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے پاس "علم الغیب" ہے۔۔۔ جانتے ہو علم الغیب کے کہتے ہیں؟

اس چیز کا علم رکھنا کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔۔۔؟؟ قسمت یہ نہیں ہے کہ اللہ نے لکھا تھا اس لئے تمہارا ایک سیڈینٹ ہوا۔

قسمت یہ نہیں کہ اللہ نے لکھا تھا کہ تم ایک ملحد بنو گے اس لئے تم ملحد ہو، اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ جس انسان کو وہ دنیا میں بھینج رہا ہے وہ دنیا میں جا کر کیا کرے گا۔۔۔ چونکہ اللہ کو پہلے سے علم ہوتا کہ یہ انسان نیک بنے گا۔ اس لیے اسے نیک لکھا جاتا ہے۔۔۔ ناکہ قسمت یہ کہ اللہ نے اس انسان کو نیک لکھا اس لئے وہ نیک بنًا۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ اللہ پاک نے انسان کو

Free Will

دیا ہے، اسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے، اور گناہ اور نیک اعمال کرنے کی صلاحیت دی ہے۔ چونکہ اللہ پہلے سے جانتا ہے کہ ایک انسان دوستوں میں سے غلط راستے پہنچنے گا۔۔۔ وہ ایک طرح سے سکرین پر فلم کی طرح انسان کو دنیا میں بھینے سے پہلے جو وہ کرے گا سب دیکھ رہا ہوتا ہے۔۔۔ اور جو جو انسان کرتا ہے اللہ وہی لکھتا ہے

اگر ایک مجرد پالٹس جنہوں نے نیا نیا جہاز اڑانا سیکھا ہو، ان میں سے ایک پالٹ کو کہے کہ یہ بہت اچھا جہاز اڑائے گا جبکہ دوسرے کو کہے کہ اسکا جہاز گر جائے گا۔۔۔ اور جب واقعی وہ دونوں جہاز اڑائیں اور پہلے والا اچھی اڑان بھرے جبکہ دوسرے والے کا جہاز کریش ہو جائے وہ مر جائے تو کوئی بھی اسکے جہاز کے کریش ہونے کا الزام مجرم پر نہیں لگا سکتا۔۔۔ مجرم نے صرف پیشین گوئی کی تھی کیونکہ اس نے دوسرے پالٹ کو دورانِ ٹریننگ جہاز پر کم توجہ دیتے دیکھا تھا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجرم نے کہا تھا اس لئے اسکا جہاز کریش ہوا۔۔۔ بالکل نہیں "ڈاکٹر باسطنے ایک گہرہ سانس لیا تھا۔۔۔ آر جے غور سے انہیں سن رہا تھا۔

"تو میاں اللہ کو پتا ہوتا کہ اس انسان نے دنیا میں جانے کے بعد توحید سے انکار کرنا ہے، تو اللہ اسے کافر لکھتا ہے۔۔۔ لیکن وہ اس انسان کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دیتا ہے۔ جو لوگ کافر سے مسلمان ہوتے ہیں یہ بھی اللہ کو پہلے سے علم ہوتا ہے اس لیے اللہ لکھتا ہے کہ یہ ایک وقت پر مسلمان ہو گا۔۔۔ کیونکہ اللہ کو پتا ہوتا ہے کہ یہ انسان ایک وقت میں میری کھونج کرے گا اور پھر ایمان لے آئے گا۔۔۔ اس لیے اللہ اسکی تقدیر میں مسلمان ہونا لکھتا ہے، نہ یہ کہ اللہ نے اسکی تقدیر میں مسلمان ہونا لکھا اس لئے وہ ہو گیا

اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ کس انسان پر کوئی مشکل آئے گی۔۔۔ اور پھر وہ انسان دعا مانگے گا۔۔۔ چونکہ اللہ کو پہلے سے پتا ہوتا ہے کہ یہ انسان دعا مانگے گا تو اللہ لکھ دیتا ہے کہ یہ ایک وقت پر مصیبت کے ٹھیکانے کی دعا مانگے گا لحاظہ اس انسان پر سے اس مصیبت کو ٹھیک دیا جائے گا۔۔۔ اسکو کہتے ہیں دعا سے تقدیر بدلتا۔۔۔ دراصل تقدیر بدلتی نہیں جاتی بلکہ پہلے سے لکھا ہوتا ہے کہ ایک وقت پر انسان دعا کرے گا۔۔۔ جسکا اللہ کو پہلے سے علم ہوتا ہے اس لئے اللہ وہ مصیبت ٹھیک دیتا ہے، سب کچھ پہلے سے لکھا جا چکا ہے۔۔۔ لیکن اللہ نے سب کچھ پہلے سے دیکھنے کے بعد لکھا ہے، کیونکہ اللہ علم الغیب رکھتا ہے وہ ہر

انسان کی فطرت کو اچھے سے جانتا ہے، وہ سیاہ رات میں سیاہ پتھر پر چنے والی سیاہ کیڑی کی حرکت کو بھی پہچان لیتا ہے، تو کیا وہ دلوں کے راز سے واقف نہیں ہو گا؟؟ کیا وہ اپنے پیدا کردہ انسان کی فطرت سے لا علم رہ سکتا ہے۔۔۔؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ اب تمہارے ہاتھ میں میاں کہ تم اللہ کے وجود کا اقرار کرو گے یا انکار۔۔۔؟ کیونکہ اس نے تمہیں ہر طرح کی چھوٹ دے رکھی ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت۔ غور کرنے والی عقل، ان سب کے باوجود تم کیا اپناتے ہو یہ تمہارے ہاتھ میں تمہیں مجبور نہیں کیا، یہ بات میں نہیں جانتا لیکن اللہ جانتا ہے کہ تم اللہ کے وجود کا اب انکار کرو گے یا اقرار۔ اور اسی لحاظ نے اس نے تمہاری تقدیر میں تمہارے مسلمان یا ملحد ہونے کا لکھا رکھا ہے۔

اگر تم توبہ کرو گے تو یہ مت سمجھنا کہ اللہ نے لکھا کہ میں توبہ کروں گا تو اس لئے بنائی کچھ سوچ سمجھے توبہ کر رہا ہوں، بلکہ اللہ پہلے سے جانتا ہے کہ تم توبہ کرو گے یا نہیں۔ اگر کرو گے تو اس نے لکھا ہے کہ یہ شخص توبہ کرے گا،

اور اگر نہیں کرو گے تو یہ بھی لکھا اللہ نے کہ یہ انسان سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے باوجود توبہ نہیں کرے گا لوگ اپنی ناسمجھی کا بوجھ تقریر پر ڈال کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ جبکہ وہ جانتے ہی نہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کرنا تھا یہ اللہ پہلے سے جانتا تھا اس لیے اللہ پاک نے ایسا لکھا "تم پر اللہ کا خاص کرم ہے۔۔۔ مجھے پتا ہے کہ تم ضرور اسکی ذات کے متعلق سوچو گے۔۔۔ تم حالات و ایجادوں کو سمجھو گے۔۔۔ اور پھر اگر تمہارے ہدایت کی طلب ہو گی۔۔۔ اور تم ہدایت چاہتے ہو تو اپنے دل سے پوچھو۔۔۔ اگر ایسا ہے

تو یقیناً اللہ لکھ چکا ہے کہ اس شخص کو ہدایت کی طلب ہو گی۔۔۔ اور اسے ہدایت دی جائے گیا "ڈاکٹر باسط تو جا چکے تھے لیکن آربے کو ایک نیا رخ دکھا گئے تھے۔ گھرے اندھیرے میں اسے روشنی کی ایک کرن نظر آئی تھی۔

"!! کاش۔۔۔ کاش آربے نہ مرتا۔۔۔ کتنا اچھا ہوتا کہ وہ زندہ رہتا۔۔۔ اور مر جان کیلئے کام کرتا"

یہ حمن استوڈیو تھا جہاں مسٹر حمن پچھلے چار مہینوں سے روزانہ ایک ہی بات دھراتے تھے۔ انبیں آربے کی موت کا گھر اصد مہ پہنچا تھا۔ ابھی تو انہیں نے آربے کی آواز میں وہ جادو محسوس کیا تھا جسکی انہیں تلاش تھی، اور اس سے پہلے کہ وہ اس جادو کو قید کر سکتے۔۔۔

وہ شخص ہی مر گیا تھا، کتنے ہی لوگ تھے جو مسٹر حمن کی طرح آربے کی موت کا غم منار ہے تھے۔۔۔ جبکہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو کہہ رہے تھے کہ "ایسے لوگوں کو ایسی ہی بھی انک موت ملتی ہے، اور پھر ایسے گنگاہ، کافر لوگ ساری عمر جہنم میں سڑتے ہیں"

بناؤ پہنچا کا جائزہ لئے ہر شخص اسکی ذات پر تبصرہ کر رہا تھا۔ اور ایک آربے تھا جو اندھیروں میں روشنی کو تلاش کر رہا تھا بنا یہ جانے کہ لوگ اسکے متعلق کیسی کیسی باتیں بنارہے تھے۔ جانے لوگ اپنا تجویز کیوں نہیں کرتے؟

جب دل تمہارا اپنا ہو  
پر باتیں ساری اسکی ہوں  
جب سانسیں تمہاری اپنی ہوں  
اور خوشبو آتی اسکی ہو  
جب حد درجہ مصروف ہو تم  
وہ یاد اچانک آئے تو

جب آنکھیں نیند سے بوجھل ہوں  
 تم پاس اسے ہی پاؤ تو  
 پھر خود کو دھوکہ مت دینا  
 اور اس سے جا کے کہہ دینا  
 اس دل کو محبت ہے  
 تم سے

اس دل کو محبت ہے

تم سے !!

وہ آنکھیں بند کئے صوف سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ یقیناً تصور میں وہ کسی کو اپنے بہت قریب محسوس کر رہا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو روحان، کس کے خیالوں میں گم ہو۔۔۔؟" اچانک مقدس نے اسے پکارہ تھا۔ وہ کب سے اسکے سامنے بیٹھی اسے خیالوں میں گم دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک دم سیدھا ہوا تھا۔

"ارے مقدس آپی آپ کب آئیں۔۔۔؟" آربے کی کوئی بڑی بہن نہیں تھی۔ جب مقدس نے اسے اپنا منہ بولا بھائی کہا تھا۔ تب سے آربے کے دل میں اسکے لیے جگہ بڑھ گئی تھی۔ وہ اسے آپی کہتا تھا اور اسے یہ اب محسوس ہوا تھا کہ رشتے کتنے خوبصورت ہوتے ہیں۔ مدیحہ اسے بھائی بھائی کہتی تھی وہ اکثر اسکا دماغ خراب کر کے رکھتی تھی لیکن اب تو مہینے گزر گئے تھے کسی اپنے کی آواز سنئے۔ اسے اب احساس ہوا تھا کہ اپنے اپنے ہی ہوتے ہیں اب کوئی فون کر کے اسے ڈالنے والا نہیں تھا، کوئی اسے گدھا کہنے والا نہیں تھا۔ ہمارا الیہ ہے جب تک ہم سے نعمتیں چھن نہیں جاتی ہمیں انکی قدر نہیں ہوتی۔۔۔

"تب آئی جب تم کسی کو محسوس کر کے مسکرا رہے تھے" مقدس نے شرارت سے کہا تھا۔ آربے پھیلکی سی ہنسی ہنس دیا تھا۔  
 "اعاکریں میری پینائی لوٹ آئے۔۔۔ بہت کچھ دیکھنے کی شدت سے خواہش پیدا ہو چکی ہے۔۔۔"  
 وہ جانے کس جذبے کے تحت کہہ رہا تھا۔

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا۔۔۔!" مقدس نے پورے یقین سے کہا تھا۔ آربے حیران ہوتا تھا وہ دونوں میاں بیوی نہ تو اس پر غصہ کرتے تھے اور نہ نفرت کرتے تھے۔۔۔ بے لوس محبت کرتے تھے۔۔۔ اسے احساس ہوا تھا۔۔۔ خدا کی بنائی گئی کائنات میں اچھائی اپنے پورے وجود کے ساتھ موجود تھی۔

آج صبح سے ہی موسم کافی شنگوار تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواں میں روح کو معطر کر رہی تھیں۔ گرمی کا موسم رخصت ہونے کو تھا۔ نومبر کا دن تھا۔۔۔ آربے کو اچھی طرح یاد تھا یہ حanim کا جنم دن تھا۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ خوش ہوئے یا روئے۔۔۔ آج ڈاکٹر باسط بھی گھر پر ہی تھے۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکال لائے تھے۔ اب انکا رخ لان کی طرف تھا۔ وہ آربے کو کمرے میں بند رہنے سے منع کرتے تھے۔

"بہاں نیچے بیٹھو زرم گھاس پر۔۔۔ دیکھنا نیچے بیٹھنا کتنا سکون دیتا ہے۔۔۔ انسان کو اپنی عاجز ہونے کا احساس ہوتا ہے۔۔۔"

وہ لان میں رکھی کر سیوں کو چھوڑ کر صاف، سترہی نرم و ملائم گھاس پر بیٹھ چکے تھے۔

"بہت بہت شکر یہ ڈاکٹر صاحب، آپ سے رشته کیا ہے میں نہیں جانتا۔ لیکن آپ کو سننا اچھا لگتا ہے"

شايد موسم کا اثر تھا یا خوبصورت دن کا۔ آربے خوشدی سے کہہ رہا تھا۔

"چلو میاں آج اس خوبصورت موسم میں تمہیں سب سے خوبصورت کلمات سناتا ہوں، اپنی سب سے من پسند سورۃ، کیا سننا چاہو گے ترجمہ کے ساتھ میری پسندیدہ ترین آیات کو ؟؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"جی ضرور۔" آربے نے اثبات میں سر ہلا کیا تھا۔

ڈاکٹر باسط حافظ قرآن تھے اور اس وقت باوضو تھے۔ انہوں نے خوبصورتی سے پڑھنا شروع کیا تھا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

، شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا"

آربے کے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا تھا۔ اسے وہ محلے کی مسجد یاد آگئی تھی جس میں بچے زور زور سے سر ہلا کر پڑھتے نظر آرہے تھے۔ وہ خود بھی انہیں بچوں میں شامل تھا۔

"جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا اللہ نے انکے اعمال باطل کر دیئے۔"

سورہ محمد، آیت نمبر ۱

یہ سورہ محمد تھی۔ ڈاکٹر باسط کی پسندیدہ ترین سورہ تھی۔

"جو لوگ ایمان لائے نیک عمل کرتے رہے اور جو کتاب ﷺ پر نازل ہوئی اسے مانتے رہے جو کہ انکے رب کی طرف سے برحق ہے۔ انکے گناہ دور کر دیئے گئے اور انکی حالت سنوار دی گئی۔"

آیت ۲

آربے کو اپنے جسم پر روگھٹے کھڑے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ اسے ایک عجیب سا۔ جانا پہچانا احساس ہو رہا تھا۔

اور جو لوگ کافر ہیں انکے لیے آخر کار ہلاکت ہے اور وہ انکے اعمال کو بر باد کر دے گا" آیت ۸

آربے کو اپنے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑتی محسوس ہوئی تھی۔

یہ اس لئے کہ اللہ نے جو کتاب نازل فرمائی انہوں نے اسکونا پسند کیا تو اللہ نے انکے اعمال اکارت کر دیئے۔" آیت ۹

آربے کو یاد تھا وہ قرآن پاک میں اکثر سائنسیک غلطیاں نکالا کرتا تھا۔ کسی نے اسکو سمجھایا نہیں تھا۔ بیشک اس نے وہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا تھا لیکن اسے اپنا دل پھٹتا محسوس ہوا تھا۔

ڈاکٹر باسط کی آواز بہت خوبصورت تھی اور وہ ایک لہر میں پڑھ رہے تھے۔

"(اے منافقو) تم سے عجب نہیں اگر تمہیں اختیار مل جائے تو معاشرے میں فساد پیدا کر دو اور اپنے قریبی رشته داروں کو ہی توڑ ڈالو۔" آیت ۲۲

اسے یاد آیا تھا جب وہ امریکہ گیا تھا۔۔۔ وہاں پر غصہ ہونے کی صورت میں جھگڑا کیا تھا، لڑکوں کو مارا پیٹا تھا اور پھر اپنے نہیں کو چھوڑ کر ان سے تعلق توڑ کرو اپس آگیا تھا۔۔۔

"اور یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور انکو بہر اور انکی آنکھوں کو انداھا کر رکھا ہے۔۔۔" آیت ۲۳  
آربے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ اسے اپنے دل پر اپنی روح پر آری کے کائٹنے سے پیدا ہونے والی تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔  
"اور جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستے سے روکتے رہے اور پھر کافر ہی مر گئے اللہ انکو ہرگز نہیں بخشدے گا۔۔۔"

آیت ۳۴

اب آربے کی باقاعدہ بچکی بندگی تھی۔

"اللہ" بے ساختہ اسکے منہ سے نکلا تھا۔ وہ زمین پر بیٹھا تھا اور یہ آیت سننے کے بعد وہ سجدے میں گر گیا تھا۔ اس نے اپنے کافرنہ ہونے پر سجدہ شکر ادا کیا تھا۔ اس نے کبھی دوسروں کو اللہ کے راستے سے نہیں روکا تھا۔ اس نے شکر کیا تھا کہ اللہ نے اسے ملد مرنے سے بچا ہوا سے ایک اور موقع دیا تھا۔  
(کافروں لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کا انکار کرتے ہیں باقی بتوں اور دوسری چیزوں کو خدا مانتے ہیں جبکہ مشرک لوگ اللہ کی ذات میں شرک کرتے ہیں وہ ایک خدا پر یقین نہیں رکھتے جیسے عیسائی جو حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور اسے بھی خدا کہتے ہیں۔ جبکہ ملحد وہ لوگ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کائنات اپنے آپ ہی بنی ہے دنیا میں کوئی خدا نہیں جبکہ کچھ ملحد اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کائنات کو کوئی سپر نیچرل پاور کنٹرول کر رہی ہے۔۔۔ لیکن نہ تو وہ اس پاور کو اللہ کا نام دیتے ہیں اور نہ مگھوان کا۔ وہ اپنے طریقے سے جیتے ہیں۔۔۔)

"اور تم ہمت مت ہارا اور اسلام کی دعوت دیتے رہو۔ آخر کار تم غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ان اعمال کو بلا نتیجہ نہیں چھوڑے گا"

آیت ۳۵

ڈاکٹر باسط خاموش ہو گئے تھے۔ وہ خود بھی رو رہے تھے۔ انہوں نے آربے کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"مبارک ہو میاں تم لا الہ (نہیں کوئی معبد) سے الا اللہ (سوائے اللہ کے) تک کا سفر کرنے میں کامیاب رہے ہو۔۔۔" وہ سرشار سے کہہ رہے تھے۔  
آربے سجدے سے اٹھ کر انکے گلے لگ گیا تھا۔

آج اس خوبصورت موسم میں جب ہوائیں بھی سلام کرتے ہوئے گزر رہی تھیں۔ اس نے کلمہ توحید پڑھا تھا۔ اس نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو دل و جان سے قبول کیا تھا۔ وہ اسلام کی طرف ہو گیا تھا۔

Revert

ہو گیا تھا۔

"آربے مر گیا۔۔۔ ختم ہو گیا وہ شخص جو خدا کے وجود سے انکاری تھا۔۔۔ روحان جبیل زندہ ہو گیا ہے۔ اور تمہیں بتا ہے روحان جب ایک انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اسکے پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے، اسکی برائیوں کو نیک اعمال میں بدل دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔۔۔ جیسے ابھی جنم لیا ہو۔۔۔ اور اسی لیے تم آج سے روحان ہو۔۔۔ روحان جبیل۔۔۔ روحوں جیسا پاک صاف۔۔۔"

ڈاکٹر باسط اسکی پچھلی زندگی سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور انکے ان الفاظ نے روحان کو روح تک سرشار کر دیا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔ اس نے اپنی روح کو بہت ہی بلکا پھلا محسوس کیا تھا۔ اور عائشہ جیل نے اپنے منتوں مرادوں سے مانگے گئے بیٹے کا نام روحان کیوں رکھا تھا۔

یہ راز آج کھلا تھا۔ اسے بدایت دی گئی تھی۔

اور بیشک بدایت اسے ملتی ہے جسے طلب ہو۔ اور اللہ ہر انسان کی طلب سے خوب واقف ہے۔!!!

سات مہینے گزر چکے تھے۔ اکتوبر کا مہینہ تھا۔ رات کے وقت ہوا میں خنکی بڑھنے لگی تھی۔

اسے حشام یاد آیا تھا۔ اور اسکے ساتھ ہی حامم بھی۔ اسے یاد تھا جب وہ حامم کو ڈھونڈ کر پا گل ہو گیا تھا اور اس روز بخار کی حالت میں تپ رہا تھا تو حشام نے اس سے کچھ کہا تھا۔

جنہے وہ سمجھا نہیں تھا لیکن آج اسے سمجھ آگئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے آر جے تم نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔ مجھے ڈر ہے اس گناہ اور ظلم کی زد میں کہیں ہمارا پورا خاندان نہ آجائے۔" ایسا کیا کر دیا میں نے۔؟؟؟ وہ نقاہت کی وجہ سے مشکل سے بول پایا تھا۔

"تمہیں پتا ہے اس معصوم لڑکی کا نام ام حامم تھا۔ پتا ہے حامم کا مطلب کیا ہے۔ حامم کا مطلب عورت ہے۔ یعنی مقدس چیز۔ جسے اللہ نے آدم کی پسلی سے بنایا ہے تاکہ فرشتوں کو بھی اسکا علم نہ ہو۔ اور تم نے ایک عورت کے قدس کو پامال کرنے کی کوشش کی، تمہیں ایک راز دیا گیا۔ جو تمہیں انجانے میں معلوم ہوا۔ تم نے اس راز کو جاگر کرنے کی کوشش کی جسے اللہ نے خود چھپایا ہوا تھا۔ تم اسے دنیا کو بتانا چاہتے تھے۔"

بیشک عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ نے اسکا پردہ بھی رکھ لیا لیکن تم۔

تم نہیں سمجھ سکے۔ معافی مانگو اس دن سے جب اسکا بدلہ ہم سے لیا جائے گا۔ معافی مانگو آر جے "حشام کی بات سن کر اسے غصہ آیا تھا۔ وہ بار بار اسے اسکی غلطی یاد کرو دیتا تھا۔ اسے کوفت ہوئی تھی۔ وہ فون بند کر چکا تھا۔

لیکن آج اسے شدت سے یہ الفاظ یاد آئے تھے۔ آج وہ واقعی ڈر گیا تھا۔ حامم کو دیکھنے اور ڈھونڈ کر اس سے معافی مانگنے کی طلب بڑھ گئی تھی۔ اسے یاد آیا تھا اسکی ایک رضاۓ بہن تھی۔

مدیحہ۔ جو شادی شدہ تھی۔ لیکن پھر بھی اسے خوف محسوس ہوا تھا۔ اور اس نے صدق دل سے حامم کے مل جانے کی دعا کی تھی۔ تاکہ اس سے معافی مانگ سکے۔

روحان اور ڈاکٹر باسط لندن آئے تھے۔ روحان کا دوبارہ آپریشن ہونا تھا آنکھوں کا۔ ڈاکٹر باسط نے اسے کہا تھا کہ وہ چاہے تو اپنے گھروں کو خبر کر دے ان سے مل لے لیکن آر جے اس حالت میں ان سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ابھی ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور یوں ڈاکٹر باسط اسے اکیلے کو ہی لندن لے آئے تھے۔ مجھے کچھ دیر لان میں بھادیں میں ٹھنڈی ہو ایں سانس لینا چاہتا ہوں تب تک آپ ڈاکٹر سے رپورٹ کے متعلق بات کر لیں" آر جے کی بات سن کر ڈاکٹر باسط اسے لان میں رکھے پتھر کے بیچ پر بٹھا کر خودہا سپیٹل کے اندر چلے گئے تھے۔

وہ لوگوں کی آوازیں سن سکتا تھا لیکن دیکھ نہیں سکتا۔ وہ اندر سے ہی نہیں باہر سے بھی بدل چکا تھا۔

"تم احسن کو لے کر اندر جاؤ میں ذرا فون سن کر آتا ہوں۔۔۔" اس نے اپنے ایک دوست کو کہا تھا جو دوسرے دوست یعنی احسن کو لے کر اندر کی جانب چلا گیا تھا۔ یہ حشام تھا جو لندن اپنے دوستوں کے ساتھ ٹور پر آیا تھا۔ احسن کی طبیعت خراب تھی۔۔۔ اسکی آنکھیں کچھ دنوں سے سو جھن کا شکار تھیں۔ وہ اسی کے چیک اپ کیلئے آئے تھے۔ حشام جیسے ہی فون کال ریسیو کر کے لان میں داخل ہوا تھا۔ سامنے پتھر کے بیچ پر بیٹھے وجود کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ وہ آرجے تھا۔ اسکا سب کچھ۔ وہ کتنی ہی دیر بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر جیسے سکتہ ٹوٹا تھا۔

"آرجے" وہ خوشی سے چلاتا اسکی طرف بڑھا تھا۔

"آرجے یہ تم ہی ہونا۔۔۔؟؟" حشام اسے چھو کر دیکھ رہا تھا۔ حشام کی آواز سن کر روحان کی روح فنا ہوئی تھی۔ وہ بھی اپنے گھر والوں سے ملتا چاہتا تھا لیکن اس حالت میں نہیں۔۔۔"

"شاموں کا کام۔۔۔" اسکے لب پھر پھرائے تھے۔ وہ بے دھیانی میں ہاتھ مار رہا تھا۔

"آرجے تم زندہ ہو۔۔۔ میں جانتا تھا تم زندہ ہو۔۔۔" حشام نے اسے گلے لگایا۔ وہ جسکے مرنے کی خبر سن کر سید حویلی کے لوگ پچھلے کئی مہینوں سے رو رہے تھے اسے سامنے اور زندہ دیکھ کر حشام کی حالت غیر ہو چکی تھی۔ وہ اتنا خوش تھا کہ اپنی اس خوشی میں روحان کا عجیب طرح کا انداز نوٹ ہی نہیں کر پا یا تھا۔

"روحان بیٹھا چلیں" اچانک ڈاکٹر باسط کی آواز ابھری تھی۔

"ڈاکٹر یہ حشام ہے میرا بھائی۔۔۔" روحان کی آواز کا نپ رہی تھی۔ حشام نے چونک کر ڈاکٹر باسط کو دیکھا تھا۔

"اور شاموں کا کام یہ ڈاکٹر باسط ہیں، میرے رہنمایمیرے محسن، انکی وجہ سے آج میں زندہ ہوں"

روحان کی بات سن کر حشام ڈاکٹر باسط کی طرف بڑھا تھا۔

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب آپ نے سید حویلی کی جان بچائی ہے۔۔۔" حشام ڈاکٹر باسط کے گلے لگے انکا شکریہ ادا کر رہا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے جسے اللہ بچائے اسے کوئی مار نہیں سکتا۔۔۔" ڈاکٹر باسط نے نرمی سے کہا تھا اور پھر روحان کی طرف دیکھا جسکے چہرے پر الگ ہی چمک تھی۔ روحان بیچ کے ساتھ رکھی

Stick

اٹھا کر کھڑا ہوا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حشام کو اپنی روح فنا ہوتے محسوس ہوئی تھی۔ اسکے چہرے کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔

"فکر نہ کرو۔۔۔ بہت جلد روحان اپنی آنکھوں سے اس دنیا کو تسبیح کرے گا" حشام کی حالت سمجھتے ہوئے ڈاکٹر باسط کے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دلاسہ دیا تھا۔ حشام بس سر ہلا کر رہ گیا تھا۔ اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا تھا۔ اور پھر روحان کی طرف بڑھ گیا۔

(تین ماہ بعد)

وقت گزر رہا تھا۔ ان تین مہینوں میں وہ شخص سرتاپیر بدلتا گیا تھا۔ کتنے خوش ہوئے تھے سید حویلی کے نقوس جب وہ زندہ سلامت اپنے پیروں پر چل کر حویلی میں داخل ہوا تھا۔ بی جان تو باقاعدہ گلے لگ کر روئی تھیں۔ مقدس آپی کی دعائیں قبول ہوئی تھیں۔ روحان کا یقین رنگ لے آیا تھا۔ اللہ نے اسکی آنکھوں کی بینائی لوٹا دی تھی۔ سید حویلی میں سب اسے زندہ سلامت دیکھنے سے زیادہ اسے بدلا ہوا دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔ سید جبیل

کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا جب انہوں نے ماضی کے آرجے اور حال کے روحان کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ وہ بہترین طریقے سے نماز ادا کرتا تھا۔ سید جیل بہت روئے تھے جب انہیں آرجے کی موت کی خبر ملی تھی۔

"میں منتوں مرادوں سے مانگی گئی تمہاری اس نعمت کی حفاظت نہیں کر سکا۔ مجھے معاف کر دینا عائشہ مجھے معاف کر دینا" وہ دنیا کے سامنے مضبوط نظر آنے والا شخص اکیلے کرے میں اپنی محبوبہ بیوی کی تصویر کے سامنے خوب رویا تھا۔

"تم دیکھنا حیدر۔۔۔ مجھے پورا یقین ہے میرا روحان ایک دن دنیا میں وہ روشن ستارہ بن کر چکے گا جسکی روشنی لوگوں کے وجد ان کو منور کر دے گی۔۔۔ وہ دنیا کو وہ راہ دکھائے گا جس پر چلنے سے لوگ خدا کو پالیں گا" آج عائشہ جیل کی بات اسے سچ ہوتے محسوس ہو رہی تھی۔

"بہت بہت مبارک ہو سید صاحب۔۔۔ اللہ نے آپ کو بہت بڑا تحفہ دیا ہے۔۔۔" اسے نماز پڑھتے دیکھ کر محلے کے لوگوں نے سید جیل کو مبارکباد دی تھی۔ مسرت جذبات سے سید جیل کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

حالات و واقعات نے کمی یعنی مستقیم کو بدل ڈالا تھا۔ وہ روحان سے ملنے آیا تو حیران رہ گیا تھا۔ "تو آرجے واقعی مرچکا ہے۔۔۔ وہ پھیکا سما مسکرا یا تھا۔

ہاں۔۔۔ آرجے مرچکا ہے۔۔۔ لیکن روحان جیل زندہ ہے۔۔۔ !! اس نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

مہروں کی امی کی وفات ہو چکی تھی۔ مہروں کی شادی ہو چکی تھی۔ کمی کو حامم کے الفاظ نے بدلنے میں بہت مدد کی تھی۔

"اللہ نے ہمیشہ مستقیم کو صراط کے رکھا ہے۔۔۔ تم تو مستقیم تھے تم کیسے بھٹک گئے" آج بھی حامم کے الفاظ اسکے کافوں میں کسی ہتھوڑے کی مانند لگتے تھے۔ کمی کی دو بہنیں تھیں ایک بڑی جو شادی شدہ تھی اور ایک چھوٹی جسکی شادی طے تھی۔ اسے خوف تھا کہ انہوں نے جو حامم کے ساتھ کیا تھا اس کا بدل لیا جائے گا۔ وہ جانتا تھا

مکافات عمل طے ہے۔۔۔ اس نے بہت دعائیں کی تھیں کہ اسکے گناہوں کی سزا کی لپیٹ میں اسکی بہنیں نہ آجائیں۔۔۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا تھا کہ بڑی بہن بیوہ ہو گئی تھی اور چھوٹی بہن کا رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔ شادی سے کچھ دن پہلے لڑکے والوں نے بنا وجہ بتائے رشتہ توڑ دیا تھا۔

وہ اپنے رب کے حضور بہت رویا تھا۔ جانے کیوں انسان گناہ کرنے سے پہلے نہیں سوچتا۔۔۔ اس پر جو مشکل وقت آیا تھا اس نے کمی کو بدل دیا تھا۔۔۔ اسے مستقیم بنادیا گیا تھا۔۔۔ اور وہ اب اپنے آپ کو پر سکون محسوس کرتا تھا۔۔۔ بس حامم سے معافی مانگی باقی تھی۔

"وقت سب کچھ بدل دیتا ہے۔۔۔ مجھے خوشی ہے اللہ نے ہمارا رخ گمراہی کے رستے سے موڑ دیا" مستقیم کہہ رہا تھا۔

"شادی شادی بہت بہت مبارک ہو۔۔۔" روحان مسکرا یا تھا۔

"میں نے تمہیں بہت یاد کیا۔۔۔ بہت۔۔۔ میری ہر پریشانی کو منتوں میں ختم کرنے والا میرا دوست میرے ساتھ نہیں تھا۔۔۔" مستقیم کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"میں نے بھی تمہیں اپنی ہر آوارہ گردی میں بہت یاد کیا جس میں، میں نے اکیلے ہی حامم کو بہت ڈھونڈا۔۔۔ تم چلے گئے تھے کمی۔۔۔ تم بھی چھوڑ گئے تھے حامم کی طرح۔۔۔" شاید اسے بھی سب یاد تھا۔

"معاف کر دو مجھے۔۔۔ میں ڈر گیا تھا مجھے لگا کہ جو ہم نے۔۔۔ خاص طور پر تم نے کیا اسکی سزا اگر میں تمہارے ساتھ رہوں گا تو مجھے بھی ملے گی۔۔۔ لیکن میں بھول گیا تھا جو میں نے کیا اسکی سزا تو مجھے ہی ملنی تھی۔۔۔" وہ روحان کے گلے لگا تھا۔۔۔ اور روحان کو ایک بار پھر سب یاد آگیا تھا۔

وقت ظالم تھا تو مہربان بھی ہوا تھا۔۔۔ تین سال پہلے پچھڑے دو دوست ایک بار پھر سے مل گئے تھے۔۔۔"

رات کا ناجانے کو نسا پھر تھا۔ ہوا میں تنگی بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔ آرام دہ بستر پر سکون نیند کے زیر اثر نظر آنے والا وہ شخص ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔ وہ روحان جسیل۔ وہ آج بھی درد کی لپیٹ میں تھا۔

"کچھ ایسے حادثے بھی زندگی میں ہوتے ہیں"  
کہ انسان نچ تو جاتا ہے مگر زندہ نہیں رہتا"

لیمپ کی مدھم روشنی میں چہرے پر سینے کی نئی نئی بوندیں واضح تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اذیت کی ایک لہر اس شخص کے چہرے پر پھیل گئی۔  
حوالہ جمال ہونے پر اس نے غصے سے سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ ہاتھ بڑھا کر نیچ پھینک دیا سکیوں کی آواز واضح سنائی دے رہی تھی۔ اور یہ آواز اسکی روح کو کسی  
تلوار کی طرح زخمی کر رہی تھی۔ بالآخر اسکی برداشت جواب دے گئی۔

"Shut up.. just shut up"

وہ بے می چیخا۔

وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر اس آواز سے بچنا جارہا تھا۔ لیکن شاید کسی نے رونے کی قسم اٹھائی ہوئی تھی۔ ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ پچھلے تین سالوں میں  
ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب اس آواز نے اسکا پیچھا نہ کیا ہو۔ ایک بھی رات وہ سکون سے نہیں سو پایا تھا۔

اور پھر ایک جھٹکے سے وہ اٹھا۔ اب اسکا رخ اس شفیق ہستی کے کمرے کی طرف تھا جسکی آغوش اسے سکون پہنچاتی تھی۔  
اپنے مطلوبہ کمرے کے باہر پہنچنے کے بعد اس نے دروازے پر دستک دی۔ وہ جانتا تھا اندر وہ شفیق ہستی جاگ رہی ہو گئی۔

"آجاؤ" دستک پر اندر سے آواز ابھری تھی۔

وہ جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

سامنے وہ ہستی اپنے بستر پر بیٹھی سورہ یسین کی تلاوت کر رہی تھیں۔  
"بی جان" وہ ترپ کر انکی طرف بڑھا۔

بی جان نے یسین کو عقیدت سے چوم کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے اونچے طاق پر رکھا۔  
"شاہ بیٹا تم۔ سب خیریت تو ہے نا۔؟" بی جان کے چہرے پر پریشانی ابھری۔ روحان کی شخصیت میں ان دونوں اتنا وقار پیدا ہوا تھا کہ بی جان انہیں شاہ کے نام سے  
پکارنے لگی تھیں۔

"وہ بی جان۔ وہ میں۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آنسوؤں کا ایک گولا سا اسکے گلے میں اٹک گیا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر بی جان کی گود میں سر رکھ کر  
لیٹ گیا تھا۔

"آج پھر کوئی برا خواب دیکھا کیا۔؟" بی جان پیار بھرے لبھ میں پوچھ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ اسکے بالوں میں انگلیاں بھی پھیر رہی تھیں۔  
جانے دو آنسو کیسے اسکی آنکھوں سے پھسل کر بی جان کی گود میں جذب ہو گئے تھے۔  
"کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے بی جان۔۔۔ کیسے۔۔۔؟"

وہ اذیت سے دوچار لجھے میں پوچھ رہا تھا۔  
بی جان نے اسکی بات پر ایک گہرہ سانس لیا۔

"کوئی تین سالوں سے لگاتار رو رہا ہے بی جان۔۔۔ وہ ایک رات وہ چپ نہیں ہوا کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے \_ ? ? ?" وہ بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔

"چشمِ یعقوب کی مانند ہیں برستی آنکھیں" !!

میرے یوسف میری نظروں کو بینائی دے جا !!

بی جان کا کلیجہ جیسے اپنے بیٹے کی بات پر چھلانی سا ہو گیا تھا۔

"کیا وہ شخص تھکتا نہیں بی جان۔۔۔ کہاں سے آتے ہیں اسکے پاس اتنے آنسو۔۔۔ وہ چپ کیوں نہیں ہوتا بی جان" "کوئی اتنا کیسے رو سکتا ہے۔۔۔ ؟" روحان بار بار ایک ہی بات دھرا رہا تھا۔

"زخم گہر ادیا ہے تم نے بیٹا۔۔۔ اتنا گہر از خم کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔۔۔" بی جان نے کہنے کے بعد اسکے سر پر پھونک ماری جیسے ساری بلا نیں مالنا چاہتی ہوں۔  
"اُسے کہہ دیں کہ وہ چپ کر جائے بی جان۔۔۔ چپ کر جائے خدا کا واسطہ ہے۔۔۔" وہ کہہ رہا تھا۔۔۔ اور بی جان سن رہی تھیں۔۔۔ کتنی ہی دیر وہ یہی الفاظ دھرا تھا اور پھر تھک ہار کر یا شاید اس سکون کے باعث جو اسے بی جان کی گود میں ملا تھا وہ ایک بار نیند کی آغوش میں جا چکا تھا۔۔۔ روحان نے بی جان کو بتایا تھا کہ اس نے ایک لڑکی کے کردار پر انگلی اٹھائی تھی اور اب اسے ڈھونڈ رہا تھا تاکہ اس سے معافی مانگ سے۔۔۔

بی جان پوری بات تو نہیں جانتی تھیں لیکن اتنا ضرور جانتی تھیں کہ ایک لڑکی کے کردار پر انگلی اٹھانا۔۔۔ اسے زندہ در گور کرنے کے مترادف ہوتا ہے  
"میں دعا کرو گئی میرے بچے کہ وہ لڑکی رونا بند کر دے۔۔۔ وہ جہاں بھی ہے اللہ اسے سب کچھ بھلا کر بہت ساری خوشیاں دے تاکہ تم بھی سکون سے جی سکو۔۔۔" بی جان نے جھک کر اسکی پیشانی پر پیار کیا تھا۔ اور صدق دل سے اسکے لئے دعا کی تھی۔

کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔۔۔ روحان لیپ ٹاپ کھولے سکرین پر نظر آتے ڈاکٹر باسط سے بات کرنے میں مگن تھا۔ ایک مہینہ ہو گیا تھا اسے سید حبیلی آئے ہوئے۔  
وہ قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھ رہا تھا۔ اس نے ڈاکٹر باسط کے ہر بیان ہر لیکچر کو سنا تھا۔ اسے جو بھی الجھن ہوتی تھی وہ سب سے پہلے انہیں کال کرتا تھا۔ اور ایک ایسی ہی الجھن لئے وہ آج بھی حاضر تھا۔

قرآن پاک وہ کتاب ہے جسے سمجھنے کیلئے ایک معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔ وہ معلم جو صحیح علم رکھتا ہو، جسکا دل صاف ہو اور اللہ کی محبت سے لبریز ہو۔۔۔ اور روحان جیل کو ڈاکٹر باسط سے بہتر معلم نہیں مل سکتا تھا۔

"تحقیق انسان کس سے ہوئی ہے ڈاکٹر صاحب ؟"

"ایک مقام پر قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو نطفے (مادہ منویہ) سے پیدا کیا گیا جبکہ ایک دوسرے مقام پر کہا گیا ہے کہ آدمی کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ کیا یہ دونوں آیات باہم متصاد نہیں؟؟ آپ سائنسی طور پر کیسے ثابت کریں گے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔۔۔؟ مجھے یہ چیز الجھار ہی ہے آپ میری اجھن کو دور کریں۔"

روحان کی بات سن کر ڈاکٹر باسط مسکرا دیئے تھے۔ اور پھر انہوں نے بولنا شروع کیا تھا

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو قرآن کریم میں بنی نوع انسان کی حقیر ابتدا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اسے مادہ منویہ کے ایک قطرے سے پیدا کیا گیا۔ یہ بات متعدد آیات میں کہی گئی جن میں سورۃ قیامہ کی حسب ذیل آیت بھی شامل ہے

اللَّهُ يَكُونُ نُطْفَةً مِّنْ مَنْيٍ يُمْنَى (۳۷)

"کیا وہ (ایک حقیر) پانی کا نطفہ نہ تھا جو (رحم مادر میں) پکایا جاتا ہے۔"

(سورۃ قیامہ 75 آیت 37)

قرآن کریم متعدد مقامات پر اس بات کا ذکر بھی کرتا ہے کہ بنی نوع انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ حسب ذیل آیت میں بنی نوع انسان کی تخلیق اور ابتداء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثَ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (۵)

"لوگو! اگر تمہیں زندگی بعدِ موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو (تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ) بے شک ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔"

(سورۃ الحج 22 آیت 5)

اگر تم غور کرو تو دوسرے سوال کا جواب کہ انسان مٹی سے بنتا ہے آسانی سے جان سکتے ہو۔

موجودہ دور میں ہمیں معلوم ہے کہ جسم انسانی کے عناصر یعنی کے

Elements

، جن سے مل کر انسانی جسم وجود میں آیا ہے، سب کے سب کم یا زیادہ مقدار میں مٹی میں شامل ہیں، سو یہ اس آیتِ قرآن کی سائنسی توجیہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔

اور یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ انسانی جسم ایک

Matter

ہے۔۔۔ اور

Matter

یعنی مادے میں مٹی بھی شامل ہے۔

قرآن کی بعض آیات میں اگر یہ فرمایا گیا ہے کہ آدمی نطفے سے پیدا کیا گیا جبکہ بعض اور آیات میں کہا گیا ہے کہ اسے مٹی سے پیدا کیا گیا، تو ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ تضاد سے مراد تو ایسے بیانات ہیں، جو باہم مختلف ہوں یا متصاد ہوں اور یہی وقت صحیح نہ ہوں۔۔۔"

ڈاکٹر باسط خاموش ہوئے تھے۔

"بعض مقامات پر قرآن کریم یہ بھی کہتا ہے کہ انسان کو پانی سے پیدا کیا گیا۔ مثال کے طور پر سورۃ الفرقان میں کہا گیا:

وَهُوَ اللَّهُ يَخْلُقُ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا (۵۲)

"اور وہی (اللہ) ہے جس نے آدمی کو پانی سے پیدا کیا۔"

(سورۃ الفرقان 25 آیت 54)

اس سے کیا مطلب ہوا۔۔۔؟؟"روحان پوچھ رہا تھا۔

اچھا یہ بتاؤ کہ تمہیں کھانے میں کیا پسند ہے؟؟؟"

ڈاکٹر باسط نے نہایت

Unrelated

سوال کیا تھا۔

روحان سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"اس وقت تو مجھے چائے پسند ہے۔۔۔" روحان نے اپنے سامنے رکھی چائے کے کپ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

اچھا۔ فرض کیجئے میں یہ کہتا ہوں کہ چائے کا کپ تیار کرنے کے لیے پانی درکار ہے لیکن اس کے لیے چائے کی پتی اور دودھ یا ملک پاؤڈر بھی درکار ہوتا ہے۔ تو کیا یہ دونوں بیانات متفاہیں۔۔۔؟؟؟"ڈاکٹر باسط پوچھ رہے تھے۔

"نہیں۔۔۔ کیونکہ چائے ان ساری چیزوں سے مل کر بنتی ہے۔۔۔!!" آرجے نے جواب دیا تھا۔

"تو میاں تم اپنے سوال کا جواب خود دے چکے ہو۔۔۔ کیونکہ پانی اور چائے کی پتی دونوں ہی چائے کی پیالی تیار کرنے کے لیے ضروری ہیں، مزید برآں اگر میں میٹھی چائے بنانا چاہوں تو اس میں چینی بھی ڈال سکتا ہوں، لہذا قرآن جب یہ کہتا ہے کہ انسان کو نطفے، مٹی اور پانی سے تخلیق کیا گیا تو اس میں کوئی تضاد نہیں بلکہ تینوں میں امتیاز قائم کیا گیا ہے۔ چیزوں میں امتیاز

(Contradistinction)

کامطلب ایک ہی موضوع کے ایسے دو تصورات کے بارے میں بات کرنا جو باہم متصادم نہ ہوں، مثال کے طور پر اگر میں یہ کہوں کہ انسان ہمیشہ چج بولتا ہے اور عادتاً جھوٹا ہے تو یہ ایک متصادبات ہو گی لیکن اگر میں یہ کہوں کہ یہ آدمی دیانت دار، مہربان اور محبت کرنے والا ہے تو یہ اس کی مختلف صفات میں امتیاز ظاہر کرنے والا ایک بیان ہو گا۔

اس لئے کوئی بھی قرآنی آیت دوسری آیت کے متصاد نہیں ہے۔۔۔ بلکہ ساری آیتیں ایک دوسرے کے متصاد ہیں جو مختلف جگہ پر انسانی جسم کی تخلیق کے مختلف عناصر کو بیان کرتی ہیں۔۔۔

سمجھ گئے میاں۔۔۔؟؟؟" وہ اب خوشدلی سے پوچھ رہے تھے۔

"جی۔۔۔ جی۔۔۔ بہت بہت شکر یہ ڈاکٹر صاحب"

روحان سرشار سا کہہ رہا تھا۔ اسکی ایک اور الجھن دور ہو گئی تھی۔ اسکے دل نے اس پل شدت سے خواہش کی تھی کہ وہ ڈاکٹر باسط کی طرح علم والا بن جائے۔

وہ ایسا ہی ایک عام سادن تھا۔ روحان لاونج میں ٹی وی لگائے خبریں سن رہا تھا اور ساتھ ساتھ اپنے لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔ اسے تمام گھر والوں نے اب اپنی پڑھائی جاری کرنے کا کہا تھا۔ روحان کو اپنے باپ کی طرح نہ تو سیاسیات پڑھنے میں دلچسپی تھی اور نہ ہی ضیاء جیل کی طرح معاشیات میں۔ حشام نے بھی دونوں سے الگ انگریزی ادب کو چنا تھا اور روحان بھی

Genetics

میں ایم فل کرنا پاچا ہتا تھا۔ وہ اس وقت مختلف یونیورسٹیوں میں داخلے کیلئے اپلاۓ کر رہا تھا جب ٹی وی پر چلنے والی خبر نے دھماکہ کیا تھا۔ لیپ ٹاپ پر چھسلتی انگلیاں کا نپ کر رکی تھیں۔ ٹی وی پر اینکر کسی لڑکی کی خود کشی کی خبر دے رہی تھی۔

"محترمہ ام حامم اس دارالaman میں کچھ دن پہلے آئی تھیں۔ انکا چہرہ ججلسا ہوا تھا۔۔۔ کہتے ہیں کسی لڑکے نے انکے چہرے پر تیزاب پھینک کر مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے وہ نجع گئیں لیکن بد قسمتی کے انکا چہرہ ججلس گیا۔۔۔ کل رات دارالaman کے ایک کمرے میں پنکھے سے لٹک کر ام حامم نے خود کشی کر لی۔۔۔ جیسے کہ آپ دیکھ سکتے ہیں ناظرین پولیس تشیش و تحقیق کیلئے یہاں پہنچ چکی ہے۔۔۔ !! " اینکر کچھ اور بھی کہہ رہی تھی لیکن روحان کو حولی کی عمارت اپنے سر پر گرتی محسوس ہو رہی تھی۔

"ام حامم۔۔۔" اسکے لب پھر پھڑائے رہے تھے۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور سامنے رکھے میز سے گاڑی کی چابی اٹھائی تھی۔ روحان کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ماوف ہوتے دماغ کے ساتھ گھر سے باہر نکلا تھا۔

"شاہ بیٹا کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟" بی جان لان میں مالی کے سر پر کھڑیں ابھی سے پو دوں کی کانٹ چھانٹ کروارہی تھیں۔ روحان کو جاتے دیکھا تو آواز دی لیکن وہ سن کھاں رہا تھا۔ وہ لڑکھڑا تا گاڑی لے کر حولی سے باہر نکل گیا تھا۔

"کیا آپ لوگ بتائیں گے یہاں کیا ہوا تھا۔۔۔؟"

وہ کاپنے وجود کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ اسکے ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔ روحان اس دارالaman میں پہنچ چکا تھا۔ پولیس انسپکٹر جانتا تھا کہ وہ سید جیل کا بیٹا تھا۔ اسے اندر جانے دیا گیا تھا۔ ام حامم کو دنادیا گیا تھا۔ روحان کو اپنادل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہاں پر کوئی بھی شخص ام حامم کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا۔ وہ کچھ دن پہلے وہاں آئی تھی۔

"کیا وہ لڑکی یہی تھی؟؟" روحان نے موبائل سے تصویر نکال کر اس لڑکی کے سامنے کی تھی جسکے ساتھ ام حامم ٹھہری تھی۔

"پتا نہیں جی۔۔۔ جب وہ یہاں آئی تو اس کا چہرہ جلا ہوا تھا۔ شاید وہ پہلے ایسی ہی ہو" لڑکی نے عام سے لبھے میں جواب دیا تھا۔ کسی کو بھی مرنے والی لڑکی کے نام کے سوا کچھ معلوم نہیں تھا۔ روحان کو اپنے سامنے ہر منظر دندا لاتا محسوس ہوا تھا۔ اسکی آنکھوں میں نمی پھیل گئی تھی۔ اس نے اپنے دل کو دھاڑیں مارتے پایا تھا۔

وہ وہاں کے ایک ملازم کے ساتھ قبرستان آیا تھا۔

تازہ قبر۔۔۔ نم مٹی۔۔۔ تازہ پھول۔۔۔

"حالم۔۔۔" وہ پوری قوت سے چلایا تھا۔

"تم ایسے نہیں مر سکتی۔۔۔ میرے ساتھ ایک بار پھر اتنا بڑا ظلم نہیں ہو سکتا۔۔۔" وہ رو دیا تھا۔ ان تین سالوں میں ایک دن بھی ایسا نہیں تھا جب اس نے حالم کو نہ سوچا ہو۔ وہ اسکی سوچوں میں رج بس گئی تھی۔ جانے وہ اس قبرستان میں بیٹھا کتنی دیر تک روتا رہا تھا۔۔۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے حواس کھو رہا تھا، اور پھر اس نے سب ختم ہوتے محسوس کیا تھا اپنا آپ بھی۔

ایک مہینہ گزر گیا تھا۔ روحان پتھر کا ہو چکا تھا۔ مسکراہٹ اسکے بوں سے چھن گئی تھی۔ سید حویلی کے لوگ اسکی حالت پر کڑھنے لگے تھے۔ کمرے میں گہری خاموشی چھائی تھی۔ اور اس خاموشی میں ارتعاش اسکے فون پر ہونے والی بیل سے پیدا ہوا تھا۔ مدیحہ کا فون تھا۔ وہ رخصت ہو کر اپنے گھر جا چکی تھی۔ اس نے پتا نہیں کیا سوچ کر فون اٹھا لیا تھا۔

"کیسے ہیں بھائی آپ۔۔۔؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"تم کیسی ہو گڑیا۔۔۔؟؟" روحان نے اپنے لبھ کو ہشاش بنانے کی کوشش کی تھی جو کہ ناکام رہی تھی۔ ام حالم کی موت کا یقین کرنا دنیا میں سب سے مشکل کام تھا۔ جی بھائی میں ٹھیک ہوں۔۔۔" مدیحہ جیسے زبردستی مسکرائی تھی۔

"تم انتہائی ذلیل اور گھٹیا عورت۔۔۔ تمہیں میں آج نہیں چھوڑوں گا۔۔۔" فون سے آواز ابھری تھی۔ یہ مدیحہ کے شوہر فرقان کی آواز تھی روحان اچھے سے پہچانتا تھا اس آواز کو۔۔۔ اچانک مدیحہ کی چینخ کی آواز ابھری تھی اور پھر فون بند ہو گیا تھا۔ "ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔۔ مدیحہ کیا تم ٹھیک ہو؟؟؟" روحان ایک جھٹکے سا ہوا تھا۔ اسے محسوس ہوا تھا جیسے فرقان نے مدیحہ کو مارا تھا۔ وہ کچھ دیر پریشانی سے کمرے میں ٹھلٹا رہا۔ وہ بار بار مدیحہ کا نمبر ملارہا تھا جو بند جا رہا تھا۔ کچھ سوچنے کے بعد پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

مدیحہ کا سرال ملتان میں ہی تھا۔ وہ اسکے سرال پہنچ گیا تھا۔

"مدیحہ کہاں ہے۔۔۔؟؟" اس نے ملازمہ سے پوچھا تھا۔ جو روحان کو دیکھ کر گھر آگئی تھی۔

"وہ جی۔۔۔ وہ۔۔۔" ملازمہ بری طرح سے ہکلارہی تھی۔

"مدیحہ۔۔۔" وہ اب آوازیں دے رہا تھا۔

"وہ نج۔۔۔ جی۔۔۔ اپنے کمرے میں ہے۔۔۔" ملازمہ نے اوپر کمرے کی جانب اشارہ کیا تھا۔ وہ سیڑھیاں پھلانگتا اسکے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ کمرے میں اندر ہی رہا تھا۔ لائٹ جلانے پر مدیحہ کی حالت دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔ وہ نیچے قالین پر بے سود پڑی تھی۔ پیشانی اور ہونٹ سے خون نکل رہا تھا۔ مدیحہ گڑیا کیا ہوا تمہیں اٹھو۔۔۔" روحان اسکی جانب بڑھا تھا۔

ہائی وے پر جہاز کے پہلوں سے رگڑ کھانے کی آواز ابھری تھی۔ وہ غنوڈگی کی حالت سے ایک دم بیدار ہوا تھا۔ چہرے کا رخ موڑ کر جہاز کے شیشے سے باہر دیکھا تھا۔ جہاز لینڈ کر چکا تھا۔ وہ لندن پہنچ چکا تھا۔ جہاز کے شیشے پر بلکل ہلکی بارش کی بوندوں نے باہر کے منظر کو دھندا کیا تھا۔ روحان کا یہاں کی یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوا تھا۔ وہ اپنی آگے کی پڑھائی کیلئے یہاں آیا تھا۔ وقت کیسے سر کرتا ہے کچھ پتا ہی نہیں چلتا۔۔۔ وہ سب کی یادیں لئے لندن آگیا تھا۔۔۔ اور اپنے ساتھ بہت سی اداسیاں لایا تھا۔ جہاز اب پارکنگ اسٹینڈ ٹیوب سے جا لگا تھا۔ روحان نے آنکھیں بند کر کے ایک گھری سانس لی تھی۔ اس نے حامم کی خوشبو کو اپنے آس پاس محسوس کیا تھا۔۔۔

محبت زاد ہے مجھ میں  
کوئی فرhad ہے مجھ میں  
نہیں ویران اندر سے  
خُد اکی یاد ہے مجھ میں  
جو ہر دم ساتھ رہتا ہے  
مرا ہم زاد ہے مجھ میں  
میں خود سے اکٹ نہیں سکتا  
مرا بُنیاد ہے مجھ میں  
اگرچہ میں افسس میں ہوں  
کوئی آزادے مجھ میں  
جو مجھ کو اصدیر کھتا ہے  
عجب صیاد ہے مجھ میں  
ضمیر زندہ کی صورت  
مرا استاد ہے مجھ میں  
نہیں اب میں انہیں ساحر  
کہ وہ آباد ہے مجھ میں !!

پارکنگ اسٹینڈ پر گلی ٹیوب سے مسافر جہاز سے ٹرینل پر اتر رہے تھے۔ روحان بھی آہستہ قدم اٹھاتاڑ پینل سے لاٹنچ کی طرف بڑھا۔ شام اپنے پر پھیلا چکی تھی، بلکل ہلکی بونداباندی نے لندن کو خونگوار بنادیا تھا۔ لاٹنچ میں کاغذات کی کاروانی کے بعد وہ لاٹنچ سے باہر نکلا تھا۔ پھر سے بنے فرش گیلے ہو گئے تھے۔ خوبصورت، مدھوش اور ٹھنڈی ہوانے اسکا استقبال کیا تھا۔

سپیل اسے لینے آنے والا تھا مگر ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ وہ ویٹنگ ایریا میں رکھے پتھر کے بینچوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا تھا۔ کندھے پر لٹکے بیگ اور ایک سوت کیس کے علاوہ وہ کچھ نہیں لایا تھا۔ پتھر کے بینچ پر بیٹھنے کے بعد روحان نے ایک نظر آسمان کی طرف دیکھا وقت نے اس منظر کو قید کیا تھا، وقت یہ منظر پہلے بھی دہراچکا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی میں لکڑی کے بینچ پر چہرہ آسمان کی طرف کئے وہ خلاؤں میں جانے کیا ڈھونڈ رہی تھی۔

بارش کی بوندوں نے روحان کے چہرے کو چھواتو وہ اس لڑکی کے سحر سے باہر نکلا تھا۔ کچھ من چلے لڑکے لڑکوں کو اس نے بارش میں بھیگتے دیکھا تھا۔ وہ خود بھی تو بھیگ رہا تھا۔ وہ اپنا باطن جل تھل کرنا چاہتا تھا جو صدیوں سے کسی آگ کی بھٹی میں جل رہا تھا۔ لیکن اندر جلتی آگ کو بجھانا بارش کے بس میں بھی نہیں ہوتا۔ یہ بس ظاہر کو بھیگا سکتی ہے۔ بھڑکتے شعلوں کو کس نے دیکھا ہے۔ کتنا کچھ بدلت کر آیا تھا۔ وہ کتنا کچھ بدلت کر آیا تھا۔ روحان نے بینچ کے پچھلے حصے سے کمرٹکائی اور آنکھیں موند لی تھیں۔

دور کہیں ہر چیز گلڈ ہونے لگی تھی۔

روحان نے اپنے آپکو اس قبرستان میں پایا تھا جہاں وہ ام حنم کی قبر پر پاگلوں کی طرح رویا تھا۔ اسے ابھی سفر طے کرنا تھا۔ جدائی کی آگ کو سینے میں لے کر جو سفر طے کیا جاتا ہے وہ مزید مشکل ہو جاتا ہے۔ پیروں میں آبلے پڑ جاتے ہیں۔ خاردار جہاڑیوں سے جو راستے پر اگی ہوتی ہیں پاؤں لہو لہاں ہو جاتے ہیں لیکن منزل کا نشہ انسان کو رکنے نہیں دیتا۔

کئی دور اسکے دل میں بھی ایک موہوم سی امید باقی تھی۔ اس ساحرہ کے مل جانے کی امید کہیں اچانک نظر آجائے کی خواہش اور خواہشات کو پورا ہونے میں وقت درکار ہوتا ہے۔ ایک لمبا سفر طے کرنا پڑتا ہے اور روحان نے اس سفر کا آغاز کر دیا تھا۔ اس روز اسے قبرستان سے ملازم اٹھا کر لائے تھے۔ وہ اگلے دن تک بیہوش رہا تھا۔ تیز بخار سے اسکا جسم پھنک رہا تھا۔

"یا اللہ میرے بچے کو صحت و تندرستی عطا کر!!" بی جان اسے پانی کی ٹھنڈی پیپاں کرتے ہوئے دعائیں کر رہی تھیں۔ ڈاکٹر نے انھیں لگایا تھا۔ دھیرے دھیرے رات کے کسی پھر میں اسکا بخار زور توڑ گیا تھا۔ لیکن جب اسکی آنکھ کھلی تو روحان کو اپنے دل کے بین کرنے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ آنکھوں میں نمی گھل گئی تھی۔ وہ اسے کتنا چاہتا تھا یہ آج پتا چلا تھا۔

"دنیا میں شاید ہی کسی مرد نے کسی عورت سے اتنی محبت نہیں کی ہو گی جتنی روحان بن حیدر جبیل نے ام حنم سے کی تھی۔" اسے تو خود اپنی محبت کی شدت کا اندازہ نہیں تھا۔

"حوالہ رکھو میاں! قدرت کے فیصلوں میں چیزیں مصلحت ہم نہیں جانتے یہ بس خدا ہی بہتر جانتا ہے تم خود کو مضبوط بناؤ تمہیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے اور یاد رکھنا اس مشکل سفر میں تمہاری محبت ہی تمہاری طاقت بنے گی یہ میرا وعدہ ہے تم سے !!!" ڈاکٹر باسط کی بات سن کر وہ مسکرا دیا تھا۔

وقت بہت بڑا کھلاڑی ہے وقت سے زیادہ شاطر کوئی نہیں یہ انسان کو توڑنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا، جب ایک انسان وقت و حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے وقت اس پر حالات کی ایسی کاری ضریب لگاتا ہے کہ انسان بلبا کر رہا جاتا ہے۔ وقت نے روحان کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ کیا تھا۔ اسکی جان سے پیاری اکلوتی بہن کو اسکے شوہرنے بری طرح سے مارا تھا۔ اسکے جسم پر جگہ زخموں کے نشان تھے۔

روحان غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ وہ اسے اٹھا کر ہاسپٹل لے کر آیا تھا۔ مدیحہ کے زخموں پر جگہ جگہ پٹیاں کی گئی تھیں۔ اور پٹیوں میں جکڑے اسکے وجود کو دیکھ کر روحان کا دل کر رہا تھا کہ وہ سب کو آگ لگادے لیکن وہ مدیحہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ اس سے تفصیل سے بات کر سکے۔ ایک گھنٹے بعد ڈاکٹر نے اسکے ہوش میں آنے کی اطلاع دی تھی۔

"مدیحہ۔" وہ بے اختیار ہی کرے کی طرف بھاگتا ہے۔ مدیحہ اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہی تھی جو سو جن کاشکار تھیں۔ وہ پہلے سے بہت زیادہ کمزور ہو گئی تھی۔ میڈیکل کی طالبہ ہونے کے باوجود مدیحہ اپنا مہبت خیال رکھتی تھی۔ وہ جیل خاندان سے تھی اور اس خاندان میں موجود تمام نفوس کی طرح وہ بھی بہت پیاری تھی۔ بیڈ پر پڑا وہ وجود کہیں سے بھی روحان کو مدیحہ جیل کا نہیں لگاتھا۔

"بھائی۔" مدیحہ نے اسے پہچانے کے بعد پکارہ تھا۔

"کیا ہوا گڑیارو کیوں رہی ہو۔ اور یہ سب کیا ہوا ہے۔" روحان نے اسکا ہاتھ ٹھامتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ بری طرح ہیکیوں سے رو رہی تھی۔ اسکا نازک وجود کا پر رہا تھا۔ روحان کو اپنا دل کشنا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے تو آج تک گھر میں کسی کو مدیحہ کو ڈانٹنے تک نہیں دیا اور کہاں اب اسے جانوروں کی طرح تشدید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے، مجھے بتاؤ تو اور رونا بند کرو۔"

روحان نے اسے اپنے قریب کیا تھا۔

"بھائی مجھے وہاں نہیں جانا۔ وہ فرقان۔ وہ ابھی انسان نہیں ہیں۔ انہوں نے مجھ پر الزام لگایا اور مجھے روز مارتے ہیں وہ مجھے بد کردار کہتے ہیں۔" مدیحہ کی باتیں سن کر روحان کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا تھا۔ اسکے چہرے کی رگیں تن گئی تھیں۔ غصے کی شدید لہر اسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔ ہوا کچھ یوں تھا کہ مدیحہ جس ادارے میں پڑھتی تھی وہاں اسکا ایک کلاس فیلو تھا اور حم نام کا جو اسے بہت پسند کرتا تھا اور کتنی بار اپنی پسندیدگی کا اظہار کر چکا تھا۔ پسند تو مدیحہ بھی اسے کرتی تھی لیکن اس نے کبھی اقرار نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے خاندان کو جانتی تھی۔ وہ جانتی اسکی شادی اسکے بڑے بابا اور چھوٹے بابا سائیں کی مرضی سے ہو گی۔

اس سے پہلے اس پسند کو اظہار موقع ملتا آنا فانا اسکا رشتہ پکا ہوا اور نکاح ہو گیا۔ وہ کتنے دن یونیورسٹی نہیں گئی۔

"کیا ہوا مدیحہ تم ٹھیک ہو۔ اتنے دنوں سے یونیورسٹی نہیں آئی۔؟؟" حم کا تیج پڑھ کر اسے بہت دکھ ہوا تھا۔ انکی کبھی فون پر بات نہیں ہوئی تھی۔ ارحم کا پہلی دفعہ تیج آیا تھا۔

"میر انکاح ہو چکا ہے مجھے اب تنگ مت کرنا۔"

وہ اسے جواب دے چکی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں۔۔ تم کسی اور سے کیسے شادی کر سکتی ہو۔۔ ؟؟" اسکے سوالوں سے تنگ آ کر وہ فون بند کر چکی تھی۔ اور پھر وہ ہوا جسکا کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں تھا۔ آرجے کا ایکسٹرینٹ ہوا تھا اسکے مرنے کی خبر ملی تھی۔

دکھ اتنا بڑا تھا کہ مدیحہ اپنادکھ بھول گئی تھی۔ اور پھر ایک دن لڑکے والوں کی طرف سے زور دینے پر اسکی رخصتی کر دی گئی۔۔ اسی رات جب فرقان کرے میں آیا تو مدیحہ بیڈ پر نہیں تھی۔ یقیناً وہ واشروم میں تھی۔۔

البتہ اسکا موبائل بیڈ پر پڑا ہوا تھا جو کب سے رنگ کر رہا تھا۔ فرقان نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا تھا۔

"کہاں مصروف ہو تم مدیحہ۔۔ بات کیوں نہیں کرتی ہو۔۔ میں جانتا ہوں تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو۔۔ پھر تم نے کسی اور سے شادی کیوں کی۔۔ میں اپنے گھروں والوں کو تمہارے گھر بھینے ہی والا تھا" ارحم نان سٹاپ بول رہا تھا۔ کسی لڑکے کے منہ سے اس طرح کی باتیں سن کر فرقان کا پارہ ہائی ہوا تھا۔ اس نے موبائل کو غصے سے دیوار میں مارا تھا۔

کچھ ٹوٹنے کی آواز سن کر مدیحہ باہر نکلی تھی۔ وہ اپنے کپڑے بدلت چکی تھی۔ مسلسل بھاری کپڑوں میں بیٹھنے کی وجہ سے اسکی کمراکڑاگئی تھی۔ رات کے ساڑھے تین کا وقت تھا۔ وہ اب آیا تھا۔ مدیحہ نے حیرت سے پہلے فرقان اور پھر موبائل کو دیکھا جو کئی ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا۔

مدیحہ کو اپنی ٹانگوں کی جان نکتی محسوس ہوئی تھی۔ سید فرقان اور کچھ نہیں بلکہ ایک پڑھا لکھا جاہل تھا۔ وہ غصے پھنس کر تا مدیحہ کی طرف بڑھا تھا اس سے پہلے وہ کچھ کہتی فرقان نے اسکے منہ پر تھپٹ مارا تھا۔ وہ نیچے گری تھی۔ مدیحہ کے توہوش اڑ گئے تھے۔

"بدذات عورت۔۔ تمہیں میں نہیں چھوڑوں گا۔۔"

وہ اب منہ سے غلاظت بک رہا تھا۔ اور پھر یہ سلسلہ رکا نہیں تھا۔ سال ہونے والا تھا وہ ایسے ہی فرقان کے تشددا نشانہ بنی تھی۔

اسکے خاندان کو وہ گھٹیا کہتا تھا۔۔ اسے بد کردار کہتا تھا۔۔ وہ کہتی تو کس سے کہتی۔۔ بی جان نے رخصتی کے وقت کہا تھا کہ اب اسکا سب کچھ فرقان ہی ہے۔۔ وہ تمہارا محافظ ہے۔ لیکن یہاں تو وہ اسکے لئے موت کا فرشتہ بن کر آیا تھا۔۔

اسکی خوش قسمتی تھی کہ آج روحان نے فون پر سب سن لیا۔۔ ورنہ مزید کچھ دنوں میں وہ مر ہی جاتی۔۔ اپنی بہن کے منہ سے دل دہلا دینے والی باتیں سن کر روحان کے پورے جسم میں اذیت کی لہر پھیل گئی تھی۔

"بھائی مجھے فرقان کے ساتھ نہیں رہنا۔۔ وہ بہت برا ہے۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔" وہ رو رو کرتا رہی تھی۔

"تم فکرنا کرو میں کرتا ہوں اسکا علاج۔۔" وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا۔

"بھائی وہ بہت خطرناک ہے۔۔ وہ آپکو بھی نقصان پہنچائے گا۔۔" وہ ڈر گئی تھی۔

"تم فکرنا کرو اور پر سکون ہو جاؤ۔۔ اب سب ٹھیک ہو گا۔۔" وہ اسکا گال تھپٹھپا کر دروازے کی طرف بڑھا۔۔ اس سے پہلے وہ دروازے تک پہنچتا فرقان اندر داخل ہوا تھا۔ اسکے چہرے پر گھبراہٹ تھی۔ لیکن وہ خود پر قابو پا چکا تھا۔

"یہاں کیوں لائے ہو اسے۔۔ لیڈی ڈاکٹر گھر آ جاتی۔۔" فرقان غصے سے بولا تھا۔ اسکی بات سن کر روحان کا دماغ گھوما۔

"یہ کیا کیا ہے تم نے میری بہن کے ساتھ۔۔ ؟؟"

روحان غصے سے سرخ آنکھیں لئے دھاڑا تھا۔ اس نے خود پر ضبط رکھنے کیلئے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔

"پچھے نہیں کیا میں نے یہ تمہاری بہن دیکھ رہے ہو اسے، چکر چلا تی ہے دوسرے لڑکوں سے بد کردار ہے یہ۔۔!!" فرقان کے لمحے میں حقارت تھی۔ ایک پل کیلئے روحان سن ہوا تھا۔

"بد کرادر ہو تم۔۔ بد کرادر ہو تم۔۔"  
اسکے اپنے الفاظ اسکی سماعت سے ٹکرائے تھے۔

آج پتا چلا تھا اسے یہ الفاظ سننا کتنا مشکل ہوتا ہے۔۔ اسکے الفاظ وقت نے آج اسے لوٹائے تھے۔

یہ بس ایک پل تھا۔۔ اگلے ہی پل وہ فرقان کی طرف بڑھا تھا اور ایک زور دار گھونسا اسکے منہ پر رسید کیا تھا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ بتیں کہنے کی۔۔ تم جانتے بھی ہو وہ تمہاری بیوی ہے۔۔ اور تم اس پر ہی کچھ اچھال رہے ہو۔۔!!" روحان کا گھونسا کھا کر فرقان لڑکھڑایا تھا۔

"میں جانتا ہوں وہ میری بیوی ہے لیکن تم شاید بھول گئے ہو۔۔ وہ میری ہے میں جو چاہے کروں اور یہ ہمارا آپس کا مسئلہ ہے۔۔" حواس بحال ہونے پر فرقان چیخا تھا۔ مدیحہ تو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ تمہاری بیوی ہے تمہاری غلام نہیں جو تم جو چاہے سلوک کرو۔۔" روحان کو غصہ آرہا تھا۔

"!! ایسی گھٹیا اور بد کردار بیوی اسی قابل ہے۔۔"

اس سے پہلے فرقان مزید کچھ کہتا رہا۔۔ روحان نے اسے کپڑ لیا تھا اور اب وہ اسے بری طرح پیٹ رہا تھا۔ نقاہت کی وجہ سے مدیحہ کی چیخ بھی نہیں نکل رہی تھی۔ وہ بیڈ سے اترنا چاہتی تھی لیکن ہاتھ میں لگی ڈرپ اسے اس بات کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔

"میرا ایمان اور عقیدہ بدله ہے۔۔ میری فطرت بدلي ہے۔۔ میرا رخ اللہ کی طرف مڑا ہے۔۔ لیکن یہ مت سمجھنا کہ میں لڑنا بھول گیا ہوں۔۔ میں تم جیسے گھٹیا لوگوں کیلیے آج بھی آر جے ہوں۔۔ اگر تم نے دوبارہ کسی لڑکی کو چھوایا اسکے ساتھ ایسا سلوک کیا تو تمہیں جان سے مارڈاں گا۔۔"

وہ دبی دبی آواز میں چینا تھا۔۔ کمرے میں رکھی چیزوں سے انکے ٹکرانے کے باعث نیچے گر کر آوازیں ابھری تھی۔ جسے سن کرنے سیں اور ڈاکٹر کمرے میں آئے تھے۔ دونوں کو مشکل سے چھڑوا�ا گیا تھا۔ دونوں بری طرح سے ہانپ رہے تھے۔ فرقان جو اپنے آپ کو شیر سمجھتا تھا۔۔ روحان سے اچھی خاصی دلائی کروانے کے بعد اب صدمے میں تھا۔ وہ گھو گھور کر مدیحہ کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ لوگوں کو پتا نہیں کہ یہ ہسپتال ہے۔۔ جائیں یہاں سے۔۔" ڈاکٹر نے فرقان کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔ وہ غصے سے سب کو دیکھتا چلا گیا تھا۔

"تم نے اس پر ہاتھ کیوں اٹھایا رہا۔۔ روحان تم جانتے ہو وہ تمہارا بہنوئی ہے۔۔!!" سید جبیل نے اسکی کلاس لگائی ہائی تھی۔

"ڈیڈ وہ جاہل آدمی انسان کھلانے کے لاائق نہیں۔۔"

روحان نے دو بدو جواب دیا تھا۔

"جو بھی ہے۔۔ مسئلہ جو بھی تھا بیٹھ کر سمجھایا جا سکتا تھا۔۔!! ضیاء جبیل کہا تھا۔

"بڑے ڈیڈ اس مسئلے کا صرف ایک ہی حل ہے۔ مدیحہ اس جانور کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔۔۔ بہتر یہی ہو گا کہ فرقان اسے طلاق دے۔۔۔!!" وہ آرام سے اپنی بات کہہ چکا تھا۔۔۔ لیکن اسکی اس بات نے سید حویلی کی بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔ بی جان نے دہل کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو شاہ بیٹا۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔" بی جان نے کہا تھا۔

"یہ میرا نہیں مدیحہ کا فیصلہ ہے اور میں اسکا ہر قیمت پر ساتھ دوں گا۔۔۔ میں اسے مرنے کیلئے اس جانور کے حوالے نہیں کر سکتا۔۔۔"

"لیکن اس خاندان میں کبھی کسی نے طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا۔۔۔ اور تم کتنی آسانی سے یہ سب کہہ رہے ہو۔۔۔؟؟" سید جبیل گر جے تھے۔

"ضروری نہیں جو پہلے نہ ہوا ہو وہ اب بھی نہ ہو۔۔۔ آپ لوگوں کو اپنی اکلوتی بیٹی پیاری ہے یہ پھر اس حویلی کی روایات؟؟" روحان نے کاری ضرب لگائی تھی۔ وہ بنا ان کا جواب سنے باہر نکل گیا تھا۔ جوبات سالوں پہلے اسے سمجھ نہیں آئی تھی آج آگئی تھی حامم نے تو طلاق کی بات سمجھانے کیلئے اتفاقاً اسکی بہن کا نام لیا تھا۔۔۔

"لیکن جب آج اس پر گزری تو۔۔۔ وہ جان گیا تھا کہ اللہ نے طلاق کو کیوں رکھا ہے۔۔۔"

"تم ٹھیک تھی حامم۔۔۔ تم ہربات میں ٹھیک تھی۔۔۔ جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے۔۔۔ مجھ پر گزری تو میں نے اللہ کو جانا۔۔۔ آج جب اتنا کچھ دیکھا تو دل پھٹ سا گیا۔۔۔ جوباتیں مجھے آج سمجھ آئی وہ تم سالوں پہلے جان گئی تھی۔۔۔"

"تم اللہ کے احکام کو مجھ سے پہلے سمجھ گئی تھی۔۔۔!!" وہ اپنے کمرے میں نم آنکھیں لئے اسکی تصویر سے مخاطب تھا۔

وہ روحان بن حیدر جبیل ہی کیا جو اپنی بات سے پیچھے ہٹ جائے یا پھر ظلم کے خلاف نہ بولے۔۔۔ حشام کو جب پتا چلا تھا تو اس نے بھی روحان کی حمایت کی تھی۔ اور روحان نے کر دکھایا تھا۔ فرقان نے مدیحہ کو طلاق دے دی تھی۔

"آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔۔۔ میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔۔۔" مدیحہ اسکے سامنے روپڑی تھی۔

"پگلی گڑیا یہ میرا احسان نہیں بلکہ میرا فرض نجایا ہے۔۔۔ وہ مسکرا یا تھا تو مدیحہ بھی مسکرا دی تھی۔ اسکے زخم آہستہ آہستہ مندل ہو رہے تھے۔

"ہاتھ ہولار کھنا تھا روحان غلام دین بتار ہاتھا تم نے فرقان کے جبڑے ہلا دیے۔۔۔!!" حشام کی بات سن کر روحان بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

"شکر کرو شامو کا کا کہ وہ نج گیا۔۔۔ اسکا میں وہ علاج کرتا کہ ساری عمر کسی لڑکی کو ہاتھ لگانا تو درکنار دیکھتا بھی نہیں۔۔۔!!" روحان کو واقعی بہت غصہ تھا اس پر۔۔۔

"لندن کب جارہے ہو۔۔۔؟؟" حشام نے پوچھا تھا۔ اسے پتا تھا روحان کا یونیورسٹی آف لندن میں ایڈمیشن ہو گیا تھا۔

"ابھی ایک اور کام باقی ہے۔۔۔ پھر کچھ دنوں تک جاؤں گا۔۔۔" روحان نے رازدا نہ لجھے میں کہا تھا۔

"مجھے ارحام پسند آگیا ہے میں بہت جلد ڈیڈ سے بات کروں گا۔۔۔" وہ پر سکون سا کہہ رہا تھا۔ مدیحہ تو اسکی بات سن کر ہونق بنی اسے تک رہی تھی۔

"کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہی ہو۔۔۔ آج ہی مل کر آیا ہوں اسے۔۔۔ تم سے محبت کرتا ہے۔۔۔ خوش رکھے گا۔۔۔" روحان کی بات سن کر مدیحہ شپٹائی تھی۔

"نہیں بھائی۔۔۔ مرد ذات سے یقین اٹھ گیا ہے۔۔۔ میں اب اکیلے جینا چاہتی ہوں اور اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ میری ڈاکٹری کا آخری سال ہے۔۔۔ میں ڈاکٹر بن کر انسانیت کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔۔۔!!" مدیحہ اداس لبجے میں کہہ رہی تھی۔ روحان کو حامم یاد آئی تھی۔ اس نے جو حامم کے ساتھ کیا تھا۔ کیا وہ کسی پر یقین کر سکتی تھی۔۔۔ نہیں اور شاید کسی لڑکے کو انکار کرنے کی وجہ سے اس نے حامم کا چہرہ جلا دیا ہو گا۔ یہ خیال اتنا تکلیف دھکا کہ وہ آنکھیں بند کر گیا تھا۔۔۔ اسے اپنادل کرلاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ اسے اپنے اندر سے دل کے رونے اور چینے کی آوازیں صاف سنائی دیتی تھیں۔

"چلو ٹھیک ہے۔۔۔ جتنا وقت چاہے لے لو۔۔۔ لیکن تمہارا فیصلہ ارحم کے حق میں ہونا چاہیے۔۔۔ وہ تمہارے انتظار میں ہے۔۔۔!!" روحان نے اسکا گال تھپتھپایا اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ مدیحہ اسکی آنکھوں میں نہیں دیکھے۔۔۔

وہ جو پچھڑا تو یہ رمز بھی اس نے سمجھا۔

روح ایسے نکلتی ہے لوگ یوں مر اکرتے ہیں

"مدیحہ کی عدت پوری ہونے کے بعد وہ لوگ متنگی کیلئے آئیں گے۔۔۔ مجھے امید ہے آپ ڈیڈ اور بڑے ڈیڈ دونوں کو سمجھا لیں گی۔۔۔" روحان بی جان کا ہاتھ پکڑے انہیں بتا رہا تھا۔ روحان کے لبجے میں نرمی تھی۔ بی جان حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔۔ یہ لڑکا پل پل میں رنگ بدلتا تھا۔۔۔ کبھی اتنا غصہ کہ سب کچھ تہس نہیں کر دے۔۔۔ اور کبھی بے حد شفیق۔

"تم اتنے بڑے کب سے ہو گئے ہو۔۔۔؟؟" بی جان نے اسکے چہرے کو چھوٹے ہوئے پوچھا۔ ابھی تین سال پہلے کی تو بات تھی وہ دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی کیا کرتا تھا۔ گٹھار کندھے پر لٹکائے، سیٹی بجاتا وہ آس پاس کے لوگوں کو رک کر دیکھنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ وہ تب بھی لوگوں کو شاک کر دیتا تھا اور آج بھی ٹھٹکلنے پر مجبور کیا تھا بی جان بھی سمجھ نہیں پائی تھیں۔

وقت اور حالات انسان کو بہت جلد سب سمجھا دیتا ہے بی جان۔۔۔ اور مجھے افسوس ہے میرے معاملے میں وقت نے تھوڑی دیر کر دی۔۔۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔۔۔ "خوش رہو سلامت رہو۔۔۔ آمین۔۔۔" بی جان نے اسکی پیشانی چومنے ہوئے صدق دل سے دعا دی تھی۔

"ماموں جلدی واپس آنا۔۔۔ آپکے لئے پھر ممانتی بھی ڈھونڈنی ہے۔۔۔" مقدس آپ کے بیٹے ریان نے اسکا ہاتھ کھنچتے ہوئے کہا تھا۔ وہ سب لوگ ایرپورٹ پر موجود تھے۔ روحان لندن جا رہا تھا۔ سید جیل نے اسے زور سے گلے لگایا تھا۔ روحان کو بہت سکون ملا تھا۔ سب بہت خوش تھے اور ساتھ ہی اداس بھی۔۔۔ ممانتی آپکے ماموں نے ڈھونڈلی ہے دعا کرو بس وہ ماموں کو مل جائے۔۔۔!!" مقدس آپ نے ریان کو سمجھایا تھا۔

ریتلی ماموں۔۔۔ پہلے نہیں بتایا آپ نے ؟؟؟" ریان شرارت سے پوچھ رہا تھا۔ روحان بس مسکرا دیا۔ وہ عجیب کشکش کا شکار تھا۔۔۔ کبھی کبھی وہ مان لیتا تھا کہ حامم مرچکی ہے۔۔۔ اور کبھی کبھی دل بغاؤت کر جاتا تھا۔

"وہ مجھے ملنے ملے۔۔ وہ بیہاں بستی ہے۔۔ اور یہیں رہے گی \_\_\_\_!" روحان نے اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے مقدس آپی کی بات کا جواب دیا تھا۔  
وہ اثبات میں سر ہلاکئی تھیں۔

"ایک بہت بڑی دنیا۔۔ جس میں روشنی کم اور اندر ہیرا زیادہ ہے تمہارے انتظار میں ہے۔۔ یہ ایک نیاسفر ہے۔۔ النور انٹر نیشنل مسلم سکول کو تم نے سنبھالنا ہے۔۔ اور پہلے اس قابل بننا ہے کہ تم النور کی رہنمائی کر سکو۔۔"

ڈاکٹر باسط نے اسے کندھوں سے پکڑتے ہوئے کہا تھا۔ انکا لندن میں ایک انٹر نیشنل اسلامک سکول تھا جس کا نام النور تھا۔ جہاں نئے مسلمان ہونے والے لوگوں کیلیے رہنے کی جگہ تھی جنہیں انکے خاندان قبول نہیں کرتے تھے۔ مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کی جاتی تھی اور ہر ویک اینڈ پر النور میں بہت بڑا اجلاس ہوتا تھا جس میں نان مسلم اور ملحد لوگوں کے اسلام پر اعتراض اور مختلف سوالات کے جواب دیے جاتے تھے۔ اس اجلاس میں دنیا کے بہترین مسلم سکالر زادپر جیسا کہ دیتے تھے۔

"اَن شاء اللّٰهُ،" روحان نے گھرے لیقین سے کہا تھا۔

"خیر سے جاؤ اور کامیاب لوٹو۔۔" مقدس آپی نے اسے دعا دی تھی۔

پاکستان میں بھی موسم ابر آؤ دھلا۔ اسکی غلائیت میں بس پندرہ منٹ باقی تھے۔

"اپنے غصے پر قابو کرنا سیکھو۔۔ غصے انسان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ختم کر دیتا ہے۔۔ جانتا ہوں ابھی تم سمجھنے کے مرا حل میں ہو۔۔ لیکن تم سب سے الگ سب سے خاص ہو۔۔

جاو بربخودار۔۔ جاؤ اور فتح کرلو۔۔ تمہارا سب سے بڑا ہتھیار محبت ہے" ڈاکٹر باسط نے اسے گلے لگایا اور وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیا تھا۔  
اس سے پہلے کہ بارش تیز ہو ہمیں نکلنا چاہیے۔۔"

ضیاء عبیل نے کہا تھا۔ وہ سب اپنی گاڑیوں کی طرف جبکہ روحان اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"سوری آر جے۔۔ میں تھوڑا لیٹ ہو گیا۔۔ کورٹ میں کچھ کام تھا" سبیل نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ بارش میں بیٹھا بھیگ رہا تھا۔ اس نے روحان اوپر چھاتہ کیا تھا جو گھری سوچ میں غرق تھا۔۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔

"آر جے۔۔" سبیل نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔

وہ چونک کرماضی سے حال میں واپس آیا تھا۔ ہاں وہ لندن پہنچ چکا تھا۔

"سوری۔۔ آنکھ لگ گئی تھی شاید۔۔" روحان اٹھ کر سبیل کے گلے لگا تھا جسے وہ سالوں بعد مل رہا تھا۔

"مکال ہے بھی۔۔ اتنی تیز بارش میں جو انسان کو چہرے کو چھو رہی ہو۔۔ اور برف جما دینے والی ٹھنڈ میں تمہیں نیند کیسے آگئی۔۔؟؟" سبیل نے پوچھا تھا۔

"میرا تعلق محبت کے قبیلے سے ہے۔۔ اور محبت کرنے والوں کو آس پاس کی دنیا کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔۔" روحان پھیکلی سی ہنسی ہنس دیا تھا۔

”گریٹ۔۔ تو مسٹر محبت کے دیوتا۔۔ گھر چلیں۔۔ کیونکہ یہاں پر بہت سی محبت کی دیویاں تمہیں کسی اور دنیا میں پہنچ ہوئے دیکھ کر کافی دیر سے حیرت سے تمہیں تک رہی ہیں ایسا نا ہو کہ محبت کا دیوتا انہیں پسند آجائے اور پھر مشکل ہو جائے۔۔ !!“ سبیل کی بات سن کر روحاں نے حیرت سے ارد گرد دیکھا تھا۔ پتھر کے بنپھوں پر چھاتے لئے اسے کچھ لڑکیاں نظر آئی تھیں جو اسے ہی گھور رہی تھیں۔

”لا حولہ ولا قوت الا باللہ“ روحاں بڑ بڑا یا تھا۔۔ اس بات پر دونوں کا قہقہہ ابھر اتھا اور پر وہ دونوں ہنستے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

جب وہ دونوں گھر پہنچے تو بارش کافی تیز ہو چکی تھی۔ روحاں غور سے اس ٹاؤن کو دیکھ رہا تھا جسکے پہلی لائن کو چھوڑ کر دوسرا لائن میں سبیل کا گھر تھا۔ سبیل اسکے ماموں کا بیٹا تھا جو یہاں لندن میں لاء کی پڑھائی مکمل کرنے کے بعد اب شہر کی سٹی عدالت میں پریکٹس کر رہا تھا۔ روحاں یہاں ایمی اے کا ایک سال مکمل کرنے کے بعد آیا تھا۔ جب وہ زندگی سے بھر پور تھا اور جلد ہی اپنی گلی یعنی لائن میں اپنی خوبصورت آواز کی وجہ سے مشہور ہو گیا تھا۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا لندن ویسا کا ویسا تھا لیکن وہ بدل گیا تھا، سرتاپی۔۔ اب ایک اداسی اسکے ارد گرد بکھرنے لگی تھی۔ سبیل نے گاڑی گھر کے اندر پورچ میں داخل کی۔

”محبت کے دیوتا۔۔ آپکا شاہی دربار آپ کا اتر جائیں۔۔“ سبیل کی بات پر وہ مسکرا دیا تھا۔ اور پھر اپنے بیگ کو اٹھا کر گاڑی سے باہر نکلا۔ جیسے ہی وہ گاڑی سے باہر نکلا اسے اپنا خون جمٹا محسوس ہوا تھا۔ گاڑی میں ہیٹر لگا تھا اسے زیادہ ٹھنڈ محسوس نہیں ہوئی تھی۔۔ اسکے کپڑے بھی ہیجے ہوئے تھے اور اب ٹھنڈ کا احساس ہوا تھا۔

”چلیں۔۔“ سبیل چابی کو انگلی پر گھماتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اور روحاں اثبات میں سر ہلا کر اسکے پیچے گھر میں داخل ہوا۔

”کیا میں اندر آسکتا ہوں۔۔۔؟؟“ وہ اپنے کمرے میں آرام دہ کرسی پر آتش دان میں لگے ہیٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ جب سبیل کی آواز گونجی تھی۔ روحاں نے بند آنکھیں کو کھولا اور مسکرا کر سبیل کی طرف دیکھا۔

!! تمہارا گھر ہے جب چاہے جہاں چاہے آ جاسکتے ہو۔۔ اجازت کی ضرورت نہیں۔۔“

”نہیں۔۔ میں آربے کے کمرے میں بنا اجازت گھس نہیں سکتا۔۔!!“ سبیل نے ڈرنے کی اداکاری کی۔

وہ اب روحاں کے سامنے دیوار پر رکھے صوفے پر بر اجمان ہو چکا تھا۔

”اچھا کیا تم نے کپڑے بدل لئے۔۔“ اسے خاموش دیکھ کر سبیل نے کہا۔ اس نے محسوس کیا تھا روحاں کے چہرے پر اب ہر وقت ایک مسکان ہوتی تھی۔۔ پہلے جیسی سختی نہیں تھی اب اسکے چہرے پر۔۔ البتہ آنکھوں سے اداسی جھلکتی تھی۔

”خشم نے بتایا مجھے اس لڑکی کا۔۔ سن کر بہت افسوس ہوا۔۔ لیکن خدائی کاموں میں ہم انسان دخل نہیں دے سکتے۔۔ ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں اگر تم برانہ مانو۔۔ جب سے تمہاری کہانی سنی ہے یہ سوال ذہن میں گونج رہا ہے۔۔!!“ سبیل نے کہا تھا۔ روحاں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”جب تم اس لڑکی سے اتنی محبت کرتے تھے تو اسے جانے کیوں دیا۔۔؟؟“

سبیل کے سوال نے روحاں کی روح کو اندر تک چھلنی کر دیا تھا۔ وہ بس تڑپ کر رہ گیا تھا۔

۔۔۔ کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔

"مجھے لگتا ہے میں نے غلط سوال پوچھ لیا ہے۔۔!!" سبیل نے اسے خاموش دیکھ کر مذدرت کی۔  
کوئی بات نہیں شاید ابھی مجھ میں وہ حوصلہ نہیں ہے جس سے میں اپنی کہانی کو بیان کر سکوں"  
کوئی بات نہیں۔۔ چھوڑوان باتوں کو چلو کھانا کھاتے ہیں۔۔ میں ملازم سے کہہ کر آیا تھا۔۔ اس نے لگادیا ہو گا۔۔!!" سبیل ایک دم کھڑا ہوا۔  
روحان کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔۔ لیکن وہ سبیل کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا اس لئے اسکے پیچے پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ لاونج میں بنی کھڑکی میں آگیا تھا جو باہر لان میں کھلتی تھی۔ سبیل اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اسے آفس کا کام کرنا تھا۔  
روحان نے جیسے ہی کھڑکی کھولی تو ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکہ اسکے چہرے سے ٹکرایا تھا جو اسے اندر تک سرشار کر گیا تھا۔ یہ تازہ ہوا بھی قدرت کی کتنی بڑی نعمت تھی۔  
جو انسان کو ایک پل کیلئے مسکرانے پر مجبور کر دیتی تھی۔ جیسے ہی روحان کی نظر لان میں برستی بارش پر پڑی وہ حیران رہ گیا تھا۔ وہ وہاں تھی۔۔ بارش میں بھیگ رہی تھی۔۔ وہ بہت خوش تھی۔۔ لکھلا رہی تھی، اسکی ہنسی سے فضامیں ایک عجیب ساجلترنگ پیدا ہو رہا تھا،  
وہ محبت یا عشق کے اس حصے میں داخل ہو گیا تھا جہاں محبوب کا نظروں کے سامنے ہونا یا نہ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔۔ وہ ناجانے کہاں تھی۔۔ تھی بھی یا نہیں تھی۔۔ لیکن روحان کو وہ اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آ ہو رہی تھی۔

"روحان آؤ نا۔۔" اس نے روحان کو پکارہ تھا۔ وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں کھڑکی کے رستے ہی باہر لان میں کودا تھا۔ اب وہ حامم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا  
کیا تمہیں پتا ہے محبت کسے کہتے ہیں۔۔؟؟" وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔  
"نہیں۔۔۔" روحان نے نفی میں گردان ہلانی تھی۔

"بہت اچھی بات ہے مجھے بھی نہیں پتا۔۔"

وہ شرارت سے مسکراتی تھی روحان کیلئے یہ سب ایک سیراب تھا۔۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا واقعی اس وقت تک حامم محبت کے جذبے سے انجان  
تھی۔۔ وہ نہیں جانتی تھی محبت کا لمس اور احساس کیسا ہوتا ہے۔۔  
محبت وہ جذبہ ہے۔۔ وہ آگ ہے جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا، میں نے بہت دفعہ محبت کو الفاظ کی صورت میں پتوں پر بکھیرنے کی کوشش کی ہے اور ہر بار میں کاغذ کے پتوں کو جلتے پایا ہے میں جب بھی اپنی محبت کو کسی چیز کے حوالے کرنا چاہتا ہوں وہ چیز خون اگلتی ہے، جل جاتی ہے، ختم ہو جاتی ہے "بارش کے پانی میں روحان کی آنکھوں کی نمی گھل سی گئی تھی۔

"اف اتنی خطرناک اور خوفناک محبت؟ کیسے کر لی تم نے روحان؟ کیسے۔۔؟؟" وہ سراپائے سوال تھی۔  
"نہیں جانتا۔۔۔ شاید زبردستی کروائی گئی۔۔" وہ ہنسا تھا۔ خاک کر دینے والی درد بھری ہنسی۔

"سب ختم ہو جاتا ہے، محبت بھی جیسے تمہاری محبت ختم ہوئی تھی ایک پل میں ایک لمحے میں بنا سچائی جانے محبت کا کوئی وجود نہیں ہے۔۔!!" وہ اب رفتہ رفتہ روحان سے دور ہو جا رہی تھی۔

"رکو۔۔ نہیں محبت ختم نہیں ہوئی تھی محبت کی تو شروعات ہوئی تھی۔۔!! روحان نے دھوئی دی تھی۔۔ اسکا دور جانا روحان کو برا لگ رہا تھا۔

”!! نہیں۔۔ مجھے سب یاد ہے۔۔ سب یاد ہے۔۔“

اس نے حامم کے لبجے میں اذیت محسوس کی تھی۔ اس سے پہلے وہ مزید دور جاتی۔۔ روحان نے آگے بڑھ کر اسے کپڑنا چاہا تھا۔۔ لیکن وہ دھواں بن کر فضائیں تحلیل ہو گئی تھی اور یہ شاید اسکے لئے اذیت کی آخری حد تھی۔۔  
 بارش کی برستی بوندوں نے، جب دستک دی دروازے پہ محسوس ہوا تم آئے ہو، انداز تمہارے جیسا تھا  
 ہوا کے ہلکے جھونکے کی، جب آہٹ پائی کھڑکی پر  
 محسوس ہوا تم گزرے ہو، احساس تمہارے جیسا تھا  
 میں نے گرتی بوندوں کو، روکنا چاہا تھوں پر  
 ایک سرد سا پھر احساس ہوا، وہ لمس تمہارے جیسا تھا  
 تہاں میں، چلا پھر بارش میں، تب ایک جھونکے نے ساتھ دیا  
 میں سمجھا تم ہو ساتھ میرے، وہ ساتھ تمہارے جیسا تھا  
 پھر رک گئی وہ بارش بھی، رہی ناباقی آہٹ بھی  
 میں سمجھا مجھے تم چھوڑ گئے، انداز تمہارے جیسا تھا۔۔

ملازم سبیل کے کمرے میں چائے دینے گیا تھا۔ دستک دینے پر سبیل نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تھی۔۔  
 ”آر جے کو چائے پہنچا دی تم نے۔۔؟؟“ سبیل نے پوچھا۔  
 ””نہیں وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔۔“

”ہائیں۔۔ کمرے میں نہیں تو پھر کہاں گیا۔۔؟؟“ ملازم کی بات سن کر سبیل حیران ہوا۔  
 ”وہ باہر لان میں بارش میں بھیگ رہے ہیں۔۔“ ملازم کی بات سن کر سبیل نے اثبات میں سر ہلایا۔  
 ”لگتا ہے موصوف کا آج ہی سارے کپڑے گیلے کرنے کا ارادہ ہے۔۔!! سبیل نے چائے کی چکنی لیتے ہوئے سوچا۔  
 ”کیا انہیں کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے۔۔؟؟“ ملازم نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔  
 ”کیوں ایسا کیوں کہہ رہے تم۔۔؟؟“ سبیل نے ابر و اٹھا کر غصے سے اسے گھورا۔  
 ”نہیں، وہ دراصل میں نے ابھی انہیں لان میں کسی سے باتیں کرتے دیکھا جبکہ وہاں کوئی نہیں تھا۔۔!!“ ملازم کی بات سن کر سبیل چونکا۔  
 ”جاو تم ایسی کوئی بات نہیں ہے، اور اپنے کام سے کام رکھا کرو۔۔!! سبیل نے سخت سے لبجے میں کہا تو ملازم شکر کر تا وہاں سے بھاگا۔ جبکہ پیچھے سبیل کو روحان کے متعلق جان کر افسوس ہوا تھا۔۔

اگلے دن اتوار تھا۔ سبیل کام کے سلسلے میں گھر سے باہر گیا تھا۔ روحان اکیلا الاؤ نج میں بیٹھا تھا۔ پچھلی رات وہ کتنی دیر تک جا گتا رہا تھا۔ پر نہ جانے کب اسکی آنکھ لگی تھی۔ لیکن وہ شاید سویا نہیں تھا۔ نیند تو وہ ہوتی ہے جسکے بعد ہم انھیں تو پر سکون ہوں جبکہ روحان کے معاملے میں ایسا نہیں تھا۔ وہ سوتے میں جا گتا تھا اور جا گتے میں سوتا تھا۔

پچھے دیر وہ بیٹھا اپر اٹھا اور ظہر کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد وہ ترنے والا قرآن کھول کر بیٹھ گیا تھا کل رات اس نے اپنی الماری بھی سیٹ کی تھی۔ وہ پاکستان سے اپنے بیگ اور سوت کیس میں کپڑے کم کتابیں زیادہ لایا تھا۔ اسے جن کتابوں پر شک تھا کہ لندن سے نہیں ملیں گی وہ ان سب کو اٹھا لایا تھا۔ جن میں زیادہ تر اسلامی کتابیں تھیں۔ قرآن پاک کو پڑھنے کے بعد اسکے ذہن میں ایک سوال ابھرنا تھا جو وہ ڈاکٹر باسط سے پوچھنا چاہتا تھا۔ اس نے ابھی پچھے دیر پہلے مومنین کی صفات پڑھی تھیں۔

روحان کو حیرت ہو رہی تھی وہ مومن تو کیا اچھا مسلمان بھی نہیں تھا، وہ ابھی دھوکے باز سمجھتا تھا خود اور جھوٹا بھی۔ ابھی تک وہ بڑوں کی ہربات نہیں مانتا تھا بلکہ اپنی مرضی کرتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر باسط کے اکاؤنٹ کو کھولا اور وہاں اپنا سوال لکھا تھا۔ اسے امید تھی سرچ کرنے پر جواب مل جائے گا۔ شاید اس سے پہلے بھی بہت سے لوگوں نے یہ سوال کیا ہو اور اسکے چہرے پر ایک دم رونق چھائی تھی جب اسے اپنے سوال سے متعلق ویڈیو ملی۔ "اسلام اور مسلمانوں کے عمل میں واضح فرق کیوں؟ اگر اسلام بہترین مذہب ہے تو بہت سے مسلمان بے ایمان کیوں ہیں اور دھوکے بازی، اور رشوت اور منشیات فروشی میں کیوں ملوث ہیں؟؟؟"

یہ سوال کسی ملجنے کیا تھا اور ڈاکٹر باسط کا جواب موجود تھا۔

"میں آپکی بات سے اتفاق کرتا ہوں برادر۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، "

ڈاکٹر باسط نے ٹھمل سے سوال سننے کے بعد بولنا شروع کیا۔

"اسلام بلاشبہ بہترین مذہب ہے لیکن میڈیا مغرب کے ہاتھ میں ہے جو اسلام سے خوفزدہ ہے، میڈیا مسلسل اسلام کے خلاف خبریں نشر کرتا وہ اسلام کے بارے میں غلط معلومات پہنچاتا ہے وہ اسلام کے بارے میں غلط تاثر پیش کرتا ہے، غلط حوالے دیتا ہے اور واقعات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے، جب کسی جگہ کوئی بم پھٹتا ہے تو بغیر کسی ثبوت کے سب سے پہلے مسلمانوں پر الزام لگادیا جاتا ہے۔ وہ الزام خبروں میں سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں جب یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذمہ دار غیر مسلم تھے تو یہ ایک غیر اہم اور غیر نمایاں خبر بن کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی پچاس برس کا مسلمان کسی پندرہ سالہ لڑکی سے اس کی اجازت سے شادی کرتا ہے تو مغربی اخبارات میں وہ پہلے صفحے کی خبر بنتی ہے، لیکن جب کوئی 50 سالہ غیر مسلم 6 سالہ لڑکی کی عصمت دری کرتا ہے تو یہ سانحہ اندر کے صفات میں ایک معمولی سی خبر کے طور پر شائع ہوتا ہے۔ امریکہ میں روزانہ عصمت دری کے 2713 واقعات پیش آتے ہیں لیکن خبروں میں جگہ نہیں پاتے کیونکہ یہ امریکیوں کی طرز زندگی کا ایک حصہ ہے۔"

"ہر معاشرے میں ناکارہ لوگ ہوتے ہیں، میں اس بات سے باخبر ہوں کہ ایسے مسلمان یقیناً موجود ہیں جو دیانتدار نہیں اور دوسرا مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ لیکن میڈیا یا ٹیبل اسے کہ صرف مسلمان ہی ان کا رنگ کرتے ہیں، حالانکہ ایسے افراد اور جرائم دنیا کے ہر ملک اور ہر معاشرے میں ہوتے ہیں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بہت سے مسلمان بلانوش ہیں، اور غیر مسلموں کے ساتھ مل کر شراب نوشی کرتے ہیں۔"

لیکن مسلم معاشرے کی مجموعی حالت بہتر ہے، اگرچہ مسلمان معاشرے میں بھی کالی بھیڑیں موجود ہیں مگر مجموعی طور پر مسلمانوں کا معاشرہ دنیا کا بہترین معاشرہ ہے۔ ہمارا معاشرہ دنیا کا وہ سب سے بڑا معاشرہ ہے جو شراب نوشی کے خلاف ہے، یعنی ہمارے ہاں عام مسلمان شراب نہیں پیتے۔ مجموعی طور پر ہمارا ہی معاشرہ ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ خیرات کرتا ہے۔ اور جہاں تک حیا، متانت، انسانی اقدار اور اخلاقیات کا تعلق ہے دنیا کا کوئی معاشرہ ان کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ یوسینا، عراق اور افغانستان میں مسلمان قیدیوں سے عیسائیوں کا سلوک اور برطانوی خاتون صحافی کے ساتھ طالبان کے برتاؤ میں واضح فرق صاف ظاہر ہے۔

اس بات کو میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں،

اگر آپ جانتا چاہتے ہیں کہ مر سید یز کار کانیا مڈل کیسا ہے اور ایک ایسا شخص جو ڈرائیور نہیں جانتا سیئر نگ پر بیٹھ جائے اور گاڑی کہیں دے مارے تو آپ کس کو الزام دیں گے؟ کار کو یا ڈرائیور کو؟ فطری بات ہے کہ آپ ڈرائیور کو الزام دیں گے۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ کار کتنی اچھی ہے، ڈرائیور کو نہیں بلکہ کار کی صلاحیت اور اسکے مختلف پہلوؤں کو دیکھنا چاہیے کہ یہ کتنی تیز چلتی ہے، ایندھن کتنا استعمال کرتی ہے، کتنی محفوظ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اگر یہ بات محض دلیل کے طور پر مان بھی لی جائے کہ مسلمان خراب ہیں تب بھی ہم اسلام کو اس کے پیروکاروں سے نہیں جانچ سکتے۔ اگر آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کتنا اچھا ہے تو اسے اس کے مستند ذرائع سے پر کھیں، یعنی قرآن مجید اور صحیح احادیث سے اسلام کو محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی سے پر کھیں،

اگر آپ عملی طور پر یہ دیکھنا چاہیں کہ کار کتنی اچھی ہے تو اس کے سیئر نگ و ہیل پر کسی ماہر ڈرائیور کو بھائیں، اسی طرح یہ دیکھنے کے لیے کہ اسلام کتنا اچھا دین ہے تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ کو سامنے رکھ کر دیکھیں، مسلمانوں کے علاوہ بہت سے دیانتدار اور غیر متعصب غیر مسُور خون نے علانیہ کہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ بہترین انسان تھے، ما نیکل اتھ ہارت نے "تاریخ پرا شر انداز ہونے والے سو انسان" کے عنوان سے کتاب لکھی جس میں سر فہرست پیغمبر اسلام محمد ﷺ کا اسم گرامی ہے، غیر مسلموں کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن میں انہوں نے نبی ﷺ کی بہت تعریف کی ہے، مثلاً تھامس کا لاکل، لامارٹن وغیرہ۔

تو یہ آپ کا کہنا درست ہے، مسلمان اور اسلام میں کے عمل میں واضح فرق ہے لیکن چونکہ مسلمان ایک انسان ہے جو آدم کی اولاد ہے اور غلطی اسکی فطرت میں شامل ہے۔ تو بہتر ہے آپ اسلام کے بہترین لوگوں کو دیکھیں۔ آپکو بتا چل جائے گا کہ اسلام کتنا مضبوط دین ہے۔۔۔ ڈاکٹر باسط خاموش ہو چکے تھے۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ روحان سکتے کی حالت میں انہیں سن رہا تھا۔

"مسلمان پر فیکٹ نہیں ہیں جبکہ اسلام پر فیکٹ ہے مسٹر آرجے۔ تو آپ مسلمانوں کو نہیں اسلام کو دیکھیں۔۔۔" ام حامم کے الفاظ اسکی سماعت سے ٹکرائے تھے۔ اس سوال کا جواب تو وہ دو جملوں میں بہت پہلے دے چکی تھی۔۔۔ وہ کیوں نہیں سمجھا تھا شاید ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے اور شاید سمجھنے کا بھی۔

---

ویڈیو دیکھنے کے بعد روحان جلدی سے اٹھا اور کپڑے بدالے۔ اسے النور ادارے میں جانا تھا جو ڈاکٹر باسط کا تھا۔ وہ وہاں سے تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سیل گھر نہیں تھا اور ناہی گاڑی تھی۔ اور روحان نے ابھی گاڑی نہیں لی تھی۔ اس نے ٹرین سے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ پتہ اسے معلوم تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ٹرین میں بیٹھا تھا۔ شیشے سے وہ پیچھے کی جانب بھاگتے نظاروں کو دیکھ رہا تھا۔ اسکے سامنے سیٹ پر ایک لڑکا اور ایک لڑکی بیٹھے تھے۔

"تو تمہارا اپنی گرل فرینڈ سے بریک اپ کیوں ہوا۔؟؟" لڑکی نے لڑکے سے سوال کیا تھا۔ شاید وہ دونوں دوست تھے۔

"تم جانتی ہو میری گرل فرینڈ بہت مذہبی قسم کی تھی۔ ایک دن وہ کہنے لگی کہ اسے خدا سے عشق ہے۔ مجھے حیرت ہوئی میں نے کہا کہ تم خدا سے عشق نہیں کر سکتی تمہاری اتنی اوقات نہیں۔ ہاں البتہ تم چاہو تو اسے عاشق بناسکتی ہو۔!! بس اتنی سی بات تھی وہ اٹھی اور چائے گا کپ میرے سر پر مار کر چلی گئی۔" لڑکے کی بات سن کر لڑکی خوب ہنسی تھی البتہ روحان ٹھٹکا تھا۔ اسے وہ رات یاد آگئی تھی۔ اس رات جب وہ حanim کو ڈھونڈتے ہوئے اسکے گھر پہنچ گیا تھا۔ جب وہاں پر اس نے فقیر نے اس پلٹ جانے کو کہا تھا۔ لیکن روحان میں اتنی ہمت نہیں تھی۔ وہ وہیں گھٹنے زمین پر ٹکا کر بیٹھ گیا تھا اسکی حالت غیر ہو رہی تھی۔ وہ ہر حالت میں حanim سے ملنا چاہتا تھا۔

"ایک بات کہوں۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو سب کچھ تمہاری منشا کے مطابق ہو گا۔"

فقیر کے پر اسرار لمحے میں کہنے پر وہ چونکا تھا۔

"جاو۔ اور جا کر اللہ کو عاشق بنالو۔ جب تو اسے اپنا بنالے گا اور اسکا بن جائے گا تو سب مل جائے گا تجھے جو نامکمل ہے۔ سب ممکن ہو جائے گا۔"

فقیر کی بات سن کر آر جے کو حیرت ہوئی تھی۔ اسے اتنا پتا تھا کہ اللہ کو عاشق کہنا غلط تھا۔ وہ جانتا تھا اسکے گھر میں اللہ سے عشق کرنے کی باتیں کی جاتی نا کہ اسے عاشق بنانے کی۔

اسے فقیر پر کس پاگل کا مگان ہوا تھا۔

"سوچ کیا رہا ہے۔ اب جایہاں سے۔" فقیر چلایا تھا لیکن وہ الجھا الجھا سما سے دیکھ رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا فقیر اپنی جگہ سے اٹھا اور اسکے پاس سے گزر کر گلی میں کہیں غائب ہو گیا تھا۔ روحان کو وہ رات یاد آگئی تھی۔ وہ فقیر کی بات کو نظر انداز کر چکا تھا لیکن آج پھر اسکے سامنے کسی نے وہی بات کی تھی۔

اسے حیرت ہو رہی تھی۔ روحان کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ اس لڑکے سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اللہ سے عشق کیوں نہیں کیا جاسکتا۔؟؟ لیکن شاید انکا اسیپیشن آگیا تھا اور وہ دونوں اتر گئے۔

روحان الجھ کر رہا گیا تھا۔

وہ النور سکول پہنچ چکا تھا۔ گیٹ پر گارڈ نے اسکا شناختی کارڈ چیک کیا تھا اور پھر اسے اندر جانے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ ادارہ بہت خوبصورت تھا۔ بہت بڑا تھا۔ اور بہت خوبصورتی سے سجا گیا تھا۔ وہ نفاست سے قدم اٹھاتا ریسیپشن کی طرف بڑھا تھا۔ ریسیپشن پر ایک لڑکا بیٹھا تھا جو شاید مغرب کا ہی رہنے والا تھا۔

"السلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ"

اس سے پہلے روحان کچھ کہتا اس لڑکے نے روحان کو سلام کیا تھا۔ جسکا جواب روحان نے جیران ہوتے ہوئے دیا تھا۔

"جی آپکا نام۔؟؟" لڑکے نے پوچھا تھا یقیناً وہ مسلمان تھا۔

"روحان جبیل۔" اس نے نام بتایا۔

"اوووہ۔ کیا واقعی۔ ماشاء اللہ ماشاء اللہ ڈاکٹر صاحب نے بتایا تھا کہ انکا بیٹا آئے گا اس جگہ پر اسکا خاص خیال رکھنا ہے۔۔" وہ لڑکا کہتا ہوا روحان کے لگ گیا۔ جبکہ روحان تو حیرت سے گنگ کھڑا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ڈاکٹر باسط اسے اپنا بیٹا مانتا تھا۔ شدت جذبات سے اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا وہ لڑکا اسے لے کر ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اگلے دن کورٹ جاتے ہوئے سبیل نے اسے یونیورسٹی چھوڑا تھا۔

"بیسٹ آف لک۔۔ محبت کے دیوتا اور یہاں محبت کی دیویوں سے نجک کر رہنا۔۔" وہ شرارت سے کہتا گاڑی بھگا کر لے گیا تھا جبکہ روحان اسکی شرارت پر مسکرا کر رہ گیا تھا۔ وہ ایک گھری سانس لے کر یونیورسٹی میں داخل ہوا تھا۔ کچھ دیر آوارہ گردی کرنے کے بعد اسے اپنا ڈیپارٹمنٹ مل گیا تھا۔ یہاں کام حول بالکل ویسا ہی تھا جیسا ایک یونیورسٹی کا ہوتا ہے ہر طرف قبیلے، زندگی سے بھر پور سٹوڈنٹس، شرارتیں کرتے کچھ ٹین اتنے۔ وہ سب دیکھ کر بس ہلاکا سما مسکرا دیا تھا اسے کمی سے ساتھ گزارے اپنے دن یاد آگئے تھے۔

پہلے لیکھر میں کیا پڑھایا گیا تھا اسے کچھ خاص سمجھ نہیں آئی تھی۔ اسکا دماغ کل والے سوال میں اٹکا تھا۔ وہ جلد از جلد ڈاکٹر باسط سے بات کرنا چاہتا تھا۔ پہلا لیکھر کب ختم ہوا پروفیسر کب کلاس سے گیا اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ وہ تب چونکا جب دور سر اپر پروفیسر کلاس میں داخل ہوا روحان کا اسز شروع ہونے کے بعد ایک ہفتہ لیٹ آیا تھا۔ سب کا تعارف یقیناً ہو چکا تھا۔ اسے وہاں ابھی تک کوئی نہیں جانتا تھا۔

"ہے یو۔ کہاں گم ہو۔۔؟؟" پروفیسر نے اسے گھری سوچ میں غرق دیکھ کر پوچھا۔ شاید پروفیسر کافی تیز نظر تھے۔  
"بیس پروفیسر۔۔" وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"کیا نام ہے تمہارا۔۔؟؟" وہ اب پوچھ رہے تھے۔

"روحان جبیل۔۔" روحان نے کھڑے ہوتے ہوئے بتایا۔  
پروفیسر کے چہرے پر حیرت پھیل گئی تھی۔

"کیا تم سچ میں وہی ہو جو ہمیشہ سے گولڈ میڈل حاصل کرنے؟ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک۔۔؟؟"  
وہ حیرت سے پوچھ رہے تھے۔

"جی۔۔" روحان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اتنے حیران کیوں ہو رہے تھے۔

"میں نے تمہاری فائل دیکھی تھی اور تب ہی تمہیں اس یونیورسٹی میں ایڈمیشن کیلئے اوکے کیا تھا۔۔ لیکن شک تھا کہ شاید ایڈمیشن آفس والے تمہیں ری جیکٹ نہ کر دیں۔۔ ویل میں ہوں پروفیسر جسٹن۔۔ یہاں کا

HOD

اور مجھے تم سے مل کر اچھا گا۔۔!!" پروفیسر کے اسکی تعریف کرنے پر کلاس میں ہلکل سی مجگئی تھی۔ سٹوڈنٹس پیچھے مڑ مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔

"Thank you so much professor"

روحان نے بس اتنا ہی کہا تھا۔ اور پروفیسر جسٹن اسے گھری نگاہ سے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ البتہ چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔

کلاس کے بعد وہ لان میں بنے بیچ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ موسم خوشنگوار تھا۔ لان کے پیچوں پیچ ایک خوبصورت سافوارہ تھا جس پر ندوں کا ہجوم تھا جو وہاں سے پانی پر رہے تھے۔

اگئی چھپاہٹ کا نوں کو بھلی محسوس ہو رہی تھی۔ روحان نے کچھ سوچتے ہوئے ڈاکٹر باسط کا نمبر ملایا تھا۔ دو تین بیل جانے کے بعد اسکی کال رسیو کر لی گئی تھی۔  
سلام دعا کے بعد روحان اپنی بات پر آیا تھا۔

"مجھے کچھ پوچھنا ہے آپ سے ڈاکٹر۔"

"جی ضرور پوچھو۔ تم میرے سب سے زیادہ سوال کرنے والے شاگرد ہو۔!!" وہ مسکرائے تھے۔ روحان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیلی۔  
"اللہ سے عشق کیوں نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے ایک فقیر کے منہ سے سنا تھا اللہ کو عاشق بنالو۔ اس سے عشق کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اسکی کیا وجہ ہے۔؟؟" روحان کی بات سن کر ڈاکٹر باسط مسکرائے تھے۔

"مجھے یہ بتاؤ کہ عاشق کون ہوتا ہے۔؟؟"

"عاشق وہ جو محبوب کے کہنے پر چلے، اسکا خاص خیال رکھے، جو محبوب کرے وہ وہی کرے، محبوب بھوکا ہو اور کچھ نہ کھائے تو وہ بھی بھوکا رہے۔!! روحان نے اپنی طرف سے ایک عاشق کی خصوصیات بیان کر دی تھیں۔

بالکل۔ تو مجھے بتاؤ کہ اگر تم اللہ سے عشق کرنا چاہو تو ان سب خصوصیات پر پورا اتر سکتے ہو۔؟؟ اللہ کو اوںگ نہیں آتی کیا تم اسکے لئے ساری زندگی جاگ سکتے ہو۔؟؟ اللہ تمہیں ہر وقت دھیان میں رکھتا ہے کیا تم اسے ہر وقت دھیان میں رکھ سکتے ہو۔؟؟ اللہ تمہارے دل کے راز جانتا ہے کیا تم اللہ کو اتنا جان سکتے ہو۔؟؟ اللہ تمہیں بہت سی نعمتیں عطا کرتا ہے تم اللہ کو کیا دے سکتے ہو۔؟؟ ڈاکٹر باسط کے سوالوں نے روحان کو ٹھنکنے پر مجبور کیا تھا۔

"عاشق کا درجہ بہت بڑا ہے جس پر صرف اللہ ہی پورا اتر سکتا ہے وہ ان سب خصوصیات پر پورا اتر تھا ہے جو ایک انسان کے بس کی بات نہیں اس لئے جو فقیر نے کہا وہ اس نے اپنی طرف سے ٹھیک کہا تھا انسان تو بس اللہ کے احکام مان کر اسے اپنابنا کر اسکا محبوب بندہ بن سکتا ہے۔ وہ کبھی بھی عشق کے تقاضوں پر پورا نہیں اتر سکتا۔ وہ کبھی عاشق نہیں بن سکتا۔"

ڈاکٹر باسط خاموش ہو چکے تھے۔ اور روحان ایک سکتے سے باہر آیا تھا۔ بات تو ٹھیک کہی تھی ڈاکٹر باسط نے۔ یقیناً وہ فقیر اور وہ لڑکا اس راز کو جان گیا تھا کہ انسان عشق کے تقاضوں پر پورا نہیں اتر سکتا یہ ایک بہت مشکل کام ہے۔ شاید دنیا میں کچھ ایسے لوگ گزرے ہوں جنہوں نے اللہ سے عشق کیا ہو، یہ ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ ابھی اسی سوچ میں غرق تھا جب ایک ادھیر عمر آدمی اسکے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔

"اللگتا ہے کوئی بہت اہم راز پایا ہے تبھی چہرہ اتنا چک رہا ہے۔" اس آدمی نے کہا روحان نے چونک کر اسے دیکھا۔  
کچھ دیر پہلے وہ آدمی اس فوارے کے قریب کھڑا وہاں آس پاس اڑتے پرندوں کو دانہ ڈال رہا تھا۔

"جی راز پایا ہے کہ عشق کے تقاضے بہت کڑے ہیں۔" روحان نے جواب دیا تھا۔

"تو کیا عشق کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔؟؟" اس شخص نے دوبارہ پوچھا۔

"جنہوں نے عشق کیا وہ نارمل نہیں پاگل کہلاتے ہیں۔"

"یعنی عشق فنا کرتا ہے۔؟؟" ایک اور سوال حاضر تھا۔

"عشق تو بقاعط کرتا ہے، ایک انسان جب فنا ہوتا ہے تب ہی بقا پاتا ہے۔۔۔" روحان کے پاس جواب موجود تھا۔

"کیا خدا سے عشق ہو سکتا ہے؟ کیا کبھی کسی نے اس ذات سے عشق کیا ہے۔؟؟"

"ہمیں تو راز پایا ہے کہ عشق کے تقاضے کڑے ہیں۔۔۔ خدا سے عشق کرنا جتنا مشکل ہے اتنا ہی آسان ہے۔"

"میں نے سنائے ہے خدا اپنے بندے سے بہت زیادہ پیار کرتا ہے تو خدا کو عاشق کہنا درست ہو گا۔؟؟" روحان چونکا تھا۔

"آج کل ہم نے عشق اور محبت کو اتنا غلط رنگ دے دیا ہے جب ہم عاشق کی بات کرتے ہیں تو بہت ہی غلط تصور ڈھنڈنے میں ابھر تا ہے۔ حالانکہ خدا نے ہر جذبے کو پیدا فرمایا ہے لیکن انسان نے کسی چیز کو نہیں بخشتا۔"

"تو ایسی صورت حال میں کیا کرنا چاہیے۔؟؟ لفظ عاشق خدا کیلئے استعمال کرنا کچھ عجیب سالگرتا ہے۔"

"وہی تو کہہ رہا ہوں کہ ہم نے جذبات کو تو غلط رنگ دیا ہی تھا سکے ساتھ الفاظ کی شناخت کو بھی مسخ کر دیا ہے انسان بہت خالم واقع ہوا ہے اس نے عشق کو ایسا رنگ دے دیا ہے کہ جب لفظ عاشق زبان پر آتا ہے تو دماغ اس لفظ کا تمسخر اڑاتا ہے، میرے خیال سے خدا کو عاشق کہنے سے بہتر ہے اپنے آپ کو خدا کا محبوب بندہ بنایا جائے۔!!" روحان نے پہلی بار کسی سوال کا جواب دیا تھا۔

"بہت خوب، خدا کا محبوب بندہ سن کر اچھا لگا لیکن اب میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ خدا کا محبوب بندہ کیسے بنایا گیا ہے کیونکہ اسکے لیے مجھے اپنا عقیدہ بدلتا ہو گا۔" وہ شخص اب دھیمے لمحے میں کہہ رہا تھا۔

"جیسے آپ کو بہتر لگے" روحان مسکرا یا۔

"ہیلو میرا نام تھامس ہے اور مجھے تمہارا جواب بہت پسند آیا ہے بہت عرصے بعد کوئی ایسا شخص ملا ہے جو الفاظ کا ہیر پھیر جانتا ہے تم سے مل کر اچھا لگا مسٹر۔؟؟" اس آدمی نے روحان کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا یقیناً وہ اسکا نام نہیں جانتا تھا۔

"روحان جیل۔" روحان کے اسکے سوالیے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اسکا ہاتھ تھامہ اور اپنانام بتایا۔

"ناکس نیم۔ میں سامنے والے فلاسفی ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر ہوں پچھلے تیس سالوں سے یہاں پڑھا رہا ہوں لیکن آج پہلی بار کسی سے سوال و جواب کر کے مزہ آیا ہے۔" پروفیسر تھامس نے خوشگوار سے لمحے میں بتایا۔

"اووہ آپ پروفیسر ہیں؟ معاف کیجئے گا میں یہاں نیا ہوں مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ایک استاد ہیں۔" روحان ادب سے کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ برخودار، مجھے استاد سے زیادہ دوست بننا اچھا لگتا ہے۔" پروفیسر تھامس مسکراۓ تو روحان بیٹھ گیا۔

"جی نیٹکس پڑھنے آئے ہو۔؟؟" پروفیسر تھامس پوچھ رہے تھے۔

"جی۔" روحان بس اتنا ہی کہہ پایا۔

!!! بہت خوب، اچھی بات ہے انسان کو اپنے بارے میں جانتا چاہیے۔"

"مذعرت لیکن میں آپکی بات سمجھا نہیں۔" روحان کے چہرے پر الجھن ابھری۔

کو بھی سمجھانے کی ضرورت ہے۔۔۔؟؟” پروفیسر تھامس نے رازدانہ انداز میں کہا تھا جبکہ روحان تو انگی بات سن کر حیران رہ گیا تھا۔  
ٹھیک ہے برخودار میں اب چلتا ہوں میرے لیکھر کا وقت ہو رہا ہے، بہت جلد ملاقات ہو گی چائے پر۔۔۔!!“ اس سے پہلے روحان کچھ کہتا پروفیسر تھامس اپنی جگہ سے اٹھنے اور مسکرا کر کہتے آگے بڑھ گئے اور روحان حیرانی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

”کیسے رہا تمہارا یونیورسٹی کا پہلا دن۔۔۔؟؟“ رات کے کھانے پر سبیل اس سے پوچھ رہا تھا۔

”اچھا رہا ہے۔“ سادہ سے لہجے میں جواب دیا گیا۔

”کوئی مشکل تو نہیں پیش آئی محبت کے دیوتا کو۔۔۔؟؟“ سبیل کا لہجہ شراری تھا۔

”نہیں۔۔۔“ روحان کے لبؤں پر مسکراہٹ ابھری۔

”کوئی ی محبت کی دیوی ملی۔۔۔؟؟“ سبیل شاید اسکا مزاج خوشگوار بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”کوئی ایک ہو تو بتاؤں، یہاں تو دیویوں کی بھرمار ہے۔۔۔“

”ھاہا۔۔۔ درست فرمایا ایسی ایسی دیویاں ہیں انسان بس دیکھتا رہ جائے۔۔۔“ روحان کا جواب سن کر سبیل کا قہقہہ ابھرا تھا۔

”اسی لئے میں نہیں دیکھتا اب۔۔۔“

”وہ اس لئے کہ تمہارے دل پر کسی اور کاسایہ ہے تم اسکے سحر سے باہر نکلو تو دیکھو نا۔۔۔“

سبیل نے کھانے کی میز سے اٹھتے ہوئے کہا۔ جبکہ روحان خاموش رہا تھا۔ وہ اپنی محبت پر بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”چائے پو گے۔۔۔؟؟“ سبیل پوچھ رہا تھا۔

”اگر مل جائے تو نوازش ہو گی۔۔۔“ روحان زبردستی مسکرایا۔

”تمہاری اردو کافی اچھی ہو گئی ہے ایڈیٹ، سٹوڈی کہنے والا شخص معذرت اور نوازش پر اتر آیا ہے۔۔۔ کمال ہے۔۔۔“

”تو تم کیا چاہتے ہو میں تمہیں ایڈیٹ کہوں۔۔۔؟؟“

مد مقابل بھی روحان تھا۔

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں تو بس ایسے ہی ایک بات کر رہا تھا۔۔۔“ سبیل سپٹا یا تھا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ روحان کا کوئی بھروسہ نہیں وہ اسے سب کے سامنے

You idiot

کہہ دیتا۔ سبیل کے سپٹا نے پر روحان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری تھی جسے وہ کمال مہارت سے چھپا گیا تھا۔ جبکہ سبیل کچن کی طرف بڑھ گیا۔

روحان نے النور جانا شروع کر دیا تھا۔ اب وہ با قاعدہ وہاں کا ایک طالب علم تھا۔ اسکی قرأت اچھی تھی۔ وہاں بہت اچھے معلم موجود تھے جو پچوں کو اور نئے آنے والے مسلم کو پڑھاتے تھے۔

روحان جیران ہوتا تھا وہ جب کچھ پڑھنا شروع کرتا تھا تو لفظ بہترین انداز میں اسکے منہ سے ادا ہوتے تھے۔ اسے یاد آیا تھا وہ قرآن پاک مکمل کر چکا تھا اور حفظ کر رہا تھا جب مولوی نے اس پر شیطان کا دھپہ لگا کر اسے مسجد سے نکال دیا تھا اور پھر اسکی ماں نے اسے پڑھانا شروع کیا تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنا حفظ مکمل کرتا۔ وہ ہمیشہ کیلئے دنیا چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔

روحان کو اب سمجھ آیا تھا وہ سب آیات۔ وہ سب الفاظ وہ اسکے لاشعور میں کہیں محفوظ ہو گئے تھے۔ اور اب اسے یہ جان کر خوشی ہوتی تھی کہ وہ کبھی اس پاک کلام سے جڑا رہا تھا۔

اس دن روحان کلاس میں داخل ہوا تو وہاں ایک عجیب سی ہلکل بھی تھی۔ کلاس میں کوئی بھی پروفیسر موجود نہیں تھا بلکہ پروفیسر کی جگہ پر ڈائز کے قریب ایک لڑکی کھڑی تھی۔ وہ اسکی کلاس فیلو تھی۔ روحان نے اسے پہلے بھی دیکھا تھا۔

”کیا کوئی خاص اعلان ہے آج ایسی۔۔۔؟“ ایک لڑکے نے پوچھا تھا۔

”ہاں بہت خاص اعلان ہے۔۔۔“ ایسی نے مسکرا کر جواب دیا۔ تو اسکا نام ایسی تھا۔ روحان کو ابھی کسی سٹوڈنٹ کا زیادہ نہیں پتا تھا۔ وہ وقت پر کلاس میں آتا اور پھر چلا جاتا تھا۔ وہ مسلمان تھا۔ اسکے کلاس فیلوز جو کہ زیادہ تر عیسائی اور یہودی تھے اسکے مسلم ہونے سے خارکھاتے تھے اور شاید اسی وجہ سے کوئی اس سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا اور ناہی روحان نے کسی سے دوستی کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ کلاس میں زیادہ تر خاموش رہتا تھا۔

”جیسے کہ سب کو معلوم ہے آج ہماری یونیورسٹی کی شان، ہماری کلاس کی جان ایلف لوٹ آئی ہے جو کہ ایک ٹور پر گئی تھی، ایک تو یہ بہت بڑی خوشخبری ہے۔“ ایسی کی بات سن کر ایلف کے نام پر کلاس میں ہونگ ہوئی تھی۔ سارے سٹوڈنٹس پہلی سیٹ پر بیٹھی اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے جسکی روحان کی طرف پشت تھی۔

”اور ایلف ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہماری کلاس کے لئے ایک

Honour

لے کر آئی ہے۔

چیمبر آف ڈسشن کا آزر جو وہ خود بتائے گی۔۔۔“

ایسی کی اس بات پر زور شور سے ہونگ ہوئی تھی۔ وہ ڈائز سے نیچے اتر آئی تھی۔ اور پھر ایلف اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔ ایلف کے کھلے بال کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ بلاشبہ وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ روحان نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور پھر اپنے چہرے کا رخ کھڑکی کی موڑ لیا۔ اب وہ باہر کچھ تلاش کر رہا تھا، آسمان کی وسعتوں میں۔

”ہیلو گائز مجھے امید سب نے مجھے مس کیا ہو گا ہے نا؟؟“ وہ مسکرا کر پوچھ رہی تھی۔ اسکی آواز روحان کے کانوں سے ٹکر رہی تھی۔ اسکے بولنے کا انداز اچھا تھا۔

" تو جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ چیمبر آف ڈسکشن میں حصہ بننا بہت ہی مشکل ہے اور بہت کم لوگ اس ڈسکشن میں حصہ لے سکتے ہیں ۔۔۔ اور یقیناً وہ لوگ خوش قسمت ہیں جنہیں یہ اعزاز حاصل ہوتا ہے پروفیسر جسٹن نے ہمیں ایک اسائمنٹ دیا ہے ہر سٹوڈنٹ کا ٹاپ الگ ہے اور پروفیسر جسٹن چاہتے ہیں کہ ہم سب اپنی اس اسائمنٹ کو چیمبر آف ڈسکشن میں پریزنسٹ کریں ۔۔۔ "روحان چیمبر آف ڈسکشن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ بس خاموشی سے ایلف کو سن رہا تھا۔

" اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ جو انسان ایک بار اس چیمبر کا حصہ بن جائے وہ مشہور ہو جاتا ہے ۔۔۔ "

" ہاں بالکل جیسے کہ تم ایلف تم ہر بات اپنی ریسرچ اور اپنی پریزنسٹیشنز کو چیمبر میں پیش کرتی ہو اور شاید اسی لئے تمہیں پوری یونیورسٹی جانتی ہے " پیچھے سے ایک لڑکے کی آواز ابھری تھی۔ ایلف نے ابر و اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

" میں اس چیمبر کا حصہ اس لئے ہوں کہ مجھ میں یہ قابلیت ہے۔ اگر تم لوگ اس قابل ہو تو جاؤ کچھ کر کے دکھاو ۔۔۔ " ایلف کے لمحے میں طنز کی آمیزش تھی۔ " ویل یہ کچھ سٹوڈنٹس کے نام اور انکے ٹاپس ہیں جو پروفیسر جسٹن نے دیئے ہیں اپنا نام اور اپنا ٹاپ دیکھ لیں اور جو سٹوڈنٹ اپنی پریزنسٹیشن کو چیمبر میں پیش کرنا چاہے وہ مجھے کلاس کے بعد مل لے۔ اور خیال رکھیے گا صرف وہی لوگ آئیں جو اس قابل ہوں ورنہ چیمبر میں مذاق بھی بن سکتا ہے۔ " وہ اپنی بات مکمل کر کے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ چکی تھی۔ سٹوڈنٹس کا ایک ہجوم بورڈ کی طرف لپکا تھا۔ کچھ سٹوڈنٹس خوشی سے اچھل رہے تھے جبکہ کچھ مایوس تھے روحان پر سکون سا اپنی جگہ پر بیٹھا تھا۔

" رو۔ رو۔ حان جاتیں ۔۔۔ " کسی نے اس کا نام پکارا تھا۔ روحان نے چونک کر آواز کی سمت میں دیکھا تھا۔

" تمہارا نام شامل ہے اس لسٹ میں اپنا ٹاپ دیکھ لو۔ " وہ ایکی تھی۔ جسکے باال بہت چھوٹے تھے بالکل لڑکوں جیسے۔ بامشکل کا نوں کو چھوڑ رہے تھے۔ روحان کو حیرت ہوئی اتنی جلدی اسکا نام آگیا تھا لسٹ میں، وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ بورڈ پر اپنا نام اور ٹاپ دیکھ کر وہ کلاس سے باہر نکل گیا تھا یقیناً آج کلاس نہیں ہونے والی تھی۔

روحان کلاس روم سے سیدھا لا بسیری گیا تھا۔ سینٹ ہاؤس لا بسیری۔ جس نے روحان کی توجہ اپنی جانب مبڑول کروائی تھی۔ وہ لا بسیری کا کارڈ پہلے ہی بنا چکا تھا۔ لا بسیری میں اپنے ٹاپ سے متعلقہ کتابیں ڈھونڈنے کے بعد وہ وہاں سے باہر نکل آیا تھا۔ اب اسے ایلف سے ملتا تھا۔ وہ اپنی پریزنسٹیشن کو چیمبر آف ڈسکشن میں پیش کرنے والا تھا۔ اسکا ٹاپ بہت ہی دلچسپ تھا جسے دیکھ کر اسکی آنکھوں میں چمک ابھری تھی۔

لا بسیری سے باہر اسے اپنا ایک کلاس فیلو نظر آیا تھا۔

" ہیلو کیا تم نے ایلف کو دیکھا ہے؟؟ " روحان نے پہلی بار کسی کو مخاطب کیا تھا۔

" ہاں وہ کیفے میں ہے اس وقت اپنے دوستوں کے ساتھ ۔۔۔ "

" او کے تھیں یو۔ " روحان جلدی سے کہتا کیفے کی طرف بڑھا تھا۔ کیفے پکنچے کے بعد وہ پہلی نظر میں ہی اسے پیچاں گیا تھا۔ وہ باو قارچاں کے ساتھ اسکی طرف بڑھا تھا۔ ایکسیوز میس ایلف ۔۔۔ " اس نے ایلف کے پاس جا کر اسے مخاطب کیا تھا۔ ایلف نے چونک کر اسے دیکھا۔

" میرا نام روحان جیل ہے اور مجھے پروفیسر جسٹن نے پریزنسٹیشن دی ہے آپ میرا روں نمبر اور ٹاپ لکھ لیں میں چیمبر آف ڈسکشن میں اپنی پریزنسٹیشن دوں گا۔!! " وہ اسکی طرف دیکھے بنا اپنی بات کہہ کر واپس مڑا تھا۔

"رکو۔" ایلیف نے اسے یوں جاتے دیکھا تو پکارا۔

روحان رک گیا تھا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر اسکی طرف بڑھی۔ چہرے پر سخت سے تاثرات تھے۔

"کیا نام بتایا تم نے اپنا۔۔۔؟؟" وہ اسکے پیچے کھڑی پوچھ رہی تھی۔

"روحان بن حیدر جبیل۔" روحان نے رخ اسکی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"مسلم ہو۔۔۔؟؟" وہ تیکھے چتونوں سے پوچھ رہی تھی۔

"جی الحمد للہ" روحان کا جواب سن کر ہوا میں مسکرائی تھیں۔

"تم ایک مسلم۔" تم چیمبر آف ڈسکشن میں حصہ لے لو گے۔ تم؟؟" وہ کاٹ دار لبجے میں پوچھ رہی تھی۔ اسکے لبجے میں چھپے طنز کو محسوس کر کے روحان چونا تھا۔

"کیوں نہیں لے سکتا؟؟" سپاٹ سے لبجے میں پوچھا گیا۔

"تم جانتے بھی ہو چیبر آف ڈسکشن ہے کیا؟؟"

وہ استہزا ہیہ پھنسی کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"نہیں لیکن نام سے ظاہر ہے کہ اس چیمبر میں مختلف موضوعات پر بحث ہوتی ہو گی۔" سوال وجواب سیشن ہو گا اور روحان جبیل سے اچھی بحث کون کر سکتا

ہے۔۔۔؟؟" روحان نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پینٹ کی جیب میں ڈال کر ایک قدم آگے بڑھ کر ایلیف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اسکے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔ اسکا اعتماد دیکھ کر ایلیف ایک پل کیلئے حیران ہوئی تھی۔ آس پاس بیٹھے سٹوڈنٹس حیرت سے دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"پر اعتماد ہونا اچھا ہے لیکن میں لکھ کر دے سکتی ہوں کہ تمہاری پریزنسنٹیشن پہلے مرحلے میں ہی رد کر دی جائے گی سب سے پہلے یہ پریزنسنٹیشن پروفیسر جسٹن کے پاس جائے گی اور وہ خود ہی تمہیں ریجیکٹ کر دیں گے۔"

"دیکھتے ہیں پروفیسر جسٹن نے کچھ سوچ کر پہلی بار میں ہی پریزنسنٹیشن کیلئے مجھے منتخب کیا ہو گا۔ خیر آپ لکھ لیں مس ایلیف کیا پتا آپکو اپنا لکھا ہو امٹانا بڑھ جائے۔۔۔!!" روحان نے مسکرا کر کہا تھا۔ ایلیف اسکی بات سن کر آگ بگولہ ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی کوئی ان دونوں کی طرف بڑھا تھا۔

"ہے ایلیف۔۔۔ لیٹس گو۔ آج میری پرفارمنس ہے چلو چلتے ہیں تمہیں پسند آئے گی۔"

یہ ایک لڑکا تھا جس کا حلیہ دیکھ کر روحان ایک پل کیلئے ساکت رہ گیا تھا۔ سیاہ جیز، سیاہ شرٹ اور اس پر سیاہ جیکٹ، کندھے پر لٹکتی سیاہ رنگ کی گٹوار۔ لمبے بال لڑکے کے کندھوں پر بکھرے پڑے تھے۔ ماتھے پر بندھا ایک بینڈ، روحان اسے حیرت سے تک رہا۔

"آر جے۔۔۔ آر جے۔۔۔" اسکے چاروں طرف سے شور ابھر اتھا وہ ایک پل کیلئے ماضی میں پہنچ گیا تھا۔

ایلیف اسے ایک گھوری سے نوازتی اس لڑکے کے ساتھ چل گئی تھی اور ان دونوں کے پیچے اسکے گروپ کے باقی سٹوڈنٹس بھی لپکے تھے۔ اس لڑکے کی جیکٹ کے پیچے بڑا سا آر جے لکھا تھا اور اسکے اوپر تصویر بنی تھی۔۔۔ یعنی ایک پرنٹ۔۔۔ جسے روحان پہلی نظر میں پہچان گیا تھا وہ اسی کی تصویر تھی جب وہ آر جے تھا۔ اسکی ایک طرف سے لی گئی تصویر جس میں اس نے ایک ہاتھ میں گٹوار کپڑا تھا اور اسکی کلاں پر

RJ  
کا ٹیڈو واضح تھا۔ روحان نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلاں پر سے جیکٹ کے کف کو فولڈ کیا تھا اور اسکی کلاں پر آر جے کا ٹیڈو چمک رہا تھا۔

وہ ایک گھری سانس لے کر کیفے سے باہر نکل آیا تھا اسے ایسا کرتے کسی نے گھری نظروں سے دیکھا تھا۔

"مسٹر جانپیل۔" وہ کچھ قدم ہی چلا تھا جب اسے اپنے عقب سے آواز سنائی تھی۔ روحان رکا اور پھر پلت کر دیکھا۔ اسکے پیچھے ایک کھڑی تھی۔ چھوٹے بالوں اور لڑکوں جیسے ہلیے والی وہ لڑکی۔ جسکا چہرہ معصوم تھا۔

"یہ۔" روحان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"آ۔ وہ۔ تمہارا نام اتنا مشکل کیوں ہے۔۔۔؟؟" ایکی سے جب کوئی بات نا بنی تو اس نے بے تکہ سا سوال کیا۔ روحان کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"نہیں تو۔ لیکن شاید آپکو مشکل لگتا ہو۔" وہ جواب دینے کے بعد پٹا اور چلن اشروع کیا۔ ایکی نے بھی اسکا ساتھ دیا۔

"ہو سکتا ہے لیکن تمہیں کیا لگتا ہے پروفیسر جمیٹن ایک مسلم لڑکے کو چیمبر آف ڈسکشن کا حصہ بننے دینے گے۔۔۔؟؟" ایکی نے سوال کیا۔  
"کیوں۔۔۔ کیوں نہیں بننے دینے گے۔ انہیں مسلمانوں سے ڈر لگتا ہے کیا۔۔۔؟؟" روحان کے الٹے سوال پر ایکی گڑبرداگی تھی۔

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" ایکی نے وضاحت دینی چاہی۔ تبھی ایلف کے گروپ سے شورابھرا تھا۔ وہ لوگ اب ڈیپارٹمنٹ کے گروپ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ روحان گھری نظروں سے اس گٹار والے لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔

"وہ رونڈ جیکب عرف آر جے ہے۔ آر جے جو ایک سنگر تھا اس کا بہت بڑا فین۔" ایکی نے اسکے نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے بتایا۔  
روحان حیران ہوا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ آر جے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں والوں پر راج کرتا تھا۔

"یاد آیا تم بھی تو پاکستان سے ہونا کیا تم نے آر جے کو دیکھا ہے؟ کیا تم کبھی اس سے ملے ہو؟ وہ بھی پاکستان سے تھا۔

بہت اچھا گاتا تھا کبھی کبھی سوچتی ہوں تو حیران ہوتی ہوں کہ پاکستان جیسے ملک میں بھی کوئی آر جے جیسا انسان پیدا ہو سکتا ہے کیسے؟ خیر میں بھی اسکی بہت بڑی فین ہوں لیکن اسکی موت کا سن کر بہت افسوس ہوا اور سچ مانو تو مجھے یقین ہی نہیں ہوتا کہ وہ مرچکا ہے۔" ایکی بنا بریک بولے جا رہی تھی۔  
شاید اس نے چپ رہنایا و سرے شخص کی بات سننا نہیں سیکھا تھا۔

"میں نہیں جانتا کسی آر جے کو۔" روحان نے عجیب سے لبھ میں جواب دیا تھا۔ ایکی نے غور سے روحان کو دیکھا تھا۔

"آج پھر یہ اپنی بے سری آواز سے لوگوں کے کانوں کو پکانے والا ہے۔ بے وقوف کہیں کا، خود کو آر جے کھلواتا ہے۔" لوگ اسے اس لئے پسند کرتے ہیں کہ یہ خود کو آر جے جیسا بنائے رکھتا ہے لیکن شاید اسے پتا نہیں کہ رونڈ سے

R

اور جیکب سے

J

لینے پر کوئی آر جے تھوڑی بن جاتا ہے؟" ایکی کے لبھ میں رونڈ کیلئے طرز جکہ آر جے کیلئے ستائش تھی۔ روحان ایکی کو بس دیکھ کر رہ گیا تھا۔ وہ اسے کیسے بتاتا کہ آر جے سے روحان تک کافر اس نے کتنی مشکلوں سے طے کیا تھا اور یہاں سب آر جے پر مرتے تھے۔

"ٹھیک کہا آپ نے آر جے نام رکھنے سے کوئی آر جے تھوڑی بن جاتا ہے" وہ پھیکی سی ہنسی بہن دیا تھا۔ ایسی اس بار چونگی تھی۔ موسم کافی خراب ہو رہا تھا۔ ٹھنڈی ہواں کی ہڈیوں سے میں گھسی جا رہی تھیں روحان نے اپنی جیکٹ کے کالر کو کھڑا کیا تھا اسے یقین تھا کچھ دیر تک بارش شروع ہونے والی تھی۔ اس سے پہلے ایسی کچھ کہتی بارش کے نئے نئے قطروں نے زمین کو چھووا تھا۔

"مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں نے تمہیں پہلے کہیں دیکھا ہے؟ تمہارا چہرہ کسی سے ملتا ہے"

ایسی نے اسکے چہرے کو نظروں کے حصار میں قید کرتے ہوئے کہا تھا لیکن کوشش کے باوجود بھی وہ اس سے یہ نہیں کہہ پائی تھی کہ اسکا چہرہ آر جے سے ملتا تھا۔ اسکی سحر انگیز مسکراہٹ، اسکا ایٹھیوڈ،

"کس سے ملتا ہے؟؟" روحان نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"آر جے سے"

شاید کچھ کچھ لیکن نہیں وہ کافی الگ تھا، اسکا انداز ہی الگ تھا لیکن بے ساختہ جب میری پہلی بار تم پر نظر پڑی تھی تو مجھے لگا تھا کہ میں آر جے کو دیکھ رہی ہوں پھر تمہارے ہلیے پر غور کرنے سے پتا چلا کہ شاید وہ میرے دماغ کچھ زیادہ ہی حاوی ہو چکا ہے۔ اس نے نظر آتا ہے۔!!" ایسی کی باتیں سن کر روحان کا قہقهہ لگانے کو دل کیا تھا پر لیکن وہ خود پر ضبط کر گیا تھا۔

"آپکو غلط فہمی ہوئی ہے مس ایما رچڈ میں روحان بن حیدر جیل ہوں۔ آر جے نہیں۔ دنیا میں بہت سے لوگوں کی شکل آپس میں ملتی ہے۔ شاید آر جے کی بھی مجھ سے ملتی ہو لیکن ایک بات تو طے ہے آر جے بھی ایک ہی تھا اس جیسا کوئی نہیں تھا اور روحان جیل بھی ایک ہی ہے آر جے روحان جیل جیسا نہیں ہو سکتا" وہ پراسرار سے لجھ میں کہتا مسکرا یا تھا اور پھر ایسی کو گذ بائے کہتا مضبوط قدم اٹھاتا اس سے دور ہوتا چلا گیا تھا۔ ایسی رم جھم برستی بارش میں کھڑی اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔ بلاشبہ وہ بہت سحر انگیز باتیں کرتا تھا۔ ایسی کو وہ پہلے دن سے سب سے الگ لگا تھا۔ وہ اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اسکا سنبھالہ انداز ایسی کوبات کرنے ہی نہیں دیتا تھا۔ لیکن آج۔ آج ایسی کو اسکا اعتماد پسند آیا تھا اور خاص طور پر ایسی کو اسکا ایما کہنا اچھا لگا تھا۔ وہ اسے دور تک جاتے دیکھتی رہی تھی جب تک وہ نظروں سے او جھل نہیں ہو گیا تھا۔ اور پھر مسکرا کر آگے بڑھ گئی تھی۔

---

اس رات روحان نے گھر آ کر سب سے پہلے اپنے پرانے آر جے والے آکاؤنٹ کو اپن کیا تھا سالوں بعد اور پھر اس نے اس آکاؤنٹ کو ہمیشہ کیلئے ڈیلیٹ کر دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ آر جے کو بھول جائیں ہمیشہ کیلئے لیکن اسکے چاہنے سے کیا ہونا تھا؟ لوگ خاص لوگوں کو جلد نہیں بھول پاتے اور آر جے بھی خاص لوگوں کی فہرست میں سب سے اوپر تھا۔

---

وہ اپنے کمرے میں آرام دہ کر سی پر ٹیک لگائے آنکھیں موندے لیٹا تھا اسکی سوچ بس ایک انسان کے گرد گھوم رہی تھی اس نے اپنے دل کو ترڑپتے پایا تھا۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی جب اسے کمرے میں ایک مانوس سی خوشبو کا احساس ہوا تھا۔ وہ آگئی تھی۔ ہاں وہ اسکے تصور پر حاوی ہو گئی تھی۔ "آگئی ہو تم۔ آج کافی دیر نہیں کر دی۔۔۔؟؟" روحان آنکھیں بند کئے پوچھ رہا تھا اسے ڈر لگتا تھا آنکھیں کھونے سے اسے ڈر تھا کہ اگر وہ آنکھیں کھولے گا تو وہ چلی جائے گی وہ اندر ہیروں میں جب وہ بینائی سے محروم ہو گیا تھا تب بھی اسکی ساتھی رہی تھی۔۔۔

”آج تم نے بہت اچھا کام کیا۔“ وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

”جانتا ہوں آر جے کا اکاؤنٹ ڈیلیٹ کر دیا میں نے۔ اس پر جتنی بھی گانے کی ویڈیو ٹھیں سب ختم ہو گئیں لیکن بہت سے لوگوں کے پاس یقیناً ابھی بھی محفوظ ہوں گی اور انہیں ختم کرنے کیلئے مجھے ہیکر بننا پڑے گا۔!!“ وہ مسکرا کر بتا رہا تھا۔ وہ اسکی بات سن کر مسکرا دی تھی۔

”ہاں مجھے یہ کام پسند آیا دنیا کو چاہیے کہ وہ آر جے کو بھول جائے اور روحان جبیل کو یاد رکھے۔“ وہ اسکے بہت آس پاس تھی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

”مجھے پتا تھا تمہیں پسند آئے گا تمہیں آر جے نہیں پسند تھا دیکھو میں نے آر جے کو ختم کر دیا۔!! کمرے کے باہر ملازم اس سے چائے کا پوچھنے آیا تھا اور پھر اسکے کمرے سے باتوں کی آوازیں سن کر ٹھٹک کر رک گیا تھا۔ ڈرتے ڈرتے اس نے کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھول کر دیکھا تھا۔ سامنے کرسی پر ٹیک لگائے روحان بول رہا تھا وہ باتیں کر رہا تھا کسی سے؟ لیکن کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ ملازم کا یہ منظر دیکھ کر سانس خشک ہوا تھا۔ اسے تو پہلے ہی دن سے روحان پر شک تھا۔ روحان کو یوں کسی سے باتیں کرتے دیکھ کر ملازم اتنا ڈر گیا کہ دروازہ بند کرنے بنا ہی نیچے کی جانب دوڑ گا دی تھی۔ یقیناً اب وہ دوبارہ اسکے کمرے کا رخ نہیں کرنے والا تھا۔

”بہت بدلتے ہو تم۔“ وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔ لیکن روحان اسکی سرگوشی سن چکا تھا۔

”تمہیں جب کبھی ملیں فرستیں“

میرے دل سے بوجھ اتار دو،

میں کئی ی دنوں سے اداں ہوں

مجھے کوئی ی شام ادھار دو،

کسی کو میرے حال سے

نہ غرض ہے نہ کوئی ی واسطہ

میں بکھر گیا ہوں

سمیٹ لو

میں بگڑ گیا ہوں

سنوار دو !!

کمرے میں روحان کی پرسوز آواز سرگوشیوں کی صورت میں بکھری تھی وہ جا چکی تھی کمرے میں کوئی نہیں تھا صرف وہ تھا اسکی تھی ایک آنسو اسکی بند آنکھ کے کونے سے نکلا تھا اور پھر کنپٹی سے ہوتا ہوا پیچھے کر سی کی نرم و گداز گدی میں جذب ہو گیا تھا

روحان پورے دھیان سے اپنی اسائمنٹ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ایسی اسے اکثر لابریری میں کتابوں کے درمیان سر جوڑے بیٹھے پاتی تھی۔ زندگی میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ روحان جبیل اپنی پڑھائی کو لے کر اتنا سنجیدہ ہوا تھا۔

"یہ چاہے جتنی مرضی کو شش کر لے یہ چیز تک نہیں پہنچ سکتا" ایلف نے اسے پڑھتے دیکھا تو تنفس سے کہا تھا۔  
"مجھے وہ کافی ذہین لگتا ہے۔۔۔" ایکی نے سر گوشی کی تھی۔

"جتنا بھی ذہین ہوا یلف کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔۔۔!!" ایلف کو خود پر پورا بھروسہ تھا۔  
"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو ایلف کا مقابلہ کرنا واقعی آسان نہیں۔۔۔" اسکی بات سن کر ایکی مسکرا دی تھی۔

روحان انور اسکول آیا تھا۔ آج وہاں پر ایک بہت بڑا جلسہ تھا جسے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بھج تھی۔ مولانا قاسم جو کہ ادارے کے ایک بہت بڑے معلم اور سکالر تھے عوام سے خطاب کرنے جا رہے تھے۔ روحان جسے کی تیاری میں بری طرح سے مصروف تھا۔ لوگوں کو اتفاق اور سلوک کے ساتھ بڑھانے کے ساتھ ساتھ انکی حفاظت کا بھی بانجوبی انتظام کیا گیا تھا۔

مولانا قاسم پہنچنے والے تھے جب ایک بری خبر نے سب کو ہلا کر کر کھدیا تھا۔ مولانا دوسرے شہر سے تشریف لارہے تھے جب اچانک انکی طبیعت بگرگئی۔۔۔ ہپنڈل جانے پر معلوم ہوا کہ انہیں ہارت ایک ہوا تھا نازک وقت تھا۔ عیسائیوں، یہودیوں، ملحدوں اور سائنس کے پیروکاروں سے ہال بھرا پڑا تھا۔ ڈاکٹر باسط احمد بھی پاکستان میں تھے۔ ان دو ہستیوں کے علاوہ بھی بہت سے معلم ادارے میں موجود تھے لیکن یہ صرف مسلمانوں کا جلسہ نہیں تھا جس میں مسلمانوں سے بیان کرنا تھا۔۔۔ بلکہ یہ ایک بڑا جلسہ تھا جہاں دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے سوالوں کے جواب دیے جانے تھے۔

"مجھے یقین ہے میاں تم یہ کام کر سکتے ہو"  
"فون سے ڈاکٹر باسط کی آواز بھر رہی تھی۔

"مم۔۔۔ میں کیسے آپ جانتے ہیں ڈاکٹر صاحب میں ابھی اس قابل نہیں ہوا۔۔۔" روحان انکی بات سن کر گڑ بڑا گیا تھا۔  
"تم بہت قابل ہو روحان بیٹا، مجھے پورا بھروسہ ہے تم اس امتحان میں کامیاب ٹھہر و گے، شروعات تو کرنی ہی ہے تم نے۔۔۔ کیوں نااج سے؟؟؟"  
"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب۔۔۔ جیسے آپکو بہتر لگے۔۔۔"

روحان نے ایک گھری سانس لی تھی اور پھر آنے والے وقت کیلئے خود کو تیار کیا تھا۔

لندن اور انور ادارے کی عوام ڈاکٹر باسط اور مولانا قاسم کو اپنے سے جانتی تھی لیکن آج انکے سامنے ایک جوان لڑکا تھا جنہیں وہ نہیں جانتے تھے۔ انور ادارے کی انتظامیہ کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ لیکن جب روحان بن حیدر جبیل نے اللہ کے بارے میں بولنا شروع کیا تو لوگ حیران رہ گئے تھے۔۔۔ سب سے پہلے اللہ اور اسکی نعمتوں کا ذکر کیا گیا تھا وہ اس انداز میں کہ لوگ حیران رہ گئے تھے۔۔۔ اسکے بعد سوال جواب کا سیشن شروع ہوا تھا  
سب سے پہلا سوال جو تھا ایک ملحد کی طرف سے کیا گیا تھا۔

"میں یہاں پر ڈاکٹر باسط کیلئے آیا تھا کیونکہ میرے اکثر سوالات کو بہت اچھے سے سمجھتے ہیں اور انکا جواب بھی دیتے ہیں لیکن وہ یہاں نہیں ہیں تو میں سوال چھوڑ نہیں سکتا بلکہ اب اور مزہ آئے گا پتا چلے گا کہ ڈاکٹر باسط نے اپنے سٹوڈنٹس کو کتنا سکھایا ہے" اس ملحد کی بات سن کر روحان مسکرا دیا تھا۔۔۔ وہ ہزاروں کے مجمع کے سامنے کھڑا تھا اسکا دل جذبہ ایمان سے بھر پور تھا وہ خوش تھا کہ اللہ نے اپنے پسندیدہ کام کیلئے اسے چنا تھا۔

"میر اسوال یہ کہ کفار کے دلوں پر مہر لگنے کے بعد وہ قصور وار کیوں؟ اگر اللہ نے کافروں، یعنی غیر مسلموں کے دلوں پر مہر لگادی ہے تو پھر انہیں اسلام قبول نہ کرنے کا قصور وار کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے؟؟"

روحان نے غور سے اسکا سوال سناتھا اور پھر مسکرا دیا تھا۔

"آپ نے ٹھیک کہا اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 6 اور 7 میں فرمایا ہے کہ،

"بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے یکساں ہے، خواہ آپ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں، بہر حال وہ ایمان لانے والے نہیں، اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

(سورہ البقرہ 2 آیات 6 اور 7)

یہ آیات عام کفار کی طرف اشارہ نہیں کرتیں جو ایمان نہیں لائے۔ قرآن کریم میں ان کے لیے (إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، یعنی وہ لوگ جو حق کو رد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ کہ تم خبردار کرو یا نہ کرو، یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے، اس لیے وہ سمجھتے ہیں نہ ایمان لاتے ہیں، بلکہ معاملہ بر عکس ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ کفار بہر صورت حق کو مسترد کرنے پر تلے بیٹھے ہیں اور آپ انہیں تنبیہ کریں یا نہ کریں، وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ لہذا اس کا ذمہ دار اللہ نہیں بلکہ کفار خود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف گمراہ کرنے یادوں پر مہر لگانے کی نسبت اس لیے درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسول بھیج کر اور آسمانوں سے کتابیں نازل فرمائے انسانوں کے لیے راہ حق واضح کر دی۔ اب جنہوں نے حق قبول کیا وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ٹھہرے اور جنہوں نے حق سے منہ موڑا اور انبیاء و رسول کو ستایا، اللہ نے انہیں گمراہی میں پڑا رہنے دیا اور حق کی توفیق نہ دی۔

ایک مثال سے وضاحت کرتا ہوں، فرض کیجیے ایک تجربہ کا راستا آخری (فائنل) امتحانات سے قبل یہ پیش گوئی کرتا ہے کہ فلاں طالب علم امتحان میں فیل ہو جائے گا، اس لیے کہ وہ بہت شریر ہے، سبق پر توجہ نہیں دیتا اور اپنے ہوم ورک بھی کر کے نہیں لاتا۔ اب اگر وہ امتحان میں ناکام رہتا ہے تو اس کا قصور وار کے ٹھہرایا جائے گا۔ استاد کو یا طالب علم کو؟ استاد کو صرف اس وجہ سے کہ استاد نے پیش گوئی کر دی تھی۔ اس لیے اسے طالب علم کی ناکامی کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پیشگی علم ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے حق کو ٹھکرانے کا تھیہ کر رکھا ہے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔

لہذا وہ غیر مسلم خود ایمان اور اللہ سے منہ موڑنے کے ذمہ دار ہیں۔ اللہ نے تو علم الغیب کا علم رکھتے ہوئے انہیں صدا کیلیے اس بھنوں میں چھوڑ دیا ہے کیونکہ دلوں کے راز بخوبی جانتا ہے۔ اور اسے پتا ہے کہ کچھ بھی کرو یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں۔۔۔

"ایک اور سوال ڈاکٹر روحان حیدر" اس لڑکے نے دوبارہ کہا تھا۔

"جی آپ سوال پوچھ سکتے ہیں لیکن میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔۔۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"اوکے۔ ڈیس گریٹ۔۔۔ لیکن میرا یہ سوال میرے پہلے سوال سے ہی جڑا ہے،

"فہم وادراک کا مرکز دل یاد ماغ؟؟ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اللہ نے کافروں کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ دوسری طرف سامنے ہمیں یہ بتاتی ہے کہ فہم وادراک اور ایمان لانا دماغ کا کام ہے۔ دل کا نہیں، تو کیا قرآن کا دعویٰ سامنے کے متضاد ہے؟؟؟"

سوال سن کر روحان مسکرا دیا تھا۔ بھی وہ خود سامنے اور مذہب کی جنگ میں سوال کر کے لوگوں کو دھنگ کر دیتا تھا۔ اور آج پھر وہ اس جنگ کا حصہ تھا۔ یقیناً اس بات بھی وہ لوگوں کو لاجواب کرنے والا تھا۔

-قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

"بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے یکساں ہے خواہ آپ نہیں خبردار کریں یا نہ کریں، بہر حال وہ ایمان لانے والے نہیں، اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے "کانوں پر مہر لگادی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ قلب کا مفہوم سمجھا جائے وہ اسٹیچ پرمائیک کے سامنے کھڑا دل سوز آواز میں بول رہا تھا۔

عربی زبان میں لفظ "قلب" کے معنی دل کے بھی ہیں اور ذہانت کے بھی، ان آیات میں جو لفظ قلب استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد بھی ہے اور ذہانت بھی، لہذا مذکورہ بالا آیات کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پر مہر لگادی ہے۔ اور وہ نہ توبات کو سمجھ پائیں گے اور نہ ایمان لائیں گے۔ عربی زبان میں "قلب" سے فہم و ادراک کا مرکز بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ اور یہ فہم و ادراک کے مفہوم میں استعمال کیتے جاتے ہیں۔ ان کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ایک منحوس ستارہ: لفظ Disaster ☆

Disaster

کا معنی و مطلب منحوس ستارہ ہے لیکن آج کل یہ لفظ اچانک نازل ہونے والی بد فتنی یا آفت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ بد فتنی کا کسی منحوس ستارے سے کوئی تعلق نہیں۔ علامہ اقبال کہتے ہیں۔

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا

جو خود فراغی افلاؤک میں ہے خواروزبوں

تین سڑکوں کا سگم: لفظ Trivial ☆

Trivial

کا الغوی مطلب وہ مقام ہے جہاں تین سڑکیں ملتی ہوں۔ آج کل یہ لفظ کسی معمولی نوعیت کی یا بہت معمولی اہمیت کی حامل چیز کے لیے بولا جاتا ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ اگر کوئی چیز معمولی قدر و قیمت رکھتی ہو تو اسے تین سڑکوں کے سگم سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

طلوع آفتاب

(Surise)

اور غروب آفتاب

(Sunset)

سن رائز:

(Sunrise)

کا ہوئی مطلب ہے سورج کا چڑھنا، آج جب لفظ

Sunrise

یا طلوع آفتاب کہا جاتا ہے تو لوگ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہوتے کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ سورج کہیں چڑھ نہیں رہا ہوتا۔ اس کے باوجود ماہرین فلکیات بھی لفظ

Sunrise

ہی استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم اس بات سے بھی واقف ہیں کہ "غروب آفتاب یا

Sunset

کے وقت سورج کہیں غروب نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود اصطلاح یہی استعمال ہوتی ہے۔

محبت اور جذبات کا مرکز: انگریزی زبان میں محبت اور جذبات کا مرکز دل ہی کو کہا جاتا ہے اور دل سے مراد وہ عضوِ بدن ہے جو خون کو پمپ کرتا ہے۔ یہی لفظ دل کے خیالات، محبت اور جذبات کے معنی اور مرکز کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ آج ہمیں معلوم ہے کہ خیالات، محبت اور جذبات کا مرکز دماغ ہے، اس کے باوجود "جب کوئی شخص جذبات کا اظہار کرتا ہے تو اکثر یہی کہتا ہے: "میں تم سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرتا ہوں۔"

تصور کیجئے! ایک سائنسدان جب اپنی الہیہ سے ان الفاظ میں اظہار محبت کرتا ہے تو کیا وہ یہ کہے گی کہ تمہیں سائنس کی اس بنیادی حقیقت کا علم بھی نہیں کہ جذبات کا مرکز دماغ ہے، دل نہیں؟؟ کیا وہ اسے یہ مشورہ دے گی کہ تمہیں کہنا چاہئے کہ میں تم سے اپنے دماغ کی گہرائیوں سے محبت کرتا ہوں؟؟ روحان کے عام سے انداز میں کیے گئے سوال نے ہال میں موجود لوگوں کو ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"لیکن نہیں۔ وہ ایسا نہیں کہتی بلکہ خاوند کے دل کی گہرائیوں سے محبت کے دعوے کو تسلیم کرتی ہے۔ لفظ قلب، مرکز خیالات اور ادرار کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ کوئی عرب کبھی یہ سوال نہیں پوچھے گا کہ اللہ نے کافروں کے دلوں پر کیوں مهر لگائی ہے کیونکہ اسے بخوبی علم ہے کہ اس سیاق و سبق میں اس سے مراد انسان کا مرکز خیالات و جذبات ہے۔ قرآن پاک عربی کی سب سے بڑی گرامر کی کتاب ہے۔ اس میں ایک لفظ کے بہت سے معنی نکل آتے ہیں۔ مجھے امید ہے آپ سمجھ گئے ہو گے" وہ مسکرا کر بول رہا تھا۔

"دیکھا میں نے کہا تھا کہ یہ لڑکا بہت آگے جائے گا، کمال کر دیا ہے اس نے تو" ڈاکٹر باسط اپنے ٹی وی پر اجلاس کو براہ راست دیکھ رہے تھے۔ "ہاں مجھے یقین تھا وہ کچھ کر دکھائے گا، وہ سب سے الگ ہے۔" مقدس آپی بھی مسکرا دی تھی۔ اور آج کے اس اجلاس میں لوگوں کو لاجواب کرنے والا روحاں جیل پورے ادارے میں چھا گیا تھا۔

کلاس کے نوٹس بورڈ پر ایک جملہ تھا سٹوڈنٹس یہ جانے کیلئے بیتاب تھے کہ کن خوش نصیب سٹوڈنٹس کی اسائمنٹ چیمبر میں پیش ہونے کی سند پاچکی ہے۔ سارے سٹوڈنٹس پروفیسر جسٹن کو اپنی اسائمنٹ ای میل کر چکے تھے۔ اور ایلف کی حیرانی کی انتہا نہیں رہی تھی جب اس نے اپنے نام کے بعد روحان جیل کا نام نوٹس بورڈ پر دیکھا تھا۔ صرف دس سٹوڈنٹس کو اسائمنٹ ملی تھی جن میں سے صرف دو کی پاس ہوئی تھی۔ اور وہ دلوگ ایلف آسکر اور روحان جیل تھے۔

یہ چیبیر آف ڈسکشن کا اندر ونی منظر تھا۔ چیبیر آف ڈسکشن کی ظاہری صورت اور ترتیب کردہ عدالت سے ملتی تھی۔ اس چیبیر کا ایک صدر تھا۔ پروفیسر الیبس جو کہ بڑے سے میز کے پیچے ایک اوپنی کرسی پر براجمان تھا۔ اسکے سامنے دونوں طرف سٹوڈنٹس کی دو قطاریں تھیں۔

چیبیر آف ڈسکشن میں ہر طرح کے موضوعات پر بحث کی جاتی تھی۔ چاہے وہ سائنس سے متعلق ہوں یا پھر مذہب سے۔ پڑھائی مکمل ہونے کے بعد سٹوڈنٹس یہاں اپنی ریسرچ پیش کرتے تھے۔

یونیورسٹی کی انتظامیہ کے علاوہ بڑے موقعوں پر شہر کی معزز ہستیوں کو بلا یا جاتا تھا۔ پہلے پریز نیشن ایلف نے دی تھی جو مکمل طور پر تیار تھی۔ اور بہترین انداز میں اپنی ارتقاء پر کی گئی تحقیق کو پیش کیا تھا۔ چیبیر میں موجود سٹوڈنٹس اور پروفیسرز اسکی قابلیت سے واقف تھے۔ اور جب روحان جیبل اسٹچ پر آیا تو پروفیسر جسٹن چوکنا ہو گئے تھے۔ وہ جانتے تھے یہ لڑکا کچھ نیا کرنے والا تھا۔ اور میویٹسٹر پر لکھی گئی اسائنسٹ کو جب اس نے چیبیر میں پیش کیا سب دنگ رہ گئے تھے۔ اس نے اس طرح سے ہر چیز کو بیان کیا تھا کہ کسی بھی شخص کے ذہن میں کوئی سوال نہیں ابھرا تھا۔

اور جب میویٹسٹر پر اٹھنے والے ایک سوال کے جواب میں ٹرائسومی پر اس نے اپنی مثال پیش کی تو پورا چیبیر ہل گیا تھا۔  
”کیا واقعی وہ ایک میونٹ ہے؟ پوری یونی میں رپورٹ ہونے والے ان تین کیسیز میں سے ایک جو غیر معمولی صلاحیتیں رکھتے ہیں“ ایلف دنگ رہ گئی تھی وہ اسے کیا سمجھ رہی تھی اور وہ کیا نکلا تھا۔ ایلف آسکر کا نام کہیں چھپ سا گیا تھا۔ پورے چیبیر اور ڈیپارٹمنٹ میں بس روحان جیبل کا نام گونج رہا تھا۔

”میں جانتا تھا، بلکہ مجھے یقین تھا، مجھے یقین تھا کہ تم کچھ الگ کرو گے۔“ تم نے کردکھایا مسٹر روحان جیبل آج سے تم میرے ساتھ کام کرو گے، میری لیب میں، لندن کی سب سے بڑی لیب میں ایک سائنسدان کے طور پر“ پروفیسر جسٹن کی بات سن کر روحان حیران ہوا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ پروفیسر جسٹن جو ایک سائنسدان بھی تھا وہ اسے اپنے ساتھ کام کرنے کی آفر رہا تھا۔

یہ اسکے ساتھ کیا ہو رہا تھا وہ خود نہیں جانتا تھا۔ اسکا نام بنتا جا رہا تھا۔ لوگ اسکے گرویدہ ہوتے جا رہے تھے۔ وہ یہاں یہ سب کرنے نہیں آیا تھا۔ وہ تو علم حاصل کرنے آیا تھا۔ انور سے دینی اور یونیورسٹی سے دنیاوی۔ لیکن ڈاکٹر باسطنے ٹھیک کہا تھا۔ وہ تو یہاں لوگوں کو فتح کر رہا تھا۔؟ کیسے؟ کیوں؟ کیا چیز اسکی مدد کر رہی تھی

وہ خود نہیں جانتا تھا۔

ان چار سالوں میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ ایلف نے اپنے نام سے زیادہ کسی اور کے نام کی گونج سنی تھی۔ وہ چار سالوں سے جینیلکس پڑھ رہی تھی لیکن اسکے پاس اتنا علم اتنی معلومات نہیں تھیں جتنی روحان جیبل کے پاس تھیں۔

”یقین نہیں ہوتا کہ کوئی اتنا علم کیسے رکھ سکتا ہے۔۔۔؟“ وہ روحان کے سامنے کھڑی استفسار کر رہی تھی۔

”اور میں بھی حیران ہوں کہ ایک لڑکی اتنی اچھی ریسرچ کیسے کر سکتی ہے۔۔۔؟“ وہ شرارت سے کہہ کر مسکرا یا تھا۔ ایلف نے غور کیا تھا وہ وجہ تھا۔ اسکے بات کرنے کا انداز اسکی شخصیت میں وقار لا تھا۔

”زیادہ خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں ہے ابھی فائنل اگزامز باقی ہیں اور یقیناً پچھلے چار سالوں کی طرح اس بار بھی ایلف تاپ کرنے والی ہے۔۔۔“  
وہ خود کو نارمل کرتے ہوئے بولی تھی۔

"یقیناً ایلف آسکر ٹاپ کرنے والی ہے میں نے کب انکار کیا وہ یو گلڈ ک" وہ مسکرا کر کہتا آگے بڑھ گیا تھا اسے ٹاپ کرنے سے کوئی سروکار نہیں تھا وہ یہ کام بچپن سے کرتا آیا تھا۔ اسکے نزدیک اب اس چیز کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔  
ہاں البتہ اور بہت سے کام تھے جو اسے سرانجام دینے تھے۔

"تو تم نے اپنے سلفاٹ (خاص) ہونے کا ثبوت دے ہی دیا۔ جان کر اچھا لگا" اگلے دن وہ اپنی پسندیدہ جگہ پر اس فوارے پر بیٹھا تھا جسکے ارد گرد پرندے اڑ رہے تھے اور کبھی نیچے بیٹھ کر دانہ چلتے تھے۔

"میں نے کچھ بھی نہیں کیا پروفیسر تھامس مجھے جو کام ملا تھا، ہی پورا کیا ہے۔"

"تم نے چیمبر کو پہلی باری میں ہلا دیا ہے مسٹر جبیل۔ حیران ہوتا ہوں کہ تم آگے کیا کرو گے۔؟؟" پروفیسر تھامس بھی اسکے متاثرین میں نظر آرہے تھے۔  
وہ دیکھتے ہیں پروفیسر لیکن میرا چیمبر ہلانے کا ارادہ نہیں ہے۔ "وہ ادا سے مسکرا یا تھا۔

"چائے ہو جائے ایک ساتھ شام کو میرے اپارٹمنٹ آجانا مجھے تمہارے ساتھ چائے پی کر اچھا لگے گا" پروفیسر تھامس اسے چائے کی دعوت دے کر جاچکے تھے جبکہ روحان انہیں جاتا دیکھ رہا تھا اسکا جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن وہ پروفیسر کو انکار بھی نہیں کر سکتا۔

"اس لڑکے کی شکل کسی سے تو ملتی ہے لیکن کس سے۔؟؟؟" ایلف اپنے کمرے میں بری طرح سے چکر کاٹ رہی تھی۔ آج اس نے روحان کو بہت قریب سے دیکھا تھا اسکے چہرے میں کسی کی شبہت نظر آئی تھی۔

"اوو وہ گاؤں مجھے یاد کیوں نہیں آ رہا۔؟؟" وہ پریشان ہو گئی تھی۔ کوئی پہلی بار اسکے مقابلے پر آیا تھا۔ ایلف کو حیرانی ہو رہی تھی۔ وہ لندن کے میسر کی بیٹی۔ اپنی ذات میں بے مثال تھی۔ پھر ناجانے کیوں وہ اس چہرے کو بھول نہیں پا رہی تھی۔ اچانک اسکے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا تھا اور وہ میز پر رکھے اپنے لیپ ٹاپ کی طرف لپکی۔

رات کے اس پھر کافی ٹھنڈ تھی۔ وہ پروفیسر تھامس کے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑا تھا۔ کوٹ کے کار کو کھڑا کر کے اس نے خود کو ٹھنڈ سے بچایا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا تھا۔

"مسٹر روحان جبیل۔ ویکلم۔" پروفیسر تھامس جیسے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔ روحان نے جیسے ہی اندر قدم رکھا اسے ایک گرم سا احساس ہوا تھا۔ پورا گھر ہیٹر کی گرمائش سے گرم تھا۔ روحان کی ہڈیوں کو جیسے سکون ملا تھا۔

"معاف کرنا میں نے دروازہ دیر میں کھولا ملازم جاچکا ہے میں خود چائے کا سامان میز پر لگا رہا تھا"

"کوئی بات نہیں پروفیسر۔ آپکو معذرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" روحان شرمندہ ہوا تھا۔

"آجاؤ چائے ٹھنڈی ہو جائے گی۔" پروفیسر نے ڈائننگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تھا۔ روحان نے اثبات میں سر ہلا کر انکی پیروی کی۔  
"تم انور جاتے ہو کیا سیکھنے۔؟؟" پروفیسر کے سوال پر وہ چونکا تھا۔ یعنی پروفیسر تھامس اس پر نظر رکھتے تھے۔

ہاں میں وہاں سے دینی تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔" روحان نے پروفیسر کے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"تعلیم حاصل کر رہے ہو یا تعلیم دے رہے ہو؟؟ کافی اچھا بول لیتے ہو تم بھی میں نے وہ ویڈیو زد کیجھی ہیں جن میں تم ایک سکالر کام کر رہے ہو۔۔" روحان اس بار سہی معنوں میں چونکا تھا۔ "نہیں۔ میں سکالر نہیں ہوں میں بس اپنے مذہب کے بارے میں جو لوگوں کی الجھنیں ہیں انہیں دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔۔" روحان نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ہم۔۔ اچھی بات ہے۔۔" پروفیسر تھامس نے سوچتے ہوئے کہا تھا۔ "کتنی زبانوں پر عبور رکھتے ہو برخوردار۔۔؟؟؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"کچھ زیادہ نہیں۔ انگریزی، اردو، فرانسیسی جانتا ہوں جبکہ اور عربی سیکھ رہا ہوں۔۔" روحان نے سچ بتایا تھا۔ "اگر میں ہسپانوی زبان میں تم سے کچھ سوال کروں تو کیا تم جواب دے سکو گے۔۔؟؟؟"

"نہیں۔۔" روحان نے سمجھتے ہوئے جواب دیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ پروفیسر یہ سب کیوں پوچھ رہے تھے۔

"ہم۔۔" پروفیسر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور بند کھڑکی میں جا کر کھڑے ہو گئے تھے جس کے دھنڈ جے شیشوں سے لندن دھندا سا نظر آ رہا تھا۔

"عہدِ است کے بارے میں جانتے ہو۔۔؟؟" خدا نے کس زبان میں وعدہ لیا تھا ہر انسان سے۔۔؟؟؟"

پروفیسر کے سوال پر روحان چونکا تھا۔ اسے سمجھ آیا تھا کہ وہ مختلف زبانوں کا ذکر کیوں کر رہے تھے۔

"یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن میرے ناقص علم کے مطابق وہ گفتگو عربی میں ہوئی تھی۔۔"

روحان نے جواب دیا۔

"کیوں۔۔؟؟ سوال حاضر تھا۔

"کیونکہ یہ اللہ کے محبوب نبی ﷺ کی زبان ہے۔ اسی زبان میں آخری کتاب کو نازل کیا گیا تھا۔ اور بہت سی روایات میں آیا ہے کہ عربی ہی جنت کی زبان ہو گی۔۔" میں نے پڑھا ہے کہ مرنے کے بعد انسان سے عربی زبان میں کچھ سوال کئے جائیں گے۔ اور عہدِ است کی پوچھ گوچھ ہو گی جن لوگوں کو عربی زبان نہیں آتی وہ کیا کریں گے۔۔؟؟" پروفیسر کی بات سن کر روحان مسکرا یا تھا۔ وہ انکا سوال سمجھ چکا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور پروفیسر کے برابر میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ "مسلمانوں کا ایمان ہے اور بعض روایات میں ہے کہ روز قیامت یا قبر میں حساب عربی میں ہو گا، ہمارے اُستاد کا خیال تھا کہ ہماری ہی زبان میں ہو گا۔ سوال جواب کسی زبان میں بھی ہوں ہمیں بس اس وقت کیلئے تیار رہنا ہو گا۔۔" روحان نے کہنا شروع کیا۔

"النور میں میرا ایک دوست ہے جو کہتا یہ حساب کسی زبان میں ہو گا ہی نہیں یہ سارا معاملہ ایسے مفہوم کے دو طرفہ ابلاغ اور منتقلی سے وقوع پر یہ رہا گا جسے سمجھنے سے ہم ابھی اس جنم میں رہتے ہوئے قادر ہیں۔ لیکن مفہوم کی یہ زبان قرآن کے مطابق ہم پہلے بھی استعمال کر چکے ہیں۔ آپ نے قرآن میں عہدِ است کی آیات پڑھی ہوئی، یہ وہ عہد ہے جو میں نے اور آپ نے اپنی پیدائیش سے پہلے کیا تھا، تب نہ مجھے اردو آتی تھی نہ انگریزی نہ عربی نہ ہی آپ کو پنجابی سرائیکی سندھی وغیرہ آتی تھی لیکن پھر بھی ہم نے ایک ایسا اہم ترین عہد کر لیا جسکا تعلق ایک نئی دنیا میں جانے جیسے بہت بڑے فیصلے سے تھا۔۔"

پروفیسر نے چونک کر روحان کو دیکھا تھا جو اپنے دوست کی سوچ کو ہو بہوا سکے الفاظ میں بیان کر رہا تھا۔

"مرتے ہی ہم جو صورت اختیار کر لیں گے یہ وہی صورت ہو گی جو پیدائش سے پہلے وہ عہد کرتے وقت ہماری شخصیت کا حصہ تھی۔ یعنی ہم جسم سے واپس اُس کیفیت میں منتقل ہو جائیں گے جو ہماری حقیقی شخصیت تھی۔ یہ ہاتھ یہ پیر یہ ٹالکیں یہ کان ناک تو میرے ہیں میں یہ نہیں ہوں، میں تو وہ ہوں جو جسم سے نکل جاوں تو یہ جسم لاش کہلاتا ہے۔ میں یہ جسم پہنے ہوئے تو ہوں یہ میں نہیں ہوں۔ اس جسم سے نکلتے ہی میں پہلے کی طرح انگریزی کی زبان اور مفاہیم سمجھنے سمجھانے لگوں گا۔ یعنی مجھے اپنی وہ زبان دوبارہ استعمال کرنا آجائے گی جو الفاظ کی محتاج نہیں۔ حساب اُسی زبان میں ہو گا۔ میر اگمان ہے کہ وہ محسوسات کی زبان ہو گی یہ میرے دوست کا گمان ہے اور میں مانتا ہوں کہ کبھی کبھی کوئی گمان انجانے میں گناہ بھی بن جاتا ہے اس لئے میں اسکی بات سے پوری طرح متفق نہیں۔ اسکے کہنے کا مطلب بس یہ ہے کہ اگر آپ کو عربی نہیں آتی تو گھبرانے کی ضرورت نہیں بشرطیہ کہ آپ متوازن زندگی گزار کر اپنی حقیقی شخصیت میں منتقل ہوئے ہیں۔ وہاں آپ الفاظ کے محتاج نہیں ہونگے۔ آپ کے احساسات آپ کے حق میں یا آپ کے خلاف گواہ ہونگے۔ میں نے اپنے دوست کے گمان کو آپ سے اس لئے بیان کیا اگر آپ دین اسلام پر یقین نہیں رکھتے اور عربی کو نہیں جانتے اور یہ بہانہ بنانے کی کوشش کر رہے کہ آپ کو عربی نہیں آتی اور آپ حساب کتاب سے نجاح جائیں گے تو ایسا سوچنا سرا اسراء و قوفی ہے۔ جس زبان میں ہم نے وعدہ کیا تھا اسی زبان ہم جواب دہ ہوں گے چاہے وہ زبان عربی ہو یا کچھ اور ہمیں بس خود کو اس قابل بنانا ہے کہ جب خدا ہمارا نام لے کر ہمیں مخاطب کرے گا تو ہماری زبان نہ لڑکھڑائے، ہمارا دل ناکانپے بلکہ خدا کی پکار پر ہم سرشار سے اسکی طرف چلتے جائیں۔ اور جو خدا انسان کو پیدا کر کے دنیا میں بھیج سکتا ہے جو خدا موت کے بعد انسان کو زندہ کر سکتا ہے کیا لگتا ہے آپ کو کہ وہ ایک انسان سے عربی میں حساب نہیں لے سکتا وہ صرف کن کہے گا فیکیون ہو جائے گا اگر عربی نہیں آتی تو انسان مشین کی طرح بولنا شروع کر دے گا اور بیشک اس خدا کیلئے کچھ مشکل نہیں" روحان مسکرا کر کہتا کھڑکی سے ہٹا تھا۔

"چائے اچھی بنی ہے پروفیسر۔" وہاب کپ کو میز پر رکھ چکا تھا۔ جبکہ پروفیسر حیرت و بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے تسلیم کیا تھا کہ روحان جبیل سے اسکے دین کے متعلق سوال کر کے نیچاد کھانا انکے بس کی بات نہیں۔

---

ایلف آنکھیں پھاڑے اپنے سامنے لیپ ٹاپ کی سکرین پر ابھرنے والی تصویر کو تک رہی تھی۔ اسکے سامنے روحان جبیل کی تصویر تھی جسے اس نے مختلف زاویوں سے ایڈٹ کیا تھا۔ کبھی لمبے بال تو کبھی سائند کٹ۔ آئی برو پر لگا ہوا کٹ۔ کافی دیر ایڈٹنگ کرنے کے بعد وہ کامیاب ٹھہری تھی اور اب اپنے سامنے موجود تصویر کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔ آر جے۔ "وہ زیر لب بڑا تھی۔"

---

اُنکے پہلے سمیٹر کے فائل پیپر شروع ہو گئے تھے۔ ایلف گھری نظروں سے روحان کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ ایلف یہ دیکھو۔ یقین نہیں ہوتا

## What a Man

-- "پیپر کے بعد ایکی اچھتی کو دتی اسکی طرف بڑھی تھی۔ ایلف تو اچانک افتاد پر گڑ بڑا ہی گئی تھی۔ ایکی کے ہاتھ میں موبائل تھا جس میں ایک ویڈیو چل رہی تھی۔ روحان کی ویڈیو جس میں وہ لا جک سے کچھ سوالات کے جواب دے رہا تھا۔

## "Unbelievable"

ایکی جیران تھی۔

"اوہ تو وہ مسلم اپنے دین کی تبلیغ کرنے آیا ہے۔۔۔ کیا پتا وہ ایک دہشت گرد ہو جس نے روپ بدل رکھا ہو۔۔۔ !! "ایلیف نے دل میں سوچا تھا۔  
"کہاں گم ہو گئی؟ میں نے کہا تھا نا کہ وہ سب سے الگ ہے، دیکھا تم نے؟ اس نے سامنے کی بھی چھٹی کر دی۔۔۔" ایکی سرشار سی کہہ رہی تھی۔ اور  
ایلیف کو کہیں اور متوجہ پا کر آگے بڑھ گئی تھی۔۔۔  
جبکہ ایلیف ایک بار پھر شدید ابحص کا شکار ہو چکی تھی۔

"تو تم انجانے میں ہی سہی لیکن اس رستے پر نکل پڑے ہو جسکی حامن نے کبھی خواہش کی تھی۔۔۔" فون سے حشام کی آواز ابھر رہی تھی۔ وہ پاکستان گیا ہوا تھا۔ مدیحہ اور  
ارحم کاسادگی سے نکاح کیا جا رہا تھا۔ روحان اپنے آگراہ میں کوئی وجہ سے نہیں جا پایا تھا۔  
"یہ رستہ میں نے خود نہیں چنا ایسا لگتا ہے جیسے کوئی ہاتھ پکڑ کر مجھے اس رستے پر لے جا رہا ہو۔۔۔ جب کبھی کوئی مشکل آتی ہے تو سامنے حامن مسکراتی نظر  
آتی ہے۔۔۔ وہ میری ہمت بڑھاتی اور میں چلتا جاتا ہوں۔۔۔" روحان کسی ٹرانس کی کیفیت میں کہہ رہا تھا۔ جب بھی حامن کا ذکر ہوتا تھا وہ یوں ہی پاگل سے لگنے لگتا تھا۔  
مجھے کچھ کام ہے میں بعد میں بات کرتا ہوں۔۔۔" حشام فون بند کر چکا تھا جبکہ روحان کی سوچیں حامن کے گرد بھٹک  
رہی تھیں۔

اٹکا آخری پیپر تھا

Viva

چل رہا تھا ان دونوں ایلیف بری طرح سے پریشان رہی تھی وہ جتنا روحان سے چھٹکارہ چاہتی تھی اسکی کوئی ناکوئی بات ایلیف کو متوجہ کر لیتی تھی اسکی ذات کے  
بہت سے پہلو تھے۔۔۔ جنہیں وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

ابھی واپسی کے دوران وہ پانچ میں سے ایک سوال کا بے دھیانی میں غلط جواب دے چکی تھی۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ روحان اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔۔۔  
اسے وہ الجھی الجھی نظر آئی تھی۔۔۔ وہ ایک زندہ دل لڑکی تھی۔۔۔ جو سچ بولتی تھی اور ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار رہتی تھی۔۔۔  
اب روحان کی باری تھی۔۔۔ پہلے تین سوالوں کے وہ درست جواب دے چکا تھا۔ ایلیف کارنگ فق ہوا تھا۔۔۔ اسے پہلی بارہار نے کا خود ہوا تھا۔۔۔ وہ ڈرگئی تھی۔۔۔ روحان  
نے اسکے چہرے پر خوف محسوس کیا تھا۔ وہ لندن کے میسر کی بیٹی تھی۔۔۔ اسکا باپ ایک بڑی شخصیت کا مالک تھا۔۔۔ اور یہ جو بڑی شخصیات کے بچے ہوتے ہیں  
انہیں عام پچوں کے مقابلے میں اپنے ماں باپ کی نظروں میں کچھ بننے کیلئے بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔۔۔ چونکہ ماں باپ خود کامیاب ہوتے ہیں اُنکے نزدیک پچوں کی چھوٹی  
چھوٹی کامیابیاں کچھ خاص اہمیت نہیں رکھتیں۔ ایسے بچے بہت سی محرومیوں کا شکار رہ جاتے ہیں وہ اگر ٹاپ کرتے ہیں تو انکے ماں باپ، عام ماں باپ کی طرح جو کہ اپنے  
پچوں کی ایسی کامیابی پر پھولے نہیں سماتے، جبکہ ایسے بچوں کو اپنا آپ منوانے کیلئے۔۔۔ اپنی شخصیت بنانے کیلئے بہت جان لگانی کرنی  
پڑتی ہے۔۔۔ اور ایسی

ہی ایک زندگی ایلیف جی رہی تھی۔۔۔

وہ سوالوں سے ٹاپ کر رہی تھی اور اپنا ایک نام بنانے میں کامیاب بھی ہو گئی تھی لیکن اب۔۔۔ اب روحان جسیل کے آنے سے وہ مٹا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ اور اسی دکھ میں روحان نے ایلف کو گھلتے پایا تھا۔ سر جسٹن نے اس سے چوتھا سوال پوچھا تھا۔۔۔ اور روحان ایلف سے نظریں ہٹا کر کچھ سوچ رہا تھا۔۔۔ اور پھر جب اس نے جواب دیا تو پروفیسر جیران رہ گیا تھا۔۔۔ جواب غلط تھا۔ ایلف کے تنے ہوئے کندھے ایک دم ڈھیلے پڑے تھے۔۔۔ اسکے چہرے پر سکون پھیل گیا تھا۔۔۔

لیکن اگلے سوال کا جواب بھی غلط دینے پر ایلف چوکی تھی۔۔۔ وہ حیرت سے روحان کو دیکھ رہی تھی جسکے چہرے پر گہرا سکون چھایا تھا۔ پروفیسر بے یقینی سے کہی روحان تو کبھی ایلف کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ کلاس ختم ہو چکی تھی وہ باہر نکل چکا تھا۔۔۔

ایلف نے کچھ دیر اسے جاتے دیکھا تھا اور پھر کرنٹ کھا کر اسکے پیچے لپکی تھی وہ جان گئی تھی سوال اتنے مشکل نہیں تھا جن کا روحان جسیل کو جواب نہیں آتا۔۔۔ پھر اس نے غلط جواب کیوں دیا تھا؟ وہ جیران تھی اور اسے کچھ سمجھ آ رہا تھا۔۔۔ رکو مسٹر۔۔۔ ”وہ ہانپتی اس تک پہنچی تھی۔ روحان کے قدم رک گئے تھے۔۔۔ روحان جسیل نام ہے میرا۔۔۔“ وہ کہہ کر آگے بڑھا تھا۔۔۔

”روحان جسیل یا پھر آر جے۔۔۔؟؟“ ایلف نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ روحان کے قدم ساکت ہوئے تھے اور پھر وہ کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔ ایلف اپنے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے جھکی ہوئی تھی وہ اپنا تنفس بحال کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ روحان نے ایک پل میں اپنے چہرے کے تاثرات کو نارمل کیا تھا۔۔۔ ”کون آر جے۔۔۔؟؟“ وہ اب حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔۔۔

ایلف سید ہی ہوئی۔ وہ سیاہ اور پیلے رنگ کے مغربی کپڑوں میں ملبوس تھی۔ بالوں کی اوپری پونی ٹیل کئے وہ ایم فل کی نہیں بلکہ کالج کی سٹوڈنٹ لگ رہی تھی۔۔۔

”وہی روحان جسیل عرف آر جے۔۔۔ ایک پاکستانی سنگر جسکے پاکستان سے زیادہ یورپ میں فین ہیں“ ایلف نے روحان کے چہرے کے تاثرات کو جانچتے ہوئے کہا تھا۔۔۔ ”وہ میں نے سنائے ہے مرچکا ہے۔۔۔؟؟“ روحان نے مصنوعی افسوس کرتے ہوئے کہا۔۔۔

”مرچکا ہے یاروپ بدل لیا ہے۔۔۔؟؟“ وہ کاٹ دار لبجھ میں پوچھ رہی تھی۔ روحان نے اسکی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے ایک نظر ایلف کو دیکھا، کندھے اچکائے اور پھر واپسی کیلئے قدم بڑھائے۔۔۔

”کیوں کیا تم نے ایسا؟؟“ وہ کچھ دور تک چلا تھا جب اسے ایلف کی چلانے کی آواز آئی تھی۔۔۔

”کیا کر دیا ہے اب میں نے؟؟“ وہ بالکل اس انداز میں پوچھ رہا تھا جس میں کبھی سید حبیلی کے افراد اسکا نام سن کر کہتے تھے کہ ”اب کیا کر دیا آر جے نے۔۔۔؟؟“ ”تم نے دو سوالوں کے غلط جواب کیوں دیئے۔۔۔؟؟“

ایلف اپنی جگہ پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔ وہ جان گئی تھی کہ روحان نے جان بوجھ کر دو سوالوں کے غلط جواب دے کر اپنی پرستیج کو نیچے گرا یا تھا لیکن وہ جیران تھی اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔۔۔

"مجھے نہیں آتے تھے اس لئے۔!" وہ اب عام سے لجھ میں بتا رہا تھا۔

"جھوٹ۔۔ سراسر جھوٹ۔۔ مسٹر روحان جبیل کو کسی سوال کا جواب نہ آتا ہوا ایسا ہو نہیں سکتا۔۔" وہ انجانے میں ہی لیکن اسکی تعریف کر گئی تھی۔ روحان کے لبؤں کو مسکراہٹ نے چھوڑا تھا۔

"روحان جبیل کی اتنی مجال کہ وہ چیمبر پر راج کرنے والی لڑکی کا مقابلہ کرے یا اسے ہرائے۔۔"

وہ اسکے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"مجھ پر ترس کھا کر اچھا بنا چاہتے ہو۔؟؟" وہ تسلیکھے لجھ میں پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں بالکل نہیں۔ جو باتیں اور چیزیں تمہارے لئے اہمیت کی حامل ہیں مجھے ان میں دلچسپی نہیں۔۔ میں یہاں مقابلہ کرنے نہیں آیا۔۔" اسکا لجھ سنجیدہ تھا لیکن لبؤں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ ایلف حیرانی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ وہ جانے کون تھا؟ کیا تھا؟ کیوں تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی لیکن وہ عجیب و غریب تھا۔

وہ پروفیسر جسٹن کی لیب میں تھا یہ ایک جدید طرز کی بہت بڑی لیب اسٹری تھی۔ اسکے پہلے سمیسٹر کارز لٹ آچکا تھا اور ہمیشہ کی طرح ایلف ٹاپ پر تھی۔

"تم نے جان بوجھ کر خود کو ہر ایسا کیوں؟؟"

پروفیسر جسٹن پوچھ رہے تھے۔

"جیتنے کا شوق نہیں رہا ب مجھے۔۔" وہ لیب پر نظریں دوڑاتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"لیکن تمہیں جیتنا چاہیے تھا۔۔" پروفیسر جسٹن کہہ رہے تھے۔

"آپکی لیب بہت کمال کی ہے مجھے لگتا ہے آپکے ساتھ کام کر کے میں بہت کچھ سیکھ پاؤں گا۔۔"

وہ بات بدل گیا تھا۔

"مجھے اچھا لگے گا اگر میں ابنا مرل بچوں کیلیے کچھ ایسا کر سکوں کہ وہ نارمل زندگی گزار سکیں۔۔" روحان کے ارادے اچھے تھے۔

"ویری گڈ۔۔" پروفیسر جسٹن اسکا کندھا تھپٹھپتا تھا ہوئے بولے تھے اور لیب کے دوسرے حصے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"جیھنک یو مسٹر آر جے لیکن مجھے پہلی بار جیت کر اچھا نہیں لگ رہا کیونکہ میں جانتی ہوں یہ ایلف کی جیت ہے۔۔" ایلف اسے ڈیپارٹمنٹ میں ملی تھی۔

"کیا مجھے لکھ کر دینا پڑے گا کہ میں آر جے نہیں ہوں۔۔" وہ خفگی سے بولا تھا۔ ایلف کو اسکا خفا ہونے اچھا لگا تھا۔

"تم چاہے لکھ کر دے دو لیکن ایلف جانتی ہے کہ تم آر جے ہو۔۔" وہ پورے یقین سے کہہ رہی تھی۔

روحان نے گھری نظر وں ایلف کو دیکھا تھا۔

"لیکن تم فکر مت کرو مجھے آر جے پسند تھا اور میں لوگوں کو نہیں بتاؤں گی کہ تم آر جے ہو وہ اس لئے کہ لوگ پہلے ہی روحان جبیل سے بہت متاثر ہیں اگر میں نے یہ راز کھول دیا کہ روحان جبیل ہی آر جے ہے تو ہر طرف روحان جبیل ہو گا۔ ایلف کو گم ہونا پڑے گا اور میں ایسا نہیں چاہتی" بات کے آخر پر ایلف کے منہ کے زاویے بگڑے تھے۔ ایلف کی بات سن کر روحان بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

"تم"

Crazy

ہوا ایلف۔ "وہ ہنسنے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ایلف نے محسوس کیا تھا ہونٹوں پر مسکراہٹ کے باوجود اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔" مجھے کچھ کام ہے پھر ملتے ہیں۔ "وہ مسکرا کر کہتا جا چکا تھا۔" جادو گر۔ "ایلف کے بوس سے پھسلا تھا۔"

سارے سٹوڈنٹس ایک بار پھر چمپیر میں موجود تھے۔ آج کا موضوع سائنس اور ٹینکنالوجی تھا۔ صدر ایلیبس اپنی اوپنچی صدارتی کری پربراجمان سائنس کے پیروکار جو سٹوڈنٹس تھے انکی تحقیقات کو سراہ رہے تھے۔

"مجھے لگتا ہے کہ جو لوگ مذہب کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں انہیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مذہب کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے بس سائنس ہے۔" سائنس کے کرشمات پر تغیری کرنے والے لڑکے نے اپنے رائے کا اظہار کیا تھا۔ یقیناً وہ ایک ملحد تھا۔" مذاہلہ کرنے پر مذہب کے بارے میں اس بات سے متفق نہیں ہوں۔" دوسری جانب سے روحان اٹھا تھا۔ وہ ان سٹوڈنٹس کی قطار میں بیٹھا تھا جو مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

"آپ اس بارے میں کیا کہنا چاہیں گے مسٹر جبیل۔" صدر ایلیبس نے روحان کو پہچان لیا تھا۔ وہ انکی یونیورسٹی میں سب سے خاص سٹوڈنٹ تھا۔" میرے دوست نے جو مذہب کے بارے میں کہا کہ مذہب کچھ نہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ مذہب بہت کچھ ہے۔" وحاظان نے اس لڑکے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں سائنس کے مقابلے میں مذہب کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں ماۓ لورڈ کے سائنس روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ جبکہ مذہب رکا ہوا ہے۔ اپنی پرانی اور بوسیدہ تعلیمات کو رکھے ہوئے ہے۔ مذہب میں کوئی ترقی نہیں ہو رہی۔" لڑکے نے اپنا بیان دیا تھا۔ صدر ایلیبس نے اسکی بات سے اتفاق کرتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"آپ کیا کہتے ہیں اس بارے میں۔۔؟؟" اب وہ روحان سے پوچھ رہے تھے۔ لڑکے کی بات سن کر روحان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ اسے مسکراتا دیکھ کر اس لڑکے کی تیوری چڑھی۔

"کیا مذہب ہے تمہارا اور کون سے ملک سے ہو تم۔۔؟؟" وہ اب روحان سے پوچھ رہا تھا۔ لہجہ کاٹ دار تھا۔" میں پاکستانی مسلمان ہوں۔" روحان نے فخر سے بتایا۔

"Bloody Terrorist"

روحان اس لڑکے کی سرگوشی کو اسکے بوس کی حرکت سے سن چکا تھا۔

”میرے دوست کا کہنا ہے کہ مذہب رکا ہے جبکہ سائنس متحرک ہے۔ روز نئی نئی ایجادات کر رہی ہے۔ لیکن مذہب کے پاس پرانی تعلیمات ہیں۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میرے دوست۔ تمام مذاہب ساکن ہیں سوائے اسلام کے۔ لیکن اسلام کی تعلیمات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی بلکہ چودہ سو سال سے وہ اپنی تعلیمات کو لئے ہوئے ہے۔“

روحان بول رہا تھا جبکہ رونڈ، ایگی، ایلف اور باقی صدر سمیت تمام سٹوڈنٹس اور پروفیسر اسے دم سادھے سن رہے تھے۔

”میرا آپ سے ایک سوال ہے آپ لندن میں رہتے ہیں انگلینڈ میں ایک ترقی یافتہ ملک ہے۔ درست کہانے میں نے۔۔۔؟ جبکہ میں پاکستان سے ہوں جو کہ ایک ترقی پذیر ملک ہے۔۔۔؟ وہ سوال یہ انداز لیے پوچھ رہا تھا۔

”کیا آپ بتائیں گے کہ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر میں کیا فرق ہے۔؟؟ یقیناً آپ کہیں گہ ترقی یافتہ ممالک وہ ہیں جو ترقی کر چکے ہیں۔ جو معاشی لحاظ سے مضبوط ہیں جو تعلیم کے لحاظ سے آگے ہیں یعنی جو ہر طرح سے مغلل ہیں۔۔۔؟؟“

”ہاں ایسا ہی ہے۔۔۔ لڑکے نے الجھے ہوئے لبجھ میں کہا تھا۔ اسے روحان کی باتوں کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

”میرا ملک ایک ترقی پذیر ملک ہے۔۔۔ وہ آہستہ آہستہ ترقی ہے۔۔۔ اس میں بہت سی چیزوں کی کمی ہے۔۔۔ جبکہ انگلینڈ میں ایسا نہیں ہے۔۔۔“

”اب آپ نے کہا کہ سائنس ترقی کر رہی ہے تو اسکا مطلب ہوا وہ مکمل نہیں ہوئی۔ اس میں کمی ہے اس لئے وہ ترقی کر رہی ہے جبکہ مذہب مکمل ہو چکا ہے۔۔۔ یعنی وہ ترقی یافتہ ہے اس لئے آپکو ساکن لگتا ہے۔۔۔ روحان کی بات سن کر ایک پل کیلئے چیمبر کے سارے لوگ جیسے سکتے میں چلے گئے تھے۔

”اگر آپ دنیا میں سب سے اونچے مقام پر جانا چاہیں تو کہاں جائیں گے؟؟ زمین کی بات کر رہا ہوں خلا کی نہیں۔۔۔“ روحان کا ایک اور سوال موجود تھا۔

”ماونٹ ایورسٹ۔۔۔ کیونکہ وہ زمین پر سب سے اونچا مقام ہے۔۔۔“ لڑکے نے جواب دیا تھا۔

”بالکل۔۔۔ ماونٹ ایورسٹ۔۔۔ جو چیز چوٹی پر پہنچ جائے وہ اس سے اوپر کہاں جائے گی۔۔۔ وہ اور کیا ترقی کرے گی۔۔۔ آپ ماونٹ ایورسٹ پر جانے کے بعد کہاں جائیں گے۔۔۔؟ کیونکہ زمین پر اس سے اونچا مقام کوئی نہیں ہے۔۔۔ یقیناً آپ رک جائیں گے۔۔۔ تو میرے عزیز ہمارا مذہب چوٹی پر پہنچ چکا ہے۔ جب وہ مکمل ہو چکا ہے تو کیا ترقی کرے گا۔۔۔؟؟ ترقی وہ کرتا ہے جس میں کچھ کمی ہو۔۔۔“

سائی نس مکمل نہیں ہوئی اس لئے ترقی کر رہی ہے۔۔۔ جبکہ مذہب مکمل ہو چکا ہے اس لئے آپکو ساکن لگتا ہے۔۔۔!!“ روحان خاموش ہو چکا تھا۔ چیمبر میں کچھ دیر خاموش چھائی رہی تھی۔ اور پھر سب سے پہلی تالی ایگی نے بجائی تھی اسکے بعد چیمبر تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔

”لیکن تعلیمات تو پرانی ہیں نا۔۔۔ خاص طور پر تمہارے مذہب کی۔۔۔ جس میں عورت کو باندی بناؤ کر کھا جاتا ہے۔۔۔“ وہ لڑکا اب تغیر سے کہہ رہا تھا۔

”یقیناً اسلام کے متعلق آپکا علم بہت کم ہے۔۔۔ جو حقوق مغرب نے عورت کو پچھلی صدی میں دیے وہ اسلام چودہ سو سال پہلے عورت کو دے چکا ہے۔۔۔“ روحان نے پر سکون سے لبجھ میں جواب دیا تھا۔

”تم کچھ بھی کہو۔۔۔ مذہب سائنس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔۔۔ سائنس اور مذہب دو الگ اور الٹ چیزیں ہیں۔۔۔“

”کیا آپ اپنی بات کو تفصیل سے بیان کریں گے کہ مذہب سائنس کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتا۔۔۔؟؟“

روحان پوچھ رہا تھا۔

"مذہب کہتا ہے کہ دنیا خدا نے بنائی جبکہ سائنس بگ بینگ کی تھیوری پیش کر چکی ہے یہ دنیا ایک دھماکے سے وجود میں آئی تھی۔۔۔"  
"یہ جو آپ نے گھڑی پہنی ہے کیا یہ خود بخوبی بن گئی ہے۔۔۔؟؟ روحان نے سوال کیا۔  
"نہیں۔۔۔"

"تو کیا آپ کی عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ ایک گھڑی تو خود بن نہیں سکتی۔۔۔ پوری دنیا کا نظام کیسے خود بخود چل رہا ہے۔۔۔؟؟  
اور رہی بات بگ بینگ کی کیا آپ بتائیں گے بگ بینگ کی تھیوری کب پیش ہوئی اور سائنسدان کو نوبل انعام کب ملا۔۔۔؟؟ وہ ایک ساتھ دو سوال کر رہا تھا۔

"I think in 1973"

لڑکے نے کچھ سوچتے ہوئے بتایا۔  
"درست فرمایا۔۔۔ یہی کوئی تقریباً چالیس پچاس سال پہلے۔۔۔ لیکن ہماری مذہبی کتاب قرآن پاک میں یہ بات چودہ سو سال پہلے بتاوی گئی تھی۔  
قرآن پاک میں سورہ انبیاء آیت میں نمبر تیس میں لکھا ہے کہ،  
کیامنکروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں جدا جد اکر دیا، اور ہم نے ہرجا ندار چیز کو پانی سے بنایا، کیا پھر بھی یقین نہیں  
کرتے۔۔۔"

اس سے روایت عین نہیں، روایت قلبی مراد ہے۔ یعنی کیا انہوں نے غور فکر نہیں کیا؟ یا انہوں نے جانا نہیں؟ رُثُق کے معنی، بند کے اور فُنُش کے معنی پھاڑنے، کھولنے  
اور الگ الگ کرنے کے ہیں۔ یعنی آسمان و زمین، ابتدائے امر ہیں، باہم ملے ہوئے اور ایک دوسرے کے ساتھ پیوست تھے۔ ہم نے ان کو ایک دوسرے سے الگ کیا،  
آسمانوں کو اوپر کر دیا جس سے بارش برستی ہے اور زمین کو اپنی جگہ پر رہنے دیا، تاہم وہ پیداوار کے قابل ہو گئی۔ اس سے مراد اگر بارش اور چشموں کا پانی ہے، تب بھی  
 واضح ہے کہ اس کی روئیدگی ہوتی ہے اور ہر ذی روح کو حیات نو ملتی ہے اور اگر مراد نطفہ ہے، تو اس میں بھی کوئی اشکال نہیں کہ ہر زندہ چیز کے وجود کے باعث وہ قطرہ  
آب ہے جو نر کی پیٹھ کی ڈیلوں سے نکلتا اور مادہ کے رحم میں جا کر قرار پکڑتا ہے۔

اگر آپ غور کریں تو آپ جانیں گے یہ آیت بگ بینگ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ زمین و آسمان کو پھاڑ کر الگ الگ کیا گیا۔ یقیناً ایک دھماکہ ہوا ہو گا جو نا آپ نے  
دیکھا اور نامیں نے  
سائنس جو باتیں آج کہہ رہی ہے۔ وہ ہماری مذہبی کتاب چودہ سو سال پہلے بتا چکی ہے۔ تو میرے عزیز دوست آپ کو مان لینا چاہیے کہ مذہب صدیوں پہلے مکمل  
ہو چکا ہے۔۔۔ وہ پوری ترقی کر چکا ہے۔۔۔ جبکہ سائنس نامکمل ہے۔۔۔ اسی لیے آج وہ اکتشافات کر رہی ہے۔ جو ہمارے مذہب نے صدیوں پہلے کر دیے  
تھے۔۔۔"

روحان جسیل ایک ملکہ کو اسکے الفاظ سے مات دے چکا تھا۔ ڈیسک پر تالی بجائے کی آواز ایک بار پھر سے گونج گئی تھی۔

تم نے کمال کر دیا ہے مسٹر روحان جسیل میں جیران ہوں تم نے یہ سب کہاں سے سیکھا ہے۔۔۔؟؟  
چیبر کے باہر ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے اسے ایسی ملی تھی۔

"میں جانتی تھی تم آج بھی کوئی دھماکہ کرنے والے ہو اور تم نے کر دیا  
Proud of You Man  
وہ دل سے خوش تھی۔"

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن جب اس نے مذہب کا سائنس سے مقابلہ کیا تو مجھے بولنا پڑا۔" وہ عام سے لمحے میں کہہ رہا تھا۔  
"خیر یہ سب چھوڑو تم آرہے ہونا۔۔۔ ایلف نے ٹاپ کرنے کی خوشی میں پوری کلاس کو ٹریٹ دی ہے۔۔۔ تم آؤ گے نا۔۔۔؟؟" وہ روحان سے ایسے بات کرتی تھی جیسے وہ اسکا بیچپن کا دوست تھا۔ روحان کی نظر تب اچانک اپنے گروپ کے ساتھ کھڑی ایلف پر پڑی تھی جو انہیں ہی دیکھ رہی تھی اور اسکی آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔

"نہیں۔۔۔ مجھے ابھی تک دعوت نہیں دی گئی۔۔۔"

روحان نے ایلف کی طرف سے رخ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی۔۔۔ مجھے لگا تھا ایلف سب سے پہلے تمہیں انوائٹ کرے گی۔۔۔" ایسی لمحن زدہ سی کہہ رہی تھی۔

"خیر وہ تمہیں ضرور بلائے گی میرا بسکٹ بال کا میچ ہے میں ذرا پر کیٹس کرلوں پھر ملتے ہیں۔۔۔"

یاد آنے پر ایسی اسے کہتی گراہنڈ کی طرف لپکی تھی۔ وہ بہت اچھی کھلاڑی تھی۔ جبکہ روحان وہاں سے کیفے کی طرف بڑھ گیا تھا اسے بھوک لگی تھی وہ کچھ کھانا چاہتا تھا۔۔۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔۔۔؟؟" وہ ایک میز پر اکیلا بیٹھا چاہئے پی رہا تھا جب ایلف وہاں آئی۔

"ضرور۔۔۔ یونیورسٹی ایلف کی ہے وہ جہاں چاہے بیٹھ سکتے"

"طنز کر رہے ہو۔۔۔؟؟" وہ خفا ہوئی۔

"نہیں میری اتنی مجال۔۔۔" وہ ڈرنے کی اینٹنگ کرتے ہوئے بولا تھا۔ جبکہ ایلف اسکی بات سن کر مسکراتی تھی۔

باتیں اچھی کرتے ہو تم آج چیمبر کے ساتھ ساتھ تم نے بہت سے لوگوں کے عقیدے کو ہلا کر کر دیا ہے یقین بتاؤ تم لندن کس مقصد سے آئے ہو۔۔۔؟ کہیں تم دہشت گرد تو نہیں ہو۔۔۔؟؟"

"تمہیں ایسا لگتا ہے؟؟"

"ہاں کیونکہ جس قدر تم مذہبی ہو اور اپنے مذہب کا پرچار کر رہے ہو اس سے تو تم ایک دہشت گرد لگتے ہو" ایلف کا اشارہ یقیناً النور کی طرف تھا۔ جسے روحان سمجھ گیا تھا۔ وہ اسکی بات سن کر ہنس دیا تھا۔ اذیت سے بھر پور ہنسی۔۔۔

کمال تھا جب وہ پاکستان میں تھا تو ایک ملحد تھا اسکا کوئی مذہب نہیں تھا۔ لوگ لا دین کہتے تھے اب جب وہ لندن آیا تھا اور دین کو اپنایا تھا لوگ اسے دہشت گرد سمجھ رہے تھے۔

وہ کبھی نارمل رہا نہیں تھا اور نہ لوگوں نے سمجھا تھا، شاید اسے نارمل بنایا ہی نہیں گیا تھا۔

"کیا واقعی تمہاری مذہبی کتاب اتنی دلچسپ ہے۔۔۔؟؟" اسے خاموش دیکھ کر ایلف نے پوچھا تھا۔  
"ہمارا تو پورا مذہب ہے بہت دلچسپ ہے لیکن نہیں آتا تو مطالعہ کر کے دیکھ لو۔۔۔"

"میں ضرور کروں گی مجھے پہلی بار جیندیکس سے زیادہ کوئی اور چیز دلچسپ لگی ہے۔۔۔ میں ضرور کروں گی مطالعہ۔۔۔" ایلف نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔  
"خیر میں تمہیں انوائیٹ کرنے آئی ہوں میں ایک چھوٹی سی ٹریٹ دے رہی ہوں پوری کلاس میرے گھر مدعو ہو گی مجھے امید ہے تم ضرور آؤ گے۔۔۔"  
ایلف اسے اپنے گھر کا پتہ بتاچکی تھی جس پر روحان مسکرا دیا تھا۔ یہ تو اسکا ٹاؤن تھا۔ اور اسی لائن میں ایلف کا گھر تھا جہاں وہ سبیل کے ساتھ رہتا تھا۔

النور میں ایک عیسائی لڑکا آیا تھا جو اسلام قبول کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اسکے کچھ سوال تھے جنکے جواب وہ روحان جبیل سے جاننا چاہتا تھا۔ اور روحان جبیل دل و جان سے حاضر تھا۔

"کیا اسلام تشدد اور خونریزی کی دعوت دیتا ہے؟ کیا اسلام تشدد، اور خونریزی کی اور ہر یہیت کو فروع دیتا ہے۔ اس لیے قرآن کہتا ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ جہاں کہیں کفار کو پائیں قتل کر دیں؟" لڑکے نے بہت اہم سوال اٹھایا تھا۔

"قرآن کریم سے بعض مخصوص آیات کا غلط طور پر اس لیے حوالہ دیا جاتا ہے کہ اس غلط تصور کو قائم رکھا جاسکے کہ اسلام تشدد کی حمایت کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں پر زور دیتا ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے باہر رہنے والوں کو قتل کر دیں۔

آیت جس کا غلط حوالہ دیا جاتا ہے

سورۃ توبہ کی مندرجہ ذیل آیت کا اسلام کے ناقدین اکثر حوالہ دیتے ہیں تاکہ یہ ظاہر کیا جاسکے کہ اسلام تشدد، خون ریزی اور وحشت کو فروع دیتا ہے۔  
"تم مشرکوں کو جہاں کہیں پاؤ، انہیں قتل کر دو۔" (سورۃ التوبہ ۹ آیت ۵)

درحقیقت ناقدین اسلام اس ایت کا حوالہ سیاق و سبق سے ہٹ کر دیتے ہیں۔ آیت کے سیاق و سبق کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس سورت کا مطالعہ آیت نمبر ۱ سے شروع کیا جائے۔ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جو معاهداتِ امن ہوئے تھے، ان سے براءت کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس براءت (معاهدات کی منسوخی) سے عرب میں شرک اور مشرکین کا وجود عملًا خلاف قانون ہو گیا کیونکہ ملک کا غالب حصہ اسلام کے زیر حکم آپ کا تھا۔ ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کا ربانی نہ رہا کہ یا تو لڑنے پر تیار ہو جائیں یا ملک چھوڑ کر نکل جائیں یا پھر اپنے آپ کو اسلامی حکومت کے نظم و ضبط میں دے دیں۔ مشرکین کو اپنارویہ؛ بدلنے کے لیے چار ماہ کا وقت دیا گیا۔ ارشاد الہی ہوا

"پس جب حرمت (دی گئی مہلت) والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کر دو اور ان کر پکڑ لو اور گھیر و اور ہر گھات میں ان کی تاک میں بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بڑا بخشے والا اور رحم کرنے والا ہے۔" (سورۃ التوبہ ۹ آیت ۵)  
میں آپکو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں "روحان نرم لجھے میں بول رہا تھا۔

"ہم سب جانتے ہیں کہ ایک وقت تھا امریکہ ویٹ (ریاست) نام پر بر سر پیکار تھا۔ فرض کیجئے کہ صدر امریکہ یا امریکی جرنیل نے جنگ کے دوران میں امریکی سپاہیوں سے کہا: جہاں کہیں ویٹ نامیوں کو پاؤ انہیں ہلاک کر دو۔ اس کا حوالہ دیتے ہوئے اگر آج میں سیاق و سبق سے ہٹ کر یہ کہوں کہ امریکی صدر یا جرنیل نے کہا تھا کہ جہاں کہیں ویٹ نامیوں کو پاؤ انہیں قتل کر دو، تو یوں معلوم ہو گا کہ میں کسی قصائی کا ذکر کر رہا ہوں۔ لیکن اگر میں اس کی یہی بات صحیح سیاق و سبق میں بیان کروں تو

یہ بالکل منطقی معلوم ہو گی کیونکہ وہ دراصل جنگ کے حالات میں اپنی سپاہ کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ایک ہنگامی حکم دے رہا تھا کہ دشمن کو جہاں کہیں پاؤ ختم کر دو، حالت جنگ ہونے کے بعد یہ حکم ساقط ہو گیا۔

حالاتِ جنگ کا حکم: اسی طرح سورۃ توبہ کی آیت نمبر 5 میں ارشاد ہوا کہ "تم مشرکوں کو جہاں کہیں پاؤ انہیں قتل کر دو۔" یہ حکم جنگ کے حالات میں نازل ہوا اور اس کا مقصد مسلم سپاہ کا حوصلہ بڑھانا تھا، قرآن کریم درحقیقت مسلمان سپاہیوں کو تلقین کر رہا ہے کہ وہ خوفزدہ نہ ہوں اور جہاں کہیں دشمنوں سے سامنا ہو انہیں قتل کر دیں۔

ارون شوری کی فریب کاری: ارون شوری، بھارت میں اسلام کے شدید ناقدوں میں سے ہے۔

اس نے بھی اپنی کتاب "فتاویٰ کی دنیا" کے صفحہ 572 پر سورۃ توبہ کی آیت نمبر 5 کا حوالہ دیا ہے۔ آیت نمبر 5 کا حوالہ دینے کے بعد وہ دفعتاً ساتوں آیت پر آ جاتا ہے، یہاں ہر معقول آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے جان بوجھ کر آیت نمبر 6 سے گریز کیا ہے۔

قرآن سے جواب: سورۃ توبہ کی آیت نمبر 6 اس الزام کا شافعی جواب دیتی ہے کہ اسلام (نحوہ باللہ) تشدد، بہیثت اور خونزیزی کو فروع دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "(اے نبی! ) اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجیے تاکہ وہ اللہ کا کلام سن سکے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجیے، یہ (رعایت) اس لیے ہے کہ بے شک وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔" (سورۃ التوبہ 9 آیت 6)

قرآن کریم نہ صرف یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مشرک حالاتِ جنگ میں پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دی جائے بلکہ یہ حکم دیتا ہے کہ اسے محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے، ہو سکتا ہے کہ موجود بین الاقوامی منظر نامے میں ایک رحم دل اور امن پسند جر نیل جنگ کے دوران میں دشمن کے سپاہیوں کو امن طلب کرنے پر آزادانہ جانے دے لیکن کون ایسا فوجی جر نیل ہو گا جو اپنے سپاہیوں سے یہ کہ سکے کہ اگر دورانِ جنگ دشمن کے سپاہی امن کے طلب گار ہوں تو انہیں نہ صرف یہ کہ رہا کر دو بلکہ محفوظ مقام پر پہنچا بھی دو؟ اس لئے جب کوئی شخص قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دے تو اسکے آیت کے سیاق و سبق کو دیکھ لینا چاہیے۔ وہ پہلا دن تھا جب کسی مشرک نے روحان جبیل کے سامنے کلمہ بڑھا تھا۔ روحان کا روایاں روایاں خدا کا مشکور تھا۔ اسے آج سے پہلے اتنا سکون کبھی محسوس نہیں ہوا تھا جتنا آج ہوا تھا۔ اسے کیسی کیسی نعمتوں سے نواز دیا گیا تھا

حیران تھا وہ

ایلف کے گھر پوری کلاس جمع تھی۔ وہ یہ جان کر حیران رہ گئی تھی کہ روحان اور وہ دونوں ایک ہی لائن میں رہتے تھے۔ پوری پارٹی کے دورانِ ایلف کی نظریں روحان پر جھی رہی تھیں وہ اسے جتنا باہر سے پر سکون نظر آتا تھا اندر سے اتنا ہی بے چین اور اداس لگتا تھا وہ اسکی اداسی کی وجہ نہیں جانتی تھی لیکن جاننا چاہتی تھی۔

وہ روحان کے پاس جانا چاہتی تھی جو الگ تھلگ بیٹھا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ہی ایسی اسکے پاس چلی گئی۔ ایسی کو روحان کے ساتھ دیکھ کر ایلف کے چہرے پر ناگواری ابھری۔

"اکیلے بیٹھے ہو؟؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"جی۔۔ اچھا لگتا ہے اکیلے بیٹھنا"

"مجھے لگتا تھا کہ صرف میں ہی تم سے متاثر ہوں لیکن اب لگ رہا ہے کہ یونیورسٹی کی ملکہ روحان جبیل کی ذات کا شکار ہو چکی ہے۔۔۔" ایمی نے ایلف کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ روحان چونکا تھا۔

"ایسی بات نہیں" وہ سیدھا ہو کر بیٹھا

"ایمی کی چھٹی حس بہت تیز ہے مسٹر جبیل۔ میں جو کہتی ہوں وہ سچ ہوتا ہے۔۔۔ اور دیکھ لینا ایک دن تم بھی ایلف کے آگے سرگوں ہو جاؤ گے۔۔۔" ایمی نے ہوا میں تیز چلا یا تھا روحان اسکی بے وقوفی کی باتیں سن کر بس مسکرا دیا تھا۔

پوری پارٹی میں روحان سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اب وہ اسے باہر تک چھوڑنے آئی تھی۔ لائن کے آخر پر روحان کا گھر تھا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر آر جے کہ تم میرے بلاں پر آئے ہو۔۔۔"

"شکریہ کی بات نہیں۔۔۔ جب پارٹی کلاس کیلئے تھی تو مجھے آنا پاچا ہے تھا۔۔۔"

"تم نے شراب کو نہیں چھوای تھا میرے مذہب میں حرام ہو گی لیکن یہ بتاؤ تم اپنی چیز کو ٹخنوں سے اوپر کیوں رکھتے ہو۔۔۔؟؟" ایلف نے عجیب ساسوال کیا تھا۔ اس نے ہمیشہ روحان کو پینٹ ٹخنوں سے اوپر فولڈ کئے ہوئے پہنے دیکھا تھا۔

"اوہ یہ۔۔۔ اسلام میں مردوں کو چاہے شلوار ہو یا پینٹ ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔۔۔!!" روحان نے اپنے پاؤں کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔ لیکن اب تو سردی بڑھ رہی ہے۔۔۔ ٹھنڈ نہیں لگے گی؟؟"

"تو موزے پہن لو نگا۔۔۔ وہ ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں اپنا مذہب اتنا عزیز ہے۔۔۔؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"اس سے بھی زیادہ۔۔۔" اور وہ مسکرا دیا تھا، ایلف نے اسکی مسکراہٹ کے سامنے خود کو بے بس پایا تھا۔

ایک شہزادہ ہے سرد مزاج سما کہانی میں"

ایک شہزادی ہے جو دل سے اس پر مرتی ہے

ساٹنس" اور "فلسفی آف ساٹنس" میں فرق،"

"ملحدوں اور دہریوں کے مکرو فریب میں یہ سب سے بڑا مکر ہے جو یہ لوگ سادہ لوح انسانوں کا ایمان بگاڑنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ "فلسفی آف ساٹنس" کو "ساٹنس" بنانے کرتے ہیں۔ یہ "لوہے" کو "سوئے" میں ملا کر سونے کا تاثر دے کر بیچتے ہیں۔"

"ساٹنس" اور چیز ہے اور "فلسفی آف ساٹنس" اور چیز ہے۔ پیور ساٹنس نہ تو خدا کا انکار کرتی ہے اور نہ ہی اثبات۔ البتہ خدا کے اثبات کی ایک علامت ضرور ہو سکتی ہے۔ اس لیے "پیور ساٹنٹس" کبھی بھی دہریہ نہیں ہو گا بلکہ یا تو خدا کا اثبات کرے گا جیسا کہ اکثر کام عالمہ ہے، یا پھر عاجزی کا اظہار کرے گا کہ مجھے نہیں معلوم، یا یہ ساٹنس کی ڈو میں نہیں ہے۔

اس کے بر عکس "فلسفی آف ساٹنس" نے الحاد ہے، جو ساٹنس کے نام سے پڑھا پڑھایا جا رہا ہے۔ "فرزکس" کہ جس کالیبارٹی میں اثبات کیا جاتا ہے، وہ پیور ساٹنس کا ڈو میں ہے اور "نظریاتی فرزکس" کے اکثر مباحث "ظن و تھیمن" سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔

نظریاتی سائنس "میں جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے، وہ سائنس کامد ہبی ورژن ہے، وہ سائنس فکشن ہے، جسے ماننے کے لیے سائنسدانوں پر اس سے زیادہ ایمان لانا پڑتا ہے" کہ جتنا کسی نبی اور رسول پر ایمان لانے کا مطالبہ ہے۔

اس لئے ملدوں سے گزارش ہے کہ اپنی فلاسفی آف سائنس کو اپنے پاس سنبھال کر رکھیں۔۔۔ اسے سائنس بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔" اسکی جسے میں کی گئی تقریر نے آگ لگادی تھی۔ یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس دھڑا دھڑا النور جوائن کر رہے تھے۔۔۔ لوگ سچ کی تلاش میں نکل پڑے تھے۔۔۔

کچھ ملدا پنے سوالوں الجھ کر رہے گئے تھے وہ لوگوں کو انکے طریقے سے ڈیل کر رہا تھا۔  
اسکے پاس سائنس سے متعلق جواب ہوتا تھا۔

سٹوڈنٹس نے اپنے مذہب کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ اور وہ حیران رہے گئے تھے جب انہوں نے اسے ہر چیز سے آگے پایا تھا۔

"تم کہتے ہو کہ خدا سے زیادہ علم کسی کے پاس نہیں تو آج میں تمہیں بتاتا ہوں کہ سائنس کس طرح خدا کو پچھے چھوڑ رہی ہے" جیسے ہی وہ ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوا اسے چیمبر والا لڑکا مل گیا تھا جو ملدا تھا جس سے بحث ہوئی تھی۔

"قرآن کریم کہتا ہے کہ کسی ماں کے رحم میں موجود بچے کی جنس صرف اللہ ہی کو معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اب سائنس ترقی کر چکی ہے اور ہم آسانی الٹراسونوگرافی کے ذریعے سے جنین کی جنس کا تعین کر سکتے ہیں۔ کیا یہ آیت قرآنی میڈیکل سائنس سے متصادم نہیں۔۔۔؟؟" روحان نے سنجیدگی سے اسکا سوال سناتا۔  
اور پھر بولنا شروع کیا۔

"بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف اللہ ہی رحم مادر میں جنین کی جنس کو جانتا ہے، اس سلسلے میں قرآن مجید کہتا ہے: "بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ جو کچھ ماوں کے پیٹوں میں ہے۔" (سورۃ لقمان 31 آیات 34)  
اس طرح کا ایک پیغام مندرجہ ذیل آیت میں دیا گیا ہے:

"اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے۔ اور ارحام کی کمی بیشی بھی، اور اس کے ہاں ہر چیز کی مقدار (مقرر) ہے۔  
(سورۃ الرعد 13 آیت 8)

الٹراسونوگرافی سے جنس کا تعین: موجودہ سائنس ترقی کر چکی ہے اور ہم الٹراسونوگرافی  
(Ultrasonography)

کی مدد سے حاملہ خاتون کے رحم میں بچے کی جنس کا تعین آسانی کر سکتے ہیں۔

قرآن اور جنین کی جنس: یہ درست ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کے متعدد تراجم اور تشریحات میں یہ کہا گیا ہے کہ رحم مادر میں موجود بچے کی جنس کیا ہے۔ لیکن اگر آپ اس آیت کا عربی متن پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ انگریزی کے لفظ جنس (Sex)

کا کوئی تبادل عربی لفظ استعمال نہیں ہوا۔ درحقیقت قرآن کریم جو کچھ کہتا ہے، وہ یہ ہے کہ ارحام میں کیا ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ بہت سے مفسرین کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اس سے یہ مطلب لیا کہ اللہ ہی رحم مادر میں بچے کی جنس سے واقف ہے۔ یہ درست نہیں، یہ آیت جنین کی جنس کی طرف اشارہ نہیں کرتی بلکہ اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ رحم مادر میں موجود بچے کی نظرت کیسی ہوگی۔ کیا وہ اپنے ماں باپ کیلئے با برکت اور با سعادت ہو گا یا باعثِ رحمت ہو گا؟ کیا وہ معاشرے کے لیے باعثِ رحمت ہو گا یا باعثِ عذاب؟ کیا وہ نیک ہو گا یا بد؟ کیا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟

ان تمام باتوں کا مکمل علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے، دنیا کا کائی سامنہ دان، خواہ اس کے پاس کیسے ہی ترقی کے آلات کیوں نہ ہوں، رحم مادر میں موجود بچے کے بارے میں کبھی ان باتوں کا صحیح جواب نہیں دے سکے گا۔"

روحان کو بولتے دیکھ کر بہت سے سٹوڈنٹس انکے گرد جمع ہو گئے تھے انہیں روحان کو سننا اچھا لگتا تھا۔

"ابتدائی مرافق میں جب نطفہ اور علقہ رحم مادر میں ہوتا ہے تو کوئی سامنہ دان بھی اس کا تعین نہیں کر سکتا کہ اس کی جنس کیا ہے۔ پھر آلات کے ذریعے سے معلوم کرنا تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی آپریشن کر کے کہے کہ مجھے اس کی جنس معلوم ہو گئی ہے، حالانکہ یہ اسباب کے بغیر معلوم کرنے کی نفی ہے۔ اور ایسے واقعات بھی سننے میں آئے ہیں کہ ڈاکٹر کی روپورٹ کے خلاف نتیجہ نکلا ہے، یعنی ڈاکٹری روپورٹ حقی اور یقینی نہیں

امید ہے آپ سمجھ گئے ہونگے راستہ دیکھئے میری کلاس کا وقت ہو رہا ہے" وہ ایکسیوز کرتا سٹوڈنٹس کے ہجوم سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"تم اسکا مقابلہ نہیں کر سکتے ایڈیٹ۔" ایسی جانے کہاں سے وارد ہوئی تھی اور اس لڑکے کو کندھے زور دار ٹکر مارنے کے بعد روحان کے پیچھے بھاگی تھی۔

سٹوڈنٹس میں ایک بار پھر ہلچل سی بیچ گئی تھی۔

تجھ سے جو دھیان کا تعلق ہے

پکے ایمان کا تعلق ہے

میری چپ کا تیری خاموشی سے

روح اور جان کا تعلق ہے

تو سمجھتا ہے میرے لمحے کو

اور یہ مان کا تعلق ہے

تجھ سے میرے خیال کارشنا

یعنی وجود ان کا تعلق ہے

توور ہتا ہے دل میں یوں جیسے

گھر سے سامان کا تعلق ہے

روحان نے اپنے آپ کو بہت مصروف کر لیا تھا صبح ڈیپارٹمنٹ پھر النور اور پھر لیب، وہ سارا دن مصروف رہتا تھا۔ لیکن ایک بھی پل ایسا نہیں تھا جب اسے حامم کا خیال نہیں آتا تھا۔

وہ تھک ہار کر رات کو جب سونے لیتتا تھا تو آنکھوں کے پردے پر چھم سے اتر آتی تھی کبھی کبھی اسکو سوچنا اچھا لگتا تھا۔ ابھی وہ بھی اسی کے خیالوں میں گم تھا جب دروازے پر ہونے والی دستک نے اسکی تہائی میں خلل ڈالا۔ روحان نے آنکھیں کھولیں تو سبیل کھڑا تھا۔ پورے لندن کو ہلانے کے بعد محبت کا دیوتا ادھر آرام فرمرا ہے کمال ہے۔۔۔ سبیل نے اسے چھپرا تھا۔

”آجاؤ اندر۔۔۔“ روحان کے بلانے پر وہ اندر آیا تھا۔

”سارا دن کہاں غائب ہوتے ہو نظر ہی نہیں آتے۔۔۔؟؟“ سبیل اب بے تکلفی سے پوچھ رہا تھا۔ ”ادھر ہی ہوتا ہوں جانا کدھر ہے۔۔۔“ روحان نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

”میں تمہیں سمجھانا نے آیا ہوں تم بہت تیز جا رہے ہو شہزادے اپنی رفتار تھوڑی آہستہ کرو یہ لندن ہے۔۔۔ سبیل نے سنجیدہ لمحے میں کہا تھا۔ جبکہ روحان اسکی بات سن کر چونکا تھا۔

”کیا کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔۔۔“ روحان بھی سنجیدہ ہو چکا تھا۔

”محجھے لگتا تھا شاید تم جانتے ہو خیر تمہیں ہر چیز پر نظر رکھنی چاہیے اور مذہبی کمیونٹیوں سے دور رہنا چاہیے۔۔۔ لیکن کیوں۔۔۔؟؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”تمہاری مذہب کے متعلق کی گئی تقریر نے لوگوں کو جھنجنگوڑ کر رکھ دیا ہے، بہت سی یہودی اور عیسائی مذہبی کمیونٹیاں ایکٹو ہو چکی ہیں تم اُنکی نظروں میں آگئے ہو۔۔۔

”لیکن میں نے کچھ غلط نہیں کیا جو کیا ٹھیک کیا۔۔۔“ وہ ابر واپکائے پوچھ رہا تھا۔

”دیکھو روحان میں تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں یہ پاکستان نہیں ہے اور نہ ہی ایک اسلامی ریاست ہے تمہاری وجہ سے بہت سے سٹوڈنٹس اور بہت سے لوگ اپنے عقیدے سے ہٹ رہے ہیں لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔۔۔“ سبیل سے سادہ لمحے میں کہنا شروع کیا۔

”تو اس میں غلط کیا ہے؟؟“ روحان کے چہرے پر ابھجن تھی۔

”اگر تم ایک غیر اسلامی ریاست میں آ کر وہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرو گے اور انکے مذہبی عقیدے کو کمزور ثابت کرو گے تو حکومت تمہیں غلط ہی سمجھے گی۔“ سبیل اسے سمجھانا چاہتا تھا۔

”میں اسلام کی طرف راغب نہیں کر رہا کسی کو۔۔۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اسلام کی تبلیغ کر سکوں میں بس لوگوں کی الجھنیں دور کر رہا ہوں لوگ خود سچائی کی تلاش میں نکل پڑے ہیں۔ اور ویسے بھی ڈاکٹر باسط عرصہ دراز سے یہ کام کر رہے ہیں انہیں تو کبھی کسی نے کچھ نہیں کہا تو پھر میں کیوں۔۔۔؟؟“ کیونکہ تمہارا تعلق یونیورسٹی سے ہے تمہیں نوجوان طبقہ فالو کر رہا ہے یہاں کی مذہبی کمیونٹیوں کو لوگ رہا ہے کہ تم انکی نوجوان نسل کو گمراہ کر رہے ہو جو نوجوان اسلام قبول کر رہے ہیں وہ اس ملک کا مستقبل ہیں۔۔۔ اگر ایسا چلتا رہا تو یقیناً دوسرا مذاہب کو بہت نقصان ہو گا۔۔۔

”تو تمہیں لگتا ہے میں یہ سب غلط کر رہا ہوں۔۔۔؟؟“ روحان جاچختی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

”ہاں۔۔۔ شاید تم یہاں جس کام کیلئے آئے وہ کرو اور واپس جاؤ۔۔۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد سبیل نے جواب دیا تھا۔ اسکا جواب سن کر روحان نے ایک سرد آہ بھری تھی۔ اسے سبیل کی سوچ پر افسوس ہو رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں چیمبر جانا چھوڑ دوں گا۔" "روحان سمجھ گیا تھا۔ وہ یونیورسٹی کو اب صرف اپنی پڑھائی کیلئے رکھنا چاہتا تھا۔" اور وہ ایلف آسکر؟ تم جانتے ہو وہ کون ہے؟ یہاں کہ میسر کی بیٹی ہے۔ اگر اسکے باپ کو بھنک بھی پڑی ناکہ تم اس میں دلچسپی لیتے ہو یا وہ لیتی ہے تو یقیناً وہ تمہیں یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ لندن سے بھی نکلوادے گا۔" سبیل اسے تنیپہر کر رہا تھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ مجھے ایلف میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔" "روحان نے دوٹوک جواب دیا تھا۔" جانتا ہوں تم ڈرتے نہیں ہو یہی تو سارا مسئلہ ہے اور یہی میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں کہ تھوڑا خوف رکھ یہاں کامنہ بھی ما فیا بھی بہت مضبوط ہے کب کیا کر دیں کچھ پتا نہیں چلتا۔" سبیل ٹھیک کہہ رہا تھا لیکن کسی کے ڈرسے وہ اپنے مقصد سے پچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔ اسے انور سنجھا نا تھا۔ اور ابھی تو وہ انور کا

Head

بھی نہیں بنا تھا۔ ابھی تو وہ صرف ایک سٹوڈنٹ تھا۔ لوگ پہلے ہی ڈر گئے تھے۔

"دیکھو روحان میں چاہتا ہوں کہ تم خوش رہو۔ تمہاری زندگی میں کبھی کوئی مسئلہ نہ ہو اور ایسا تجھی ہو گا جب تم لوگوں کی نظر میں نہیں آؤ گے۔" سبیل اسکا خیر و خواہ تھا۔

میں آئندہ احتیاط کروں گا۔" "روحان اسکی بات سمجھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"اچھی بات ہے۔ مجھے تم سے سمجھداری کی امید تھی" سبیل کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔

اگلے دن روحان یونیورسٹی گیا تو عجیب ہی سماں تھا۔ سٹوڈنٹس کا ہجوم اسکی طرف پکا تھا۔

"روحان تم فکر مت کرنا ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔" ایکی پر عزم تھی۔

"کیا ہوا۔؟" روحان نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا تمہیں نہیں پتا۔؟" ایکی چونکی۔

"ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ یہ غلط ہے۔" ایک اور لڑکا روحان کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اور سب لوگ یہاں کیوں جمع ہیں۔؟" سٹوڈنٹس کا ہجوم ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ پر موجود تھا۔

"شاید تمہارے علم نہیں ہے ڈیپارٹمنٹ والوں نے تمہیں دس دن کیلئے یونیورسٹی سے معطل کر دیا ہے۔" ایکی نے گویا دھماکہ کیا تھا۔

"لیکن کیوں۔؟" روحان کے چہرے پر اچھن تھی۔

"انکا کہنا ہے کہ تم نے چیمبر میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی ہے جو سراسر قوانین کے خلاف ہے۔" ایکی نے بتایا۔

"لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا میں نے تو بس کچھ سوالوں کے جواب دیے تھے اور سر ایلیبس جانتے ہیں وہ تبلیغ میں نہیں آتا۔" روحان کو حیرت ہو رہی تھی دو دن کے اندر کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

"ا! روحان تمہیں پروفیسر ایلیبس نے بلا یا ہے لیکن تم پریشان مت ہونا ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔"

ایلف سنجیدہ سی انکی طرف بڑھی تھی۔

"تم سب لوگ کلاس میں جاؤ میں پروفیسر سے بات کرتا ہوں اور یہ میرا مسئلہ ہے میں خود سنبھال لوں گا تم لوگ یونیورسٹی کا ماحول مت خراب کرو۔" روحان نے سٹوڈنٹس کو سمجھایا تھا۔ وہ انہیں وہاں چھوڑ کر پروفیسر ایلیبس کے جو کہ چیمبر کے صدر تھے انکے آفس کی طرف بڑھا تھا۔

"کیا میں وجہ جان سکتا ہوں کہ میرے ساتھ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟؟" وہ سنجیدہ لبجے میں پروفیسر ایلیبس سے سوال کر رہا تھا۔

"تم نے قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔" پروفیسر ایلیبس سپاٹ لبجے لئے کہہ رہے تھے۔

"لیکن پروفیسر آپ اچھے سے جانتے ہیں میں نے بس کچھ سوالوں کے سامنے ہو والے سے جواب دیے تھے میں تبلیغ کرنے نہیں آیا یہاں اور اگر ایسا تھا تو آپ مجھے پہلے دن کہہ سکتے تھے کہ میں آئندہ مذہب پر بات نہ کروں۔" روحان ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"تمہیں پتا ہوا چاہیے تھا لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا، تم نے قوانین توڑے ہیں اور اب بھی تم دیکھ رہے ہو تمہاری وجہ سے یہاں کا ماحول کتنا خراب ہو چکا ہے سٹوڈنٹس باغی ہو رہے ہیں۔"

یہ پروفیسر نہیں تھے جو چیمبر میں پائے جاتے تھے۔

"میں معذرت کرتا ہوں پروفیسر باہر جو ہو رہا ہے مجھے قطعاً اسکا علم نہیں تھا مجھے ابھی پتا چلا اور شاید آپ لوگ ایک خود ایک قانون توڑ رہے ہیں آپ جانتے ہیں کسی بھی سٹوڈنٹ کو معطل کرنے سے پہلے اسے دارن کیا جاتا ہے لیکن مجھے دارن نہیں کیا گیا۔ مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا۔" روحان بری طرح سے سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"مسٹر چارلس کا کہنا ہے کہ انہوں نے تمہیں دارن کیا تھا۔ لیکن تم نے انکی بات نہیں سنی۔"

یہ سراسر جھوٹ ہے پروفیسر ایسا کچھ نہیں ہوا۔" روحان جھنگھلا گیا تھا۔

"ویلیچ جھوٹ کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا اب فیصلہ ہو چکا ہے تمہیں اسکا احترام کرنا ہو گا۔"

انکی بات سن کر روحان کو انتہا کا غصہ آیا تھا۔ لیکن وہ خود پر ضبط کر گیا تھا۔ سبیل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ یہاں جو ہو رہا تھا سمجھے سے باہر تھا۔

روحان کو حیرت ہو رہی تھی کسی نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے آفس سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ کوئی بد مزگی نہیں چاہتا تھا۔ کچھ نا کچھ تو ایسا ضرور چل رہا تھا جس سے وہ بے خبر تھا۔

روحان بہت مشکل سے سٹوڈنٹس کو سمجھا بجھا کر یونیورسٹی سے واپس آگیا تھا۔ سٹوڈنٹس اس زیادتی کے خلاف تھے جو ڈیپارٹمنٹ والوں نے روحان کے ساتھ کی تھی لیکن روحان نہیں چاہتا تھا کہ سٹوڈنٹس ڈیپارٹمنٹ کے خلاف کھڑے ہوں۔

ایکی چاہتی تھی کہ ڈیپارٹمنٹ والوں کے خلاف یونیورسٹی کی

Justice court FOR STUDENTS

میں کیس درج کر دیا جائے۔ لیکن وہ منع کر آیا تھا۔ اسکے ساتھ جو ہوا تھا اسے سمجھنے کیلئے روحان کو کچھ وقت چاہیے تھا۔  
وہ سوچنا چاہتا تھا

اور ایسا تاب ہوتا جب اسکا دماغ ٹھنڈا ہوتا اسی لئے وہ یونیورسٹی سے نکل آیا تھا۔ اور اب اسکا رخ النور کی طرف تھا۔

النور میں ماہنہ ہونے والا جلسہ منعقد تھا اور روحان سب سے آگے تھا وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

"میرا آپ سے سوال یہ ہے کہ میں قرآن کو انگریزی میں پڑھا ہے قرآن میں کہیں بھی نہیں لکھا ہے کہ گانا بجانا اور موسمی حرام ہے پھر اسلام میں حرام کیوں ہے؟؟" سوال ایسا تھا جس نے روحان کو اندر تک چیر کر کھدیا تھا وہ خود زندگی کے باعث سے چوبیس سال تک اس چیز سے منسلک رہا تھا۔ ایک ہی پل میں ماضی کی پوری فلم اسکے ذہن میں گھوم گئی تھی۔

"آپ نے درست کہا۔ قرآن پاک میں موسمی کے متعلق کوئی آیت نہیں ہے البتہ اللہ ایک جگہ پر فرماتے ہیں کہ، "لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو لغوباتوں کو مول لیتے ہیں تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے مذاق بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسول کا ن عذاب ہے" "سورہ القمان

جمہور صحابہ و تابعین اور عام مفسرین کے نزدیک لہو الحدیث عام ہے جس سے مراد گانا بجانا اور اس کا ساز و سامان ہے اور ساز و سامان، موسمی کے آلات اور ہروہ چیز جو انسان کو خیر اور بھلائی سے غافل کر دے اور اللہ کی عبادت سے دور کر دے۔ اس میں ان بد بخشوں کا ذکر ہے جو کلام اللہ سننے سے اعراض کرتے ہیں اور ساز و سامان کو خیر اور گانے وغیرہ خوب شوق سے سنتے اور ان میں دلچسپی لیتے ہیں۔ خریدنے سے مراد بھی یہی ہے کہ آلات طرب و شوق سے اپنے گھروں میں لاتے ہیں اور پھر ان سے لطف اندوڑ ہوتے ہیں۔

اسی طرح اسلام میں قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی بڑا درجہ حاصل رہا ہے۔

رسول پاک ﷺ فرمایا " ہروہ چیز جو انسانی دماغ کے نارمل تسلسل میں خلل پیدا کرے وہ حرام ہے " اب ان چیزوں میں شراب، موسمی، گانا بجانا، ایسے قصہ و واقعات جو انسانی ذہن کو غلط سمت میں بھٹکائیں اور اسکے ساتھ ساتھ ایسا ادب یا ناول۔۔ جو غاشی و بے حیائی سے بھر پور ہوں سب شامل ہیں۔"

"لیکن ان سب چیزوں کو حرام کیوں قرار دیا گیا ہے۔۔ وجہ کیا ہے؟؟"

وہ دوسرا سوال پوچھ رہا تھا۔

"ا بھی میری بات پوری نہیں ہوئی اگر آپکو معلوم ہو تو آپ نے سنا ہو گا کہ اسلام دف (موسمی کا آلہ) بجائے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اس پر آپ وہ الفاظ گا سکتے ہیں جو لغونہ ہوں۔ اور ہا آپ کا سوال کہ منع کیوں گیا ہے تو اسلام میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ جسکی معافی نہیں ہے۔

جب انسان یہ جان خیز موسمی سنتا ہے اور گاتا ہے تو اسکا دماغ نارمل تسلسل سے نہیں چلتا اور ایسا ہی کچھ شراب پی ہو کر ہوتا ہے۔

آپ نے آج کل کے گانوں پر غور کیا ہو گا جن میں ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو قابل مذمت ہیں

کہیں پر محبوب کو خدا کہا جاتا ہے اور کہیں پر اسے سجدہ کرنے کی بات کی جاتی ہے جو کہ شرک ہے اس گناہ سے بچنے کیلئے ان چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے۔۔ وہ نہیں چاہتا کہ اسکے بندے جذبات میں بہہ کر کوئی ایسا گناہ کرے جسکی معافی نہ ہو یہ وجہ ہے منع کرنے کی۔"

"میں مسلمان ہوں اور میں ایک شاعر ہوں۔ جب سے میں دین کی طرف متوجہ ہوا ہوں میں نے فخش شاعری لکھنا بند کر دی ہے۔۔ میری بیوی چاہتی ہے کہ میں اسکے لئے کچھ لکھوں اور گنگناؤں۔۔۔ کیا ایسا کرنا گناہ ہو گا۔؟؟" ایک شخص نے سوال کیا تھا۔ روحان نے غور سے اسکی بات سنی تھی۔

"پہلی بات تو یہ کہ دف بجانے کی اجازت دی گئی ہے۔۔۔ لیکن یہ جان خیز موسیقی اور لغو باتوں سے منع کیا گیا ہے۔۔۔ بیوی کو خوش رکھنا آپ کا فرض ہے۔۔۔ آپ انکے لئے کچھ لکھ سکتے ہیں لیکن خیال رہے وہ شرک کے زمرے میں نہ آتا ہو۔۔۔"

آپ انہیں گنگنا کر سنا سکتے ہیں لیکن خیال رہے آپ کی آواز کوئی اور عورت نانے جو نامحرم ہو اور پھر آپ کی طرف مائل ہو، اسلام نے کچھ حدود طے کی ہیں آپ ان سے باہر نہ نکلیں۔ باقی آپ اپنی بیوی کو خوش رکھنے کیلئے ہر جائز کام کر سکتے ہیں۔"

وہ خود کتنے دنوں تک تڑپتا رہا تھا جب وہ اپنے گاؤں کو مختلف چینیز پر چلتے دیکھتا تھا۔ اس نے سرچ کر کے ہر وہ چینیل ہر وہ سائنس نکالی تھی جہاں اسکے گانے موجود تھے۔ حشام کی مدد لے کر چینیل والوں سے بات کر کے اس نے اپنے گانے بند کروائے تھے۔ بہت کچھ وہ خود ختم کر چکا تھا۔ لیکن پھر بھی یہ خیال اسے سکون نہیں لینے دیتا تھا کہ لوگ خاص طور پر لڑکیاں اسکی آواز کی دیوانی تھیں۔ عرصہ پہلے اس نے یہ گناہ چھوڑ دیا تھا۔ اگر وہ کچھ گنگنا تھا تو بھی اکیلے میں اور اس لڑکی کیلئے جو موجود نہیں تھی لیکن کبھی اس نے کوئی غلط خیال اپنے ذہن میں آنے نہیں دیا تھا جس سے وہ گناہ گار کھلاتا۔

شام نے شہر میں اپنے خوبصورت پر پھیلائے تھے۔ موسم اچانک ہی ابر آلود ہوا تھا بادلوں کی گرج و چمک کی آواز سے ایلف کا ایلف کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ وہ اسلامی چینیل پر چلنے والی روحان کی ویڈیو دیکھ رہی تھی جو کل کی تھی۔ یونیورسٹی میں اسکی کمی کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا تمام سٹوڈنٹس اسکے ساتھ ہوئی نا انصافی پر غصہ تھے۔ وہ خود اسے ہر جگہ محسوس کرتی تھی

اچانک وہ چونکی تھی اور لپک کر اپنے کمرے کی کھڑکی کی طرف بڑھی جو باہر سڑک کی جانب کھلتی تھی۔ اسکی لائن میں دونوں طرف گھر تھے اور درمیان میں گلی تھی جو صرف نام کی گلی تھی لیکن حقیقی طور پر وہ ایک بہت کثا دہ سڑک تھی۔ ہر گھر کے سامنے لان تھا جو چاروں طرف سے باڑ میں قید تھا۔ ایلف نے کھڑکی سے گردان باہر نکال کر لائن کے آخر میں موجود روحان کے گھر کی طرف دیکھا تھا۔ بارش نے آہستہ آہستہ لندن کو بھی گناہ شروع کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد توقع کے عین مطابق اسے روحان آتاد کھائی دیا تھا۔ اس نے بر ساتی کوٹ پہن رکھا تھا۔ ایلف کو امید تھی وہ ضرور باہر آئے گا، اسکے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جسے وہ غور سے دیکھ رہا تھا۔ ایلف نہیں جانتی تھی وہ صرف کاغذ نہیں تھا روحان کیلئے سب کچھ تھا۔

وہ غور سے نکاح نامے کو دیکھ رہا تھا، سب ایک ڈرامہ ہی سہی لیکن اس ڈرامے نے حامم کو اس سے جوڑا تھا اور اسے یہ جوڑ پسند آیا تھا۔ بارش تیز ہوئی تو اس نے نکاح نامے کو تہہ کر کے اپنی جیکٹ کی اندر والی جیب میں ڈالا تھا وہ اسکے دل کے بہت قریب تھا۔ ایلف غور سے اسکی ہر حرکت کو نوٹ کر رہی تھی۔

"مہرو یہ دیکھو یہاں بارش کتنی پیاری لگ رہی ہے۔۔۔" حامم کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ روحان کرنٹ کھا کر پلٹا تھا۔ وہ اب ہنس رہی تھی اور بچوں کی طرح مہرو کے ساتھ کاغذ کی کشتیاں جن پر انکا نام لکھا ہوا تھا بنا کر پانی میں چھوڑ رہی تھی "حامم۔۔۔" وہ اس آواز کے پیچے بھاگا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ روحان نے ایک بار پر خود کو فنا ہوتے محسوس کیا تھا۔ تھک ہار کر اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے تھے۔ آواز آنا بند ہو گئی تھی۔ البتہ بارش جاری تھی۔ جسکا حامم سے گہرا تعلق تھا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر آسمان کو دیکھا تھا۔ بارش کی بوندیں اسکے چہرے پر گری تھیں۔

بار شیں جب اچانک ہوئیں"

تو لگا تم شہر میں ہو

وہ دھیمی آواز میں گنگنا یا تھا۔

رات بھر پھر وہ جب نہ رکیں ”

تو لگا تم شہر میں ہو

ایل ف اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ آر جے تھا وہ یہ بھی جانتی تھی اسکے لب کچھ گلنار ہے تھے لیکن وہ نہیں جانتی تھی وہ کس کو یاد کر کے گلنار ہتا۔

کہیں اک ساز ہے گونجی ”

تیری آواز ہے گونجی

میری خاموشیوں کو کر دے

اب بیال

تیرے بن بے وجہ سب ہے

تو اگر ہے تو مطلب ہے

نہیں تو ٹوٹا سا دھورا

کارواں

وہ روحان کو بہت شدت سے یاد آئی تھی وہ اسے بھولنا بھی چاہتا تو ایسا ممکن نہیں تھا۔

شام پھر خوبصورت ہوئی ”

تو لگا تم شہر میں ہو

دور ہو کر بھی نظروں سے تم

ہر لمحہ ہر پھر میں ہو

وہ اکیلا بھیگی سڑک پر دھمکی آواز میں گنگنا تا اسکی نظروں سے او جھل ہو گیا تھا ایلیف نے اسے دور تک جاتے دیکھا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر کھڑکی سے ہٹ گی تھی۔ اسکے جانے کے بعد ایلیف کو محسوس ہوا تھا کہ وہ خود بھی بھیگ چکی تھی۔ کتنی عجیب بات ہے کبھی کبھی انسان کسی دوسرے میں اتنا مگن ہو جاتا ہے کہ اسے کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ یہ پاگل پن انسان سے عجیب و غریب کام کرواتا ہے۔ جیسے کچھ دیر پہلے روحان حامم کو سوچتے ہوئے بارش میں بھیگ رہا تھا۔ ویسے ہی وہ خود اسے دیکھنے میں مگن ہو کر خود بھیگ چکی تھی۔ روحان جیل، ایلیف آسکر کیلئے ایک معہ تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر اسکے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ آرجے سے روحان جیل بننا۔ یہ وہ جاننا چاہتی تھی اور اسے امید تھی وہ ضرور جان لے گی۔

وہ دریائیے ٹیمز کے کنارے پر بیٹھا تھا جب ایلیف اسے ڈھونڈتے وہاں پہنچی تھی۔  
”مجھے امید تھی تم یہاں ملوگے۔“ وہ اسکے پاس بیٹھ چکی تھی۔

”ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ ڈیپارٹمنٹ والوں نے کسی کو معطل کیا ہوا اور سٹوڈنٹس پانچ دنوں کے اندر ہی اسے پوری یونیورسٹی کو ہلا کر اسے واپس لے آئیں۔“ اسکی بات سن کر روحان چونکا تھا۔  
”ہاں۔۔۔ تمہیں واپس بلا یا گیا ہے ایسی نے سٹوڈنٹس کی عدالت میں تمہارا کیس درج کیا تھا۔ جانچ پڑھا کہ تم بے قصور ہو۔“ ایلیف نے اسے دیکھتے ہوئے بتایا۔

”پروفیسر ایلیبس تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ عدالت میں جو پروفیسر زبطور نج فیصلہ سناتے ہیں انہوں نے پروفیسر ایلیبس کو بلا کر اچھی خاصی باتیں سنائی ہیں اور میں جیران ہوں ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔“  
”انکا کہنا ہے پروفیسر ایلیبس نے بنا تحقیق کئے اپنا فیصلہ سنایا انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اور پروفیسر جسٹن نے تمہاری گواہی دی ہے کہ تم نے ایسا کچھ غلط کام نہیں کیا۔“ آج تو ایلیف اسے جیران کر رہی تھی۔

”اس میں پروفیسر ایلیبس کا کوئی قصور نہیں تھا۔“ روحان بولا تو ایلیف نے جیرت سے اسے دیکھا۔  
”فیصلہ انہوں نے سنایا تھا جو کہ غلط تھا۔“  
”کیا پتا نہیں اس کام کیلئے مجبور کیا گیا ہو۔“

روحان نے پراسرار لبھ میں کہا تھا جسے ایلیف سمجھ نہیں پائی تھی۔  
”خیر قصور کسی کا بھی ہو میں خوش ہوں کہ تم بے قصور ہو اور اب واپس آچکے ہو۔“ وہ مسکرائی تھی۔ جبکہ روحان کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔

”تم یونیورسٹی ہلانے آئے ہو یا لندن فتح کرنے۔۔۔؟“ ایلیف نے عجیب سے لبھ میں پوچھا تھا۔ اس سے پہلے روحان کوئی جواب دیتا اس نے پھر سے بولنا شروع کیا۔

"میں آج تک دنیا میں بس ایک انسان سے متاثر ہوئی تھی میں اسکی بہت بڑی مدد تھی الیگزینڈر جانتے ہو اسے؟ جو بیس سال کی عمر میں بادشاہ بننا تھا اور 33 سال کی عمر میں مر گیا۔ اس نے سترہ لاکھ مرلع میل رقبہ فتح کیا تھا۔ دنیا نے اسے بادشاہ سکندر اعظم کا خطاب دیا تھا۔ اور مجھے لگتا ہے کہ تم بنائی ہتھیار اور فوج کے دنیا فتح کرنے نکلے ہو۔"

تم نے پورے لندن کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ تم نے لوگوں کو چونکے پر مجبور کر دیا ہے کمال ہے۔۔۔" ایلف واقعی حیران تھی۔

"تم نے صرف الیگزینڈر یعنی سکندر اعظم کے بارے میں سنا ہے لیکن ایک اور شخص ایسا گزر ہے جو حقیقت میں بادشاہ کے خطاب کا حقدار ہے لیکن وہ مسلمان تھا شاید اس لئے دنیا نے اس پر غور نہیں کیا۔ اور اسی وجہ سے آج کی نوجوان نسل کو خاص توغیر مسلم کو الیگزینڈر دی گریٹ تویاد ہے لیکن وہ عظیم ہستی کا نہیں پتا۔"

"کیا واقعی۔ کون تھا وہ۔۔۔؟؟" ایلف حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ الیگزینڈر بادشاہ کا بیٹا تھا، اسے دنیا کے بہترین لوگوں نے گھڑ سواری سکھائیں، اسے اس طویلی سے استادوں کی صحبت ملی تھی اور جب وہ بیس سال کا ہو گیا تو اسے تخت اور تاج پیش کر دیا گیا، جبکہ اس کے مقابلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سات پشتومیں کوئی بادشاہ نہیں گزرا تھا، آپ بھی بکریاں اور اونٹ چراتے چراتے بڑے ہوئے تھے اور آپ نے تلوار بازی اور تیر اندازی بھی کسی اکٹھی سے نہیں سیکھی تھی۔۔۔"

سكندر اعظم نے آر گناہ زد آرمی کے ساتھ دس برسوں میں 17 لاکھ مرلع میل کا علاقہ فتح کیا تھا، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس برسوں میں آر گناہ زد آرمی کے بغیر 22 لاکھ مرلع میل کا علاقہ فتح کیا اور اس میں روم اور ایران کی دوست سپر پاؤر بھی شامل تھی۔۔۔

آج کے سیٹلیٹ، میزائل اور آبادوزوں کے دور میں بھی دنیا کے کسی حکمران کے پاس اتنی بڑی سلطنت نہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف گھوڑوں کی پیٹ پر فتح کرائی تھی، بلکہ اس کا انتظام و انصرام بھی چلایا تھا، الیگزینڈر نے فتوحات کے دوران اپنے بے شمار جرنیلوں اور جوانوں نے اس کا ساتھ چھوڑا، اس کے خلاف بغاوت بھی ہوئی اور ہندوستان میں اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار بھی کر دیا، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی ساتھی کو ان کے حکم سے سرتباہی کی جرات نہ ہوئی۔۔۔

الیگزینڈر نے 17 لاکھ مرلع میل کا علاقہ فتح کیا لیکن دنیا کو کوئی نظام، کوئی سسٹم نہ دے سکا، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا کو ایسے سسٹم دیے جو آج تک پوری دنیا میں راجح ہیں۔۔۔

ایک بار خود ہی فرمایا "میں اکثر سوچتا اور حیران ہوتا ہوں۔۔۔" عمر بدلتے گیا۔۔۔

آپ اسلامی دنیا کے پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے "امیر المومنین" کا خطاب دیا گیا۔۔۔

دنیا کے تمام مذاہب کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہے، اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت عدل ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیت ہیں جو اس خصوصیت پر پورا اترتے ہیں۔۔۔ آپ کے عدل کی وجہ سے آج دنیا میں عدل فاروقی ہو گیا۔۔۔

جن کے بارے میں مشرکین اعتراف کرتے ہیں کہ "اسلام میں اگر ایک عمر اور ہوتا تو آج دنیا میں صرف اسلام ہی دین ہوتا۔۔۔"

جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔۔۔"

اگر تم اسکے متعلق جانو تو تمہیں محسوس ہو گا کہ الیگزینڈر دی گریٹ بہت پچھے رہ جاتا ہے۔ ہماری بد قسمتی یہ کہ آج مسلمان اسلام سے بہت دور ہو چکے ہیں ورنہ مغربی سائنسدانوں کے کارنامے جو آج تم سنتی ہو انکی بنیاد رکھنے والے بھی مسلمان تھے۔ چونکہ وہ مسلمان تھے اس لئے بڑی چالاکی سے انکا نام اور کام صاف کر دیا گیا ہے۔

لیکن سچ تو سچ ہے اسے جھٹلایا نہیں جاسکتا

لیکن میں حیران ہوتا ہوں کہ مغرب کے لوگ مسلمانوں سے اتنے خوفزدہ کیوں ہیں۔۔۔؟؟ مسلمان بھی تو انسان ہی ہیں۔

"اب ایسی بھی بات نہیں میں تو نہیں ڈرتی۔۔۔"

ایف نے جان بوجھ کر منہ بنایا اور پھر مسکرا دی۔

"میری مثال دیکھ لو بھی میں نے کچھ بھی نہیں کیا اور لوگوں کو خوف محسوس ہونے لگا ہے مجھ سے۔۔۔ ایسا کیوں؟؟؟" روحان نے حقیقت بیان کی تھی۔ ایف لا جواب ہو چکی تھی۔

"جس ہستی کے متعلق تم نے بتایا ہے اگر وہ سچ ہے تو مجھے بہت خوشی ہو گی جب میں الیگزینڈر کا نام ٹاپ سے ہٹا کر دوسرے نمبر پر لکھوں گی۔۔۔ وہ مسکرائی تھی۔ تم اسلامی تاریخ سے واقع نہیں ہوا یلف اگر تم اسلامی تاریخ کو پڑھو اور جانو تو یقیناً مانوا لیگزینڈر عرف اسکندر اعظم کا نام تمہاری لست میں کہیں بھی نہیں رہے گا۔۔۔!!" وہ پر اعتماد لجھے میں کہہ رہا تھا جبکہ ایف بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

اسے یونیورسٹی میں واپس دیکھ کر بہت سے سٹوڈنٹس خوش ہوئے تھے۔ روحان حیران تھا اسے اندازہ نہیں تھا کہ سٹوڈنٹس اسے اتنا پسند کرنے لگے تھے۔ وہ بھی کچھ دنوں کیلئے اس ہنگامے دور رہنا چاہتا تھا۔ ابھی وہ سٹوڈنٹس کے درمیان گھر اس صورتحال پر سوچ رہا تھا جب اسے پروفیسر ایلیبس کا بلاوا آیا۔ وہ وہاں سے سیدھا پر فیسر ایلیبس کے آفس میں آگیا تھا۔

"تم جو کھیل کھیل رہے ہو نا وہ میں سب سمجھ رہا ہوں یہ تمہارا آخری موقع ہے اگر تھوڑی سی بھی غلطی کی تو تم بچ نہیں پاوے گے۔۔۔"

وہ کاٹ دار لجھے میں کہہ رہے تھے۔ روحان نے ابر واپکا کرنا نہیں دیکھا تھا وہ پروفیسر ایلیبس کو ٹھیک سمجھ رہا تھا لیکن یہاں معاملہ الٹ نکلا تھا۔

"جاوے اب یہاں سے اور دھیان رکھنا۔۔۔" روحان بنا کوئی جواب دیے واپس آگیا تھا۔ اسکا دماغ بری طرح سے گھوم گیا تھا۔

آج میرا

Birthday

ہے۔ کیا تم میرے ساتھ میری پسندیدہ بچھوں پر چلو گے۔۔۔" اس دن ہفتہ تھا۔ اسے صبح ایف کا میسح موصول ہوا تھا۔

"میں نہیں آسکتا۔۔۔ مجھے کام ہے۔۔۔" ابھی یہ الفاظ ٹاپ کر ہی رہا تھا کہ ایف کی گزارشیں شروع ہو گئیں۔

"پلیز روحان۔۔۔ پلیز۔۔۔" وہ منتین کر رہی تھی۔

"اوکے---" وہ کچھ سوچ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

باہر برف باری ہو رہی تھی۔ وہ موٹے اونی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ ایلف سفید رنگ کا موٹا وزنی اونی کوٹ پہنے برف کی ملکہ لگ رہی تھی۔

"Happy Birthday"

وہ اسے دیکھ کر مسکرا یا تھا۔

"بہت بہت شکریہ---" روحان کے ساتھ ایلف کو اپنا یہ دن بہت خاص لگ رہا تھا۔

وہ سب سے پہلے چرچ گئی تھی۔ روحان کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اسکے بعد اس نے اپنے پسندیدہ ہوٹل سے چائے پی تھی۔

"تمہارے لئے ایک سرپرائز ہے---" روحان نے چائے پیتے ہوئے کہا تھا۔ ایلف جیران ہائی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنا یہ دن اکیلے مناتی تھی۔ اسکا باپ کے پاس

اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اسکا یہ خاص دم مزید خاص بناسکے۔

"کیا واٹھی---؟؟" وہ جیران ہوئی۔

"ہاں چلو---" روحان اسے لے کر مطلوبہ جگہ پر تھا جو ایکی کا گھر تھا اور وہاں پر ایلف کیلئے سرپرائز پارٹی تھی۔ روحان مزید اسکے ساتھ اکیلے گومانا نہیں چاہتا تھا۔

اس لئے اس نے ایکی کو سب بتا کر پارٹی کا انتظام کروایا تھا۔

ایلف سب دیکھ کر جیران ہوئی تھی اور بہت خوش تھی۔ اسکی پوری کلاس وہاں موجود تھی۔

میں جو بھی رہا ہوں---"

"وجہ تم ہو۔--"

"زیج کیا تھا۔--"

اچانک ہی نقلی آر جے یعنی رونڈ جیکب نے گھٹا پر دھن چھیڑ دی تھی۔ روحان کا دل دھڑکا تھا۔ اسے وہ شام یاد آئی تھی جب اس نے یہ گانا گا کر حانم کو بری طرح سے زیج کیا تھا۔

وہ کچھ ذہن پلوں کیلئے اسکے ذہن سے اتری تھی کہ زمانے نے پھریا کر دیا۔ روحان کو اب وہ پارٹی فضول لگ رہی تھی۔ وہ سب کی نظر وہ سے بچتے ہوئے وہاں سے باہر نکل آیا تھا۔ لیکن اسے ایسا کرتے برف کی ملکہ نے دیکھ لیا تھا۔

"رک جاؤ روحان---" وہ اسکے پیچھے لپکی تھی۔

"پلیزر ک جاؤ---" ایلف سے بھاگا بھی نہیں جا رہا تھا۔ باہر برف نے سفید قلین بچا دیا تھا۔

نماچاہتے ہوئے بھی اسے رکنا پڑا تھا۔

"کیا ہوا---؟؟" وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں---" روحان کے لبھ میں سنجیدگی تھی۔

"مجھے کچھ کہنا ہے---" ایلف نے اپنا تنفس بحال کرتے ہوئے کہا۔

"جلدی بولو مجھے کچھ کام ہے---" وہ بے زار سا نظر آرہا تھا۔

"ویسے تم بہت تیز ہو میں یہ دن صرف تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی تھی اور تم نے۔۔۔ خیر مجھے بہت اچھا لگا سب بہت شکر یہ میرا یہ دن اتنا خاص بنانے کیلئے" وہ مسکراہی تھی اسکی آنکھوں میں ایک الوہی سی چمک تھی کچھ نرم گرم جذبوں کی رمق تھی۔

"کوئی بات نہیں کلاس فیلو کیلئے اتنا تو کیا جا سکتا ہے نا۔۔۔"

"کیا تم صرف مجھے کلاس فیلو سمجھتے ہو۔۔۔؟؟"

وہ حیران ہوئی۔ روحان خاموش رہا تھا۔ اسکی خاموشی سے ایلف کو تکلیف ہوئی تھی وہ اسکا جواب سمجھ چکی تھی۔

"اوکے۔۔۔ کوئی بات نہیں لیکن میں تمہیں بہت خاص سمجھتی ہوں اور بہت ہی خاص رشتہ بنانا چاہتی ہوں" وہ مسکراہی تھی۔ روحان چونکا تھا۔

"میں نہیں جانتی ایسا کب ہوا؟ کیوں ہوا۔۔۔؟ میں نے خود پر بہت ضبط کیا لیکن میں بے بس ہوں مسٹر جبیل۔۔۔ میں ہار گئی ہوں۔۔۔ ایلف آسکر نے زندگی میں پہلی

بار ہار مانی ہے۔۔۔ وہ دل و جان ست ہار گئی ہے۔۔۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ کب تم سے محبت ہو گئی۔۔۔ میں تمہیں بہت چاہتی ہوں روحان بہت

زیادہ" اسکا لہجہ جذبات کی آنچ سے دہک رہا تھا۔ روحان نے حیرت سے اسکی آنکھوں میں دیکھا اور پھر ایک سرد آہ بھر کر سر جھکا لیا۔

"جواب نہیں دیا تم نے؟؟" برف کی ملکہ برف کے قالین پر اپنے سامنے سر جھکائے کھڑے اس شخص سے پوچھ رہی تھی جو اپنے درد ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"پوری دنیا کے مشکل سوالوں کے مسکرا کر جواب دینے والا شخص میرے سامنے سر جھکائے کھڑا ہے۔ اچھا نہیں لگ رہا" وہ محبت کے دیوتا کو بولنے پر اکسار ہی تھی۔ شاید محبت کے دیوتا کا ضبط ٹوٹا تھا وہ مزید کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ایک نظر اپنے سامنے کھڑی برف کی ملکہ کو دیکھا تھا جو چیزبر آف ڈسکشن کے ساتھ ساتھ پورے لندن پر راج کرتی تھی لوگ اس سے جڑنا چاہتے تھے اور وہ محبت کے اس دیوتا کو جسکی محبت کی دیوی کی روٹھ چکی تھی اسے اپنا بنانا چاہتی تھی۔

محبت کے دیوتا نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تھا شدید دھنڈ میں روئی کے گالے ان دونوں کو چھو رہے تھے۔ اس نے ایک گہری سانس لی تھی اور پھر بنا کچھ کہے پلٹا اور جانے کیلئے قدم بڑھایا۔

"تم میرے سوال کا جواب دیئے بنا نہیں جا سکتے" برف کی ملکہ نے اسکا ہاتھ تھاما۔ وہ اسے جانے سے روک رہی تھی۔ برف کی ملکہ کا دل تیز دھڑک رہا تھا۔ وہ پلٹا اور گہری نظر اس پر ڈالی۔

"کیوں ڈرتے ہو دل نہیں توڑوں گی ہمیشہ ہر قدم پر ساتھ نہ جاؤں گی ایک بار میرا ہو کر تو دیکھو سارے دکھ بھلا دوں گی" برف کی ملکہ کے لبھ میں الچا تھی اسکی آنکھوں میں رد کیے جانے کا خوف تھا۔ محبت کا دیوتا اسکا درد سمجھ سکتا تھا۔ لیکن وہ بے بس تھا وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"جانتا ہوں تم ساتھ نہ جاؤ گی" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ اسکی یہ مسکراہٹ اسکی نازک جان لڑکی کی روح فنا کرتی تھی۔

"لیکن کچھ چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہوتیں" محبت کے دیوتا نے اسکے نازک ہاتھ سے، جو ٹھنڈ کی شدت کی وجہ سے برف بن چکا تھا، نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"لیکن" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"کچھ مت کہنا میں کسی کو بھی تکلیف نہیں دے سکتا مجھے جس کا ہونا تھا میں ہو چکا ہوں کسی اور کا ہونا میرے اختیار میں نہیں"

محبت کے دیوتا نے اس سے چپ رہنے کی التجاکی۔ برف کی ملکہ کو اسکے انکار پر اپنے رگوں میں خون منجمند ہوتا محسوس ہوا تھا۔ وہ اسے کھونہیں سکتی تھی۔ کسی قیمت پر بھی نہیں۔

لیکن۔۔۔ مم۔۔۔ میں "برف کی ملکہ کے ہونٹ پھٹ پھڑائے تھے۔

"شش۔۔۔" وہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے پھر سے چپ رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اب وہ الٹے قدموں پیچھے کی جانب چل رہا تھا۔ اسکے ہونٹوں پر جان لیوا مسکراہٹ تھی جبکہ آنکھوں کی نمی کو وہ واضح محسوس کر سکتی تھی۔ اسکے قدم دوری بڑھا رہے تھے، برف کی ملکہ کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ کچھ دیر الٹے قدموں چلنے کے بعد وہ پلٹا تھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا دھندا میں کہیں غائب ہو گیا تھا۔ برف کی ملکہ اسکے قدموں کے نشان تک رہی تھی ہو اسائیں سائیں کرتی اسکے وجود سے ٹکرائی تھی اسے بھی اپنے سامنے ہر منظر دھندا ہوتا محسوس ہوا تھا شاید اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں !!

"تم نے اسکے سب سے خاص دن پر اسکی محبت ٹھکرایا کہ اسکا دن خراب کر دیا۔۔۔" یہ کچھ دن بعد کی بات تھی۔ روحان نے حشام کو سب بتایا تھا۔ اسکے دوسرے سمیٹر کے پیپر ختم ہونے والے تھے۔ اسے لندن آئے ہوئے سال ہونے والا تھا۔

"تم جانتے ہو حشام۔ میں ایسا نہیں کر سکتا کسی اور کا ہونا میرے بس میں نہیں۔۔۔"

"تمہیں اب شادی کر لینی چاہیے روحان۔۔۔ تم حانم کو بھول جاؤ اب۔۔۔" حشام کا لہجہ سخت تھا۔  
"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ یہ ناممکن ہے۔۔۔"

"پچھے بھی ناممکن نہیں ہوتا۔۔۔ ایلف اچھی لڑکی ہے تم نے خود بتایا تھا۔۔۔ اب تو وہ تم سے محبت بھی کرتی ہے۔۔۔ پھر کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟؟" حشام کو غصہ آگیا تھا پچھلے پچھے کچھ مہینوں سے حانم کے ذکر پر وہ ایسے ہی رد عمل کا اظہار کرتا تھا۔ جسے روحان سمجھنے سے قاصر تھا۔ حشام چاہتا تھا کہ روحان جلد سے جلد شادی کر لے کسی سے۔

"لیکن میں اس سے محبت نہیں کرتا۔۔۔ اور نہ کبھی کر سکوں گا۔۔۔ میں نے بس ایک لڑکی کو چاہا ہے یہ تم جانتے ہو۔۔۔"

"وہ لڑکی اب نہیں رہی روحان اگر زندہ بھی ہوئی تو تم سے شاید شدید نفرت کرتی ہوگی۔۔۔" حشام نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔  
"نفرت منظور ہے مجھے بس کہیں ناکہیں وہ مل جائے میرا دل کہتا ہے وہ کہیں آس پاس ہے۔۔۔"

روحان نے بتایا تھا۔

"مسٹر حشام جیل جو کتاب آپ اشو کرو اچکے ہیں وہ ام حانم کو یعنی مجھے چاہیے آپ کو کوئی مسئلہ تو نہیں۔۔۔؟؟" حشام کے فون سے آواز ابھری تھی۔ اور روحان کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔

وہ لیٹا ہوا تھا ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

وہ آواز ام حانم کی تھی روحان اس آواز کو اچھے سے پہچانتا تھا۔ حشام نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔  
"میں وہ کتاب لے لوں۔۔۔؟؟" آواز دوبارہ ابھری تھی۔

روحان کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"خشام وہ حانم ہے۔۔۔؟؟" وہ کانپتی آواز میں پوچھ رہا تھا۔ جبکہ حشام نے فون بند کر دیا تھا۔

”حاسم۔۔۔ یہ حاسم تھی۔۔۔ یہ پیرس میں۔۔۔ کیسے۔۔۔ ؟؟“  
روحان کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

”کیا یہ میرا وہم ہے۔۔۔ ؟“ روحان اب بڑھا رہا تھا۔

”کیا واقعی وہ حاسم تھی لیکن وہ تو۔۔۔ نہیں وہ زندہ ہے۔۔۔ میں جانتا ہوں میرا دل کہتا تھا کہ حاسم زندہ ہے ”خوشی کی لہر روحان کے پورے جسم میں دوڑ گئی تھی۔ وہ اب بار بار حشام کا نمبر ملا رہا تھا جو فون نہیں اٹھا رہا تھا۔  
آہ حشام فون اٹھاؤ۔۔۔“ وہ اب کمرے میں ٹھہل رہا تھا۔

روحان کا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو تیار تھا۔ اسکا پورا وجود کپکپا رہا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد حشام نے اسکا فون اٹھایا تھا۔

”خشام تم فون کیوں نہیں اٹھا رہے میرا؟ اور وہ لڑکی؟ وہ حاسم کی آواز تھی نا؟ اس نے اپنا نام بھی لیا تھا وہ سچ میں حاسم ہے نا۔۔۔ ؟؟“ اسکی زبان سے الفاظ ٹوٹ چکوٹ کر نکل رہے تھے۔

”تم خاموش کیوں ہو حشام بولو نا۔۔۔ وہ حاسم تھی نا۔۔۔ ؟؟“ روحان کو حشام کی خاموشی ناگوار گزر رہی تھی۔ اسکی بالتوں کو سننے کے بعد حشام نے ایک گھر انس لیا تھا۔ ”ہاں وہ ام حاسم ہی تھی“ حشام نے سپاٹ سے لبجے میں کہا تھا۔ روحان کے چہرے کارنگ فت ہوا۔ اسے اپنی نانگوں کی جان نکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایک دم بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔

”تم جانتے تھے وہ زندہ ہے تم نے مجھ سے چھپا یا حشام۔۔۔ کیوں۔۔۔“ روحان کے لبجے میں بے یقینی سی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا حاسم کے ملنے پر خوش ہو یا حشام کے سب کچھ جانتے ہوئے بھی اتنا بڑا سچ چھپا نے پر دکھی۔  
”کیوں کیا تم نے ایسا حشام۔۔۔ ؟؟“ وہ دوبارہ پوچھ رہا تھا۔

”مجھے کچھ کام ہے میں بعد میں بات کروں گا۔۔۔“

وہ سخت لبجے میں کہتا فون بند کر چکا تھا۔

”بات سنو حشام۔۔۔ سنو۔۔۔“ لیکن حشام فون بند کرنے کے بعد نمبر بند کر چکا تھا۔ جبکہ روحان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اسکا دل رقص کرنے کو چاہ رہا تھا۔  
”وہ زندہ تھی جو اس کا سب کچھ تھی“

آج اسے ساری رات خوشی سے نیند نہیں آئی تھی۔

صح اسکا پیپر تھا لیکن حاسم کے زندہ ہونے کی خبر سن کر وہ سب بھول گیا تھا۔ بہت انتظار کیا تھا اس نے ساڑھے چار سال سے بھی اوپر۔  
وہ اب جا کر ملی تھی۔ ہوش کھونا تو بتتا تھا۔

جنفاجور کی دنیا سنوار دی ہم نے

زہ نصیب کہ ہنس کے گزار دی ہم نے

کلی کلی ہمیں حیرانیوں سے تکتی ہے

کہ پت جھڑوں میں صدائے بھار دی ہم نے

خیالِ یار کی رنگینیوں میں گم ہو کر  
جمالِ یار کی عظمت نکھار دی ہم نے  
اسے نہ جیت سکے گا غم زمانہ اب  
جو کائنات ترے در پہ ہار دی ہم نے  
وہ زندگی کہ جسے زندگی سے نسبت تھی  
تمہاری زلف پریشاں پہ وار دی ہم نے  
تم نے دیکھے ہیں وہ ہونٹ وہ خسار وہ پیشاں؟  
زندگی جن کے تصور میں لٹادی ہم نے  
تجھ پر اٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں؟  
تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوادی ہم نے؟؟

اس نے ایک عمر گزار دی تھی اپنی ساری کائنات ایک لڑکی پر وار دی تھی بنادیکھے بنالے، اب دیکھنے کا وقت ہو چکا تھا رو حان جبیل کے ہونٹوں پر زندگی سے بھر پور خوبصورت مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

گیراج کے گاڑی نکلنے کے بعد سبیل جیسے ہی گیٹ کی جانب بڑھا سے ایلف آسکر اندر آتی دکھائی تھی۔ وہ ایک پل کیلے حیران رہ گیا تھا۔  
”ایلف یہاں۔۔“ وہ انجن بند کر کے گاڑی سے باہر نکل آیا تھا۔

”قاتل یہودی حسینہ“ اسے دیکھ کر سبیل کے ذہن میں یہی تاثرا بھرتا تھا۔  
”گڈمار ننگ مسٹر سائبیل۔۔“ وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔

”گڈمار ننگ۔۔“ سبیل حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔  
”آر جے اندر ہے۔۔؟؟“ ایلف نے صاف پوچھا تھا۔

سبیل تو اسکے آر جے کہنے پر اچھل پڑا تھا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی ایلف نے آر جے کو پیچان لیا تھا۔  
”ہاں۔۔ وہ مجھے لگتا ہے ابھی اٹھا نہیں ناشتہ بھی نہیں کیا۔۔“ سبیل بامشکل بول پایا تھا۔

”کوئی بات نہیں مجھے ضروری کام ہے میں انتظار کر لوں گی۔۔“ وہ مسکرا کر کہتی اندر داخل ہو چکی تھی۔ جبکہ سبیل حیرانی سے کندھے اپکا کر رہ گیا تھا۔۔ کچھ دیر وہ کھڑا رہا۔ اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر عدالت کی طرف روانہ ہو گیا۔

”آپ سے ملنے کوئی لڑکی آئی ہے۔۔“ ملازم نے اسے خبر دی تھی۔

”لڑکی۔۔؟؟“ رو حان چونکا۔ اسکے ذہن میں ابھی کا خیال آیا تھا۔ وہ ساری رات نہیں سویا تھا۔ جا گتار ہا تھا۔۔ وہ حشام سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن اسکا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔

تھک ہار کر اس نے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد کتابیں اٹھائی تھیں۔ آج ایک بجے اسکا آخری پیپر تھا۔ روحان کتابوں کو بند کر کے کرسی سے اٹھتا ملازم کے ساتھ ہی نیچے آیا تھا۔

"لاؤنچ میں صوفے پر ایلف کو بر اجمان دیکھ کر جیران رہ گیا تھا۔ ایلف کی نظر سیڑھیاں اترتے روحان پر پڑی تو وہ کھڑی ہو گئی۔ سوری مسٹر آربے میں یہاں آگئی لیکن مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے تم سے۔" ایلف کے لبھے میں بے تابی نمایاں تھی۔

"جی بیٹھ جاؤ۔" روحان نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ اب اسے سوالیہ نظر وہ سے دیکھ رہا تھا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔؟؟ وہ پوچھ رہی تھی۔

"کوئی بات۔؟؟ وہ ذہن پر زور دیتے ہوئے بولا۔

ایلف کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

"کیسے بھول سکتے ہو تم؟ میں ایک رات بھی ٹھیک سے نہیں سوئی میں ٹھیک سے پڑھ نہیں پا رہی۔ میں روزانہ اس امید سے ڈیپارٹمنٹ جاتی ہوں کہ شاید آج مجھے میری بات کا جواب مل جائے۔ اور تم کہہ رہے ہو کوئی بات۔؟؟"

وہ پھٹ ہی پڑی تھی۔ روحان سپٹا گیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ایلف سنبھیڈہ تھی۔ وہ تواب تک ایلف کی محبت کے اقرار کو بھول بھی گیا تھا۔

"میں نے آپکو اسی وقت جواب دے دیا تھا۔ شاید آپ بھول چکی ہیں۔" ایلف کو وہ ایک دم ہی بہت اجنی سالاگ تھا۔

"مجھے ایسی نے بتایا تھا کہ شاید وہ لڑکی تمہیں چھوڑ کر جا چکی ہے۔ جسے تم نے چاہا تھا۔ اس نے دھوکہ دیا شاید۔ لیکن میرا لقین کرو میں ایسا کچھ نہیں

کروں گی۔" ایلف کی آواز بھرا گئی تھی۔ اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ محبت جیسے منہ زور جذبے نے اس نازک لڑکی کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے میں پہلے بتا چکا ہوں مجھے جس کا ہونا تھا ہو چکا ہوں اب سوال پیدا ہی نہیں ہوتا"

"آخر کیوں؟ جب وہ ہے ہی نہیں تو اسکی یاد میں رونے یا اس ہونے کا کیا فائدہ؟ کیوں تم خود کو میرا نہیں کر دیتے" ضبط کرنے کے باوجود بھی ایلف رو دی تھی۔

"پیہز ایلف آپ روئیں مت میں جانتا ہوں محبت نالمنا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے میرا مقصد آپکی دل آزاری کرنا نہیں تھا آپ رکیں میں آپکو کچھ دکھاتا ہوں۔" وہ

کہتے ہوئے صوفے سے اٹھا اور اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ جبکہ پیچھے ایلف اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس ایک ماہ

میں وہ بہت کمزور ہو گئی تھی۔ محبت کے جذبے نے جہاں اسے ایک دوسری دنیا کی سیر کروائی تھی وہیں روحان کے انکار پر محبت جیسے اسے جہنم میں پھینک آئی

تھی۔ وہ روز جل رہی تھی۔ چند منٹ بعد روحان اسے واپس آتا دکھائی دیا تھا اسے۔ اسکے ہاتھ میں کچھ تھا ایک کاغذ۔ جسے اس نے ایلف کی طرف

بڑھایا تھا۔

"یہ دیکھیں" ایلف نے کپکاپتے ہاتھوں سے اس کاغذ کو تھاما تھا۔ اور پھر چند پلوں تک نظریں اس کاغذ پر جمائے رکھنے کے بعد ایلف ایک جھٹکے سے وہ کاغذ کا ٹکرنا

اسکے خوبصورت نازک ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ تم

Married

"ہو۔۔۔؟؟

ایلف کے لبجے میں جیرانی اور بے یقینی دونوں واضح تھیں۔ روحان جھک کر اسکے پیروں کے پاس سے وہ نکاح نامہ اٹھایا تھا جو تقریباً چھ سال پر انداھا۔ میں میرڈ ہوں۔۔۔ ”روحان پر اعتماد لبجے میں کہہ رہا تھا۔ ایلف کو لاونج کی چھت اپنے اوپر گرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

”پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے آر جے؟ کیوں چھپایا اتنا بڑا سچ۔۔۔ ؟؟“ ایلف ناچاہتے ہوئے بھی چلا اٹھی تھی۔ اسکا نازک وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ آپ جان چکی ہیں کہ میں آر جے ہوں یہ سچ ہے۔۔۔ میں آر جے ہی ہوں۔۔۔ ”ایلف کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔ وہ آنسوؤں سے لبریز چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

”معصوم روحان سے آر جے اور پھر آر جے سے روحان جبیل تک کا سفر آسان نہیں تھا“ روحان اب سینے پر ہاتھ باندھ کر لاونج میں لگی کھڑکی میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ باہر آسان کو تک رہا تھا اسکی وسعتوں اور خلاؤں میں جانے وہ کیا تلاش کرتا تھا۔ کیا ہوا تھا ایسا کہ تم اتنا بدل گئے۔۔۔ ؟؟“ ایلف آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

دنیا میرے مزانج سے الگ تھی بہت

”اپنا ایک الگ جہاں بسانا پڑا مجھے

روحان نے ایک گہر اسانس لینے کے بعد بولنا شروع کیا تھا۔

”بہت ترپا ہوں اسے ایک نظر دیکھنے کیلئے۔ ایک بار ملنے کیلئے۔ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جنکا محبوب انکی نظر ووں کے سامنے ہوتا ہے اور وہ اسے اور کچھ نہیں دیکھ سکتے ہیں نامیں یہ پونے پانچ سال اسے دیکھنے کی خاطر در بدر پھر اہوں مجھے کہیں اس کاششان نہیں ملا“ دو گھنٹوں سے وہ ایلف کو اپنی کہانی سنارہتا تھا۔ حامم کے ذکر پر اسکی آنکھوں میں نمی ابھری تھی۔ ایلف اسکی کہانی سنتے سنتے رو دی تھی۔ حامم کی موت کا سن کر اسکی سسکیاں ابھری تھیں۔

”مجھے معاف کر دو آر جے میں بہت خود غرض ہوں۔۔۔ میں نے صرف اپنی محبت کا سوچا“

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

”ارے نہیں آپ آپ روئیں نہیں بلکہ یہ وقت تو خوش ہونے کا ہے آج تک وہ مجھے نہیں ملی تھی

لیکن رات شاید میری خوش قسمتی مجھے اسکا سراغ مل گیا“ ایلف نے چونک کر اسے دیکھا تھا جسکے چہرے پر الہی سی چمک تھی۔

”یہاں سے میری زندگی کا ایک اور سفر شروع ہوا ہے۔۔۔ جو بہت مشکل ہے۔۔۔ جو مجھے اکیلے ہی طے کرنا ہے مجھے اس سفر میں کسی اور کی ضرورت نہیں پڑے گی اگر میں نے کسی اور کاہاتھ تھاما تو میری منزل کھو جائے گی۔۔۔ کبھی نہیں ملے گی“ روحان نے ایلف کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ایلف اسکا اشارہ سمجھ چکی تھی وہ نظر جھکا گی۔ اذیت کی لہر اسکے جسم میں سراست کر گئی تھی۔ لیکن اسے خوشی ہوئی تھی کیونکہ وہ شخص خوش تھا جسے وہ چاہتی تھی۔

”لیکن ہاں مجھے اس سفر میں بہت سی دعاؤں کی ضرورت ہے جو حامم تک پہنچنے میں میری مدد کریں وہ تو پہلے ہی مجھے ناپسند کرتی تھی اب تو نفرت کرتی ہو گی آگ کے دریا کو پار کرنے کا وقت آگیا ہے اور میں نے سنا ہے اچھے لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔“

”برنگ

( Buttering)

کر رہے ہو تم۔۔۔ ایف اسکی بات سن کر مسکرا دی تھی۔۔۔  
جی بالکل۔۔۔ وہ بھی مسکرا دیا۔

”کب جارہے ہوا سے لینے۔۔۔؟؟“ ایف پوچھ رہی تھی۔ انکے پیپر ختم ہو چکے تھے۔ ایف کیلئے یہ سب سے مشکل دن تھے۔ اور ابھی اسکی تکلیف بڑھنی تھی جب وہ دونوں کو ایک ساتھ دیکھے گی۔

”بہت جلد لیکن ڈر لگ رہا ہے اس کارڈ عمل جانے کیا ہو گا۔۔۔ جو چہرہ ایف کو اچھا لگتا ہے اس چہرے سے نفرت ہے حanim کو۔۔۔ وہ پھیکی مسکرا ہٹ لئے کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت دریائے ٹیمز کے کنارے پر بیٹھے تھے۔

”کوئی خاص بات بتاؤ نا اسکی۔۔۔ تمہیں وہ کیوں پسند آئی۔۔۔؟؟“ جانے کیوں لیکن ایف جانتا چاہتی تھی۔

”وہ لڑکی جو فطرتًا خاموش طبع تھی وہ جب میرے سامنے آتی تھی تو یقین کرو پڑ پڑ بولتی تھی۔۔۔ ایسا لگتا جیسا گڑیا کو چابی لگادی گئی ہو۔۔۔ لڑکیاں مجھ پر مرتب تھیں تو وہ دور بھاگتی تھی۔۔۔ لوگ میری تعریف کرتے تھے تو وہ ایسی انسٹ کرتی تھی کہ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ اس گستاخ لڑکی کی زبان کاٹ دینی چاہیے۔۔۔ پھر ناجانے کب اسکا سب سے کم بات کرنا اور مجھ سے لڑنا مجھے اچھا لگنے لگا اسکی شامیں بر باد کر کے مجھے خاصا سکون ملتا ہا لیکن جب وہ نظر وہ اس جملہ ہوتی تو میرا سارا سکون اپنے ساتھ لے گئی“ بات کے آخر میں اسکا لجھہ پھر بھاری ہو گیا تھا۔ ایف سن کر مسکرا دی تھی۔

”میں اس سے ملنا چاہوں گی میرا اشتیاق بڑھ گیا ہے ایک اور سلفائر۔۔۔ یقین نہیں ہوتا۔۔۔“

”اے شاء اللہ بہت جلد ملاؤں گا۔۔۔ وہ پر اعتماد تھا۔۔۔“

”تم نے کہا وہ اس چہرے سے نفرت کرتی ہے تو تم اسے ابھی یہ چہرہ ہی مت دکھاؤ۔۔۔!! کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ایف نے مشورہ دیا تھا جسے سن کر روحان چونکا تھا اور پھر اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

روحان پیرس آگیا تھامون کے روپ میں

حشام کو بناتا تھا، یہ تھوڑا مشکل کام تھا لیکن اسے مون بنا پڑا تھا چہرے کو جلے ہوئے ماسک سے چھپانا پڑا اور گونگے ہونے کا نائلک کیا۔۔۔ اس کا مشورہ اسے ایف نے دیا تھا۔ وہ فی الوقت حanim کو دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔ وہ جانتا چاہتا تھا کہ وہ دیسی ہی تھی یا بدلتی تھی اور جب حanim بخجل کے روپ میں سامنے آتی تو وہ حیران رہ گیا تھا۔ اسے ایسی جیسی چالاک اور ایف جیسی بہادر لڑکیاں اچھی لگی تھیں۔ اسکا ماننا تھا کہ لڑکیوں کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ مردوں کے الفاظ تو کیا انکے فعل بھی لڑکیوں کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا تھا وہ حanim تو کہیں سے بھی نہیں تھی۔ خاموش اور رحم دل حanim۔۔۔ یہ تو بخجل تھی۔ جو بخجل کم اور ڈائیز زیادہ تھی۔

یہ ایسی کی طرح چالاک اور ایف سے زیادہ بہادر تھی۔ لیکن حanim کو سرتا پیر بدلا ہوا دیکھ کر روحان کا دل کر لایا تھا۔ وہ بہادر اور چالاک ہونے کے ساتھ ساتھ مادرن بھی ہو گئی تھی بڑے سے ڈوپٹے والی اسکی حanim کہیں گم ہو گئی تھی۔

اسے اندازہ تھا اسکا یہ سفر کافی مشکل تھا۔۔۔ لیکن اب حanim کو دیکھ کر وہ جان گیا تھا ننگے پیروں انگاروں پر چلنے کا وقت آگیا تھا۔

پیر س جیسے شہر میں حا نم کو ڈھونڈنا مشکل تھا ان کم من نہیں۔ روحان نے حشام پر نظر رکھی تھی۔ وہ ایک دوبار کام کے سلسلے میں ماہی کے گھر گیا تھا اور وہیں روحان کو بخجل یعنی حا نم ملی تھی۔ روحان کو اب سمجھ آیا تھا کہ ضیاء جبیل یعنی اسکے بڑے ڈیڈ نے اسے کیوں ڈالا تھا۔ وہ لڑکی حا نم ہی تھی جسے نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ اسکی اتنی بری حالت کا ذمہ دار وہی تھا۔ روحان کا دل پھر سے جلنے لگا تھا دکھ اور پچھتاوا اسے نوچنے لگے تھے۔

لیکن اسے بہت کچھ کرنا تھا اب، حا نم کے ملنے کے بعد اس نے حشام کو چھوڑ کر حا نم پر نظر رکھنی شروع کر دی تھی اور پھر وہ میدی تک پہنچ گیا۔ میدی تھوڑا معمول اور بے قوف لڑکا تھا۔ اسکو ایک سینٹ سے بچا کر جو وہ خود کروارہا تھا۔ روحان اسکے گھر میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا جب میدی نے پہلی بار روحان کو حا نم سے ملوایا تو الہی چک لئے اسے دیکھتا رہا تھا اسکے اس طرح دیکھنے سے حا نم کو کوفت ہوئی تھی۔ اور پھر وہ ہر جگہ موں بن کر بخجل کے پیچے رہنے لگا۔ اسکو میدی کا بخجل کے ساتھ گھومانا پسند نہیں تھا۔ اور جب میدی نے بخجل کو پرپوز کیا تھا تو موں یعنی روحان نے اچھی خاصی دھلائی کی تھی اسکی۔ دو تین ماہ وہ موں بنا حا نم کے پیچے گھومتا اور جس روز حا نم نے اسے دھمکی دی کہ وہ اسکا بچا ہوا چہرہ بھی جلا دے گی۔ اس روز وہ خوب ہنسا تھا اور اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ اگلے روز وہ حشام کے پاس جانے والا تھا مون نہیں بلکہ روحان جبیل بن کر۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟؟" حشام اسے اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"کیوں کیا مجھے نہیں آنا چاہیے تھا؟؟؟" روحان کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"نہیں میرا مطلب کافی دنوں سے تم سے رابطہ نہیں ہوا آج یوں اچانک۔۔۔؟؟" حشام کے وجہ پر چھرے پر پریشانی کی لکھریں واضح تھیں۔

"کچھ سوالوں کے جواب لینے آیا ہوں۔۔۔" روحان جبیل سجدہ تھا۔ اتنا سجدہ اسے کبھی حشام جبیل نے نہیں دیکھا۔

"کیسے جواب۔۔۔؟؟" حشام ٹھکا۔

تم جانتے تھے حا نم زندہ ہے۔۔۔ تم یہ بھی جانتے تھے کہ میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔۔۔ پھر بھی تم نے چھپا یا۔۔۔ کیوں۔۔۔؟؟" اسے حشام سے یہ امید نہیں تھی۔ وہ اسکا سب سے اچھا و مست اور بھائی تھا۔ روحان کو دکھ ہو رہا تھا۔

"بولا حشام پچھلے پانچ سالوں سے میں گناہ کی آگ میں سلگ رہا ہوں پچھتاوے مجھے جینے نہیں دیتے اسے دیکھنے کی تڑپ مجھے سکون نہیں لینے دیتی تم سب جانتے تھے پھر بھی پھر بھی تم نے مجھ سے چھپا یا کیوں۔۔۔؟؟" وہ دلبی آواز میں چیخا تھا۔ حشام اس سے چھ سال بڑا تھا لیکن اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ان دونوں میں کہیں بھی کوئی فرق نہیں تھا۔ دونوں خوب رو تھے۔ دونوں ہی ایک لڑکی کو چاہتے تھے۔ روحان کی باتیں سن کر حشام دنگ رہ گیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ روحان اس قدر رچاہتا تھا حا نم کو۔۔۔ اسے لگتا تھا کہ بس وہ اس سے مل کر معافی مانگنا چاہتا ہے۔۔۔ لیکن یہاں تو وہ پورا کاپورا گھائل تھا۔

"تمہاری خاموشی تمہیں گنہگار بن رہی ہے حشام کچھ تو بولو۔۔۔" روحان سننا چاہتا تھا اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔

"چھ ماہ پہلے پتا چلا مجھے کہ حا نم زندہ ہے۔۔۔ اس سے پہلے میں بھی اسے مرا ہوا سمجھ رہا تھا۔۔۔ لیکن سچ تو یہ حا نم مر چکی ہے جو زندہ ہے سانسیں لے رہی ہے وہ حا نم نہیں بخجل ہے۔۔۔ میں تمہارا بھائی ہوں صرف اسی وجہ سے وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے سوچو تم سے کتنی نفرت کرتی ہو گی۔۔۔" جس تکلیف سے حشام نے وہ الفاظ بولے تھے اتنی ہی گھری اذیت روحان کے جسم میں سن کر اتر گئی تھی۔

"میں صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ خوش رہے تم تو اسے مردہ سمجھ ہی چکے تھے اگر تمہیں بتاویا تو یقیناً تم پہلے کی طرح اسکی زندگی میں دخل اندازی کرتے" حشام اب بیٹھ چکا تھا۔ روحان نے اذیت سے آنکھیں موندی تھیں۔

"میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد روحان بولا تو حشام کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔  
"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔؟؟" حشام ساکت ہوا تھا۔

"وہی جو تم نے سن میں ام حانم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔" وہ اب پر سکون سا اپنی بات دھرا رہا تھا۔  
تمہیں کیا لگتا ہے وہ آر جے سے شادی کرے گی؟ وہ آر جے جس نے اسے انہیروں کی دنیا میں دھکیل دیا تھا۔۔۔؟؟" حشام حیران تھا۔ اسکے ایک طرف حانم تھی تو" دوسرا طرف روحان۔۔۔ وہ دونوں سے محبت کرتا تھا۔ اور دونوں کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا  
آر جے سے نہ سہی۔۔۔ روحان بن حیدر جبیل سے تو کر لے گی نا۔۔۔؟؟" روحان پر عزم تھا۔

"روحان تم سمجھنے کی کوشش کرو تم اب اسکا پیچھا چھوڑ دو۔۔۔ وہ بہت مشکلوں سے نارمل زندگی کی طرف لوٹی ہے اگر تم زندگی میں جاؤ گے تو اچھا نہیں ہو گا۔۔۔" حشام نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔  
"یہ ممکن نہیں وہ میری تھی ہے اور میری ہی رہے گی اگر میں نے اسے انہیروں کی دنیا میں دھکیلایا تو اسے واپس بھی میں ہی لاوں گا۔۔۔"  
"وہ تمہارے لئے نہیں بنی اگر بنی ہوتی تو مل جاتی اب تک تمہیں" حشام کی بات سن کر روحان کے لبوں پر خوبصورت سی مسکراہٹ کھیل گئی تھی۔ وہ حشام کی بات سے لطف اندوڑ ہوا تھا۔

"کس نے کہا ہے وہ میرے لئے نہیں بنی؟ وہ میرے لئے ہی بنی ہے اور سالوں پہلے میں اسے اپنا چکا ہوں" روحان کی بات نے حشام کو چوکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے جیب سے وہ نکاح نامہ نکال کر حشام کو دکھایا تھا۔ جسے دیکھ کر حشام سکتے میں چلا گیا تھا۔  
"میں جانتا ہوں یہ سب ایک ڈرامہ تھا لیکن اس ڈرامے میں ہم دونوں جڑپتے ہیں شرعاً نہیں قانونی طور پر یہ نکاح نامہ گواہ ہے کہ وہ میری بیوی ہے۔۔۔ اس سے بڑا کیا ثبوت چاہیے تمہیں حشام کہ وہ میری نہیں ہے۔۔۔"  
روحان کی بات سن کر حشام نے ایک سرد آہ بھری تھی۔ وہ ہار گیا تھا۔  
"اور جہاں تک بات ہے حانم کے مرنے اور بگڑ کر بیخجل بننے کی تو تم فکر مت کرو۔ میں نے بگاڑا تھا میں ہی سنواروں گا وہ چاہے نفرت کرے یا محبت۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مجھ سے ہی کرے۔۔۔"  
خشام اسکا پا گل پن دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے حشام تم جانتے ہو ہمارے خاندان میں خاندان سے باہر شادی نہیں کرتے۔۔۔" حشام کی بات سن کر سید جبیل بھڑک اٹھے تھے۔  
"میں جانتا ہوں چھوٹے بابا سائیں لیکن روحان ان باتوں کو نہیں مانتا اور وہ اسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے آپ اسے اپھے سے جانتے ہیں نکاح کرنا اسکا حق ہے اگر آپ اجازت نہیں دیں گے تو وہ بابا سائیں کو اپنے ساتھ ملا کر یہ نکاح کر لے گا۔۔۔ بہتر ہو گا ہم سب دل سے اسکی خوشی میں شریک ہوں۔۔۔" حشام نے ہی روحان کے نکاح کی بات گھر کی تھی۔ یہ سزا اسے روحان نے دی تھی۔

"لیکن اسے اتنی عقل نہیں کہ باہر شادی کرنے سے نسل۔"

"ڈیڈ نسل مردوں سے چلتی ہے عورتوں سے نہیں مجھے امید ہے آپ اپنی مرضی سے اس رشتے کی اجازت دیں گے۔" روحان نے سید جبیل کی بات پوری ہونے سے پہلے حشام کے ہاتھ سے فون لے کر اپنی سنا کر فون بند کر چکا تھا۔

"تم بہت ہی۔" حشام نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں بہت ہی ذلیل آدمی ہوں۔" یہی کہنا چاہتے ہوں۔" روحان نے جل کر کہا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسکی بات سن کر حشام کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

Hasham نے ماہی اور ایلا کو بلا یا تھا اور انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا تھا۔ البتہ مگری والی بات نہیں بتائی تھی۔ روحان نے یہ بتایا تھا کہ اس نے حامم پر الزام لگایا تھا کچھ جسکی وجہ سے وہ اس سے ناراض ہو کر پاکستان چھوڑ کر آگئی تھی۔ ایلا تو آنکھیں چھاڑے روحان کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا وہ اتنا بدال گیا تھا۔

"ہمیں دونوں کی شادی کروانی ہو گی۔" حشام دل پر پتھر رکھ کر سب کر رہا تھا۔ وہ اتنا تو جان گیا تھا کہ حامم اسکے لئے نہیں بنی۔" بس اتنی سی بات۔ آپ لوگ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ماہی پر جوش سی کہہ رہی تھی۔

اور پھر حمدان انکل کے فون آنے۔ اور ماہی کے بد تمیزی کرنے سے نکاح ہونے تک سب کچھ ماہی کا پلان تھا۔ سوائے آسیہ بیگم جنہیں بنس میں نقصان کا کہا گیا تھا سب کو حقیقت معلوم تھی۔ اسی لئے سب خوش تھے سب سے زیادہ خوش جواد تھا۔ جواب بچہ تو نہیں رہا تھا لیکن آر جے

کیلئے وہاب بھی پاگل تھا سے ایک نئے روپ میں اپنے سامنے دیکھ کر وہ خوشی سے آنکھیں نم کر بیٹھا تھا۔ روحان جبیل نے کھیچ کر اسے اپنے گلے لگایا تھا۔ ماہم بھی اسے نکاح والے دن دیکھ کر جیران رہ گئی تھی۔ آر جے کی موت کے دکھ سے کہیں زیادہ خوشی جواد کو روحان جبیل کے ملنے کی ہوئی تھی۔ یہ روحان کے حق میں اچھا رہا تھا کہ حامم نے اسے دیکھنے یا ملنے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی تھی۔ اور یوں سادگی سے نکاح ہوا تھا۔ جواد اسکے ساتھ ہی چپکا بیٹھا تھا۔ نکاح پر صرف حشام اور سید ضیاء جبیل تھے۔ ایکشن کے دن تھے سید جبیل آنہیں سکے تھے۔ باقی رخصتی پر سب اکٹھے ہونے والے تھے۔

یہی وہ وقت تھا جب جور ڈن نے حشام اور ضیاء جبیل کو ایک ساتھ دیکھا تھا۔ اور پھر اس نے حشام کو مار کر اپنا بدلا لینے کا فیصلہ کیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

"الْسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَحْبَابَ"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا" ویب سائٹ / گروپ / پیچ دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے ---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔  
جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جائے گی ---

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیئے ہم سے گروپ یا پیچ انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں --

Email address :- [Novelskiduniya77@gmail.com](mailto:Novelskiduniya77@gmail.com)

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

( user name @zoyatalib77 ) Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

( پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو )

اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیچ کے نیچے

### ["novels ki duniya " And "website"](#)

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ---

شکریہ-----

"اپنی بیوی کو ایک نظر دیکھ سکتا ہوں۔۔۔؟؟"

روحان ماہی کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"ہمارے انکار کرنے سے آپ کو نسار ک جائیں گے مسٹر روحان جبیل۔۔ جائیں دیکھ لیں۔۔" وہ مسکرائی تھی اور روحان حامم کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔  
وہ سرخ و سفید سادہ سے جوڑے میں دلہن کا روپ لئے بہت پیاری لگی تھی۔ وہ کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہا تھا۔ روحان کو یقین نہیں ہو رہا تھا وہ اب ہر طرح سے اسکی تھی۔

" تمہارا اور میرا وہ تعلق ہے  
جو کسی کتاب میں درج نہیں

تمہاری یاد اور

میری سماعت نے

ہم دونوں کے درمیان

ایک ربط قائم کیا ہے

ہمارے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہے

پھر بھی ہم دونوں ایک دوسرے کیلئے

لازم و ملزم ہیں !!

تم میرے لئے بہتے دریا کی مانند ہو جو

ہر شے کو سیراب کرتا ہے !!

"تم نہیں جانتی حامم میں کہاں بھٹکا ہوں صرف تمہیں ایک نظر دیکھنے کیلئے میں جانتا ہوں جب تمہیں سچائی پتا چلے گی تو تمہیں بہت برا لگے گا۔۔۔ لیکن میرا لقین کرو میں سب ٹھیک کر دوں گا" وہ اسکے بیڈ کے پاس بیٹھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔۔ اتنی پیاری کہ میں نے کبھی اتنی پیاری لڑکی نہیں دیکھی لیکن تم بہت ظالم ہو۔۔۔ چہرہ جلانے جیسی خوفناک باتیں کرتی ہو۔۔۔" وہ ریஸٹورینٹ کا منظر یاد کر کے مسکرا دیا تھا۔۔۔ کتنی ہی دیر وہ سرگوشیوں میں سوئی ہوئی حامم سے باتیں کرتا رہا تھا۔۔۔ لیکن جب وہ جانے لگا تو کھڑکی کے پاس رکھا گلدان نیچے گر گیا۔۔۔ جس سے حامم اٹھ گئی تھی۔۔۔ لیکن وہ نکل آیا تھا۔

"آج تو بچت ہو گئی ورنہ نکاح کے دن ہی میرا قتل ہوتا" وہ بڑ بڑا تا واپس آگیا تھا۔

---

وہ لندرن واپس چلا گیا تھا۔۔۔ ایک سمیسٹر فریز کروا کر آیا تھا۔۔۔ سب سے زیادہ خوشی اسے حامم سے بات کر کے ہوتی تھی۔۔۔ اسکی محبت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ اسے خوف تھا کہ کہیں حامم اسکی آواز نہ پہچان لے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔۔۔ اسے کبھی کبھی احساس ہوتا تھا کہ حامم بعد میں سے دھوکے باز سمجھے گی۔۔۔ لیکن اسکا قصور بھی نہیں تھا اسی نے ملنے اور

دیکھنے سے منع کیا تھا۔۔۔ وہ دونوں ایک سال بعد اٹھارہ جنوری کو اپنے نکاح کے دن ملنے والے تھے۔۔۔ انکا پہلا نکاح جو نکاح کا ایک ڈرامہ تھا وہ بھی اٹھارہ جنوری کو ہوا تھا۔۔۔ اور اصل نکاح بھی۔۔۔ اور آج بھی اٹھارہ جنوری تھی جب روحان جیبل کی محبت ام حامم جو شاید اب اس سے شدید محبت کرتی تھی پیرس میں اسے خوش آمدید کہنے والی تھی۔۔۔

روحان جہاں خوش تھا وہیں اسکا دل ڈر بھی رہا تھا۔۔۔ وہ حامم کے رد عمل کو لے کر خوفزدہ تھا۔

اور کبھی کبھی جس بات کا ہمیں ڈر ہو۔۔۔ جوان ہونی ہمیں خوفزدہ کرتی ہو وہ پورا ہو جاتا ہے وہ انہوںی ہو جاتی ہے۔۔۔

حامم نے اسکی توقع سے بھی زیادہ شدید رد عمل کا اظہار کیا تھا اور اب ہسپتال میں سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے بے سود پڑی تھی۔۔۔

تکلیف تو بہت ہوئی تھی روحان کو لیکن وہ ہار نہیں مانتا چاہتا تھا چھ سال بعد آج ملن کا دن آیا تھا۔ وہ اس سے بری طرح ناراض ہو گئی تھی۔  
 ”کیا ہوا ہانی کو وہ ٹھیک تو ہے ناروحان ؟؟“ ماہی کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ روحان پونک کر خیالوں سے باہر آیا تھا۔  
 زندگی کا ایک پہر اور گزر گیا تھا ایلا اور ماہی دونوں اسکے سامنے کھڑی تھیں۔ وہ دونوں جانتی تھیں آج روحان آنے والا تھا۔  
 ”ہاں وہ ٹھیک ہے لیکن سر پر چوت گلی تھی“  
 روحان نے سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا تھا۔  
 ”شاک لگا ہے اسے شاید اسی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہے۔!!“ روحان افسرده لبجے میں کہہ رہا تھا۔  
 ”یہ بیچاری ہانی کی قمst کہ اسے شاک

## (Shock)

دینے والا شوہر ملا ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں روحان جیل تولیدن کی بڑی بڑی شخصیات کو گھرے

## Shocks

دیتا ہے اور یہ وہ تو پھر ایک نازک سی لڑکی ہے ”ایلا شراری لبجے میں کہہ رہی تھی۔  
 ایلا کی بات سن کر ماہی نے اسے گھورا تھا جبکہ روحان پریشان کھڑا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آگے کیا ہو گا۔؟ وہ حanim کے رد عمل سے نا بلد تھا  
 ”ڈاکٹرنے کیا کہا ہے ؟؟“ ماہی نے پوچھا۔

”انہوں نے کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے جب ہوش آجائے تو گھر لے جاسکتے ہیں“  
 ”ہم۔۔ میں دیکھتی ہوں۔۔“ ماہی کہتی کمرے کے اندر چلی گئی تھی۔ جبکہ ایلا غور سے روحان کو دیکھ رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔  
 ”ایک سال بعد ملی ہوں آج آپ سے مجھے آج بھی یقین نہیں ہوتا کہ آپ آر جے ہی ہیں مطلب کوئی اتنا کیسے بدلتا ہے ؟؟“ ایلا نے اپنے دل کی بات کر  
 ہی دی تھی۔ روحان نے گھری نظروں سے ایلا کو دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اسکے اس طرح دیکھنے پر ایلا سپٹا گئی تھی۔  
 ”یہ تو چج میں آر جے ہے۔۔“ ایلا زیر لب بڑھ رہی۔ روحان کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر اسے وہ دن یاد آگیا تھا جب اس نے ختم اور کمی کے ساتھ بیٹھے آر جے کا  
 آٹو گراف لیا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک اور ذہانت اسکے آر جے ہونے کی گواہ تھی۔

کوئی بھی انسان کبھی بھی بدلتا نہیں ہے وہ وہی رہتا ہے اسکا اصل وہی ہوتا ہے بس یا تو وہ بگڑ جاتا ہے یا پھر سدھ جاتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں انسان بدلتا گیا  
 ہے ”وہ گھرے سنجیدہ لبجے میں کہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے ایلا کچھ کہتی اچاک حanim کے کمرے سے شور کی آوازیں ابھری تھی۔

”تم سب نے مل کر مجھے دھوکا دیا ہے سب نے مجھے بے وقوف بنایا ہے“ حanim دبی دبی آواز میں چلا رہی تھی۔ شدت جذبات سے اسکا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ اس نے کبھی  
 سوچا نہیں تھا کہ جس شخص کا وہ نام ستنا بھی گنوارا نہیں کرتی تھی۔ وہ اسکی زندگی کا سب سے اہم فرد بن گیا تھا اور تو اور وہ انجانے میں اسی شخص سے محبت کر بیٹھی تھی۔  
 ”ہانی تمہیں کسی نے دھوکا نہیں دیا وہ روحان بن حیدر جیل ہے آر جے نہیں“ ماہی نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے پیار سے سمجھایا۔

”سب سمجھ آرہا ہے مجھے اب سب سمجھ رہی ہوں۔۔“ حanim نے دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑتے ہوئے کہا تھا۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن گلے میں کچھ اٹک  
 گیا تھا۔ ایلا بھی کمرے میں آگئی تھی۔ جبکہ روحان کمرے سے باہر کھڑا اسکی باتیں سن رہا تھا۔

"اپنے دل سے پوچھو ہانی۔۔۔ تمہیں محسوس ہو گا تمہیں کسی نے دھوکا نہیں دیا۔ سب تم سے پیار کرتے ہیں۔۔۔ سب" ماہی نے اسکا ہاتھ کپڑتے ہوئے اسے اشارہ دیا تھا۔ حامم آنسو ضبط کرتی سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"چلو اٹھوایا ہم نے گھر جانا ہے اور اس سے پہلے روحان سے مل لوکب سے باہر بیٹھا تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا ہے" ماہی اسکا ہاتھ دباتی ایلا کو لے کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

حامم نے تھک ہار کر بیڈ سے ٹیک لگالی تھی۔

وہ تھک گئی تھی۔ وہ مااضی کو نہیں سوچنا چاہتی تھی روحان کے آنے سے اسکی زندگی کتنی خوبصورت ہو گئی تھی۔ وہ جیسے سارے غم بھول گئی تھی اور اب روحان کو دیکھ کر جیسے اسکے سارے زخم ہرے ہو گئے تھے۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔۔۔؟ دماغ جیسے سن ہو کر رہ گیا تھا۔ کوشش کے باوجود بھی اسکی بند آنکھوں سے ایک آنسو نکلا اور کنپٹ پر پھسلتا چلا گیا۔

"میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں کبھی تمہاری آنکھ میں آنسو نہیں آنے دوں گا اور آج مجھے خود پر افسوس ہو رہا ہے" روحان کی آواز پر وہ کرنٹ کھا کر اچھلی تھی۔ وہ اسکے سامنے کھڑا تھا اپنی تمام تروجاہت کے ساتھ۔ سفید رنگ کی شرت کی بازو پر سرخ داغ لگے تھے۔ وہ شاید حامم کا خون تھا جو پیشانی پر چوت کی وجہ سے نکلا تھا۔ یعنی وہ اٹھا کر لایا تھا۔ حامم یہ سوچ پر دنگ رہ گئی تھی۔ وہ چہرہ دوسری جانب پھیر چکی تھی اور ہونٹوں کو سختی سے ایک دوسرے میں پیوست لیا تھا۔ روحان اسکے یوں چہرے کا رخ بدلنے پر جیران ہوا تھا۔ اسے لگا تھا کہ وہ چینے کی برا جھلا کہے گی لیکن نہیں وہ خاموش تھی۔

"حامم۔۔۔" کتنے جذب سے پکارہ تھا اس نے۔ حامم نے آنکھیں مچھیں۔ اسکا دل دھڑکا تھا۔ ایسے ہی وہ اسے فون پر پکارا کرتا تھا۔

"میں آرہے نہیں رہا اب میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کھون گا اور نہ ہی معافی مانگوں گا شاید مجھے اسکا حق نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تم سے گزارش ہے کہ میری محبت کومت دھتکارنا۔۔۔"

اسکا نرم گرم لہجہ جذبات کی آنچ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ خاموش رہی تھی۔ آنسوؤں کو ہاتھ کی ہتھیلی سے صاف کیا تھا۔ کتنا خوش تھی وہ آج کے دن لیکن پھر ساری خوشیاں جیسے غموں میں بدل گئیں۔ کچھ پل گھری خاموشی کی نظر ہوئے تھے۔ حامم اپنے چہرے پر اسکی گھری نظروں کی تپش کو محسوس کر رہی تھی۔ حامم کو لگا تھا اسکا سانس رک جائے گا۔ وہ ایک جھٹکے سے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔

"دھیان سے۔۔۔" روحان پیتابی سے اسکی جانب لپکا تھا۔ وہ اسے کپڑنا چاہتا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔" حامم نے ہاتھ اٹھا کر اسے دور رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ اسکا لہجہ سرد تھا۔ روحان ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا تھا۔ وہ اپنے سکارف کو اچھی طرح سر پر لپیٹتے ہوئے اب جوتے پہننے کی کوشش کر رہی تھی۔ روحان سنجیدہ چہرہ لیے بغور اسکا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ ناراض اور مصروف سی اچھی لگ رہی تھی۔ سال بعد اسے اپنی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ نیچے جھک کر جوتے پہننے پر درد کی ایک تھیس اسکے سر میں اٹھی تھی۔ شاید نیچے گرنے کی وجہ سے گردن پر بھی چوت آئی تھی۔ اسے کراہتے دیکھ کر وہ حامم کی طرف لپکا۔

"مجھے لگا تھا کہ ان چھ سالوں میں تم بھی بدل گئی ہو گی۔۔۔ لیکن نہیں۔ مجال ہے جو ام حامم بدل جائے وہ آج بھی ولی ہی ضدی اور ہٹ دھرم ہے" اسکے خوبصورت جوتے کو نیچے سے اٹھا کر اسکی جانب بڑھاتے ہوئے وہ گھمیس سنجیدہ لبھے میں کہہ رہا تھا۔ حامم نے اسکے قریب آنے پر گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ اب یہ جوتا میرے سر میں مت مار دینا پہنچنے کے لئے دیا ہے" اسکے تکھے لجھ پر حامم کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہ انہتہا کا صاف گو تھا۔ "تت۔۔ تتم۔۔" وہ کہنا چاہتی تھی لیکن تم کا لفظ اسکی زبان سے ادا نہیں ہوا تھا۔ وہ پورا ایک سال اسے آپ آپ کہتی رہی تھی۔ محبت سے زیادہ وہ روحان حیدر سے عقیدت رکھتی تھی۔

"میں خود پہن لوں گی۔۔" حامم نے ایک جوتا پہنچنے کے بعد دوسرا اٹھانے کیلئے دوبارہ جھکی۔

"مجھے ضدی اور ہٹ دھرم لڑکیاں نہیں پسند" وہ ایک گھٹناز میں ہر ٹکائے بیٹھا تھا۔ نظریں حامم کے چہرے پر تھیں۔ جبکہ حامم اسے دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔ اس ایک سال میں اس نے روحان کی ہر بات مانی تھی۔ وہ کافی تابعdar ثابت ہوئی تھی۔ اب آرجے کو اپنے سامنے دیکھ کر اس میں ہانی والی روح جاگ اٹھی تھی۔

حامم اب دوسرا جوتا بھی پہنچکی تھی۔ اس نے خود کو سخت الفاظ کہنے سے روکا ہوا تھا۔

"چلیں" روحان نے کھڑے ہو کر اسکی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔

"شکریہ۔۔" حامم اسکے ہاتھ کو مکمل نظر انداز کر کے بیڈ سے اٹھی تھی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

روحان بس ایک سرہ آہ بھر کر رہ گیا تھا۔

انہیں گھر چھوڑنے کے بعد روحان حشام کے گھر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ پورا استہ وہ خاموش سی گاڑی سے باہر دیکھتی رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا روحان جیسے ہمسفر کے ملنے پر نہیں یا آرجے کے لوٹ آنے پر روئے۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ قمst کی اس ستم ظریفی پر وہ کیا کرے؟ حامم کو اب افسوس ہو رہا تھا کہ کاش وہ نکاح والے دن اسے دیکھ لیتی لیکن جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا تھا۔ گاڑی رکنے پر وہ سب سے پہلے گاڑی سے اتری تھی اور پھر بنایچھے دیکھے وہ بلڈنگ کی طرف بڑھی تھی۔

"پریشان مت ہونا روحان وہ تھوڑی پاگل ہے تم بھی جانتے ہو لیکن سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔"

ماہی نے اسے تسلی دی تھی جس پر وہ مسکرا کر رہ گیا تھا۔

حامم اپنے کمرے میں پریشانی سے ادھر ادھر ٹھہر رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے، اگر وہ آسیہ بیگم سے بات کرتی تو یقیناً وہ سب پوچھتیں۔

"تم سب نے مل کر دھوکا دیا ہے مجھے۔" حامم کی ساعت سے اسکے اپنے الفاظ ملکرائے۔

"ہانی تمہیں کسی نے دھوکا نہیں دیا وہ روحان بن حیدر جبیل ہے آرجے نہیں" ماہی نے کہا تھا۔

"انفف" حامم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھاما تھا۔ وہ انجانے میں کیا بول گئی تھی لیکن جو جواب ماہی نے دیا تھا اسے اب احساس ہو رہا تھا یقیناً وہ بہت کچھ جانتی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ۔۔؟؟" حامم کو اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہوا تھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھے بیٹھے لیٹ گئی تھی۔ آنکھوں کو بند کیا تھا۔ وہ سو جانا چاہتی تھی۔۔

پریشانیوں سے بچنے اور غلط سوچوں کو اپنے ذہن سے نکالنے کا یہی ایک بہترین طریقہ تھا۔ وہ اس وقت کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی سب کیا ہوا تھا کیوں ہوا تھا؟ کچھ بھی

نہیں۔ وہ کتنی ہی دیر آنکھیں موندے لیٹی رہی تھی اور پھر شاید ابھی تک وہ دواؤں کے زیر اثر تھی اسی لئے سوگئی۔

کیسا لگا حامم سے مل کر۔۔۔؟؟“ یہ ایلف تھی۔ وہ جانتی تھی روحان آج اس سے ملنے والا تھا۔ اسی لئے اس نے رات کو فون کیا تھا۔ ” مجھے خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مجھے جس رد عمل کی توقع تھی وہ نہیں ہوا لیکن جو نہیں سوچا وہ ہو رہا ہے وہ خاموش ہے اس نے کچھ نہیں کہا مجھ سے ”روحان نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایلف کو بتادیا تھا۔ وہ اچھی لڑکی تھی اور ہمیشہ مفید مشورہ دیتی تھی۔ ” یعنی ایک سلفائٹ نے دوسرے سلفائٹ کو حیران کر دیا ہے۔۔۔ وہ مسکرانی تھی۔ ” ماں بہت زیادہ۔۔۔ ”روحان نے اعتراف کیا تھا۔

” یقیناً وہ صدمے کے زیر اثر ہو گی اسے کچھ وقت دو حالات کو سمجھنے کا اور تم خود اسے سمجھنے کی کوشش کرو امید ہے سب بہتر ہو گا۔ ” ایلف کی بات سن کر روحان کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔ ایلف فون بند کر چکی تھی۔ جبکہ روحان ایک بار پھر گھری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

” صرف ایک ہفتہ رہ گیا ہے ماہم کی شادی میں، میں چاہتی ہوں ماہی بیٹا اب تم بھی شادی کر لو حامم کی بھی رخصتی ہو جائے۔۔۔ بس ایک تم رہ گئی ہو۔۔۔ آسیہ بیگم کا فون تھا۔ ماہی غور سے انکی باتیں سن رہی تھی۔ ”

” آپ میری چاہت سے واقف ہیں چھوٹی امی میں حشام کے علاوہ کسی اور کا نہیں سوچ سکتی جب تک وہ شادی نہ کر لے میں بھی نہیں کروں گی میں اسکا انتظار کروں گی۔۔۔ ماہی اب انہیں چھوٹی امی کہہ کر بلاتی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پر خلوص تھیں۔ ”

” حمدان تمہیں لے کر پریشان رہتے ہیں ماہی اور مجھے بھی اچھا نہیں لگتا کہ میری اپنی بیٹیوں کی شادی ہو جائے اور تمہاری نہیں میں تمہیں بھی اپنے گھر میں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ ” آسیہ بیگم پریشان تھیں۔ ”

” میں جانتی ہوں بابا بھی یہی چاہتے ہیں اگر آپ مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہیں تو میرے لئے دعا کیا کریں میری خوشی حشام ہے۔۔۔ صرف حشام۔۔۔ ” لیکن ماہی بیٹا اسکا اور شستہ ہو چکا ہے۔۔۔ منگنی بھی۔۔۔ تم ابھی بھی۔۔۔ آسیہ بیگم بات ادھوری چھوڑ گئی تھیں۔ بی جان نے حشام کا رشتہ اپنی بھانجی سارہ سے کر دیا تھا۔ انکی بات سن کر ماہی کو اپنے اندر کچھ لکھا محسوس ہوا تھا۔ لیکن وہ آنسو ضبط کر گئی تھی۔ ”

” جانتی ہوں اور ابھی نکاح نہیں ہوا نکاح ہونے تک مجھے انتظار کرنا ہے ” ماہی کا لہجہ اٹل تھا۔ آسیہ بیگم گھری سانس لے کر رہ گئی تھیں۔ ”

” وہ پین سے گرم دودھ کو گلاس میں ڈال رہا تھا جب دروازے پر ہونے والی مسلسل بیل نے انکی توجہ اپنی جانب مزول کروائی۔ ”

” آرہا ہوں صبر کرو۔ ” جور ڈون نے چھوٹے سے کچن سے ہی ہانک لگائی تھی۔ وہ اس وقت ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔ بالوں کو اس نے پوئی میں قید کیا ہوا تھا۔ ٹی شرٹ سے اسکے کسرتی بازو نمایاں تھا۔ اسے باکسنگ اور جم جانے کا بچپن سے ہی شوق تھا۔ اور آہستہ آہستہ باکسنگ کا شوق اسکا پیشہ بن گیا تھا۔ دودھ کے گلاس کو لاٹوں میں پڑے میز پر رکھنے کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا باہر کھڑے لوگوں کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ پہلے وہ حیرت سے حشام جبیل، روحان جبیل اور ضیا جبیل کو دیکھتا رہا تھا اور پھر اسکی آنکھوں میں نفرت کے شعلے بھڑک کے۔ ”

ایک ہی پل میں غصے سے اسکا دماغ گھوما۔ جورڈن نے اپنی مٹھیوں کو بھینچ کر سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھا جو اسکا باپ تھا۔ جسے وہ اپنی ماں کا قاتل سمجھتا تھا۔ جورڈن نے بناؤ کچھ کہے دروازہ بند کرنا چاہا جسے آگے بڑھ کر حشام نے پکڑا تھا۔

"پلیز جورڈن ایک بات ہماری بات سن لو۔" حشام نے منت کی تھی۔ ضیاء جبیل کی آنکھوں میں اپنے کڑیل جوان بیٹے کو دیکھ کر نبی ابھری تھی۔ وہ مار تھا سے بہت مشاہدہ رکھتا تھا۔ وہ اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"کیوں آئے ہو تم لوگ؟ دفع ہو جاؤ یہاں سے میں تم سب سے نفرت کرتا ہوں۔" "جورڈن دھاڑا تھا۔"

"اہم چلیں جائیں گے میرے بچے۔" بس ہماری بات سن لو ایک بار۔" ضیاء جبیل نے بھرا آواز میں کہا تھا۔ جورڈن نے غصے سے دونوں داتوں کو بھینچا تھا۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ سامنے کھڑے شخص کا خون کر دیتا۔

ضیاء جبیل کو پیرس حشام نے بلا یا تھا۔ جورڈن سے ملنے کے بعد کتنے ہی دن حشام پر یثان رہا تھا۔ وہ اپنے باپ سے ناراض رہا تھا۔ غصہ ٹھنڈا ہونے پر اس نے اب ضیاء جبیل کو بلا یا تھا تاکہ وہ جورڈن سے معافی مانگ سکیں اور اسے اپنا عیسیٰ۔

"مجھے کوئی بات نہیں سننی جاؤ یہاں سے۔۔۔"

وہ پھر چیخا۔

"تمہیں مار تھا تائی امی کی قسم ہے جورڈن ایک بار بات سن لو۔" روحان کے کہنے جورڈن کے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔ وہ تھک گیا تھا۔ اس نے خود پر ضبط کر کے انہیں اندر آنے دیا تھا۔

ضیاء جبیل نے جورڈن سے معافی مانگی تھی وہ اسے پاکستان لے جانا چاہتے تھے۔ وہ اسکا خاموش بیٹھا رہا تھا۔

"آپ مجھے میری ماں والپس نہیں لوٹ سکتے میری محرومیوں والی زندگی اور بچپن کا مد اوہ نہیں کر سکتے۔" آپ کچھ نہیں کر سکتے پھر کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟ مجھے آپکی ضرورت نہیں ہے میری ماں آپکی بے وفائی کے دکھ میں مری ہے مجھے آپکی ضرورت نہیں ہے جائیں یہاں سے" وہ دبی دبی آواز میں چلا رہا تھا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں میرے بچے میں تمہیں اتنے سالوں میں ایک پل کیلئے بھی نہیں بھولا۔" مجھے معاف کر دو۔" ضیاء جبیل رو دیئے تھے۔

"یقیناً تائی امی نے تمہیں معاف کرنا سکھایا ہو گا جورڈن معاف کر دو بڑے ڈیڈ کو وہ ابھی اتنے سالوں سے سکون کی نیند نہیں سوئے۔" پچھتاوے کی آگ میں جلتے رہے ہیں" روحان نے آگے بڑھ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اور جورڈن کو مار تھا یاد آگئی تھی جو اسے معاف کرنے اور محبت کا درس دیتی تھی۔ حشام سارا وقت خاموش رہا تھا۔ وہ ان دونوں باپ بیٹوں کو اپنے دل کی باتیں کہہ دیتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا۔

"ہانی پینگ ہو گئی تمہاری۔۔۔؟" ماہی اسکے کمرے میں داخل ہوتی پوچھ رہی تھی۔ جو بے دلی سے سوت کیس میں اپنے کپڑے رکھ رہی تھی۔ "کر رہی ہوں۔" حامم نے سرد سے لبجے میں جواب دیا تھا۔ وہ سب لوگ پاکستان جا رہے تھے۔ ماہم کی شادی تھی۔ شام کی فلاٹ تھی انگی۔ حامم ماہی اور ایلا کے ساتھ ساتھ سب سے ناراض تھی۔

وہ کسی سے بھی بات نہیں کر رہی تھی۔ ان چھ سالوں میں وہ پہلی بار پاکستان جا رہی تھی۔ جسکی وجہ سے وہ پاکستان چھوڑ کر آئی تھی وہ اب اسکی زندگی کا سب سے اہم حصہ بن گیا تھا۔ اب پاکستان سے کیا دشمنی تھی۔

ماہی نے غور سے حاصل کو دیکھا تھا جسکے پھرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔ ماہی جانتی تھی حاصل بہت غصے میں ہوتی تھی تو لڑ جھگڑ لیتی تھی۔ لیکن بہت زیادہ غصے اسے صدمے میں پہنچا دیتا تھا۔ اور اس وقت بھی وہ گھرے صدمے میں تھی۔ اسی لئے خاموش تھی۔

ٹھیک ہے اچھی بات ہے۔۔۔ پینگ کر کے آجائونا شستہ کرلو۔۔۔ روحان بھی آیا ہے۔۔۔ ”ماہی اسے اطلاع دیتی جا بچی تھی۔ جبکہ حاصل کی غصے سے تپوری چڑھی۔

وہ تینوں جورڈن کے پاس سے واپس آگئے تھے۔ جورڈن نے ناچاہتے ہوئے بھی انہیں معاف کر دیا تھا۔ لیکن پاکستان جانے سے منع کر دیا تھا۔ وہ کسی صورت پاکستان جا کر انکے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ ضیاء جبیل نے بہت متین کی تھیں۔ لیکن وہ لوگ اسے نہیں متابائے تھے۔۔۔ ایک بوجھ سا ضیاء جبیل کے دل سے اتر گیا تھا۔ جبکہ جورڈن کے انکار نے انہیں مزید ایک بوجھ تلے دبا دیا تھا۔ وہ بو جھل دل کے ساتھ واپس آگئے تھے۔

وہ تیار شیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی۔۔۔ نیچے کھانے کی میز پر سب کے ساتھ روحان موجود تھا۔ حاصل انہیں نظر انداز کرتی باہر کی طرف بڑھی تھی۔

”ہانی کہاں جا رہی ہو تم؟ ناشستہ نہیں کرنا کیا۔۔۔ ؟؟“

ماہی نے اسے باہر جاتے دیکھ کر پوچھا۔

”نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔“ وہ سرد لبجھ میں کہتی باہر نکل گئی تھی۔۔۔ ماہی نے سوالیہ نظروں سے روحان کو دیکھا تھا جس نے کندھے اچکا کر اپنے خبری کا اظہار کیا تھا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جا رہی تھی۔

حشام پوری توجہ سے کلاس کو لیکھر دے رہا تھا جب کلاس روم کے دروازہ پر ہونے والی دستک نے چونکا یا۔

”مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے مسٹر حشام جبیل۔۔۔“ حاصل کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔ پوری کلاس کبھی حشام کو تو کبھی حاصل کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ وہ کلاس سے معدوم کرتا باہر نکل آیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ کے لان میں موجود تھے۔

”خیریت مسز حاصل روحان جبیل کو آج میری یاد کیسے آئی۔۔۔ ؟؟“ وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ تھا۔

”آپ بھی سب کے ساتھ ملے ہوئے تھے نا۔۔۔ ؟؟“

حاصل کے خوبصورت چہرے پر غصہ تھا۔ بلکی بلکی دھوپ نے سردی کی شدت کو تھوڑا کم کیا تھا۔ لیکن دھوپ کا یہ دورانیہ بہت ہی کم ہوتا تھا۔

اسکی بات سن کر حشام نے ایک گھر اسنس لیا تھا۔

”مجھے جو ٹھیک لگا وہی کیا۔۔۔“ حشام نے نرم لبجھ میں جواب دیا تھا۔

”آپ جانتے تھے نا کہ میں آر جھ سے نفرت کرتی ہوں آپ نے مجھے نہیں بتایا کہ وہ زندہ ہے۔۔۔ اور اور۔۔۔“ شدت جذبات سے حاصل کی آواز کانپ رہی تھی۔

”سالوں تک روحان بھی آپکو مر اہوا سمجھتا رہا ہے۔۔۔ ہر سکے کے دورخ ہوتے ہیں حاصل۔۔۔ آپ نے بس ایک دیکھا ہے، جب آپ دوسرا دیکھیں گی تو یقیناً آپکے ہر سوال کا جواب مل جائے گا۔۔۔“

وہ سنجیدہ لبجھ میں کہتا اسکی بات کاٹ چکا تھا۔ حاصل بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

خاموشی گھری خاموشی وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی حشام کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

آپ مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے نا۔؟ مجھے آر جے کے ساتھ نہیں۔ کیا آپ مجھ سے شادی کریں گے اگر میں اس سے طلاق لے لوں۔

وہ چاہ کر بھی ”روحان سے طلاق“ کا لفظ استعمال نہیں کر پائی تھی۔ حشام تو اسکی بات سن کر دنگ رہ گیا تھا۔ وہ حیرت سے حانم کو دیکھ رہا تھا جو کافی پر سکون کھڑی تھی۔

کچھ دیر تک وہ حانم کی آنکھوں میں دیکھتا رہا تھا جیسے تصدیق چاہتا ہو کہ وہ مذاق کر رہی تھی یا سچ کہہ رہی تھی۔ سورج کی روشنی خاص زاویے سے حانم کے چہرے کو چھو رہی تھی۔ اور پھر اسکا پیدائشی نشان چمکا تھا۔ تیز روشنی حشام کی آنکھوں سے ٹکرائی تو وہ رخ پھیرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

یہ روشنی ہمیشہ اسکی نظر وہ کو حانم کے چہرے سے ہٹا دیتی تھی اور یہ ثابت کرتی تھی اسے دیکھنا حق حشام کو نہیں

”ہرگز نہیں۔“ حشام بولا تو اسکا لہجہ سخت تھا۔

”لیکن کیوں۔؟؟“ حانم نے پوچھا۔

”آپ پاگل ہو گئی ہیں ام حانم۔ آپ میرے بھائی کی بیوی ہیں۔ میرے لئے قابل احترام۔ لگتا ہے روحان کو زندہ دیکھ کر آپ کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کام کرنا چھوڑ گئی ہے۔ لیکن اسکا زندہ ہونا اللہ کا حکم اور مرضی ہے میرے دل میں جو جذبات تھے وہ دو سال پہلے تھے اب نہیں رہے بہتر ہو گا آپ حالات کو سمجھنے کی کوشش کریں اور آئندہ اس طرح کا خیال اپنے ذہن میں مت لائیں“ حشام کا لہجہ سخت تھا۔ وہ کافی غصے میں تھا۔ حانم اسکی بات سن کر لا جواب ہو چکی تھی۔ وہ کافی دیر خاموش کھڑی رہی اور بنا کچھ کہے وہاں واپس چلی گئی۔

خشام جو رخ موزے کھڑا تھا اسکے جانے کے بعد پڑا اور نم آنکھوں سے اسے دور جاتا دیکھ رہا تھا۔ بہت مشکل ہوتا ہے اس شخص کا دل توڑنا جسے آپ بے پناہ محبت کرتے ہوں۔ وہ دھیرے دھیرے اسکی نظر وہ سے دور ہو رہی تھی۔ اسے حانم سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔

میں جانتا ہوں کہ یہ ”

تعلق بہت دنوں تک نہیں رہے گا

کسی سفر کی کسی سڑک پر بغیر پوچھے بغیر بولے

بغیر اک دوسرا کو دیکھے

نظر جھکائے

خود اپنی اپنی مسافتوں پر نکانا ہو گا

میں جانتا ہوں کسی پڑاؤ پہ غُر بھر کے لئے اچانک مجھڑنا ہو گا

سوایسا کر لیں

ہم ایک دو جے کو دل میں بھر لیں

میں تجھ کو سارے کاسار ارث لوں

تو مجھ کو سارے کاسار اپڑھائے

منا ہے لمبی مسافتوں کے سفر میں زادِ سفر نہ ہو  
طویل رستے نہیں گزرتے !!

حشام نے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر سوچا تھا۔ لیکن وہ یہ اچھے سے جانتا تھا صرف وہی اسکو دل میں بھرنے والا تھا۔ صرف وہی اسے رٹنے والا تھا نہ وہ اسے چاہتی تھی اور نہ کبھی ایسا ممکن تھا۔ وہ اس وقت غصے میں تھی۔ کچھ سوچ نہیں پا رہی تھی لیکن وہ یہ بھی اچھے سے جانتا تھا کہ وہ صرف روحاں جبیل سے محبت کرتی تھی

وہ تمام لوگ اس وقت ایرپورٹ پر موجود تھے۔ ماہی، ایلا، حانم، روحاں، حشام اور ضیاء جبیل وہ سب پاکستان جا رہے تھے۔ ماہم کی شادی تھی۔ جو کافی دھوم دھام سے ہونی تھی۔ حانم کی دوبارہ ابھی تک براہ راست روحاں سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ وہ اس سے چھپ رہی تھی اسے نظر انداز کر رہی تھی۔ روحاں یہ بات اچھے سے جانتا تھا۔ وہ خاموش تھا وہ چاہتا تھا کہ حانم ٹھوڑا وقت لے اور سب سمجھنے کی کوشش کرے۔

ماہی غور سے حشام کو دیکھ رہی تھی۔ اسے خوشی ہو رہی تھی وہ اپنے ساتھ جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ماہی کو احساس ہوا تھا کہ حشام کے چہرہ کارنگ زرد پڑپچا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کافی کمزور ہو گیا تھا۔ لیکن وہ پوچھ نہیں پائی تھی۔ شام کے اس پھر میں وہ پیرس کو خیر آباد کر کے پاکستان کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

حشام اور ضیاء جبیل اکٹھے بیٹھے تھے۔ حانم کی سیٹ ماہی کے ساتھ لیکن اسکی سیٹ پر ایلا بیٹھ چکی تھی۔  
”یہ میری سیٹ ہے۔“ حانم نے دھائی تھی۔

”سوری لیکن مجھے اور ماہی کو ایک ساتھ سفر کرنے کی عادت ہے ویسے بھی میرا دل خراب ہو جاتا ہے۔ میں اپنے کرش کے پاس بیٹھ کر اس کا بھی دل خراب نہیں کر سکتی۔“ ایلا شرات سے کہہ رہی تھی۔ حانم نے اسے گھورا تھا۔

”جاو اپنے شوہر کے ساتھ جا کر بیٹھو ایسا موقع بار بار نہیں ملتا۔“ ایلا نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا۔ حانم کا چہرہ سرخ ہوا۔ وہ مزید ایلا کی باتیں نہیں سن سکتی تھی۔ اسی لئے روحاں کی طرف بڑھ گئی۔

”مجھے اس طرف بیٹھنا ہے۔“ روحاں کے پاس پہنچ کر اس نے جیسے حکم دیا۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں“ روحاں نے مسکراہٹ دبا کر اسے گزرنے کی جگہ دی۔ حانم نے بیٹھنے کے بعد چہرے کا رخ شیشے کی جانب موڑ لیا تھا۔  
”کیا ہم بات۔“

”بالکل نہیں۔“ روحاں کی بات مکمل ہونے سے پہلے حانم انکار کر چکی تھی۔  
”لیکن کیوں؟“ وہ اداس ہوا۔

”میری مرضی“ حانم نے منہ بنایا۔ روحاں نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی۔

”لیکن مجھے توبولنے کی عادت ہے۔“ وہ جان بوجھ کر اسے چڑا رہا تھا۔ حانم نے ایک سرد سی نظر اس پر ڈالی اور پھر سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس نے خود کو اب حالات کے حوالے کر دیا تھا۔ اسے اب افسوس ہو رہا تھا۔ طلاق کا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

لیکن جانے کیسے اس نے یہ لفظ اپنے منہ سے نکالا تھا۔ اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ غصہ واقعی بہت بری چیز ہے۔ انسان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مغلوب کر دیتا ہے۔ وہ جو اس سے بات تک کرنا نہیں چاہتی تھی کچھ دیر روحان کے کندھے سے سرٹکائے بے خبری کی نیند سورہی تھی۔ وہ پر سکون اور مطمئن نظر آرہی تھی۔ اسے سوتا دیکھ کر روحان کے اندر تک سکون اتر گیا تھا۔ اور ایسا ہی سکون حامم کو اسکی قربت میں محسوس ہوا تھا تب ہی وہ سب کچھ بھلانے سورہی تھی۔ ایلانے پیچھے مڑ کر دونوں کو دیکھا اور وکٹری کا نشان بنایا کر روحان کو گذلک بولا اسکی اس حرکت پر روحان مسکرا دیا تھا اور پھر حامم کے گرد بازو کا حصار قائم کیا۔ "وہ اسکی تھی" یہی سوچ اس میں ایک نئی روح پھونک جاتی تھی۔

حمدان والا میں ایک دم ہی بہت رونق ہو گئی تھی۔ وہ لوگ رات کو پہنچے تھے۔ آسیہ بیگم ماہی اور حامم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ وہ دونوں سالوں بعد پاکستان آئی تھیں۔ ماہم بہت خوبصورت اور خوش نظر آرہی تھی۔ رات کا کھانا بہت اچھے ماحول میں کھایا گیا تھا۔

کھانے کے بعد حشام اور ضیاء جیل اپنے گھر چلے گئے تھے جو پاس ہی تھا۔ البتہ روحان حمدان صاحب کے ساتھ بیٹھا کچھ اہم باتیں کر رہا تھا۔ حمدان انکل اس سے شادی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ انہیں لاوٹخ میں باتوں میں مگن دیکھ کر حامم پکن میں آسیہ بیگم کے پاس آگئی تھی جو چائے بنائی تھیں۔ جبکہ ایلا اور ماہم کے کمرے میں اسکی شنپنگ دیکھ رہی تھیں۔

"بہت خوشی ہوئی آج مجھے اپنے بچوں کو گھر میں دیکھ کر۔" آسیہ بیگم واقعی خوش نظر آرہی تھیں۔ "مجھے بھی۔" "حامم مسکرا دی تھی۔"

"میں نے اور حمدان نے فیصلہ کیا ہے کہ ماہم کے ساتھ ہی تمہاری بھی رخصتی کر دیں۔" آسیہ بیگم نے مصروف سے لبجے میں کھا تھا۔ سٹول پر بیٹھی حامم ایک دم اچھلی تھی۔

"اک۔ کیا مطلب۔؟؟" وہ ہکلائی۔

"ہاں۔" تمہیں بھی ساتھ ہی رخصت کیا جائے گا۔" دو تین دنوں میں اپنی شادی کی تیاری کرلو۔"

آسیہ بیگم بتا رہی تھیں جبکہ حامم جیرا لگی سے انکی پشت کو گھور رہی تھی۔ "میری رخصتی کیوں۔ خیریت۔؟؟"

"کیوں۔؟ تم نے رخصت ہو کر اپنے گھر نہیں جانا۔ ویسے بھی تمہاری ساس کہہ رہی تھی کہ انکی سیدھویلی ویران پڑی ہے۔ وہ تمہیں اب اپنی حویلی میں دیکھنا چاہتی ہیں۔" حامم کو اپنادم گھٹنا محسوس ہوا تھا۔

"ایسے کیسے میں رخصت ہو کر چل جاؤں؟ آپ لوگوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ لڑکا کماتا بھی ہے یا نہیں۔" اماں آپکو پتا بھی ہے آپکا داماں بے روزگا پھرتا ہے۔" حامم نے گویا اپنے دل کی بھڑاس نکالی تھی۔

"بے روزگار۔؟؟" آسیہ بیگم نے جیرت سے اسے پلٹ کر دیکھا۔

"ہاں اور نہیں تو کیا۔؟ کیا کام کرتا ہے وہ؟؟"

حاجم ناک منه چڑھا کر پوچھ رہی تھی۔

"پڑھ رہا ہے اور بتارہا تھا ایک بہت بڑی لیب میں ایک سامنہ دان کے طور پر کام کرتا ہے اتنا کم ہے کیا تم مستقبل کے ایک عظیم سامنہ دان کی بیوی ہو۔" حاجم جیرت سے منه کھولے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی جو روحان کے متاثرین میں شامل تھی۔

"اور تو اور دین کا کام بھی کر رہا ہے ماشاء اللہ اتنے اچھے بیان کرتا ہے سن کر خوش ہو جاتی ہے۔" حاجم نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔ یہاں اسکی دال نہیں گلنے والی تھی۔

"اتنا یک شریف بچہ ہے۔ اتنے ادب سے بات کرتا ہے"

"ماں میں تھک گئی ہوں سونے جا رہی ہوں"

حاجم مزید اسکی تعریفیں نہیں سن سکتی تھیں۔

"ارے چائے تو پی لو اب۔" وہ چائے کپ میں ڈالتے ہوئے بولیں۔

"نہیں بس ٹھیک ہے۔" وہ جانے کیلیے پائی تھی اور پھر دروازے میں ایستادہ روحان کو دیکھ کر گڑبرداگئی تھی جو گہری نظر وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہ اپنے داماد کو پلا دیں چائے۔" وہ روحان کو گھورتی اسکی جانب بڑھی تھی جو اب دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"راستہ دیں۔" حاجم نے اسکے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا۔ البتہ نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"میری براہیاں کی جا رہی تھیں۔؟؟" وہ شراری لبجے میں پوچھ رہا تھا۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں" حاجم نے منه پھلا کر جواب دیا۔

"ارے بیٹا تم یہاں میں بس آہی رہی تھی چائے لے کر۔" آسیہ بیگم اسے کچن کے دروازے میں دیکھ کر بوكھلا گئی تھیں۔ روحان نے سیدھے ہوتے ہوئے حاجم کو راستہ دیا جو بنا کچھ کہے سنے وہاں سے رفوچکر ہو گئی تھی۔

"کیا باتیں ہو رہی تھیں؟؟" وہ اب خوشدلی سے پوچھ رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں رخصتی کی بات کر رہی تھی حاجم سے۔"

"پھر کیا کہا اس نے؟؟" وہ بے چین ہوا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔"

آسیہ بیگم نے صاف بات کی۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میں کر لو نگاہ بات اس سے"

وہ انہیں تسلی دے رہا تھا۔ آسیہ بیگم اسکی بات سن کر مسکرا دیں۔

وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ حاجم کو لگا کہ ملازمہ چائے دینے آئی ہو گی۔

"آ جاؤ۔" وہ اب لیٹ چکی تھی۔ کمبل اوپر لیا۔ تھک گئی تھی۔ اسے ہمیشہ سفر کے بعد بہت نیند آتی تھی۔ تبھی دروازہ کھلا اور وہ اندر آیا۔

"بیگم صاحبہ کو نیند آگئی ہے؟؟" وہ سنجیدہ لبجے میں پوچھ رہا تھا۔ حاجم کرنٹ کھا کر اٹھی۔

"آپ۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔؟؟" حاجم حیران سی اسے دیکھ رہی تھی۔

”آج جب میں نے یہ گھر دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ سالوں پہلے جب بارش میں بھیگتی ایک لڑکی اس گھر سے باہر نکلی تھی تو وہ واقعی تم تھی۔ لیکن اس وقت میں نے اسے اپناو ہم سمجھا تھا۔“ وہ اب کمرے کی کھڑکی کھول کر باہر دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ حامم اسے جیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اسکے کمرے میں بلکہ بلکہ روشنی تھی۔

”کتنا پاگل ہوں نا میں بھی۔ جب تم پاس تھی تو خبر نہیں تھی کہ کہاں رہتی ہو اور جب دور ہوئی تو یہاں بس گئی۔“ روحان کھڑکی میں کھڑے ہوئے اپنے سینے پر دل کے مقام پر انگلی رکھ باتراہ تھا۔ حامم جیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”میں سوچتا تھا کہ کیا کبھی مجھے کسی سے محبت ہو گی؟؟ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ ناجانے مجھے کتنی شادیاں کرنی پڑیں گی۔“ وہ خود ہی مسکرا دیا۔ ایک پل کیلئے حامم اسکی مسکراہٹ میں گھم سی ہو گئی تھی۔

”لیکن جب محبت نے مجھ پر حملہ کیا تو میں دنگ رہ گیا ایک لڑکی کیلئے میں در بدر پھر اہوں شاید تم یقین نہ کرو مسزام حامم لیکن روحان جیل کو ام حامم سے شدید محبت ہے۔“

وہ پھر مسکرا دیا تھا۔ حامم اسکی بات سن کر سپٹا گئی تھی۔

”سمو۔ تم جو چاہو سزادے لو لیکن ملکی والی بات کو کسی کے سامنے مت لانا میں تمہارا نام کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا۔!!“ روحان کے لبھے میں البتا تھی۔ حامم کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ اسکی پلکیں جھک گئی تھیں۔

وہ جانتی تھی وہ اس شخص سے بد تمیزی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ اس پر چینے چلائے اسے برا بھلا کہے لیکن جب بھی وہ سامنا آتا تھا۔ حامم کی زبان سے کوئی غلط لفظ ادا ہی نہیں ہوتا۔ وہ اب آرچے نہیں تھا جس سے آگ لگانے والے جملے سناتی تھی۔ وہ روحان جیل تھا۔ سید روحان بن حیدر جیل۔۔۔

کچھ لوگوں کی شخصیت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ لوگوں کے دلوں میں انکار عب اور عزت ڈال دیتا ہے۔ اور شاید روحان جیل ان خوش نصیب لوگوں میں سے ایک تھا جسے اللہ نے ہمیشہ بہت عزت سے نوازا تھا۔

”جھوٹ بھول رہے ہیں آپ کوئی محبت نہیں کرتے نہ مجھے یقین ہے۔“ حامم نے ہمت کر کے کہہ ہی دیا تھا۔

”کیسے یقین کرو گی۔؟؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

اسکی بات سن کر سوچ میں پڑھ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی روحان جیل کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں تھا۔ وہ اس سے شدید نفرت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن نہیں کر پا رہی تھی وہ اس شخص کے سامنے بے بس ہو گئی تھی۔ وہ کافی دیر سوچتی رہی تھی۔

”مجھے سید حویلی چاہیے“ حامم نے سوچنے سمجھنے کے بعد ڈیمانڈ کی تھی۔ وہ جان بوجھ کر ایسا بول رہی تھی۔ وہ بس روحان کا رد عمل دیکھنا چاہتی تھی۔ اسکی بات سن کر جیرت زدہ رہ گیا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ حامم کار کا ہوا سانس بحال ہوا۔

”شکر ہے جان چھوٹی یا اللہ کہاں پھنسا دیا ہے مجھے۔“ وہ پھر سے سونے کیلئے لیٹی۔ آنکھیں نیند سے بو جھل ہو رہی تھیں۔

ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے۔ حامم نیم غنوڈگی کی حالت میں تھی جب کمرے کا دروازہ جھٹکے سے کھلا۔ حامم ہٹر بڑا کراٹھ بیٹھی۔

”اب کیا ہے۔؟؟“ وہ سرخ آنکھیں لئے پوچھ رہی تھی۔

"یہ لو۔۔" روحان نے ایک فائل حاصل کے سامنے بیٹھ پر رکھی۔  
 "یہ کیا ہے۔۔؟" وہ نیم غنوڈگی کی حالت میں پوچھ رہی تھی۔ روحان کو وہ نیند سے بو جھل آنکھیں لئے بہت دلچسپ لگ رہی تھی۔  
 "کھول کر دیکھ لو۔۔" روحان کے کہنے پر حاصل نے فائل کو کھول کر دیکھا تھا۔ اور پھر اسکی نینداڑن چھو ہوئی۔ وہ سید حوالی کے کاغذات تھے۔  
 "ہمارے خاندان میں روایت ہے جو شخص گدی پر بیٹھتا ہے اسکی بیوی کے نام سید حوالی کو کیا جاتا ہے۔۔ جب میرے ڈیڈ نے گدی سنبحاں تو یہ حوالی میرے مام کے نام ہو چکی تھی۔۔ جسے میں نے دوستوں سے شرط لگا کر دھوکے سے مام کے سائز کروا کر اپنے نام کروالیا تھا یہ میرے نام تھی۔۔ اور اب تمہاری ہوئی۔۔ یہ بتاؤ اور کچھ"

وہ پر سکون سے انداز میں بتاتا حاصل کو ورطہ حیرت میں ڈال گیا تھا۔ وہ منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اللہ جانے وہ شخص کیا چیز تھا۔  
 "کیا آپ نے صرف زندگی میں دھوکہ دینا ہی سیکھا ہے؟؟" حاصل نے نیند سے بو جھل آنکھیں لئے پوچھا تھا۔ روحان کا چہرہ اسکی بات سن کر فرق ہوا تھا۔  
 "کیا مطلب۔۔؟؟" وہ اب تکیے چتون لئے پوچھ رہا تھا۔  
 "مجھے نہیں لگتا ایک سلفائیٹ کو مطلب سمجھانے کی ضرورت ہے۔۔" وہ سخت سے لبجھ میں کہہ رہی تھی۔ کاغذات والی فائل اٹھا کر بیٹھ کے ساتھ میز پر رکھی۔

"یہ حوالی ابھی آپ کے نام ہے جب میرے نام ہو جائے گی تب بات کیجئے گا۔۔ آپ چاہیں تو یہ فائل لے جاسکتے ہیں۔۔" وہ بیٹھ پر لیٹ کر کمبل سر تک تان چکی تھی۔ روحان بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر وہ فائل اٹھائی تھی جسے وہ کچھ دیر پہلے اپنے قریبی گھر سے لایا تھا۔ فائل اٹھانے کے بعد اس نے ایک نظر حاصل پر ڈالی تھی جو اسی پوزیشن میں لیٹی تھی۔  
 وہ فائل اٹھانے کے بعد لیمپ بند کرتا اسکے کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ اس نے ہرگز نہیں سوچا تھا کہ حاصل اسکی بات سے غلط مطلب نکال لے گی۔  
 وہ تھکے تھکے قدموں سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

سبھی لوگ شاید اپنے اپنے کمرے میں سونے جا چکے تھے۔ روحان گھری سوچ میں غرق باہر کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔  
 "جی وکیل صاحب۔۔ جی بس آپ جلدی سے کاغذات تیار کروادیں۔۔" عائشہ جبیل فون پر کسی سے مخاطب تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ فون بند کر چکی تھیں۔  
 "کس سے بات کی جا رہی تھی؟؟" سید جبیل نے کمرے میں داخل ہوتے اپنی محبوب بیوی سے پوچھا تھا۔  
 "وکیل صاحب سے۔۔" سیدہ عائشہ جبیل نے چیج بولا تھا۔  
 "خیریت۔۔؟؟" سید جبیل چونکے۔

"حوالی کے کاغذات بنوارہی تھی۔۔" عائشہ جبیل نے جواب دیا تھا۔  
 "حوالی کے کاغذات۔۔؟؟ لیکن کس لئے۔۔؟؟"  
 "اب کی بار سید جبیل صحیح معنوں میں ٹھکلے تھے۔

"روحان دس سال کا ہونے والا ہے۔۔ اور میرے بیٹے نے مجھ سے فرماش کی ہے اس سالگرہ پر میں اسے وہ تحفہ دوں جو آج تک اس خاندان میں کسی ماں نے اپنے بیٹے کو نہیں دیا۔۔"

وہ پر سکون سی کہہ رہی تھیں۔

"عاشرہ تم پاگل ہو گئی ہو؟؟" سید جبیل نے تنکھے چتونوں سے پوچھا تھا۔

"میں یہ حولی روحان کے نام کر رہی ہوں جبیل۔۔ میں اپنے بیٹے کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔۔"

"عاشرہ۔۔ عاشرہ۔۔ تم اپنے بیٹے کی محبت میں پاگل ہو گئی ہو۔۔ اس حولی پر روحان کا حق نہیں ہے بلکہ اس لڑکی کا حق ہو گا جو کل یہاں دہن بن کر آئے گی۔۔ وہ اس کی جو اس گدی کو سنبھالے گا۔۔" سید جبیل نے انکے پاس بیٹھتے ہوئے سمجھایا تھا۔

"ہاں تو مجھیک ہے نا۔۔ کل جب روحان کی دہن آئے گی وہ اسے یہ حولی تحفے میں دے دیگا۔۔"

"تمہیں یقین ہے کہ روحان اس خاندان کی گدی کو سنبھالے گا۔۔ نہیں ہرگز نہیں روحان ایک پاگل بچہ تھا ہے ضدی اور ہٹ دھرم، آج تم حولی اسکے نام کرو گی کل ناجانے وہ حولی کو کسی داؤ پر لگا کر ہار جائے۔۔ پھر۔۔؟؟" سید جبیل نے مستقبل کا اندیشه بیان کیا تھا۔ عاشرہ جبیل سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

"کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں۔۔ لیکن۔۔"

"لیکن کچھ نہیں۔۔ تم یہ حولی روحان کے نام نہیں کرو گی۔۔ یہ کسی اور کی امانت ہے۔۔ سمجھ گئی نا۔۔؟؟" وہ اب پیار سے سمجھا رہے تھے۔

"جی۔۔" وہ اشبات میں سر ہلاچکی تھیں۔

"اچھا تو ڈیڈی میرے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔۔ میں ایسا نہیں ہونے دونگا۔۔ یہ گھر میرا ہے۔۔ اور میرا رہے گا۔۔" باہر دروازے پر کھڑے روحان نے کسی شاطر عورت کی طرح سوچا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے اپنی ماں سے بات کرنے آیا تھا اور پھر اندر سے آتی آوازوں پر باہر رہی رک کر ساری بات سنی تھی۔۔ اسکے معصوم چہرے پر تیوری چڑی ہوئی تھی۔۔ وہ گھری سوچ کا شکار نظر آرہا تھا۔

اور پھر وہی ہوا تھا جو روحان چاہتا تھا۔۔ اگلے دن جب وکیل کاغذات دے کر گیا تو عاشرہ جبیل نے ان کاغذات کو الماری کے اوپر والے خانے میں سنبھال کر رکھ دیا تھا۔۔ انہوں نے ابھی سائنس نہیں کئے تھے۔۔ انکے جانے کے بعد روحان کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔ وہ دس سالہ بچہ جس کا ہاتھ اور پرستک نہیں جاتا تھا۔۔ اس نے سٹول کو الماری کے سامنے رکھ کر وہ فائل نکالی تھی۔۔ اور پھر اسے لے کر دبے پاؤں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔

عاشرہ جبیل سے سائنس کروانا مشکل نہیں تھا۔

"ماما آنکھیں بند کر کے سائنس کریں نا۔۔" وہ چہرے پر معصومیت سجائے کہہ رہا تھا۔۔ کچھ دیر بعد وہ سائنس بھی کروا چکا تھا۔۔ اور کسی کو پتا بھی نہیں چلا تھا۔۔

ایک ماہ بعد عاشرہ جبیل اس دنیا سے چلی گئی تھیں۔۔ اور حولی کے کاغذات کا راز کہیں دب کر رہ گیا تھا۔۔ جب روحان لاہور پڑھنے آیا تو وہ اس فائل کو ساتھ لے آیا تھا۔۔ وہ اسکے بھریہ والے گھر میں ہی پڑی تھی جسے اب وہ حانم کے کہنے پر لے کر آیا تھا۔۔

وہ حانم کو بتا چکا تھا کہ اس نے وہ سائنس دھوکے سے کروائے تھے۔۔ لیکن جب حانم نے اسے دھوکے باز کہا تو اسے اچھا نہیں لگا۔۔ بلکہ دکھ ہوا تھا سچ بات ہے انسان اپنے حال میں چاہے مومن ہی کیوں ناہو۔۔ اگر اسکا ماضی داغ دار ہے تو وہ اسے اسکے حال میں کبھی بھی خوشی جینے نہیں دے سکتا۔۔ اس پاس موجود عام اور سطحی لوگ موقع ملتے ہی انسان کا ماضی اٹھا کر اسکے منہ پر مار دیتے ہیں۔۔

"بد کردار ہو تم حانم۔ بد کردار" آوازوں کا شور اس کی سماعت سے ٹکر رہا تھا۔ رات کا ناجانے کون سا پھر تھا جب حانم ہر بڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ اس نے خواب میں آر جے کو دیکھا تھا جو اس پر ہنس رہا تھا۔ ماضی کی پوری فلم حانم کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگی تھی۔ جوڑہن سے اتر چکا تھا وہ سب یاد آگیا تھا۔ ایک اذیت کی لہر اسکے پورے جسم میں پھیل چکی تھی۔ روحان کا خیال آتے ہی اسکے اندر نفرت کا ابال اٹھا تھا۔

حانم نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھامہ تھا۔ آج پاکستان میں اسکی پہلی رات تھی۔ اور پہلی ہی رات وہ آسیب اس سے چھٹ گیا تھا۔ "میں تمہیں معاف نہیں کر سکتی مسٹر آر جے۔ کبھی نہیں۔" آوازوں سے خوفزدہ ہو کر وہ رودی تھی۔

اگلے پورے دن روحان حمران والا نہیں آیا تھا۔ حانم نے اسکے نا آنے پر شکر ادا کیا تھا۔ رات والے خواب کے بعد اسے وہ پھر سے زہر لگنے لگا تھا۔ "حانم میں چاہتی ہوں آج تم ماہی اور ماہم کے ساتھ جا کر اپنی شادی کا جوڑا لے آؤ۔" اگر تم روحان کے ساتھ جانا چاہتی ہوں تو بھی ٹھیک ہے۔ لیکن چونکہ دن بہت کم رہ گئے ہیں تو تم اپنی تیاری مکمل کر لو۔" آسیہ بیگم نے اسے اپنے کمرے میں بلا یا تھا جہاں ماہم پہلے سے موجود تھی۔ "میری شادی کا جوڑا کس لئے۔؟؟" حانم کی پیشانی پر بل پڑے۔

"کیوں کہ تمہاری رخصتی بھی ساتھ ہی ہو رہی ہے۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔" آسیہ بیگم نے زیور کا ایک ڈبہ اٹھا کر ماہم کی طرف بڑھایا تھا۔ بیڈ پر تین خوبصورت زیور کے سیٹ تھے۔ جن کا ڈبیز اُن مختلف تھا۔ ان تینوں میں سے ایک ماہی، ایک حانم اور ایک ماہم کیلئے تھا۔ "امی میں پہلے بتا چکی ہوں میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔" حانم نے دھائی دی۔

"تم بھول چکی ہو حانم۔ تمہاری شادی ہو چکی ہے۔" بس رخصتی باقی ہے۔" آسیہ بیگم نے یاد دہانی کروائی۔ حانم کا دل آسیہ بیگم کی بات سن کر کٹ کر رہ گیا تھا۔ کتنا خوش تھی وہ اس شادی سے۔ لیکن اب۔ سب بدل گیا تھا۔

اشرام کو چار بجے تیار ہن۔ تمہیں مار کیٹ جانا ہے۔ سمجھ آگئی نا۔ اور ان میں سے ایک سیٹ پسند کرلو۔ میں نے زیادہ فضول خرچی نہیں کی بس ایک ایک سیٹ بنوایا ہے۔" آسیہ بیگم کا لجھ کافی سخت تھا۔ وہ اب حانم کو مزید ڈھیل نہیں دینا چاہتی تھیں۔ حانم کچھ دیر کھڑی آنسو ضبط کرتی رہی اور پھر بنا کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ ماہم نے بند دروازے کو دیکھ کر افسوس سے سر ہلا یا تھا۔

"امی آپ ماہی آپی سے پوچھ لیں میں ابھی آتی ہوں۔" ماہم سنجیدہ لجھے میں کہتی کمرے سے باہر نکلی تھی اب اسکا رخ حانم کے کمرے کی طرف تھا۔

"آخر تمہیں رخصتی سے مسئلہ کیوں ہے؟؟ جہاں تک مجھے یاد ہے تم اس شادی سے کافی خوش تھی نا۔ پھر اب اچانک کیا ہو گیا ہے۔؟؟" ماہم اپنے سامنے بیڈ پر بیٹھی حانم سے پوچھ رہی تھی جسکی آنکھیں رونے کے باعث سرخ ہو چکی تھیں۔ وہ اب سر جھکائے بیٹھی تھی۔ "پہلے کی بات اور تھی۔ لیکن اب میں اس شخص کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔" "لیکن کیوں۔؟؟"

"کیونکہ اس نے دھوکے سے نکاح کیا ہے مجھ سے۔" حانم دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔

"جب نہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا تمہیں روحان بھائی نے تم نے خود شادی سے پہلے تصویر دیکھنے سے انکار کیا تھا۔ اور نکاح کے بعد ملنے سے بھی۔۔۔" ماہم نے اسے یاد دلایا۔

"لیکن تم اور ماہی۔۔۔ تم دونوں جانتی تھیں ناکہ وہ آر جے ہے تم نے مجھے نہیں بتایا۔۔۔ کسی نے بھی نہیں بتایا۔۔۔ سب نے مل کر مجھے دھوکہ دیا۔۔۔" حامم کی آواز بھرا گئی تھی۔

"ہانی۔۔۔ تم غلط سوچ رہی ہو تمہیں کسی نے دھوکہ نہیں دیا وہ حالات ہی ایسے تھے اور روحان بھائی وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں اور جہاں تک مجھے یاد ہے پچھلے دونوں تم بھی انہیں چاہتی تھی نا۔۔۔؟؟"؟

"وہ میرا پاگل پن تھا۔۔۔ تب میں نہیں جانتی تھی کہ وہ آر جے ہے۔۔۔ ورنہ میں کبھی بھی ایسی غلطی نہیں کرتی۔۔۔"

"آخر انہوں نے تمہارے ساتھ کیا برآ کیا ہے ہانی کیوں نفرت کرتی ہو ان سے۔۔۔؟؟"

"کیونکہ کرادر پر انگلی اٹھانے والے شخص سے محبت نہیں نفرت کی جاتی ہے۔۔۔" حامم کے لبجے سے نفرت جھلک رہی تھی۔

"کرادر پر انگلی؟ شاید تم بھول گئی مس ام حامم کہ تمہارے کرادر پر بات تو زبیدہ آپا نے بھی کی تھی۔۔۔ شاید تم بھول گئی ہو کہ تمہیں بد کرادر تو طارق نے بھی کہا تھا کیا تم آج بھی ان سے نفرت کرتی ہو۔۔۔؟؟" ماہم کی بات سن کر حامم ایک دم چوکی تھی اور اسے سوالوں پہلے اپنے پر انے گھر کا واقع یاد آگیا تھا۔

"جب انہوں نے تمہارے کرادر پر انگلی اٹھائی تب تو تم ڈپریشن میں نہیں گئی تھی تب تو تمہیں نروس بریک ڈاؤن نہیں ہوا تھا، پھر آر جے کے کہنے پر ایسا کیوں ہوا؟؟ کیوں تم نے اتنا

### Stress

لیا کہ تم گھرے صدمے میں چلی گئی تھی؟؟ آخر کیوں۔۔۔؟؟" اسے ماہم سے ان سوالوں کی امید نہیں تھی۔ وہ سن سی بیٹھی ماہم کو دیکھ رہی تھی جو اسکے سامنا کھڑی تھی۔ اور کافی سنجیدہ نظر آرہی تھی۔ حامم نے محسوس کیا تھا بہ وہ پچھی نہیں رہی تھی بلکہ ایک سمجھدار لڑکی بن گئی تھی۔

"بتاؤ اب۔۔۔ خاموش کیوں ہو۔۔۔؟؟" ماہم پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ آر جے نے پوری یونیورسٹی کے سامنے مجھے ذلیل کرنے کی۔۔۔"

"بس کرو ہانی۔۔۔ تم شاید بھول گئی ہو لیکن مجھے روحان بھائی نے بتایا تھا اس روز بہت سے ڈیپارٹمنٹ کی چھٹی تھی اور جو انہوں نے تم سے کہا وہ صرف دلوگوں نے سنا تھا ایک وہ خود اور ایک تم اور کون تھا وہاں۔۔۔؟؟ ماہم کافی غصے میں تھی۔۔۔ شاید روحان کمی کی بات گول کر گیا تھا۔ اس کا مقصد اپنی غلطی چھپانا نہیں بلکہ وہ حامم کی غلطی کو عیاں نہیں کرنا چاہتا تھا دوبارہ سے۔۔۔ اور نہ وہ ایک بار پھر وہ کمی کے ساتھ اسکا نام برداشت کر سکتا تھا۔

"اور شاید تم بھول گئی ہو جب طارق نے تم پر الزام لگایا تھا تب تقریباً پورا محلہ جمع تھا پھر تمہیں اس وقت نروس بریک ڈاؤن کیوں نہیں کیا ہوا۔۔۔ اور ایک ملحد کے غلط بات کرنے پر تم صدمے میں چلی گئی۔۔۔؟؟ آخر کیوں۔۔۔؟؟ تمہیں تو نفرت تھی نا آر جے سے۔۔۔ پھر تمہیں صدمہ کس بات کا تھا۔۔۔؟؟" ماہم آج اسے سختی کے مود میں نہیں تھی۔

"اتنی منافقت کس لئے ہانی۔۔۔؟؟ تم دھر ارویہ اپنائے ہوئے ہو۔۔۔ آخر کیوں۔۔۔؟؟" حامم اسکی بات سن کر توڑپ گئی تھی۔۔۔ اسے منافق لفظ تیر کی طرح چھا تھا۔ جو روحان کو منافق سمجھتی تھی وہ خود پر منافق کا ڈھپہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

"انسان کو یہ حق کسی نے نہیں دیا کہ وہ دوسرا سے انسان کے ایمان پر انگلی اٹھائے اسکے نیک یا بد ہونے ہو نشانہ بنائے۔۔۔ اللہ جب جل جلالہ کو یہ بات نہیں پسند۔ روحان بھائی جو اس وقت آرجے تھا وہ تمہیں تب بھی چاہتا تھا۔۔۔ وہ تمہیں کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر سکا۔۔۔ اور اپنے غصے میں ایک غلط کام کر دیا۔۔۔ لیکن تمہیں تو نفرت تھی نا آرجے سے۔۔۔ پھر۔۔۔ پھر ایسا کیوں کیا تھا تم نے اپنے ساتھ کہ خود کو پورا کا پورا ابدل لیا۔۔۔؟؟"

اسکے پاس ماہم کے سوالوں کا جواب نہیں تھا۔ اس نے کبھی خود کا تجزیہ کیا ہی نہیں تھا۔۔۔ اس ڈپریشن میں اور پچھ سوچا ہی نہیں تھا۔ "تم مان لو ہانی کہ اس وقت آرجے بھی تمہارے لئے کچھ خاص تھا۔۔۔ تم جانتی تھی کہ وہ تمہیں سب سے الگ سمجھتا ہے۔۔۔ اور تم یہ بھی جانتی تھی کہ وہ تمہیں سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔۔۔ شاید کہیں نا کہیں تم نے اسکی آنکھوں میں اپنے لئے چاہت دیکھی تھی۔۔۔ شاید اسی لئے جب اس نے تم پر ازالہ لگایا تو تم سے برداشت نہیں ہوا تھما را دماغ اس بات کو قبول نہیں کر پایا تھا۔۔۔ اور تم گہرے صدمے میں چلی گئی تھی۔۔۔

ہانی ہمیں دکھ اس بات پر نہیں ہوتا جب کوئی ہمارے کرادر پر انگلی اٹھاتا ہے۔۔۔ بلکہ تب ہوتا ہے جب "کوئی اپنا" ہم پر الزام لگاتا ہے۔۔۔ تم اتنے سال پیرس میں رہی ہوا گر تم سڑک پر کسی لڑکے کے ساتھ کھڑی ہو اور تمہیں کوئی دوسرا لڑکا آکر کہے کہ یہ تمہارا بوائی سے فرینڈ ہے۔۔۔ یا کچھ اور ہے۔۔۔ تو تم کیا کرو گی۔۔۔؟ کیا تم صدمے میں چلی جاؤ گی۔۔۔؟ نہیں نا۔۔۔ بلکہ تم اسے نظر انداز کرو گی۔۔۔ تو تم آرجے کو نظر انداز کیوں نہیں کیا تھا۔۔۔؟ وہ بھی تو ایک ملحد تھا۔۔۔؟ پھر۔۔۔؟

بات کرادر پر انگلی اٹھانے کی نہیں بلکہ ہماری توقعات کی ہوتی ہے۔۔۔ ایک ایسا انسان جس سے ہماری توقعات جڑی ہوں اگر وہ ہمارا مان توڑدے ہم تب صدمے میں جاتے ہیں ہانی۔۔۔ اور تم مان لو۔۔۔ تمہیں آرجے پر مان تھا۔۔۔ کیونکہ اس نے کبھی تمہارے ساتھ غلط حرکت نہیں کی تھی۔۔۔ اس نے تمہیں سہی سلامت ہاٹھ پہنچایا تھا وہ تمہیں دوسری لڑکیوں کی طرح نہیں سمجھتا تھا۔۔۔ وہ تمہیں عزت دیتا تھا ہانی۔۔۔ اور اس اہمیت کی جو آرجے تمہیں دیتا تھا لا شعوری طور عادی ہو گئی تھی۔۔۔ اور جب اس نے تمہیں دی گئی اہمیت واپس لی تو تمہارا شعور برداشت نہیں کر سکا۔۔۔

تم صدمے میں چلی گئی تھی۔۔۔ یہی حقیقت ہے تم مان جاؤ اب۔۔۔"

"لیکن اس نے میرے ساتھ بہت غلط کیا تھا۔۔۔ تم نہیں جانتی۔۔۔" حامم نے ایک کمزور سی دلیل دینا چاہی تھی۔۔۔؟

"کتنا غلط کیا تھا۔۔۔؟ کیا تم نے کبھی سوچا ہے ان لڑکیوں کا جنکاری پ (عصمت دری) ہوتا ہے۔۔۔ جنہیں جسمانی تشدید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔۔۔؟ کیا تمہارے ساتھ ایسا ہوا۔۔۔؟ کیا تم نے کبھی سوچا ہے جب ایک مرد بنا عورت کی مرضی کے اسکے جسم کو چھوتا ہے تو وہ کس کرب سے گزرتی ہے۔۔۔ کیا تمہارے ساتھ ایسا ہوا؟؟؟

تمہیں لگتا ہے روحان بھائی نے تمہارے دھوکہ دیا ہے۔۔۔ کیا تم نے کبھی سوچا ہے ان لڑکیوں کا جنہیں محبت میں دھوکہ ملتا ہے اور وہ کسی کو ٹھے کی زینت بن جاتی ہیں وہ ہر رات مرتی ہیں اور پھر زندہ ہو جاتی ہیں۔۔۔ کیا تمہارے ساتھ ایسا ہوا۔۔۔ کیا روحان بھائی نے تمہیں ایسا دھوکہ دیا۔۔۔؟ پھر کس دھوکے کی بات کر رہی ہو تم۔۔۔؟ تمہارے ساتھ آرجے نے برا کیا تھا ہانی جو ایک ملحد تھا۔۔۔

آرجے مرچکا ہے۔ اور جب انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اسکے پچھلے تمام گناہ مٹادیے جاتے ہیں آرجے نے جو اپنی نادانی، اپنے غصے یا پاگل پن میں گناہ کیا تھا وہ کب کامٹ چکا ہے بلکہ اسکے تمام گناہ نیکیوں میں بدل گئے ہیں۔ پھر تم اسے کس گناہ کی سزا دے رہی ہو؟؟ تھمارے ساتھ تو رو حان بھائی نے نکاح کیا ہے۔ تمہیں اپنی عزت بنایا ہے۔ اور تم ماضی کو لے کر بیٹھی ہو۔ کیوں۔۔۔؟؟" حاصل کو اپنے سر میں درد کی ٹھیکی محسوس ہوئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے حاصل تم پچھلے چھ سالوں سے یا شاید اس سے بھی پہلے سے تم آرجے سے نفرت کرتی آرہی ہو۔ اور نفرت انسان کے اعمال کو اس طرح کھاتی ہے جیسے دیکھ لکڑی کو کھاتا ہے۔

تم سوچو تمہیں اس نفرت نے کیا دیا ہے؟؟

تمہیں پتا ہے چھ سال پہلے جب تمہیں نرس بریک ڈافن ہوا تھا تب تم گہرے صدمے میں چلی گئی تھی تم اب نارمل نظر آتی ہو۔ ایسا سب کو لگتا ہے کہ تم نارمل ہو چکی ہو۔ لیکن میں جانتی ہو ہانی۔۔۔ تمہیں آج بھی اسی صدمے کے زیر اثر ہو۔ اور اس بات کا ثبوت ہے یہ کہ تم سوچ سمجھ نہیں پاتی۔۔۔ تم ایک رو بوٹ کی زندگی رہی ہو جسکے پاس سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ وقت گزر گیا ہے لیکن تم آج بھی وہیں کھڑی ہو اس صدمے سے باہر نکل آؤ ہانی باہر نکل آؤ اس صدمے سے، اپنے دماغ پر زور ڈالو۔۔۔ حالات و واقعات کو سمجھنے کی کوشش کرو اللہ نے تمہیں عقل دی ہے، اسے استعمال کرو۔

تم وہ حاصل نہیں ہو جو اپنی سوچ کی وجہ سے مشہور تھی۔ پتا ہے رو حان بھائی کہتے ہیں دنیا میں تین طرح کے سلفائٹ پائے جاتے ہیں نمبر ایک وہ اپنی سوچ اور اپنے عمل دونوں میں خاص ہوتے ہیں۔۔۔ جو اپنی سوچ اور اعمال دونوں سے لوگوں کو چونکا دیتے ہیں۔۔۔ اور اسکی مثال رو حان بھائی خود ہیں نمبر تین ایسے لوگ جو اپنی سوچ میں سلفائٹ نہیں ہوتے لیکن اپنی عملی زندگی میں بہت خاص ہوتے ہیں۔۔۔ وہ بنا سوچ سمجھے بھی انوکھے کام کر جاتے ہیں۔۔۔ جو ایک خوشگوار اور خاص زندگی گزارتے ہیں۔۔۔

جبکہ نمبر دو پر وہ انسان آتے ہیں جو اپنی سوچ میں خاص ہوتے ہیں۔۔۔ جو انوکھا سوچتے ہیں جیسے کہ تم حاصل۔۔۔ تم نے سب کو جیران کر دیا تھا۔۔۔ تھمارے لا جکس۔۔۔ شاید تم بھول گئی ہو۔۔۔ تم اپنے عمل میں نہیں لیکن اپنی سوچ میں سلفائٹ تھی۔۔۔ اس حادثے نے تم سے تھمارا سلفائٹ ہونا چھین لیا تھا۔۔۔ حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔۔ تم سلفائٹ تھی۔۔۔ تمہیں مضبوط رہنا چاہیے تھا۔۔۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔۔ چونکہ تم ایک لڑکی تھی۔۔۔ جو کہ کمزور ہوتی ہے۔۔۔ شاید اسی لئے۔۔۔ اپنا خاص پن واپس لے آؤ ہانی۔۔۔ تم ایک سلفائٹ کی بیوی ہو۔۔۔ جو دنیا کا سامنا کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔۔۔ اگر تم ایک عام لڑکی بن کر نفرت کے جال میں اور ماضی کے گرداب میں پھنسی رہو گی تو تم ہمیشہ کیلئے اپنا سلفائٹ ہونا یعنی خاص پن کھو دو گی تم انکا ساتھ نہیں نہجا پاؤ گی واپس آ جاؤ حاصل۔۔۔ لوٹ آؤ۔۔۔ نکل آؤ عام کبھی انکے ساتھ قدم سے قدم ملا کر نہیں چل پاؤ گی۔۔۔ تم مشکل حالات میں لوگوں کی نفرت اور صدمے کی اس دنیا سے جس نے تمہیں بدل کر رکھ دیا ہے "ماہم کی آواز آخر میں رندھ گئی تھی۔۔۔ وہ حاصل کا ہاتھ دبائے کہہ رہی تھی۔۔۔ جبکہ حاصل کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

واتھی وہ اندر ہیوں کی زندگی گزار رہی تھی آج اسے احساس ہوا تھا کہ اس نے اپنی زندگی کے کتنے قیمتی سال بر باد کیے تھے۔۔۔ وہ چاہتی تو کچھ کر کے دکھا سکتی تھی۔۔۔ وہ چاہتی تو آرجے کو جواب دے سکتی تھی۔۔۔ لیکن وہ بزدلوں کی طرح دماغی توازن کھو بیٹھی تھی۔۔۔ اور آج تک ذہنی بیماری کا شکار تھی۔

ایک لڑکی کو اتنا کمزور نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنوں یا غیر وہ کی باتیں سن کر صدمے میں چلی جائے۔۔۔ جینا چھوڑ دے۔۔۔ روبوٹ بن جائے بلکہ اسے حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے اسے ثابت کرنا چاہیے کہ وہ کمزور نہیں ہے وہ مضبوط ہے وہ سلفائیٹ ہے۔۔۔ وہ خاص ہے۔۔۔ اپنی سوچ اور اپنے اعمال دونوں میں خاص ہے وہ عام نہیں ہے۔۔۔ چھ سالوں کے طویل سفر کے بعد بالآخر حامم آج یہ سمجھ گئی تھی۔ اور کبھی کبھی کچھ برے حادثے ہمیں ایک بڑا سبق دے کر جاتے ہیں۔۔۔

وہ سہ پھر ساڑھے تین بجے کمرے سے باہر نکلی تھی۔ آنکھوں کے پوٹے رونے کے باعث سوچھے ہوئے تھے۔  
”کیا ہوا ہانی تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟؟“ آسیہ بیگم نے پوچھا تھا۔

”جی ٹھیک ہے۔۔۔ زیادہ سولی ہوں شاید اس لئے آپکو ایسا محسوس ہو رہا ہے۔۔۔“ وہ زبردستی مسکرائی تھی۔ آج وہ اپنا محاسبہ کر کے آئی تھی۔ وہ جان گئی تھی روحان جیل سے اسکی شادی خدا کا فیصلہ تھا۔ اور ایک انسان کیلئے اپنی چاہت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی چاہت اپنانا بہت مشکل ہوتا ہے۔۔۔ وہ جان گئی تھی اسے ایک لمبی جنگ لڑنی تھی۔۔۔ اپنے نفس کے خلاف۔۔۔ شیطان کے خلاف۔۔۔ جو اسے ماضی کی جھلکیاں دکھا کر اسے روحان سے جو اسکا شوہر تھا بد ظن کرنا چاہتا تھا۔ اس نے آج سوچنا شروع کیا تھا۔ اور وہ رات والے خواب کا مطلب سمجھ گئی تھی۔ شیطان کا کام و سو سے ڈالنا ہوتا ہے۔۔۔ اور یہ کام جاری رہنا تھا۔۔۔ شاید تب تک جب تک وہ روحان جیل سے الگ نہیں ہو جاتی۔ آج اسکا سلفائٹ والا ذہن واپس آیا تھا۔ جب واپس آیا تھا تو اسے ہر چیز صاف نظر آنے لگی تھی۔۔۔ بلکہ وہ سب کچھ بھی نظر آنے لگا تھا۔ جو کبھی پہلے نظر آتا تھا۔ جسے وہ دوسرے جہاں قرار دیتی تھی۔۔۔ جسے وہ کہتی تھی کہ دیکھنے کیلئے بصیرت کی ضرورت پڑتی ہے۔۔۔ جو عام آنکھ سے نظر نہیں آتا۔۔۔

اسے لاونج میں صوف پر جواد کے ساتھ بیٹھے ہوئے روحان کے بائیں طرف ایک بھی انک شکل والی مخلوق نظر آئی تھی۔۔۔ جو یقیناً شیطان تھا۔۔۔ جو ایک نیک انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔۔۔ وہ جیسے حامم کو دانت چڑا رہا تھا۔۔۔ اور اسے خواب میں بھٹکانے کے بعد بہت خوش نظر آرہا تھا۔ حامم غور سے روحان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ حامم پر نظر پڑنے پر وہ چونکا تھا۔ اور پھر سے جواد کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ اور پھر حامم کو روحان کے دائیں طرف ایک سفید لباس میں ملبوں بزرگ نظر آیا تھا۔۔۔ جسکے چہرے پر شفیق مسکراہٹ تھی۔۔۔ جو یقیناً بزرگی کی علامت تھا۔ جواد کا دھیان گفتگو سے بھٹکا تھا۔۔۔ اسے ماہی نے پکارا تھا۔ تبھی روحان نے آنکھیں بند کی تھی۔ اسکے لب ہل رہے تھے۔۔۔ حامم نہیں جانتی تھی کہ کیا پڑھ رہا تھا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد اچانک سفید دودھیار و شنی اس بزرگ کے وجود سے نکل ہر روحان کے چاروں طرف پھیلی تھی۔۔۔ اور وہ بھی انک شکل والا شیطان دم دباتا بھاگ گیا تھا۔۔۔ وہاں موجود کوئی شخص یہ منظر نہیں دیکھ پایا تھا۔ صرف اور صرف ام حامم دیکھ پائی تھی۔ حامم نے ایک لمبا سانس اندر کو کھینچا تھا اور پھر اپنے تنه اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا تھا۔ اب اسکا رخ کچکن کی طرف تھا۔۔۔ وہ آسیہ بیگم کو رخصتی کیلئے ہاں کرنے جارہی تھی۔۔۔

وہ جان گئی تھی اسے ایک بڑی جنگ لڑنی تھی اور یہ جنگ اسکے اور روحان جیل کے درمیان نہیں تھی۔۔۔ بلکہ اسکے اور شیطان کے درمیان تھی جو اسے مقدس رشتے کو توڑ کر اپنی من مانی کرنے پر اکساتا تھا۔۔۔ یہ جنگ اسکے اور ماضی کے درمیان تھی جو جو سانپ کی طرح پھن پھیلائے منہ کھوئے اسے نگنے کو تیار تھا تاکہ پھر سے وہ ادھیروں کی دنیا میں چلی جائے۔۔۔

کبھی جنگ انسانوں کے درمیان نہیں ہوتی۔۔۔ بلکہ ایک انسان اور ان دیکھی چیزوں کے درمیان جاری ہوتی ہے۔۔۔ وہ سلفائٹ تھی۔۔۔ وہ لوٹ آئی تھی۔۔۔

اور وہ پہلی ہی نظر میں سب سمجھ گئی تھی کہ اسکے ساتھ کیا ہو رہا تھا کیوں ہو رہا تھا اور اسے کیا کرنا تھا روحان جبیل ایک نیک انسان تھا وہ یہ اچھے جانتی تھی وہ آر جے سے نفرت کرتی جواب نہیں تھا اس نے اپنے شوہر کو ان دیکھے انجانے میں چاہا تھا لیکن وہ روحان جبیل نکلا تھا وہ جان گئی تھی محبت کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ وہ جسے محبت سمجھ رہی تھی وہ محبت نہیں تھی۔ وہ بس چاہت تھی اور وہ جیران تھی۔ روحان جبیل نے محبت کیسے کر لی تھی؟ اور اسے ایک جنگ اور لڑنی تھی۔ محبت اور نفرت کے بیچ کی جنگ، اور نفرت تو عام لوگوں کا کام ہے خاص لوگ تو محبت کی داستانیں رقم کرتے ہیں اور داستان اتنی جلدی نہیں رقم ہوتی ایک لمبا سفر طے کرنا پڑتا ہے تب جا کر محبت، محبت کھلاتی ہے اور حامم نے ساری جنگیں لڑنے کا فیصلہ کیا تھا اس طویل خاردار سفر پر نکلنے کا فیصلہ کیا تھا یقیناً مشکل سفر کی منزل حسین ہوتی ہے

جواد ان چاروں کو لے کر مار کیٹ آیا تھا۔ حامم اور ماہم دونوں نے شادی کا جوڑا خریدنا تھا اور باقی ساری شاپنگ بھی کرنی تھی۔ حامم پر سکون تھی۔ وہ ماہی، ماہم اور ایلا کے ساتھ مل کر دل سے چیزیں خرید رہی تھی۔ وہ چاروں پر جوش تھیں۔ البتہ جواد تھک چکا تھا۔ وہ انکے ساتھ آکر پچھتار رہا تھا۔

"اور کتنی دیر لگے گی میری بہنو۔؟؟" وہ روئی صورت لئے پوچھ رہا تھا۔

"بس۔ تھوڑی دیر اور۔ تھوڑی سی شاپنگ رہ گئی ہے۔" ماہی نے جواب دیا تھا۔ البتہ انکی یہ تھوڑی دیر ایک گھنٹے پر مشتمل تھی۔ انکی شاپنگ ختم ہونے پر جواد نے شکر ادا کیا تھا اور تو بہ کر لی تھی آئندہ انکے ساتھ نہیں آتا۔ رات آٹھ بجے وہ سب واپس آئے تھے۔

حامم کچن میں چائے بنارہی تھی۔ ضیاء جبیل، روحان اور حشام تینوں لاڈنچ میں حمدان انکل کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ مصروف سی چائے کے لوازمات ڈش میں رکھ رہی تھی جب اسے پنے پیچھے آہٹ سنائی تھی۔ حامم نے پلٹ کر دیکھا تو روحان ہاتھ میں فائل لئے کھڑا تھا۔ حامم نے اسے تیکھے چتونوں سے گھورا تھا۔

"کیسی ہو مسز۔؟؟" وہ پوچھ رہا تھا

"یہ پوچھنے آئے ہیں آپ؟؟" حامم نے کاٹ دار لبجے میں پوچھا۔

"اگر تم بتا دو گی تو اچھا لگے گا۔" وہ مسکرا یا تھا۔ وہ ہمیشہ حامم کے سخت لبجے میں کی گئی بات کا نرمی سے جواب دیتا تھا۔ اور اب بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"چلو اللہ کا شکر ہے۔ یہ لوفائل۔" اس نے فائل کو شیلف پر رکھا۔

"یہ کیا ہے؟؟"

"حوالی کے کاغذات۔ کھول کر دیکھ لو میں نے تمہارے نام کر دی ہے حوالی۔" وہ عام سے لبجے میں کہہ رہا تھا۔ حامم چونکی تھی۔

"کیوں؟؟" وہ سرد لبجے میں پوچھ رہی تھی۔

"بس ویسے ہی۔ میرا دل کیا اس لئے۔" وہ مسکرا یا۔ وہ کروڑوں کی ملکیت کی حوالی۔ صرف دل کے کہنے پر اسکے نام کر رہا تھا۔ جیرت تھی۔

"جی نہیں۔ جھوٹ بول رہے ہیں آپ۔" میں نے ثبوت مانگا تھا آپ سے شاید اسی لئے۔"

حالم اب اسے چڑا رہی تھی۔

"تم رو حان جبیل کو نہیں جانتی رو حان جبیل کسی کے کہنے پر کچھ نہیں کرتا یہ تو میں نے پہلے سے سوچ رکھا تھا اسی لئے تو کاغذات کو سنبھال کر رکھا تھا\_!!" ملازمہ کے کچھ میں داخل ہونے پر رو حان خاموش ہو گیا تھا اور پھر حالم کے جواب نادینے پر وہاں سے چلا گیا تھا۔ جبکہ حالم وہ فائل اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ ملازمہ کو اس نے چائے لے جانے کا حکم دیا تھا۔

"حمدان صاحب اب جلدی سے ماہین بیٹی کیلئے بھی رشتہ ڈھونڈ لو۔ اب جلدی سے اسکے ہاتھ بھی پیلے ہو جانے چاہیے۔" سید ضیاء جبیل مسکرا کر کہہ رہے تھے۔ "اب دیکھو نارو حان کی شادی ہو جائے گی حشام کا رشتہ پکا ہو چکا ہے کچھ دنوں میں اسکی آزادی بھی ختم ہو جائے گی سارے بچوں کی شادیاں ہو جائیں گی میں چاہتا ہوں کہ لگے ہاتھوں ماہین بیٹی کی خوشی بھی دیکھ لوں۔"

Hasham کے رشتے کی بات پر ماہی نے شکایتی نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا جو نظریں چر آگیا تھا۔

"انکل۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ لڑکا میں ڈھونڈ چکی ہوں۔ لیکن۔" ماہی نے بات ادھوری چھوڑی۔

"لیکن کیا بیٹا۔؟" وہ حیران ہوئے۔ حمدان صاحب بھی اسکی پسند سے واقف تھے۔ اسی لیے وہ بلا جھجک بتا رہی تھی۔

"لیکن انکل جس کو میں نے پسند کیا وہ انسان کم ظرف نکلا۔ اسے محبت کی قدر نہیں ہوئی۔"

ماہی کا لہجہ کاٹ دار تھا۔ حشام نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ وہ حیران تھا۔ جبکہ ماہی کے لبوں پر زخمی مسکرا ہٹ ابھری تھی۔

"میں کم ظرف نہیں ہوں۔" حشام کی آنکھوں نے دہائی دی تھی۔

اک تازہ حکایت ہے  
سن لو تو عنایت ہے  
اک شخص کو دیکھا تھا  
تاروں کی طرح ہم نے  
اک شخص کو چاہا تھا  
اپنوں کی طرح ہم نے  
اک شخص کو سمجھا تھا  
پھولوں کی طرح ہم نے  
وہ شخص قیامت تھا  
کیا اس کی کریں باتیں  
دن اس کے لیے پیدا  
اور اس کی ہی تھیں راتیں  
کم ملنا کسی سے تھا  
ہم سے تھیں ملاقاتیں  
رنگ اس کا شہبابی تھا  
زلفوں میں تھیں مہکاریں

آنکھیں تھیں کہ جادو تھا  
پلکیں تھیں کہ نلواریں  
دشمن بھی اگر دیکھیں  
سو جان سے دل ہاریں  
کچھ تم سے وہ ملتا تھا باتوں میں  
شبایت میں  
ہاں تم ساہی لگتا تھا  
شوخی میں شراریت میں  
لگتا بھی تم ہی ساتھا  
دستور محبت میں  
وہ شخص ہمیں اک دن  
اپنوں کی طرح بھولا  
تاروں کی طرح ڈوبا  
پھولوں کی طرح ٹوٹا  
پھر ہاتھ نہ آیا وہ  
بم نے تو بہت ڈھونڈا  
تم کس لیے چونکے ہو  
کب ذکر تمہارا ہے  
کب تم سے تقاضا ہے  
کب تم سے شکایت ہے  
اک تازہ حکایت ہے  
سن لو تو عنایت ہے

ماہی کی نظروں میں شکایتوں کے علاوہ گھر دکھ اور ملاں تھا اور ساتھ ہی سرد پن بھی جسے حشام جیل بخوبی سمجھ گیا تھا۔

"میں کم ظرف نہیں ہوں ماہین۔" حشام جیل کی نگاہیں بول رہی تھیں جنہیں ماہین محمد ان بخوبی سن سکتی تھی۔ ماہی کا دل تڑپا تھا۔ اس سے پہلے کوئی کچھ بوتا یا پوچھتا ہے ایک جھٹکے سے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

شام کو ماہیوں یعنی ابٹن کی رسم تھی۔ ماہم بہت خوش نظر آرہی تھی۔ حارث یعنی ماہم کا ہونے والا شوہر ایک بہت ہونہار لڑکا تھا۔ وہ کسی امیر خاندان سے نہیں تھا بلکہ یتیم تھا جسکی ایک بہن اور ماس تھی۔ وہ محمد ان صاحب کی کمپنی میں ہی کام کرتا تھا اور محمد ان صاحب کا چہیتا

Employ

تھا۔ اس نے اپنی ذہانت، محنت اور لگن سے بہت جلد اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا۔  
کل اسکے پاس کچھ نہیں تھا لیکن آج وہ ایک خوبصورت گھر، گاڑی اور ہر چیز کا مالک تھا۔

اسکی محنت اور لگن سے متاثر ہو کر محمد ان صاحب نے ماہم کا رشتہ حارث سے کر دیا تھا جسے حارث نے دل و جان سے قبول فرمایا تھا۔

ابٹن کیلئے بنائے گئے پیلے جوڑے اور چوڑیاں گھر میں تیاریاں جاری تھیں۔ ایلا کو بہاں کا ماحول بہت پسند آیا تھا۔ وہ سب سے زیادہ بنی سنوری پھر رہی تھی۔ ماہم کو اچھے سے تیار کیا گیا تھا۔ اسکی نند اور ساس نے رسم کرنے آنا تھا۔

"ہاں اب اچھا لگ رہا ہے۔۔" حانم نے اسکا ڈوپٹہ سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہانی تم سے ملنے کوئی آیا ہے۔۔" ماہی نے جوا بھی نیچے سے آئی تھی اسے اطلاع دی تھی۔

"مجھ سے ملنے۔۔؟؟" وہ جیران ہوئی۔

"ہاں جا کر دیکھ لو۔۔" ماہی کے کہنے پر وہ نیچے آئی تھی اور پھر لاونچ کے صوفے پر بیٹھی شخصیت کو دیکھ کر جیران رہ گئی تھی۔

وہ مہرو تھی۔۔ ہاں مہرو اسکی بچپن کی دوست۔

"ہانی۔۔" مہرو اسے دیکھ کر خوشی سے چلائی تھی اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر حانم کی طرف بھاگی۔ اس نے شدت سے حانم کو گلے لگایا تھا۔ حانم تو گنگ رہ گئی تھی۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مہرو اسے یوں اچانک مل جائے گی۔

وہ دونوں سالوں بعد ملی تھیں۔ مہرو کو حانم سے بہت سے شکوئے تھے۔ جنہیں وہ اب روتے ہوئے کر رہی تھی۔

"یار رو کیوں رہی ہو؟؟" حانم کو اسکا رونا بر الگ رہا تھا۔

"تم چھوڑ کر چلی گئی تھی ہانی۔۔ کبھی رابطہ بھی نہیں کیا۔"

"ذریاد کرو۔۔ چھوڑ کر کون گیا تھا؟؟ تم گئی تھی پہلے مہرو۔۔ جب تم نہیں رہی تو میرا بھی دل نہیں لگا اس لئے مجھے بھی جانا پڑا۔"

"لیکن تم رابطہ تو کر سکتی تھی نا۔۔؟؟"

"ہاں۔۔ اسکے لئے میں معذرت کرتی ہوں۔۔ اب رونا بند کرو۔۔" حانم مسکرائی تھی۔

"ماشاء اللہ تمہارا بیٹا بہت پیارا ہے۔۔" حانم نے مہرو کے تین سالہ بیٹے کو گود میں اٹھایا تھا۔

جس پر مہرو مسکرا دی تھی۔

سید جبیل، بی جان، مدیحہ اور اسکا شوہر احمد سب لاہور آچکے تھے۔ اب سب نے شادی تک بیہیں رہنا تھا۔ روحان اور حشام دونوں ایک ہی کمرے میں تھے۔ حشام تیار ہو رہا تھا۔ روحان اسے گھری نظریں سے دیکھ رہا تھا۔ حشام کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"تم اچھا نہیں کر رہے شامو کا کا۔۔" روحان نے اسے مخاطب کیا تھا۔ کف کے ہنڈ بند کرتے حشام کا ہاتھ رکھا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟؟" وہ چونکا۔

"مطلوب صاف ہے شامو کا کا۔۔ تم اچھا نہیں کر رہے ہو۔۔" روحان ملامت بھری نظریں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم کس بارے میں بات کر رہے ہو۔۔؟؟" حشام نے انجان بننے ہوئے پوچھا۔

"ماہی کی بات کر رہا ہو۔۔ تم اسکے ساتھ اچھا نہیں کر رہے ہے۔۔" روحان کی بات سن کر حشام گنگ رہ گیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ سب جانتا تھا۔

"کیا غلط کیا میں نے اسکے ساتھ؟؟" حشام کا ہجہ کاٹ دار تھا۔

"تم اسکا معصوم دل توڑ رہے ہو۔۔ جبکہ وہ تمہارے انتظار میں بیٹھی ہے۔۔"

"تم نے بھی تو ہزاروں لڑکیوں کا دل توڑا ہے کیا میں نے کبھی کچھ کہا۔۔۔؟؟" حشام کا لہجہ تلنخ ہوا۔ روحان چونکا تھا۔ یہ اسکا شاموکا کا نہیں تھا۔  
"میری بات اور ہے حشام۔۔۔ تمہیں ماہی کا دل نہیں توڑنا چاہیے۔۔۔"

"کیوں۔۔۔؟ کیا مجھے اپنی مرضی سے زندگی جینے کا حق نہیں ہے کیا؟؟" وہ دبی دبی آواز میں چلا یا تھا۔ روحان کو حیرت ہو رہی تھی۔ وہ آج بدلا بدلا س لگ رہا تھا۔  
"ایسی بات نہیں ہے۔۔۔ لیکن سارہ سے شادی کرنا یہ بھی تو تمہاری مرضی نہیں ہے۔۔۔" روحان نے نرم لمحے میں کہا تھا۔  
"وہ بی جان کی پسند ہیں مجھ میں اتنی ہست نہیں ہے روحان کے میں تمہاری طرح اپنی محبت کیلئے بی جان کے سامنے کھڑا ہو سکوں۔۔۔ نہیں ہے مجھ میں اتنی ہست۔۔۔" وہ  
تلخ لمحے میں کہتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا جبکہ پیچھے روحان کے چہرے پر پریشانی کی لکیریں ابھری تھیں۔

بھریہ ٹاؤن میں پاس پاس موجود دونوں گھروں کو دہن کی طرح سجا�ا گیا تھا۔ دونوں گھروں میں خوشیوں کے شادیاں نئے رہے تھے۔ بی جان اور  
مدیحہ اس وقت حمدان والہ میں موجود تھیں۔

بی جان اور مدیحہ دونوں کو حانم بہت پسند آئی تھی۔ حانم نے بھی دونوں سے پیار سے بات کی تھی۔ مدیحہ کی ایک سالا بیٹی جس میں روحان کی جان تھی  
حانم کو بہت پسند آئی تھی۔

"مجھے اندازہ تھا کہ روحان بھائی کی پسند عام نہیں ہو سکتی۔۔۔ اور آج آپکو دیکھ کر یہ یقین بھی ہو گیا ہے۔۔۔" مدیحہ حانم سکی بات  
سن کر مسکرا دی تھی۔

اس خاندان کے سبھی لوگ بہت اچھے تھے۔ خاص طور پر بی جان جو بہت شفیق خاتون تھیں۔

"جب تک روحان بیٹا آر جے تھا میں ہمیشہ ڈرتی رہتی تھی۔ لیکن جب وہ شاہ بناتو میر اڈر ختم ہو گیا تھا۔۔۔ تب میں پر سکون ہو گئی تھی کہ اب جب بھی وہ شادی  
کرے گا حوالی کے مقام کی بہو لائے گا۔۔۔" حانم کو بی جان کی بات تھوڑی عجیب لگی تھی لیکن وہ پھر بھی مسکرا دی تھی۔ پیلے سادہ سے جوڑے میں  
ملبوس دونوں بہنوں کو ابھی لگایا تھا۔ حانم نے شکر ادا کیا تھا روحان ایک بار بھی نہیں آیا تھا۔ رسم کے بعد بی جان، مدیحہ اور مہر و تینوں سیدھاؤں جا چکی  
تھیں۔ اور انکے تھوڑی دیر بعد ماہم، ماہی ایلا اور آسیہ بیگم بھی۔ صرف حانم نہیں گئی تھی۔ اور اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔ چونکہ فروری کا مہینہ  
تھا سردی کی شدت میں ابھی تک کمی نہیں ہوئی تھی۔ باہر موسم ابر آکو دھوا تھا۔ حانم کو سونے کا موقع ملا تھا اور وہ کمبل اوڑھ کر سو گئی تھی۔

لاؤنج میں موجود سبھی لوگ روحان کو گھیرے بیٹھے تھے جسے شدید کوفت ہو رہی تھی۔ وہ ابھی نہیں لگوانا چاہتا تھا لیکن اسے کوئی بھی بخشش کے موڑ  
میں نہیں تھا۔

"بی جان کیا یہ ضروری ہے؟؟" وہ روئی صورت لے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں شاہ بیٹا۔ سکون سے بیٹھ جاؤ اب۔۔۔ یہ ہم سب کی خوشی ہے۔۔۔" بی جان نے اسے سمجھایا۔

"بی جان مجھے کوفت ہو رہی ہے۔۔۔ میرے کپڑے خراب کر دیے ہیں مدیحہ نے۔۔۔" روحان نے اپنے سفید کلف لگے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا جس پر ابھی لگ چکا تھا۔  
"ارے بھائی آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔ جتنا آپ ابھی لگوانیں گے اتنا ہی حانم بھا بھی کو آپ سے پیار ہو گا۔۔۔" مدیحہ نے شراری لمحے میں کہا تھا۔

”کیا واقعی۔۔۔؟؟“ روحان کامنہ حیرت سے کھلا تھا۔

”ہاں نا۔۔۔ سچ کہہ رہی ہوں میں۔۔۔ آپ چاہیں تو یہاں موجود ساری لڑکیوں سے پوچھ سکتے ہیں۔۔۔“

”نہیں نہیں مجھے یقین ہے اب جتنا چاہے لگادو۔۔۔ میں تیار ہو۔۔۔“ روحان کی باچھیں کھلی تھیں۔۔۔ اسکی بات سن کر سب نے قہقهہ لگایا تھا۔

حشام اپنے کمرے میں تھا اسکی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس نے میز کے دراز سے اپنی دوائی نکالی تھی اور پھر یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا کہ دوائی ختم ہو چکی تھی۔

”شٹ۔۔۔“ حشام نے اپنے جسم میں اٹھتی درد کی ٹھیکیوں کو برداشت کرتے ہوئے کہا تھا۔

کچھ دیر کمرے میں ادھر ادھر ٹھلنے کے بعد اس نے ڈاکٹر کا نمبر ملایا تھا۔ سلام دعا کے بعد اس نے اپنی طبیعت کا بتایا تھا۔ تکلیف کے باعث حشام کے پر پسینہ نمودار ہوا تھا۔

”مسٹر حشام جیل آپکی روپریس تیار ہیں۔۔۔ آپ ہر حال میں ہسپتال آجائیں میں آپکو پہلے دو دن سے کال کر رہا ہوں جبکہ آپ کوئی ریسپانس نہیں دے رہے ہیں۔۔۔“ ڈاکٹر کا لہجہ سخت تھا۔

”مذعرت ڈاکٹر صاحب۔۔۔ میرے بھائی کی شادی ہے۔۔۔ بس اسی لئے نہیں آ سکا۔۔۔“

حشام نے شرمندہ لہجے میں بتایا تھا۔

”چلیں ٹھیک ہے آپ کل صبح بلکہ ہو سکتے تو ابھی ہسپتال پہنچ جائیں۔۔۔“ ڈاکٹر صاحب اسے تلقین کرتے فون بند کر چکے تھے جبکہ حشام ٹھنڈی آہ بھر کر رہا گیا تھا۔ اسکے چہرے پر کرب کے سائے واضح تھے۔

اگلے دن ڈاکٹر باسط اور مقدس آپی اپنے بچوں سمیت سید ہاؤس میں پہنچ چکے تھے۔ ایسا ممکن نہیں تھا کہ روحان کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی میں وہ دونوں شامل نہ ہوتے۔۔۔

”زندگی کی نئی شروعات کرنے جا رہے ہو برخوردار خدا تمہیں ہزاروں خوشیوں سے نوازے۔۔۔“ ڈاکٹر باسط نے اسے دل سے دعا دی تھی۔ روحان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اسے تو اس بات پر یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ حانم رخصتی کیلئے مان گئی تھی۔ لیکن پہچلے دو دنوں سے اسکا حانم سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ وہ اس سے مل کر پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ خوش تھی یا نہیں۔۔۔ لیکن موقع تھی مل پا رہا تھا۔ وہ حانم سے ملنے کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا جب سید جیل اسکے کمرے میں داخل ہوئے۔۔۔

”ڈیڈ آپ۔۔۔؟؟“ وہ حیران ہوا تھا۔

”مجھے بلا لیا ہوتا۔۔۔ میں آ جاتا۔۔۔“ سفید کلف لگے سوٹ پہنے کندھوں پر چادر پھیلائے سید کی جیل کی شخصیت اور رعب ہی الگ ہوتا تھا۔۔۔ روحان نے ہمیشہ انہیں ایسے ہی کپڑوں میں دیکھا تھا جو انکی شخصیت پر خوب بچتے تھے۔

کاش آج عائشہ زندہ ہوتی وہ اپنی آنکھوں سے تمہاری اس خوشی کو دیکھتی۔۔۔ سید جیل کی آواز بھرا گئی تھی۔ انہیں اس موقع پر وہ بہت یاد آئی تھیں۔

ڈیڈ آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔ ”روحان جبیل نے انہیں تسلی دی تھی۔ یہ الگ بات تھی جب سے وہ آرجے سے روحان جبیل بناتھا اسے اپنی ماں شدت سے یاد آتی تھی۔

”تمہارے لئے وہ خاندان کی ہر روایت کو توڑنے کیلئے تیار ہتی تھی۔ اور میں نے بھی صرف اسکا سوچ کر تمہیں خاندان سے باہر شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔۔۔ کہیں قیامت کے روز وہ میراگر بیان نہ پکڑ لے۔۔۔ ”وہ حقیقت بیان کر رہے تھے۔

”میں چاہتا ہوں کہ تم ایک خوشگوار زندگی جیو۔۔۔“ سید جبیل نے اسے کندھوں سے پکڑ کر کہا تھا۔

”شکر یہ ڈیڈ۔۔۔“ روحان مسکرا کر انکے گلے لگ گیا تھا۔ باہر رم جھم برستی بارش میں اندر دونوں کے دل بھیگ گئے تھے۔

مہندی کی رسم جاری تھی۔ ماہم اور حامم دونوں سمجھی سنوری بیٹھی تھیں۔ آسیہ بیگم نے دونوں کی نظر اتاری تھی۔ ماہم کی ساس اور نند اپنی بہو کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھیں۔

پورے گھر میں گھما گھمی تھی۔ ماہی کی خوبصورت آنکھوں میں انتظار کے دیپ جل رہے تھے۔ وہ حشام کو ایک نظر دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ کل سے نہیں آیا تھا۔ اسکی بیتاب نظریں بار بار دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ لیکن نہ اسے آنا تھا اور نہ ہی وہ آیا تھا۔ ماہی دل مسوس کر رہ گئی تھی۔

”کتنی دیر اور لگے گی۔۔۔؟؟“ حامم نے تھکن سے بھر پور لبجے میں پاس بیٹھی ماہی سے پوچھا تھا۔

”کیوں کیا ہوا؟؟“ ماہی حیران ہوئی۔

”اتبا بھاری سوٹ نہیں پہننا جا رہا مجھ سے گھٹن ہو رہی ہے۔۔۔“ حامم نے اپنی پریشانی بیان کی۔

”منہ بند کر کے بیٹھ جاؤ۔۔۔ ایسا موقع بار بار نہیں آتا۔۔۔ ماہم کو دیکھو کتنے مزے سے بیٹھی ہے اور کتنی خوش نظر آرہی ہے۔۔۔ جبکہ تم سارا دن سوتی ہو۔۔۔ پھر بھی تھکن۔۔۔؟؟“ ماہی نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا جس پر حامم خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

رات کے ایک بجے کا وقت تھا۔ حامم سلگھار میز کے سامنے بیٹھی اپنا زیور اتار رہی تھی۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ اسکا بھاری بھر کم ڈوپٹہ بیڈ پر پڑا تھا۔ وہ پوری توجہ سے چوڑیاں اتار رہی تھیں جب کمرے میں کسی کے موجودگی کے احساس سے چوکی۔ حامم نے گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا تو دھک سے رہ گئی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر سینے پر بازو باندھے، دیوار سے ٹیک لگائے۔۔۔ روحان کھڑا تھا۔ جو فرصت سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

”آ۔۔۔ آپ۔۔۔ یہاں۔۔۔؟؟“ وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔ گود میں رکھی چوڑیاں نیچے گر چکی تھیں۔

”کیسی ہو مسز؟؟“ وہ چمکتی آنکھوں سے پوچھ رہا تھا۔ وہ سادہ سے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ سیاہ رنگ کی اسکیٹ پہننے اسکی شخصیت نکھر آئی تھی۔

”آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟؟“ حامم نے اپنے لبجے میں غصہ سوتے ہوئے پوچھا۔

”کیوں میں یہاں نہیں آ سکتا۔۔۔؟؟“ الخا سوال کیا گیا تھا۔ وہ اب آہستہ آہستہ اسکی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

”نہیں۔۔۔“ حامم نے سخت لبجے میں جواب دیا تھا۔

”کیوں۔۔۔ میرے سر کا گھر ہے میں کیوں نہیں آ سکتا۔۔۔؟؟“ وہ اب بیڈ پر پڑا اسکا بھاری ڈوپٹہ اٹھاتے پوچھ رہا تھا۔ اسکا لبجہ شوخ تھا۔ حامم کو حیرت ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے پھر آپکو اپنے سر سے اس وقت ملاقات کرنی چاہیے۔۔۔ میں انہیں بلا تی ہوں، یہاں اس وقت وہ آپکو دیکھ کر خوش ہونگے۔" حانم غصے سے کہتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی۔

"اتی بھی کیا جلدی ہے مسز۔۔۔ ظالم سماج کو درمیان میں مت لاؤ۔۔۔ پہلے ہی بی جان نے مجھے مہندی کی رسم میں شریک نہیں ہونے دیا۔" وہ اسکے راستے میں حائل تھا۔ اسکا دکھ سن کر حانم نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔

"تمہیں پتا ہے پچھلے دو تین دنوں سے میں نے تمہیں نہیں دیکھا۔۔۔ یقین مانوسب کچھ پھیکا لگنے لگا تھا۔۔۔" حانم کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ وہی روحان جسیل تھا جسے وہ پچھلے ایک سال سے جانتی تھی۔ یہ اتنا شوخ کیسے ہو سکتا تھا۔

روحان نے ہاتھ بڑھا کر وہ ڈوپٹہ حانم کے سر پر اوڑھایا تھا۔ حانم کے سنبھال کر بکھرے پڑے تھے۔ ہلکے میک اپ سے مزین چہرہ ڈوپٹے کے ہالے میں مزید خوبصورت ہو گیا تھا۔

"یقین نہیں ہوتا۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔؟؟" وہ اسے آنکھوں میں جذب کرتے پوچھ رہا تھا۔

"ایسا لگ رہا ہے جیسے ہزاروں چراغ جل اٹھے ہوں۔۔۔" وہ حانم سے کچھ فاصلے پر کھڑا کہہ رہا تھا۔ حانم کو اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ "ڈائیلا گز اچھے بول لیتے ہیں آپ۔۔۔" حانم نے رخ پلتھنے ہوئے کہا تھا۔ وہ اب آئینے کے سامنے کھڑی باقی چوڑیاں اتار رہی تھی۔ مقصد صرف روحان سے دوری تھی۔۔۔ وہ اپنے تیز دھڑکتے دل کو نارمل کرنا چاہتی تھی۔

"تمہیں میری باتیں ڈائیلا گز لگتی ہیں؟؟" روحان کو صدمہ ہوا۔

"جی بالکل۔۔۔" حانم نے نظریں جھکائے کہا تھا۔

"مجھے لگا شاید تم بھی ملنا چاہتی ہو۔۔۔ میں اسی لئے آگیا۔۔۔" وہ لبجے میں بیچارگی سموتے کہہ رہا تھا۔

خوش فہمیاں بہت ہیں آپکو۔۔۔" حانم نے طنز کیا۔

کسی نے ایک سال تک محبت کی ہے مجھ سے، خوش فہمیاں تو ہو گئی نا۔۔۔ اب اگر تم بھول گئی ہو یا نہ مانو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔" حانم کے جھمکے اتارتے ہاتھ ایک پل کو ساکت ہوئے۔

"تب میں غلط فہمی میں مبتلا تھی۔۔۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ میں جس شخص کو چاہنے کی حمact کر رہی ہوں وہ چہرے سے ایسا ہو گا۔۔۔" حانم نے پچ کہا تھا۔

"میری بد نصیبی کہ میرا چہرہ آرجے سے ملتا ہے۔ میں تو چہرہ بدل کر تمہارے سامنے آیا تھا۔۔۔ درحقیقت جلے ہوئے چہرے کے ساتھ۔۔۔ لیکن اللہ توبہ تم نے تب بھی مجھے قبول نہیں کیا۔۔۔"

"اک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔؟؟" اسکی بات سن کر حانم کو جھٹکا لگا تھا۔ اس نے رخ موز کرو حان کو دیکھا تھا جو اسکے بیٹ پر آرام سے بیٹھا تھا اور نظریں حانم پر جھی تھیں۔

"مجھے لگا تھا کہ اس بجل ایک نرم دل لڑکی ہو گی۔ لیکن اس سے لئے کے بعد پتا چلا کہ وہ تو ڈائن ہے۔۔۔" روحان نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بتایا۔

حانم کرنٹ کھا کر اچھلی تھی۔۔۔ اسے اب کچھ کچھ سمجھ آ رہا تھا۔

"تو۔۔۔ آپ۔۔۔ ہی مون تھے؟؟" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں لیے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں۔۔ مون بننا پڑا تھا مجھے۔۔" روحان نے بیڈ کے ساتھ میز پر رکھی پلیٹ سے سیب اٹھایا تھا۔ اور اب وہ مزے سے کھا رہا تھا۔ جبکہ حامم حیرت زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے شاک دے کرو کتنا پر سکون تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آتا کہ آپ کون ہیں؟ آر جے، مون یا پھر روحان جیل؟؟" اسکی بات سن کرو وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ سیب کو واپس پلیٹ میں رکھنے کے بعد وہ ایک بار پھر اسکے سامنے کھڑا تھا۔ آنکھوں میں حامم کیلئے جذبات مچل رہے تھے۔

جبکہ چہرے پر سخیدگی چھائی تھی۔

"میں ہانی کیلئے آر جے، اینجل کیلئے مون جبکہ ام حامم کیلئے روحان جیل ہوں، تم زندگی کے سارے پھر وہ میں جتنے بھی روپ بدلو گی ہر پھر میں ایک نئے روپ میں، مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی۔"

روحان نے حامم کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تھا۔

"تم چاہے سات برا عظموں کی سیر کو جاؤ یا سات سمندروں کی، تم چاہے ساتویں آسمان کو چھو کر آؤ یا سمندر کی گہرائی سے سیپ نکالنے۔ جاتم مجھے ہر جگہ پر اپنے ساتھ پاؤ گی میں نے زندگی کے بہت سے پھر تمہارے بنا گزارے ہیں، میں اب تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں، تم میرا ہر قدم پر ساتھ نجہاو گی تو میں ہر مشکل کا مقابلہ کروں گا، میں ہر طوفان سے ٹکرایا جاؤں گا، کیا تم مجھے اپنے ساتھ دیکھنا چاہتی ہو؟ کیا تم میرا ساتھ نجہاو گی؟؟" وہ دل سوز آواز میں سحر پھونک رہا تھا۔

حامم نے اسکے پھونکے گئے سحر میں اپنے وجود کو گم ہوتے محسوس کیا تھا۔ کتنے ہی پل خاموشی کی نظر ہوئے تھے۔

"بولو حامم میری طاقت بن کر میرا ساتھ نجہاو گی؟؟" اسکی آواز سن کر حامم جیسے ہوش میں آئی تھی۔ ایک جھلک سے اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔ وہ ٹپٹا گئی تھی۔ اس نے روحان کا یہ روپ آج دیکھا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسکے کتنے روپ تھے۔

"آپکو اب جانا چاہیے مجھے سونا ہے۔ شدید نیند آئی ہے اور اگر کسی نے آپکو یہاں دیکھ لیا تو" کوئی نہیں دیکھتا حامم بس تم میرے سوال کا جواب دو۔" روحان نے اسکی بات کاٹی۔

"ماہی آجائے گی، کہاں نا آپ جائیں یہاں سے۔"

"کہا نہیں آئے گی وہ جانتی ہے میں ایسے موقعوں پر تمہیں دیکھنے ضرور آتا ہوں۔" وہ ایک بار پھر اسے چونکا گیا تھا۔

"کیا مطلب آپکا؟؟" حامم ٹھکنی۔

"مطلوب وہ جانتی ہے کہ جب میں نکاح والے دن تمہیں دیکھنے آسکتا ہوں تو آج کیوں نہیں۔؟؟"

یہ دیا تھا ایک اور شاک روحان جیل نے ام حامم کو۔۔ وہ بے بُی سے اپنے سامنے کھڑی اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو رشتے میں اسکا شوہر تھا لیکن حامم کا اس وقت دل کر رہا تھا کہ کوئی چیز مار کر اسکا سر پھاڑ دے۔ اگر وہ ایسے ہی شاک دیتا رہتا تو یقیناً کچھ دنوں تک وہ پاگل ہو سکتی تھی۔ حامم نے خاموشی سے الماری سے اپنے کپڑے نکالے اور ڈریسینگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"جواب تو دیتی جاؤ۔" وہ احتجاجاً چلایا۔

"اگر آپ میرے باہر نکلنے سے پہلے یہاں سے نہیں گئے تو سچی میں۔" حامم نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم سرچاڑ دوگی۔" "روحان نے اسکی بات پوری کی۔  
"آپ۔ آپ کو تو میں بعد میں پوچھوں گی"

حanim نے دانت پیتے ہوئے کہا تھا اور ٹھاہ کی آواز سے دروازہ بند کیا۔ پچھے روحان کا قہقہہ گونجا تھا جسے وہ کب سے ضبط کئے ہوا تھا۔  
وہ روح تک سرشار ہو گیا تھا۔ اسکارواں روائی خدا شکر گزار تھا جس نے اسے اسکی محبت سے نوازتا تھا۔

دونوں بارا تیں آچکی تھیں۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ دونوں دلہنے بہت وجہہ لگ رہے تھے۔ مہرون رنگ کی شیر و انی پہنے روحان بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ حشام کی نظریں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

پچھے دیر ڈھونڈنے کے بعد اسے ماہی نظر آگئی تھی۔ وہ ایلا کے ساتھ تھی۔ اسے ماہی سے ضروری بات کرنی تھی۔ وہ ماہی کی جانب بڑھا۔  
"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے" حشام نے ماہی سے کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"میں ابھی آتی ہوں" ایلا نے وہاں سے کھسکنا ضروری سمجھا۔

"جی بو لیں۔" وہ سنجیدہ لبجے میں بولی تھی۔ دو دونوں سے وہ اس دشمن جان کو دیکھنے کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ اور آج جب وہ سامنے آیا تو نظر وہ دیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ پلکیں جھک گئی تھیں۔

"کیسی ہیں آپ؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ ماہی نے چونک کر اسے دیکھا جو دن بدن کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ اتنے سالوں بعد آج ماہی کی طبیعت کا خیال آیا تھا۔ ایک پھانس سی ماہی کے لگے میں اٹک گئی تھی۔ آنکھوں میں نمی ابھری۔ جسے دیکھ کر حشام نظر چرا گیا تھا۔  
تم کو میں پاگل لگتی ہوں؟"

جی چاہے تو پیار جتا

جی چاہے تو ہاتھ پھردا کر

گم ہو جاؤ

دل چاہے تو مجھ سے میرے بارے پوچھو

کیسی ہوں؟

کیسا دن گزر؟

کیا کھایا؟

کیسا دن گزر؟

اور دل چاہے تو،

مرتی بھی رہوں

تب بھی خاموشی اوڑھے

تم میرے ہونے کو نہ ہونا کر ڈالو  
تم کو میں پاگل لگتی ہوں؟

مجھ پر لازم ہے ہر پل میں تم کو سوچوں  
جو لکھوں بس تم پر لکھوں

جو بھی بات کروں اس میں ہو ذکر تمہارا  
جو بھی خواب ہوں اس خواب کے راجہ ہو تم

اور تم جب دل چاہے

بیگانے ہو جاؤ  
کون ہوں،؟؟ کیا ہوں؟؟

اس سے انجانے ہو جاؤ

میرے سب جذبوں کو کھیل تماشہ کہہ دو  
جودل میں آتا ہے مجھ کو ویسا کہہ دو

اور یہ چاہو

میں پھر بھی دل کے مندر میں تمہیں سجاوں  
اپنی ہر اک سانس تمہارے نام لگاؤں  
تم کو پانے کی خواہش میں خود کو کھو دوں  
جب تم بولو ہنس دوں جب تم بولو رو دوں  
تم کو میں پاگل لگتی ہوں؟

سچ پوچھو تو

جھوٹ نہیں

میں ایسی ہی ہوں

تم کو جیسی لگتی ہوں

میں ویسی ہی ہوں

تم کو پاگل میں لگتی ہوں،

تمہارے لئے پاگل ہوں !!

"دل توڑنے کی معافی تو نہیں ہوتی لیکن میں پھر بھی معافی مانگتا ہوں آپ سے۔۔" حشام نے اپنے اندر اٹھتے درد کو ضبط کرتے ہوئے کہا تھا جو جسم کے ساتھ ساتھ دل میں بھی اپنے پنج گاڑے بیٹھا تھا۔

"جب آپ جانتے ہیں کہ معافی نہیں ہوتی تو مانگ کیوں رہے ہیں؟؟" ماہی نے نم آنکھیں لئے پوچھ رہا تھا۔ "ماہی بیٹا ادھر آؤ۔۔" اس سے پہلے حشام کچھ کہتا آسیہ بیگم نے اسے پکارہ تھا۔ اور وہ شکایتی نظروں سے حشام کو دیکھتی انکی طرف بڑھ گئی تھی۔ حشام ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا تھا۔

پہلے ماہم کی رخصتی ہوئی تھی وہ مہرون بھاری کامدار لہنگے میں روایتی دلہن بنے بہت خوبصورت لگی تھی۔ آسیہ بیگم نے ابھی اسے بھیگی آنکھوں سے نم کیا ہی تھا جب سید جبیل نے رخصتی کی بات کی تھی۔ وہ سب لوگ شادی ہال میں تھے۔

اور خراب موسم کے پیش نظر جلدی نکلا چاہتے تھے۔ آج روحان جبیل بہت خوش تھا۔ اتنا کہ اسکی خوشی کا کوئی نعمل وبدل نہیں تھا۔

اس نے حانم کو ایک نظر دیکھا تھا۔ اپنے بالوں سے امترانج یعنی گولڈن رنگ کے لہنگے میں وہ سمجھی سنوری روحان کے دل کے ساز چھیڑ گئی تھی۔

خشام جبیل جو کافی فاصلے پر موجود ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جنہیں شاید ایک دوسرے کیلئے بنایا گیا تھا۔ روحان کے چہرے سے چھلکتی خوشی اسکے چہرے کی مسکراہٹ نے جہاں حشام کو خوش کیا تھا وہی ام حانم پر نظر پڑتے ہی اکے اندر راذیت کی ایک گھری لہر اٹھی تھی۔ اپنی محبت کو چھوڑ دینا آسان نہیں ہوتا اسے اب ماہی کی محبت کا احساس ہوتا تھا جسے اس نے ایک بار ٹھکرایا تھا۔ وہ تو حانم کے پیچھے ایک بار گیا تھا جبکہ ماہی تو پاگل تھی اسکے لئے

لیکن محبت صرف پالینے کا نام ہی تو نہیں ہے کچھ لوگوں کے حصے میں بس بھر اور قربانی ہی آتی ہے۔ اور یہ بھر حشام کے حصے میں آیا تھا اور کون جانتا تھا وقت کے ساتھ ساتھ شاید سبھی لوگ ہجر کی آگ میں جلنے والے تھے۔

حانم کیلئے یہ سب بہت مشکل تھا۔ آسان نہیں تھا اس شخص سے شادی کرنا جسکے ساتھ اسکی ماضی کی ایک خوفناک یاد جڑی ہوئی تھی۔

بیشک آر بے اب روحان جبیل بن چکا تھا۔ لیکن انسان تو انسان ہوتے ہیں وہ دوسرے انسان کے مرنے کے بعد بھی اسکی غلطی نہیں بھولتے جو غلطی ہم انجانے میں کرتے اور جو غلطی ہمارے نزدیک غلطی نہیں ہوتی وہ دوسروں کے نزدیک گناہ کا درج رکھتی ہے۔ اور اس انسان کی الجھنوں کو کون سمجھ سکتا ہے جسے نفرت بھی اور چاہت بھی ایک ہی شخص سے ہوئی ہو۔

شم سات بجے کے قریب وہ لوگ بارات واپس لے کر سید ہاؤس پہنچ چکے تھے۔ سردی اور خراب موسم کے پیش نظر مختلف رسومات سے جلدی فارغ ہونے کے بعد حانم کو اسکے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ حانم نے ایک لمبی سانس خارج کی تھی اور پھر اپنے تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے بیڈ سے پشت ٹکائے بیٹھی تھی جب اچانک امڈتی آوازوں اور شور نے اسے ہڑبرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ شادی ہال میں ہی تھا جب حشام کو اپنے سر میں شدید درد اٹھتا محسوس ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے ہسپتال آنے کی ہدایت کی تھی جسے وہ نظر انداز کر کے شادی کی تیاریوں میں مگن ہو گیا تھا۔

بارات سے واپسی پر حشام کو اپنے ہاتھوں اور پیروں کی جان لٹکتی محسوس ہوئی تھی۔ اسکے پورے جسم میں شدید درد تھا۔ وہ ناجانے کیسے ضبط کرنے ہوئے تھا۔  
”حشام تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟“ وہ کانپتے ہاتھوں سے پانی کا گلاس تھامے کھڑا تھا جب روحان اسکے پاس آیا۔  
”ہاں میں ٹھیک ہوں۔“ وہ زبردستی مسکرا دیا تھا۔

”تمہارا نگ پیلا پڑ رہا ہے۔“ روحان کو تشویش لاحق ہوئی۔

”نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں بس ہلکہ سابنجار تھا۔“ وہ پھر مسکرا دیا تھا۔ ناجانے کیوں روحان کو اپنا دل دھڑکتا محسوس ہوا تھا۔ حشام اسکے لئے بہت معنی رکھتا تھا۔ وہ اسکا سب کچھ تھا۔ اسکا شاموا کا کام سے پہلے حشام کچھ کہتا روحان اسکے لگے لگ گیا تھا۔ وہ حشام سے چھ سال چھوٹا تھا اور حشام نے اسکی ہر خواہش اور لاد کو سر آنکھوں پر رکھا تھا۔ حشام اسکی اس حرکت پر دھک سے رہ گیا تھا۔

”تمہیں پتا ہے شاموا کا میری زندگی میں دلوگ ایسے آئے ہیں جنکا نام ح سے شروع ہو کر م پر ختم ہوتا ہے ایک حشام اور دوسری حام میں تم دونوں سے بہت محبت کرتا ہوں تم دونوں روحان جیلیں کی طاقت ہوا سکے مسکرانے کی وجہ ہو  
”تم پاگل ہو روحان۔“ حشام اسکی بات سن کر مسکرا دیا تھا۔

”ہاں میں پاگل ہوں سنو مجھے کبھی چھوڑ کر مت جانا“ جانے کیا تھا روحان کے لجھے میں حشام تڑپ کر رہ گیا تھا۔ اسکا اعلیٰ ظرف دل دہائی دے رہا تھا۔ حلق میں آنسوؤں کا ایک گولہ سا انک گیا تھا۔ حشام نے اپنے دائیں ہاتھ سے روحان کے بالوں کو سہلا دیا تھا۔

”میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا ہمیشہ تمہارے دل کے بہت قریب“ حشام نے اپنے ساتھ لگے روحان کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ روحان کسی ضدی بچے کی طرح اس سے چپکا ہوا تھا۔ حشام کی آنکھوں کے سامنے ماضی کی فلم چلنے لگی تھی۔

بچپن میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ جب حشام چودہ سال کا تھا اور روحان آٹھ سال کا۔ حشام اسے اپنے ساتھ سکول لے کر جاتا تھا۔ جب بھی روحان کو غصہ آتا تھا یا اسے کچھ چاہیے ہوتا تھا وہ حشام سے کہتا تھا کہ ”شاموا کا نیچے بیٹھو“

اور حشام ایک گھٹنے کے بل بیٹھ جاتا تھا۔ اور روحان پھولے گالوں کے ساتھ اپنی چھوٹی چھوٹی بازوؤں کو حشام کے لگے میں ڈال لیتا تھا اور اسکے چپک جاتا تھا۔ اور کتنی دیر تک ایسے ہی حشام سے لپٹا رہتا تھا۔ پھولے منہ سے اپنے غصے کی وجہ بتاتا تھا یا پھر اپنی خواہش ظاہر کرتا تھا۔ اس وقت حشام کو اس معصوم بچہ پر ٹوٹ کر پیار آتا تھا اور وہ اسکی ہر جائز اور ناجائز خواہش کو پوری کرتا تھا۔

آہستہ آہستہ بڑے ہوتے ہوتے آج وہ حشام کے قد کے برابر آگیا تھا لیکن تھاویساہی ضدی، آج بھی اسی انداز میں اس سے لپٹا کھڑا تھا اور ضد کر رہا تھا کہ وہ ہمیشہ روحان کے ساتھ رہے۔

ایسا ممکن کب ہے؟ انسان کب کسی کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے، انسان تو بے وفا ہے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔  
”لگتا ہے آج دونوں بھائیوں میں خاصا پیار ہو رہا ہے۔“ عقب سے مدیحہ کی آواز ابھری تھی۔ وہ ان دونوں کو اس طرح دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ اسے اپنے دونوں بھائی بہت عزیز تھے۔

روحان کا حصار بہت تنگ تھا۔ ناجانے کیوں آج اسکا دُر رہا تھا وہ حشام کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔  
”گھیر اکھلا کر جناب اب بچے کی جان لو گے کیا؟“ حشام نے شرارتی لجھے میں کہا تھا۔

”دیکھو شام و کا مجھے دھو کہ دینے کی کوشش کی ناتو میں تمہیں جان سے ماڑا لوں گا۔۔۔“  
روحان بے ضدی لبجے میں کہا تھا اور پھر اس سے الگ ہوا۔

”امشائے اللہ اللہ آپ دونوں کا پیار یونہی سلامت رکھے۔۔۔“ مدیحہ نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

”ادھر آؤ۔۔۔“ حشام نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بلا یا تھا۔ اور مدیحہ تیز تیز قدموں سے بھاگنے کے انداز میں ان دونوں کی جانب بڑھی۔  
”اللہ تم لوگوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔۔۔“ حشام نے مدیحہ کے سر پر پیار کرتے ہوئے کہا تھا جسے منتقم نے کمرے کی آنکھ میں مقید کر لیا تھا۔  
”واہ۔۔۔ بیمار ہو تو ایسا ہو۔۔۔“ وہ مسکرا یا تھا۔

وہ روحان کے بلانے پر ہی شادی میں آیا تھا۔

اور بہت خوش تھا۔ اس نے سالوں پہلے جب حامی یونیورسٹی آئی تھی تب سے اسے روحان کے ساتھ دیکھا تھا۔ وہ ان دونوں کیلئے دل سے خوش تھا۔  
”بھائی آپکو تو بخار ہو رہا ہے۔۔۔“ مدیحہ کو احساس ہو گیا تھا۔ حشام کا جسم تیز بخار میں پچک رہا تھا۔

”ارے نہیں تو۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں“

”دکھاو ادھر۔۔۔“ روحان نے اسکی پیشانی کو چھو کر دیکھا تھا۔  
”ہاں تمہیں واقعی بہت بخار ہے۔۔۔“ روحان پریشان ہوا تھا۔

”نہیں تم لوگوں کو غلط فہمی ہو رہی ہے ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔“ حشام نے ٹالنا چاہا تھا۔

”بھائی میں ڈاکٹر ہوں آپ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ آپکو واقعی بہت تیز بخار ہے۔۔۔“  
مدیحہ خفگی لئے کہہ رہی تھی۔

”چلیں اندر میں آپکو دوادیتی ہوں اور چائے بھی۔۔۔“ مدیحہ نے اسکا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

وہ تینوں اسے کچکن کے باہر سے لاٹنخ میں لے آئے تھے۔ وہ اسے صوفے پر بیٹھا چکے تھے۔ حشام کی رنگت اب نیلی پڑ رہی تھی۔  
”بھائی آپ ٹھیک تو ہیں نا۔۔۔؟؟“ مدیحہ نے حشام کی بغض چیک کرتے ہوئے کہا تھا۔

”مدیحہ کہاں ہو تم اسے سن بھالو۔۔۔“ ارحام کی آواز ابھری تھی۔ اسکی ایک سالہ بیٹی رورہی تھی جوار حرم کی گود میں تھی۔ جبکہ مدیحہ پوری سنجیدگی سے حشام کی بغض طویل رہی تھی جو آنکھیں بند کئے صوفے سے ٹیک لگائے بے سود سا پڑا تھا۔

”بھائی۔۔۔ کب سے ہے آپکو بخار اور آپ نے بتایا نہیں۔۔۔“ مدیحہ نے حشام کو مخاطب کیا جسے کوئی ہوش نہیں تھی۔ اسکے جسم میں جو درد تھا وہ اسے بے ہوشی کی دنیا میں جانے پر مجبور کر رہا تھا۔

”کیا ہوا حشام جواب دو۔۔۔“ روحان نے اسکا گال تھپٹھپاتے ہوئے کہا تھا لیکن روحان کے ہاتھ لگاتے ہی حشام صوفے پر ایک جانب ڈھلک گیا تھا۔  
”بھائی کیا ہوا آپکو آنکھیں کھولیں۔۔۔“

”خشام۔۔۔ حشام آنکھیں کھولو۔۔۔“ ہر طرف چخنے والے تھے۔ حشام نے چیزوں کی آواز سن کر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں کر پایا تھا۔ تیز ابھر تاشور مدھم ہوا تھا۔ اور پھر ایک گھری خاموشی چھاگئی تھی۔

شور کی آواز حانم کے سماں سے نکل رہی تھی۔

"یا اللہ خیر۔" وہ اپنا بھاری بھر کم لہنگا سنبھالتے ہوئے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔ ابھی وہ کمرے کے دروازے تک نہیں پہنچی تھی جب اچانک دروازہ کھلا اور ملازمہ اندر داخل ہوئی۔ اسکے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔

"کیا ہوا ہے یہ آوازیں کس چیز کی ہیں۔"؟ سب ٹھیک تو ہے نا۔؟؟" حانم نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا تھا۔  
"وہ جی چھوٹے سائیں کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے سب انہیں ہسپتال لے کر گئے ہیں۔" ملازمہ نے بتایا تھا۔  
"کون چھوٹے سائیں؟؟" حانم کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

"روحان کی بات کر رہی ہیں آپ؟؟" حانم سوالیہ انداز لئے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں جی۔ میں حشام سائیں کی بات کر رہی ہوں۔" ملازمہ کی بات سن کر حانم سن سی رہ گئی تھی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ حشام کو کیا ہوا تھا۔  
"بی جان کہاں ہیں؟؟"

"وہ جی نیچے ہیں۔ باقی سب ہسپتال چلے گئے ہیں۔" ملازمہ کو حانم سے ہمدردی ہوئی تھی اسکی شادی کے دن اتنی بڑی پریشانی آگئی تھی۔  
"چھاٹھیک ہے آپ جائیں میں آتی ہوں۔" حانم نے اپنے بھاری ڈوپٹے کو سر سے آزاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔ اسے حالات کا کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا۔

"جی اچھا۔" ملازمہ سر کو ہلاتی جا چکی تھی۔ جبکہ پیچھے حانم کے ہاتھ کا نپ رہے تھے۔ اسکا نا扎ک سادل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔  
تقریباً بیس منٹ بعد وہ سادہ سے جلیے میں لاونج میں بی جان کے پاس بیٹھی تھی۔ بی جان کافی پریشان نظر آرہی تھیں۔ انکا جوان بیٹا جو بے ہوش ہو چکا تھا اور وجہ بھی نہیں معلوم تھی۔ بی جان کے دل میں سو طرح کے وسوے سر ابھار رہے تھے۔ جنہیں وہ جھگٹتی دعا مانگنے میں مشغول رہیں۔  
"بی جان پریشان نہ ہوں ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا۔" حانم نے بی جان کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا تھا۔

"ان شاء اللہ۔" بی جان اپنے آنسوں ضبط کر رہی تھیں۔

"بیٹا تم نے دلہن کا جوڑا کیوں اتار دیا۔ پہنچ رہتی بلکہ آرام کرو اپنے کمرے میں سب ٹھیک ہو گا۔" بی جان کچھ سنبھلیں تو حانم کو اس جلیے میں دیکھ کر پیار سے کہا۔  
"کوئی بات نہیں بی جان۔ میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" حانم نے تسلی دی تھی۔ پورا گھر دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔

"غلام دین شاہ بیٹے کو فون ملاؤ اور پتا کرو حشام کیسا ہے اب۔" بی جان نے اپنے برسوں پرانے ملازم سے کہا تھا جو سر جھکائے ایک جانب کھڑا تھا۔  
"جی بی بی جان ابھی کرتا ہوں۔" غلام دین نے حکم کی پیروی کی تھی۔ بی جان جو ایک بلند حوصلہ خاتون تھیں صبر کئے بیٹھی تھیں۔

ایک ہی پل میں سب بدل گیا تھا۔ خوشیوں والے گھر میں اب ایک گھری خوفناک خاموشی چھائی تھی۔ روحان کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ وہ ہسپتال کی راہبری میں کھڑا تھا۔ وہاں موجود ہر شخص پریشان تھا۔ ابھی کچھ پل ہی گزرے تھے جب روحان کی جیب میں رکھا فون تھر تھرایا۔

یہ حشام کا موبائل تھا جسے وہ آتے ہوئے بے دھیانی میں صوف سے اٹھا لایا تھا۔ کسی ڈاکٹر راحیل کی کال تھی۔ روحان نے خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے فون اٹھایا تھا۔

”مسٹر جیل آپ آج پھر نہیں ہا سپیٹل آئے آپ جانتے ہیں آپکی جان کو کتنا خطرہ اور نا آپ اپنی روپرٹس لائے ہیں جو میں نے آپکو کہا تھا۔“  
کسی مرد کی آواز ابھری تھی جسے سن کر روحان گنگ رہ گیا تھا۔  
”ڈاکٹر راحیل۔“ روحان کا نپتی آواز میں بولا تھا۔  
”بیس۔“ دوسری جانب سے کہا گیا تھا۔

”میں روحان جیل ہوں۔ حشام جیل کا بھائی۔“  
روحان خود پر ضبط کرتے راہداری سے نکل آیا تھا۔

باہر بارش ہو رہی تھی۔ جو ابھی ہلکی تھی۔ موسم خراب ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی ڈاکٹر راحیل کی آواز مدھم ہو جاتی تھی۔ روحان اب پارکنگ ایریا میں آگیا تھا۔ ڈاکٹر راحیل اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ جسے فق ہوتے چہرے کے ساتھ روحان سن رہا تھا۔ اور پھر فون بند کر کے وہ گاڑی نکالنے کے بعد تیز رفتاری سے اسے بھگاتے ہائے گھر کی جانب جا رہا تھا۔

”بی بی جان کوئی بھی فون نہیں اٹھا رہا۔“ غلام دین نے اطلاع تھی۔

”یا اللہ رحم کر میرے مالک۔“ باہر بادلوں کی گرجنے کی زور دار آواز گونجی تھی۔ بی جان کا دل کا نپ کر رہ گیا تھا۔ حامم خود مأوف ہوتے ذہن کے ساتھ بیٹھی تھی۔  
پریشانی اسکے چہرے سے جھلک رہی تھی۔ دس منٹ بعد پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی۔ غلام دین باہر کی جانب بھاگا تھا۔  
”کیسے ہیں حشام بابا ب؟“ غلام دین بھیگے کپڑوں کے ساتھ اندر آتے روحان سے پوچھ رہا تھا۔

جبکہ روحان ان سمنی کرتا حشام کے کمرے کی جانب بھاگا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ گیلی ہو چکی شیر وانی کے بٹن کھول رہا تھا۔ روحان کو دیکھ کر حامم کو تھوڑا حوصلہ ہوا تھا۔ لیکن وہ جس انداز میں حشام کے کمرے کی جانب بڑا تھا حامم کو تشویش ہوئی تھی۔ پانچ منٹ بعد وہ ایک فال سمیت کمرے سے باہر نکلا تھا۔

”شاہ بیٹا حشام کیسا ہے؟؟“ بی جان نے پوچھا تھا۔

”وہ ٹھیک ہے بی جان آپ دعا کریں۔“ روحان زبردستی مسکرا یا تھا۔ حامم اسے سوالیہ نظر ووں سے دیکھ رہی تھی۔ حامم سے نظریں ملنے پر وہ نظریں چڑا گیا تھا۔ اور باہر کی جانب لپکا۔ اسکے گلے ہو چکے بال پیشانی پر پڑے تھے۔ چہرے کارنگ اڑا ہوا تھا۔

”میں آپکے ساتھ چلوں۔“ حامم کی آواز پر روحان کے قدم ساکت ہوئے تھے۔

”بیہاں بی جان اکیلی ہیں۔ تم ابھی بی جان کے پاس رہو۔“ روحان نے نرم لبجے میں کہا تھا۔  
”میں ٹھیک ہوں۔ اور اکیلی نہیں ہوں۔“ بی جان نے جواب دیا تھا

”ٹھیک ہے۔ آپ جائیں میں بھول گئی تھی میں ادھر ہی رکتی ہوں۔“ حامم کا جواب سن کر وہ تیز قدم اٹھا تا باہر کی جانب بڑھ چکا تھا۔

کبھی کبھی اچانک قیامت آ جاتی ہے اس طرح وارد ہوتی ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا ساری خوشیاں جیسے ملیا میٹ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ روحان ڈاکٹر راحیل سے مل کر بار بار تلا تھا۔ وہ سن دماغ اور ہمارے ہوئے جواری کی طرح راہداری سے گزر رہا تھا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جو اسکے کانوں نے سنا وہ سچ تھا۔۔۔؟

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔" وہ بڑ بڑایا تھا۔  
شام کو

blood cancer

تھا۔۔۔ کب سے تھا یہ وہ نہیں جانتا تھا اور ناہشام نے بھنک پڑنے دی تھی۔ ڈاکٹر راحیل نے بتایا تھا کہ اکثر اسے سانس لینے میں دشواری ہوتی تھی۔ رات کو اسکا سانس اکھڑ جاتا تھا۔ سینے میں اکثر درد رہتا تھا۔ اسکی صحت تیزی سے گر رہی تھی۔ روحان کے ہاتھ میں اس وقت

CBC

کے ٹیسٹ کی رپورٹس تھیں جو حشام نے کروایا تھا۔ روحان کا دل چاہا تھا کہ وہ چینے چلائے۔۔۔ وہ کیوں اسکی تکلیف کو نہیں سمجھ پایا تھا۔ جانے کتنے سالوں سے وہ اس بیماری میں مبتلا تھا۔ پاکستان آ کر ڈاکٹر راحیل کے کہنے پر اس نے دوبارہ ٹیسٹ کروائے تھے۔ فاکل کو گاڑی میں رکھنے کے بعد وہ کتنی ہی دیر تیز برستی بارش میں گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اسکے جسم کے ساتھ ساتھ جیسے اسکی روح بھی جل رہی تھی۔ کچھ آنسو اسکی آنکھ سے نکلے تھے اور بارش میں پانی میں مل کر بہہ گئے۔

حامن نے فون کر کے حمدان صاحب کو سب بتا دیا تھا۔ کچھ ہی دیر وہ سب لوگ گھر آگئے تھے۔

"میں ہسپتال جانا چاہتی ہوں۔۔۔" حامن نے جو اسے کہا تھا جس نے کچھ سوچنے کے بعد اسے ساتھ لے جانے کی حامی بھر لی تھی۔ اب بی جان کے پاس سب تھے۔ حمدان صاحب گھر سے ہی ہسپتال روانہ ہو گئے تھے۔ کوئی کچھ نہیں بتا رہا تھا۔ بی جان کا ڈر اور خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

مدیحہ کو جب حشام کی بیماری کا پتا چلا اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔ ضیاء جبیل جیسے ڈھہر گئے تھے۔ ہر شخص شدید صدمے کے زیر اثر تھا۔ حشام کو انہتائی نگہداشت کے یونٹ میں رکھا تھا۔ اسے آسیجن لگی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر زنے کہا تھا کہ وہ لوگ کافی لیٹ ہو گئے تھے لیکن وہ اپنی طرف سے حشام کا علاج کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔

انہوں نے کہا تھا بلڈ کینسر کے مریض کبھی کبھی تو کافی عرصہ جی لیتے ہیں لیکن کبھی کبھی بہت جلد ختم ہو جاتے ہیں  
"میرے بھائی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔۔۔"

روحان نے اپنے سامنے برا جمان ڈاکٹر سے کہا تھا۔

"دیکھیے مسٹر جبیل امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی ہر نومنٹ میں ایک انسان بلڈ کینسر سے مر جاتا ہے۔۔۔ یہ تو پھر پاکستان ہے البتہ ہم پوری کوشش کریں گے۔۔۔" ڈاکٹر کی بات پر روحان بس انہیں دیکھ کر رہ گیا تھا۔

پورے جبیل خاندان میں ایک خوف دہر اس پھیل گیا تھا۔ ماہی کو اپنا آپ ختم ہوتا محسوس ہوا تھا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بناپانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ جذبات و احساسات کو کس سے بیان کرے؟ وہ اندر رورہی تھی۔ خاک ہو رہی تھی۔ وہ حشام کو دیکھنا بھی چاہتی تھی اور دیکھنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔

”تم مجھے یوں دھو کہ نہیں دے سکتا مستر حشام جبیل۔۔۔ سنتم نے۔۔۔ تم دھو کے باز نہیں ہو سکتے۔۔۔“

وہ موبائل میں اسکی تصویر دیکھتے ہوئے چلائی تھی۔ اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

ضیاء جبیل کی طبیعت کافی خراب ہو گئی تھی۔ جوان بیٹھے کی بیماری کا سن کر وہ سہم گئے تھے۔ مدیحہ کو اور انہیں گھر بھیج دیا تھا گیا تھا۔ ہسپتال میں موجود ہر شخص ایک دوسرے سے نظریں چرا رہا تھا۔ سب لوگ اپنے آپ کو قصور وار سمجھ رہے تھے حالانکہ ان میں سے کسی کا قصور نہیں تھا۔ سادے سے جوڑے میں بڑی سی چادر لپیٹے وی ہسپتال آئی تھی۔ راہداری میں رکھے صوفے پر روحان اکیلا بیٹھا تھا۔ اسکا سر جھکا ہوا تھا۔ حانم نے اسے اس طرح دیکھا تو اسکی جانب بڑھی۔ وہ اسکے پاس بیٹھ چکی تھی جبکہ روحان کو محسوس بھی نہیں ہوا تھا۔

حانم نے اپنا سردہاتھ روحان کے ہاتھ پر رکھا تھا۔ وہ ایک دم چونکا۔ چہرہ اٹھا کر دیکھا تو حانم کو اپنے پاس پایا تھا۔

سب ٹھیک ہو جائے گا پریشان مت ہوں“ وہ تسلی دے رہی تھی۔ روحان کی آنکھیں سرخ انگارہ تھیں۔ ان میں نبی جھلملارہی تھی۔ وہ جانے کیسے خود پر ضبط کئے بیٹھا تھا۔

”خشام میرا سب کچھ ہے۔“ وہ بس اتنا ہی کہہ پایا تھا۔ حانم نے اسے کبھی اتنا دکھی اور سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ خود ڈرگئی تھی کہ حشام کی حالت جانے کتنی خراب تھی۔

خشام کے ساتھ پیرس میں گزارے وہ دن اسکی آنکھوں کے سامنے گھونمنے لگے تھے جب وہ ایک اچھے سامعین اور ایک اچھے ہمدرد کی صورت میں موجود تھا۔ اس نے روحان کو نہیں بتایا تھا بتایا تھا کہ حانم زندہ تھی۔ وہ اسکی خوشی میں خوش تھا۔ ایک بار اپنی خواہش کا اظہار کرنے اور حانم کا انکار سننے کے بعد اس نے کبھی حانم کو تنگ نہیں کیا تھا۔ وہ سطحی مردہ رگز نہیں تھا۔ اسکی باتوں میں، اور اسکی ذات میں ایک ٹھہراؤ تھا۔ حانم نے اسے شدت پسند نہیں پایا تھا۔۔۔ وہ مضبوط کردار کا مالک تھا۔ جانے اللہ نے اسے کس مٹی سے بنایا تھا کہ کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا تھا اس نے، ہمیشہ روحان کا ساتھ دیا تھا۔ حانم نے آنکھیں بند کر کے صوفے سے ٹیک لگالیا تھا۔ اسکا ہاتھ ابھی تک روحان کے ہاتھ پر تھا۔

روحان کو اسکے ہاتھ کا سرد پن محسوس ہوا تھا جو ٹھنڈا اور موسم کی وجہ سے تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں حانم کا نازک ہاتھ دبایا تھا۔ وجہ اپنے گرم ہاتھوں سے اسکے سرد پڑتے ہاتھ کو گرمائش پہچانا تھا۔ بارش میں بیگنی رات آہستہ آہستہ سر کئے لگی تھی۔

اگلے دن شام کے وقت حشام کو ہوش آیا تھا۔ بی جان بھی ہسپتال میں موجود تھیں۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر سب سے ملا تھا۔ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا لیکن پھر بھی حوصلے پر تھا۔

”مجھے یقین نہیں ہوتا کہ شامو کا کام جھے دھو کہ دے سکتا ہے۔۔۔“ روحان نے شکوہ کیا تھا۔ حشام مسکرا دیا تھا۔ پھیکی سی مسکراہٹ

”میں حامل سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔“

حشام نے اپنی خواہش ظاہر کی تھی۔ روحان نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ حامل اسکی خواہش کا سن کر جیران رہ گئی تھی۔ رات بھر جانے کی وجہ سے اسکی آنکھوں میں گلابی پن ابھر آیا تھا۔ وہ کافی تھکنی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ کانپتے قدموں سے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ حشام کو اس طرح بستر پر لیٹے دیکھ کر حامل کو دکھ ہوا تھا۔ ڈاکٹر ناجانے کن کن ٹیسٹوں کیلیے اسکی رگوں سے خون نکال رہے تھے۔

حامل کو اپنے سامنے دیکھ کر حشام کی آنکھوں میں ایک دم چمک ابھری تھی۔ وہ ہلاکا سما مسکرا یا تھا۔ ساحروں والی مسکرا ہٹ۔ حامل اسکے میدی سے کچھ فاصلے پر رکھی کر سی پر بیٹھ چکی تھی۔

”معاف کر دو مجھے میں نے آپکی زندگی کی سب سے حسین پل تباہ کر دیے ہیں۔۔۔“ حامل نے تڑپ کر اسے دیکھا تھا۔

”ایسی بات نہیں ہے آپ جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔“

حامل کی بات سن کر حشام کے لبوں پر استہزا یہ مسکرا ہٹ ابھری تھی۔ وہ جیسے خود پر ہنسا تھا۔

”میں آپکو آج ایک کہانی سنانا چاہتا ہوں ایک خوبصورت کہانی۔۔۔“ حشام کی بات پر حامل ابھجھی۔

”یہ کہانی ہے ہانی اور آر جے کی

یہ کہانی ہے ام حامل اور روحان جیبل کی

اور یہ داستان ہے زندگی کے سات پھرول کی

میں نے اپنی زندگی میں بہت سی کتابیں پڑھی ہیں، عشق کی داستانیں لیکن آج میں اپنی پسندیدہ داستان سنانے جا رہا ہوں کیا سنیں گی آپ دو سلفا نیٹس کی

داستان۔۔۔؟؟“

وہ پوچھ رہا تھا۔

”جی۔۔۔“ حامل نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

”یہ کہانی جو ہانی اور آر جے سے شروع ہوئی ایک بہت ہی عجیب موڑ سے، جس میں میں ناجانے کہاں سے شامل ہو گیا تھا۔۔۔؟ مجھے خود سمجھ نہیں آئی۔۔۔ ایک لڑکی کا پیدائشی نشان، جس نے مجھے سالوں پاگل کئے رکھا۔ مجھے باندھے رکھا، لیکن وہ چمک وہ نشان میرے لئے نہیں تھا۔۔۔

میں جب بھی اسے دیکھنا چاہا اس نشان کی چمک نے مجھے نظریں جھکانے اور رخ موڑ نے پر مجبور کیا کہ ”مجھے دیکھنے کی اجازت نہیں“

ہر کہانی میں ایک تیرا ہوتا ہے لیکن میں جیران ہوں اس کہانی میں کسی تیرے کو آنے ہی نہیں دیا گیا، جب کمی نے آنے کی کوشش کی تو آر جے موجود تھا۔ جب

میدی نے آنے کی کوشش کی تو مون موجود تھا۔ جب حشام نے آنا چاہا تو روحان جیبل دیوار بن کر کھڑا تھا، کسی تیرے کو آنے ہی نہیں دیا گیا، دلوگوں نے ایک

دوسرے سے نفرت کی اور پھر محبت بھی۔۔۔ نہ کوئی تیرا ان لوگوں کو بد ظن کر سکا اور نہ ہی ملا سکا۔۔۔

آپ کو لوگتا ہے کہ آر جے نے آپ کے ساتھ غلط کیا تھا لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو کیا ہوتا؟؟

کیا وہ کبھی آر جے سے روحان جسیل تک کا سفر طے کر پاتا؟ اللہ کچھ بندوں کو چن لیتا ہے جنہیں آزمایا جاتا ہے اور انہی کے ذریعے دوسروں کو امتحان میں ڈالا جاتا ہے۔۔۔

آپ کو لوگتا ہے کہ آپ کے ساتھ بر اہوا؟ کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟؟

اگر اللہ نے کسی اور کو چن لیا ہوتا تو کیا آج آپ کو روحان ملتا۔۔۔؟؟ یقیناً نہیں اسی لڑکی کو متاجسے اس کرب سے گزارا جاتا۔ آپ خوش نصیب ام حامم آپ کو آزمایا گیا اور

آزمائش اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کی ہی کرتا ہے۔ جو آر جے نے کیا وہ ایک سلفائیٹ کی طرف سے فطری عمل تھا۔

"وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ انسان کو شدت پسند ہونا چاہیے امریکہ میں اسکا سکول ٹیچر تھا جو کہتا تھا کہ فیل ہو جاؤ یا ٹاپ کر جاؤ۔۔۔ یہ پاس ہونے والے لوگ مجھے نہیں

پسند۔ اور یہ شدت پسندی اسکی شخصیت کا خاصہ بن گئی۔ وہ مکی والی بات جان کر دو طرح سے ہی رد عمل کا اظہار کر سکتا تھا۔ وہ ایک سلفائیٹ ہے یا

تو باکل خاموش رہتا۔۔۔ اسے فرق ہی نہیں پڑتا اور نمبر دو ویسا ہی کرتا جیسا آر جے نے کیا تھا۔ وہ عام لوگوں کی طرح نہیں تھا جو تھوڑا غصہ کرتا نا راض ہوتا یا پھر مان

جاتا، اس نے وہی کیا جو اسکی فطرت میں تھا جو ہمارے نزدیک گناہ ہے" حامم غور سے اسے سن رہی تھی۔

"پانی۔۔۔" حشام کا گلہ خشک ہو چکا تھا۔ حامم نے اٹھ کر اسے گلاس میں پانی ڈال کر دیا۔ حشام نے گھونٹ گھونٹ پیا تھا۔

"مجھے لگتا تھا کہ وہ صرف ام حامم سے معافی مانگنا چاہتا ہے، اسکی محبت کا اندازہ بعد میں ہوا۔۔۔

میں شرمندہ ہوں کہ میں نے اپنی پسندیدگی کی وجہ سے شادی کا کہا۔۔۔ حالانکہ مجھے اسکا کوئی حق نہیں تھا۔ پتا ہے جس دن اس نے نکاح کا ڈرامہ کیا تھا اسی دن

اسکی زندگی سے ہر لڑکی نکل گئی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ اسکا دل بھر گیا ہے۔۔۔ لیکن یہ معاملہ ہی کچھ اور تھا جو مجھے بعد میں سمجھ آیا۔

دو سال پہلے میں حج پر گیا تو روحان سے کہا کہ چلو حج پر چلتے ہیں اس نے کہا کہ "میں نے حامم سے کہا تھا نو سوچو ہے کھا کر بلیج کو چلی" آج مجھے لگ رہا ہے کہ یہ محاورہ مجھ

پر ہی فٹ ہوتا ہے میرا ضمیر اجازت نہیں دیتا کہ وہاں جاؤں شرم آتی ہے مجھے اللہ سے، کسی کا دل دکھا کر کسی کو موت کے منہ میں دھکیل کر اس مالک کے

گھر پر حاضری لگاتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے" اور پھر میرے بار بار کہنے پر بھی وہ نہیں گیا۔ لندن میں وہ اکیلا نہیں تھا ام حامم کی یادیں اسکے ساتھ

تھیں۔ اس نے شماں نیازی کے ہاتھوں خود کی جان کو گنوایا تھا۔۔۔ اور پھر ایف کو نہیں اپنایا جو ایک بہترین لڑکی تھی۔

میں جب سوچتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کوئی اتنی محبت بھی کر سکتا؟؟ اس داستان کے چھ پھر گزر چکے ہیں۔ نمبر ایک جس میں حامم اور آر جے کی ابتدائی

زندگی تھی، نمبر دو جس میں وہ دونوں یونیورسٹی میں اکٹھے ہوئے، نمبر تین جس میں حامم اندھیروں کی دنیا کی بasi بنی، جس میں اس نے اسنجل کی زندگی

زندگی، نمبر چار جس میں آر جے کی ترپ کا دور چلا، اس نے نگر نگر حامم کو ڈھونڈا، نمبر پانچ جس میں آر جے کو اندھیروں کا بasi بنایا گیا اس سے اسکا سب کچھ چھین کر اللہ نے

اسے انسان کی اوقات دکھائی، اور نمبر چھ جس میں وہ آر جے روحان جسیل بنالوگوں کے دلوں کو فتح کیا حامم کو دوبارہ پایا، اور اب نمبر سات سب سے خوبصورت

پھر کا آغاز ہوا ہے۔۔۔ جو سب سے مشکل بھی ہے اور سب سے حسین بھی، مشکل اس لئے کہ روحان جسیل نے جو راستہ چنا ہے وہ سچائی کا راستہ ہے مشکلات سے بھرا

ہوا۔۔۔ لیکن حسین اس لئے ہے کہ آپ دونوں ایک دوسرے

کے ساتھ ہو۔۔۔ ہر مشکل میں ہر قدم پر اور ہمیشہ ساتھ رہو گے۔۔۔"

حامم کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔ اسکے لب کپکپائے تھے۔ لیکن وہ کچھ بول نہیں پائی تھی۔

"میری ایک آخری خواہش ہے کیا آپ اسے پورا کریں گی؟؟" حشام نے بات پر حامم نے ترپ کر اسے دیکھا تھا۔

"روحان جبیل کا ساتھ کبھی بھی مت چھوڑنا مام حنم، اس نے اپنی زندگی میں بہت تکلیف برداشت کی ہے اسکا ہر قدم پر ساتھ نبھانا شاید میں نہ رہوں اسکی مشکل میں اسے حوصلہ دینے کیلئے اسکے پاس صرف آپ رہو گی، صرف آپ ح سے شروع ہو کرم پر ختم ہونے والی حنم، م یعنی محبت، جو لوگ محبت پر ختم ہو جاتے اور آپکا نام بھی م پر ختم ہوتا حنم کی انتہا بھی محبت ہی ہے وعدہ کریں مجھ س آپ روحان کا ہمیشہ ساتھ نبھائیں گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں ہمیشہ ساتھ نبھاؤں گی۔" حنم نے روتے ہوئے مشکل سے جواب دیا تھا۔

شام کے اندر سکون سا اتر گیا تھا۔ اسے بس یہی چاہیے تھا۔ اور اسے پورا لیکن تھا حنم ساتھ نبھانے والوں میں سے تھی۔

حنم نے سکون سے آنکھیں موندھ لی تھیں۔ شاید اس سے مزید بولا نہیں جا رہا تھا۔ حنم کی پکپاتے لبوں اور گلابی آنکھوں سے اپنے سامنے پڑے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو شہنشاہوں جیسا مزار رکھتا تھا۔ جو پیرس میں ایفل ٹاور کے قریب اگر کر کر ایک نظر کسی کو دیکھ لیتا تھا تو اسے پتھر کا بننے پر مجبور کر دیتا تھا۔

"حش۔۔۔ شام۔۔۔" ٹوٹے چھوٹے الفاظ اسکے لبوں میں دم توڑ گئے تھے۔

"پچھے لوگوں کے منہ سے اپنانام سننا بہت اچھا لگتا ہے" حنم نے آنکھیں کھولی تھیں۔ اسکی پلکیں نم تھیں۔

"اب آپکو جانا چاہیے ورنہ سانس لینا مشکل ہو جائے گا" وہ زبردستی مسکرا کر ایسا تھا۔ حنم کو اپنا آپ لرزتا محسوس ہوا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی اور دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ وہ لڑکھراتے قدموں سے کمرے سے باہر آئی تھی۔ حنم کا سر بری طرح چکر ارہا تھا۔

"حنم تم ٹھیک ہو۔۔۔؟" روحان جو باہر انتظار کر رہا تھا حنم کو یوں لڑکھراتے دیکھا تو اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔" حنم نے دھڑکتے دل کے ساتھ جواب دیا تھا۔

"تمہیں گھر جانا چاہیے حنم مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی، تم کافی کمزور نظر آر رہی ہو۔" روحان فکر مندی سے کہہ رہا تھا۔

حنم واقعی بہت تھک گئی تھی۔ پہلے شادی کی تھکن اور اب کل سے وہ ہسپتال میں ہی تھی۔ ٹھیک سے کھا نہیں پائی تھی اور اوپر سے پریشانی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔" حنم نے جانے کیلئے حامی بھری تھی۔ وہ مزید یہاں نہیں رک سکتی تھی۔ اسے رونا آرہا تھا۔

"تم بیٹھو یہاں میں جواد کو بلاتا ہوں۔۔۔"

شام نے اسے صوف پر بٹھاتے ہوئے کہا تھا اور خود باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

"تمہیں کھانے پر توجہ دینی چاہیے مجھے تم سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔" روحان اسے زبردستی کھانا کھلا رہا تھا۔ جبکہ حنم خزرے کر رہا تھا۔

"تم ہونا۔۔۔ سمجھدار انسان۔۔۔" حنم مسکرا کر ایسا تھا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا۔۔۔" روحان نے اسے گھوری سے نوازا۔

"میں بھی سنجیدہ ہوں۔" حنم کی آنکھوں میں شرات تھی۔

"دیکھو شامو کا کاز یادہ"

Over acting

کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ یہ نخرے اپنی بیوی کو دکھان مجھے نہیں۔۔۔ میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔۔۔ ”روحان چڑ گیا تھا۔ جبکہ حشام اسکی بات سن کر ہنس دیا تھا۔ اسے روحان کا یہ انداز بہت پسند تھا۔

ماہی نے یہ منظر کمرے کے باہر سے دیکھا تھا۔ شیشے کے اس پار، فاصلہ کم تھا اسکے اور حشام کے درمیان لیکن اس میں یہ فاصلہ مٹانے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ نم آنکھیں لئے اسے دیکھ رہی تھی۔ حشام کو ہنستادیکھ کر وہ بھی مسکرا دی تھی۔ اور اسکی حالت دیکھ کر پھر سے رو دی تھی۔

کچھ دیر بعد روحان کمرے سے باہر نکلا تو وہ رخ بدل کر کھڑی ہو گئی تھی۔ ڈوپٹے کی مدد سے آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کو صاف کیا۔ ”بیوں رونے سے کیا ہو گا؟؟؟“ عقب سے روحان کی آواز ابھری تھی۔ ماہی ایک بار پھر حشام کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ ”کب۔۔۔ میں تو نہیں رور رہی۔۔۔“ وہ بڑھ رہی۔

”ایک بار بات کر لیں اس سے، اچھا لگے گا۔۔۔“ وہ کہہ کر رکا نہیں تھا جا چکا تھا جبکہ ماہی ایک بار پھر حشام کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ جواب آنکھیں موندھے لیٹا تھا۔ تو مجھ کو بھولتا ہی نہیں“

”میں نے کوشش رہی سہی کر لی“ یہ مت کہنا کہ ماہین حمدان مجھے معاف کر چکی ہے۔۔۔ ”خشام اسکی موجودگی کو محسوس کر چکا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے ہی جواب دے رہا تھا۔ ماہی اسکی بات سن کر حیران ہوئی تھی۔

”میں چاہتا ہوں کہ ماہین حمدان مجھے کبھی معاف نہ کرے بلکہ نفرت کرے“ یہ ماہین حمدان تو بس محبت کرنا جانتی ہے اس نے اور کچھ سیکھا ہی نہیں“

خشام نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔ ان آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی الوہی چمک، کچھ دیر تک گہری خاموشی چھائی رہی تھی۔ حشام اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر وہ پلٹی اور کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

ابھی کچھ دیر میں محسن وہ پتھر ٹوٹ جائے گا“ یہ میں اسکی سرد مہری پر محبت مار آیا ہوں

کبھی کبھی ہماری تمام دعائیں جیسے آسمان تک پہنچ ہی نہیں پاتیں امیدیں جیسے ٹوٹ جاتی ہیں کچھ ایسا ہی سید جبیل خاندان میں ہوا تھا پچھلے دو دنوں ٹھیک گزرے تھے جبکہ شام سے حشام طبیعت بگڑ گئی تھی۔ اسے سانس نہیں آرہا تھا سینے میں شدید درد تھا اور پھر وہی ہوا تھا جس سے ہر شخص ڈر رہا تھا۔ وہ چلا گیا تھا ہمیشہ کیلئے کبھی نہ واپس آنے کیلئے روحان اسکے پاس تھا جب اسکی روح نے پرواز کیا تھا قیامت کا لمحہ تھا۔ اسکے پر پسینہ اور اسکی ٹوٹتی سانسیں روحان جبیل کو پتھر کا بنا گئی تھیں۔ ”خشام تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔۔۔ سنا تم نے۔۔۔ تم دھوکا نہیں دے سکتے ہمیں“

لیکن جانے والے کب پلتے ہیں، وہ کب آہیں سنتے ہیں انہیں کب ترس آتا ہے سکیوں پر انہیں تو بس جانا ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کو جانے کی بہت جلدی ہوتی ہے اور حشام جبیل ان میں سے ایک تھا۔ روحان جبیل کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ باہر بادل زور سے گر جاتھا اور اندر جیسے روحان جبیل کا دل پھٹ گیا تھا۔ وہ حشام جبیل کے بے جان وجود سے لپٹ گیا تھا۔ راہداری میں پریشانی سے ٹھہری اور دعائیں مانگتی ماہی نے ایک پار سنی تھی۔ ڈاکٹر معذرت کرنے کے بعد جا چکے تھے۔ ماہی کے ہر طرف گھٹی گھٹی سسکیاں گونج گئی تھیں۔ ماہی کو لگا تھا وقت رک گیا تھا۔ اس نے شیشے کے پار حشام کے بے جان وجود کو ایک نظر دیکھا تھا۔ مدیحہ اس سے لپٹی ہوئی تھی۔ بی جان جیسے بے جان ہو چکی تھیں۔ ہر شخص کے چہرے پر خوف پھیل گیا تھا۔

”میں تمہیں یہی ملوں گا آج کے دن اسی وقت“

ایفل ٹاور کے قریب وہ جادو گر سحر پھونک رہا تھا۔ ماہی کا دل ڈوب گیا تھا۔ دس سال بے لوس محبت کی تھی اس نے حشام جبیل سے کہہ دینا آسان ہوتا ہے، کوئی دس سالوں کو محبت میں گزارے تو پتا چلے اور اس سال وہ سب کو چھوڑ گیا تھا۔ وہ شخص جتنا مضبوط تھا اتنا ہی کمزور ثابت ہوا تھا۔ نا وہ اپنی خوشی پوری کر سکا تھا، نہ بی جان کی اور نہ ماہی کی، وہ کسی کو دکھ دینا نہیں چاہتا تھا لیکن وہ آج سب کو ایک گہرا خم دے گیا تھا۔

”بھائی اٹھ جائیں نا۔ آپ تو کبھی اتنی کسی کو پریشان نہیں کرتے تھے۔ کبھی کسی کو رونے نہیں دیتے تھے۔ آج سب رو رہے ہیں آپ اٹھیں آنکھیں کھولیں۔ دیکھیں نا۔ سب آپکی وجہ سے پریشان ہیں۔“ مدیحہ جیسے پاگل ہو گئی تھی۔ ارم سے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔

ماہی نے ایک نظر بی جان اور ضیاء جبیل کو دیکھا جتنی زندگی کی جمع پونچی جیسے لٹ گئی تھی۔

بی جان ضیاء جبیل کے سینے سے سرٹکائے رو رہی تھیں۔

”چپ کر جاؤ سب، حشام سو رہا ہے اسے نیند آئی ہے۔“ روحان دبی آواز میں چلایا تھا اور پھر اسکے سرہانے کے قریب رکھی کر سی پر بیٹھا تھا۔ اسکے خوبصورت ہاتھوں کو تھام رکھا تھا۔

اس شخص کے درد کا انداز توماہی بھی نہیں لگا سکتی تھی۔ جو بچپیدائش کے بعد چار سال تک خاموش رہا تھا۔ جب وہ بولا تو پہلا لفظ اسکی زبان نے ”حشام“ ادا کیا تھا۔ اور حشام آج اسے چھوڑ گیا تھا اسکا مرنا نقیض تھا۔

وہ شخص جو اپنی ماں کے مرنے پر نہیں رویا تھا۔ وہاب حشام کے پہلو میں بیٹھا اسے اٹھنے کی گزارشیں کر رہا تھا۔ ایک دم سب کچھ ساکت ہوا تھا۔ ماہی نے اپنا دھڑکنا دال بند ہوتے محسوس کیا تھا۔ اسکی ساعت جواب دے گئی تھی۔ اسکا دماغ سن ہو چکا تھا۔ وہ تو حشام سے محبت کی دعوے دار تھی۔ وہ جا چکا تھا اور وہ اب تک زندہ تھی۔

”ماہی۔۔۔“ کسی نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ پلٹی تھی۔ حامم اسکے پاس کھڑی تھی۔ بھیگ پلکیں لئے اسکے نازک ہونٹوں پر خشکی تھی۔ اسکے چہرے پر جیسے ویرانی تھی۔

”ہانی۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ حشام۔۔۔“ ماہی کے لب پھر پڑائے تھے۔

”حوالہ کرو ماہی۔۔۔“ جانے یہ الفاظ حامم کے منہ سے کیسے ادا ہوئے تھے۔

”وہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا نا۔۔۔ وہ زندہ ہے نا۔۔۔“ ماہی نے حامم کو کندھوں سے پکڑ کر چھنچھوڑا تھا۔ حامم نے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

”بولونا۔۔۔ حشام کو کچھ نہیں ہوا۔۔۔ حشام زندہ ہے نا۔۔۔“ وہ ہر یانی انداز میں چلائی تھی۔

"وہ ٹھیک ہے نا۔۔۔ وہ زندہ ہے۔۔۔ بولونا۔۔۔ وہ زندہ ہے۔۔۔" آہستہ آہستہ ماہی کی آواز مدھم چل گئی تھی۔۔۔ اسکا وجود ہو لے ہو لے کانپ رہا تھا، اسکے دماغ ماننے سے انکاری تھا کہ وہ حشام جاپ کا تھا۔۔۔  
نہ آسمان پہٹا تھا اور نہ ہی زمین ہاں البتہ آسمان رو ضرور رہا تھا۔۔۔

"حشام کو کچھ نہیں ہوا۔۔۔ حشام زندہ ہے۔۔۔ حشام زندہ ہے۔۔۔" ماہی کی زبان حشام کا ورد کر رہی تھی۔ حامم اسکے ساتھ یہ بیٹھ گئی تھی۔۔۔  
"چپ کر جاؤ نا سب لوگ۔۔۔ میرا حشام سویا ہوا ہے۔۔۔" اندر روحان حشام کے چہرے کو تکتے ہوئے سب کو چپ کروا رہا تھا۔۔۔  
"بولونا۔۔۔ حشام ٹھیک ہے نا۔۔۔ سب سے کہہ دو خاموش ہو جائیں۔۔۔ اسے تنگ نا کریں۔۔۔" باہر ماہی اس سب سے خاموش ہونے کی انجام کر رہی تھی۔۔۔  
ان دلوگوں نے ایک شخص سے جیسے عشق کیا تھا۔۔۔ اسکی ذات سے اسکے کردار سے۔۔۔

"إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ"

سید جیل نے آگے بڑھ کر حشام کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں اچھے سے بند کیا تھا۔ روحان نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا جو رو رہے تھے۔۔۔

اور پھر جیسے اندر ہیرا چھا گیا تھا ماہی کو سب پس منظر میں جاتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔۔ وہ حواس کھور رہی تھی اور پھر کچھ دیر بعد ہر طرف مکمل اور گھری خاموشی چھا گئی تھی۔۔۔

بچھڑا اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی"

"اک شخص بھرے شہر کو ویران کر گیا

وہ ایفل ٹاور کے سامنے بیٹھی تھی۔۔۔ آج ایک ماہ ہو گیا تھا۔۔۔ ماہی نے نم آنکھوں سے ایفل ٹاور کو دیکھا تھا۔۔۔ جہاں وہ شخص پہلی بار اس سے ملا تھا اور پھر یہیں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔۔۔

اسے وہاں ہنسنے مسکراتے لوگ، محبت کے پچھی کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔۔۔ اسے اپنے سامنے وہ شخص کھڑا نظر آرہا تھا جو اس کا سب کچھ تھا۔۔۔

وہ دونوں اسکے سامنے کھڑے تھے ماہین حمدان اور حشام جیل۔۔۔ وہ دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ ایک شخص کی آنکھوں میں پا گل پن تھا تو وہ سر اٹھوڑا ایزار تھا۔۔۔

میں تمہیں یہی ملوں گا۔" جانے اس نے یہ جملہ کیوں کہا تھا۔۔۔ وہ آج تک سمجھ نہیں پائی تھی۔۔۔ اسکے اجزی حالت اور ویران آنکھوں پر پیرس بھی ادا ہو گیا تھا۔۔۔ لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔۔۔ وہ آج ہی پیرس آئی تھی۔۔۔ یہ ایک مہینہ اس نے پاکستان میں کیسے گزارا تھا یہ بس وہی جانتی تھی۔۔۔

کچھ دکھنا قابل بیان ہوتے ہیں کچھ حادثے ناقابل فراموش ہوتے ہیں ماہی کا دکھ کوئی نہیں لکھ سکتا تھا وہ زندہ تھی لیکن زندگی تو جیسے روٹھ گئی تھی۔۔۔

"ماہی چلو اٹھو، بہت دیر ہو چکی ہے۔۔۔" ایلانے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔۔۔ اس سے ماہی کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔۔۔ ماہی بنا کوئی ضد کئے اٹھ گئی تھی۔۔۔ اور ایلا کسی رو بوب کی طرح کپڑ کر اسے وہاں سے لے گئی تھی۔۔۔

حاشم چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ کمرے میں نیچے قالین پر روحان بیٹھا تھا اسکے ہاتھ میں حاشم کی تصویر تھی مسکرا تھا ہوا حاشم جبیل۔ روحان اس سے باتیں کر رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حاشم کا دل جیسے پھٹتا تھا۔ لیکن وہ پچھلے ایک مہینے سے یہی منظر دیکھتی آرہی تھی۔ روحان جبیل دوسروں کے سامنے کتنا ہی مضبوط اور سمجھدار کیوں نہ نظر آتا ہو۔ لیکن اکیلے میں وہ یہی کام کرتا تھا حاشم سے باتیں، حاشم کبھی اسکے اس کام میں دخل اندازی نہیں کرتی تھی۔ لیکن آج وہ روحان کی طرف بڑھی تھی۔ وہ چائے کا کپ میز پر رکھنے کے بعد روحان کے ساتھ نیچے بیٹھ گئی تھی۔ اور غور سے حاشم کی تصویر دیکھنے لگ گئی تھی۔

"حاشم آپ سے زیادہ پیارے تھے۔ ہیں نا۔؟؟" وہ عام سے لبھے میں پوچھ رہی تھی۔ روحان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے حاشم کی تصویر کو سینے سے لگایا تھا۔ حاشم نے ہاتھ بڑھا کر وہ فوٹوفریم روحان کے ہاتھ سے لیا تھا۔ جس پر روحان نے چونک کر حاشم کو دیکھا تھا۔

"پچھ لوگوں سے باتیں کرنے کیلئے ہمیں چیزوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔" وہ مسکراتی تھی۔

"پچھ لوگ یہاں بستے ہیں، ہنستے مسکراتے ہیں کچھ لوگوں کو مسکن یہ ہوتا ہے۔" اس نے روحان کے سینے پر دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ روحان نم آنکھیں لئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ یہاں جھانک کر دیکھیں وہ آپکو یہاں ملے گا۔" حاشم کی بات سن کر روحان نے آنکھیں بند کی تھیں۔

"مسٹر سلفاٹ تمہاری آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے۔" حاشم جبیل اسے چڑا رہا تھا۔ روحان نے فٹ سے آنکھوں کھول دی تھیں۔

"پچھ لوگ ہمارے اندر بستے ہیں، وہ ہم سے دور کبھی نہیں جاتے اور بھول گئے آپ جب ام حاشم کو آپ نے مردہ سمجھا تھا کیا وہ آپکو چھوڑ کر گئی تھی۔" وہ ہمیشہ آپکے ساتھ رہی تھی نا۔ یقین کریں حاشم ہمیشہ آپکے ساتھ رہے گا۔" حاشم نے روحان کا ہاتھ کو تھامتے ہوئے کہا تھا۔ روحان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی نم آنکھوں سے لگایا تھا۔

اور اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ حاشم مسکرا دی تھی۔

وہ اسکے درد کو کم نہیں کر سکتی تھی لیکن بانٹ تو سکتی تھی نا اور وہ ایسا ہی کر رہی تھی۔

وہ بی جان کے کمرے میں انکے گھٹنوں سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ بی جان صوفے پر بیٹھی تھیں۔

باہر چمکیلی دھوپ نکلی تھی لیکن ٹھنڈی ہوا میں چل رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں میں حاشم کی جگہ نہیں لے سکتا بی جان۔" لیکن میں

Try

کرو نگا کہ اس جیسا بن سکوں۔" وہ کافی حد تک بہتر اردو بول رہا تھا۔ اسکا الجہ برش تھا۔

"تمہیں پتا ہے بیٹھا حاشم کہا کرتا تھا کہ اس حوالی میں اسکی دلہن بن کر ایسی لڑکی آئے گی جو اس حوالی کی شان و شوکت کا مقابلہ کر سکے۔ جو پروقار ہوا اور مجھے اپنے حاشم کیلئے ایسی لڑکی مل چکی ہے، اب تم میرے لئے حاشم ہو جاؤ اس لڑکی کو لے آؤ جسکی تلقین تمہیں حاشم نے کی ہے۔" بی جان نم

آنکھوں اور بھیگے لبجے میں کہا تھا۔ جورڈن نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔ بی جان اسکے بالوں کو سہلا رہی تھیں۔ وہ آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

جورڈن کو حشام کے انتقال کی خبر ایلانے دی تھی۔ جسے سن کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔ جسے وہ خود اپنے ہاتھوں سے مارنا چاہتا تھا وہ شخص تو خود ہی دنیا چھوڑ گیا تھا۔ وہ پاکستان آگیا تھا۔

جب وہ حولی پہنچا تو ضیاء جبیل اس سے لپٹ کر روئے تھے۔ جورڈن کا دل سخت نہیں تھا بلکہ وہ بد لے کی آگ میں اتنا سخت دل بن گیا تھا۔ اس نے ایک بار ماہی کے اسکی ماں کے واسطہ دینے پر ہاتھ سے پیٹھ پھینک دیا تھا۔ وہ آنا نہیں چاہتا تھا لیکن ناجانے کیوں وہ آگیا تھا۔

اور بی جان کو دیکھ کر اسے اپنی ماں یاد آگئی تھی۔ وہ ایک دم ڈر گیا تھا اسے لگا تھا اسے دھنکار دیا جائے گا لیکن نہیں بی جان نے آگے بڑھ کر اسکی پیشانی پر پیار کیا تھا۔

وہ انکا بھی بیٹا تھا سگانہ سہی سوتیلا ہی سہی۔ حشام نے مرنے سے پہلے بی جان کو سب بتا دیا تھا اور وعدہ کیا تھا بی جان جورڈن کو اپنا بیٹا ہی سمجھیں گی۔ اس نے ساری زندگی تینی میں گزاری تھی اور پھر بی جان جانتی تھی نفرت کو نفرت سے نہیں محبت سے ختم کیا جاتا ہے۔ سید جبیل نے بھی جورڈن کو کھلے دل سے قبول کیا تھا۔ حشام خود تو چلا گیا تھا لیکن خاندان کی خود ساختہ روایات پر کاری ضرب لگا کر گیا تھا جنہوں نے مار تھا کی جان لے تھی۔ ضیاء جبیل کو کبھی خوش نہیں ہونے دیا تھا۔

بی جان کو اس رکھا تھا۔ حشام کو باندھ کر رکھا تھا، جنہوں نے ماہی کا دل توڑا تھا۔

اسکی موت ایک بہت بڑا پیغام چھوڑ گئی تھی جسے سب پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

”میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں بی جان میں حشام کی ہر خواہش کو پورا کروں گا۔“ جورڈن نے صدق دل سے وعدہ کیا تھا۔ اور بی جان نہ آنکھیں لئے مسکرا دی تھیں۔

---

”مسٹر آر جے عرف سلفاہیٹ آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔ جلدی تشریف لے آئیں۔“ جورڈن نے استڈی روم میں کتابوں کے درمیان میٹھے روحان سے کہا تھا۔

روحان نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اسکا انداز بالکل حشام جیسا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر اسے تکتار ہاتھا۔

”ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟“ جورڈن نے سوالیہ نظروں سے پوچھا تھا۔ روحان نے سر سے پاؤں تک اسے دیکھا تھا۔ وہ کافی حد تک حشام سے مشابہت رکھتا تھا۔ وہ اپاںک اپنی جگہ سے اٹھا اور جورڈن کی طرف بڑھا تھا۔ جورڈن کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیوں دیکھ رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا روحان نے اسکے لگے میں اپنے بازو ڈال دیئے تھے۔ بالکل ویسے ہی جیسے وہ حشام کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ اب وہ اس سے لپٹا کھڑا تھا۔ اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”حشام نے کہا تھا وہ ہمیشہ اسکے ساتھ رہے گا۔“

اور آج روحان کو اسکی بات کی سمجھ آئی تھی۔ وہ دونوں بھائی تھے اور ایک دوسرے سے بہت مماثلت رکھتے تھے۔ جورڈن اسکی اس حرکت پر دنگ رہ گیا تھا۔

"بہت بہت شکریہ جوڑن تم اس حوالی میں آئے ہو۔" روحان نے اس سے الگ ہوتے ہوئے کہا تھا۔  
"یہ ایک لمبی بات ہے۔ جس میں میر امعانی مالکنا بھی بتتا ہے لیکن اس وقت تم سے کوئی ملنے آیا ہے۔ جاؤ پہلے مل لو۔"  
"ٹھیک ہے۔" روحان اثبات میں سر ہلا تاکرے سے باہر نکل گیا تھا۔

روحان لاٹنچ میں آیا تو حامم صوفے پر بیٹھی تھی اور اسکے پاس وہیل چیز پر ایک لڑکی بیٹھی تھی جسے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔  
"شماں نیازی۔" اور وہ بھی ملتان میں "روحان" کو یقین نہیں آرہا تھا وہ وہیل چیز پر تھی۔  
روحان کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں نمی ابھری تھی۔

"میں تم سے معافی مانگنے آئی ہوں۔" میں نے اپنی ضد اور انا میں تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی اور اپنی طرف سے لے بھی چکی تھی۔ لیکن میں بھول گئی تھی یہ دنیا مكافات عمل ہے۔ دیکھو آج میں چلنے کے قابل نہیں میں خود کا ایکسٹینٹ ہو گیا تھا۔" وہ ندامت و شرمندگی لئے کہہ رہی تھی۔  
آپکو کیا لگتا ہے مس شماں نیازی کہ مجھے خبر نہیں ہو گی میرے ساتھ یہ حادثہ کس نے کروایا تھا۔؟" روحان کی بات پر وہ چونکی تھی۔  
ٹھیک ہونے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا تھا اور سراغ بھی لگایا تھا۔ لیکن جب پتا چلا کہ اس حادثے کے پیچھے تمہارا ہاتھ ہتا تو خاموش ہو گیا اور معاف کر دیا۔۔۔ شاید تم اپنی جگہ ٹھیک ہی۔"

شماں اسکی بات سن کر دنگ رہ گئی تھی۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اسکے سامنے بیٹھا شخص آر جے ہی تھا۔  
"میں آر جے نہیں ہوں۔" آپکا تعلق اور دشمنی آر جے سے تھی۔ میں روحان جیل ہوں مجھ سے نا آپکا کوئی تعلق ہے اور نا کوئی دشمنی۔" وہ جیسے اسکی سوچ پڑھ گیا تھا۔ شماں کے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ برے حادثے بڑے بڑے لوگوں کا غرور توڑ دیتے ہیں۔ اور شماں نیازی بھی منہ کی کھاچکی تھی۔

"تمہیں اب واپس آ جانا چاہیے روحان بیٹا النور کو تمہاری ضرورت ہے" ڈاکٹر باسط اسے لندن واپس جانے کا کہہ رہے تھے۔ سب کچھ ادھورا تھا۔  
یہاں ملتان کی زمین میں حشام دفن تھا۔ روحان کا دل نہیں کرتا اس شہر کو چھوڑ جانے کو۔  
"میں کو شش کروں گا۔"

"کو شش نہیں تمہیں جلد آنا ہو گا۔" اور حشام بھی تو یہی چاہتا تھا ناکہ تم بہت آگے جاؤ" "بھی۔" روحان نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے امید ہے تم سب سنبھال لو گے کیونکہ تم اب حشام ہو۔" روحان نے اپنے سامنے کھڑے جوڑن سے کہا تھا۔ وہ اور حامم لندن واپس جا رہے تھے۔  
اپنے حشام پر پورا بھروسہ رکھو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے مسکرا کر یقین دلایا تھا۔  
بی جان نے حامم کی پیشانی پر بوسے دیا تھا۔

وہ انکے حشام کی پسند تھی اور انکے شاہ بیٹے کی بیوی۔ بی جان کو وہ ہر لحاظ سے عزیز تھی۔

ایک بو جھل شام میں ڈھیروں دعاؤں کے حصار وہ دونوں لندن کیلئے روانہ ہو چکے تھے۔

وہ کلف لگے سفید کپڑے پہنے، کندھوں پر سیاہ چادر پھیلائے لاٹو نج میں اس دیوار کے سامنے کھڑا تھا جس پر ایک تصویر لگی تھی۔

حشام جبیل کی تصویر، وہ بھی کلف لگے سفید کپڑوں میں ملبوس تھا، کندھوں پر چادر پھیلائے، ٹانگ پر ٹانگ جمائے وہ خوبصورتی سے مسکرا رہا تھا۔ آنکھوں میں الہی سی چمک تھی۔ تصویر کے باہر کھڑا حشام تصویر کے اندر موجود حشام کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو آج میں نے بہت کچھ سنبھال لیا ہے جیسا تم چاہتے تھے تم نے اپنی آخری خط میں جو جو کہا تھا میں نے ویسا ہی کیا ہے۔۔۔ بس ایک کام رہ گیا ہے۔۔۔ سب سے اہم کام۔۔۔ میں کل پیرس جا رہوں۔۔۔ تم دعا کرنا کہ وہ مان جائے۔۔۔" وہ تصویر سے مخاطب تھا۔ واقعی اس نے سب سنبھال لیا تھا۔ علاقے کے معاملات، گدی پر بیٹھنے کے معاملات، سید جبیل اس سے بہت خوش تھے۔

"تمہیں پتا ہے انسان زمہ ہوتے ہوئے دنیا فتح کرتا ہے اور تم نے مر کر سب کچھ فتح کر لیا۔۔۔" وہ نم آنکھیں لئے کہہ رہا تھا۔ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ وہ روحان اور حامی کو ملوا گیا تھا۔

وہ بی جان اور سید ضیاء جبیل کے درمیان کی سرد مہری کو ختم کر گیا تھا۔ وہ اسے اس خاندان کا حصہ بنان گیا تھا۔ وہ سید جبیل کو انکی خود ساختہ روایات سے باہر نکلنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔۔

اس نے کیا خاص کام کیا تھا؟ کچھ بھی نہیں اس نے صرف محبت کی تھی۔۔۔ ہر شخص سے۔۔۔ انسان سے محبت کی تھی اس نے۔۔۔ اور آج محبت نے اسے فاتح بنادیا تھا۔ "حشام بیٹا۔۔۔" عقب سے بی جان کی آواز ابھری تھی۔ وہ چونک کر سیدھا ہوا۔ "جی بی جان۔۔۔؟؟" وہ انکی طرف بڑھا تھا۔

"میرا بیٹا! ہم مقصد کیلئے جا رہا ہے۔۔۔ اللہ اسے کامیاب کرے۔۔۔ آمین۔۔۔" بی جان نے اسکا صدقہ اتنا رکھا۔ انکی آنکھیں جھلملا رہی تھیں۔ آپ فکرنا کریں میں کامیاب لوٹوں گا۔۔۔" وہ پر اعتماد تھا۔

"مجھے یقین ہے میرے بچے۔۔۔ یقین ہے مجھے۔۔۔" بی جان نم آنکھوں سے مسکرا دی تھیں۔ آج دونوں بر تھا۔ ماہی اسی جگہ پر بیٹھی تھی جہاں پہلی بار اسے حشام جبیل ملا تھا۔ اس نے کہا تھا وہ دوبارہ نہیں ملے گا۔

اور ماہی کو یقین تھا۔ اسکی دنیا جیسے اجر گئی تھی۔ چہرے کی ادا سی آنکھوں کی ویرانی۔۔۔ وہ ایک زندہ لاش لگتی تھی۔ لیکن پھر بھی اسکے ملنے کے انتظار میں تھی۔ کتنے مہینے گزر گئے تھے۔ لیکن اسکے وجود میں تبدیلی نہیں آئی تھی۔

وہ ساکت پیلوں سے ٹاور کو گھور رہی تھی جب اسکی آنکھوں کی پیلوں میں جیسے جنش ہوئی تھی۔ ایک لڑکا جو اس سے کافی فاصلے پر تھا چلتا ہوا ٹاور کی طرف بڑھ رہا تھا اور پھر ٹھیک اسی جگہ پر جا کر رک گیا تھا جہاں حشام اسے پہلی بار کھڑا نظر آیا تھا۔

"حشام۔۔۔" ماہی کے لب پھر پھرائے تھے۔

"حشام۔۔۔" وہ اٹھتے ہوئے چلانی تھی اور اس طرف بھاگی تھی جہاں وہ کھڑا تھا۔ ہانپتی کا پتی وہ اس تک پہنچی تھی جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹاور کو گھور رہا تھا۔ ماہی نے کندھے سے پکڑ کر اسکا رخ اپنی طرف کیا تھا۔ وہ اس وقت پاگل نظر آرہی تھی۔ اور پھر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی تھی۔

جو۔۔۔ جورڈن تم۔۔۔؟؟“ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا وہ وہی تھا۔۔۔ حشام جیسا۔۔۔ لیکن جورڈن۔۔۔؟؟ ”

” سوری۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔ میرا نام حشام بن جبیل ہے۔۔۔ وہ آنکھوں سے چشمہ اتارتے ہوئے بتا رہا تھا۔ ماہی کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔ وہ پیدا کئی مسلمان تھا۔ جورڈن نام بدل کر روحان نے اسکا نام حشام رکھ دیا تھا۔ ماہی بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی حشام جبیل لگ رہا تھا۔ چہرے پر وہی نرم سی مسکراہٹ۔ آنکھوں میں وہی محبت لوٹاتی الوہی سی چمک۔ وہ جورڈن تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا۔

” میں تمہیں بیہیں ملوں گا۔۔۔ ” حشام جبیل نے وعدہ کیا تھا اور آج وہ واقعی آگیا تھا۔۔۔ وہیں اسی جگہ پر۔۔۔ انہی کپڑوں میں۔۔۔ سفید شرٹ پر کالی جیکٹ پہنے۔۔۔ وہ حشام جبیل تھا۔۔۔ اسکی شکل حشام سے بہت مشابہ تھر کھتی تھی۔ شاید وہ دونوں بھائی تھے اس لئے۔ جبکہ جورڈن تو جیسے ایک جانور تھا۔ جانوروں جیسے کمر پر بکھرے لمبے بال، چہرے پر کر خنگی، الفاظ میں سختی جبکہ آنکھوں میں نفرت۔۔۔ یہ جورڈن تو نہیں تھا۔۔۔ یہ تو حشام جبیل تھا۔

” نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ ” ماہی ایک قدم پیچھے ہوئی تھی۔

” میری بات سنو ماہی۔۔۔ ” حشام نے اسے روکنا چاہا تھا۔

” تم حشام نہیں ہو۔۔۔ تم اسکی جگہ نہیں لے سکتے۔۔۔ ” وہ ہیجانی انداز میں چلائی تھی۔

” میری بات تو سنو۔۔۔ ” حشام اسکی طرف لپکا تھا۔

” نہیں سننی مجھے کوئی بات۔۔۔ وہ پاگل ہو گئی تھی اور پھر وہاں سے بھاگی تھی۔

” تمہارے لئے میرے پاس حشام کی طرف سے ایک پیغام ہے۔۔۔ ” ماہی کے قدم ساکت ہوئے تھے۔ اس نے پلٹ کر بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

” حشام پر وقار طریقے سے چلتا ہوا اسکی طرف آیا تھا۔ ماہی کو ایک بار پھر اس پر حشام کا ہی مگان ہوا تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا وہ اب تھا ہی حشام جبیل۔

” یہ لو۔۔۔ ” حشام نے جیکٹ کی چیب سے ایک لفافہ نکال کر ماہی کی طرف بڑھایا تھا۔

” یہ تمہارے حشام کا تمہارے لئے آخری پیغام ہے۔۔۔ ”

” اسکی بات سن کر ماہی کا سانس انکا تھا جیسے۔۔۔

اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر عقیدت سے وہ لفافہ تھاما تھا جس میں حشام کا آخری خط تھا۔

” جو ماہیں حمدان کیلیے آب حیات کی مانند تھا۔

” میرے لئے حشام کا خط؟ ” اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہرہ رہے تھے۔

” مجھے آپ کے آنسو تکلیف دیتے ہیں مس ماہیں حمدان۔۔۔ ” وہ جذبات سے چور لبجے میں کہہ رہا تھا۔ ماہی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ وہ ایسے

پکارتا تھا اسے اور ہسپتال میں بھی ایسے ہی پکارہ تھا۔

ماہی کو اپنادم گھٹتا محسوس ہوا تھا۔ اسکے چہرے پر جراثی پھیلی تھی۔ وہ بھٹی بھٹی آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑے حشام جبیل کو دیکھ رہی تھی۔ اور پھر بھاگنے والے انداز

میں تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئی تھی۔ پیچھے حشام کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

گھر آنے کے بعد کتنی ہی دیر وہ اس خط کو آنکھوں سے لگائے بیٹھی رہی تھی۔ وہ اسکے حشام نے اسکے لیے لکھا تھا۔ ماہی کو یقین نہیں ہو رہا تھا۔ رات کے ناجانے کو نے پھر اس نے کانپتے ہاتھوں سے وہ خط کھولا تھا۔

"وہ نام لیتی ہے اور جان ڈال دیتی ہے"

الگ مزاج ہے اور مجڑا ڈل جیسا ہے"

ماہین حمدان کے نام،

ایک خوبصورت شعر اسکا نام خط کے شروع میں چمک رہا تھا۔ ماہی کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسا اسکا خط نہیں بلکہ حشام خود اس سے مخاطب ہو۔

"سبھ نہیں آرہا کیا لکھوں پچھلے کئی گھنٹوں سے میں قلم ہاتھ میں لئے بیٹھا ہوں ایک اتنی اچھی شخصیت کیلئے کیا لکھوں الفاظ نہیں مل رہے۔۔۔ میں جانتا ہوں جب تم اس کاغذ کے ٹکڑے کو پڑھوں گی تب تک میں دوسرے جہاں میں جا چکا ہوں گا، یہ ایک تکلیف وہ فعل ہے، لیکن میں مطمئن ہوں، ماہین حمدان میں جب بھی آپکو دیکھتا ہوں جیران ہوتا ہوں، یقین نہیں ہوتا کوئی اتنی بے لوس محبت کیسے کر سکتا ہے؟؟ کوئی اتنا اعلیٰ ظرف کیسے ہو سکتا ہے کہ کم ظرف حشام جبیل سے اتنی محبت کرے؟؟ مجھے لگتا تھا "محبت" صرف حشام جبیل نے کی ہے لیکن جب ماہین حمدان کی محبت کو دیکھا تو دل رک سا گیا تھا، وہ رات، جب جور ڈن حشام کو ختم کرنا چاہتا تھا اس رات مجھ پر ماہین حمدان کی محبت کی شدت عیاں ہوئی تھی کوئی اپنی محبت کیلئے کسی شخص کے پاؤں کیسے پکڑ سکتا ہے؟؟

اور اسی رات مجھ پر ایک اور محبت آشکار ہوئی تھی۔ جور ڈن بن جبیل کی محبت — جیران کن،"

ماہی کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ ناجانے وہ کس راز سے پرداہ اٹھانے والا تھا۔

"آپ کو پتا ہے ماہین ایک انسان جسکے پاس جان لینے کے سارے اختیارات ہوں اور پھر وہ جان بخش دے تو کیا لگتا ہے؟؟

ہم عام لوگوں کیلئے یہ ایک مجھزہ ہوتا ہے، اور ایسے مجھزے صرف محبت میں ہوتے ہیں۔

میں نے اس رات دو پاگلوں کو دیکھا تھا، دونوں ہی محبت میں پاگل تھے،

ایک جان بچانے کیلئے پاگل تھا،

اور دوسرے جان بچانے والے کیلئے پاگل تھا،

میں نے ان آنکھوں میں نفرت کی چنگاریوں کو محبت کی برسات میں بُجھتے دیکھا تھا۔

میں اکثر سوچتا تھا کہ ماہین حمدان جیسی لڑکی جو حشام جبیل سے عشق کرتی ہے، حشام جبیل اسے اپنا کیوں نہیں لیتا؟؟ اگر حشام جبیل چاہتا تو غلط بھی کر سکتا تھا، لیکن اس رات مجھے سمجھ آیا کہ ماہین حمدان کو کسی اور کیلئے بنایا گیا ہے، اسے مجھ جیسا انسان نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا، شاید کوئی اور اس سے عشق کرتا ہے، اور یہ عشق

کب شروع ہوا ماہین حمدان اپنے سے جانتی ہے، پتا ہے اس رات اس لڑکے نے میرا دل جیت لیا تھا صرف اس وجہ سے نہیں کہ اس نے میری جان بخشی تھی۔۔۔ بلکہ اس

لئے کہ اسکی نفرت پر محبت بھاری پڑ گئی تھی، جس انداز سے اس نے گن کو نیچے پھینکا تھا، جتنی اسکی آنکھوں میں اذیت تھی وہ مجھے آج بھی یاد ہے،"

"ماہی کو وہ رات یاد آگئی تھی جب جور ڈن نے اسکی منتیں کرنے پر حشام کی جان بخش دی تھی، مجھے امید ہے آپ اسکا ساتھ کبھی نہیں چھوڑیں گی، آپ اعلیٰ طرف ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دونوں مبرکو حشام جبیل اسی جگہ آپ سے ملے جس جگہ وہ پہلی بار ملے گا،"

"اور اس بار حشام جبیل ماہین حمدان سے اسکا ساتھ مانگے گا، اور مجھے امید ہے ماہین حمدان انکار نہیں کرے گی ماہی کا سانس جیسے اٹک سا گیا تھا، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ حشام نے اس سے کیا مانگ لیا تھا؟؟؟" وہ آنکھیں پھاڑے اسکے الفاظ پر غور کر رہی تھی۔

"یہ میری آخری خواہش ہے اسے میری گزارش سمجھ لیں، محبت کو دم توڑنے مت دیجئے گا، اور ہی بات حشام جبیل اور ماہین حمدان کے رشتے کی تو حشام جبیل کو ماہین حمدان سے محبت نہیں لیکن عقیدت ضرور ہے، ماہین حمدان کی محبت سے حشام جبیل کو عقیدت ہے بے انتہا، بے پناہ۔

ایک کم ظرف انسان

حشام بن جبیل"

وہ الفاظ نہیں تھے، جانے کیا تھے؟ ماہی کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ منے یاروئے، وہ اسکا خط اسکے الفاظ پڑھ کر ہنسی تھی اور اسکی گزارش پر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"مجھ کو معلوم نہ تھی بھر کی یہ رمز، کہ تو"

"جب میرے پاس نہ ہو گا تو ہر سو ہو گا"

موباکل پر ہوتی بیل نے حانم کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔ وہ میز پر رکھی کتابوں کو ترتیب سے لکڑی کے شیف میں رکھ رہی تھی۔ اس نے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی کرہ کافی حد تک صاف ہو چکا تھا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر میز کی دوسری جانب رکھے موبائل کو اٹھایا تھا۔ ماہم کی کال تھی۔

"کیسا لگاندنا؟؟" سلام دعا کے بعد ماہم نے پوچھا تھا۔

"لندن ایک قدیم شہر ہے اور تم جانتی ہو ماہم کہ مجھے قدمت پسند ہے" حانم نے کھڑکی سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ باہر بڑے بڑے قدیم گھر تھے۔ اور سامنے ہی سبیل کا گھر تھا جہاں روحان پہلے رہتا تھا۔ لیکن جب وہ حانم کو لندن لے کر آیا تو اس نے گھر بدل لیا تھا۔

"روحان بھائی کیسے ہیں؟؟" ماہم نے سوال کیا تھا۔

"اچھے ہیں خاموش ہو چکے ہیں رات گئے تک باہر رہتے ہیں" حانم نے ایک گھری سانس لیتے ہوئے جواب دیا تھا۔ "خیال رکھا کرو انکا اکیلے ہیں وہ۔" ماہم نے نصیحت کی تھی۔ اور حانم نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

آج روحان کو النور کا ہیڈ بنا لیا جانا تھا۔ وہ پورا دن وہاں مصروف رہا تھا۔ اسے حانم سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں ملا تھا۔ ورنہ وہ روزانہ اس سے دن میں دو تین بار فون کرتا تھا۔ چھوٹی سی تقریب سے فارغ ہونے کے بعد، جس میں النور کو اسے سونپ دیا گیا تھا، روحان نے موبائل نکالا تھا۔

وہ حانم کو فون کرنے والا تھا جب اچانک ایسی کی طرف سے بھیگی گئی ایک تصویر کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ جینی تھی۔ جینی مادر، جسکے ساتھ مل کر کبھی اس نے گانے گائے تھے۔

اس نے خود کشی کر لی تھی۔ روحان کیلئے یہ خبر کافی حیران کن تھی۔ اسے یقین نہیں ہوا رہا تھا کہ جینی جیسی لڑکی خود کشی کر سکتی تھی۔ اس نے فوراً انٹرنیٹ پر جینی کے متعلق سرچ کیا تھا۔ لوگ کافی صدمے میں تھا۔ وہ اچھی گلوکارہ تھی۔ کچھ لوگ اسکی خود کشی سے دکھی تھے جبکہ کچھ لوگ اسے قتل کر ار دے رہے تھے۔

روحان گھری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

”تم لوگوں نے کہا تھا کہ آر جے مرچکا ہے لیکن نہیں وہ زندہ ہے اور اس روپ میں زندہ ہو گا میں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔“ یہ وہی سیاہ کھڑکیوں اور دیواروں والا کمرہ تھے۔ اور اس تکونی میز کے گرد آج سالوں بعد بھی وہی تین لوگ موجود تھے۔ ایک بس اور دونوں وہ۔

”باس آپکو غلط فہمی ہوئی ہے آر جے مرچکا ہے۔“

لڑکی جو کہ سر سے پاؤں تک سیاہ کپڑوں میں ملبوس تھی سنجدگی سے کہہ رہی تھی۔

”آر جے زندہ ہے اور اس لڑکے کو دیکھ رہے ہو نایا آر جے ہی ہے پہلے میں اسے زندہ چاہتا تھا اپنے مقصد کیلئے استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن اب یہ دشمنوں میں شمار ہو چکا ہے۔ اسے ہر حال میں ختم کرنا ہو گا۔ ہر طرح سے۔“ باس کے چہرے پر کر خنگی چھائی تھی۔ وہ لڑکی اور لڑکا اثبات میں سر ہلا کر رہ گئے تھے۔

رات کے تقریباً پونے بارہ بجے کا وقت تھا۔ حانم نیند سے بو جھل آنکھیں لئے لاونج میں صوفے پر بیٹھی تھی۔ سخت سردی پڑ رہی تھی۔ وہ روحان کا انتظار کر رہی تھی۔ ملازمہ کب کی سوچکی تھی اور حانم کو شدید غصہ آیا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد روحان اندر داخل ہوا تھا۔ حانم کو صوفے پر بیٹھا دیکھ ہر وہ چونکا تھا۔

”السلام علیکم!“ روحان نے سلام کرتے ہوئے کوٹ اتار کر صوفے پر رکھا۔ حانم اسے کھا جانے والی نظر وہ سے گھور رہی تھی۔ اس نے سلام کا جواب بھی دل میں ہی دیا تھا۔

”تم آج ابھی تک جاگ رہی ہو؟ مجھے لگا سوگئی ہو گی۔ خیر جاگ ہی رہی تو کھانا مل سکتا ہے مجھے۔ کافی بھوک لگی ہے۔“ روحان نے بند آنکھوں سے کہا تھا۔ وہ صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ حانم کا پارہ ہائی ہوا۔

”جہاں اتنی رات تک رہتے ہیں وہاں کھانا بھی کھالیا کریں۔“ حانم نے ایک ایک لفظ چباچبا کر کہا تھا۔ وہ صوفے سے اتر کر جوتے پہن رہی تھی۔

روحان نے چونک کر آنکھیں کھولی تھیں۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا یہ جواب حانم نے ہی دیا تھا؟؟

وہ نہدن آنے کے بعد کافی پر سکون ہو گئی تھی۔ اسکے کام بنائے کر دیتی تھی۔ اور آج۔ آج کیا ہوا تھا اسے؟؟

"ملازم سمجھا ہوا ہے مجھے، پاگلوں کی طرح جاگتی رہوں۔۔۔ ہنہہ" وہ دوپٹہ ٹھیک کرتی بڑی بڑی تھی۔ روحان اسے دلچسپ نظرؤں سے دیکھ رہا تھا۔ اسکا پھولہ ہو امنہ دیکھ کر روحان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تمہارے غصہ میرے کھانا ملنے پر آیا ہے یا لیٹ گھر آنے پر؟؟" روحان نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ کافی تھکا ہوا تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا وہ کافی مصروف رہنے لگا تھا۔ صبح صبح چلے جاتا تھا رات دیر سے واپس آتا تھا۔ دن میں فون کر لیا کرتا تھا لیکن کبھی بات ہو جاتی تھی کبھی نہیں۔۔۔ وہ اتنا لجھ گیا تھا پچھلے دنوں میں کہ حامی پر دھیان ہی نہیں دے پا رہا تھا۔

"میں کوئی مشین نہیں ہوں جسے اکیلے رکھا جائے گا تو رہ لوں گی۔۔۔ میں سارا دن یہاں اکیلی ہوتی ہوں، آپکو احساس بھی ہے؟؟" وہ کچن کی طرف قدم بڑھاتی غصے سے کہہ رہی تھی۔

روحان کو اسکا خالص بیویوں والے انداز میں شکوئے کرنا اچھا لگ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ بولتی رہے۔

"میں نے فون کیا تو تھامنے اٹھایا نہیں۔۔۔" وہ اسکے پیچے لپکا تھا۔

"میں سوئی ہوئی تھی اس وقت" حامی نے دو بدو جواب دیا۔

"تو اس میں کس کی غلطی ہے؟؟" روحان نے پوچھا تھا۔

"آپکی مسٹر روحان جیلی۔۔۔" حامی کا جواب سن کر روحان حیران رہ گیا تھا۔

"آپ نے اس وقت فون کیوں کیا جب میں سورہی تھی۔۔۔" وہ اب ساپن گرم کر رہی تھی۔

"مجھے کیسے پتا ہو گا تم اس وقت سورہی ہو؟؟" وہ پریشان سا پوچھ رہا تھا۔

"ہاں تو مجھے کیسے پتا ہو گا کہ آپ نے کس وقت فون کرنا ہے۔۔۔؟؟" حامی کا جواب سن کر روحان کا قہقہہ ابھرا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ حامی سے کم از کم ان معاملات میں نہیں جیت سکتا۔

"سوری میں آئندہ خیال رکھوں اور جلدی گھر آؤں گا۔۔۔" وہ اب سنجیدہ لبھے میں کہہ رہا تھا آنکھوں میں البتہ شرارت ناجر ہی تھی۔ حامی نے اسکا جواب سن کر کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ سمجھ سکتا تھا حامی کو واقعی نیند آرہی تھی۔

وہ اب ساپٹ سا چہرہ لئے کھانا چھوٹی سی میز پر لگا رہی تھی جو کچن میں ہی رکھی تھی۔

اسے دیکھ کر جیسے روحان کی ساری تھکن اترسی گئی تھی۔ وہ اب دلچسپ نظرؤں سے اسکی ہر حرکت کو نوٹ کر رہا تھا۔ کھانا لگانے کے بعد وہ کچن سے جانے لگی تو روحان نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تم نہیں کھاؤ گی؟؟؟"

"مجھے بھوک نہیں ہے"

"اچھا چلو پاس تو بیٹھ سکتی ہونا؟؟؟"

"جی نہیں مجھے نیند آئی ہے۔ میں مزید نہیں جاگ سکتی۔۔۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑوا کر جا چکی تھی۔

"یہ کیسے کرے گی مجھ سے محبت اسکو تو نیند ہی بہت آتی ہے۔۔۔ سارا دن سوتی ہے۔۔۔ پھر بھی اسکی نیند پوری نہیں ہوتی۔۔۔ اور اوپر سے غصہ بھی مجھ پر ہی کرتی ہے۔" روحان سرد آہ بھر کر رہ گیا تھا۔ اور پھر سر جھٹک کر میز کی طرف بڑھ گیا۔

کھانے کے بعد روحان جب کمرے میں آیا تو حامم سر تک کمبل تانے گہری نیند سوتی ہوئی تھی۔ کمرے میں ہیٹر کی گرمائش تھی۔ روحان کو گرمی کا احساس ہوا تھا لیکن اس نے ہیٹر بند نہیں کیا بلکہ اپنی جیکٹ اتار دی تھی۔ وہ جانتا تھا حامم سے سردی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ پیرس میں بھی اسکا یہی حال تھا اور اب یہاں آکر بھی۔

"پاگل۔۔۔" روحان اسے دیکھ کر زیر لب بڑھایا تھا۔ چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔ اتنا ہی کافی تھا کہ وہ اسکی نظر وہ کے سامنے تھی۔ وہ لیپ ٹاپ اٹھا کر صوف پر بیٹھ چکا تھا۔ کچھ دنوں سے اپنے اکاؤنٹس میں کچھ غیر معمولی حرکات محسوس ہو رہی تھیں۔ آج وہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ ایسا کیوں تھا؟؟ اور اوپر سے جینی کی موت نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔

اسے آج بھی وہ رات یاد تھی جب وہ جینی کے ساتھ جانے والا تھا لیکن اسکے پینڈنٹ میں اسے منی کیسرہ نظر آیا تھا۔ اسکے سو شل میڈیا اکاؤنٹس کو ہیک کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔۔۔

اور آج سالوں بعد دوبارہ سے اسے وہی حرکات محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ سنجدہ چہرے کے ساتھ اپنی سکینگ آنکھوں کو لیپ ٹاپ پر جمائے ہر چیز کا باریک بینی سے جائزہ لے رہا تھا۔

کچھ تو تھا جو ٹھیک نہیں تھا۔

اگلی صبح وہ کافی دیر سے جاگی تھی۔ روحان جا چکا تھا اس نے ناشتے کیلئے حامم کو نہیں اٹھایا تھا۔

"اچھا کیا نہیں اٹھایا اب انہیں یہ تو لگے گا نا کہ میں ناراض ہوں اس لئے نہیں اٹھی"

دن کے دس بجے کا وقت تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ سوچتی اسکے موبائل پر تھر تھر اہٹ ہوئی تھی۔ حامم نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو روحان کا ہی میسح تھا۔

گھر میں دھیان سے رہنا، بلا وجہ کسی کیلئے بھی دروازہ مت کھولنا، اور مشکوک افراد سے ہر گز بات مت کرنا، اور گھر سے باہر بھی مت نکانا۔۔۔"

روحان کا میسح پڑھ کر حامم کی تیوری چڑھی تھی۔ آج تو اس نے بستی (ٹاؤن) میں گھونمنے کا ارادہ کیا تھا۔ آج ہی وہ اسے گھر میں رہنے کی تلقین کر رہا تھا۔

"میں کوئی بچی نہیں ہوں جو یہاں کھو جاوں گی میں باہر لازمی جاوں گی۔" حامم نے جواب دیا تھا۔ اسے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ اس سے کیوں ناراض تھی۔ اطمینان سے ناشتہ کرنے کے بعد وہ اٹھی۔ تیار ہوئی۔ ٹخنوں سے ذرا اوپر تک کے اوور کوٹ میں وہ پوری طرح سے چھپ گئی تھی۔

اپنے پسندیدہ چنگی بند جو تے پہنے کے بعد چھاتے لے کر باہر نکل گئی تھی۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو میں کوئی چار سال کی بچی ہوں یا مجھے لندن کا نہیں پتا، بی جان سے شکایت کرنی پڑے گی۔ مجھے یہاں قید کر کے رکھا ہے" وہ زیر لب بڑھ ارہی تھی۔

باہر موسم کافی سرد تھا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ صبح صحیح ہی شام کا گمان ہو رہا تھا۔ یقیناً کچھ دیر تک برف باری ہونے والی تھی۔ گھروں کے سامنے سے گزرتے ہوئے اچانک اسکی نظر ایک گھر پر پڑی تھی۔ ہر گھر کے سامنے باڑگی تھی اور اندر جانے کیلئے جنگلے نما گیٹ۔

”ایف آسکر۔“ دروازے کے ایک طرف ایف کا نام پڑھ کر وہ چونکی تھی۔ اس نے یہ نام پہلے بھی سنا تھا۔ اچانک ایک جھماکہ ہوا اور اسے یاد آگیا تھا۔ حشام نے یہ نام لیا تھا اس نام کی لڑکی کو رو حان نے ربیکٹ کیا تھا۔

”اچھا تو موصوف کی پنکھیاں ادھر ہی رہتی ہیں۔“ وہ خود سے بتیں کر رہی تھی۔ اپنے جیلے سے وہ ہر گز کوئی پاکستانی لڑکی نہیں لگ رہی تھی۔ اسکا سر پہلے سکارف اور پھر اونی ٹوپی سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور پورا جسم بھاری بھر کم کوٹ میں چھپا تھا۔ وہ بنا کسی خود کے ہر چیز کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

”پاکستان والپں چلیں۔“ حشام پوچھ رہا تھا۔ جب ماہی کی آنکھیں رونے سے سوچ چکی تھیں۔

”اس طرح سے روؤں گی تو آپکے حشام کو سکون کیسے ملے گا۔؟“ اسکے کچھ نہ بولنے پر وہ دوبارہ کہا تھا۔

”سنو۔۔ بہت ہو گیا یہ رونا دھونا۔۔ بی جان بہت خفاہیں، انہیں رونے دھونے والی بہو نہیں پسند۔۔“

ماہی نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ عجیب تھا وہ شخص جانتا بھی تھا وہ پورپور کسی اور کی محبت میں ڈوبی تھی۔ پھر بھی۔۔؟

”سید حبیلی کی شان کے برابر ایک ہی لڑکی ہے اور وہ آپ ہیں مس ماہین حمدان۔۔“ وہ چمکتی آنکھوں سے بول رہا تھا۔

”میری لو اسٹوری تھوڑی عجیب ہے، ہاں میں جانتا ہوں میں ایک جنگلی انسان ہوں، جب میں پہلی بار ماہین حمدان سے ملا تھا تو اس کا سرچھاڑ دیا تھا لیکن یقین کرو میں ماہین سے حشام کی طرح محبت کرتا ہوں۔۔“ حشام جبیل نے اپنی محبت کا انہمار کیا تھا۔ اور ماہی۔۔ وہ تو حشام جبیل کی آخری خواہش سے بندھ گئی تھی۔

”آپ جانتے ہیں مجھے آپ سے کبھی محبت نہیں ہو گی، میں ہمیشہ صرف اسی کو چاہوں گی پھر بھی آپ۔۔؟“ وہ بات ادھوری چھوڑ گئی تھی۔

”ماہین حمدان کو صرف حشام جبیل سے محبت ہے، اور مس ذرا توجہ فرمائیں میں حشام جبیل ہوں۔۔“ وہ خوشدنی سے مسکرا یا تھا۔

”میں مذاق نہیں کر رہی۔۔“

”آپ کو لوگتا ہے مس ماہین میں آپ سے اتنے اہم موضوع پر مذاق کروں گا۔۔؟“ وہ اب سنجیدہ چہرہ لئے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ ماہی چونکی تھی۔ ایسی ہی سنجیدگی حشام کی آنکھوں میں ہوتی تھی۔ وہ اسے غور سے دیکھنے کے بعد نظریں چرائی تھی۔

”آپ اچھی طرح سوچ لیں مس ماہین حمدان میں کل واپس جا رہا ہوں، علاقے کے بہت سے معاملات دیکھنے ہیں، چھوٹے بابا سمیں اکیلے ہیں، اگر آپ جانا چاہتی ہیں تو ٹھیک ہے، نہیں تو بی جان نے مجھے زبردستی کرنا نہیں سکھایا۔۔“ وہ عام سے لمحے میں کہتا ماہی کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔

”یہ جنگلی جانور بدلتے کیسے گیا؟؟ یقین نہیں ہوتا یہ وہی ہے۔۔“ کچھ فصلے پر بیٹھی ایلانے اسے دیکھ کر پہلو بدلا تھا۔

دوبے کے قریب وہ گھر واپس جا رہی تھی جب اسے جواد کا فون آیا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے ہاں آپ؟؟ اور آپ کہاں ہیں آپ ٹھیک تو ہیں نا؟؟“ وہ پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

”کیا ہوا۔۔؟“ حامم حیران ہوئی۔

"آپ کو نہیں پتا؟؟" جواد حیران ہوا۔

"نہیں تو۔۔ لیکن ہوا کیا ہے؟؟ وہ پریشان ہوئی۔

"آپ ذرا خبریں دیکھیں۔ روحان بھائی اس وقت پولیس کی حراست میں ہیں، اور پورے سو شل میڈیا پر عجیب عجیب سی خبریں پھیلی ہوئی ہیں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔"

"کیا۔۔ پولیس۔۔ ؟؟" حامم کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

"ہاں آپ خبریں دیکھیں اور گھر سے باہر مت نکلیے گا۔۔ انکے بہت سے سارے دشمن ہیں۔۔" جواد نے تلقین کی تھی اور پھر وہ فون بند کر چکا تھا۔ حامم کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

وہ جانتی تھی اسکے بہت سارے دشمن ہو سکتے تھے اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ لوگ اسے بدنام کرنے کیلئے کچھ بھی کر سکتے تھے۔۔ لیکن ابھی سے؟؟ ابھی تو اس نے شروع کیا تھا۔

حامم کے قدموں کی رفتار تیز ہوئی تھی۔ وہ جلد گھر پہنچ کر صورتحال کا اندازہ لگانا چاہتی تھی۔

"میں نے کہا تھا انہیں رفتار آہستہ کر لو یہ لندن ہے۔" سبیل اسکے سامنے بیٹھا تھا۔ اسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔

"تو تمہیں لگتا ہے یہ سب میں نے کیا ہے؟؟"

روحان نے موہائل اسے واپس تھما جا جس میں وہ کچھ ویڈیو زد کیا رہا تھا۔ ان ویڈیو میں روحان جیبل تھا۔ جو اسلام کے خلاف باتیں کر رہا تھا۔ اور ساتھ ہی دوسرے مذاہب کو نشانہ بنارہا تھا۔

اسکے ساتھ کچھ لوگ تھے جنکا چہرہ چھپا ہوا تھا اور وہ جلیس سے دہشت گرد لگ رہے تھے۔

یہ ویڈیو صاف ظاہر کر رہی تھیں کہ روحان جیبل کا تعلق دہشت گروں سے تھا۔

"میرے ماننے یا نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔ ؟؟ فرق اس بات سے پڑتا ہے کہ تمہاری پیروی کرنے والے تمہارے خلاف ہو گئے ہیں اور دہشت گروں سے تعلق رکھنے پر لندن کی بڑی شخصیات اور مذہبی کمیونٹیاں بہت زیادہ غصے میں ہیں۔۔"

"میرا صرف ایمان بدلا ہے میرا دماغ سلفائز والا ہی ہے یہ جو میرے خلاف سازش کی گئی ہے اسکا تو میں پتا چلا ہی لوں گا۔" روحان کا لہجہ اٹل تھا۔

"یہ کافی مشکل کام ہے، تمہارا دشمن کافی شاطر ہے۔ تمہارے بینک اکاؤنٹ میں ڈالرز ٹرانسفر ہوئے ہی اور اس ویڈیو کے مطابق تم نے یہ لندن میں دہشت گردی پھیلانے کا معاوضہ لیا ہے۔"

"کمال ہے۔۔ یہ تو پتا چل گیا کہ میرے اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر ہوئے ہیں یہ معلوم نہیں کیا کسی نے کہ یہ کہاں سے آئے ہیں کیسے ٹرانسفر ہوئے ہیں۔۔ ؟؟"

"یہی کام ہے ہمارا۔ میں ایک وکیل ہوں اگر ہم یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ یہ پیسے کیسے ٹرانسفر ہوئے ہیں تو یقیناً تم بے گناہ ثابت ہو گے۔ فی الوقت تو میں تمہاری ضمانت کرواتا ہوں۔"

سیل نے میز پر کھی فائل اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ جبکہ روحان گھری سوچ میں تھا۔ اسے اس بات سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ لوگ اسے کیا سمجھ رہے تھے بلکہ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اسکے خلاف اتنی بڑی سازش کس نے کی تھی۔

حالم نے گھر پہنچنے کے بعد ڈی ولی لگایا تھا۔ نیوز چینل پر چلتی خبروں کو سن کر وہ گنگ رہ گئی تھی۔ روحان کی ویڈیو زبار بار دکھائی جا رہی تھی۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد النور کے باہر جمع ہو گئی تھی۔ لوگ اسے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اسکا سر چکرا گیا تھا۔ "روحان ایسا نہیں کر سکتے۔" وہ بڑی تھی اور پھر فون کی گھنٹی بجنے پر چونکی تھی۔

"ویڈیو آپ کیسے بیان دے رہے ہیں۔؟؟" ایلف مسٹر آسکر سے سخت لمحے میں پوچھ رہی تھی۔ "وہ لڑکا ایک دہشت گرد ہے جس سے پورے لندن کو خطرہ تم نے ویڈیو نہیں دیکھیں؟؟"

"ویڈیو ایسا نہیں ہے میں اسے اپھے جانتی ہوں۔ یہ اسکے خلاف سازش کی گئی ہے۔ آپ تو سمجھنے کی کوشش کریں۔" ایلف اپنے باپ کے بیان سن کر پریشان ہو گئی تھی۔ وہ روحان جمیل کو سخت سزادی نے اور لندن سے نکلنے کی بات کر رہے تھے۔ مذہبی کمیونٹیاں النور کو بند کرنا چاہتی تھیں انکا کہنا تھا کہ یہ ادارہ دہشت گرد پیدا کر رہا تھا۔

"کوئی سازش نہیں ہے صاف ظاہر ہے اس نے لاکھوں ڈالرز لیے ہیں اس کام کیلئے۔" مسٹر آسکر غصے میں تھے۔ ایلف نے تنگ آکر فون بند کر دیا تھا۔ وہ دوسرے شہر آئی ہوئی تھی۔ اپنی ماں کے شہر۔ وہ جانتی تھی روحان حالم کے ساتھ واپس آگئا تھا اور ایلف میں انکا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ لیکن اب بات روحان کی آگئی تھی

وہ انھی اور اپنابیگ پیک کیا۔ آج شام کی ٹرین سے وہ واپس لندن جا رہی تھی۔

"ان لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی تمہیں گرفتار کرنے کی میں چھوڑوں گا نہیں کسی کو بھی۔" ڈاکٹر باسط کافی غصے میں تھے۔ انکی رسائی کافی اوپر تک تھی۔ انھیں غصہ تھا۔ روحان کے سر الزام لگایا جا رہا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں ڈاکٹر صاحب میں ابھی تو گھر جا رہا ہوں سیل ہے میرے ساتھ۔ یہ سب اتنا چانک ہوا ہے کہ مجھے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا ہے میں گھر جا کر دیکھتا ہوں۔" روحان کافی پر سکون تھا۔ اسکی ضمانت ممکن نہیں تھی۔ یہ تو سیل کا کام تھا وہ کافی ذہین اور شاطروں کیل تھا۔ کھیل کافی چالاکی سے کھیلا گیا تھا۔ جسکی روحان کو بھنک بھی نہیں پڑی تھی۔

روحان جب گھر پہنچا تو حیران رہ گیا تھا۔ ایسی آدمی سے زیادہ کلاس کے ساتھ اسکے گھر میں موجود تھی۔

"Hey Man are you okay??"

روحان کو دیکھ کر وہ بے تابی سے اسکی جانب بڑھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ مسکرا یا تھا۔ حالم حیرت سے کبھی اسے تو کبھی ایسی کو دیکھ رہی تھی۔

"السلام عليكم بھا بھی۔۔۔" سبیل کی آواز پر وہ چوکنی تھی اور سر ہلا کر آہستہ سے جواب دیا تھا۔

"مجھے لگتا تھا میری والف اکیلی ہو گئی گھر میں کوئی خطرہ ہو سکتا ہے اس لئے میں فرینڈز کے ساتھ یہاں آگئی تھی۔" ایسی نے اپنے آنے کی وجہ بتائی۔ "بہت اچھا کیا۔ میں بھی حانم کے اکیلے ہونے کی وجہ سے پریشان تھا۔" روحان نے حانم کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ حانم کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا۔ جسے وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

"اوکے اب ہم چلتے ہیں پھر آئیں گے۔ کوئی بھی مسئلہ ہو ہمیں بتانا۔ ہمیں تم پر پورا بھروسہ ہے۔۔۔" ایسی نے اسے یقین دلایا تھا۔ روحان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ کم از کم وہ تو اسے بے گناہ سمجھتی تھی۔

انکے جانے کے بعد روحان صوف پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ کافی تھک چکا تھا۔ یہ جسمانی نہیں بلکہ ذہنی تھکاٹ تھی۔ پچھہ ہی دیر بعد حانم چائے لے آئی تھی۔

"مجھے تمہارے سارے اکاؤنٹس کی ڈیٹیل چاہیے اور یہ بھی یاد کرو کہ ان ویڈیوز پر جو وقت درج ہے اس وقت، اس دن اور اس تاریخ کو تم کہاں تھے۔ کہنے کو تو یہ کیسرہ سے لی گئی ویڈیوز ہیں لیکن ایسا نہیں ہے یہ تم جانتے ہو۔ اگر ہمارے پاس ثبوت مضبوط ہوں تو کورٹ میں پہلی پیشگی پر ہی ہم تمہیں بے گناہ ثابت کر سکتے ہیں۔۔۔" سبیل کافی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ روحان نے اثبات میں سر ہلا�ا تھا۔ ان دونوں کو مصروف دیکھ کر حانم وہاں سے کھسک گئی تھی۔

سبیل سے اہم باتیں کرنے کے بعد وہ کمرے میں آیا تو حانم کھڑکی میں کھڑی تھی۔ کمرے میں کافی ٹھنڈ پھیل چکی تھی۔ باہر اندر ہیرا تھا۔ رات ہو چکی تھی۔ وہ گھری سانس لے کر دھیمے قدم اٹھاتا اسکی طرف بڑھا تھا۔

"ناراض ہو مجھ سے۔۔۔؟" وہ اسکے سامنے کھڑے ہوتے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے ناراض ہونے کی؟؟؟" حانم کا لہجہ خنگی اور غصہ ظاہر کر رہا تھا۔

"لگ تو رہا ہے۔۔۔" اسکا پھولا ہوا منہ دیکھ کر وہ ہولے سے مسکرا یا تھا۔

"آپکو تو پتا نہیں کیا کیا لگتا رہتا ہے سب سچ تو نہیں ہوتا۔۔۔" حانم نے غصے سے گھورتے ہوئے کہا تھا اور پھر رخ بابر کی جانب موڑ لیا تھا۔ "مثلاً کیا لگتا ہے مجھے؟؟" وہ اسے بولنے پر اکسرا ہاتھا۔

"مجھے نہیں پتا۔" وہ کہتے ہوئے مڑی تھی۔ جب روحان نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔

"ناراض کیوں ہو؟؟ یا پھر مجھ پر یقین نہیں ہے؟ تمہیں لگتا ہے جو دکھایا جا رہا ہے وہ سب سچ ہے؟؟؟" وہ اب سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ حانم نظریں جھکا گئی تھی۔ "بولو حانم۔۔۔ تمہارا یقین میرے لیے سب سے اہم ہے۔"

"اگر یقین اتنا ہم ہے تو پھر مجھے سب بتاتے کیوں نہیں ہیں آپ؟؟ مجھ سے کچھ بھی شیئر نہیں کرتے ہیں آپ۔۔۔ میں کیا ہوں؟؟ میری کیا حیثیت ہے اگر آپکو مجھ پر یقین ہی نہیں۔۔۔؟؟"

وہ بولی تو آواز بھر گئی تھی۔ روحان کو اسکی الجھن سمجھ آگئی تھی۔

"میں اپنی الجھنیں تم سے اس لیے شیئر نہیں کرتا کہ میں تمہارے پریشان نہیں کرنا چاہتا اور میں خود ہی سلبھا سکتا ہوں۔" روحان نے صفائی دی تھی۔ حانم کو لگتا تھا کہ روحان کے نزدیک اسکی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

"تم میرے لیے سب سے اہم ہو امام حنفی۔ جب سب نے مجھے غلط سمجھا تب پہلا خیال تمہارا آیا تھا میرے ذہن میں۔۔۔ جانے تم مجھ پر بھروسہ کرو گی یا نہیں۔۔۔" وہ بھی کہیں اندر سے ڈراہوا۔

"آنکھوں دیکھا بعض اوقات سچ نہیں ہوتا۔ میں جانتی ہوں یہ سب جھوٹ ہے لیکن مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ آپ مجھے کچھ بتاتے نہیں ہیں۔۔۔"

"اوکے۔۔۔ اس بات کیلئے میں معافی مانگتا ہوں۔ آئندہ سے ہر بات تم سے شیئر کیا کروں گا اگر تم ناراض نہ ہوئی تو ویسے تم ہر وقت مجھ سے خفا ہی رہتی ہو۔۔۔" روحان نے اسکے چہرے پر آئی لٹ کو انگلیوں کی مدد سے کان کے پیچھے کیا تھا۔

"میں کب ناراض ہوتی ہوں آپ منہ پھلا کر رکھتے ہیں ہر وقت اور تو اور مجھ سے لڑائی بھی کرتے ہیں مجھے گھر میں قید کر کے رکھتے ہیں یہ سب آج میں نے بی جان کو بتایا ہے۔۔۔" حنفی نے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے کہا تھا۔ روحان کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"تم نے بی جان سے میری شکایت کی؟؟؟" وہ گھرے صدمے میں تھا۔

"جی ہاں۔۔۔" حنفی نے اقرار کیا تھا۔

"کیا واقعی حنفی؟ سچ میں تم نے میری شکایت کی؟؟؟" اسکے اس طرح بار بار پوچھنے پر حنفی نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ روحان کامنہ دیکھ کر اسے ہنسی آئی تھی جسے ضبط نہیں کر پائی تھی اور قہقہہ لگا کر ہنس دی تھی۔ اسکے اس طرح ہنسنے پر روحان کو اسکی شرارت سمجھ میں آئی تھی۔

"تم بہت تیز ہو گئی ہو لندن آکر۔۔۔" وہ اسے ہستا دیکھ کر مطمین ہو گیا تھا۔

"ہونا پڑتا ہے آپکی پنکھیاں، ہی اتنی ہیں بی جان نے مجھے ہوشیار ہنے کو کہا تھا۔" حنفی نے سچ اگلا۔

"کیا۔۔۔؟؟ بی جان نے تمہیں یہ سکھایا ہے؟؟؟"

روحان کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔

"مجھے یقین نہیں ہو رہا کہ میری ماں اور میری بیوی دونوں میرے خلاف سازش کر رہی ہیں"

حنفی اسکے اس طرح کہنے پر ایک بار پھر ہنس دی تھی۔ روحان سرشار ہو گیا تھا یہ جان کر کہ وہ اس پر اعتبار کرتی تھی۔ اور اس نے دل میں عہد کیا تھا کہ وہ اپنی الجھنوں کو حنفی سے ضرور ڈسکس کیا کرے گا۔ آخر کو وہ اسکی بیوی تھی اور اس رشتے کے ناطے اسکا حق تھا کہ وہ حنفی کو اپنی ذاتی زندگی میں اتنی اہمیت دیتا۔

"قصہ سے حنفی۔۔۔ تم بہت بڑی۔۔۔"

"میں بہت بڑی فلم ہوں یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ؟؟؟" حنفی کی ہنسی کو بریک لگی تھی۔ وہاب پھر سے روحان کو گھوڑہ ہی تھی۔

"آن۔۔۔ نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" روحان گڑ بڑا گیا تھا۔

"سب جانتی ہوں میں۔۔۔ یہ بھی بی جان کو بتاؤں گی کہ انکا بیٹا مجھے ڈرامہ کوئی نہیں اور فلم کہتا ہے اور کبھی کبھی تو پرانی سی ڈی اور

VCR

سے تشبیہہ دیتا ہے۔۔۔ وہ کمال سنجیدگی سے کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ جبکہ اسکی باتوں سے یوں اپنے مطلب کے معنی نکالنے پر روحان اپنا سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔

شہر میں ایک بے چینی سی پھیل گئی تھی۔ لوگ کشمکش کا شکار تھے۔ کچھ روحان جبیل کے ساتھ تھے تو کچھ اسکے خلاف ہو چکے تھے۔ شدت پسند لوگ سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ انکا کہنا تھا کہ روحان جبیل کو سزا دی جائے اور اسے لندن سے نکالا جائے۔ لوگوں کو اسکے گھر کا نہیں پتا تھا۔ سب النور کے باہر جمع تھے۔ روحان کو حیرت ہو رہی تھی کہ یہ نوجوان جو شاید اسے جانتے بھی نہیں تھے وہ اسکے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ کون تھے یہ لوگ؟ شہر میں امن کی خراب صورتحال کا ذمیدار اسے ٹھہرایا جا رہا تھا۔ وہ ساری رات سو نہیں پایا تھا۔ صبح ہوئی تو ایلیف اسکے گھر آگئی تھی۔ "میں رات کو ہی لندن پہنچ گئی تھی۔ پھر پہلے تمہارے پاس آنے لگی تھی پھر سوچا اب تمہاری وائے بھی تمہارے ساتھ ہے اس لیے نہیں آئی۔" وہ مسکراتی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔" روحان نے اسے لاونج میں بٹھایا تھا۔

"آپ بیٹھیں میں چائے بنائے بنا کر لاتا ہوں۔"

"حامن کدھر ہے؟" ایلیف نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

"وہ سوئی ہوئی ہے۔ ملازمہ ابھی آئی نہیں شاید اسے بھی مجھ سے ڈر لگ رہا ہو گا۔" اپنی بات سے وہ محفوظ ہوا تھا۔

"پھر تو مجھے بھی ڈرنا چاہیے نہیں ہے نا؟"

"یقیناً۔" وہ مسکرا کر کہتا پکن کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اسکے اتنے پر سکون ہونے پر ایلیف جیران تھی۔ اور کوئی انسان ہوتا تو شاید ڈپریشن کا شکار ہو جاتا۔ لیکن وہ پر سکون اور مطمئن تھا۔

دوس منٹ بعد وہ چائے لے کر واپس آگیا تھا۔

"میں نے رات اپنے کچھ فرینڈز کو بلا یا تھا وہ ہیکنگ کی دنیا سے واقف ہیں تمہارے اکاؤنٹ میں پیسے کہاں سے ٹراسفر ہوئے ہم نے اسکا پتہ لگا لیا ہے۔" ایلیف نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ روحان تو ابھی بارے میں سوچ ہی رہا تھا اور وہ اسکا آدھا کام آسان کرچکی تھی۔

"میں نے باقی کی تفصیل نہیں نکالی ہو سکتا ہے تمہارا کوئی جانے والا ہو تم خود چیک کر لینا۔" ایلیف نے لیپ ٹاپ اسکے سامنے کیا تھا۔ "بہت بہت۔ شکریہ آپ نے میرا کام آسان کر دیا ہے۔" وہ مسکرا یا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ان لوگوں کی تم پر بہت گھری نظر ہے۔ شاید سالوں سے۔" ایلیف نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ سالوں پہلے میرے ساتھ کچھ ایسی سرگرمیاں ہوئی تھیں۔ میرے اکو نٹس کو ہیک کیا گیا تھا اور ابھی بھی ایسا ہی کچھ ہوا ہے۔" سکرین پر نظریں جمائے وہ بتا رہا تھا۔

ایلیف نے گھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ اچھا لگ رہا تھا پھر کچھ یاد آنے پر وہ نظروں کا زاویہ بدل چکی تھی۔ البتہ دل میں ایک ہول اٹھا تھا۔ اسی دوران ایلیف کی نظریں سیڑھیاں اترتے نفوس پر پڑی تھیں۔ وہ جیران رہ گئی تھی۔ اور جیران تو حامن بھی ہوئی تھی ایلیف کو دیکھ کر۔

گرم ٹراؤزر پر گھٹنوں تک آتی گرم شرٹ پہنے اور اس پر کیپ شال لئے، سر کو اونی ٹوپی سے ڈھانپے وہ حامن تھی ام حامن۔ ایلیف اسے پہچان گئی تھی۔ لیکن اسے یقین نہیں آ رہا تھا اسے لگتا تھا کہ روحان کی پسند کوئی بہت ہی رعب دار لڑکی ہو گی، جسکے چہرے پر سخیدگی چھائی ہو گی، لیکن یہ کیا؟ وہ تو بالکل لڑکی سی تھی۔ اسکے ذہن میں پاکستانی لڑکیوں کو جانے کیا خاکہ بنانا ہوا تھا۔ لیکن اس وقت حامن اسے نین نقش کے علاوہ کہیں سے بھی پاکستانی نہیں لگی تھی۔

"حامن تم اٹھ گئی ہو۔۔ شکر ہے۔۔ آو ایلف سے ملو۔۔" روحان نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔  
وہ سیڑھیاں اترتی انکی طرف بڑھی تھی۔۔  
اگدھار ننگ۔۔" ایلف مسکراتی تھی۔۔

اگدھار ننگ۔۔" حامن نے خوشدی سے جواب دیا تھا۔"

"یہ تو بہت خوبصورت ہے۔۔" حامن نے دل میں اعتراف کیا تھا۔

"میری سب سے بڑی خواہش بن چکی تھی کہ میں ام حامن سے ملوں اور آج یہ پوری ہو گئی ہے۔۔ ویسے میں ایلف ہوں آر جے کی کلاس میٹ۔۔" ایلف نے دھماکہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا جسے حامن نے تھام لیا تھا۔

"میں نے بھی اکثر روحان سے آپکا ذکر سنائے ہے آپ بہت اچھی ہیں۔۔" وہ دونوں اب بیٹھ چکی تھیں۔۔

"اور آپ خوش نصیب ہیں۔۔" ایلف کے منہ سے نکلا تھا۔ حامن نے چونک کر اسے دیکھا تھا جسکی آنکھوں میں عجیب ساتھ تھا۔

"جی۔۔ آپ صحیک کہہ رہی ہیں۔۔" حامن کے اس طرح مان جانے پر روحان چونکا تھا۔ مزید کچھ دیر بیٹھنے کے بعد ایلف چل گئی تھی۔۔ یا شاید ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر اس سے مزید وہاں بیٹھا نہیں گیا تھا۔ حامن نے اسے ناشتے کیلیے روکا تھا لیکن وہ نہیں رکی تھی اور کہیں ناکہیں حامن اسکی کیفیت سمجھ سکتی تھی۔

یہ ایک پرانا سالہ تھا۔ جہاں موجود عمارتیں کافی بوسیدہ ہو چکی تھیں۔ یقیناً یہاں پر بہت ہی غریب یعنی کے تھرڈ کلاس سے تعلق رکھنے والے لوگ رہتے تھے۔ روحان نے سراٹھا کر اپنی کئی منزلہ عمارت کو دیکھا تھا۔ اور پھر ہڈی سے سر ڈھانپ کر عمارت کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اسکی آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ لفت خراب تھی۔ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ اپنی مطلوبہ فلیٹ تک پہنچ چکا تھا۔ ایک گھری سانس لے کر روحان نے بیل بجائی تھی۔

جس اکاؤنٹ سے اسے پیسے ٹرانسفر ہوئے تھے۔ اس اکاؤنٹ کی ڈیٹیل نکال چکا تھا وہ جس انداز میں اسے پھنسایا گیا تھا وہ بھی اسی انداز میں ان تک پہنچا تھا یہ اس لڑکی کا گھر تھا جسکے اکاؤنٹ سے پیسے ٹرانسفر ہوئے تھے۔ وہ کوئی مس روزی تھی۔ پانچ منٹ کھڑا رہنے کے بعد بھی دروازہ نہیں کھلا تھا۔ روحان نے دوبارہ بیل بجائے تھی۔ اب کی بار دروازہ کھلا تھا۔ اور اپنی سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر وہ ساکت رہ گیا تھا۔

"شالنی۔۔" وہ بڑھا یا تھا۔ وہ اسے پہلی نظر میں ہی پہچان گیا تھا۔ اور شالنی کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ وہ روحان کو دیکھ کر گنگ رہ گئی تھی۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ان تک پہنچ جائے گا۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کرنا چاہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کپڑا تھا۔

"مس شالنی۔۔ کیسی ہیں آپ۔۔ ؟؟" روحان کا لہجہ تیکھا تھا۔ شالنی کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ اس نے دروازے کو چھوڑ کر اپنے دیاں ہاتھ منہ کی طرف بڑھایا تھا۔ روحان کی نظر پڑ چکی تھی۔ اس نے ایک انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ جس میں جڑا گینہ یقیناً زہریلہ تھا۔ روحان نے دھکا دیا تھا۔ شالنی لڑکھڑائی تھی۔ اس سے پہلے وہ دوبارہ ایسی حرکت کرتی وہ اسکا ہاتھ کپڑا چکا تھا۔ اور اس پوری قوت لگا کروہ انگوٹھی نکال لی تھی۔

"چھوڑو مجھے تم یہاں کیا لینے آئے ہو۔۔ ؟؟" وہ دھاڑی تھی۔۔

"آج اتنے سالوں بعد آخر تم سے ملاقات ہو ہی گئی ہے۔۔ تم تو میری بڑی کمی مداہ نکلی۔۔ آٹھ نو سال ہو گئے ابھی تک میرا پہچا نہیں چھوڑا۔۔"

روحان نے اسے ایک جھٹکا دیا تھا۔ وہ چیچھے صوفے پر گر گئی تھی۔۔

"جان لینے کی غلطی مت کرنا۔۔۔ تم ابھی آرجے کے رحم و کرم پر ہو۔۔۔ مس شالنی۔۔۔ اور تم آرجے کو اچھے سے جانتی ہو۔۔۔ بہتر ہو گا تم خود ہی سب سچ بتادو۔۔۔" روحان نے سفاک لبجے میں کہا تھا۔ شالنی کی ریڑھ کی ہڈی میں سننا ہٹ ہوئی تھی۔

چلو پھر لوٹ جائیں ہم  
جهاں پر کچھ نہیں بدلا  
نہ ماہ و سال بدالے ہیں  
نہ ماضی حال بدالے ہیں  
وہاں ہم لوٹ جائیں پھر  
جهاں معلوم ہو ہم کو  
نہیں کچھ اور ہے بدلا  
فقط ہم تم ہی بدالے ہیں  
وہی مٹی، وہی خوشبو  
وہی سوندھی فضائیں ہیں  
وہی گلزار منظر ہیں  
وہی مکن چاہی را ہیں ہیں  
وہی بچپن، وہی بوڑھے  
وہی سب ہیں جوال تھے  
مگر اب میں نہیں ہوں وہ  
مگر اب تم نہیں ہو وہ  
وہی بادل وہی بارش  
وہی کشتی ہے کاغذ کی  
وہی دھوپیں، وہی سائے  
وہی دن رات مکن بھائے  
وہی رونق، وہی خوشیاں  
وہی جینے کی چاہت ہے  
مگر بے کار ہے سب کچھ

کہ اب ہم تم نہیں ہیں وہ  
سمجھی کچھ پھر خیالوں میں  
یہاں کیوں جی رہا ہوں میں  
جو گھاؤ بھر چکا کب کا  
یوں ہی پھر سی رہا ہوں میں  
سمجھی کچھ وہ پرانا ہے  
سمجھی کچھ پھر سہانا ہے  
اگر کچھ ہے نیا تو بس  
یہاں پر اب نہیں ہم تم  
گیواہ لوٹ آئے پھر  
یہاں ایسا نہیں ہوتا  
یہ رستہ ایک طرفہ ہے  
کوئی واپس نہیں ہوتا  
مگر کب کوئی سمجھا ہے  
مگر کب کوئی مانا ہے  
سمجھی مرمر کے تنتے ہیں  
گئے و قتوں پر مرتے ہیں  
چلو پھر لوٹ جائیں ہم  
جهاں پر کچھ نہیں بدلا  
نہ ماہ و سال بد لے ہیں  
نہ مااضی حال بد لے ہیں

ماہی خاموشی سے اپنایگ پیک کر رہی تھی۔ آج اسے واپس جانا تھا پاکستان ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔ جو حشام باہر بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا وہ اس سے محبت کرتا تھا لیکن جس حشام سے اس نے محبت کی تھی وہ اسے بہت بڑی آزمائش میں ڈال گیا تھا۔ باہر انتظار کرتا حشام جانتا تھا کہ وہ اس سے شاید کبھی بھی محبت نہیں کر پائے گی۔ لیکن وہ اسے پھر بھی لینے آیا تھا کیونکہ وہ اسے چاہتا تھا اور محبت میں صرف دیا جاتا ہے۔ واپس نہیں لیا جاتا۔  
”میں تمہیں بہت یاد کروں گی ماہی۔“ لیکن میں خوش ہوں تم نے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے۔۔۔“ ایلانے اسے گلے گایا تھا۔

"میں حشام کی خواہش کیسے نہیں پوری کرتی؟ اس نے پہلی اور آخری بار کچھ مانگا تھا میں کیسے انکار کر دوں؟" وہ رو دی تھی۔ "ہم سب بہت خوش ہیں ماہی اور مجھے یقین ہے تم بھی بہت خوش اور پر سکون رہو گی حشام تمہیں بہت خوش رکھے گا" ایلانے یقین دلایا تھا، ہی صرف اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

شالنی کا تعلق ایک خفیہ تنظیم سے تھا جس کا نام اپنی اسلامک لیگ تھا اس تنظیم کا کام اسلام کے خلاف کام کرنا تھا یہ تنظیم مسلمانوں میں انتشار پھیلاتی تھی۔ شک و شبہات والے سوال نکال کر نوجوان نسل کی برین واشنگ کر کے انہیں ملحد بنانا تھا اس تنظیم کا سربراہ کون تھا یہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ البتہ شالنی جس شخص کیلئے کام کرتی تھی وہ ایک ہندو ہی تھا۔ تنظیم میں بہت سے دوسرے مذاہب کے لوگ بھی شامل تھے۔ جنکاراج سو شل میڈیا تک تھا۔ سالوں پہلے شالنی کی نظر آر جے پر پڑی تھی۔ جو ایک ملحد تھا اور اسے لگتا تھا کہ وہ لوگ بہتر طریقے سے اسے اسلام کے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔ لیکن آر جے نے شالنی کو نظر انداز کیا تھا۔ پھر جیسی مارٹر کو بھیجا گیا تھا۔ اسے انوکر کے مارنے کی دھمکی دی گئی تھی لیکن اس رات وہ کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ حشام کی دعاؤں نے اسے بچا لیا تھا۔ جیسی کو انہوں نے نشہ آور ادویات کا عادی بنادیا تھا اور اسے زندگی میں اتنا الجھاد یا تھا کہ اس نے خود کشی کر لی تھی۔

شالنی نے روتے روتے سب بتایا تھا۔ روحان کو سب جان کر افسوس ہوا تھا۔

"اگر تم ایسے ظالم لوگوں کا پردہ فاش کرنے میں میری مدد کرو میں تمہاری مدد کروں گا، میں تمہیں ان ظالموں کے چنگل سے نکال سکتا ہوں۔" روحان نے تسلی دی تھی۔ شالنی اور اس جیسی کئی لڑکیاں جو روزی کی تلاش میں نکلتی ہیں اور پھر غلط لوگوں کے ہاتھ لگ جاتی ہیں۔

"میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

"یہ تو مجھے پتا چل ہی چکا ہے وہ پیسہ تمہارے اکاؤنٹ سے ٹرانسفر ہوا ہے میں عدالت میں پیش کروں گا۔ تم ماری جاؤ گی اس سے بہتر ہے تم میرا ساتھ دو۔" اب تک ان لوگوں کو خبر مل چکی ہو گی کہ کوئی مجھ سے ملنے آیا ہے۔ اور وہ سارے ثبوت مٹا دینے گے۔" شالنی ٹھیک کہہ رہی تھی۔

"تم بس میری بے گناہی ثابت کرنے میں مدد کرو۔ ایسے لوگوں کے خلاف میں بعد میں جنگ لڑوں گا۔"

اسکی بات سن کر شالنی سوچ میں پڑ گئی تھی۔

آج روحان نے کورٹ میں پیش ہونا تھا۔ ایک ہفتے کا وقت ملا تھا اسے۔ ڈاکٹر باسط بھی لندن آپکے تھے۔ اس پر کیس دائر کرنے والے وکیل نے پہلے اپنے ثبوت پیش کئے تھے۔ سبیل بھی پوری طرح سے تیار تھا۔ عدالت لوگوں سے کچھ کچھ بھری ہوئی تھی۔ سامنے ایک قطار میں ایکی، ایلف اور حامم بیٹھی تھیں۔ اور اس تنظیم کے خفیہ لوگ بھی یقیناً وہاں موجود تھے۔ وہ گھنٹے بعد وہ لوگ عدالت سے باہر نکلے تھے۔ اور پہلی ہی پیشگی پر روحان جیل کو باعزت بری کر دیا گیا تھا۔

شالنی نے سچ اگلا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ زیادہ نہیں جانتی لیکن اس نے اپنی کہانی بتائی تھی، اسے استعمال کیا گیا تھا، شالنی کو گواہ کے طور پر دیکھ کر عدالت میں ایک کھملی سی مجھ گئی تھی، یقیناً تنظیم کے لوگ چونے ہو گئے تھے۔

روحان نے شانی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے حفاظت سے جہاں وہ چاہے وہاں پہنچا دے گا لیکن شاید شانی جانتی تھی وہ دنیا کے دوسرے کونے پر بھی چلی جاتی تو اسے ڈھونڈ لیا جانا تھا اسے النور پہنچا دیا گیا تھا۔ لیکن رات کے وقت اس نے ویڈیو ریکارڈ کرنے کے بعد پنچھے سے لٹک کر خود کشی کر لی تھی۔ یہ خبر بہت بڑی تھی۔ شانی کے دیے گئے بیانات سے ایک بار پھر سو شل میڈیا پر کھلبی سی مج گئی تھی۔

جو لوگ روحان کو غلط سمجھ رہے تھے وہ اب خاموش تھے۔

"تم جیت گئے روحان جیل بہت بہت مبارکباد"

ایلف نے میسج کیا تھا۔

"ابھی توجنگ شروع ہوئی ہے، ابھی تو میں نے شروعات کی ہے ابھی ہار جیت کا فیصلہ نہیں ہوا لیکن بہت بہت شکریہ آپ نے اتنی مدد کی میری۔" "وہ مسکرا دیا تھا۔

"تمہاری بے گناہی نے ثابت کر دیا کہ گورے آج بھی اسلام سے ڈرتے ہیں۔" سبیل نے اسکا کندھا تھپٹھپایا تھا۔

"لندن میں ایک بار پھر سے ایک نئی جنگ چھڑ گئی ہے، لوگ اسلام کے اتنے خلاف کیوں ہیں؟؟ کیوں اتنا خوف کھاتے ہیں اس سے؟؟ اور جو لوگ اس مذہب کو خاطر میں نہیں لاتے وہ بھی آج سوچ میں پڑ گئے ہیں کہ آخر اس مذہب میں ایسا کیا ہے جسے ختم کرنے کیلئے خفیہ تنظیمیں بنائی جاتی ہیں" یہ بات کرتے ہوئے روحان کو ایسی کافی سمجھدار لگی تھی۔

"جس جنگ کی تم نے شروعات کی ہے، یقیناً بہت مشکل ہے، قربانیاں دینی پڑیں گی، لیکن ایک وقت آئے گا جب جو کھل کر سامنے آجائے گا، رات کا اندر ہیرا کبھی اجائے کو نگل نہیں سکتا، تم فاتح ٹھہر دے گے، جیتے رہو میرے بچ!!" ڈاکٹر باسطنے اسے گلے لگایا تھا۔

اس طوفان نے جو روحان کی زندگی میں آکر گزر گیا تھا اسے مزید مضبوط بنادیا تھا اسکے ارادے چٹان کی مانند پختہ ہو چکے تھے۔

"سالوں پہلے میں نے بس ایک خواہش کی تھی ایک چھوٹی سی خواہش میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ پوری ہو جائے گی آج میں نے لندن کے ہر چینل پر روحان جیل کا نام سنا تو احساس ہوا، واقعی میں سکالر کی بیوی ہوں جسے دین کی خدمت کرتے دیکھ کر لوگ سازشیں کر رہے ہیں، انسان کے خلاف ہونے والی سازشیں ہی انسان کے

## Level

کا پتہ دیتی ہیں اسے ہی مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے جسکا کوئی وجود ہوتا ہے بہت بہت مبارکباد مسٹر روحان جیل آج آپ اپنا ایک وجود بنا چکے ہیں، اس وجود سے ٹکرانے سے پہلے لوگ سینکڑوں دفعہ سوچیں گے۔"

حالم نے مسکرا کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

"بہت بہت شکریہ مسز روحان جیل۔" اسے خوش دیکھ کر روحان جیل مسکرا دیا تھا۔

ماہی اور حشام کا سادگی سے نکاح کر دیا گیا تھا۔

حالم اور روحان آنا چاہتے تھے لیکن اس نئے واقعے نے النور پر منفی اثرات چھوڑے تھے جنہیں مٹانے کی روحان کو شش کر رہا تھا اسی وجہ وہ دونوں نہیں آپے تھے لیکن وہ بہت خوش تھے۔

اس موقع پر حشام جبیل کو یاد کر کے سب کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ وہ سب کو ملا کر سب میں خوشیاں بانٹ کر جا چکا تھا، شاید کچھ لوگ صرف دوسروں کو ملانے کی غرض سے دنیا میں آتے ہیں۔ ماہی کا نازک سا دل بہت تڑپا تھا لیکن وہ اپنی محبت کی خواہش بھی پوری کرنا چاہتی تھی۔ حمدان صاحب کے دل سے ایک بوجھ سے اتر گیا تھا۔ بالآخر انکی بیٹی بھی عملی زندگی میں داخل ہو چکی تھی۔ اسے یاد کر کے سب روئے تھے۔ اور پھر دونوں کو ایک ساتھ بیٹھا دیکھ کر سب کے چہرے پر چمک ابھری تھی، وہ بالکل حشام جیسا ہی لگ رہا تھا بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

خشام نے ایک نظر اپنے پہلو میں گردان جھکائے بیٹھی ماہین کو دیکھا تھا۔ یقیناً وہ آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"مس ماہین حمدان میں آج اور ابھی آپ سے کچھ مانگنا چاہتا ہوں وہ بھی سب کے سامنے" سب اسکی بات پر متوجہ ہوئے تھے۔ ماہی کی نم آنکھوں میں الجھن تھی۔

میں سارے جذبے"

تمام وعدے

دعائیں ساری

سبھی ارادے

ہر اک تمنا

ہر ایک خواہش

خواب اپنے

خمار سارے

محبتون کے نصاب سارے

جو تم کو دے دوں

تو اتنا کہہ دو

"وفا کرو گے ؟؟

وہ گھمیبر لبھے میں گزگایا تھا، ماہی حیرت سے اسکے چہرے کو تک رہی تھی۔

"وفا کرو گے ؟؟" وہ اس سے محبت نہیں و فاماںگ رہا تھا۔

"ہاں۔۔" ماہی نے ناچاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ گھر کے سارے افراد مسکرا دیے تھے۔ جواد نے ہوٹنگ کی تھی۔

"ہاں وفا کرو گئی۔۔" اور یہ پورا پیرس جانتا تھا ماہین حمدان ایک وفادار لڑکی تھی۔ حشام جبیل مسکرا دیا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی تھی۔

"ارے ماہین بیٹا یہ دیکھو تمہارے لئے ایک پارسل آیا ہے" بی جان نے پکارہ تھا۔

بی جان کی آواز پر ماہی لاٹو نج میں آئی تھی۔

یہ لندن سے آیا تھا حامن نے کچھ بھیجا تھا۔

بی جان یہ آپکی دوسری بھولی ہانی نے بھیجا ہے۔۔" ماہی مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ پرو قارحویلی اس پرو قارلٹر کی کام جو اس میں رہتی ہے اور اسکے قبل ہے روایت کے مطابق بھی اس حوالی پر تمہارا حق ہے ماہی کیونکہ گدی کو حشام بھائی نے

سنھالا ہوا ہے۔ شادی بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک جوڑی سلامت رکھے۔!!" کارڈ پڑھ کر ماہی مسکرا دی تھی۔

اندر سے ایک فائل نکلی تھی۔ حامم نے سید حولی مہی کے نام کر دی تھی۔ جسکی مہی کو ضرورت تو نہیں تھی لیکن اتنے قیمتی تخفے پر وہ مسکرا دی تھی  
حامم کیلئے اسکے دل میں محبت مزید بڑھ گئی تھی۔

”مبارک ہو محترمہ تمہارا کپل سیلیکٹ ہو چکا ہے۔۔۔“

ماہم کافون تھا۔ حامم گھر کے باہر لگے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ ملازمہ اسکے ساتھ ہی تھی۔

”کیا مطلب میں سمجھی نہیں؟؟؟“ حامم کے چہرے پر الجھن پھیلی۔

”مطلب یہ کہ لندن میں بیسٹ کپل اور آف دی ایئر کا ایک بہت بڑا شو شروع ہوا ہے۔ جو ایک گیم کی طرح ہے بیسٹ کپل کو ایوارڈ دیا جائے گا اور میں نے اس گیم کیلئے تمہارے اور روحان بھائی کا تعارف دے دیا تھا اور اب تم لوگوں کو سیلیکٹ کر لیا گیا ہے کچھ دیر تک لیٹر مل جائے گا دیکھ لینا۔“

”کیا؟؟ تم پاگل ہو گئی ہو ماہم۔۔۔؟؟؟“

”نہیں تو۔۔۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔ میں اپنا اور حارث کا نام دے دیتی لیکن شرط یہ کہ وہ جوڑا لندن میں ہی رہتا ہو۔۔۔ اتنے لوگوں میں سے صرف نوجوڑے پنے گئے ہیں ان میں سے ایک تم لوگوں کا ہے تمہیں تو خوش ہونا چاہیے لیکن مجھ سے پوچھ تو لیتی۔۔۔“ حامم کو کوفت ہو رہی تھی۔

”مقررہ وقت ختم ہونے والا تھا سلنے میں نے تم دونوں کا تعارف دے دیا ہے باقی معلومات وہ خود نکلوالیتے ہیں اور پھر انہوں نے چن لیا ایک یادو اونڈ ہونگے تم فکر مت کرو بس یہ ایوارڈ جیت لینا۔“ ماہم اپنی دھن میں بول رہی تھی جبکہ حامم سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔

”تم نے حامم سے ہی شادی کیوں کی؟؟ میرا مطلب محبت کے علاوہ کوئی وجہ بتاؤ؟؟؟“ ایلف نے اپنے ساتھ چلتے ہوئے روحان سے پوچھا تھا۔ وہ دونوں لیب سے باہر نکلے تھے۔ ایلف پروفیسر جسٹن سے ملنے لیب آئی تھی اور وہیں اسے روحان ملا تھا۔

”وہ میرے جیسی ہے“ روحان نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

”اچھا لیکن مجھے ایسا محسوس نہیں ہوا، میں اس سے دوبار ملی ہوں یا شاید میں اسے سمجھ نہیں پائی“ ایلف نے اپنے دل کی بات کی تھی۔

”وہاں حامم ہے ایلف ایک سلفائیٹ آپ اسے اتنی جلدی سمجھ نہیں پائیں گی“ روحان کے لمحے میں سرشاری تھی، مان تھا، سب کچھ تھا۔ ایلف بس دیکھ کر رہ گئی تھی۔

”تم ابھی تک اسے گھمانے نہیں لے کر گئے؟؟“ ایلف نے بات بدی تھی۔

”وقت نہیں ملا پہلے تو اور ابھی میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ میں اسے دنیا کی سیر کرو اسکوں۔“

”کیا واقعی؟؟ میں نے سنتا تھا رے آباؤ اجداد کافی امیر رہے ہیں اور میں یہ بھی جانتی ہوں تھا رے نام کروڑوں کی جائیداد ہے پھر تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟؟؟“

”لیکن وہ سب میری کمائی سے تو نہیں بنانا؟؟ وہ مجھے وراثت میں ملا ہے اسے میں کسی اور مقصد کیلئے استعمال کروں گا۔ میں چاہتا ہوں حامم کی ہر ضرورت

ہر خواہش کو میں اپنی محنت کی کمائی سے پورا کروں وہ میری ذمیداری ہے اور میری ہی ہے، اس پر جو بھی خرچ ہو وہ میرا ہو“ روحان کافی سنبھیدہ تھا۔

"وہ تم سے کچھ نہیں مانگتی کیا؟؟" ایلف نے اپنی تیز ہوتی دھڑکن کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔  
"ابھی تک تو نہیں" "اے

"چلو اچھی بات ہے لیکن یاد رکھو کہ اسے پورا وقت دیا کرو اگر تم اسے وقت نہیں دو گے تو وہ تم سے دور ہو جائے گی اور یہ وقت بار بار نہیں آتا" ایلف نے اسے سمجھایا تھا۔ اور روحان اسکی بات سمجھ بھی گیا تھا۔  
"میں پوری کوشش کروں گا" وہ مسکرا دیا تھا۔

"اوکے پھر ملیں گے۔" وہ مسکرا کر کہتی جا چکی تھی۔ روحان کی نگاہوں نے دور تک برف کی ملکہ کا چیچھا کیا تھا جسکے دل کی حالت وہ سمجھ سکتا تھا وہ کوئی عام یا سطحی لڑکی نہیں تھی جو اپنے جذبات کے سامنے کمزور پڑ جاتی، وہ ایلف تھی، دنیا بدلنے کی صلاحیت رکھنے والی ایلف آسکر۔

"روحان مجھے پمپے چاہیے" وہ کتاب پڑھنے میں مگن تھا جب حامم وہاں وارد ہوئی۔  
"کتنے ؟؟" وہ حیران ہوا تھا۔ حامم نے پہلی بار اس سے کچھ مانگا تھا۔  
"ایک لاکھ۔" حامم نے بناد کیجھے جواب دیا تھا۔

"ایک لاکھ؟ خیریت؟؟" وہ اب سیدھا ہوا تھا۔ کچھ دنوں سے وہ حامم کو جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا وہ شاید دیکھنا چاہتا تھا کہ اسکے نظر انداز کرنے سے حامم کو فرق پڑتا تھا یا نہیں اور شاید پڑتا تھا اسکا انداز بتاتا تھا۔

"شاپنگ کرنے جانا ہے۔"

"کس کے ساتھ؟؟" روحان کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے یوں اچانک بیٹھے بٹھائے شاپنگ کا شوق کیسے چڑھ گیا تھا۔  
"ایکی کے ساتھ۔" وہ اسے دیکھنے سے مکمل اجتناب کر رہی تھی۔  
"ایکی۔۔۔؟" روحان چونکا۔

"اچھا تو ایکی میری بیوی کو ور غلار ہی ہے۔" اس نے دل میں سوچا تھا۔  
"وہ تم میرے ساتھ بھی جاسکتی ہو۔"

"آپ کے پاس میرے لئے وقت نہیں ہے۔ اور نہ ہی میری قدر ہے آپ کو اب بس میں اپنی فرینڈز کے ساتھ شاپنگ پر جایا کروں گی۔" وہ خفا خفاسی کہہ رہی تھی۔  
"بیٹھ جاؤ حامم۔" روحان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سامنے بٹھایا تھا۔ اسکی لرزتی پلکوں سے وہ اندازہ لگا سکتا کہ اس وقت وہ خود پر اور اپنے غصے پر ضبط کر رہی تھی۔

"ایک لاکھ کی شاپنگ کرو گی؟؟"

"ہاں۔۔۔"

"لیکن میرے پاس تو اتنے پیے نہیں ہیں۔" روحان کی بات سن کر حامم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔  
اسکا ہاتھ ابھی بھی روحان کے ہاتھوں میں تھا۔

"ہاں نا۔ میری تنجواہ ابھی بہت کم ہے۔ اس گھر کے کچھ پیسے ادا کرنے تھے وہ ادا کئے ہیں میں نے میرے اکاؤنٹ میں بچپاں ہزار بچھوئے ہیں اگر تم چاہو تو وہ سارے لے سکتی ہو۔ لیکن میں چاہتا ہوں تم شینگ کرنے میرے ساتھ جاؤ۔ نہ کہ ایکی یا کسی اور کے ساتھ ہاں البتہ تم گھونمنے جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔ کیا تم کم تنجواہ میں گزارا کرلو گی میرے ساتھ؟ تب تک جب تک میں امیر نہیں ہو جاتا؟؟" وہ سادگی لئے پوچھ رہا تھا۔ اسکی امیر ہونے کی بات سن کر حامم کو ہنسی آئی تھی جسے وہ ضبط کر گئی تھی۔ اسے وہ وقت یاد تھا جب انکے گھر میں مہینے کے بیس ہزار مشکل سے آتے تھے۔ وہ وقت بھی اس نے بننا کوئی شکوہ کئے گزارا تھا۔

"کچھ بولو بھی۔" "اسے خاموش دیکھ کر روحان بولا تھا۔

"لندن میں رہ کر بھی آپ غریب ہیں کمال ہے لوگ تو لاکھوں کماتے ہیں۔" حامم نے جان بوجھ کر اسے چھیڑا تھا۔

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو، میں سوق رہا ہوں ایک اور جاب شروع کر دوں"

"ضرورت نہیں ہے" حامم نے خفگی سے کہا۔

"بی جان نے میرے اکاؤنٹ میں کافی بڑی رقم ٹرانسفر کی ہوئی ہے اور بابا سائیں بھی کرواتے رہتے ہیں آپ ان سے نہیں لیتے لیکن وہ جانتے ہیں ہمیں لندن جیسے شہر میں کبھی بھی بڑی رقم کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور اگر آپکو پیسوں کی ضرورت ہو تو آپ مجھ سے ادھار لے سکتے ہیں بعد میں واپس کر دیجئے گا!!" حامم نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا تھا۔ اسکی بات سن کر روحان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

"شکریہ میری بات سمجھنے کیلئے" اس نے حامم کے ہاتھ کو ہولے سے دباتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن آپکو میرا ایک کام کرنا ہو گا۔"

"حکم کرو" وہ مسکرا یا۔ اسکے پوچھنے پر حامم نے اسے بیسٹ کپل آف دی ایئر کے شو کے بارے میں بتا دیا تھا۔

"ہمیں وہاں جانا ہو گا ایک راؤنڈ میں کھلیل چکی ہوں جو آنلان ہوا تھا ہم فائنل میں پہنچ چکے ہیں میں بہت خوش ہوں، ایک منٹ رکیں میں آپکو دکھاتی ہوں" وہ پروجوس سی اٹھی تھی کچھ دیر بعد وہ لیپ ٹاپ اٹھا کر لائی تھی۔

"یہ دیکھیں دو کپل پہنچ چکے ہیں فائنل تک دوسرا کپل بہت مضبوط ہے پہلا راؤنڈ میری طرح اس لڑکی نے کھیلا ہے" حامم نے لڑکی کا نام بتایا تھا۔ روحان اشتیاق سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو بہت خوش نظر آرہی تھی۔

"مجھے جیتنے میں دلچسپی نہیں ہے، میرے لئے یہ گیم دلچسپ ہے آپ چلیں گے نامیرے ساتھ؟؟" حامم کی آنکھوں میں امید تھی۔ روحان محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ ابھی تک اسے کچھ نہیں دے پایا تھا سوائے اس گھر کے اور حلال رزق کے، وہ پہلی بار کچھ مانگ رہی تھی۔

"ہاں میں چلوں گا۔" وہ مسکرا یا۔

"کیا واقعی؟؟" حامم کا چہرہ دیکھنے لائق تھا۔ وہ ایک دم ہی کھل اٹھی تھی۔

"لیکن ایک شرط پر جیتنا ہمیں ہی ہو گا۔"

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے یہ دیکھیں یہ آخری سوال ہے، اسکا جواب آپ دیں یہ اضافی ہے اس سے ہمارے پوائنٹس بڑھیں گے۔" حامم نے لیپ ٹاپ اسکی طرف کھسکایا تھا۔ جسے روحان نے مسکرا کر پکڑا تھا۔

!!شاعری بھی بارش ہے۔۔۔"

جب برسنے لگتی ہے،

سورج کی زمینوں کو رنگ بخشتی ہے

نتنئیے خیالوں کی کو نپلیں

لکھتی ہیں

اور پھر روانی پر یوں بہار آتی ہے۔۔۔

جیسے ٹھوس پربت سے گنگاتی

وادی میں آبشار آتی ہے،

!!شاعری بھی بارش ہے۔۔۔

ان دلوں کی دھرتی پر

غم کی آگ نے جن کو راکھ میں بدل ڈالا تھا،

ذہن و دل کا ہر جذبہ جیسے خاک کر ڈالا تھا،

ایسی زمینوں پر۔۔۔،

بارش برسنے سے فرق کچھ نہیں پڑتا

مگر اب

دل کی زمین پر بارش برسنے سے

!! فرق پڑنے لگا تھا

بارشوں کا موسم تھا۔ حanim کو سالوں بعد آج بارش بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ ٹھنڈ کی فکر نہ کرتے ہوئے بارش میں بھینگنے لگی تھی

دل میں ایک عجیب سی پہلی مچی تھی۔ سب اچھاگ رہا تھا

گر جتے بادل، برستی بارش، اسکے دل کی سوکھی زمین پر پھوار سی پڑی تھی

اسے اپنے اندر ٹھنڈ ک اترتی محسوس ہوئی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے، چہرہ اوپر کے کھڑی تھی

وہ چاہتی تھی آج کی بارش اتنا برسے کہ جل تھل کر دے

"حanim تم کیا کر رہی ہو؟؟ یمار ہو جاؤ گی پاگل لڑکی۔" روحان کی آواز پر وہ چونکی تھی۔ جو ابھی گھر آیا تھا۔ آج وہ جلدی آگیا تھا۔ شام سات بجے شو تھا۔

انہیں جانا تھا۔ روحان تیز تیز قدم اٹھاتا اس تک گیا تھا اور پھر بازو سے پکڑ کر اسے اندر لا یا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں؟؟ پتا ہے ابھی ٹھنڈ بہت ہے۔۔۔" وہ اسے پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔ حanim کو اسکا یوں پریشان ہونا اچھا گا تھا۔

”آج کی بارش حسین ہے نارو حان؟؟“ وہ پوچھ رہی تھی۔ اسکی آنکھوں کی چمک دیکھ کر روحان کو سالوں پہلے والا وہ منظر یاد آگیا تھا جب اسکا دل وہ نم آنکھوں والی لڑکی کا شکار ہوا تھا۔

جو اپنا فون اس سے چھین کر لے گئی تھی اور وہ ”ڈونٹ ٹھ مائی فون یومگز“ والے الفاظ پر دیر تک ہستا رہا تھا۔  
”ہاں بارش بہت حسین ہے“ وہ اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

”لیکن شاید تم بھول گئی ہو ہمیں شو میں جانا ہے اور پانچ نج کچے ہیں۔“ روحان نے اسے یاد دلایا۔  
”اڑے ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی پیچھے ہٹیں آپ نے بھی نا مجھے باتوں میں لگایا اور دیر کروادی۔ ابھی تو تیار بھی ہونا ہے“ وہ اس پر الزام لگاتی اسے ہاتھوں سے پرے دھکیلتی کمرے کی جانب بھاگی تھی۔

”میں نے باتوں میں لگایا؟؟“ روحان تو اسکے نئے الزام پر عش عش کر اٹھا تھا اور پھر مسکرا کر اسکے پیچھے قدم بڑھا دیے۔

وہ دونوں تیار ہو رہے تھے۔ حنم نے اپنا کوٹ پہنٹے ہوئے ایک نظر اپنے پیچھے کھڑے روحان کو دیکھا تھا جو مصروف سا اپنی کف کے بٹن بند کر رہا تھا۔ وہ کافی وجہہ لگ رہا تھا  
”ایک بات بتائیں مجھے“  
”ہم پوچھو۔“

”جنت میں مردوں کو حوریں ملیں گی تو عورتوں کے لیے کیا ہے؟؟ قرآن کریم کے مطابق کوئی شخص جنت میں داخل ہو گا تو اسے حور، یعنی خوبصورت دو شیزہ دی جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ جب کوئی عورت جنت میں جائے گی تو اسے کیا دیا جائے گا؟“ حنم کے سوال پر روحان کے ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔ اسکا دل اچانک دھڑکا تھا۔ حنم نے یہ سوال کیا تھا۔ کچھ کچھ وہ سمجھ رہا تھا لیکن اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کیا واقعی وہ ایسا سوچ رہی تھی۔ اگر روحان جنت میں جاتا تو اسے حوریں ملتیں اور حنم؟؟ وہ کسی اور کا ہو جاتا۔ حنم کے دل میں کسک سی اٹھی تھی۔ وہ اسکی عادی ہو رہی تھی۔ اسکا دل بے چین تھا۔ اور اسکی یہ بے چین سوال کی صورت میں باہر آئی تھی۔

”لفظ حور قرآن کریم میں کم از کم چار مختلف مقامات پر استعمال ہوا ہے۔“

”یوں ہی ہو گا اور ہم ان کا نکاح کر دیں گے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔“

(سورۃ الدخان 44 آیت 54)

اور ہم ان کا نکاح بڑی بڑی اور روشن آنکھوں والی حوروں سے کر دیں گے۔ (سورۃ الطور 52 آیت 20)

”خیموں میں ٹھہرائی گئی حوریں۔“

(سورۃ الرحمٰن 55 آیت 72)

اور ان کے لیے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ایسی حسین جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موئی۔ (سورۃ الواقعة 56 آیات 22 تا 23)

"حور کا مطلب کیا ہے؟؟" روحان نے اسے کندھوں سے تھام کر اسکارخ اپنی جانب کیا تھا اب وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔  
"حور مطلب خوبصورت دوشیزہ۔۔۔" حامم نے جواب دیا تھا۔ جسے سن کر روحان کے لبوں پر نرمی مسکراہٹ ابھری تھی۔

"ٹھیک کہا تم نے۔۔۔ قرآن کریم کے بہت سے مترجمین نے لفظ حور کا ترجمہ خصوصاً اردو ترجمہ میں خوبصورت دوشیزہ انگلیاں یا لڑکیاں کیا ہے۔ اس صورت میں وہ صرف مردوں کے لیے ہوں گی۔ تب جنت میں جانے والی عورتوں کے لیے کیا ہو گا؟"

لفظ "حور" فی الواقع آخور (مردوں کے لیے قابل اطلاق یعنی مذکور) اور حواراء (عورتوں کے لیے قابل اطلاق یعنی مومنث) دونوں کا صبغہ جمع ہے اور یہ ایک ایسے شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی آنکھیں خور سے متصف ہوں، جو جنت میں جانے والے مردوں اور خواتین کی صالح ارواح کو بخششی جانے والی خصوصی صفت ہے اور یہ روحانی آنکھ کے سفید حصے کی انتہائی اجلی رنگت کو ظاہر کرتی ہے۔

دوسری کئی آیات میں قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ جنت میں تمہارے ازواج، یعنی جوڑے ہوں گے۔ اور تمہیں تمہارا جوڑا یا پاکیزہ ساتھی عطا کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور (اے پیغمبر!) جو لوگ اس کتاب پر ایمان لاں گیں اور نیک عمل کریں، انہیں خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔  
جب بھی ان میں سے کوئی پھل انہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تودہ ہی ہے جو اس سے پہلے ہم کو دنیا میں دیا جاتا تھا۔ ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی، اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔" (سورۃ البقرہ 2 آیت 25)

"اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا اور نیک عمل کیتے، ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور ان کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور انہیں ہم گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔"  
(سورۃ النساء 4 آیت 57)

(Spouse) لہذا لفظ (حور) کسی خاص جنس یا صنف کے لیے مخصوص نہیں، علامہ محمد اسد نے لفظ حور کا ترجمہ خاوند یابوی کیا ہے جبکہ علامہ عبد اللہ یوسف علی نے اسکا ترجمہ (Companion)

یعنی ساتھی کیا ہے۔ چنانچہ بعض علماء کے نزدیک جنت میں کسی مرد کو جو حور ملے گی وہ ایک بڑی بڑی چمکتی ہوئی آنکھوں والی خوبصورت دوشیزہ ہو گی جبکہ جنت میں داخل ہونے والی عورت کو جو ساتھی ملے گا وہ بھی بڑی بڑی روشن آنکھوں والا ہو گا۔ سمجھ آئی؟؟

روحان نے اسکے سر سے اپنا سر ہولے سے ٹکراتے ہوئے پوچھا تھا۔ حامم کو سمجھ آگئی تھی لیکن اسکی الجھن دور نہیں ہوئی تھی۔  
"ہاں لیکن" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔  
"لیکن کیا؟؟" روحان نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔" حامم نے اپنارخ دوبارہ آئینے کے سامنے کیا۔ وہ اپنے احساسات کو روحان پر عیاں نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔  
"بولو بھی۔۔۔" وہ اسے ان جان بوجھ کر چڑا رہا تھا۔

کیا بولوں۔۔؟؟“ وہ روانی ہوئی۔

ایک جتنی عورت حوروں سے کئی درجے بہتر ہو گی اور تم فکرنا کرو میں نے اس دنیا میں تمہیں ہی چُنُوں گامجھے حوروں کی طلب نہیں رہی مجھے ام حانم سے سروکار ہے ” وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

حانم کا سانس انک سا گیا تھا۔ وہ اسکی الجھن سمجھ گیا تھا۔

”باتیں اچھی کر لیتے ہیں آپ۔۔“ حانم نے خوابناک ماحول کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی تھی۔

”اور تم جتنی مرضی باتیں چھپا لو میں تمہارے دل کی کیفیت جانتا ہوں۔۔“ وہ شریر ہوا تھا۔  
”نگ کر رہے ہیں مجھے۔۔؟؟“ حانم نے گھوری سے نوازا۔

”نہیں ابھی تو نگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے ابھی تو میں چاہتا ہوں ہم وقت پر مقررہ جگہ پر پہنچ جائیں کیونکہ اگر ہم لیٹ ہوئے تو ہمیشہ کی طرح الزام مجھ پر ہی آئے گا“ وہ معصوم سی صورت بناتے ہوئے بولا تھا۔ جبکہ حانم اسے خفگی سے دیکھنے کے بعد جوتے پہنے لگ گئی تھی۔

”وہ واقعی لیٹ نہیں ہونا چاہتی تھی۔

وہ دونوں تیار ہو کر گھر سے نکلنے ہی لگ جب اچانک حانم کو چینکیں آنا شروع ہو گئی تھیں۔

”وہ بری طرح سے چینک رہی تھی۔ اسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

”اف دیکھایے بارش میں نہما نے کا نتیجہ ہے۔۔“

روحان خفا ہوا تھا۔

”میں ٹھیک ہوں۔۔“ حانم نے سر میں اٹھتی درد کی لہر کو ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔ اسکی آنکھوں سے پانی نکانا شروع ہو گیا تھا۔

”مجھے لگتا ہے فلوہ ہو گیا ہے۔۔“ حانم کو اپنے گلے میں بھی خراش سی محسوس ہو رہی تھی۔

”اچھا تم یہ ماسک پہن لو اس سے تمہاری ناک ٹھنڈی ہوا سے بیکر ہے گی۔“ حانم نے فرمانبرادی سے وہ ماسک لے کر پہن لیا تھا۔

”چلیں اب دیر ہو رہی ہے۔۔“ حانم پریشانی سے بولی تھی۔ جس پر روحان سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا تھا۔

شام بہت خوبصورت تھی۔ شودیکھنے کیلئے سینکڑوں لوگ آئے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ٹی وی پر آنے والے تھے۔ ایک بڑی سی خوبصورت ٹرانی جس پر ایک

خوبصورت کپل بنا ہوا تھا سامنے رکھی تھی۔ حانم کو نہیں پتا کہ وہ کس میٹریل سے بنی ہوئی تھی۔ لیکن وہ خوب چمک رہی تھی۔

حانم نے نظر اٹھا کر کچھ فاصلے پر اپنے سامنے بیٹھے دوسرے کپل کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں بہت پیارے تھے۔ لڑکی نے حانم کی طرح ہی حجاب کیا ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک

ساتھ بیٹھے بہت اچھے لگ رہے تھے مکمل جیسے ایک دوسرے کیلئے ہی بنے ہوں۔ حانم نے ایک نظر ان دونوں کو اور پھر اس ٹرانی کو دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ سامنے بیٹھی وہ معصوم سی لڑکی بھی حانم اور روحان کو اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔

سوال و جواب کا سلسلہ چلا ہا جو کافی دلچسپ رہا تھا۔

"اوکے اب آپ دونوں کپلز میں سے ایک دوسرے کیلئے کچھ لکھے گا وہ شاعری بھی ہو سکتی ہے اور خوبصورت الفاظ بھی کوئی پیغام بھی اور دلنشیں اظہار بھی" میزبان کے کہنے پر وہاں بیٹھے لوگوں نے تالیاں بجائی تھیں۔ ہونگ کر کے انکا حوصلہ بڑھایا گیا تھا۔ دونوں جوڑوں نے گیم کو سمجھتے ہوئے سر ہلا�ا تھا۔ "جی تو کپل 7 آپ لوگوں سے شروع کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کے سامنے یہ لیپ ٹاپ رکھا ہے اس پر دونوں میں سے ایک نے ایک دوسرے کیلئے کچھ لکھنا ہے جو اس بڑی سکرین پر شو ہو گا" میزبان نے اپنے پیچھے دیوار پر لگی سکرین کی طرف اشارہ کیا تھا۔ "میں کچھ کہنا چاہتی ہوں" لڑکی نے اپنے ساتھ بیٹھے اپنے

Husband

سے کہا تھا۔ جو ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

"میرے رہنماء تیر اشکر یہ،"

کہ ہزار بار اشکر یہ

میرے رہنماء میری

زندگی کو

حسین تربنادیا

لڑکی کی انگلیاں تیزی سے ٹائی پ کر رہی تھیں۔

اسکے چہرے پر خوبصورت مسکرا ہٹ تھی۔

میرے رہنماء تیر اشکر یہ "

مجھے طلسماٰتی

شہر میں لا کر

ایک ساحرہ بنادیا،

میرے رہنماء تیر اشکر یہ

میں حسین تو تھی

لیکن مجھے

حسین تربنادیا،

ہال سے واؤ اور ایمیزگ کی آوازیں ابھرنے لگی تھیں۔ حanim اور روحان بھی دلچسپی سے سکرین پر ابھرنے والی شاعری پڑھ رہے تھے۔

میرے رہنمای تیر اشکر یہ ”

میں محبوں کی

منکر تھی

مجھے محبوں سے نواز دیا،

میرے رہنمای تیر اشکر یہ

میں اندر ہیروں میں

تھی کھوئی ہوئی

مجھے روشنی سے ملا دیا،

میرے رہنمای تیر اشکر یہ

میں آج کہنا چاہتی ہوں

کہ زندگی کے ہر

ایک پل میں

میں ساتھ رہنا چاہتی

ہوں،

مجھے اداسیوں سے نکال کر

مسکرانا سکھا دیا،

میں خاموشیوں کی تھی شاعرہ

مجھے سحر پھونکنا

سکھا دیا،

مجھے راستوں کی خبرنا تھی

مجھے رہنمای نادیا

میرے رہنمای تیر اشکر یہ

!! میرے رہنمای تیر اشکر یہ

اسکے ہاتھ ساکت ہوئے تھے۔ حامی کسی ٹرانس میں وہ شاعری پڑھ رہی تھی۔ اسکی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی ”ویل ڈن مسز آغا“ میزبان نے حیران ہوتے ہوئے تعریف کی تھی اور ایک بار پھر پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔

"جی تو کپل 1 آپ دونوں میں سے کون اپنے احساسات کا اظہار کرے گا؟؟؟" میزبان نے اب حامم اور روحان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔  
"میں۔۔۔" روحان تیار تھا۔

جنف وجود کی دنیا سنوار دی ہم نے  
زہے نصیب کہ ہنس کے گزار دی ہم نے  
کلی کلی ہمیں جیرانیوں سے تکتی ہے  
کہ پت جھڑوں میں صدائے بہار دی ہم نے  
خیالِ یار کی رنگینیوں میں گم ہو کر  
جمالِ یار کی عظمت نکھار دی ہم نے  
وہ زندگی کہ جسے زندگی سے نسبت تھی  
تمہاری زلف پریشاں پہ وار دی ہم نے

حامم کی نظریں سکرین پر جمی تھیں۔ وہ بنادیکھے بھی روحان کے تاثرات سمجھ سکتی تھی۔  
وہ اسکے جذبات کو محسوس کر سکتی تھی۔

تم نے دیکھے ہیں وہ ہونٹ وہ خسار وہ پیشانی؟  
زندگی جن کے تصور میں لٹا دی ہم نے  
تجھ پر اٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں؟  
تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوادی ہم نے؟؟؟  
اسے نہ جیت سکے گا غمِ زمانہ اب  
جو کائنات ترے در پہار دی ہم نے

حامم نے محسوس کیا تھا روحان کے لکھے الفاظ دھنڈ لے پڑ رہے تھے شاید اسکی آنکھوں میں نی امڈ آئی تھی۔

"یہ بات بہت ہی جiran کن ہے کہ آج اس پلیٹ فام پر دو کپل آئے ہیں جنکے پوانٹس ابھی تک برابر ہیں اور تو اور وہ دونوں کپل ہی ایشین ہیں۔ دیکھتے ہیں اس آخری سوال کا جواب کون سا کپل دے کر آج کا بیسٹ کپل کھلائے گا۔" میزبان کافی پر جوش تھا۔

"تو کپل 7 پہلے سوال آپ لوگوں سے ہو گا۔ مسز آغا آپ جانتی ہیں کہ مسٹر آغا پہلے سے شادی شدہ تھے پہلے بھی محبت ہوئی ہو گی انہیں، اور کیا پتا آپ کے بعد بھی کسی سے ہو جائے۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ آپ مسٹر آغا کی کونسے والی محبت ہیں؟؟" حامن نے دیکھا تھامیز بان کا سوال سن کر مسٹر اور مسز آغا دونوں کے چہرے کارنگ فتن ہوا تھا۔ ہال میں ایک پل کیلئے سنا ٹاچھا گیا تھا۔

"وہ۔۔۔" مسز آغا نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"داستان ختم ہونے والی ہے"

"تم میری آخری محبت ہو"

اس سے پہلے وہ کچھ بولتی مسٹر آغا نے اسکا ہاتھ تھام کر کھا تھا۔ لوگ ایک بار پھر حیران رہ گئے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس ایک شعر نے انکی حقیقت بیان کر دی تھی۔

"ویری گلڈ۔۔۔ تو مسز جیلیل، جیسے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے آپ دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ میرا آپ سے سوال یہ کہ وہ کوئی چیز تھی جس سے مسٹر جیلیل اپنی سٹوڈنٹ لاکف میں شدید ناپسند یا نفرت کرتے تھے۔۔۔؟؟" میزبان حامن سے پوچھ رہا تھا۔

حامن کے پاس ایک منٹ کا وقت تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے کپل کو دیکھا پھر ٹرانی کو اور پھر روحان کو جسکی آنکھوں میں امید سی تھی، حامن کے تاثرات کو کوئی جانچ نہیں سکتا تھا کوئی فلو کی وجہ سے وہ ماسک پہنے ہوئے تھی۔ حامن نے آنکھیں بند کی ایک گہری سانس لی اور پھر جواب دیا۔

"میوزک۔۔۔ انہیں میوزک سے شدید نفرت تھی۔۔۔"

حامن نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ روحان نے بے یقینی کی کیفیت سے حامن کو دیکھا تھا۔ اس نے غلط جواب دیا تھا۔۔۔ وہ حیرانگی سے حامن کو دیکھ رہا تھا جسکی آنکھوں میں کوئی الجھن نہیں تھی۔

"Are you sure???"

میزبان نے دوبارہ پوچھا۔

"جی۔۔۔" حامن نے اثبات میں سر ہلا�ا۔ حامن کی نظر میں مسز آغا پر جا کر رکی تھیں جو حیرانی سے حامن کو دیکھ رہی تھی۔ اسکے چہرے پر بھی بے یقینی سی پھیلی تھی۔ شاید اسے بھی حامن سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

---

حامن اور روحان ایک خوبصورت گول میز کے گرد بیٹھے تھے۔ آج کے بیسٹ کپل کا اعلان ہو چکا تھا۔

مسٹر اور مسز آغا جیت پکے تھے۔ وہ دونوں ٹرانی ہاتھ میں لئے ایک ساتھ کھڑے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ حامن نے روحان کی طرف دیکھا تھا جسکی آنکھوں کی چمک مدھم پڑ گئی تھی۔

"حامن تم نے غلط جواب کیوں دیا؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں تو میں نے درست جواب دیا تھا۔ مجھے لگا اس نے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز بہت زیادہ پسند تھی تو میں نے میوزک بول دیا" وہ جھوٹ بول رہی تھی۔ "مجھے ہارنے کا دکھ نہیں ہے بلکہ اس بات کا دکھ ہے کہ ہم بیسٹ کپل نہیں ہیں۔۔۔" وہ پھوٹ جیسی بتیں کر رہا تھا۔ حانم کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی، کچھ لوگ انکی طرف بڑھے شاید انہوں نے روحان جسیل کو پہچان لیا تھا۔ وہ اس سے آٹو گراف لے رہے تھے۔ کچھ لوگ اسکی بیوی یعنی ام حانم کو دیکھنا چاہتے تھے لیکن وہ ماسک پہنے ہوئے تھے جسے لوگ نقاب سمجھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ جا چکے تھے۔

"آپ کو پتا ہے وہ لوگ کیوں جیتے ہیں؟ وہ اس لئے کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں، ان دونوں میں کوئی کمی نہیں، وہ ایک دوسرے کے ساتھ مکمل ہیں۔۔۔" حانم بتا رہی تھی۔

"کیا ہم میں کوئی کمی ہے؟؟ کیا ہم مکمل نہیں ہیں؟؟ کیا ہماری محبت میں کمی ہے؟؟" روحان اسکی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔ "کمی ہے۔۔۔" حانم نے عجیب سے لمحے میں جواب دیا تھا۔ روحان چونک گیا تھا۔ کچھ پلیں وہ اسے دیکھتا رہا تھا اور پھر اسے سمجھ آگیا تھا۔ حانم اس سے اتنی محبت نہیں کرتی بلکہ شاید کرتی ہی نہیں تھی، لیکن اسٹیچ پر جو لڑکی کھڑی تھی۔ وہ اپنے ساتھ کھڑے محافظ سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ روحان کو وجہ سمجھ آگئی تھی۔

"اگر میں درست جواب دیتی تو یقیناً ہم بھی بیسٹ کپل کہلاتے لیکن زیادتی ہوتی ہم دونوں جانتے ہیں حقیقت کچھ اور ہے" حانم کے الفاظ کسی ہتھوڑے کی طرح روحان کی ساعت سے ٹکر ار ہے تھے۔ اسے افسوس ہو رہا تھا صد افسوس وہ حانم کے دل میں اپنے لئے محبت پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا انہوں نے مسز آغا کو اپنی طرف بڑھتے پایا تھا۔ وہ مسکرا کر انکی طرف آر رہی تھی۔ "السلام علیکم!" اس نے سلام کیا تھا جس کا جواب دونوں نے خوشدلی سے دیا تھا۔

"میرا نام حرم ہے حرم نور اور وہ میرے ہسپنڈ ہیں ڈاکٹر فرہاد آغا، ایک نیورولو جسٹ ہیں شاید آپ دونوں ہمیں نہیں جانتے لیکن میں آپ دونوں کو بہت اچھے سے جانتی ہوں۔" وہ مسکرائی تھی۔ اس نے ہاتھ میں کپڑی ٹرانی حانم کے سامنے کی تھی۔

"میری طرف سے یہ ایوارڈ آپ دونوں کیلئے ہے دو عجیب لوگوں کیلئے جنکی زندگی کے سات پھروں کو میں جانتی ہوں" وہ پراسرار سے لمحے میں کہہ رہی تھی۔

"کپڑلیں۔۔۔" حانم کے ٹرانی نہ کپڑنے پر اس نے دوبارہ کہا تھا۔ جس پر حانم نے وہ ٹرانی لے کر میز پر رکھ دی تھی۔ "میں آتا ہوں۔۔۔" روحان ایکسیو ز کرتا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔ وہ اب دونوں کو بتیں کرنے دینا چاہتا تھا۔

"پتا ہے میں سمجھتی تھی کہ دنیا میں صرف میں اور ہادی ہی وہ واحد کپل ہیں جنکی زندگی کی کہانی عجیب و غریب ہے لیکن جب میں نے اپنے مقابل دو مزید لوگوں کو تو پایا تو مجھے تحسیں ہوا روحان جسیل جسے پورا لندن جانتا ہے جس انسان کے لیکھر میں بہت شوق سے سنتی ہوں جو ایک سلفاٹ ہے اسکا کپل ہمارے مقابلے میں تھا۔ پتا ہے میں یہاں جیتنے کیلئے نہیں آئی تھی بلکہ میں دو ایسے لوگوں سے ملنا چاہتی تھی جو سلفاٹ تھے۔۔۔"

حانم حیرت سے اس لڑکی کو سن رہی تھی جو نازک سی تھی۔ شاید وہ اس سے کم عمر تھی۔

"میری اور ہادی کی شادی کو چار سال ہونے والے ہیں اور ہم پچھلے دو سالوں سے لندن میں ہیں، ہادی یہاں ہا سپٹل میں ایک نیورو سرجن کے طور پر کام کرتے ہیں، میں کبھی اتنے تحسیں کاشکار نہیں ہوئی تھی"

مجھے کبھی کسی جوڑے کے متعلق جانے کا اتنا اشتیاق نہیں ہوا تھا، جتنا روحان جبیل اور ام حنم کو جانے کا ہوا، میں نے زندگی میں پہلی بار ایش بن کر اپنے سیم سے کچھ مانگا تھا اور وہ تھا روحان جبیل اور ام حنم کی ابتدائی زندگی کے بارے میں معلومات !! جسے لندن میں کوئی نہیں جانتا لیکن میں جان گئی اور پچان بھی گئی اور میں آرجے کو جان کر حیران رہ گئی مجھے محسوس ہوتا تھا کہ آپ دونوں کے درمیان کچھ غیر معمولی تھا اور جب میں نے اس کہانی کے زندگی چھپہر جانے تو میں رو دی تھی۔

آپ دونوں کی شادی کو شاید دو سال ہوئے ہیں لیکن آپ دونوں کا رشتہ سالوں سے چلتا آ رہا ہے تب سے جب میں اور ہادی ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں تھے، جب ہادی کی زندگی میں کوئی اور تھی۔ میں دل سے چاہتی تھی کہ اس جوڑے کو آج کا ایوارڈ ملے جنہوں نے بہت کچھ کھویا ہے۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں آپ نے غلط جواب دیا تھا ایسا کیوں؟؟

حنم جو سانس روکے اسے سن رہی تھی اسکے سوال پر چوکنی تھی۔ اسکی زندگی کی ساری فلم آنکھوں کے سامنے گھوم گئی تھی۔ کیونکہ میری طرف سے محبت کی کمی ہے شاید اس لئے ”حنم نے سچ بولا تھا۔“

”کوئی بات نہیں ایک دن یہ کمی آخری محبت کا روپ دھار لے گی“ وہ مسکرائی تھی۔

”پتا ہے میں آپ دونوں کی بہت عزت کرتی ہوں خاص طور پر مسٹر روحان جبیل کی، میرے دل میں آپ دونوں کیلئے ایک عقیدت سی پیدا ہو گئی ہے \_\_!!“ حرم کی باتیں حنم کو جھنجھوڑ رہی تھیں۔

ایک بار آنکھیں بند کر کے محسوس کرنے کی کوشش کریں آپکوہر طرف محبت ہی نظر آئے گی کیونکہ خاص لوگوں کے نزدیک نفرت کا کیا کام؟؟ مجھے خوشی ہوئی ایک سلفائز سے مل کر۔“

اس نے میز پر رکھے حنم کے ہاتھ کو تھامتے ہوئے کہا تھا۔ جس پر حنم مسکرا دی تھی۔ اسے یہ معصوم سی لڑکی بہت اچھی لگی تھی۔

”مجھے لگتا تھا کہ ح سے شروع ہو کرم پر ختم ہونے والے نام کی لڑکی صرف میرے پاس ہی ہے لیکن میر اندازہ غلط تھا“ روحان جبیل اس وقت فرہاد آغا کے پاس کھڑا تھا۔ یقیناً اسکا اشارہ حرم کی طرف تھا۔

”بہت کچھ ساہو کر بھی بہت الگ ہوتا ہے ہر کہانی دوسری کہانی سے ایک فرق رکھتی ہے جو کہ کہانی کا امتیاز ہوتا ہے، دو الگ دنیاوں کے لوگ جب ملتے ہیں تو خوشنگوار سا احساس پیدا ہوتا ہے اور اس احساس کو میں اس وقت محسوس کر سکتا ہوں یہ میں تم ایک بہترین فریضہ سرانجام دے رہے ہو مجھے امید ہے اگلے سال ایک اور ٹرینی تھم لوگوں کی نظر ہو گی۔“

فرہاد نے اسکا کندھا تپھتھپاتے ہوئے کہا تھا۔ پھر وہ دونوں اس میز کی طرف بڑھ گئے۔

”چلیں حرم مجھے ہا سپیل جانا ہے ایک مریض کا چیک اپ کرنے“ وہ نرم لمحے میں کہہ رہا تھا۔

”بہت جلد آپ لوگوں سے دوبارہ ملاقات ہو گی“

وہ اپنی بڑی سی اونی شال سنجا لتے ہوئے بولی تھی اسکے چہرے پر مسکراہٹ تھی پھر اس نے اپنا ہاتھ ڈاکٹر فرماد آغا کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں تھما دیا تھا چند ہی لمحوں کے بعد وہ لوگ نظروں سے او جھل ہو گئے تھے۔

"اس ٹرانی کا کیا کرنا ہے؟" روحان نے میز پر کھی چکتی ٹرانی کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا۔

"یہ ایک خوبصورت تھفہ ہے میرے لئے میں اسے سنجاہاں کر رکھوں گی۔" حنم مسکراتے ہوئے اٹھی تھی۔

"اور اگلے سال؟" روحان نے عجیب سے لبجے میں پوچھا تھا۔

"اگلے سال شاید ہم جیت جائیں۔" حنم نے مسکرا کر پر اسرار لبجے میں جواب دیا تھا۔

آج صبح سے ہی روحان پروفیسر جسٹن کے ساتھ انکی لیب میں کام کر رہا تھا۔ حنم سے اسکی پورا دن بات نہیں ہوئی تھی جبکہ اس کا خیال روحان کے دماغ سے ایک پل کیلئے بھی نہیں لکھا تھا۔

وہ آج کچھ کرنا چاہتا تھا، کچھ کہنا چاہتا تھا حنم سے، اپنے نرم گرم جذبات کا احساس دلانا چاہتا تھا، اسے لگتا تھا وہ معانی کے قابل نہیں لیکن آج وہ سوچ رہا تھا کہ گھنٹوں کے بل جھک کر وہ اس لڑکی سے معافی مانگے گا جو اسکی شریک حیات تھی۔

وہ جس وقت لیب سے گھر کیلئے نکلا تو موسم خراب ہو چکا تھا۔ بادلوں کی گرنج چمک نے لندن کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ گھر پہنچتے پہنچتے بارش شروع ہو چکی تھی۔ وہ گیر اج میں گاڑی کھڑی کرنے بعد سیدھا کمرے کی طرف آیا تھا۔ ملازمہ سے اس نے کہا حنم کا پوچھا تھا۔ ملازمہ نے اسکے سونے کی اطلاع دی تھی۔

"اف یہ لڑکی جانے اتنا کیوں سوتی ہے؟" وہ جھلاتا ہوا کمرے میں پہنچا تو حنم کو خواب خرگوش کے مزے لوٹتے ہوئے پایا۔ وہ اسے اٹھانا چاہتا تھا لیکن ایک پل کو رک گیا۔ وہ پر سکون نیند کے زیر اثر تھی اور یہ نیند روحان کی اسکے زندگی میں آنے کے بعد شروع ہوئی تھی۔

وہ مسکرا تھا اور پھر آہستہ سے اسکے قریب بیٹھ پر بیٹھ گیا۔ کچھ پل یوں ہی اسکے چہرے کو دیکھتا اور پھر ہولے سے سر گوشی کی۔ "حنم۔ اٹھ جاؤ۔" وہ اسے جگانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"حنم اٹھو نا۔" اسے ایسے سوتا دیکھ کر روحان کو کچھ ہو رہا تھا۔ اسکے بار بار پکارنے پر حنم کسمائی تھی۔

"اٹھ جاؤ جناب بارش بند ہو جائے گی پھر تمہاری خواہش کیسے پوری کروں گا؟" وہ اسکی پیشانی سے بال ہٹاتے کہہ رہا تھا اسکی اس حرکت پر حنم نے جھٹ سے آنکھیں کھو لیں۔ وہ اس پر جھکا ہوا تھا۔ حنم ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی اور پھر مند ہی مند ہی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اسے نیند سے اٹھانے پر روحان کو بر الگ رہا تھا لیکن جو اس نے سوچا تھا اس پر عمل کرنا بھی لازمی ہے۔

"کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے نا؟" وہ بکھرے بالوں میں ابھی پوچھ رہی تھی۔

"ہاں سب ٹھیک ہے تم یہ کوٹ پہنوا۔" روحان نے کبرڈ کے ساتھ لٹکا اسکا موٹا اونی کوٹ اٹھایا اور اسکے قریب لا یا۔ "جلدی پہنوا سے ٹائم نہیں ہے پھر بارش بند ہو جائے گی" آج وہ عجیب سی حرکتیں کر رہا تھا جبکہ حنم ابھی بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"خود پہنوا گی یا میں پہناؤں؟" وہ اسے ساکت بیٹھا دیکھ کر سنجیدہ لبجے میں پوچھ رہا تھا۔ حنم نے ہٹ بڑا کر کوٹ اٹھایا اور خاموشی سے پہن لیا۔

"یہ بھی لازمی ہے؟" ایک موٹی اونی ٹوپی اسکے سر پر اوڑھاتے وہ بڑا یا تھا۔ "چلواب فنافت" اسکے بند جوتے پاؤں کے قریب رکھنے کے بعد وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ جانے وہ کیا کر رہا تھا؟ حامم کو تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"میرے خیال سے مجھے تمہیں اٹھا کر لے جانا چاہیے؟" روحان نے اپنی سوچ کو الفاظ دیئے اور حامم اسکی بات سنتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسکی یہ حرکت روحان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔ وہ اسکا ہاتھ تھامے باہر لایا تھا۔

باہر بارش جاری تھی۔ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا حامم کے چہرے سے ٹکرایا تو اسکی سستی پل بھر میں غائب ہوئی اب وہ سوالیہ نظر وہ سے روحان کو دیکھ رہی تھی۔ "تمہاری ایک پرانی خواہش پوری کرنی ہے، تم یہاں سے ہلنامت" وہ اسے لان ماحقہ راہداری میں کھڑا کر کے خود برستی بارش میں، لان میں پکنچ گیا تھا۔ حامم پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکی حرکات کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ پاگل ہو گئے ہیں کیا؟" اسے بارش میں بھیگتا دیکھ کر حامم جیسے ہوش میں آئی تھی۔

"تم وہیں رکوب اہم ت آنا۔" روحان نے ہاتھ اٹھا کر اسے لان میں آنے سے منع کیا تھا۔ پھر روحان نے ایک نظر آسمان کو دیکھا جو سیاہ نظر آ رہا تھا۔ بارش زیادہ تیز نہیں تھی لیکن کچھ ہی پل میں وہ بھیگ گیا تھا۔ اسکا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ رات کے اس پھر پھریلے فرش پر بارش کا پانی متیوں کی طرح چمک رہا تھا۔ روحان۔" حامم نے بھی سے پکارہ تھا۔

"تم بھی پاگل ہی ہو مسزا یک میوٹن جسے دوسروں کی نسبت ٹھنڈ کم لگتی ہے، جو سردیوں کی تجھستہ راتوں میں سومنگ کرتا رہا ہے اسے ٹھنڈ لگ جانے کے ڈر سے پریشان ہو رہی ہو۔" وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا کہہ رہا تھا جبکہ حامم کا اٹکا ہوا سانس بحال ہوا۔ اسے روحان سے اس پاگل پن کی امید نہیں تھی جانے وہ کیا کرنے والا تھا۔ روحان نے اپنی نظریں حامم کے چہرے پر جمائیں اور دھیمی آواز میں گنگنا شروع کیا۔

کبھی جو بادل بر سین

میں دیکھوں تجھے آنکھیں بھر کے

تو لگے مجھے پہلی بارش کی دعا

تیرے پہلو میں رہ لوں

میں خود کو پاگل کہہ لوں

تو غم دے یاخوشیاں سہہ لوں ساتھیا

وہ بارش میں اسکے لئے گنگنا رہا تھا یہ خیال ہی حامم کو ساکت کر رہ گیا۔

کوئی نہیں تیرے سو ایسا میرا یہاں

منز لیں ہیں میری تو سب یہاں

مٹادے سبھی آجافا صلے

میں چاہوں مجھے مجھ سے بات لے

ذراسا مجھ میں تو جھانک لے میں ہوں کیا؟

حاجم نم آنکھوں سے اسکے پاگل پن کو دیکھ رہی تھی، کتنی محبت کرتا تھا وہ اس سے، سالوں پہلے کی گئی اسکی خواہش کو آج بھی یاد رکھے ہوئے تھا۔ اور اسے پورا کرنے کیلئے کسی بھی حد جا سکتا تھا۔ وہ اسے ساکت دیکھ کر دھیرے قدم بڑھاتا اسکی جانب آیا۔ وہ پورا بارش میں بھیگ گیا تھا۔ چہرے سے پانی کے قطرے بہہ رہے تھے۔

"میں نے کوشش کی کہ تمہاری دونوں خواہشوں کو پورا کر سکوں" وہ اسکے قریب کھڑا اسکی نم آنکھوں دیکھتا کہہ رہا تھا جبکہ حاجم کی نگاہیں اسکے چہرے پر جھی تھی۔ "میں نہیں جانتا کہ میں کس انداز میں تمہیں دی گئی اذیتوں کا ازالہ کروں؟ کن الفاظ میں تم سے معافی مانگوں؟ ایسا کیا کروں کہ تم مجھ سے محبت کرنے لگو؟ محبت نہ سہی تم مجھ سے اپنی نفرت کو ختم کر دو، میں ایسا کیا کروں؟" وہ بولا تو اسکا الجھہ اذیت سے بھر پور تھا۔ حاجم کو بنے پلکیں جھپکائے اسکے چہرے کو تک رہی تھی۔

"میں زیادہ تو کچھ نہیں کر سکتا شاید لیکن ایک کام کر سکتا ہوں" وہ کہتے ہوئے جھکا اور دونوں گھٹنوں کو زمین پر ٹکا کر بیٹھ گیا۔

"مجھے معاف کر دو حاجم ہر تکلیف کے بد لے جو میں نے انجانے میں تمہیں دی۔" وہ ہاتھ جوڑے معافی مانگ رہا تھا۔ حاجم کو گویا کرنٹ لگا تھا وہ ایک جھٹکے سے چھپے ہوئی، اسے روحان سے اس حرکت کی توقع نہیں تھی یہ سب اتنا چانک ہوا تھا کہ اسے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ روحان؟" حاجم نے جھک کر اسکے بندھے ہاتھوں کو تھاما تھا۔ "پلیز ایسا مamt کریں" وہ رو دی تھی۔ وہ کیسے بتاتی کہ اسے نئی دنیا سے روشناس کرانے والا ہی تھا۔ اسے سلفائز بنا نے والا بھی وہی تھا۔ وہاب اسی کے انداز میں اسکے سامنے بیٹھی تھی۔ دونوں کی آنکھیں نم تھیں۔ ایک درد دے کر رورہا تھا، جبکہ دوسرا درد کی سزا دے، اگر روحان نے حاجم کو درد دیا تھا تو وہ اسکا غمیازہ اب تک بھگت رہا تھا اور حاجم جو اسے پچھلے کافی عرصے سے سزادے رہی تھی وہ خود بھی رو دی تھی۔

"تو تم نے مجھے معاف کیا نا۔؟" وہ اسکی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکائے، نم آنکھوں سے پوچھ رہا تھا۔ تھک گیا تھا، ساری دنیا سے لٹر سکتا تھا لیکن حاجم کی بے رخی اسکی برداشت سے باہر تھی۔

"ہم۔۔۔ہا۔۔۔" حاجم نے نم آنکھوں سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ وہ کچھ بھی کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی اسکی اس حرکت پر روحان مسکرا دیا تھا۔

"میں اس وقت پورا بھیگا ہوا ہوں مسزو رندہ دل کر رہا ہے تمہیں اپنے حصار میں قید کر لوں، مجھے لگتا ہے میری قسمت ہی خراب ہے تم قریب بھی آئی تو کس حالت میں۔۔۔" وہ بیچارگی سے بولا تو اسکی بات سن کر حاجم نم آنکھوں سے ہنس دی تھی۔

تم نے دیکھے ہیں وہ ہونٹ وہ خسار وہ پیشانی؟"

زندگی جن کے تصور میں لٹا دی ہم نے

تجھ پر اٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں؟

تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوادی ہم نے؟؟؟

روحان نے اپنا پسندیدہ شعر حامم کی نظر کیا اور جھک کر اسکی پیشانی پر مہر ثبت کی تھی جبکہ حامم کے چہرے پر کوئی ناگواری نہیں ابھری تھی۔  
باہر بارش اب تیز ہو چکی تھی اور بھیگی رات آہستہ سر کرنے لگی تھی۔

لندن میں یہ پورا ہفتہ بارشوں کا تھا۔ موسم ابر آلود ہو رہا تھا وہ حامم گھر نہیں تھا۔ حامم کو بوریت ہو رہی تھی۔ وہ باہر نکلی تو ٹھنڈی ہوانے اس پر ایک خوشگوار سا احساس چھوڑا تھا۔ وہ فناٹ اندر گئی برساتی پہننے کے بعد باہر آئی تھی۔ پچھلے دو دنوں سے اسے ہلاکا بخار تھا۔ روحان نے آج جلدی آنے کا کہا تھا مگر وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ خود کو اچھی طرح کو رکھنے بعد باہر نکل گئی تھی۔ کھلی بڑی سیاہ پتھروں سے بنی سڑک پر چلتے ہوئے وہ آس پاس موجود گھروں کو دیکھ رہی تھی۔ ایک خوشگوار سا احساس اسکے ارد گرد لپٹا تھا۔ وہ لائن کے آخر تک بھی نہیں پہنچی تھی جب تک لکنی بارش نے لندن کو بیچ گانا شروع کیا۔ حامم نے سر اٹھا کر ایک نظر آسمان کو دیکھا جو سیاہ ہوا تھا اور پھر زمین کو جو گلی ہو رہی تھی۔ وہ واپس جانے کیلئے مڑی ہی تھی کہ دھک سے رہ گئی۔ اسکے پیچھے روحان کھڑا تھا۔ جسکے ہاتھ میں چھاتہ تھا۔

"بیہاں کیا کر رہی ہو؟؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"بس ایسے ہی دل کیا تو باہر نکل آئی۔ آپ کب آئے؟؟"

"جب تم گھر سے باہر نکلی تھی تب ہی میں آیا تھا۔۔۔ میں نے تمہیں چھتری کے بغیر دیکھا تو اسے اٹھا کر تمہارے پیچھے ہی آگیا تم خود کا خیال نہیں رکھتی ہو۔۔۔" وہ نرم لمحے میں بول رہا تھا۔

ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔

"میں تمہارے لئے کچھ لا یا ہوں۔۔۔" روحان کی بات پر حامم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا۔۔۔؟" روحان نے ایک ہاتھ اپنی جیکٹ کے اندر ڈالا اور ایک فوٹو فریم باہر نکالا۔

"تم وہ واحد لڑکی ہو اُم حامم جسکے ساتھ آر جے بیٹھا ہوا دل سے مسکرا رہا تھا میں نے ایسی چک کبھی آر جے کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کسی لڑکی کے چہرے سے پھوٹتی روشنی تم دنوں ایک دوسرے کے سنگ بہت کمل لگ رہے تھے جب بھی میں اس تصویر کو دیکھتا ہوں مجھے ہمیشہ لگتا ہے کہ تم دنوں ایک دوسرے کیلئے بنے ہو۔۔۔"

"مرتضی"

"سالوں پہلے یہ مجھے کسی نے گفت دیا تھا کہ کسی طرح تم تک پہنچا دوں۔"

حامم جیرت سے اس تصویر کو دیکھ رہی تھی۔ اس تصویر میں وہ دنوں بہت کمل نظر آرہے تھے۔ غصے سے گھورتی ہوئی ہانی اور قہقہے لگاتا آر جے۔

"یہ کافی خوبصورت ہے" حامم کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"ہاں جب میں نے پہلی بار اسے دیکھا تو مجھے بھی یہی محسوس ہوا تھا۔"

"اس تصویر میں مرتضی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ کیا تم اسکا پیغام سمجھ سکتی ہو؟؟" روحان نے امید سے اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"جانتی ہوں، اور پیغام بھی سمجھ چکی ہوں۔۔۔"

وہ مسکراتی تھی۔

بائیں سائیڈ پر بنے گھر کی اوپری منزل کی بالکونی میں جس میں کھڑکی تھی ایلف کھڑی اپنی بند ہوتی دھڑکن کے ساتھ دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ "تو پھر اتنے فاصلے کیوں حامم؟" اس نے حامم کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ اب التجاہیہ لجھے میں پوچھ رہا تھا۔ اس رات کے بعد ان میں فاصلے سمنے تھے لیکن ابھی بھی کچھ باقی تھے۔ حامم کا ہاتھ روحان کے سینے پر دل کے مقام پر رکھا تھا۔ وہ اسکے دل کی دھڑکن محسوس کر سکتی تھی۔ وہ دونوں ایک چھاتے کے نیچے تھے۔ "اور کتنے امتحان لوگی۔؟؟" "کیوں تھک گئے آپ؟؟" حامم نے اٹھا سوال کیا تھا۔

"نہیں، ڈر گلتا ہے امید ٹوٹ نہ جائے۔" اسکے جواب پر حامم نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

روحان کی آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔ وہ پھر سے نظریں چرائیں تھیں۔

"چلو۔ کرو ستم جتنے تمہارا دل چاہے ظالم لڑکی" روحان نے ایک گہرہ سانس لیا تھی۔ حامم خاموش کھڑی تھی اسکی نظریں روحان کے سینے پر تھیں۔ اسکے ہاتھ میں حرکت ہوئی تھی۔

روحان کو کچھ محسوس ہوا تھا اور پھر اسے اپنی دھڑکن بند ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

"حامم" حامم نے شہادت کی انگلی سے اسکے دل کے مقام پر اپنا نام لکھا تھا۔

"مجھے اور کوئی امتحان نہیں لینا بس اب جینا ہے، ایک نئی زندگی جینی ہے آپکے ساتھ۔" وہ چہرے پر ہزاروں دلکش رنگ سجائے کہہ رہی تھی۔ روحان کو اسکا یہ انداز پسند آیا تھا۔ ایلف نے دونوں کو قریب کھڑے پایا تھا، وہ دونوں ہی بہت خوش نظر آرہے تھے۔ مکمل ایلف کی آنکھیں نم ہوئی تھیں اور پھر اس نے کھڑکی بند کر دی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی اسکے آنسوں ان دونوں کی زندگی میں کوئی مشکل لا سکیں۔

"There is no GOd"

اس سے پہلے روحان کچھ کہتا اچانک ابھر نے والی آواز ان دونوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی۔ ان سے کچھ فاصلے پر ایک لڑکا عجیب و غریب علیے میں "کوئی خدا نہیں" کے نعرہ لگا رہے تھے۔ اسکے پیچھے کچھ اور لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ وہ شاید سٹوڈنٹس تھے۔

روحان نے گھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اور اسے آر جے یاد آگیا تھا۔

"There is no DOD"

وہ پھر چلا یا تھا۔

"BUT Allah"

"لیکن سوائے اللہ کے" حامم چونکی تھی۔ دوسرا فقرہ روحان نے بولا تھا۔

"There is no DOD"

وہ لڑکا غصے سے چلا یا تھا اور کھا جانے والی نظروں سے روحان کو گھور رہا تھا۔

"BUT Allah"

روحان جیل کو نسباز آنے والا تھا۔

"What the Hell"

وہ بچر اہواں کی طرف بڑھا تھا۔

”کیا مسلسلہ ہے تمہیں؟؟“ وہ روحان جیل کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔ اور پھر اچانک چونک کر خاموش ہو گیا تھا۔  
”آجے---؟؟“ اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔

”تم آجے ہونا؟؟ وہی آجے جو کہتا تھا کہ کوئی خدا نہیں---؟؟“ وہ حیرت سے دنگ چہرے کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔  
ہاں کوئی خدا نہیں سوائے اللہ کے ”روحان نے جواب دیا تھا۔“  
اسکی بات سن کر لڑکے کی تیوری چڑھی تھی۔  
”نہیں میں نہیں مانتا“ وہ غصے سے غراتا آگے بڑھ گیا تھا۔

”There is no GOd“

اس نے پھر نعرہ لگایا تھا۔

”But Allah“

روحان نے پھر جواب دیا تھا۔ حanim دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ گروپ ابھی نظروں سے او جھل نہیں ہوا تھا البتہ کافی دور جا چکا تھا۔ وہ لڑکا اب خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے نعرے لگانے بند کر دیے تھے۔

”تمہیں کیا لگتا ہے حanim کیا ہونے والا ہے؟؟“ روحان نے اس لڑکے کو گھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔  
”مجھے لگتا ہے کوئی حanim پھر سے ڈپریشن میں جانے والی ہے۔“ حanim نے سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا تھا۔ وہ لڑکا اب ایک گھر کے سامنے رکا تھا جہاں سے ایک لڑکی باہر نکلی تھی۔ وہ لڑکی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ روحان کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی۔ اور پھر لڑکی نے ہاتھ گھما کر اس لڑکے کے منہ پر تھپٹر مارا تھا۔

”اور مجھے لگتا ہے ایک بار پھر سے کسی آجے کی بینڈ بخنے والی ہے“ روحان نے محفوظ ہوتے ہوئے کہا تھا۔ جس پر حanim کا قہقہہ ابھرا تھا۔  
”اچھی بات ہے، آجے کی بینڈ بخنی چاہیے“  
حanim اب ہنس رہی تھی۔

”بہت ظالم لڑکی ہوتم“ روحان نے مصنوعی خفگی سے کہا تھا۔ حanim نے دلچسپ نظروں سے اسے دیکھا تھا وہ بر اسمانہ بنائے ہوئے حanim کو اچھا لگا تھا۔ بارش تیز ہوئی تھی۔

اگر چلیں بارش تیز ہو گئی ہے---!!“ حanim نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ روحان نے چونک کر حیرت سے اسکے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا تھا اور پھر کھلے دل سے مسکرا کر اسکا نازک ہاتھ تھما تھا۔ اس نے چھتری کو حanim کے اوپر کر کے اسے بارش سے بچانے کی پوری کوشش کی تھی۔  
دونوں نے قدم واپس گھر کی طرف بڑھا دیے تھے۔

”اچھا سنوجب دو سلفائٹ ملتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟؟“ وہ شریر لمحے میں پوچھ رہا تھا۔  
”بارش آتی ہے۔“ حanim مسکرائی۔

”وہ توروزی آتی ہے، اور ابھی بھی ہو رہی ہے۔“

"آج کی بارش کا انداز نہ الہے آپ سنیں یہ کچھ کہہ رہی ہے "حامن اسکے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔  
"میں چاہتا ہوں ہم پیرس جائیں کچھ دونوں کیلئے، حشام کے شہر میں اسکی یاد میں ہر اس جگہ پر جائیں جہاں وہ جاتا تھا" روحان کو وہ نہیں بھولتا تھا۔  
کیا آج کی بارش یہ کہہ رہی ہے ؟؟" حامن نے پوچھا تھا۔

"ہاں یہ بھی، بہت کچھ اور بھی"

"اور کیا ؟؟"

"یہی کہ محبت کا آغاز ہو چکا ہے، دو سلفائز کی محبت ایک ایسی داستان شروع ہونے والی ہے جسے لندن برسوں یاد رکھے گا" "وہ سرشار لمحے میں بتا رہا تھا۔  
جس پر حامن مسکرا دی تھی۔ اس نے آج خود کو بہت ہلاکا چھلاکا محسوس کیا تھا۔

جب دل تمہارا اپنا ہو"

پر باتیں ساری اسکی ہوں

جب سانسیں تمہاری اپنی ہوں

اور خوشبو آتی اسکی ہو

جب حد درجہ مصروف ہو تم

وہ یاد اچانک آئے تو

جب انکھیں نیند سے بوجھل ہوں

تم پاس اسے ہی پاؤ تو

پھر خود کو دھوکہ مت دینا

اور اس سے جا کے کہہ دینا

اس دل کو محبت ہے تم سے !!

اور آج ام حامن نے ایک خوبصورت انداز میں اس جذبے کا اظہار کیا تھا جو ابھی اسکے دل میں پھوٹا تھا جسے روحان جسیل نے دل و جان سے قبول کیا تھا دو سلفائز ہمیشہ کیلئے ایک ہو گئے تھے !!

وہ دونوں آج بہت خوش تھے، زندگی کا یہ ساتوال پھر بہت خوشنگوار تھا، ابھی بہت سے پھر باقی تھے، ہر ایک نیا پھر ایک نئی کہانی لانے والا تھا اور اسکا کچھ کچھ اندازہ ان دونوں

Sulphites

کو ہو چکا تھا جو پتھر یا گیلی سڑک پر مسکرا کر آگے بڑھتے جا رہے تھے  
آج کی بارش نے ان دونوں کی دامنی خوشی کی دل سے دعا کی تھی ---

# ختم شد

\* \* \* \* \*

## "اَسْلَامُ عَلَيْكُمْ احْبَاب—"-----

["ناولز کی دنیا"](#) کے ناولز میں خوش آمدید ----

ناولز کی دنیا" [ویب سائٹ / گروپ / پیج](#) دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے لپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں --- اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اب اگر ضرور کریں --- ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے ---

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناول، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں -- اپنی تحریر اردو میں ڈائیپ کر کے ہمیں بھیجن۔ جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جائے گی ---

منید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں --

Email address :- [Novelskiduniya77@gmail.com](mailto:Novelskiduniya77@gmail.com)

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)  
[\( user name @zoyatalib77 \)](#)

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

( پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو )

اور باقی کے رابطے کے لیئے ہر پیچ کے نیچے

["novels ki duniya "](#)

اور

["website"](#)

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیئے لکھے ہونے پر ہی کلک کریں اور اپن کرلیں ---

----- شکریہ -----